عرفان

حصہ اول

حضرت فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی علیہ الرحمۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مری انتہائے نگارش یہی ہے
ترے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

تعارف

عرفان کے تعارف کے بارے میں آج سے بیس سال پیشتر میرے جو جذبات تھے۔آج بھی وہی ہیں۔آج بھی جبکہ میرے تجربات،مشاہدات اور معلومات میں گوناگوں اضافہ ہوا ہے۔میں محسوس کرتا ہوں کہ میں عرفان کے شایانِ شان تعارف قلم بند کرنے کے فرض سے ماحقہ عہدہ برآ نہیں ہو سکوں گا۔تاہم چونکہ ناظرین پر اس کتاب کی اہمیت اور حقیقت واضح کرنا ضروری ہے اور یہ ایک ادبی روایت بھی ہے۔اس لیے میں اپنی کم مائیگی کے احساس کے باوجود اپنے خیالات اور جذبات کو الفاظ کا جامہ پہنانے کی حتی المقدور کوشش کروں گا اور فقط اس شرف ہی کو اپنی کامیابی اور خوش نصیبی کے لیے کافی تصور کروں گا جو مجھے اس نادرروزگار کتاب کو ناظرین سے متعارف کرانے کے سلسلے میں حاصل ہوگا۔

کتاب عرفان جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے مذہب و روحانیت اور فقر و تصوف کے اسرار و معارف اور حقائق کا ایک بیش بہا مجموعہ اور نایاب مرقع ہے اس کی تدوین اور ترتیب میں ان تمام امور کو مدنظر اور ملحوظ رکھا گیا ہے جو وقت کے ہمہ گیر تقاضوں سے مطابقت اور جدید اذہان کی تشفی اور تسلی کے لیے ضروری ہیں اس کے مطالعے سے مذہب اور روحانیت کا حقیقی مقصد اور مفہوم بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

موجودہ خلائی اور جوہری (ایٹمی) عہد میں مادیت کو جو عروج اور فروغ حاصل ہوا ہے۔اس نے لوگوں کے ذہنوں کو یکسر بدل دیا ہے۔آج اکثر لوگ مذہبی کتابوں اور روحانی موضوعات کو طویل،خشک اور پیچیدہ مسائل کا مجموعہ سمجھ کر ان کے مطالعے سے گریز اور پہلو تہی کرتے ہیں اور وہ اپنے اس خیال میں کسی حد تک حق بجانب بھی ہوتے ہیں کیونکہ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے۔آج دنیا اس مقام پر نہیں جہاں صدیوں پیشتر تھی۔انسانی علم اور تجربے نے آفاق کی وسعتوں کو چھان مارا ہے۔اب اس خاکی

نژادانسان کے قدم چاند اور ستاروں کی سرزمینوں کو چھونے لگے ہیں اور وہ خلا اور کائنات کی تسخیر کے خواب دیکھ رہا ہے۔ انسانی علم نے خوردبینی ذرات کے بطون میں داخل ہو کر ان کی اندرونی دنیا کے ناقابل درک اسرار اور مخفی راز آشکار کر دیئے ہیں۔ لہٰذا موجودہ دنیا مکمل عقلی تشریح اور پوری علمی توضیح کے بغیر کسی چیز کو تسلیم کرنے پر آمادہ ہونے کو تیار نہیں۔ لیکن عرفان میں اس موضوع کو حیرت انگیز اور محیر العقول مشاہدات، انوکھے و نرالے تجربات اور عجیب و غریب و جدید معلومات کے ذریعے اس قدر دلچسپ اور پر لطف بنایا گیا ہے کہ طبیعت بالکل کوفت اور گرانی محسوس نہیں کرتی۔ کتاب کا مطالعہ کرتے وقت قاری کو بسا اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی اس کے دماغ سے ظلمت کے پردے ہٹا رہا ہے اور وہ عالم روحانیت کا بہت نزدیک اور قریب سے مشاہدہ کر رہا ہے۔

اس مختصر سے دیباچے میں تفصیلاً یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ عرفان میں کیا کچھ ہے۔ یہ بات کتاب کا مطالعہ کرنے سے ہی تعلق رکھتی ہے لیکن اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ فقرو تصوف اور روحانیت کے موضوع پر اتنی دلچسپ اور پر از معلومات کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ یہ شرف برصغیر پاک و ہند میں صرف عرفان کے مصنفؒ ہی کو حاصل ہو سکا ہے۔ جس کے لئے آپ پوری اسلامی دنیا کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔ آپ نے اردو زبان میں پہلی بار اتنی عجیب و غریب اور معیاری کتاب لکھ کر نہ صرف اردو دان اصحاب ہی پر احسان عظیم کیا ہے بلکہ اردو لٹریچر میں ایک بیش قیمت اضافہ کر کے اردو ادب پر بھی بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اس کے لیے آپ کا جس قدر شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔

موجودہ دور میں جہاں ایک طرف سائنسی ترقی کی بدولت وقت اور فاصلے پر قابو پایا جا رہا ہے اور ستاروں پر کمندیں ڈالنے کی نوبت آ گئی ہے، آرام و آسائش اور عیش و عشرت کے سامانوں کی ہر طرف بہتات اور کثرت ہے وہاں دوسری طرف

پوری انسانیت انتہائی روحانی کرب، ذہنی انتشار، نفسیاتی پیچیدگی، گہری قلبی بے اطمینانی اور ہمہ گیر بے یقینی کے مصائب میں گرفتار ہو کر درد والم، رنج وغم اور تکلیف سے بے طرح کراہ رہی ہے۔ مسلسل سسکیاں لے رہی ہے اور دم توڑ رہی ہے۔ مادی اور سائنسی ترقی انکے دکھوں کا مداوا نہیں کر سکی بلکہ سائنس نے سیاسی طالع آزماؤں اور ذاتی مصلحت اندیشوں کے تابع ہو کر انسان کے آلام میں بے انتہا اضافہ کر دیا ہے۔ پورا کرۂ ارض جہنم بنا ہوا ہے۔ ہر طرف آگ لگی ہوئی ہے۔ ہر طرف موت کا بازار گرم ہے۔ آج سماجی تضادات امارت وغربت کا فرق، عالمگیر اٹمی اور خلائی جنگ کے خطرات، غذائی قحط، کمزور قوموں پر طاقتور قوموں کی یلغار، امراض، احتیاج، افلاس، زندگی سے مایوسی اور خودکشی کے اقدامات وغیرہ وغیرہ اپنے عروج پر ہیں۔ اس قدر عظیم عذاب اور عالمگیر ابتلاء، اس سے قبل کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ اقتصادیات، نفسیات، عمرانیات اور جدید فلسفے کے ماہرین چاہے اس کی توجیہہ کچھ بھی کریں اور اس کے ظاہری اور فوری اسباب چاہے کچھ ہی بتائیں مگر اس کی اصلی وجہ مذہب و روحانیت، فقر و تصوف اور خود اپنے نفس کے عرفان سے انسانیت کی روگردانی اور غفلت ہے۔ آج کے دور میں مذہب اور روحانیت کی جس قدر شدید ضرورت ہے اس سے پہلے شاید ہی کبھی پڑی ہو۔ مذہب ہی ان عالمگیر دکھوں کا علاج ہے اور روحانیت ہی اس ابتلائے عظیم کا واحد مداوا ہے ورنہ وہ دن دور نہیں جب انسانیت انفرادی خودکشیوں کی بجائے اجتماعی خودکشی کی مرتکب ہو کر صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہو جائے گی۔

عرفان کا موضوع خالصتاً فقر و تصوف اور روحانیت ہے اور اسلام کا ایک انتہائی ضروری پہلو ہے۔ جس کو مسلمانوں نے تقریباً فراموش کر دیا ہے۔ دین کے اس روحانی پہلو سے جس کو تصوف اور روحانیت کہا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی بے خبری اور غفلت کا یہ عالم ہے کہ آج اللہ تعالٰی کے ذکر فکر، عبادت، تزکیۂ نفس اور صفائے

قلب کے لئے مجاہدے اور ریاضت کے ایک ضابطے کے لیے بھی جو تصوف کے نام سے موسوم ہے ہمیں شرعی جواز اور سند پیش کرنے کی ضرورت پڑ رہی ہے اور فقر، طریقت اور معرفت جیسے مقدس علوم کو بھی خود مسلمانوں اور خصوصاً مسلمان علماء کی دست برد سے تحفظ کی حاجت پیش آ گئی ہے۔ بلکہ اب تو خود اسلام، قرآن اور سنت کو بھی عامۃ المسلمین سے نہیں بلکہ بزعم خود اپنے آپ کو اسلام کا علمبردار تصور کرنے والے ایسے علماء کی زبان اور قلم سے خطرہ لاحق ہے۔ جو مغربی مستشرقین اور عیسائی مبلغین کے پیش کردہ نظریات سے متاثر ہیں اور اسلامی عقائد اور روحانی اقدار کو مسخ کرنے کے درپے ہیں۔ انہوں نے فروعات کے علاوہ اصولی مسائل تک کو مشکوک کر کے رکھ دیا ہے۔ کتاب اور سنت اور کی نئی حیثیت متعین کرنے کی جسارت کی ہے۔ سنت کا سرے سے ہی انکار کر دیا ہے اور معجزات کی مادی تاویلیں شروع کر دی ہیں۔

دین اسلام کے دو رخ اور دو پہلو ہیں ایک ظاہری اور دوسرا باطنی و روحانی، ظاہری رخ اور پہلو شریعت ظاہرہ کے نام سے موسوم ہے۔ جسے علماء اور فقہاء نے اپنایا ہے اور باطنی و روحانی رخ کو فقر و تصوف اور طریقت کا نام دیا گیا ہے جسے فقراء صوفیاء اور اولیاء نے اختیار کیا ہے۔ علم تصوف اور فقر کا مقصد اسلام کے اسی دوسرے روحانی رخ کو ثابت کرنا اور اس کو عملی جامہ پہنانا ہے۔ کائنات کی ہر شے ظاہری اور باطنی پہلوؤں میں بٹی ہوئی ہے۔ ہر چیز کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ خود ہمارا وجود روح اور جسم میں منقسم ہے۔ جسم ظاہر ہے اور روح باطن ہے۔ اصل شے روح ہے۔ اسی پر جسم کی زندگی کا دارومدار ہے۔ تمام حقائق باطن میں مخفی اور پوشیدہ ہیں۔ اسی طرح اسلام میں شریعت گویا جسم ہے اور تصوف اور فقر اس کی روح ہے اور یہی اصلیت، حقیقت اور صداقت کا سرچشمہ ہے۔

رسول مقبول ﷺ کی حیات طیبہ کے یہی دونوں رخ قرآن اور احادیث سے

ثابت ہیں اور کوئی باشعور، ذی عقل اور صحیح العقیدہ مسلمان اس سے انکار نہیں کر سکتا آپ کی ذاتِ گرامی ظاہر و باطن کی جامع تھی اور آپ ہی سے یہ دونوں طریقے دنیا میں رائج ہوئے اور پھیلے ہیں۔ ظاہری بصارت کے ساتھ باطنی بصیرت بھی ضروری ہے اور شریعت کے ساتھ ساتھ طریقت کو اپنانا بھی لازمی ہے۔ آفاق کے ساتھ انفس بھی ہے اور عالم شہادت کے پہلو بہ پہلو عالم غیب بھی موجود ہے اور اس کے لیے دل کی بینائی درکار ہے۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

فقر و تصوف درحقیقت رسول اکرم ﷺ کی روحانی اور باطنی زندگی کی پیروی اور آپ کے طفیل حسب استعداد باطنی کمالات تک رسائی حاصل کرنے کا نام ہے اور یہ وہ لائحہ عمل ہے۔ جس کے ذریعے اسلام کے مذکورہ باطنی پہلو کو عملی طور پر ثابت کیا جاتا ہے۔ جب تک اسلام کا باطنی اور روحانی پہلو ثابت نہ ہو جائے اسلام مکمل طور پر سامنے نہیں آتا اور اس کی حقیقت پورے طور پر منکشف نہیں ہوتی اور جب تک رسول مقبول ﷺ کی باطنی اور روحانی زندگی کو نہ اپنایا جائے۔ مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان اور حقیقی معنوں میں مومن نہیں بن سکتا۔

ہم جو کچھ ظاہری مادی حواس کے ذریعے محسوس اور مشاہدہ کرتے ہیں کائنات کا ماحصل یہی کچھ نہیں بلکہ کائنات اس کے علاوہ اور بہت سی نادیدہ اشیاء اور غیر مرئی مخلوقات اور غیر محسوس دنیاؤں سے بھری پڑی ہے۔ ان کا مشاہدہ کرنے کے لئے باطنی حواس اور روحانی ادراک کی ضرورت ہے۔ ہر ظاہر کا ایک باطن ضرور ہے اور ہر وجود کے اندر ایک روح موجود ہے۔ یہاں تک کہ ہر ذرہ باطنی جوہری توانائی کا حامل ہے۔ اسی توانائی پر اس کے وجود و عدم زندگی و موت اور نیستی و ہستی کا انحصار ہے۔ تصوف اور فقر کائنات کی ان نادیدہ اشیاء غیر مرئی مخلوقات اور غیر محسوس

دنیاؤں سے ہمیں روشناس کرتا ہے اور عالم غیب اور عالم روحانیت سے ہمارا رشتہ استوار کرتا ہے مادی حواس اور عقل کی حدود جہاں ختم ہو جاتی ہیں۔ وہیں سے راہنمائی کا فرض تصوف ادا کرتا ہے اور جہاں ظاہری شرعی علوم کے حاملین کی عقل دینی مسائل حل کرنے سے عاجز آ جاتی ہے وہیں علم فقر و تصوف کے حاملین قیادت اور پیشوائی کی ذمہ داری سنبھالتے ہیں۔

ائمہ تصوف نے شرعی نصوص ہی سے تصوف کے مسائل اور اصول کا استنباط اور استخراج بالکل اسی طرح کیا ہے جس طرح ائمہ مجتہدین اور فقہاء نے شرعی مسائل کا قرآن وسنت اور اجماع وقیاس کی روشنی میں استنباط اور استخراج کیا ہے۔ تصوف کا ماخذ معلوم کرنے کے لیے ہمیں قرآن وحدیث، رسول پاک ﷺ کی حیات طیبہ اور صحابہ کرام کی زندگی کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اس بات میں اب ذرا بھی اشتباہ نہیں رہا کہ تصوف کا حقیقی ماخذ قرآن اور سنت ہیں اور فقر و تصوف باہم مترادف ہیں اور اسی کو شارع اسلام نے اپنے لیے باعث فخر قرار دیا تھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ جس وقت علومِ شریعت تالیف وتصنیف کا جامہ پہن کر کتابی شکل میں آنے لگے اور فقہاء نے فقہ واصولِ فقہ اور کلام وتفسیر میں کتابوں کے ذخیرے مرتب کرنے شروع کیے تو صوفیاء نے بھی علم تصوف پر قلم اٹھایا۔ بعض نے ورع اور محسبہ کے مضمون کو لیا اور اس میں کتاب ترتیب دی۔ مثلاً قشیریؒ نے کتاب الرسالت لکھی اور سہروردیؒ نے عوارف المعارف تحریر کی۔ پھر امام غزالیؒ نے احیاء العلوم لکھ کر ہر دو امور کو جمع کیا۔ یعنی ورع ومحاسبہ پر تفصیلی بحث کی اور تصوف کے آداب واصطلاحات پر بھی کافی شافی گفتگو کی۔ اسی طرح علم تصوف جو صرف اس طریق عبادت یا ان احکام سے عبارت تھا۔ جو سینہ بسینہ بزرگوں سے چلے آ رہے تھے۔ اب کتابی شکل میں آ گیا اور آنے لگا اور اب تک آ رہا ہے اور یہ عمل صرف اسی علم تصوف کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ ابتداء میں علوم تفسیر، حدیث وفقہ بھی سینہ

سینہ منتقل ہوتے تھے۔ بعد میں ان میں تالیف وتصنیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ پھر صوفیائے کرام اور فقراءِ عظام کا مجاہدہ، مراقبہ، ذکر فکر اور عزلت نشینی ان کو فقہاء پر فضیلت اور فوقیت بخشتی ہے۔ کیونکہ مراقبہ اور مجاہدہ وغیرہ کی برکت سے ان کے لئے حواس سے پردے اٹھ جاتے ہیں اور وہ غیر مرئی عالم ان پر روشن ہو جاتے ہیں۔ جن کی صاحب علم ظاہر ہوا بھی نہیں پاسکتا صوفیاء کو اپنے اعمال عبادات اور مجاہدہ کے نتائج اور اثرات ہر لحہ محسوس اور معلوم ہوتے رہتے ہیں اور ان کے اجر وثواب کا اندازہ ان کو صحیح طور پر ہوتا رہتا ہے۔

لفظ تصوف چاہے عجمی ہو یا عربی اور اس کے لغوی معنی چاہے اصحاب صفہ کے تاریخی پس منظر میں نظر آئیں یا صفائے قلب اور جامہ ہائے صوف سے متعین ہوتے ہوں۔ مگر صدیوں سے اس کے اصطلاحی معنی صرف یہی متعین ہو کر رہ گئے ہیں کہ قرآن وسنت کی روشنی میں ایسی زندگی بسر کرنا، ایسے مشاغل اختیار کرنا اور تصورات، تفکرات، ذکر فکر، مجاہدات اور عبادات کا ایک ایسا متوازن لائحہ عمل اپنانا جس کے ذریعے تزکیۂ نفس تصفیۂ قلب اور تجلیۂ روح حاصل ہو۔ یاد رہے کہ نفس کے تزکیے اور تصفیے کے صرف مبہم اشارات ہی نہیں بلکہ واضح احکام سے قرآن مجید بھرا پڑا ہے۔

عرفان فقر وتصوف اور روحانیت کے موضوع پر اپنی نوعیت کی اولین اور بے مثل و بے بدل کتاب ہے۔ اس میں دین کے اس اہم پہلو کو علوم جدید اور سائنسی معلومات کی روشنی میں جس خوبصورتی کے ساتھ واضح کیا گیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

عرفان میں ملحدوں، نیچریوں، دہریوں اور مادہ پرستوں کے تمام بے بنیاد اعتراضات لغو خیالات اور باطل نظریات کے مدلل اور مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ خود ساختہ فریب کار پیروں، نام نہاد مکار صوفیوں، جنت فروش جھوٹے مشائخ اور خدا کے نام کی تجارت کرنے والے نقلی درویشوں کی چالبازیوں

اور تخریب کاریوں کو بھی بے نقاب کیا گیا ہے جو تصوف کی ابجد تک سے بھی واقف نہیں۔ جو نفس، قلب، روح، لطائف اور الہام و القاء کے نام تک سے نا آشنا ہیں اور جنہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ شریعت، طریقت، معرفت، روشن ضمیری اور باطنی زندگی کس بلا کا نام ہے مگر اس کے باوجود وہ ہزاروں بندگان خدا کی بخشش اور نجات کے اجارہ دار بنے بیٹھے ہیں اور جو محض اپنے ذاتی توہمات، باطل خیالات اور بے بنیاد تصورات کو روحانیت اور فقر و تصوف کا معیار سمجھے بیٹھے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں نے فقراء اور صوفیاء کو بدنام کر رکھا ہے۔ حضرت فقیر صاحبؒ نے ان لوگوں کے اعمال اور کردار پر ایک بالغ نظر نقاد کی حیثیت سے بے لاگ تبصرہ کیا ہے۔ آپ نے ان ظاہر بین اور روحانیت سے نا آشنا نام نہاد مسلمان علماء کے غلط اور یکطرفہ نظریات پر سے بھی پردہ اٹھایا ہے۔ جو اسلام کو محض سیاسی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس کے باطنی اور روحانی حقائق کا انکار کرتے ہیں اور تصوف کو عجمی تصورات اور عجمی عقائد و نظریات کا مجموعہ قرار دے کر اسے بدعت کہنے اور خارج از اسلام ثابت کرنے کی بے سود سعی کر رہے ہیں۔ یہ لوگ حدیث رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَر (ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف رجوع کرتے ہیں) کے مقصد اور مفہوم کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس حدیث میں جہاد اکبر سے مراد جہاد بالنفس ہے۔ جو ظاہری جہاد سے افضل ہے۔ حضرت قبلہ فقیر صاحبؒ نے افضل جہاد یعنی جہاد بالنفس کی اہمیت پر زور دیا ہے جو اسلام کا ایک ضروری پہلو ہے لہٰذا عرفان کو اگر اس حدیث کی تفسیر کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

لیکن عرفان کو جس خصوصیت نے نادر روزگار روحانی شاہکار کی حیثیت اور امتیاز بخشا ہے وہ اس میں مندرج دو نایاب، مخفی اور سربستہ علوم کی تشریح اور ان کے عمل کی مکمل وضاحت اور ان کے فلسفے کا اولین انکشاف ہے۔ ان میں سے ایک علم تصور اسم ذات ہے اور دوم علم دعوت القبور ہے۔ عرفان میں انہی دو علوم کو خصوصیت کے

ساتھ ورنمایاں طور پر پیش کیا گیا ہے وریہی دو علوم س کتاب کا اصل موضوع ہیں۔
ن میں ول الذکر یعنی تصور نسانی خیالات ور پوشیدہ روحانی قوتوں کو یک نقطے
(سم اللہ) پر مرکوز ور مجتمع کر کے روحانی قوت ور روحانی حاقت حاصل کرنے کا نام
ہے ور موخر الذکر یعنی دعوت روح کی حاضرات کا عجیب وغریب ور حیرت نگیز علم
ہے۔ آج یک دنیا یسے علوم کے پیچھے سرگرداں ور پریشان ہے۔ جن کے ذریعے
روح کی حاضرات ممکن ہو ور نسان ٹھوس روحانی قوتوں کا مالک بن سکے۔
ہزاروں شخاص نے ایسے علوم کے پیچھے پنی عمریں گنو دی ہیں لیکن وہ کامیابی سے
ہمکنار نہیں ہو سکے۔ عرفات کے مصنف نے ن محیر العقول علوم ور س قیمتی ور سر
بستہ راز کو تفصیل کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کر کے کمال فیاضی ور بڑی دریا دلی
سے کام لیا ہے۔ علم تصور شاید بعض صاحبان کے لیے نئی ور غیر معروف شے ہو ور یہ
صطلاح س سے قبل ن کی نظروں سے نہ گذری ہو۔ لیکن جہاں تک س علم کی
تاریخی حیثیت کا تعلق ہے یہ زمانہ قدیم سے مختلف صورتوں ور شکلوں میں رائج رہا
ہے ور مختلف ناموں ور اصطلاحات سے یاد کیا گیا ہے کسی چمکدار چیز کو سامنے رکھ کر
ور س پر نظر جما کر ور توجہ مرکوز کر کے روحانی قوت حاصل کرنے کا طریقہ بہت پرانا
ہے چنانچہ زمانہ قدیم سے یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے بعض لوگ بلوری شفاف
ور چمکدار قلم سامنے رکھ کر س پر توجہ مرکوز کرتے تھے۔ بعض چراغ کی لو پر نظر
جماتے تھے ور بعض آئینوں ور شیشے کے گولوں سے یہ کام لیتے تھے۔ بعض چاند و
سورج کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے کی مشق کرتے تھے۔ ن کا خیال تھا کہ س سے نفس ور
روح میں جلا پیدا ہوتی ہے س کو بلور بینی، شمع بینی ور آئینہ بینی وغیرہ مختلف ناموں
سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اس کی آخری ور ترقی یافتہ صورت مسمریزم ور ہپناٹزم کی
شکل میں آج بھی دنیا میں ور خصوصاً ترقی یافتہ ممالک میں رائج ہے۔ ڈاکٹر مسمر ور
مسٹر کیرو وغیرہ نے س قسم کی کچھ مشقیں کر کے اور چند مادی ور سفلی کمالات دکھا کر

عالمگیر شہرت پائی ہے۔ مسمریزم اور ہپناٹزم وغیرہ میں صرف فرضی نقاط پر نظر جمانے
کی مشق کر کے یہ مقصد حاصل کیا جاتا ہے۔ عرفان میں مذکور تصور اگرچہ بادی النظر
میں صوری طور پر مسمریزم اور نظر کے ارتکاز کے دوسرے طریقہ ہائے تصور سے کچھ
مماثلت رکھتا ہے مگر دراصل وہ صوری طور پر بھی اور مقصدیت اور افادیت کے لحاظ
سے بھی ان سب سے بہت کچھ مختلف ہے۔ اس میں نہ فرضی نقاط پر مشق کی جاتی ہے
اور نہ شفاف جسم پر بلکہ صرف اسم اللہ ذات کا تصور کیا جاتا ہے اس طریقے میں
ابتداً کبھی اسم اللہ لکھا ہوا سامنے رکھ کر اور کبھی اس کے بغیر صرف تصور اور خیال میں
اسے تحریر، مرقوم اور رقم کیا جاتا ہے اور پھر اسے دل و دماغ اور دیگر مطلوبہ اعضاء
میں تصور کے ذریعے تحریر اور منتقل کیا جاتا ہے اور چونکہ اسم کا مسمّٰی کے ساتھ گہرا تعلق
اور رابطہ ہوتا ہے۔ اس لیے اسم کے انتقال کے ساتھ ساتھ مسمّٰی کی ذاتی اور صفاتی
تجلیات اور انوار بھی منتقل ہوتے رہتے ہیں جس سے اعضاء مذکور میں روحانی
زندگی، روشنی اور احساس و قوت کا ظہور ہوتا ہے۔ یہ اصطلاح گو حضرت فقیر صاحب
نے سلطان العارفین سلطان باہو کی کتابوں سے اخذ کی ہے اور انہی کے فیض اور
مہربانی اور باطنی توجہ سے آپ کو اس میں کمال حاصل ہوا ہے مگر اس کو پہلی بار شرح و
بسط کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرنے کا سہرا صرف آپ کے سر ہے۔ تصور اسم
اللہ ذات دراصل ذکر اللہ کا ایک افضل ترین، اکمل ترین اور بہتر طریقہ ہے۔

علم دعوت جیسا کہ مذکور ہوا ارواح کی حاضرات اور ان سے ہمکلام اور ملاقی
ہونے کا علم ہے یہ اصطلاح بھی حضرت سلطان باہو کی وضع کردہ ہے اور انہی کی
کتابوں سے ماخوذ ہے۔ حضرت سلطان العارفین کے تمام فقر کا دارومدار انہی علوم
پر ہے یہی دو علوم ہی فقر کی انتہائی بلندیوں اور رفعتوں تک پہنچنے اور اعلیٰ ترین روحانی
مراتب و درجات کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ مصنف نے ان ہر دو علوم کا انکشاف اور
وضاحت کر کے اور ان کی فلاسفی کھول کر دنیا کے سامنے پیش کر کے تصوف اور

روحانیت کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔

یہ درست ہے کہ ابتدا میں علوم فقہ و رعلوم تصوف ہر دو سینہ بسینہ منتقل ہوتے تھے۔ ہل سلف ن کی ترتیب و رتدوین سے بے نیاز تھے۔ جب سلف کا زمانہ گذر گیا و رصدر ول ختم ہو ورتمام علوم صناعت کے درجے میں آئے تو فقہا مجتہدین نے فقہ میں صوفیاء نے تصوف میں ضروری ضروری قو عد ورقو نین ضبط کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ صوفیاء ر م نے کچھ خاص آداب و صطلاحات وضع کیں۔ جو ن میں ر ئج ورمشہور ہو گئیں۔ مروجہ وضاع لغویہ چونکہ ن کے معانی و مطالب کی تعبیر سے عاجز ورقاصر تھیں۔ س لیے صوفیاء نے چند ورلفاظ وضع کر لیے جو ن کے مطالب کو سہل طریقہ سے د کر سکتے ہیں ور یوں ن صطلاحات نے یک علیحدہ مستقل علم کی حیثیت ختیار کر لی۔ حضرت سلطان عارفین کابر صوفیاء میں سے ہیں۔ علم تصور سم اللہ ذ ت ورعلم دعوت القبور مذکورسینہ بسینہ منتقل ہونے و لے روحانی علوم میں سے ہیں۔ حضرت سلطان عارفین نے ن کی تدوین ورترتیب کی ضرورت محسوس کی ور ن کو لفاظ و صطلاحات کا جامہ پہنا کر ن کو کتابی شکل دی۔ مگر آپ کی تمام کتابیں چونکہ فارسی زبان میں تھیں ورنایاب تھیں س لیے یہ ہر دو علوم صدیوں تک پس منظر میں رہے ور یک خزانے کی طرح پہلوی زبان کی کتابوں کے ویرانوں میں مدفون رہے ور گر کسی نے ن کی کوئی یک آدھ کتاب مطالعہ بھی کی تو وہ ن علوم کو سمجھ نہیں سکا ور نہ ہی ن سے ستفادہ کر سکا۔ کیونکہ ول تو حضرت سلطان عارفین نے کسی یک کتاب تک ن علوم کو محدود نہیں رکھا تھا بلکہ پنی تقریباً سو سے ز ئد فارسی تصانیف میں ن کو پھیلا دیا تھا۔ دوم آپ نے ن کلوم کا صرف جمالی تذکرہ کیا تھا۔ نکی مکمل تفصیل ور پوری تشریح کی حاجت تھی۔ آپ کی تمام کتابوں کے نہایت عمیق مطالعے، بڑی چھان بین، نتہائی کھوج ور وسیع و طویل ریسرچ و تحقیق کی ضرورت تھی۔ س عظیم کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانا کسی فرد و حد کے

بس کی بت نہ تھی۔ بلکہ یہ علماء ورصوفیاء کے یک بہت بڑے د رے ور کیڈمی
کا کام تھا ور س کے سے وسیع تجربت ور روحانی بصیرت ورعمل درکار تھا۔ لیکن
بریں ہمہ تنا مشکل ور عظیم کام حضرت فقیر صاحبؒ نے پنی پوری عمر صرف رکے تن
تنہا حسن وجوہ تکمیل تک پہنچا ر کمال ر دیا۔ حضرت فقیر صاحبؒ سب سے پہلے
صاحب بصیرت بزرگ تھے۔ جنہوں نے پہلے خود ن علوم کو سمجھا، ن پر تنہا تک عمل
کیا ور ن کو مکمل طور پر حاصل کیا ورپھر پہلی بار عرفان کی صورت میں ردو زبان کے
ذریعے اسے دنیا کے سامنے پوری طرح کھول کر پیش کر کے یہ راز نکتہ دان کو
صدائے عام دے دی۔

س کے علاوہ یورپ کے علم ارواح (سپرچوزم) پر بھی پہلی بار آپ نے قلم ٹھا
ر س کی حقیقت وضح کی ہے ور س پر نہایت مدلل وربصیرت فروز بحث رکے
س کی پوری تاریخ قلم بند کی ہیت۔ س سے قبل کسی نے ردو زبان میں س
موضوع کو نہیں چھیڑا ور نہ رواح ور علم روحانیت کے متعلق صحیح معلومات کسی نے
س طرح یکجا کی ہیں۔

عرفان کے متعلق بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ردو نثر میں فقر وتصوف ور
روحانیت کے موضوع پر یہ پہلی طبع زاد، منفرد وعجیب وغریب کتاب ہے۔ فقر و
تصوف ور روحانیت کے موضوع کو جس نوکھے، موثر ور دلکش نداز میں عرفان
کے ندر پیش کیا گیا ہے۔ س کی نظیر دنیا کی کسی زبان کی کسی کتاب میں نہیں ملتی۔
عرفان معرفت کی کائنات، فقر کا خزینہ، تصوف کا بحر بیکراں، روحانیت کا جامع
العلوم (نسائیکلوپیڈیا) ورطریقت کا گوہر نایاب ہے۔ جس نے بھی س کو خلوص ور
توجہ کے ساتھ پڑھا ہے س نے پنا دامن گوہر مقصود سے بھر لیا ہے۔ عرفان کے ہر
لفظ میں مصنف کی روح کارفرما ور جلوہ گر ہے ور س کا ہر حرف فی نفسہ رمتوں کا
حامل ہے۔ س کے مندرجات میں بلا کی کشش، اس کی عبارتوں میں غضب کی

جاذبیت ور س کے مضامین ور موضوعات میں بے نپہ تاثر ورندرت موجود ہے۔

عرفن پہلی مرتبہ ۱۹۴۲ء میں شائع ہوئی تھی۔ جو بے حد مقبول ہوئی س کی
مقبولیت کا یہ عام ہے کہ نشرو شعت ورتشہیرو پر پیگنڈے کے فقدن کے بوجود
درجنوں بار اس کی شعت ہو رہی ہے۔ جو شخص سے صف یک مرتبہ پڑھتا ہے وہ
ہمیشہ کے یے س کا گرویدہ ہو رہ جاتا ہے۔ عرفن حضرت فقیر صاحبؒ کی زندگی
کا عظیم ترین کارنامہ ور وقت کا بے مثل شاہکار ہے۔ عرفن دو جلدوں پر مشتمل
ہے۔ پہلے حصے میں تصور اسم اللہ ذات کی فدیت تشریح ور س کی پوری فلاسفی ور
مکمل عمل ور پور طریقہ درج ہے۔ دوسرے حصے میں دعوت، موکلات، جنات ور
روح کی حاضرت کا مفصل بیان ہے۔

عرفن کے مطعے سے یہ بت صاف طور پر وضح ہو جاتی ہے کہ مصنفؒ نے
جس قدر باتیں لکھی ہیں وہ صرف زبانی قیل وقال تک محدود نہیں بلکہ مصنفؒ نے
پنے عملی تجربات ور ذہنی مشاہدات کو صفحہ قرطاس پر بکھیر کر رکھ دیا ہے۔ مصنفؒ نے
جو کچھ دیکھا ہے وہی کچھ لکھا ہے۔ ور جو کچھ آپ کے ذاتی تجربات میں آیا ہے وہی
کچھ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

سوانحی خاکہ

حضرت قبلہ کا نام مئی ور سم گرامی فقیر نور محمد صحب سروری قدری تھ۔ آپ کی
ولدت بسعدت صوبہ سرحد کے یک غیر معروف وردور فتدہ مقام کلچی، ضلع
ڈیرہ سمعیل خن میں ۱۸۸۳ء میں ہوئی۔ آج سے چھ سو سل قبل کے تاریخی پس
منظر میں ہمیں آپ کا سلسلہ نسب یک نجیب الطرفین سید حضرت گیسودرز سے ملتا
ہو نظر آتا ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب حضرت گیسودرز نے پنے عنفوت
شباب میں کوہ سلیمان کی پرکشش وادیوں کو پنا عارضی مسکن بنایا۔ یہاں رہ کر آپ
عقد و منکحت کے رشتوں میں منسلک ہوئے ور پھر جب یہاں سے روحانی
مصلحتوں کے پیش نظر عازم ہندوستان ہوئے تو ہندوستان کے مرکز دہلی سے ہوکر
حیدرآباد دکن میں گلبرگہ کے مقام پر پنی مستقل ور بدی آرام گاہ بنائی۔ مگر کوہ
سلیمان کی گل پوش ور حسین وجمیل وادیوں میں پنے خون، نسل ور نسب کا یک وسیع
سلسلہ چھوڑ گئے۔ سی شریف خون، نجیب نسل ور پکیزہ نسب سے حضرت قبلہ فقیر
صحب کا تعلق ہے۔ باطنی ور روحانی طور پر ور سلسلہ طریقت کے لحاظ سے آپ
سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قدس اللہ سرہ العزیز کے ساتھ ازلی ور بدی
نسبت رکھتے ہیں ور ن دونوں نسبی ور روحانی مقدس رشتوں نے آپ کو فقر کا وہ
رفیع ور علی روحانی مقام بخشا ہے جس کی صدیوں سے کوئی نظیر نہیں تھی۔

آپ حضرت سلطان العارفین کے بے مثل، بے بدل ور ازلی فقر کے کامل
مظہر مکمل نمونہ ور ن کے آئینہ دار تھے۔ آپ کی زندگی کا سب سے بڑ کمال ور عظیم
کارنامہ یہ ہے کہ حضرت سلطان العارفین کا جو فقر ن کتابوں کی وٹ میں جا کر یک
جنبی زبان (فارسی) کے پردوں میں دنیا کی نظروں سے وجھل ہو گیا تھ ور جو
تصوف کے مشکل صطلاحات کے پس منظر میں چھپ کر قصہ پارینہ ور دستان
ماضی کی صورت ختیار کر گیا تھ۔ سے آپ نے مذکورہ دبیز پردوں ور حجابات سے

نکالا اور آسان، سہل اور عام فہم بنا کر زمانہ نو دنیا کے سامنے پوری آب و تاب کے ساتھ پیش کر دیا اور اس کی ایسی پرکشش تشریح اور دلکش توضیح کی کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ آپ نے حضرت سلطان العارفین کی تصانیف کے قلزم بیکراں میں مسلسل تیس سال تک شناوری اور غواصی کرنے کے بعد دو ایسے نایاب اور مستور گوہر ڈھونڈ نکالے جن کی چمک دمک اور ضیا پاشیوں سے پوری روحانی کائنات روشن ہے۔ ان دو نایاب گوہروں میں سے ایک گوہر تصور اسم اللہ ذات کا پاک شغل ہے اور دوسرا دعوت القبور کا بیش بہا طریق کار ہے۔ حضرت سلطان العارفین کے ایوان فقر کا مقدس قصر انہی دو بنیادوں پر ایستادہ اور استوار رہا ہے۔ دنیا گواہ ہے کہ اس بات کی نشاندہی سب سے پہلے حضرت فقیر صاحبؒ نے کی۔ آپ ہی اس فقر کے نشاۃ ثانیہ کرنے والے تھے اور آپ ہی اس فقر کے احیاء اور اجراء کنندہ تھے۔

یہ ایک عجیب حسن اتفاق ہے کہ حضرت گیسو دراز کے نسبی سلسلے میں تقریباً چھ سو سال تک کوئی ایسی ہستی ظہور پذیر نہ ہو سکی جو فقر و تصوف کی ان بلندیوں اور رفعتوں تک پہنچ سکتی جن تک حضرت فقیر صاحب پہنچے تھے اور حضرت سلطان العارفین کے روحانی طریقت کے سلسلے میں تقریباً چار سو سال کے عرصہ میں کوئی ایسی شخصیت منصہ شہود پر نہ آسکی جو ان کے فقر کا مکمل آئینہ دار ہوتی۔ حضرت فقیر صاحب پر ایک طرف سے نسبی شرافتیں آکر مرکوز ہو گئیں اور دوسری طرف سے سلسلہ طریقت کی روحانی سعادتیں آپ کی ذات ستودہ صفات میں مجتمع ہو گئیں اور ان دو طرفہ نسبی شرافتوں اور روحانی سعادتوں کے مبارک اجتماع نے آپ کے اندر وہ روحانی کمال پیدا کر دیا جو اس نسبی اور روحانی سلسلے کے کسی فرد میں آج تک پیدا نہیں ہوا تھا۔ گویا نسبی سلسلے کی شرافتیں اور روحانی سلسلے کی سعادتیں ایک مقدس امانت کے طور پر آپ کے وجود مسعود کا انتظار کر رہی تھیں اور جب آپ کا ظہور ہوا تو ان شرافتوں اور سعادتوں نے آپ کی ذات والا صفات میں مل کر اور قران السعدین کی صورت

میں جلوہ گر ہو کر آپ کو اپنے وقت کی عظیم ترین روحانی شخصیت بنا دیا۔

آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی حضرت حاجی گل محمد صاحب تھا۔ جو نہایت متقی و پرہیزگار بزرگ تھے۔ حضرت فقیر صاحبؒ کے متعلق انہیں ابتدا ہی سے یقین تھا کہ یہ صاحب کمال نکلیں گے۔ چنانچہ انہیں اس سلسلے میں پہلے سے بشارت اور آگاہی بھی ہو چکی تھی۔

حضرت فقیر صاحبؒ نے ابتدائی تعلیم کلاچی میں پائی۔ عربی فارسی گھر پر پڑھتے رہے میٹرک کے بعد آپ نے اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا لیکن وہاں آپ پر کچھ ایسی شدید روحانی کیفیت و واردات طاری ہو گئیں کہ سب کچھ چھوٹ کر رہ گیا۔ سکول سے کالج تک پہنچنے اور پھر کالج چھوڑ کر تارک الدنیا ہونے اور درویشی اختیار کرنے تک آپ کو ذہنی اور داخلی کیفیات اور خارجی مساعد اور نامساعد حالات اور کشمکش سے گزرنا پڑا۔ وہ انتہائی دلچسپ روح پرور اور ہدایت آموز ہیں۔ ان کی تفصیل بہت طویل ہے اور حیات سروری میں درج ہے۔ مختصراً یہ کہ آپ نے روحانی جذب وشوق کے تحت دنیاوی، ظاہری تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیا و مافیہا تک کو ترک کر دیا اور فقط اللہ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کے ہو کر رہ گئے۔ آپ کی زندگی میں ایک انقلاب آ گیا اور آپ نے مکمل درویشانہ زندگی اختیار کر لی۔ ذکر ہی آپ کا دن رات کا محبوب مشغلہ بن گیا۔ آپ نے آستانہ عالیہ پر جا کر دم لیا۔ حضرت سلطان العارفینؒ کے مزار مقدس پر ایک کچے حجرے کو آپ نے اپنی کائنات بنا لیا۔ وہاں پہلے پہل آپ کی طبیعت کسی سے نہیں لگتی تھی۔ دل میں ایک عجیب جذبیت سمائی ہوئی تھی۔ درویشوں کے ہمراہ صرف آدھے پیٹ روکھی سوکھی کھانے، فرشِ خاک پر سونے، ایک گودڑی اوڑھنے اور تہبند باندھنے کے سوا اور کچھ میسر نہ تھا اور اسی میں دل مطمئن اور روح مسرور تھی۔ انہی ایام میں سلطان العارفینؒ کی ایک قلمی کتاب آپ کی نظروں سے گزری اس کا آپ نے بہت غور سے مطالعہ کیا۔

آپ نے یوں محسوس کیا گویا معرفت و فقر کا ایک بیش بہا خزانہ ہاتھ آ گیا ہے۔ اس کے مطالعے میں اس قدر لطف آیا کہ برسوں حضرت سلطان باھوؒ کی کتابوں کے مطالعے میں گزار دیے۔ ان کتابوں کو آپ نے پیرِ صحبت بنایا اور انہی سے سب کچھ حاصل کیا۔ ان کتابوں کی کتابت اور مطالعے کے دوران جلد ہی یہ حالت ہوگئی کہ دن کے وقت آپ کو سلوک کے جس مقام، حال، منزل اور جس باطنی و روحانی معاملے اور واقعے کو لکھنے اور پڑھنے کا اتفاق ہوتا۔ رات کو حضرت سلطان العارفینؒ کی باطنی توجہ اور نوری نگاہ سے وہ منزل اور مقام طے ہو جاتا اور ہر تحریر شدہ معاملہ اور واقعہ مکمل طور پر آپ پر وارد اور منکشف ہو جاتا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے حضرت سلطان العارفینؒ نے یہ سب کتابیں صرف میری ہی خاطر قلم بند فرما کر چھوڑی تھیں۔ کیونکہ آج تک ان کتابوں کو میری طرح نہ کوئی سمجھ سکا ہے اور نہ سمجھ سکا ہے اور نہ ہی ان سے کوئی اس قدر استفادہ کر سکا ہے۔ جس قدر میں نے کیا ہے۔

سفرِ آخرت

آپ نے عمر کے آخری پانچ سال پنجاب میں گزارے۔ اگست ۱۹۵۵ء میں پاکستان کے دوسرے حصوں کی طرح آپ کے آبائی شہر کلاچی میں بھی سیلاب آیا اور آپ کے مکان کو بمعہ مال و اسباب بہا کر آپ کو درویش بے مایہ اور فقیر بے سرو سامان بنا گیا۔ آپ نے اپنے نقصان پر بجائے اظہارِ رنج و غم کے خوشی کا مظاہرہ کر کے فرمایا کہ ہم فقیر لوگ ہمیشہ خانہ ویران اور بے وطن مسرور رہتے ہیں اور یہی ہمارا اصل شیوہ اور مقام ہے۔ اس کے بعد آپ فیصل آباد چلے گئے اور آخر وقت تک وہیں قیام پذیر رہے۔ فیصل آباد میں اگرچہ آپ کو کافی آرام میسر تھا لیکن یہاں کی آب و ہوا آپ کو راس نہ آئی اور آپ کو مختلف جسمانی عوارض لاحق ہو گئے۔ عمر بھی کافی ہو چکی تھی قویٰ مضمحل ہو گئے تھے اور عناصر میں اعتدال و ثبات بھی مفقود تھی۔ چنانچہ جو مرض جان لیوا ثابت ہوا وہ جگر کی رسولیاں اور ورم تھا۔

وفات سے تین دن پیشتر رات کے وقت آپ کافی دیر تک مجھ سے گفتگو کرتے رہے۔ اثنائے گفتگو مجھ سے فرمایا۔ عبدالحمید! بہت پہلے کی بات ہے تم ابھی کمسن ہی تھے۔ ہم دربار حضرت سلطان العارفین پر مقیم تھے ایک رات میں نے واقعہ میں دیکھا کہ میں تمہیں اپنے ہاتھوں میں اٹھا لیتا ہوں اور اپنا سارا نور تمہارے وجود کے اندر بھر دیتا ہوں۔ پھر فرمایا۔ ایک اور واقعے میں میں نے دیکھا کہ میں تمہارا سر کاٹ کر اپنا سر تمہاری گردن پر جوڑ دیتا ہوں۔ پھر فرمایا۔ تمہاری والدہ نے تمہاری ولادت سے چند دن پیشتر اپنی گود میں سنہری قرآن مجید دیکھا تھا۔ مجھے تم پر مکمل اعتماد ہے۔

۱۶ اکتوبر ۱۹۶۰ء کو جب کمزوری کافی بڑھ گئی تو فرمایا میں وصیت کرنا چاہتا ہوں اور میں تمہیں اپنا روحانی جانشین مقرر کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ عرائض نویس کو بلایا گیا آپ نے اپنی وصیت اپنے سامنے لکھوالی۔ اس پر دستخط فرمائے جب وصیت نامہ مکمل ہو گیا تو میرے حوالے کر دیا۔ وصیت نامے کی رو سے آپ نے راقم الحروف

کو پنے روحانی جانشین ور پنے سلسلے کا روحانی سربراہ مقرر فرمایا۔ بعد میں رشاد فرمایا۔ مجھے ب مزید زندہ رہنے کی کوئی خواہش نہیں رہی، میں نے جو کام کرنا تھا وہ میں نے پایہ تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔ ب میں بڑی بے صبری کے ساتھ موت کی راہ دیکھ رہا ہوں پھر یہ شعر پڑھا

ب مرگ خویش ہماں طور آرزو مندم
چنانکہ بود ب آب حیات سکندر

۱۶ کتوبر کے بعد ۱۷ کتوبر کا دن بھی حسب معمول گزر گیا۔ رات ہوئی کائنات ندھیرے میں ڈوب گئی ور سی کے ساتھ ہمارے دلوں پر بھی مایوسیوں ور ناامیدی کے گھمبیر ندھیرے چھا گئے۔ مید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی تھی ور آپ کی زندگی کا کوئی مکان بھی روشن دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ رات ہمارے لیے قیامت کی رات تھی۔ سی رات وہ آفتاب عرفان غروب ہونے والا تھا۔ جس کی ضیاء پاشیوں نے ہزاروں تاریک دلوں کو منور کر دیا تھا۔ سی رات وہ چراغ ہدایت گل ہونے والا تھا۔ جس نے کفر و ضلالت ور دہریت کی شب تار میں بھٹکی ہوئی نسانیت کے لیے صراط مستقیم کی نشاندہی کی تھی۔ رات کے یک بجے آپ نے جان آفرین کے سپرد کر دی ور داعی اجل کو لبیک کہا۔

ن للہ و انا الیہ راجعون

عمرہا در کعبہ و بت خانہ مے نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

احقر عباد

فقیر عبدالحمید سروری قادری ۱۹۸۲ء

اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک خدائے تعالیٰ کی نسبت اقوام عالم کے ایک عام اور عالمگیر عقیدے کی طرف جب ہم خیال کرتے ہیں تو ہمیں خواہ مخواہ ماننا پڑتا ہے کہ انسان اپنے خالق حقیقی کی اس پوشیدہ اور مخفی ذات کے ساتھ ایک غیب الغیب باطنی رشتے کے ذریعے وابستہ اور مربوط ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ روشن خیال سائنسدان اور فلسفی سے لے کر ایک سادہ لوح بادیہ نشین وحشی تک تمام اعلیٰ اور ادنیٰ طبقے کے انسان اس ذات مقدس کی ایک اعلیٰ و برتر ہستی، کمال، جلال اور جمال والی ذات اور صاحب قدرت و حکمت پاک وجود کے متعلق متفق الرائے ہیں۔ سب کے دل پر اس کے نام کا سکہ بیٹھا ہوا ہے۔ اور ہر دماغ میں اس کی یاد طوعاً و کرہاً موجود ہے۔ گویا انسان کی مٹی اس کی یاد اور ذکر کے آب حیات سے گوندھی گئی ہے۔ اور اس کی طینت اور جبلت اپنے خالق کے نام سے تخمیر ہے۔ واقعی آدم کی مٹی کو ازل کے روز اسم اللہ ذات کی شراب ناب سے گوندھا گیا ہے جس کی مستی سے ہر دل مخمور ہے اور جس کے نشے سے ہر دماغ معمور ہے۔

۱۔

دوش دیدم کہ ملائک در میخانہ زدند
گل آدم بسرشتند و بہ پیمانہ زدند

۲۔

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

ترجمہ۔ ۱۔کل میں نے فرشتوں کو میخانہ کھوتے ہوئے دیکھا جنھوں نے آدم کی مٹی گوندھ راس سے پیانہ بنایا۔

۲۔ مانت کے بوجھ کوآ مان بھی نہیں ٹھ سکتا تھا۔لیکن قرعہ فال مجھ دیو نے کے نام ڈل دیا گیا۔

جس فاضل فلسفی نے نسان کو متلاشی حق کا خطاب دیا ہے وقعی س کا مبلغ علم نسانی حقیقت کو پوری طرح پا چکا ہے۔ ور کسی شاعر کا یہ مقولہ ع عدم سے جانب ہستی تلاش یار میں آئے بالکل صحیح ہے۔غرض اللہ تعالےٰ و جب وجود کی ہستی کا عقیدہ اس قدر عام ،فطرتی ور عالمگیر ہے کہ اس عقیدے کے منکر کو ہر یک قسم کا خبطی ور جنونی کہا جاوے تو بے جا نہ ہوگا۔زمین و آسمان کی یہ لاحدود عجیب وغریب صنعت پنے صانع حقیقی کا پورا پورا پتہ دے رہی ہے۔کائنات عالم کا یہ منظم کارخانہ پنے زن کاریگر کو پکار پکار ر بتا رہا ہے۔جب ہم س کارخانہ کائنات پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ۔۔۔۔۔۱۔کل یعنی زل کے روز میں نے دیکھا۔فرشتوں نے میخانہ معرفت کا دروازہ کھولا ور (باقی گلے صفحہ پر) ۔۔۔۔۔ س کے تمام صوبوں کو مال علم و حکمت پر مبنی پاتے ہیں۔دنیا کی س عظیم شان مشینری کا پرزہ پرزہ یک غائب قوت ور یک زبردست حکمت کے مطابق چل رہا ہے۔یہاں تک کہ ٹھوس ور بے حس جماد حجر کا ہر ذرہ قدرت کے یک نہایت کارآمد ور منظم قانون کے موافق قائم ہے۔ ور یک دوسرے کے ساتھ مل رہا ہے ور بے جان شجر کا ہر پتہ فطرت کے یک محکم امر کے مطابق ہل رہا ہے۔قدرت کے س بے قصور نظم و نسق ور فطرت کے س بے نقص رفیضان کو دیکھ کر ہر دانا دل س حکیم ور علیم ذات و ا صفت کے ماننے پر مجبور ہے۔ ور ہر بینا آنکھ س صانع حقیقی کے جمال ازل سے مسحور ہے۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

اللہ تعالیٰ کی اس عجیب و غریب صنعت میں اس قدر حیرت انگیز نظم و نسق ور بے عیب تسلسل کو دیکھ کر نسانی عقل کمال حیرت و تعجب میں کھو جاتی ہے۔ ورفہم و قیاس عاجز وردنگ رہ جاتے ہیں۔

[illegible]

کہیں ذرہ بھر بد نظمی معلوم نہیں ہوتی۔ کہیں بدنظمی کا شائبہ تک نظر نہیں آتا۔ یک لمحہ کے لیے بھی تربیت ورنگہبانی سے غفلت ور تساہل واقع نہیں ہوتا۔ س قدر مکمل ور محکم نتظام ہے۔ کتنا قوی ور زبردست ہتمام ہے۔ دیکھنے و لی آنکھ نہیں ورنہ س چمن میں سے وہ صانع حقیقی جھانک رہا ہے۔ دانا ور شنو دل نہیں ورنہ وہ ذات بے ہمتا نقاب کثرت ٹھا کر توحید کے نغمے سنا رہا ہے۔

۱۔

یاریست ہر ورقے پردہ
حسن رخ او سبزئے پردہ

۲۔

عالم ہمہ پردۂ مصور
شیا ہمہ آتش بے پردہ

۳۔

س مسد آب وگل کا ذرہ ذرہ س آفتاب عام تاب کے نور سے زندہ ور تابندہ ہے ور س کائنات کا آئینۂ حق نما س کے عکس نور جلال و جمال سے درخشندہ ہے تمام اہل بصارت بینایان زمان ور جملہ اہل بصیرت دانایان جہان اور کل راست باز منصف مزاج سلیم عقل صادق انسان س ذات مقدس یعنی اس قادر حق سبحان کے وحدہ پاک وجود کے ثناخوان ور س کی کمال حکمت ور قدرت کے مداح ہیں۔

شهدالله انه لا اله الا هو و الملىكة و اولوا العلم قىما بالقسط

لا اله الا هو العزيز الحكيم ط ان الدين عند الله الاسلام ط

ترجمہ۔ گواہی دیتا ہے اللہ تعالی کہ تحقیق س کے سوا ور کوئی معبود نہیں ہے۔ ور تمام فرشتے ور جملہ اہل علم س شہادت کی صداقت پر قائم ہیں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے س کے۔ ور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ تحقیق سچا دین اللہ تعالے کے نزدیک دین سلام ہے۔ یک کور چشم تاریکی پسند، و منش محمد کا نکار س سبب میں ہے۔ ور یک ظلمت گزین چمگادڑ مثال بے دین کی ہٹ دھرمی ور کفر کی کیا حقیقت ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گنہ

ترجمہ۔ گر دن کے وقت چمگادڑ کچھ نہ دیکھ سکے تو س میں چشمہ آفتاب کا کیا قصور ہے۔

حالی مرحوم نے کیا چھا کہا ہے۔

کانٹا ہے ہر یک جگر میں اٹکا تیرا
حلقہ ہے ہر یک گوش میں لٹکا تیرا
مانا نہیں جس نے تجھ کو جانا ہے ضرور

بھٹکے ہوئے دل میں بھی ہے کھٹکا تیرا
ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا
آتش پہ مغاں نے راگ گایا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے
انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

طوفاں میں ہے جب جہاز چکر کھاتا
یا قافلہ وادی میں ہے سر ٹکراتا
اسباب کا آسرا جب کہ ہے اٹھ جاتا دل
تیرے سوا کوئی نہیں یاد آتا

جب دیتے ہیں پھیر تیری قدرت کے ظہور
منکر بھی پکار اٹھتے ہیں تجھ کو مجبور
خفاش کو ظلمت کی نہ سوجھی کوئی راہ
خورشید کا شش جہت میں پایا جب نور

جب ہوتی دلوں پہ چھپ جاتی ہے
دشمن سے بھی نام ترا جپتی ہے
ممکن ہے کہ سکھ میں بھول جائیں غافل
لیکن تمہیں دکھ میں اب ہی یاد آتی ہے

ملحدوں دہریوں یعنی نیچریوں کو کارخانہ کائنات چلانے کے لیے ایک علت العلل اور فاعل کل خالق کے ماننے کے سوا چارہ نہیں، لیکن یہ کسی طرح بھی قرین قیاس نہیں کہ کون کائنات اور خلق موجودات ایک بے جان مادہ، بے حس نیچر اور بے ادراک و بے شعور ہیولے ہو۔ ایسے منظم، باقاعدہ اور علم و حکمت پر مبنی کارخانہ قدرت کو چلانے والی ذات کو حیات، قدرت، ارادہ، علم، سمع، بصر، اور کلام وغیرہ

صفت ذاتی سے متصف ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ بے جان ہیولی، بے حس پتھر
اور بے شعور مادے کا یہ کام ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نیچریوں اور دہریوں کو بے وقوفوں کی
ایک الگ آبادی اور بستی بسانی چاہیے۔ اور کسی بے حس، بے جان، بیوقوف و بے
شعور دہریہ آدمی کو اس آبادی کا مختار، کارکن اور منتظم مقرر کر کے دیکھ لینا چاہیے کہ وہ
بستی تھوڑے دنوں میں کس طرح پھولتی پھلتی اور ترقی کرتی ہے۔ یا کسی پاگل خانے
میں جا کر بے شعوری کا تھوڑا سا نظارہ کر لینا چاہیے کہ وہاں بے شعوری کیا گل کھلا
رہی ہے۔ اگر ایک لحظہ کے لیے بھی اس پر سے ذی شعور اور صاحب عقل انسانوں کی
نگرانی اور حفاظت اٹھا دی جائے تو دیکھئے کیا طوفان بدتمیزی برپا ہوتا ہے۔ دنیا کے
تمام کارخانوں، فرموں اور مشینوں کو دیکھو۔ اور حکومت اور سلطنت کے جملہ محکموں
اور شعبوں پر غور کرو۔ غرض اس آباد دنیا کی کسی شے، کسی کام اور شعبے پر دھیان کرو۔
سب کے سب علم، شعور، قدرت اور حکمت وغیرہ صفات کے زیر اثر مرتب اور تیار
ہوئے ہوں گے۔ اور انہی صفات کی حفاظت و نگرانی میں چل رہے ہوں گے۔ جز
سے کل کا قیاس کیا جاتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کائنات عالم کا یہ عظیم الشان کارخانہ
جس کے ایک گوشے میں آفتاب چراغ کی طرح جل رہا ہے اور جس کا ہر پرزہ علم
و حکمت سے چل رہا ہے۔ اس نے ہر معمولی جز پر تو ذی عقل و ہوش اور صاحب علم و
حکمت مدبر، موکل اور مسلط ہوں۔ لیکن یہ کل کارخانہ کائنات بدیں عظمت و
وسعت بغیر کاریگر و نگران کے خودبخود قائم اور چل رہا ہو۔

حضرت امام اعظمؒ نے ایک دہری کو دوران مناظرہ میں اس ایک ہی دلیل سے
ساکت اور لاجواب کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اگر فرض کرو ایک بڑی جھیل
ہو اور اس میں ایک کشتی چھوڑ دی جائے تو کیا وہ خودبخود بغیر کسی چلانے والے کے
ایک مقررہ وقت پر ایک مخصوص مقام پر آیا کرے گی۔ تو اس دہری نے کہا کہ یہ ہرگز
ممکن نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ فضائے آسمانی کی اس بڑی وسیع نیلگوں جھیل

میں سورج ورچاندکیوں رغیر چڑنے وے کے بتدء سے آج تک روزمرہ وقت
مقررہ پر یک متعین مقام سے نکل ریک خاص مستقر ورمخصوص مقام پر جا رغروب
ہوتے ہیں ---عربی --- ترجمہ۔ ورد یکھوکہ سورج یک خاص مستقر ورمعین
رستے پر چل رہا ہے۔ یہ تو خدے غلب ورد نا کا مقرر کیا ہو ندزہ ہے ور سی
طرح چاندکی بھی ہم نے منزلیں مقرر کردی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ گھٹتے گھٹتے کھجور کی
پرنی شاخ کی طرح ہوجاتا ہے۔ نہ تو سورج سے ہوسکتا ہے کہ پنی دوڑ میں چاندکو جا
پکڑے ور نہ رت دن سے پہلے آسکتی ہے۔ اور سب مقررہ ودرے ور ندزے
میں پھر رہے ہیں۔ سوحضرت مام عظم صاحب کی ن مسکت دلیل سے دہری نادم
ورتائب ہوگیا۔

دہریوں کا یہ کہنا کس قدر مضحکہ خیز ہے کہ مذہب نے خدکو یک ذت و حد قرار
دے کر س کی عظمت ورو سعت کو محدود کردیا ہے۔ س کے بجائے مادے ورنیچر کا
مفہوم زیادہ وسیع معنی کا حامل ہے۔ ن نادنوں نے اللہ تعالی کی بے شکل و بے مثال
ورلم یزل و لایزل مقدس غیر مخلوق ذت کو پنی ہیچ مدں ور ہیچ میرز ناتوں خاکی
جان پر قیاس کر لیا ہے کہ جسے نہ پنی کی سمجھ ہے ور نہ پنے گھر ورمکان کی خبر ہے ور
نہ پنے کنبے ورخاندن کی آگاہی رہتی ہے۔ سری خد کی عظیم شان ہستی تو ن
کی کوتاہ مادی عقل ورفہم سے بہت بالاتر یک یسی لامحدود محیط کل منزہ ورمقدس
ہستی ہے کہ وہاں سم ور رسم، وصف و نعت، ظہور وبطون، کلیت وجزئیت ورعمومیت
وخصوصیت وغیرہ عتبارت ور شارت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ وہ جملہ
عتبارت وتعینات و ضافت سے بالکل پاک ہے۔ بلکہ قیود طلاق ورتعین سے
بھی مبرا ورمنزہ ہے۔ وہاں مردہ مادے ورناچیز نیچر کی کیا حقیقت ہے۔ اللہ تعالی کی
یک ہی صفت علم نے تمام مکان اور زمان کو حاطہ کیا ہو ہے ور تمام عالم غیب و
الشہادت کو گھیر ہو ہے ----عربی ---- ترجمہ۔ یہ قول ہے کہ س سے

پیچھے کوئی نہیں۔ ورووہ وطن ہے کہاں کے سو ورکوئی چیز نہیں۔ ور ہر چیز پر وہ

زروے علم محیط ہے۔ بلکہ ہم پنے علم ورتجربے کی بناء پر یہ کہنے میں حق بجانب ہیں

کہ اللہ تعالیٰ کے خاص مقبول بندوں پر جب اللہ تعالیٰ کی س صفت علم کی تجلی ہوتی

ہے تو وہ کل مادہ ور نیچر یعنی کل مخلوقات ور ہژدہ ہزر عالم کا نظارہ ہاتھ کی ہتھیلی ور

نگوٹھے کے ناخن پر کرتے رہتے ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی پاک منزہ ور مقدس ذت

تو ورء ور ثم ورء ور ء ہے۔۔۔۔۔ عربی۔۔۔۔

ے برتر ز قیاس و خیال و گمان و وہم

وز ہر چہ گفتہ ند و شنیدیم و خوندہ یم

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر

ما ہمچناں در ول و صف تو ماندہ یم

تخت سے سخت ملحد بے دین بھی گر پنی ہٹ دھرمی چھوڑ کر ور کسی وقت نصاف

کی عینک چڑھا کر پنے ضمیر کی طرف جھکے ورغور وفکر کرے کہ جب میں یک بولتا

چلتا، دیکھتا بھالتا ور سوچتا سمجھتا مخلوق موجود ہوں تو یک وجب موجود خالق کل

ہستی کیوں موجود نہیں۔ تعجب ہے کہ ذرہ بے مقدار کو پنی ہستی کا تو قرر ہے لیکن س

آفتاب عالمتاب کی نفی ور نکار ہے۔ درخت پنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔

سیاست کے جنون حرص ور طمع، دنیا کے مالیخولیا ور حب عز وجاہ کے جوعالبقر نے

نسان کو ندھا حیون بنا رکھا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ۔۔۔۔ یا ے وہ ذت کہ جو

قیاس، خیال، گمان، وہم ور جو کچھ ہم نے کہا، سنا ور پڑھا س سے رفیع و علی ہے۔

تیری مدح ثنا میں دفتر تمام ہو گئے اور عمر ختم ہو گئی لیکن ہم تیری تعریف کی بتدء ہی

میں رہ گئے ہیں۔۔۔۔۔۔ کی ہستی پر نسان کی پنی ہستی سے بڑھ کر زبردست حجت

ور قوی دلیل ور کوئی نہیں ہوسکتی۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

مری ہستی ہے خود شاہد وجود ذات باری کی

دلیل یہی ہے یہ جو عمر بھر رد ہو نہیں سکتی

چند روز بھی اگر کوئی سلیم عقل اور منصف مزاج شخص یکسو ہو کر اپنے وجود میں غور اور تامل کرے گا تو وہ اپنے اندر اپنے خالق مالک کی معرفت کے آثار، اس کے قرب کے سرور اس کے مشاہدے کے انوار صاف طور پر معلوم کرے گا۔

---عربی---ترجمہ وہ تمہارے نفسوں کے اندر ہے لیکن تم دیکھتے نہیں۔

حدیث ---عربی---ترجمہ۔جس شخص نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔نیز ملحد بے دین لوگ اپنے الحاد کی تائید میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا نہ تو ہمیں کوئی وجود نظر آتا ہے۔نہ اس کی ذات کی کنہ اور حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔ اور نہ اس کی کوئی صریح صفت اور نہ علانیہ فعل اور ٹھوس عمل دنیا میں نظر آتا ہے تو ہم کیونکر جانیں اور یقین کریں کہ وہ موجود ہے۔سو یاد رہے کہ کسی چیز کا سمجھ میں نہ آنا یا معلوم اور محسوس نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ وہ سرے سے موجود ہی نہیں۔عقل سلیم نے موجودات کا سلسلہ محسوسات اور معلومات تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ جو کچھ بنی نوع انسان کو اپنی علمی اور روحانی کدو کاوش کی بدولت آج تک معلوم اور محسوس ہوا ہے وہ نامعلوم غیبی کائنات کے ایک ناچیز ذرے سے بھی کم ہے۔

ذہن میں جو گھر گیا لا انتہا کیونکر ہوا
جو سمجھ میں آ گیا پھر وہ خدا کیونکر ہوا

لاکھوں قسم کے اجرام، ہزاروں طرح کی گیسیں اور بے شمار برقی لہریں اس فضا میں موجود ہیں۔لیکن ظاہری حواس سے محسوس اور معلوم نہیں ہوتیں۔

یورپ میں ایک نیا مذہب ہے۔ …ازم یعنی مذہب روحانی قریباً ایک سو سال سے رائج ہے اور کروڑوں لوگ اس کے ماننے والے ہیں اور بے شمار لوگ ہر شہر کے اندر اس جدید علم کی سوسائٹیوں کے ممبر ہیں۔ یہ لوگ اپنے حلقوں اور نشستوں میں روح

کو حاضر کرتے ہیں۔ ان سے بات چیت کرتے اور ان کے علانیہ فوٹو لیتے ہیں۔ ان
روح کے براہ راست کلام کے ریکارڈ بھرے جاتے ہیں بے شمار رسالے اور اخبار
اس علم کی اشاعت میں لگے ہوئے ہیں جو لوگوں کو اس علم کی صحیح خبریں پہنچاتے ہیں۔
دن بدن اس علم میں ترقی ہو رہی ہے۔ ملک کے بڑے بڑے سائنسدان اور روشن
خیال فلسفی اور سربرآوردہ اشخاص حتےٰ کہ پارلیمنٹ کے ممبر تک اس علم کی سوسائٹیوں
میں حصہ لیتے ہوئے ہیں۔ حالانکہ آج سے سو سال پہلے تمام یورپ میں ایک شخص
بھی موت کے بعد زیست روح اور ان کے وجود کا قائل نہ تھا۔ لیکن آج وہاں ہر
شخص عام روح کے وجود اور ان کی حیات بعد ممات کا قائل اور ماننے والا ہے۔
کیونکہ وہ ہزاروں دفعہ اپنی آنکھوں سے روح کے مشاہدے اور تجربے کر چکے
ہیں۔ یورپ کی مذکورہ بالا تحقیق اور تعلیم ان ملحدوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی
ہے جو حیرت کیا کرتے ہیں کہ وہ مرنے والے اب کہاں گئے جو بقاء روح کے
قائل اور تناسخ روح کے حامی تھے۔ وہ ہم زندہ منکرین کو آکر کیوں نہیں بتا دیتے
کہ ہم زندہ ہیں اور اس حقیقت کو بے نقاب کیوں نہیں کر دیتے۔ اور کیوں لامذہبیت
اور بے دینی کو جاری رہنے دیا ہے۔ سو مغرب میں تو مردے بھی اٹھ بیٹھے ہیں اور
علی الاعلان کہہ رہے ہیں کہ ہم زندہ ہیں۔ اور وہاں مردوں اور زندوں کے درمیان
پردہ چاک ہو گیا ہے لیکن مشرق والے ابھی تک الحاد اور دہریت کی ظلمت اور
اندھیرے میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہم آگے چل کر اس علم کی حقیقت اور اس کا مفصل
حال بیان کریں گے۔ غرض یہ ضروری نہیں کہ ہر وہ چیز جو ہمیں حواس خمسہ کے
ذریعے محسوس اور معلوم نہیں ہوتی وہ موجود بھی نہیں ہے۔ بیشمار جن، ملائکہ اور روح
ہمارے اردگرد دن رات پھرتے ہیں اور لاتعداد لطیف چیزیں ہماری اس فضا میں
موجود ہیں۔ ایسی باطنی چیزوں کا انکار خود منکرین اور ظاہر بین لوگوں کے باطنی
حواس کے فقدان کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنی وسیع عظیم شان منزہ ذات، جملہ

پاک صفات، کمال اور تمام افعال کے ساتھ کائنات کے ذرے ذرے میں جلوہ گر ہے۔ وہ انسان کی شہ رگ بلکہ اس کی جان سے بھی نزدیک تر ہے۔ لیکن غافل اندھے عوام کا انعام کیا دیکھیں۔ سورج تمام جہان کو روشن کر رہا ہوتا ہے اور اندھوں کے ماتھوں کو جلاتا ہے لیکن اندھے سورج کے وجود سے اندھیرے میں رہتے ہیں۔

آنکھ والا ترے جوبن کا تماشا دیکھے

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

اب صرف یہ اعتراض باقی رہ جاتا ہے کہ اللہ تعالی نے یہ چیزیں بعض پر تو ظاہر کر دی ہیں اور بعض سے مخفی کیوں رکھی ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ یہ دنیا دار الامتحان ہے۔ اللہ تعالی نے انسان کو آزمائش اور امتحان کے لئے پیدا کیا ہے اور ازل کے دن ارواح کو اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) کے مجمل سوال یعنی اپنے ظاہر ربوبیت کے اول (oral) زبانی امتحان میں آزمایا اور ان سے اقرار عبودیت لیا۔ چنانچہ ازل کے روز سب ارواح نے متفقہ طور پر بلیٰ یعنی اثبات میں جواب دیا کہ بے شک تو ہمارا رب ہے۔ بعدہٗ اللہ تعالی نے انہیں دنیا کے کمرۂ امتحان میں داخل کر کے ان سے اپنی ربوبیت اور توحید کے مشکل اور لاینحل تحریری جوابات مادے کے کثیف پرچوں پر طلب کئے۔ جنہیں کراماً کاتبین فرشتے روزانہ صبح اور شام لپیٹ لپیٹ کر انہی فائل اور ریکارڈ میں شامل کرتے جاتے ہیں اور قیامت کے عظیم الشان روز امتحان میں ان کے نتائج ظاہر ہوں گے۔ --عربی---ترجمہ۔ اللہ تعالی کی وہ ذات ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا اور ان ہر دو کی کشمکش میں انسان کو مبتلا کیا تاکہ ان کو آزما کر دیکھے کہ کون ان میں سے اچھے عمل کرتا ہے۔ آپ خود اندازہ لگالیں کہ سکولوں اور کالجوں کے دنیوی امتحانوں میں جوابات کے اخفاء اور کتمان کا کس قدر زبردست اہتمام ہوا کرتا ہے۔ سوالات کے پرچے سامنے رکھ دیئے جاتے ہیں لیکن ان کے جوابات کے چھپانے میں کمال

درجے کا احتیاط برتا جاتا ہے حالانکہ اس دنیوی مستعمل کی کامیابی پر چند روزہ دنیوی عیش و آرام اور راحت موقوف اور منحصر ہے۔ پس جس امتحان پر ابدالآباد کی خوشی اور راحت یا ابدی حرمان اور ناکامی کا انحصار ہو اس کے جوابات کے اخفاء اور کتمان کا جس قدر بھی زبردست اہتمام ہو کم ہے۔ ملحدوں اور دہریوں کا یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کے ملائکہ اور اس کی قدرت کے افعال اگر دنیا میں موجود ہیں تو انہیں ضرور کسی نہ کسی صورت میں نظر آ جانا چاہیے۔ ایسا ہے جیسے کہ کمرۂ امتحان میں کوئی نہایت احمق اور پاگل طالب علم یہ سوال کر بیٹھے کہ ہمارے ان امتحانات کے پرچوں پر تو سوالات ہی سوالات درج ہیں ان کے مقابلے میں جوابات کیوں نہیں دیے گئے۔ اس بے وقوف نے کمرۂ امتحان کو خالہ جی کا گھر سمجھ رکھا ہے۔

بر سر طور ہوا طنبور شہوت می زنی
عشق مردان ترانی را بدیں خواری مجو

ترجمہ۔ تو ہوا و ہوس کے طور پر خواہشات کا رباب بجا رہا ہے (اے نادان) اس مرد کا عشق جسے لن ترانی کہا گیا تھا۔ اس پست بیہودہ محنت سے مت مانگ۔

اللہ تعالیٰ کے انوار ذات و صفات اور اس کی قدرت کی آیات بینات اور لطیف غیبی مخلوقات یعنی جن، ملائکہ اور ارواح وغیرہ تمام لطیف دنیا کی غیبی لطیف چیزیں ہیں۔ ان کا دیکھنا اور معلوم کرنا ظاہری حواس اور مادی عقل کا کام نہیں ہے۔ ان کے معلوم اور محسوس کرنے کے لیے باطنی حواس درکار ہیں۔ جس طرح ظاہری حواس ایک دوسرے کا کام نہیں کر سکتے۔ یعنی آنکھیں کانوں کا کام اور کان آنکھوں کا کام نہیں دے سکتے۔ اسی طرح ظاہری حواس باطنی حواس کا کام انجام نہیں دے سکتے۔ باطنی حواس کے حصول کے لیے مجاہدہ اور ریاضت شرط ہے اور اس کے لیے استاد مربی کی ضرورت ہے۔۔۔۔عربی۔۔۔۔یعنی جو لوگ ہمارے راستے میں کوشش اور محنت کرتے ہیں ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیتے ہیں۔

در مکتب حقائق پیش ادیب عشق
ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی

ترجمہ۔ حقائق کی درس گاہ میں عشق کے ادیب کے سامنے۔ ہاں اے بیٹا محنت سے کام لے تاکہ کسی دن تو بھی باپ کہلائے۔

[illegible]

روحانی سکولوں اور کالجوں میں باطنی تعلیم کے لیے پیہم محنت اور کوشش کرتے کرتے سالک لوگ عقل کل اور باطنی حواس پیدا کر لیتے ہیں اور درجہ عین الیقین کو پہنچ جاتے ہیں۔ چنانچہ اسی دنیا میں آخرت کے بھاری امتحان کے خوف اور فیل ہونے کے حزن اور غم سے نجات پا لیتے ہیں۔۔۔ عربی۔۔ غرض باطن میں نفوس کے مدرسے الگ ہیں۔ قلوب کے مکتب اور ہیں اور روح اور سر کے کالج علیحدہ ہیں۔ جن لوگوں کو کبھی بھولے سے بھی ان باطنی سکولوں اور روحانی کالجوں کی طرف گذر نصیب نہیں ہوا۔ وہ کور چشم نفسانی ان باطنی علوم اور اس غیبی سررشتہ تعلیم اور ان کے روحانی استادوں اور پروفیسروں کو کیا جانیں۔ اور اس باطنی روحانی دنیا کا انکار نہ کریں تو اور کیا کریں۔

حیف کیں بے بصراں تا بہ ابد بے خبر اند
زانچہ در دیدۂ صاحب نظراں مے آید

ترجمہ۔ افسوس کہ یہ (دنیوی) اندھے ابد تک بے خبر ہیں اس حقیقت سے جسے صاحب نظر لوگ مشاہدہ کرتے ہیں۔

غرض یہ دنیا دار الامتحان ہے۔ خواہ کوئی یہاں ٹھیک عمل کرے یا خطا۔ نہ کسی کو فوری سزا ملتی ہے ورنہ پوری جزا۔ کیونکہ نتیجے کا وقت مقررہ ابھی دور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

اخلاقی غلطیوں اور شرعی جرموں پر اس دنیا میں جلدی اور فوری سزائیں مترتب نہیں ہوتیں۔ اور نہ پوری سزائیں دی جا سکتی ہیں۔ مثلاً ایک شخص زنا کرتا ہے تو شریعت اسے سو درے مارنے یا سنگسار کر کے ہلاک کرنے کا حکم دیتی ہے۔ لیکن دوسرا شخص ہزاروں دفعہ زنا کر کے

[illegible]

ہر قسم کی دنیوی سزا سے بچ رہتا ہے۔ یا ایک شخص عمداً اور ارادتاً قتل کرتا ہے تو قانون اور شریعت اس کے لیے سزائے موت مقرر کرتے ہیں۔ لیکن دوسرا شخص ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بے گناہ انسانوں کے قتل کا موجب بنتا ہے۔ تو کیا ہزاروں دفعہ زنا کا مرتکب یا لاکھوں بے گناہوں کے قاتل کو اس مادی دنیا میں پوری پوری سزا دی جاتی ہے ہرگز نہیں، تو اس قسم کے اکابر مجرمین کو پوری اور واجبی سزائیں تب ہی مل سکتی ہیں جب کہ ان کے لیے ایسی دنیا قائم کی جائے جس میں وقت کا کوئی تعین نہ ہو اور عمریں بہت دراز ہوں۔ اور ہر مجرم کو بے شمار جسم عطا کئے جائیں اور انہیں بار بار مار کر اور زندہ کر کے عذاب دیا جائے۔ سو یہ کام دنیا کے محدود اور قلیل اسباب میں مترتب نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے آخرت کا غیر مختتم دار المقدرت اور دار المکافات قائم کیا جائے گا۔ قرآن کریم میں اس قسم کے سنگین جرموں کے لیے سخت دردناک قسم کے طویل عذابوں کا ذکر بھی موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔۔۔ عربی۔۔۔

ترجمہ۔ اور جب مجرم جہنم اور دوزخ کی تاریک وادیوں کے اندر زنجیروں میں جکڑے ہوئے ڈال دیئے جائیں گے تو اس وقت وہ لوگ سخت دردناک عذاب سے بچنے کے لیے موت اور ہلاکت کی دعا اور درخواست کریں گے لیکن انہیں جواب ملے گا کہ تم ایک موت اور ہلاکت کی امید نہ رکھو بلکہ بے شمار موتوں کا عذاب

تم نے چکھنا ہے۔ اور دوسری جگہ آیا ہے ------- عربی ------- ترجمہ۔ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا ہے عنقریب انہیں دوزخ کی سخت آگ جلائے گی۔ جس وقت ان کے چمڑے (جسے) جل جائیں گے تو ان کے علاوہ انہیں اور چمڑے (جسم) دیے جائیں گے تاکہ پورا پورا عذاب چکھ لیں۔ تحقیق اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ غرض قیامت کا دار قدرت اور اس کا مکافات ضروری اور لازمی ہے۔ اور یہ دنیا دار الامتحان ہے۔ کمرۂ امتحان میں کسی کو یہ نہیں بتایا جاتا کہ تو صحیح عمل کر رہا ہے یا غلط۔ نتیجے پر ہر شخص کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ افسوس کور چشمی اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں ہے۔ ازلی بدبختوں کو اللہ کی مار ہے۔ ورنہ عقل، نور ایمان اور باطنی بصیرت والوں کے لئے کائنات کے ہر ذرے کے اندر بے شمار آیات بینات اور ہزارہا نشانیاں موجود ہیں۔ جو پکار پکار کر توحید بیان کر رہی ہیں۔

تراز دوست بگویم حکایتے بے پوست
ہمہ ز دوست اگر نیک بنگری ہمہ اوست
جمالش از ہمہ ذرات کون مکشوف است
حجاب تو ہمہ پندار ہائے تو بر تو ست

ترجمہ۔ میں تجھ سے محبوب کی ایک اصلی حکایت بیان کرتا ہوں۔ ہر چیز اسی سے ہے اور اگر تو غور سے دیکھے تو سب کچھ وہی ہے۔

کائنات کے ہر ذرہ سے اس کا جمال ظاہر ہے۔ تیرا غرور اور نخوت جو تجھ پر طاری ہے وہی تیرا حجاب ہے۔

خدا کی نسبت یورپ کے مشہور علمائے سائنس کے خیالات

لارڈ کیلون (سر ولیم تھامسن) جو سکاٹ لینڈ کی گلاسگو یونیورسٹی میں پچاس برس تک نیچرل فلاسفی پڑھاتے رہے۔ اور جنہوں نے طبیعیات اور ریاضیات میں نئی دریافتیں کیں۔ کئی جدید ایجادات واختراعات آپ کے نام سے منسوب ہیں۔ آپ نے اپریل ۱۹۰۳ء میں لندن کی یونیورسٹی کالج کے سالانہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ سائنس پختہ یقین اور کامل اعتبار کے ساتھ ایک خالق ارض وسما کی قائل ہے۔ اور ہمیں اس قادر مطلق کے وجود پر ایمان لانے کے لئے مجبور کرتی ہے۔ ہماری ہستی کا موجد اور اسے سنبھالنے اور قائم رکھنے والا بے جان مادہ نہیں ہے بلکہ وہ قوت ہے جس سے موجودات خلق ہوتی اور ہدایت پاتی ہیں۔ سائنس کی تحقیقات اور انکشافات ہمیں اس وجود ازلی پر ایمان کامل رکھنے کی تاکید کرتے ہیں۔ جب ہم اپنے گردوپیش کے طبعی تبدلات اور ان تقلبات اور موجودات کی حرکات وسکنات کے اسباب پر غور کرتے ہیں تو ہم مذکورہ بالا نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ خداوند خالق اپنی اس حکمت اور صنعت سے ظاہر ہوتا ہے جو نظام عالم اور موجودات کی ترتیب وترکیب میں نظر آتی ہے۔ سائنس ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم ایسی قوت پر ایمان لائیں جو عالم کے تمام طبعی عملوں کو تحریک دیتی اور راہ راست پر ڈالتی ہے۔ اور وہ خالق قوت مادی، برقی یا میکینیکل قوت سے بالکل مختلف ہے۔ اسے ذرات کے خودبخود آپس میں مل جانے کے نظریے سے کوئی سروکار نہیں۔ جس کو زمانہ حال کے تمام سائنس دان اتفاق رائے سے نہایت لغو اور نامعقول ٹھہراتے ہیں۔ یعنی تمام علماء اور محققین اس امر پر متفق ہیں کہ عالم اور مافی عالم ذرات کے اتفاقی ارتباط اور اتحاد سے وجود پذیر نہیں بلکہ ایک ذی عقل اور صاحب ارادہ وجود کی حکمت وقدرت سے موجودات نے ہستی قبول کی ہے۔ زندہ جسم کے اندر جو مسلسل تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں وہ بھی اتفاقی نہیں ہوتیں بلکہ خالق

کی ہدایت اور مقرر کردہ قانون سے عمل میں آتی ہیں۔ ان تمام علوم میں سائنس ایک خالق کا وجود مانتی ہے۔

چالیس سال ہوئے کہ جرمنی کے مشہور عالم کیمیات ڈاکٹر لیبک کے ساتھ شہر سے باہر کھیتوں کی سیر کر رہا تھا۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ فرمائیے کیا یہ پودے کیمیائی عمل سے پیدا ہوتے اور نشوونما حاصل کرتے ہیں؟ وہ کہنے لگے۔ ہرگز نہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ جس طرح علم نباتات کی کتاب آپ سے آپ مرتب نہیں ہو جاتی اسی طرح یہ پودے اور پھول بھی از خود پیدا نہیں ہوتے۔ ارادت کا ہر فعل طبیعات، کیمیات اور ریاضیات کے نزدیک ایک خارق عادت ہے۔ آزادی اور بے باکی کے ساتھ سوچنے اور غور کرنے سے نہ گھبراؤ۔ اگر تم خوب فکر کرو گے تو خدا کی ہستی پر ایمان لائے بغیر نہیں رہ سکو گے جو مذہب کی بنیاد اور اصل اصول ہے۔ سائنس ہرگز مذہب کا دشمن نہیں ہے بلکہ معاون ہے۔

لارڈ سالسبری صرف مدبر ہی نہ تھے ایک مشہور عالم بھی تھے۔ آپ ۱۸۷۴ء اور ۱۸۸۶ء میں کنسرویٹو وزارتوں میں وزیر ہند مقرر ہوئے تھے اور دو مرتبہ برطانیہ کے وزیر اعظم بھی مقرر ہوئے۔ آپ کی علمیت کا اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا کہ آپ ۱۸۹۴ء کی برٹش ایسوسی ایشن کے جلسے کے صدر اعظم مقرر ہوئے۔ کنٹمپوری ریویو اور نائنٹینتھ سنچری میں ہربرٹ سپنسر کے ساتھ مسئلہ ارتقاء پر ان کی خوب زور دار بحثیں ہوئیں۔ اور کئی نمبروں میں دونوں طرف سے مسلسل ماہانہ مضامین شائع ہوتے رہے۔ آپ نے آکسفورڈ میں ایک ایڈریس کے دوران فرمایا تھا۔ مدت سے میرا یہ خیال ہے کہ اگر نباتات اور حیوانات میں عمل ارتقاء رونما ہوا ہے۔ تو وہ انتخاب طبعی کے مسئلہ میں نہیں پایا جاتا۔ اور ارتقاء کا صحیح مسئلہ اس سے بہت بیگانہ ہے۔ میں نے بہت غور و فکر کے بعد یہ رائے قائم کی ہے کہ حیوانات کی ابتدا و تبلیغ کی بابت جو تحقیقات گذشتہ چند سال کے دوران ہوتی

رہی ہے س میں مقاصد و غراض کے تداول سے بالکل چشم پوشی کی گئی ہے۔
کائنات کو نظر غور سے دیکھنے سے یہ امر و ضح ہوتا ہے کہ یک ذی عقل و ذی ر دہ ہستی
نے موجودات کو یک خاص مصرف کے سے پید کیا ہے۔ س کے ثبوت میں بے
شمار دلائل ہمارے اردگرد موجود ہیں۔ گر علم طبیعات یا سائنس کی پریشانیاں ہماری
بصارت پر پردہ ڈال دیں کہ کچھ دیر کے لیے ہم ن کی طرف سے بے پروا ہو
جائیں تاہم وہ پھر ہمارے سامنے آ جاتی ہیں ور ہماری توجہ کو پنی طرف کھینچ لیتی
ہیں۔ ن نشانات نے کائنات ور موجودات کو پنی قدرت کاملہ سے بنایا ہے۔ نیز
ہم یہ بھی سیکھتے ہیں کہ تمام جاندار ہستیاں س صاحب ذات لایزال ور خالق بے
زوال ور حاکم بے مثال کی حکمت وقدرت کی محتاج ور دست نگر ہیں۔

ڈاکٹر فریڈ سل و س قدیم سائنس کے پیر فرتوت کہلاتے ہیں۔ آپ ۱۸۲۲ء
میں پید ہوئے ور ۱۹۱۳ء میں آپ نے پنی نہایت مشہور علمی کتاب ورلڈ آف
لائف شائع کرکے پنے نصف صدی کے خیالات ور علمی تحقیقات کے نتائج دنیا کے
سامنے رکھے۔ س کتاب نے بڑ نام پیدا کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف مسئلہ رتقاء
بذریعہ نتخاب طبعی کے نکشاف میں ڈارون کے ساتھ برابر کے حصہ دار ہیں۔ آپ
خدا پرست ور دیندار آدمی تھے۔ سائنسدانوں کی نظر میں آپ کا قول سند سمجھا جاتا
ہے۔ آپ پنی یک تصنیف نیچرل سلیکشن یعنی نتخاب طبعی میں یک جگہ فرماتے
ہیں۔ نسان صرف عمل رتقاء سے قادر مطلق کی قدرت وحکمت کے بغیر پیدا نہیں ہو
ہے۔ قوت نفس ناطقہ سے پیدا ہوتی ہے۔ جتنی قسم کی قوت پائی جاتی ہے وہ قوت
رادہ ہے۔ گر رادت کوئی چیز ہے تو وہ یک طاقت ہے جو ن قوتوں کے عمل کی
ہدایت کرتی ہے جو جسم کے ندر مجتمع ہیں ور یہ ممکن نہیں ہے کہ جسم کا کوئی حصہ قوت کا
ثر قبول کئے بغیر ہدایت کے تابع ہو۔ گر ہم یہ معلوم کر لیں کہ دنے سے دنے
قوت بھی رادت سے پیدا ہوتی ہے ور س کے سوا ہمیں قوت کا کوئی ور تبدیلی

وسیلہ ور سبب معلوم نہ ہو۔ تو ہم یہ مانے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہر قسم کی قوت قوت ر دی ہوتی ہے۔ ور سی بنیاد پر یہ دعویٰ قائم ہوسکتا ہے کہ تمام عالم نہ صرف عقلی ذی عقل ہستیوں پر منحصر ہے بلکہ نہی کے وجود پر مشتمل ہے یہ یوں کہو کہ وہ سب سے عقلی عقل وحکمت ہے۔

کائنات کی تمام مخلوق کیا جاندار ور کیا بے جان، کیا حجر ور کیا شجر، کیا چھوٹی کیا بڑی ور کیا علوی ور کیا سفلی سب زبان حال سے پنے خالق مالک اللہ تعالیٰ کی تسبیح ور توحید کے گیت یک رنگی ور یک آہنگی سے گا رہی ہے۔ سبح للہ ما فی السموت و ما فی ارض۔ شیاء کائنات میں یک رنگی ور ن کی ترکیب میں یک آہنگی س بات کی زبردست دلیل ہے کہ ن کا خالق ور مالک یک وحدہ لاشریک ہستی ور بے مثل و بے ہمتا ذات ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ فرض کرو یک شخص بہت نیچے تر کر تحت الثریٰ کی تاریکیوں میں سے یک زرد دھات کا ٹکڑا ٹھا لاتا ہے۔ ور پھر بحر وقیانوس کی گہرائیوں میں کئی میل نیچے غوطہ لگا کر وہاں سے کوئی آبی خول نکال لاتا ہے۔ ور تیسری دفعہ فضائے آسمان کی بلندیوں میں لاکھوں کروڑوں میل اوپر چڑھ کر کسی بہت دور کے ستارے سے کوئی کنکر ٹھا لاتا ہے۔ ب ن تینوں شیاء کو خورد بین کے نیچے رکھ کر ان کے جزائے ترکیبی کا موجودہ سائنس کی روشنی میں بغور مطالعہ کیا جائے تو موجودہ سائنس کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ن تینوں کے جزائے ترکیبی میں وہی ذرات برقیہ ہیں جو شیائے کائنات کی تمام شیاء کے تمام چھوٹے بڑے جسام ور جرام میں یکساں طور پر پائے جاتے ہیں۔ ماہ سے ماہی ور ثریا سے ثریٰ تک کائنات عالم کی تمام شیاء کے جزائے ترکیبی کی یہ وحدت صاف طور پر وحدت خالق کا ناقابل تردید مظاہرہ ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں شیائے کائنات کے زبان حال کا متفقہ علان ہے کہ لا الہ الا اللہ یعنی یہ کہ ہمارا خالق، رب العالمین ور معبود بر حق یک وحدہ مطلق ذات ہے۔ چنانچہ مصر کے میناروں سے نکلی ہوئی ہزاروں سال

کی چیزیں مختلف زمانوں میں سلسلہ ستاروں سے گرے ہوئے دھات اور پتھر کے ٹکڑے، بلند ترین پہاڑوں کی چوٹیوں سے لائے ہوئے مختلف کنکر اور سمندر کی گہرائیوں سے نکالے ہوئے خول اور گھونگے آج کل دنیا کے مختلف عجائب خانوں میں موجود ہیں۔ اور موجودہ سائنس اور کیمسٹری کی روشنی میں ان کے عناصر ترکیبی کا تجزیہ کر کے بغور مطالعہ کیا گیا تو متفقہ طور پر وہی مذکورہ بالا نتیجہ نکالا گیا ہے کہ ان سب کی ساخت ایک ہی قسم کی ہے۔ اور یہ سب ایک ہی کاریگر کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں۔ والنجم والشجر یسجدان۔ ترجمہ۔ آسمان پر ستارے اور زمین پر درخت اپنے خالق مالک کے آگے سجدہ ریز ہیں۔ اور تمام علوی اور سفلی مخلوق اس کی ربوبیت اور اپنی عبودیت کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کی روشنی آسمان کے ٹمٹماتے ہوئے ستاروں سے جھلک رہی ہے۔ اس کی صنعت اور حکمت کے نغمے عریاں جلوے درختوں کے ناچتے ہوئے پتوں اور مسکراتے ہوئے پھولوں سے جھلک رہے ہیں۔ اس کی عظمت بلند پہاڑوں سے ترانے گاتی ہوئی اترتی ہے۔ اور فضا میں سیاہ خوفناک بادل اور مہیب اور ذخار سمندروں اور دریاؤں کی طوفانی لہریں اس کی ہیبت اور جلال سے گونج رہی ہیں۔ لیکن انسان ہے کہ پیر سے چوٹی تک غفلت میں ڈوبا ہوا ہے۔ اپنی کوتاہ عقل اور پندار کا نکما اور خالی گھمنڈ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آیات بینات سے بے وجہ اعراض اور بیہودہ چشم پوشی ہے۔۔۔۔ عربی۔۔۔۔ ترجمہ۔ آسمانوں اور زمینوں کے اندر خدائے تعالیٰ کی قدرت کی بے شمار نشانیاں موجود ہیں۔ اور ان غافل انسانوں کا اس پر دن رات گذر ہے۔ لیکن وہ ان سے جاہلانہ اور متکبرانہ اعراض اور کنارہ کرتے ہیں۔ اندھے جاہل اور نادان انسان کو اپنے آپ کی اور ایک ذرۂ بے مقدار تک کی تو خبر نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی بے مثل اور بے مثال اور لم یزل ولایزال ذات کی کہنہ اور حقیقت میں عقلی گھوڑے دوڑا رہا ہے۔۔۔۔ عربی۔۔۔۔ ترجمہ۔ انسان ہماری نسبت تو مثالیں قائم کرتا ہے لیکن

سے اپنی خلقت و پیدائش تک کا پتہ نہیں۔

در ذات خدا فکر فراواں چہ کنی
جاں را ز قصور خویش حیراں چہ کنی
چوں تو نہ رسی بکنہ یک ذرہ تمام
در کنہ خدا دعوی عرفاں چہ کنی

مغرب کے دانشوران علم و حکمت علم الاجسام کی موشگافیوں اور دقیق آرائیوں میں زمین اور آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں۔ یہ لوگ اشیاء دنیا کے خواص اور اجسام کائنات کے...... تو اللہ تعالیٰ کی ذات میں زیادہ غور و فکر کیا کر رہا ہے۔ اور اپنی روح کو کوتاہ اندیشیوں سے کیوں حیران کرتا ہے۔ جب تو ایک ذرہ کی حقیقت تک کامل رسائی حاصل نہیں کر سکتا تو ذات باری تعالیٰ کی حقیقت میں عرفان کا دعویٰ کیوں کرتا ہے...... ظاہری اثرات کی تحقیقات میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ اور مادی دنیا کی ہر شے کو دریافت کرنے اور ان کے ظواہر کے پیچھے لگ کر ان سے حساب عمل کرنے میں عمریں صرف کر رہے ہیں۔ مگر خود اپنے بارے میں کبھی بھولے سے بھی خیال نہیں آیا کہ ہم کیا ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں۔ موت کے بعد انسان کا کیا حال ہوتا ہے۔ موت کا معمہ ان کے لئے ناقابل حل ہے اور جنات کا عجائب کبریات کے لئے ناقابل عبور ہے۔ منتہائے حیات کا سر عظیم کس قدر نا تلاش کردہ پڑا ہوا ہے۔ آفاق کے بحر ظلمات میں ان کے عقلی گھوڑے سکندر اعظم سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔ مگر انفس کی آب حیات کی تلاش میں یہ لوگ لولے لنگڑے، اندھے اور بہرے ہیں۔ دنیا کے علم الاشیاء میں سے مذہب بہت بڑا راز ہے۔ مگر افسوس کہ مغرب کا دجال دینی آنکھ سے کانا ہے۔ گو اس کی دنیوی آنکھ روشن ہے۔ وہ ہر چیز کو دنیوی نقطۂ نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس سے دنیوی مفاد حاصل کرتا ہے۔ وہ قرآن جیسی عدیم المثال اور بے بدل روشن آسمانی کتاب کو محض تاریخی لحاظ سے

پڑھتا ہے۔ وہ اندھے کی طرح آفتاب سے صرف تاپ اور گرمی ہونے کے سوا اور
کچھ فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ ان لوگوں نے مذہب کے ضروری علم کو دائرہ عمل
سے خارج کر دیا ہے اور اس کی تحقیق کو غیر ضروری خیال کیا ہے۔ ظاہر بین مادہ
پرست مغرب نے مادے کے صدف کو تو اپنی گود میں لے لیا ہے لیکن مذہب کے
عزیز القدر پوشیدہ در گرانمایہ کی تحصیل اور تلاش کی طرف مطلق کوئی توجہ اور التفات
نہیں۔ یہ لوگ اپنی مادی عقل اور علم کے غرور اور دنیوی ہنر اور فن کے گھمنڈ میں مذہب
اور روحانیت حتیٰ کہ خدا کے وجود کا بھی انکار کر رہے ہیں۔ جدید علم روحانی یعنی
سپر چوئلزم جس کے ذریعے یہ روح کی حاضرات کر کے ان سے بات چیت کرتے
ہیں۔ گویا تمام مذاہب عالم کا ایک متفقہ اور مسلمہ عقیدہ اور نظریہ ہے کہ موت کے بعد
روح زندہ رہتی اور سکھ اور دکھ پاتی ہیں۔ اور یہ علم مذہب اور دین کی عین تائید کرتا
ہے۔ لیکن ان لوگوں کو مذہب کے نام سے اتنی چڑ ہے کہ اسے ایک نیا علم اور اختراع
بتاتے ہیں اور مذہب کا نام نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ اسے مذہب سے کوئی تعلق
نہیں۔ اور ہمارا یہ علم ابھی تک خدا کے وجود کے متعلق خاموش اور ساکت ہے۔
باوجود علم اور دیکھنے بھالنے کے اللہ تعالیٰ نے انہیں گمراہ کر رکھا ہے۔
---عربی---ترجمہ۔ کیا تو نے دیکھا اس شخص کو جس نے پکڑ لیا اپنی ہوائے
نفس کو اپنا معبود۔ اور اللہ تعالیٰ نے باوجود علم کے اسے گمراہ کر دیا۔ اور اس کے
کانوں اور دل پر مہر لگا دی۔ اور اس کی آنکھوں پر کفر کا پردہ ڈال دیا۔ سو اللہ کے بعد
ایسے شخص کو کون ہدایت کر سکتا ہے۔ کیا تم نہیں سمجھتے۔ ابھی تک یہ لوگ آسمانی
کتابوں خاص کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہ راست اتری ہوئی سچی بے مثل کتاب
یعنی قرآن کریم کے زبردست حقائق اصول اور روحانیت و تصوف کے سچے ٹھوس
حقائق اور معارف کے تمسخر اور استہزاء کے درپے ہیں۔ ابھی تک تو مادے کے سطحی
علوم سے بھی ایک نہایت ہی قلیل حصہ حاصل کیا گیا ہے اور نہایت ہی معمولی اشیاء

کی حقیقت میں دانایانِ مغرب کی عقلیں دنگ ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ایک ناچیز مکھی یعنی جگنو کی روشنی کی حقیقت میں دنیا کے سائنسدان حیران و ششدر ہیں کیونکہ سائنس کے اصول کے مطابق روشنی اور حرارت لازم و ملزوم ہیں۔ لیکن جگنو کے وجود میں روشنی بغیر حرارت موجود و قائم ہے۔ غرض آج تک سائنس اور علم جدید کی تحقیقات نے جس قدر اصول اور نظریے قائم کئے ہیں ان میں بے شمار واماندگیاں اور بے اندازہ خامیاں موجود ہیں اکثر میں اختلاف رائے ہے۔ اور جس طرح آج کل کے سائنسدانوں اور فلاسفروں نے اگلے زمانے کے حکماء اور فیلسوفوں کے قائم کردہ مسائل اور اصولوں کو غلط ثابت کر کے جھٹلا دیا ہے۔ اسی طرح آج سے سو سال پیچھے آنے والا زمانہ آج کل کے سائنسدانوں کے قائم کردہ مسائل اور اصولوں کو غلط ثابت کر کے ٹھکرا دے گا۔ اور مادی علم کا سلسلہ اول سے آخر تک ظنی اور قیاسی ثابت ہو گا۔ ہاں بعض قریب کی معمولی اشیاء کا علم جو حواس خمسہ کے دائرے کے اندر واقع ہیں ضرور انسان کو سائنس کے تجارب اور مشاہدوں سے حاصل ہوا ہے۔ لیکن اس پر مغرور ہونا اور اسی کو سب کچھ سمجھ بیٹھنا بڑی کوتاہ اندیشی، تنگ ظرفی اور پرلے درجے کی نادانی ہے۔ ابھی تک تو عالم شہادت اور آفاق کا ایک وسیع جہان انسان کے سامنے ناتلاش کردہ پڑا ہے۔ جو عالم غیب اور انفس کے لطیف جہان کے مقابلے میں اس قدر تنگ و تاریک ہے جتنا کہ اس مادی دنیا کے مقابلے میں ماں کا رحم ہے۔ بھلا جس جہان میں یہ لوگ سرے سے پیدا ہی نہیں ہوئے بلکہ خام ناتمام جنین کی طرح رحم مادر گیتی میں پڑے ہوئے ہیں وہ عالم دار آخرت کے وسیع و عریض لامحدود اور غیر مختتم جہان کی حقیقت کیا جانیں۔

فلسفی [illegible] و آئینہ [illegible]

خود کجا و از کجا ہستی

ز خود آگہ چوں نہ ای بے شعور
پس نباید بر چنیں علت غرور

دنیا میں تمام مادی شیء کی تین حالتیں ہیں۔ اول ٹھوس جامد جیسے اینٹ، پتھر اور لکڑی وغیرہ۔ دوم بہنے والی مثلاً پانی، دودھ اور تیل۔ سوم گیس، اڑنے والی مثلاً بھاپ، دھواں اور ہوا وغیرہ۔ پانی کے اندر یہ تینوں حالتیں موجود اور محسوس ہوتی ہیں یعنی برف کی حالت میں یہ ٹھوس جامد صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جب پگھل کر مائع بن جائے تو مائع ہے۔ اور جب آگ پر اسے کافی حرارت دی جائے تو بھاپ اور گیس کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ان تینوں صورتوں میں گیس کی صورت بہت لطیف، غیر مرئی اور غیر محسوس ہے۔ اب اگر ہوا کو لیا جائے اور اس کے اجزائے ترکیبی کو دیکھا جائے تو وہ زیادہ لطیف گیسوں آکسیجن، ہائیڈروجن اور نائٹروجن وغیرہ سے مرکب ہے۔ اسی طرح یہ گیسیں بھی ایتھر کے ذرات برقیہ سے مرکب ہیں۔ لیکن انسانی حواس کی پہنچ اور علم سائنس اور کیمسٹری کے تجارب اور مشاہدات یہاں آکر ختم ہو جاتے ہیں اور اس سے آگے تجاوز نہیں کر سکتے۔ اس لیے انسان اس سے زیادہ لطیف شیء کی دنیا کو خلا یا عدم کا نام دے کر اس کی ترکیب اور بناوٹ کی تشریح کو ختم کر دیتا ہے۔ حالانکہ شیء کا یہ سلسلۂ لطافت عالم غیب اور عالم روح کی سرحد پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ اور اس سے آگے غیب کا لطیف جہان شروع ہوتا ہے۔

نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ لطیف روحانی دنیا اس ہمارے کرۂ زمین کے ہوائی حلقے کے اوپر کہیں دوسری جگہ ہے۔ بلکہ وہ لطیف روحانی عالم ہمارے اس عالم آب و گل سے آمیختہ اور مخلوط بلکہ اس کا مخ اور مغز ہے۔ اور اس کے ذرے ذرے میں اس طرح

جاری و ساری ہے جس طرح انسان کے جسم میں خون اور خون میں جان ہے۔ یہ دودھ میں مکھن اور مکھن میں گھی ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ بے چون اور بے کیف اتصال ہے۔ خواب میں انسان اپنے ارد گرد ایک لطیف روحانی دنیا بنا لیتا ہے۔ جسے ہم روحانی دنیا کا ایک خام ناتمام ماڈل اور دھندلا سا نمونہ تصور کر سکتے ہیں۔ جس طرح جسم کے ساتھ روح کا اور مادی دنیا کے ساتھ باطنی مخلوقات کا یہی تمام مخلوقات کے ساتھ ہر طرح پر یعنی جزوی و کلی، خارجی و داخلی، خلقی و امری اور ظاہری و باطنی طور پر ایک لطیف، بے کیف غیب الغیب تعلق اور تصرف ہے اور وہ اس کے ذاتی، صفاتی، اسمائی اور افعالی تجلیات کے آثار اور انوار ہیں جو کائنات کے ظہور و بطون میں جلوہ گر ہیں جن پر تمام کائنات اور مخلوقات کے وجود کا سارا دارومدار اور کلی انتظام موقوف ہے۔

اول و آخر تو بچیست حدوث و قدم

ظاہر و باطن تو بچیست وجود و عدم

اول بے انتقال آخر بے ارتحال

ظاہر بے چند و چون باطن بے کیف و کم

افسوس کہ نفسانی لوگوں کو عالم غیب کی لطیف روحانی دنیا کا ادراک کرنا اور اللہ تعالیٰ کی غیر مخلوق کی بے مثل و بے مثال اور بے چون و بے چگون ذات کا ادراک کرنا اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے کہ کسی مادر زاد اندھے آدمی کو دنیا کی اشیاء کے رنگوں اور شکل و شباہت یا آفتاب و ماہتاب کے وجود کا علم اور احساس کرایا جائے۔

اول و آخر تو ہی ہے۔ باقی اور فانی [illegible] حقیقت میں [illegible] و باطن بھی ہے۔

وجود و عدم [illegible] حقیقت میں۔ تیرے اول و آخر [illegible] انتقال اور [illegible] نہیں۔

تیرے [illegible] و باطن [illegible] اور [illegible] ہے۔

ساتھ ہی فن تحریر انسانی دل و دماغ کے حقیقی خیالات اور خصوصاً باطنی دنیا کے بے

کیف ور بے ین حسی حالت ورصحیح کیفیت کے د رنے کا زبس ناقص آ ہ ور
ناململ مظہر ہے۔ ور نیز حروف و فاظ کا دائرہ س قدر محدود ور تنگ ہے کہ ہمارے
پاس س رکے سمجھنے کے یے سوئے شاروں ور ستعاروں کے کوئی رستہ ہی
نہیں ہے۔تاہم جن وگوں میں اللہ تعالی نے تخم نور یمان روز ول سے بطور ودیعت
رکھ دیا ہے۔ ور جن میں روحانی قابلیت ور روحانی ستعد د موجود ہے۔ ور نہوں
نے پنی بدعمیوں، نافرمانیوں ور بے عتد یوں سے سے بھی تک ضائع نہیں کیا۔
ن کے ے ہمارے شارے ور ستعارے ضرور مشعل رہ بن سکتے ہیں۔لیکن زلی
شقیوں ور بدی کور چشموں کا کوئی علاج ہی نہیں۔ ن کے یے گر تمام پردے ور
حجاب ہٹا دیے جائیں ورحشر نشر قائم رکے دکھایا جائے تو وہ بھی ماننے و ے نہیں۔
جیسے کہ اللہ تعالی کا رشاد ہے۔۔۔عربی۔۔۔ترجمہ۔یعنی گر ہم نہیں حشر نشر قائم
رکے پہلے دکھا دیں تب بھی کافر ماننے و ے ہرگز نہیں۔مگر یہ کہ جسے اللہ ہد یت
رتا ہے۔ہم مادی دنیا کیساتھ روحانی دنیا کا تصال ور تعلق تو کسی قدر بیان ر
آئے ہیں۔ ب ہم نسانی جسم کے ساتھ روح کے بر ہ ست تعلق ور تصال کا حال
بیان رتے ہیں جس سے روح کی حقیقت پر انشاءاللہ کافی روشنی پڑے گی۔

وضح ہو کہ خارجی دنیا کے مطابق نسانی وجود کے ندر بھی شےء کی تینوں صورتیں
ٹھوس، مائع ور گیس موجود ہیں۔یعنی ہڈی، گوشت ورچمڑ وغیرہ ٹھوس ہیں۔خون ور
پانی مائع۔ ور سانس کی ہو جو ندر کھچی ہوئی ہے وہ گیس ہے۔اور یہ مسلمہ مر ہے
کہ دل ورپھیپھڑے میں سانس کی ہو کا خون کے دور ن میں بڑ دخل ہے۔ ور سی
ہو یعنی رتی کے جھونکے پر زندگی کا تمام نحصار ور نسانی زیست کا د رومد ر ہے۔
یہی وہ تار تنفس ہے جس سے نسانی روح کی برقی رو پنے پاور ہاؤس سے نکل ر
نسانی دل ودماغ کے بلبوں تک منتہی ہو رتمام نسانی وجود کی مشین کو گرم، روشن ور
چالو کئے ہوئے ہے۔ سا تنفس دان، کیمسٹ، طباء ورڈ کٹر س پوشیدہ روحانی برقی

رو کی حقیقت سے نا وقف ہیں۔ یہ وگ خون یا س کے طیف بخار کو روح کہتے
ہیں۔ حا نکہ روح گر خون یا ہو یا حرارت ہوتی تو بہت موت کے وقوع ہوتے ہی
نسان کے وجود میں پھر ہو یا مصنوعی حرارت د خل کرنے سے نسان دوبارہ زندہ ہو
جاتا۔ یا گر روح محض عنصری وجود کا بخار ہوتا تو بعض نسانی عضاء کے کٹ جانے
سے روح ضرور کسی قدر ناقص ور کم ہو جاتی۔ حا نکہ یسا نہیں ہوتا بلکہ روح عالم مر
کی یک لگ طیف ور غیبی چیز ہے۔ وہ عالم مر کے نور کی یک برقی رو ہے جو س
معدن نور کے پاور ہاؤس سے س تار نفس کے ذریعے نسانی وجود میں آتی جاتی
ہے ور سے زندہ ور تابندہ رکھتی ہے۔۔۔ عربی۔۔۔ ترجمہ۔ کہہ دے ے
میرے نبیؐ کہ روح میرے رب کے عالم مر کی چیز ہے۔ ور سے سمجھنے کیت ے
تمہارا علم بہت تھوڑا ہے۔ عالم خلق، عالم شہادت یا آفاق س مادی ٹھوس جہان کو
کہتے ہیں۔ ور عالم مر یا عالم غیب، یا عالم نفس طیف باطنی ور روحانی دنیا کا نام
ہے۔۔۔ عربی۔۔۔ ترجمہ۔ خبردار عالم خلق ور عالم مر ہر دو للہ تعالیٰ کے ے
ہیں۔ ور وہ ن ہر دو کثیف ور طیف جہانوں ور عالموں کا رب ور مالک ہے۔
دوسری جگہ اللہ تعالیٰ سی روح کی نسبت فرماتے ہیں۔۔۔ عربی۔۔۔ یعنی ہم نے
آدمؑ کے ندر پنی روح پھونک دی۔ غرض روح کے بدن عنصری میں پھونکنے میں جو
رمز ور شارہ ہے وہ س بات پر صاف صاف دلالت کرتا ہے کہ روح جس نفخ ور
پھونک کے ذریعے جسم نسانی میں ڈ لی گئی ہے وہ یہی تار نفس ور سانس کی ہو ہے جو
نسان کے ندر دم بدم میں آتی ور جاتی ہے۔ عربی میں ہو کو ریح کہتے ہیں۔ ور یہ
لفظ روح سی عربی لفظ ریح سے ماخوذ ور نکلا ہو ہے۔ ور نَفَس بفتح فا، پھونک ور ہو
کو کہتے ہیں ور لفظ نفس بسکون فا، جان ور روح کے معنی میں ستعمال ہوتا ہے۔ سو
معلوم ہو کہ روح ور ریح ور نَفَس ور نفس ہر دو مترادف ور ہم معنی لفاظ ہیں ور ہر
دو یک چیز ہیں۔ یہ س سے کہ روح کو ہو کے ساتھ یک قریب کا رشتہ ور باطنی تعلق

ہے۔ ورجو روح ہو کی طرح یک طیف ورغیرہ مرئی چیز ہے۔ ہذ روح کے طیف
جوہر کو صنع حقیقی نے ہو کے طیف تاگے سے جسم نسانی میں بندھ رکھ ہے۔ یہ یوں
کہو کہ اس حکیم ورحیم خلق نے روح کے طیف ورا مکانی پرندے کو ہو کے طیف
تاگے کے ذریعے انسانی جسم کے کثیف پنجر ورعنصری پنجرے میں قید کر رکھا ہے۔
روح چونکہ عام مرکی یک نہیت طیف چیز ہے۔ مادے کے کثیف جہان میں س
کا مستقر ور ستحکام بجز تعلق طیف چونکہ ناممکن تھا اس وسطے اس قادر مطلق نے
اس مادی عالم عناصر میں سب سے طیف ترین چیز گیس یعنی ہو کا ربط ور رشتہ تجویز
فرمایا۔ ور یہی طیف ڈوری س شہباز لا مکانی کے پاؤں میں ڈال کر سے بدن
نسانی کے پنجرے میں قید کر دیا۔ سو رتیح ور ہو کے ذریعے بدن نسانی میں روح
مقید ہے۔ ور یہ سانس کی ہو ورتار تنفس کے ذریعے ہی عالم امر کے پاور ہاؤس
سے نوری برقی رو یعنی روحانی غذ ور قوت وقتاً فوقتاً پہنچتی رہتی ہے۔

دنیا کی ہر شے کیا جماد کیا نبات ور کیا حیوان سب میں یک قسم کی روح موجود
ہے۔ ور ہر شے سانس لیتی ہے۔ لیکن روح جمادی، روح نباتی، روح حیوانی، روح
نسانی ور روح ملکوتی وغیرہ میں بسبب ختلاف مدارج ومراتب فرق ہے۔ ور ہر
روح یہ ہوائی تعلق کے ذریعے دنیا میں آتی ہے ور ماہرین حاضرات سے یہ امر
پوشیدہ نہیں کہ رتیح یعنی ہو کے تعلق کے بغیر روح کی طیف غیبی مخلوق یعنی جن،
ملائکہ ور روح کی س دنیا میں آمد ور حاضرات ناممکن ہے۔ ور جب کبھی س
مادی دنیا میں عالم غیب کی طیف مخلوق بلائی جاتی ہے۔ ور ن کی حاضرات شروع
ہوتی ہے تو س کے ساتھ بند مکانوں میں ہو کے جھونکے آتے ہیں ور ہو چلنے لگتی
ہے۔ غرض س طیف روحانی مخلوق کو دنیا کے کثیف جہان میں ہو کی طیف رفاقت
ور معیت میں بھیجا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم س پر شاہد ہے۔ حضرت سلیمانؑ
کے علم حاضرات کے بارے میں اللہ تعالیٰ رشاد فرماتے ہیں۔۔۔عربی۔۔

ترجمہ۔ ورحضرت سیمانؑ کے ے ہم نے تند ہو کو مسخر ردیا تھ ورہو س کے مر

سے س سرزمین کی طرف جس میں ہم نے برکت ڈ ل رکھی تھی جاری ہوتی ور اس

کے ساتھ جنات ور شیاطین حاضر ہو ر حضرت سیمانؑ کے یے غوطے گایا رتے

تھے ور اس کے علاوہ طرح طرح کے کام ور خدمات نجام دیتے تھے۔ ور س عمل

کے وقت ہم ہر طرح سے ن کے نگہبان ور محافظ رہتے تھے۔ دوسری جگہ قرآن ریم

میں رشاد ہے---عربی--- ورہم نے سیمانؑ کے ے ہو کو مسخر ردیا تھا۔

ور جہاں کہیں بھی وہ چاہتا تھا اس کے مر سے وہ چل پڑتی تھی۔ اور جن شیاطین س

کے ساتھ حاضر ہو جایا رتے تھے۔ ور ن میں ہر یک مکان بنانے و ے ور

غوطے گانے و ے شامل تھے ور باقی تسخیر کی زنجیر میں جکڑے رہتے تھے۔

جنگ حزاب میں حضرت رسالت مآب صلعم ور آپؐ کے اصحاب کی مدد

کے ے آسمان سے مدد کے نزول کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن ریم میں

رشاد فرماتے ہیں---عربی---ترجمہ۔ ے یمان و و اللہ تعالیٰ کی س نعمت کو

یاد رو جب تم پر جنگ احزاب میں کفار کے لشکر چڑھ آئے تھے۔ پھر ہم نے ن پر

ہوا بھیج دی ور ساتھ ہی یسا لشکر بھیجا جسے تم نہیں دیکھ سکتے تھے۔

حضرت علی رم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جنگ بدر میں یک سخت ہوا چلی کہ س

سے پہلے ہم نے کبھی یسی تند ور تیز ہوا نہیں دیکھی تھی۔ اس طرح تین دفعہ تند و تیز

ہوا چلی۔ سو پہلی ہوا میں حضرت جبرائیل علیہ سلام یک ہزار فرشتوں کو ہمراہ لے ر

ہماری مدد کے ے آئے ور دوسری بار حضرت میکائیل علیہ سلام سی قدر مدد

کے ہمراہ ور تیسری دفعہ حضرت اسرافیل علیہ سلام یک ہزار فرشتوں کے ساتھ

ہماری مدد کو آئے۔ غرض دنیا میں پیغمبروں، ولیاء ور اللہ تعالیٰ کے دیگر مقبول

بندوں کی مدد ور کفار نابکار کے ستیصال ور ہلاکت کے ے جب بھی س قسم کی

غیبی طیف مدد ور لشکر کی ضرورت پڑی ہے وہ تند ہوا یا مہیب بادل کی طیف

رفقت میں دنی کے ندر بھیجی گئی ہے۔سو ثابت ہو کہ روحانی مخلوق کو س مادی دنی
میں تارنے ور بھیجنے کے ے ہو کی طیف سو ری لدبد ور شد ضروری ہے۔خود نی
دنی کے ندر نزول اللہ تعالیٰ طیف بدل کی معیت میں فرماتے ہیں۔قو ہ
تعالیٰ۔۔۔۔عربی۔۔ترجمہ۔یہ وہ س بت کا نتظر رتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آ ے
ن کے پس بدل کے سے میں ور فرشتے ور مر پور ہو جے۔ ور اللہ تعالیٰ کی
طرف تمام مور رجوع کرنے والے ہیں۔

عورت جب بغ ہو جاتی ہے۔ ور س کی زمین جسم تیر ہو جاتی ہے تو وہ مرد سے
نسانی تخم حصل رنے کا تقاضا رتی ہے ور فطرتاً بے تاب رہتی ہے۔آخر جب
س کی زمین رحم میں نسانی نطفے کا تخم پڑ جاتا ہے تو وہ ندر ہی ندر نشوونما پنے لگتا ہے
ور شکم مادر کے ندر رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ تیر ہوتا رہتا ہے۔ جب بچہ ماں کے پیٹ
میں ہوتا ہے تو سے مادی غذ ماں کے ذریعے س کی غذ سے بذریعہ خون خام پہنچتی
رہتی ہے۔ ور یہی مادی غذ ہے س کے عنصری جسم کی پرورش ندر ہی ندر ہوتی
رہتی ہے۔ س وقت سے اس میں جمادی روح پڑ چکی ہوتی ہے جو س گوشت کے
وتھڑے ور مضغے کو منجمد رکھتی ہے۔ بعد ہ اس میں نبتی روح پڑ کر سے نشوونما دیتی
ہے ور بڑھاتی ہے۔مگر جوں ہی اس میں حیونی روح تقریباً چھ ماہ کے بعد پڑ جاتی
ہے وہ پیٹ میں ہلتا جلتا ور حرکت رتا ہے ور سے غذ ناف کی ڈنڈی کے ذریعے
پہنچتی رہتی ہے۔لیکن جوں ہی بچہ ماں کے پیٹ سے بہر آتا ہے۔ ور عالم مر کی
نسانی روح س میں ڈل جاتی ہے تو وہ ہو کے ذریعے سانس لینے لگ جاتا ہے۔
ور تار تنفس عالم مر سے یک غیبی ڈنڈی کی شکل میں س کے ساتھ لاحق ہو جاتا
ہے۔ ور سی طرح ناک کے دونوں نتھنے س کے لیے عالم مر کے ہر دو مثبت ور منفی
یہ جمال ور جلال کی برقی رو کے تار تنفس کے و سطے گذر گاہ بن جاتے ہیں ور نیز یہ تار
تنفس روحانی غذ ور نیز خیالات ور قلبی و ردات کا بھی ربطہ ور و سطہ بن جاتا

ہے۔جس کا مقصد عالم امر کے روحانی ور باطنی پہلوؤں سے مدہو ہوتا ہے۔ ور

اس سے نسانی قلب ور قالب کی ساری مشینری روشن ورچالو ہے۔ نسانی بدن کی

ساخت پر غور کرو۔ س میں دو نتھنے، دو کان، دو آنکھیں، دو ہونٹ، دو جبڑے ور دو

ہاتھ حواس خمسہ کے دو قسم کی بجلی کے تاروں کو نسانی دل ور دماغ تک پہنچنے کی گذرگاہ

ور واسطہ بنے ہوئے ہیں۔ اور نسانی جسم یک برقی مشین ہے۔جس میں مختلف

برقی تاروں کے ذریعے مختلف قسم کی بجلیاں آتی جاتی ہیں۔ اور یہ مشین کسی خاص

غرض کے لیے چالو ہے۔ غرض س بدنی مشینری یعنی نفس کی زندگی کا مقصد ور

نصب العین پنے ور پنے متعلقین کے عنصری وجود کے لیے غذا مہیا کرنا۔ ان کی

حفاظت کرنا ور ن کی ظاہری دنیوی ترقی کے سباب سوچ کر ن پر عمل کرنا ور

مادی رزق کے حصول کے علاوہ ور قوت حاصل کرنا ہے۔ یسے نفس کے نسان دنیا

میں عام طور پر بکثرت ہیں۔ لیکن بعض خاص سعادتمند مردان خدا یسے بھی ہوتے

ہیں کہ جن کے ندر روز ازل سے ملکوتی ستعداد ور قابلیت ودیعت کردی گئی ہوتی

ہے۔ ن کی زمین قلب میں ملکوتی تخم پوشیدہ ہوتا ہے۔ وہ سرسبز ہونے ور پھلنے

پھولنے اور آب تربیت ور نشوونما حاصل کرنے کے لیے بیتاب ہو جاتا ہے۔ وہ

ملکوتی نطفہ حاصل کرنے کے لیے بیتاب ور بیقرار رہو کر آخر کسی مرد کامل سے جا

ملتا ہے ور س سے رحم قلب میں نوری ملکوتی نطفہ حاصل کر لیتا ہے ور جب س میں

وہ نوری نطفہ پڑ جاتا ہے تو باطن میں شیخ ِامر وشیخ علم س کے دو روحانی ماں باپ

بن جاتے ہیں جو س کی باطنی تربیت ور روحانی پرورش پر مامور ور متعین ہو جاتے

ہیں۔ ور یہ ملکوتی جنین پنی ملکوتی ماں کے ساتھ یک باطنی نوری ناف کے رشتے سے

وابستہ ہوتا ہے جسے ربطہ شیخ کہتے ہیں۔ سی نوری ناف سے سے نوری ملکوتی غذا

پہنچتی رہتی ہے ور س کی پرورش ہوتی رہتی ہے۔ یہ نوری معنوی طفل جب بطن

باطن سے باہر آتا ہے تو روحانی ملکوتی دنیا کے عالم میں قدم رکھتا ہے۔ یہ

نوری طفل مثل شہبز ا مقامی عام کون و مکان میں نہیں ماتا۔وہ پنے طیف بطنی
پروں کی یک دنی جنبش سے قطار السموت و لرض سے پر ہو جاتا ہے۔تمام
مادی دنیا ں کے یے منزلہ رحم مادر ہوتی ہے۔ ور عام آب و گل ں کے سے
آشیانہ بن جاتا ہے۔اللہ تعالی کے مقبول برگزیدہ بندوں کی یہ ملکوتی شخصیتیں مدئکہ
ورفرشتوں کے خلاق رذیمہ سے متخلق ہوتی ہیں جیسا کہ یوسف عیہ سام نے
جب عفت ور پاک دمنی کے متحن میں شہو نی ور بشری نفسانی جذبات پر غالب
آ کر اور زنا کے فعل شنیع سے کنارہ کر کے ملکوتی صفت کا مظاہرہ کیا تو اللہ تعالی نے
زنان مصر کی زبانی قرآن کریم میں آپ کی یوں توصیف ور تعریف
فرمائی ---عربی ----یعنی خدا کی پناہ یہ نسان ور بشر نہیں ہے بلکہ یہ تو نہ پاکیزہ
فرشتہ ہے۔اللہ تعالی کی عبادت، طاعت ور ذکر فکر یسے پاک ملکی صفت نسانوں
کی ثوت ورقوت بن جاتی ہیں۔بعض خاص خاص نسان ں سے بھی آگے
ترقی کرتے ہیں ور جر فرشتوں سے بھی باطنی مراتب میں آگے بڑھ جاتے ہیں۔اللہ
تعالی یسے کامل عارفوں کو پنے نور سے منور کر دیتا ہے ور ن میں پنی خاص روح
پھونک دیتا ہے۔ یسے برگزیدہ وجود مسعود و سے سالک روئے زمین پر اللہ تعالی
کے خلیفہ برحق بن جاتے ہیں۔ ور نائب رسول صلعم ور صلی حقیقی معنی میں آدمی
وا دآدمی کہلاتے ہیں۔فرشتے ن کی تعظیم کو جھکتے ہیں ور ن کا حترام کرتے ہیں۔
قولہ تعالی--عربی-- ترجمہ۔ ور جب ہم س میں پنی روح پھونک دیں تو ے
مدئکہ تم س کے سجدے میں پڑ جاؤ۔مقام غور ہے کہ نسان کس طرح تدریجاً
باطنی حالات ور معنوی مقامات سے گذرتا ہو کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔یعنی
جماد سے نباتات، نباتات سے حیوان، حیوان سے نسان ور فرشتہ رحمان کے مقام ور
منزل میں پہنچ کر س سے بھی آگے عروج کر جاتا ہے۔ س روحانی ترقی ور باطنی
مقامات کو مولانا روم صاحب پنی مثنوی میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

کامیاب ہوگیا۔

گہ ناز کند فرشتہ بر پاکی ۔

گہ دیو کند عار ز ناپاکی ۔

ایماں چو سلامت بہ لب گور بریم

احسنت بریں چستی و چالاکی ۔

ہم یہاں اپنے مذکورہ بالا بیان اور انسانی خلقت کے مختلف درجات کی تائید میں یورپ کے ماہرین روحانیت یعنی اسپریچولسٹ (SPIRITUALIST) کے کچھ مشاہدات اور تجربات بیان کرتے ہیں۔ جس سے زمانہ حال کے مغرب زدہ سائنس پروردہ دماغوں کو ایک گونہ تسلی اور تشفی ہوجائے کہ جو کچھ یہاں ہم بیان کر رہے ہیں۔ وہ ہر دو عقل و نقل، درست و درست، علم سلف اور علم خلف کے مطابق صحیح و درست ہے۔ حال ہی میں یورپ کے اسپریچولسٹوں نے برق حیات کی ایک نئی لہر دریافت کی ہے جسے ان کی اصطلاح میں اورا (AURA) کہتے ہیں اور وہ ایک باطنی برق حیات کا گول دائرہ ہوتا ہے جو ہر چیز کے ارد گرد پیدا ہوتا ہے۔ یورپ کے بڑے بڑے سائنسدان اسے تسلیم کر چکے ہیں۔ چنانچہ اسپریچولزم کے شعبہ کلیروائنس (Clairvoyance) یعنی علم جدید روحانیت کے شعبہ روشن ضمیری میں اورا (AURA) یعنی حلقہ برق حیات کو صاف اور ظاہر طور پر دیکھتے ہیں۔ وہ ہر چیز جماد، نبات، حیوان اور انسان کا اور مختلف قسم کا اور علیحدہ رنگ کا بتاتے ہیں۔ اس کی تفصیل بہت لمبی ہے۔ تجربات اور مشاہدات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہے کہ نیند اور خواب کے وقت انسان کے وجود سے انسانی اور حیوانی اورا تو خارج ہو جاتا ہے لیکن جمادی اور نباتی اورا اس میں موجود رہتا ہے۔ اور موت کے وقت انسان سے انسانی، حیوانی اور نباتی اورا پے در پے خارج ہو جاتا ہے۔ صرف معدنی یا جمادی اورا اس میں باقی رہ جاتا ہے۔ اور وہ مٹی کا اورا ہے جو اپنے ہم جنس مٹی میں مل

جاتا ہے۔ سو معلوم ہو کہ نسان میں جمادی، نباتی، حیوانی ور نسانی برق حیات
موجود ہے۔ ور نسان سب کا جامع ہے۔ جماد یک قسم کا، نبات دو قسم کا، حیوان تین
قسم کا ور نسان چاروں قسم کے ور نکالتا ہے ور ی کے مطابق سانس لیتا ہے۔
نسان کے جسم میں دو سلسلے ہر وقت جاری رہتے ہیں۔ یک تو ظاہری خارجی
سانس ور تنفس کا سلسلہ ہے جو ہر دم میں جاری ہے۔ دوم باطنی دخلی خیالات کا
سلسلہ ہے۔ یہ سلسلہ بھی کسی وقت نسان سے منقطع نہیں ہوتا۔ اور یہ ہر دو سانس ور
خیالات کے سلسلے ہر وقت نسان کے جسم ور جان کے ساتھ لاحق ور وابستہ ہیں۔
ور ہر دو کا آپس میں بھی یک مخفی ور پوشیدہ تعلق ہے۔ خیالات کا سانس میں بڑ
دخل ہے۔ بلکہ سانس ور تنفس خیالات کا روزن ور دروازہ ہے۔ اس سے بزرگان
دین ور سلف صالحین نے ذکر کے سے پاس نفاس ور حبس دم کے طریقے رئج
کئے ہیں۔ س کی فلاسفی ور حکمت یہ ہے کہ دل کی یہ یک مخصوص صفت ہے کہ وہ ہر
وقت کوئی نہ کوئی بات سوچتا یا معنوی طور پر بولتا یا دوسرے لفظوں میں کسی نہ کسی چیز کا
ذکر کرتا ہے۔ یہ ذکری صفت، س کی خلقت ور فطرت میں س و سطے دئمی طور پر
موجود اور جاری ہے کہ نسان کی خلقت ور فطرت کی بنیاد ہی س معدن ذکار یعنی
سم اللہ ذات پروردگار سے پڑی ہے۔ ور نسان کا ہر وقت کوئی نہ کوئی بات سوچتے
رہنا یا کسی نہ کسی چیز کا ذکر کرتے رہنا س بات کی دلیل ہے کہ نسان کی باطنی
حقیقت، صلی فطرت ور حقیقی جبلت و سرشت ہی ذکر سم اللہ ذات سے پڑی ہے جو
کہ تمام ذکار کا اصل معدن ہے۔ ور تمام شیاء کے ناموں معدن کے ذکار کے سم
اللہ ذات کے فروعات اور ظلال ہیں۔ ور سم اللہ ذات سب شیاء کائنات کی اصل
ہے۔ قولہ تعالیٰ ۔۔۔۔۔عربی۔۔ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ور ہم نے مسخر کیا
تمہارے و سطے جو کچھ آسمانوں ور زمین میں ہے سب سی (کے نام) سے۔ کیونکہ
سب کا ظہور سی کے نام سے ہے۔ س کی تسخیر بھی سی کے نام سے ہے۔ سی آیت

کی تفسیر کی بابت حضرت ابن عباسؓ سے جب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔
۔۔عربی۔۔ یعنی ہر چیز کے اندر اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور ہر چیز
کے اسم کا ظہور اللہ تعالیٰ کے اسم ذات سے ہے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ
روح جب آدم علیہ السلام کے وجود میں داخل ہوئی اور اس نے مقام دماغ استخوان
ابیض میں قرار پکڑا تو اس نے کہا یا اللہ۔ جب نور نیز اسم اللہ ذات سے دماغ آدم
روشن اور منور ہوا اور اس نے اس آفتاب عالم تاب کی طرف دیکھا تو اسے چھینک
آئی۔ تب اس نے کہا الحمدللہ۔ ونفخت فیہ من روحی سے ثابت ہے کہ روح آدم علیہ
السلام کے وجود میں ہوا کے ساتھ پھونک دی گئی ہے۔ سو مذکورہ بالا بیانات سے
روح کا ذکر اسم اللہ ذات اور نیز ذکر کا تمام اشیاء کائنات یعنی خیالات، سانس اور
تنفس کے ساتھ اس قدر گہرا تعلق، تام جنسیت اور محکم ربط و رشتہ ہے۔ بلکہ یوں
معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ تینوں ایک ہی چیز ہیں۔ سو سانس اور تنفس کا ذکر اللہ تعالیٰ اور
خیالات و تفکرات کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے۔ اسی تعلق کے انضباط و استحکام کے
لئے ذکر اللہ کے ساتھ پاس انفاس اور حبس دم کے طریقے رائج کئے گئے ہیں۔ سو
انسانی روح کی بنیاد اور سرشت اسم اللہ اور توحید سے پڑی ہے۔ ذکر اللہ سب کی
اصل ہے۔ اور باقی تمام اشیاء کائنات اور عالم کثرت کا ذکر اس کی فروعات اور
ظلال ہیں۔ جس وقت انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے یعنی ذکر اسم اللہ کرتا ہے تو گویا
وہ اپنی اصلی صفت اور اندرونی فطرت پر ہوتا ہے اور اپنی اصل کی طرف متوجہ اور راجع
ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ غیر اللہ کو یاد کرتا ہے تو یہ ذکر چونکہ عارضی ہوتا ہے۔ اس سے
اللہ تعالیٰ کے ماسوائے جملہ اشیائے کائنات کا ذکر اور ان کے خیالات انسانی قلب
اور دل کی اصلی صفت کے مخالف اور متعارض ہوتے ہیں اور دل کی اصلی صفت اور
حقیقی جبلت کو بگاڑ دیتے ہیں۔ اور نیز اسم اللہ ذات کے سوا غیر ماسویٰ کا ذکر دل
اور روح کی طرح حجاب بن جاتا ہے۔ نفس بھی اپنی مادی عنصری اشیاء خورد و نوش اور

دیگر مادی و زمات و ضروریت زندگی کی حاجب میں رہ کر ہر وقت ن مادی و غیرہ

ماسوی اللہ شیاء کو یاد کرتا رہتا ہے۔ ور حواس خمسہ کے ذریعے پنی ضروریت کی تمام

شیاء کی یاد و ر اسی قسم کی نفسانی خواہشات ور دنیوی خطرات کو دل تک پہنچاتا رہتا

ہے۔سو ن غیر شیاء کے ذکر ور خیالات کی دل کی صلی صفت ور حقیقی حیات ذکر

سم اللہ ذات کے ساتھ ندر ہی ندر دھ بھیڑ ہو جاتی ہے تو دل کی حقیقی ذاتی صفت

ذکر اللہ کو آلودہ ور مکدر کر دیتے ہیں ور دل میں ذکر اللہ کا ثر نہیں ہونے دیتے۔سو

طریقہ حبس دم ور پاس نفاس کی فلاسفی یہی ہے کہ ذکر ور سالک دل کے

دروازے یعنی سانس ور تنفس پر پاسبان ور چوکیدار کی طرح بیٹھ جائے ور س کے

ندر کسی غیر ماسوی اللہ نامحرم یعنی غیر خیالات کو ندر گذرنے نہ دے۔ ور سے

صرف گھر کے صلی مالک للہ تعالیٰ ور س کے ذکر کی ندر گاہ بنائے رکھے۔جیسا کہ

کسی سالک نے کہا ہے۔

مرا در دل بغیر از دوست چیزے در نمی گنجد

بخلوت خانہ سلطاں کسے دیگر نمے گنجد

درون قصر دل درم یکے شب کہ کر گاہے

ز دل بیروں زند خیمہ بہ بحر و بر نمے گنجد

تنت گر بچو موئے شد حجب جاں بود وے ر

میان عاشق و معشوق موئے در نمے گنجد

حساب صد ہزر عاقل بجز چندر دیک دما

حساب یک دم عاشق بصد محشر نمے گنجد

کسی ماں نے سے جب ثابت ہوتا۔ عاشق و معشوق سے مجھ جیسے بیان سے
بھی عاشق میں وہاں۔ شہر و عشق وہاں کا باب تب عشق میں پل بھر سے اندر
ملتی ہے۔ یعنی عاشق نے جب عشق کا باب عشق میں میں ہوتا

ذکر اسم اللہ ذات اور ماسوی خیالات کی مثال دل کے اندر اس طرح پر ہے جیسے کسی شہر کے اندر کوئی تالاب یا حوض ہے جس کے اندر میٹھا اور پاک پانی خود بخود زمین میں سے پھوٹ کر نکلتا ہے۔ مگر اس میں بیرونی راستوں سے شہر کی غلیظ اور گندہ نالیوں کا پانی بہہ کر آ پڑتا ہے تو یہ لازمی امر ہے کہ بیرونی گندے مردار پانی کے آ پڑنے سے اس تالاب اور حوض کا اپنا اصلی میٹھا پانی پلید، مکدر، غلیظ، مردار اور بدبودار ہو جائے گا۔ اگر ان غلیظ گندہ نالیوں کے مردار پانی کو کچھ عرصے کے لیے اسی طرح تالاب میں پڑنے دیا جائے اور اسے بند نہ کیا جائے تو ضرور اس کی غلیظ تلچھٹ اور مٹی تالاب کی تہہ میں جم کر اس کے اصلی پھوٹنے والے چشموں اور راستوں کو بند اور مسدود کر دے گی اور بجائے پاک میٹھے تالاب کے وہ حوض ایک گندہ اور مردار چھپڑ بن جائے گا۔ اس کے پینے والے بیمار اور ہلاک ہو جائیں گے۔ انسانی دل کا بعینہٖ یہی حال ہے۔ اسم اللہ اور ذکر اللہ کا نور دل کے اندر سے اصلی پھوٹنے والے پاک میٹھے آبِ حیات کی طرح ہے۔ اور غیر ماسوی کی یاد اور نفسانی خیالات ظلمت اور تاریکی کا سیاہ مادہ ہے جو حواسِ خمسہ کی نالیوں سے دل کے پاک چشمہ آبِ حیات میں گندہ اور مردار پانی کی طرح آ پڑتا ہے اور دل کے آبِ حیات ذکر اللہ کو گندہ، مکدر اور جامد، بند اور مسدود کر دیتا ہے۔ سو پس اشغال اوراد جس کے ذریعے دل کے روزن اور منفذ کو ان کے ماسوی خیالات کی گندہ نالیوں سے جب محفوظ رکھا جائے۔ اور اسے اپنی صفت اور جبلت ذکر اللہ پر چھوڑ دیا جائے تو ضرور ایسے دل میں نور ذکر اللہ کے باطنی اور غیبی چشمے پھوٹ پڑتے ہیں اور ایسے ذکر پر اسرارِ حق کھل جاتے ہیں۔

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی سر حق بر ما بخند

ترجمہ۔ پنی آنکھوں، کانوں ور لبوں کو ماسوی سے روک لے۔ پھر گر تجھے حق کا بھید معلوم نہ ہو تو ہمار مذ ق ڑ۔

ب طنی ہمت، روحانی توفیق ور دل کی قوت ور ط قت بڑھ نے کے ے یک سوئی ور یک جہتی یعنی پنے تصور ور تفکر کو یکج، متحد ور مجتمع کرنا نہ یت ضروری ور لازمی مر ہے۔ جس کو نگریزی میں کنسنٹریشن (CONCENTRATION) کہتے ہیں۔ سی پر تم م روحانی ترقی کا د رومد ر ہے ور سی پر کل سلوک ب طنی کا نحص ر ہے۔ نیز یک کلیہ ق عدے ور مسلمہ اصول کے مط بق خی لات ور تفکر ت کا تح د ور جتم ع دل کی ط قت ور ب طنی قوت کو بڑھ نے کا موجب ہے۔ ور خی لات کا نتش ر ور نتش ر دل کی کمزوری کا ب عث ہے۔ جیس کہ لینز یعنی آتشی شیشہ میں سے جب کبھی آفت ب کی شع عیں یک نقطہ پر مجتمع ہو کر گذرنے لگتی ہیں۔ تو ن میں س قدر حدت ور حر رت پید ہو ج تی ہے۔ جس سے کپڑ وغیرہ جلنے لگت ہے ور جب وہی شع عیں منتشر کر کے ور پھیلا کر گذ ری ج ئیں تو ن میں وہ حدت ور حر رت نہیں رہتی۔ پس توحید ور وحدت کی طرف دل لگ ن س کی ط قت ور قوت کو گوی بڑھ ن ہے۔ ور ع لم کثرت میں ڈ لن س کی ط قت اور قوت کو ض ئع کرن ور کھون ہے۔۔۔۔ عربی۔۔۔۔ ترجمہ۔ آی مختلف ور متفرق معبود ق ئم کرن زی دہ بہتر ہے ی یک للہ تع لی کی ذ ت و حد قہ ر کو پوجن ۔ سلام ور سلامی تصوف تم م مذہبی عم ل ور دینی رک ن میں دل کی نیت اور س کی یکسوئی ور یک جہتی پر زور دیت ہے ور سی کی ت کید ور ت کید کرت ہے۔ نم ا عم ل ب لنی ت یعنی عمل ک رد، قبول ور نقص وصحت نیت پر منحصر ہے۔ یعنی عمل کے وقت گر دل کی نیت محض للہ تع لی کے لیے ہے تو وہ عمل ق بل قبول ہے۔ ور گر کسی عمل کی نیت دنیوی ور نفس نی غر ض کی طرف ر جع

ور مائل ہے تو وہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں رد ور مردود ہے۔ اسی سے آیا ہے۔
۔۔عربی۔۔۔ یعنی نماز درست ور صحیح نہیں ہوتی جب تک نماز میں دل اللہ تعالیٰ کے
ساتھ حاضر نہ ہو۔ سی طرح جملہ سدمی رکان میں دل کا اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ور
رجوع ہونا ازی ور ضروری گردانا گیا ہے۔ تاکہ ہر فعل ور ہر عمل میں دل اللہ تعالیٰ کی
ذات کی طرف مائل ورر غب ور س کے تصور ور تفکر میں محو ور منہمک ہو۔ ور یہی
بات دل کی یکسوئی، یک جہتی اور اس کے باطنی حوس تصور، تفکر، توجہ، توہم ور تصرف
کو ذکر اللہ ور سم اللہ کے یک ہی نکتہ ور مرکز توحید پر متحد ور مجتمع کرنے کا ذریعہ
ہے۔ دل ور قلب کی باطنی قوت ور روحانی طاقت بڑھانے کا باعث بھی یہی چیز
ہے ور یہی سدمی توحید کی غرض و غایت ہے۔ ور یہی مذہبی ور روحانی تصور کا مرکز
ہے جسے ریلیجیس کنسنٹریشن (Religious Concentration) کہہ سکتے
ہیں۔ برخلاف س کے ہندو یوگ والے ور مسمریزم، ہپناٹزم ور زپرچو لزم والے
پنا تصور ور توجہ ایک نکتہ مفروضہ ور موہومہ پر جمانے ور باطنی طاقت بڑھانے کی
مشق کیا کرتے ہیں۔ سدمی مذہب اور روحانیت کا مرکز تصور سم اللہ ذات ہے۔
جو کہ مبد ومعاد تمام کائنات ور مخلوقات ہے ور جس کا تعلق ور لگنکشن مسمی کی س
ذات ملم یزل و لایزال، خالق و قادر بے مثل و بے مثال کے ساتھ ہوتا ہے لیکن یوگ
ور مسمریزم کے طریقے میں یک روشن چیز یا یک تاریک مفروضہ نکتے کے تصور
سے صاحب تصور س چیز یا پنے وجود سے باہر تجاوز نہیں کرسکتا۔ س ہندو یوگی ور
یورپین مسمرسٹ ور سپر چولسٹ کا معاملہ مقام ناسوت کے دنی ور سفلی مقام تک محدود
رہ جاتا ہے۔ ور صاحب تصور سم اللہ ذات کی ترقی کا میدان بہت وسیع لازوال ور
لامحدود ہے۔ مذہب سلام ور سدمی تصوف کا سب سے ہم ور ضروری رکن کلمہ
طیب ہے۔ جس کے پڑھے بغیر نہ نسان مسلمان ہوسکتا ہے ور نہ س کے ذکر کی
کثرت کے بغیر راہ سلوک طے ہوسکتی ہے۔ س کلمہ طیب کے ذکر نفی ثبات ا۔۔

الا اللہ میں بھی یہی رز مضمر ہے کہ عالم کثرت کے سب باطل معبودوں ور جملہ
عارضی مقصودوں ور تمام فانی موجودوں کو دل سے نکال کر ن کی نفی کردی جائے۔
ور یک اصلی حقیقی حی قیوم معبود برحق کے ذکر ور خیال کو دل میں ثابت ور قائم رکھا
جائے۔ یہی اصل کار ہے ور سی پر تمام مذہب وروحانیت کا دارومدار ہے۔

ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ دل کے خیالات کا دم ور سانس کے ساتھ گہرا تعلق
ہے۔ عارف سالک کا دل یک باغ کی طرح ہے۔ سانس ور دم باد صبا کی طرح
جب اس پر گذرتا ہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی خوشبو سے لدا ہوا باہر نکلتا ہے۔ ور
اللہ تعالیٰ کے فرشتے سے بہشتی حلوں میں لپیٹ کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں س ذکر
عارف آدمی کی طرف سے بطور یک نہایت قیمتی تحفے کے پیش کرتے ہیں۔ ور وہ دم
س ذکر عارف کے لئے بطور یک گوہر بے بہا س کے خزانہ آخرت میں داخل ہو
جاتا ہے۔ جو دم ور سانس عارف ذکر کا واپس آتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فیض وفضل
ور رحم ولطف سے معمور ہوتا ہے۔ ور یہ دم اللہ تعالیٰ کی طرف سے گویا یک تحفہ ذکر
کا جواب ور نعام ہوتا ہے جس سے عارف سالک کے دل پر اللہ تعالیٰ کے نور
فیض وفضل کی بارش ہوتی ہے۔ ور سالک کا باغ دل سرسبز ور تازہ ہوتا ہے۔ یسے
کامل مردان خدا کا دم ور سانس جب فضائے قلوب میں کسی زندہ ور حساس دل
سے ٹکراتا ہے تو اس دل کو بھی اپنی خوشبو ور مہک سے معطر ور معمور کر دیتا ہے۔ کسی
نے کیا چھا کہا ہے۔

ستم ست گر ہوست کشد کہ بسیر سرو و سمن درآ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدہ در دل کشا بچمن درآ
پے نافہ ہائے رمیدہ بو مپسند زحمت جستجو
بخیال ز سر زلف وگرہ بکشا بختن درآ

برخلاف اس کے مردہ دل نفسانی، فاسق، فاجر، مشرک ور کافر آدمی کا دل ٹھ ور

پ خ نے کی طرح دنیاوی ورنفسانی غ ظتوں ورگندگیوں سے بھرپور ہوتا ہے۔ جب
یسے آدمی کے دم ور س نس کی بو دمسوم ں کے دل کا تعفن ے ر نکلتی ہے تو وہ شیطانی
ورنفسانی زہریلی گیس کا گویا یک بم گولہ ہوتا ہے جو بلیس ور شیطان کی میگزین
میں جمع ہوتا ہے۔ ور وہاں سے حرص، طمع، حسد، کبر، شہوت وغیرہ کے جملہ شیطانی
ورنفسانی بد ثرات لے کر آتا ہے۔ یہ دم ور سانس جس دل سے جا ٹکرتا ہے
سے بھی مسموم ور متعفن کر دیتا ہے ور بیمار کر کے ہلاک کر دیتا ہے۔ غرض نسان
جس وقت سانس لیتا ہے تو وہ سانس نسان کے دل ور روح کی بو ور صفت لے کر
نکلتا ہے۔ ور نسانی دم ور سانس سے اس کے دل کے خیالات ور دل کی صفت
معلوم ور محسوس کی جاتی ہے۔ ہذ نسان جب زبان سے ذکر کرے یا ظاہر عضاء
سے طاعت ور عبادت کرے۔ لیکن س کا دل غیر اللہ خیالات ور تفکرات میں
مصروف ہو تو وہ ذکر ور عبادت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتی کیونکہ
اللہ تعالیٰ کی اصل نظر نگاہ نسانی دل ہے نہ کہ اس کی زبان ور نہ ظاہری جسم اور س
کے عمل۔ حدیث ۔۔۔ عربی ۔۔۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری ظاہری صورتوں ور
عملوں کو دیکھتا ہے بلکہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔

[illegible]

بر زبان اللہ ور دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد ثر

ترجمہ۔ ظاہر زبان پر للہ کا نام ہو۔ مگر دل میں گاؤ خر کا خیال ہو تو یسی تسبیح کب
ثر رکھتی ہے۔

انسان کا جسم جب نماز میں ہو۔ اور دل اپنے دنیاوی کاروبار میں لگا ہو تو ایسی نماز قبولیت نہیں رکھتی۔

دل پریشان و مصلی در نماز
ایں نمازے کے پذیرد بے نیاز

غرض عارف روشن ضمیر لوگ کسی آدمی کے خیالات اور اس کے دل کی صفت ہو میں اس کے دل کی باطنی رو سے معلوم کر لیتے ہیں۔ کیونکہ انسان جب دل میں کچھ سوچتا ہے یا کسی کا ذکر کرتا ہے تو وہ گویا باطنی طور پر بولتا ہے۔ اور اس کے دل کی یہ باطنی آواز قلوب کی باطنی فضا میں لہر اور تموج پیدا کر کے اس کا حلقہ بجلی سے زیادہ سرعت کے ساتھ دور دور تک پھیل جاتا ہے۔ اور اس کے دائرے میں جس قدر قلوب آتے ہیں سب سے وہ آواز جا ٹکراتی ہے۔ ہر زندہ، بیدار اور حساس دل اس آواز کو سن لیتا ہے اور اس ذاکر اور یاد کرنے والے کو دیکھ بھی لیتا ہے۔ لیکن جو دل پتھر کی طرح جامد اور مردہ ہوتے ہیں۔ وہ اس باطنی آواز دل اور نظاروں سے بے بہرہ اور محروم ہوتے ہیں۔ اس باطنی احساس کو کشف قلوب کہتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو یہ کمال بدرجہ اتم حاصل ہوتا ہے۔ تم نہیں دیکھتے کہ جس وقت مصر سے یوسف علیہ السلام کے بھائی پیراہن یوسفی لے کر کنعان کی طرف چلے تو یعقوب نے اسی وقوف قلبی کے طفیل اپنے گھر والوں سے فوراً فرما دیا تھا

[illegible]

کہ ---عربی--- یعنی یعقوب علیہ السلام اپنے گھر والوں سے فرمانے لگے کہ مجھے تو یوسف کی بو آ رہی ہے۔ اگر تم مجھے بے وقوف نہ بتاؤ۔ حضرت رسالت مآب ﷺ یمن کی طرف منہ کر کے حضرت اویس قرنی کے دل کی باطنی ریح اور بو محسوس کر کے فرمایا کرتے ---عربی--- یعنی مجھے یمن کی طرف سے صفت

رحمن کی بو ورتیح آتی ہے۔ ن ہر دو کلمات میں رتیح یعنی ہو کے لفظ میں س بت
کی طرف شرہ ہے کہ نسانی خیالات ور دل ور روح کی بو ور صفت کا رتیح یعنی ہو
کے ساتھ گہر تعلق ہے۔ یہاں یہ بات بھی وضح کردینی لزمی ہے کہ بعض لوگوں کا
خیال ہے کہ س قسم کا باطنی کشف نبیاء ور ولیاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی معین
ور خاص ضروری موقع کے لیے عطا کیا جاتا ہے۔ یعنی نہیں یہ باطنی بصیرت ور شغلی
مال ہر وقت ختیاری طور پر حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن یہ خیال غلط ہے۔ جس طرح
ہمیں دنیا میں مادی حواس دئمی طور پر حاصل ہیں کہ جس وقت ور جہاں چاہیں نہیں
ستعمال رکھتے ہیں ور ن سے ستفادہ حاصل کرتے ہیں۔ ہاں یہ ور بات ہے کہ
اللہ تعالیٰ بعض باتیں پنے خاص مقبول بندوں سے مصلحتاً چھپا رکھتا ہے۔ جیسے کہ گھر
کا مالک پنے گھر کے بندوں سے بعض چیزیں چھپا رکھتا ہے۔ یہ بعض مور مصلحتاً ن
سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ یہ بعض دفعہ نسان یک طرف دیکھ رہا ہوتا ہے تو دوسری طرف
کی چیزیں س کی نظروں سے وجھل ہو جاتی ہیں۔

نسان خواہ باطن میں خواص نبیاء عظام ہوں یا ولیاء کرم ور خواہ ظاہرین عوم
ہوں ن کے علوم ور حواس کا دئرہ محدود ہو کرتا ہے۔ ور خواہ کوئی نسان کتنا ہی
عظیم المرتبہ ور منزہ صفت کیوں نہ ہو جائے ور کتنا ہی اللہ تعالیٰ کے قریب ور اس
سے واصل ہو جائے اور س کی ذات میں فنا ور بقا حاصل کر کے س کے ساتھ زندۂ
جاوید ہو جائے وہ پھر بھی حدوث ور مکان کے داغ سے داغدار رہتا ہے۔ ور یہ
داغ ہمیشہ کے لیے س سے کبھی نہیں مٹ سکتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں پر
گاہ گاہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی، صفاتی، فعالی ور نعالی تجلیات کا نزول ہوتا ہے۔ ور وہ
حسب حیثیت پنے باطنی ظرف کے مطابق اللہ تعالیٰ کے نور کا نعکاس قبول کرتے
ہیں۔ س سے اللہ تعالیٰ کے ن مقبول بندوں پر س خاص حالت میں اللہ تعالیٰ کا
طلاق ہو سکتا ہے ور ن کے قول، فعل ور عمل کو اللہ تعالیٰ کا قول، فعل ور عمل کہہ سکتے

ہیں ۔لیکن اللہ تعالی پر کسی حالت میں بندے کا طلاق نہیں ہوسکتا۔ س سے قرآن کریم میں آیا ہے۔۔۔عربی۔۔یعنی وہ وگ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالی مسیح بن مریم بن گیا ہے۔یعنی اللہ تعالی مسیح بن مریم کے نسانی روپ میں آ گیا۔ برخلاف س کے گر یوں کہا جاتا کہ جیسے بن مریم نے خدا ئی نور ور روح قدس سے بھر کر خدا ئی کام کیے تو یہ کفر کی بات نہیں۔ ول مذکر وگ حلول کے قائل ہیں۔ ور یہ نیو مذہب ہل وتار کا ہے جو کہتے ہیں کہ خدا کبھی کبھی نسانی جیس میں دنیا میں آتا ہے۔ ور موخر الذکر وگ س عتقاد کے قائل ہیں جو صحیح بخاری کی س حدیث سے واضح ہے۔۔۔۔عربی۔۔۔ترجمہ۔ بندہ زئد عبادت ور اطاعت سے میرے نزدیک ہوجاتا ہے۔یہاں تک کہ میں س کی آنکھیں ہوجاتا ہوں۔وہ مجھ سے دیکھتا ہے۔ ور س کے کان بن جاتا ہوں۔وہ مجھ سے سنتا ہے۔ ور س کے ہاتھ ہوجاتا ہوں۔وہ مجھ سے پکڑتا ہے۔ ور س کی زبان ہوجاتا ہوں وہ مجھ سے بولتا ہے۔ قرآن کریم میں بھی س حدیث کے مطابق آیتیں موجود ہیں۔ ۔۔عربی۔۔یعنی میرا نبی ہو سے نہیں بولتا۔ بلکہ س کا بولنا عین للہ تعالی کی وحی ور لقاء ہے۔۔۔۔عربی۔۔۔ترجمہ۔ ے میرے نبی! تو نے کافروں کی طرف کنکریاں نہیں پھینکی تھیں بلکہ وہ خود اللہ تعالی نے پھینکی تھیں۔۔عربی۔۔۔ترجمہ۔ ے میرے نبی! جو وگ تیری بیعت کرتے ہیں وہ عین اللہ تعالی کی بیعت کرتے ہیں۔کیونکہ اللہ تعالی کا ہاتھ تیرے ہاتھ کے وپر ہے۔سو س قسم کا عتقاد آیات ور حادیث سے صحیح ور درست ثابت ہے۔

گفتہ و للہ بود
گرچہ ز حلقوم عبد للہ بود
تا کہ خود بد ہم نشینی با خدا
و نشیند در حضور ولیا

ویا اللہ و اللہ ولی

ہیچ فرقے درمیاں نہ بود رو

ترجمہ۔ س کا کہنا اللہ کا کہنا ہوتا ہے۔ چ ہے وہ اللہ کے بندے کی زبان سے د ہو۔ جو اللہ تعالی کی بارگاہ میں بیٹھنے کا آرزومند ہے وہ س کے میاء کی مجلس میں بیٹھتا ہے۔

ور کسی بزرگ کا یہ قول س کے مطابق ہے۔

مردان خدا خد نہ باشند

لیکن زخد جد نہ باشند

ترجمہ۔ خد کے مقبول بندے خد تو نہیں ہوتے لیکن وہ خد سے جد بھی نہیں ہوتے۔

جس کا ردو ترجمہ یوں کیا گیا ہے۔

آدم کو خد مت کہو آدم خد نہیں

لیکن خد کے نور سے آدم جد نہیں

حضرت یعقوب علیہ السلام کے مصر سے پیراہن یوسفی کی بو معلوم ور محسوس کرنے کے ضمن میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کا متعلق کوئی علم نہ تھا۔ اگر علم ہوتا تو کنعان کے کنوئیں میں سے نہیں جا کر کیوں نہ نکال لائے۔ سو یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی نسبت س قدر علم تو ضرور تھا کہ نہیں بھیڑیوں نے نہیں کھایا بلکہ وہ زندہ ہے۔ س لیے آپ نے بیٹوں کے ن بہانے کو جھٹلاتے ہوئے فرما دیا تھا کہ۔۔۔عربی۔۔ترجمہ۔یعنی یوسف علیہ السلام کو بھیڑیے نہیں کھا گئے بلکہ تم پنی طرف سے جھوٹا منصوبہ بنا لاتے ہو۔ ور دوسری بار جب آپؑ پنے بیٹوں کو غلہ لانے کے لیے مصر بھیج رہے تھے تو نہیں یہ تلقین فرمائی کہ۔۔۔عربی۔

جذب مقام ذات میں واصل رہتے ہیں۔ یعنی نفی ذات اور [illegible]

مقام ذات سے واصل ہو جاتے ہیں۔ اس وقت وہ پہنچتے ہیں۔ وہ جب

[illegible] بندگی کا [illegible] ہوتا ہے۔ [illegible]

یعنی اے فرزند جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی بنیامین کو ڈھونڈو اور اللہ تعالیٰ
کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا تھا کہ ---عربی--- یعنی
عنقریب اللہ تعالیٰ ہر دو یوسف اور اس کے بھائی کو لا کر مجھے ملا دے گا۔ یعقوب علیہ
السلام باوجود علم غیبی اور کشف باطنی کچھ تو بسبب ضعف بشری اندیشہ ناک اور تذبذب
میں رہے۔ اور کچھ اللہ تعالیٰ کے امتحان صبر سے خائف تھے۔ اور فرماتے رہے۔
فصبر جمیل صبر ایک عمدہ فعل ہے۔ ورنہ آپ اپنے گھر میں ہر وقت یوسفؑ کی باتیں
کرتے رہتے کہ اب وہ فلاں جگہ ہے اور فلاں کام کر رہا ہے۔ اور بھائی آپ کی ان
باتوں کو آپ کے جنون اور مالیخولیا سے تعبیر کرتے۔ حالانکہ وہ صحیح کشف ہوتا۔
یعقوب علیہ السلام کا یہ امتحان کا معاملہ بعینہٖ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرح
تھا کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو وحی فرمائی کہ اپنے بچے کو
صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دے تو ساتھ ہی یہ بھی وعدہ فرما دیا تھا
کہ ---عربی--- یعنی ہم اس بچے کو پھر تمہارے پاس زندہ سلامت پہنچا دیں گے
اور اسے پیغمبر بنائیں گے۔ لیکن باوجود اس صحیح بشارت اور باطنی بصارت کے اس کا
دل بے قرار اور بے صبر رہا۔ ---عربی--- موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دل تمام بے
قرار ہو کر سارا معاملہ ظاہر کر دیتی اگر ہم اس کا دل مضبوط نہ کرتے۔ تاکہ ہمارے
وعدے پر اسے ایمان اور اطمینان ہو۔ سو پیغمبروں اور اولیاء کو باوجود کشف صحیح اور
بصارت باطنی پھر بھی بسبب ضعف بشری خدشہ اور اندیشہ لاحق رہتا ہے۔ اور داغ
بشریت کسی وقت انسان سے دور اور زائل نہیں ہوتا۔ اور یہی وہ چیز ہے جو عبد کو معبود
اور بندے کو خدا سے جدا اور ممیز کرتی ہے۔ اگر خدا کے خاص بندوں کو علم غیب حاصل

نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی کیوں فرماتے۔۔

عربی۔۔ترجمہ۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا میں (اپنے خداداد علم سے) تمہیں بتاسکتا
ہوں کہ جو کچھ تم اپنے گھروں میں روز کھایا کرتے ہو۔ اور جو کچھ تم آئندہ کے
لئے ذخیرہ جمع رکھتے ہو۔ غرض اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو اپنے اوپر قیاس نہیں
کرنا چاہیے جیسا مولانا روم صاحب فرماتے ہیں۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر
آں یکے شیر است کہ مردم می درد
ویں دگر شیر است کش مردم خورد
گر بصورت آدمی انساں بدے
احمدؐ و بوجہل ہم یکساں بدے

سو ذکر میں اصل معاملہ دل کا ہے۔ ظاہری صورت اور خالی زبانی ذکر کا کچھ اعتبار
نہیں ہے۔ بہت لوگ ساری رات زبانی ذکر کیا کرتے ہیں لیکن ان کا دل ذکر سے
غافل ہوتا ہے اور بعض ایسے عارف کامل ذاکر ہیں جو مطلق زبان نہیں ہلاتے۔ لیکن
ان کا لطیفہ دل ذکر اللہ سے گویا ہوتا ہے۔

بدل بذکر حق باش ورنہ طوطی ہم
بصوت و حرف خدا را کریم می گوید

محبان حق اور عارفان ہی کا ہر ایک سانس گویا محبت اور شوق ہی سے بھرا ایک
باطنی پیغام اور روحانی پرواز ہوتا ہے۔ جو تار برقی اور وائرلیس کی طرح اللہ تعالیٰ کی
پاک بارگاہ میں جا پہنچتا ہے۔ اور ذاکر کی طرف سے اپنے شوق اور محبت کا عرض حال
گذارتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے قرب وصال اور مشاہدے کے نور سے بھر آتا ہے۔ اسی
طرح ذاکر مذکور، عبد معبود اور محب اور محبوب کے درمیان فاذکرونی اذکرکم (تم مجھے

یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا) کی تاریخی اور یحبہم و یحبونہ (محبت کرتا ہے اللہ ان سے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں) کی اصلی رو جاری رہتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ دل سے ہزار

[illegible]

دفعہ اللہ تعالیٰ کا نام اور زبان سے ایک دفعہ اللہ کہے۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہے۔ لوگ ہزاروں لاکھوں دفعہ اللہ اللہ کرتے ہیں۔ انگلیاں تسبیح کے دانے اور منکے پھیرتے پھیرتے تھک جاتی ہیں۔ اور تسبیح کے تاگے ٹوٹ جاتے ہیں لیکن دل کو آگاہی اور خبر بھی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ میر صاحب فرماتے ہیں۔

ہر چند کہ طاعت میں ہوا ہے تو پیر
یہ بات مری سن کہ نہیں بے تاثیر
تسبیح بکف پھرنے سے کیا کام چلے
منکے کی طرح من نہ پھرے جب تک میر

یہ فقیر ایک دفعہ رمضان کے آخری عشرے میں ایک مسجد کے اندر معتکف تھا۔ وہاں ایک اور شخص بھی اعتکاف کی نیت سے مقیم تھا جو ہر شب بیدار رہ کر سختی معمول ہوتا تھا۔ عشاء سے لے کر صبح تک ساری رات اللہ اللہ کیا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے اس سے پوچھا کہ بندۂ خدا! تم بہت محنت کرتے ہو۔ اس نے مجھے بتایا کہ مجھے اپنے مرشد نے بارہ ہزار دفعہ اللہ اللہ پڑھنے کا روزانہ امر فرمایا ہے۔ سو میں بمشکل ساری رات میں اس کو ختم کرتا ہوں۔ میں نے پھر اس سے دریافت کیا کہ تم نے کتنے

عرصے سے یہ محنت شروع رر رکھی ہے۔ س نے جوب دیا کہ تقریباً دس سال سے

روز نہ بد ناغہ یہ محنت ور مجاہدہ رر رہا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ س محنت کا کوئی پھل

ور س مجاہدے کا کوئی مشاہدہ بھی تمہیں باطن میں حاصل ہے یا نہیں۔ س نے کہا

کہ کچھ نہیں۔ صرف س قدر ہے کہ مرشد کا مر پورا رر رہا ہوں ور جس روز یہ مر پورا

ہو جاتا ہے س روز نفسیاتی ثر کے تحت دل خوش ور مطمئن رہتا ہے کہ فرض دا ہو گیا

ہے۔ ور گر کوتاہی ہو جائے تو دل پریشان رہتا ہے۔ میں نے کہا۔ میاں! تمہاری

محنت تو بڑی ہے لیکن مزدوری خاک ور صفر ہے۔ س نے کہا کہ مرشد کا فرمان پورا

رنا فرض ہو رتا ہے۔ میں نے کہا یسے بے ثر ور بے نتیجہ فرمان سے کیا حاصل۔

خیر وہ بے چارہ پنے کام میں لگا رہا ور میں نے س سے زیادہ چھیڑنا مناسب نہ سمجھا۔

یسے ہزاروں لوگ بے جا ور بے طریقہ رائیگاں سخت محنت ور ریاضت رتے ہیں

ور نہیں مقتضائے حالات ناصبہ سوائے محنت ور تھکاوٹ کے ور کچھ حاصل نہیں

ہوتا۔ اللہ تعالیٰ حی قیوم زندہ ور پائندہ ذات ہے۔ ور وہ سمیع بصیر یعنی شنوا ور بینا

ہے۔ ور نیز قریب مجیب یعنی قریب ور جواب دینے والا ور قبول رنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات (معاذ اللہ) کوئی ٹھوس جامد بت نہیں کہ بندہ سے پکارے یا اللہ

ور وہ جواب نہ دے لبیک یا عبدی یعنی ے بندے میں حاضر ناظر ہوں اور کوئی وجہ

نہیں کہ نسان س کی خالص عبادت رے یا س کے نام پر پاک اور طیب مال بے

ریا دیوے اور اللہ تعالیٰ غنی ور ریم ہونے کے باوجود سے معاوضے ور نعام سے

سرفراز نہ فرماوے۔ جس ذکر، فکر، دعا، عبادت ور خیرات وصدقات پر فوری ثر ور

نتیجہ مترتب نہ ہو ور بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے س کی بابت خواب، مراقبے یا

بیداری میں کوئی علام یا لہام نہ ہو تو سمجھو کہ وہ دعا، صدقہ ور عبادت وغیرہ قبولیت

کے درجہ کو نہیں پہنچی ور ن کی شرائط ور لوازمات وغیرہ میں کوتاہی رہ گئی ہے۔ ور

بسبب باطنی نقص ور عیب وہ چیز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت حاصل نہیں ر سکی۔

اور نہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو ہر عمل اور ہر عبادت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے طرح طرح کی بشارتیں اور غیبی اشارتیں پہنچتی رہتی ہیں۔۔۔عربی۔۔ترجمہ۔ تحقیق وہ لوگ جنہوں نے اقرار کیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس اقرار پر عملی طور پر بھی قائم رہے۔ تو ہم ان پر فرشتے نازل کرتے ہیں۔ جو انہیں بشارتیں دیتے ہیں کہ کسی قسم کا غم اور خوف نہ کرو۔ اور جنت کی بشارت سے خوش رہو جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ ہم یہاں دنیا میں اور نیز آخرت میں تمہارے یار و مددگار ہیں۔

انسان کو چاہیے کہ عبادت، طاعت، دعوت اور ذکر فکر میں حضور دل کو ضروری اور لازمی جانے۔ اپنے سانس اور دم پر نگاہ رکھے کہ کوئی دم اور سانس ذکر اللہ کے بغیر نہ نکلے۔ کیونکہ جو سانس اللہ تعالیٰ کے خیال اور تصور سے نکلتا ہے وہ ایک گوہر بے بہا بن کر ذخیرہ آخرت میں جمع ہوتا ہے۔

ہر دمے کہ میرود نفسے ز عمر گوہریست
کاں را خراج عمر دو عالم بود بہا

ترجمہ۔ زندگی کے ہر دم کا جو سانس جاتا ہے وہ ایک ایسا گوہر ہے جس کی قدر و قیمت دونوں جہاں کی عمر کے برابر ہے۔

کیونکہ جو دم گذر جاتا ہے وہ ہاتھ سے نکل جاتا ہے اس کا واپس آنا محال ہے۔ اور جو آئندہ آنے والا ہے خدا جانے وہ آئے یا نہ۔ غرض دم ماضی اور دم مستقبل ہر دو خفیہ اور اعتبار سے باہر ہیں۔ انسان صرف اسی ایک ہی دم کا مالک ہے جو زمانہ حال میں جاری ہے۔ اگر یہ دم اللہ تعالیٰ کے خیال خاص اور ذکر باخلاص سے نکل گیا تو یہ سمجھو کہ گوہر بے بہا بن گیا جس سے دارین کی دولت اور کونین کی سعادت خریدی جا سکتی ہے۔ اور اگر یہ دم غفلت میں گذر گیا یعنی نفس و شیطان اور دنیا کے خیال میں گذر گیا تو یہ جانو کہ یہ دم نہیں تھا جو ہوا میں اڑ گیا۔ بلکہ دار آخرت اور عالم عقبیٰ میں ابدی عذاب اور ازلی آلام کا پہاڑ بن کر ٹوٹ پڑے گا۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ دم

کی قدر جـ نے۔

نگہدر دم ر کہ عم دمے ست
دمے پیش دنا بہ ز علمے ست
سکندر کہ بر علمے حکم دشت
در آں دم کہ بگذشت عم گذشت
میسر نہ بودش کہ زو علمے
ستنند و مہلت دہندش دمے

ترجمہ۔ پنے دم (سنس) کی حفظت کر کیونکہ دنیا بھی یک دم ہی ہے۔ ور دنا
کی نظر میں یک دم بھی عم سے بہتر ہے۔ سکندر جو دنیا کا حکمرن تھ۔ جس وقت وہ
فوت ہو س نے دنیا کو چھوڑ دیا۔ سے یہ بت حاصل نہ ہوسکی کہ س سے دنیا کا
یک قطعہ لے کر (س کے بدلے) مزید پل بھر کی مہلت مل جئے۔

کہتے ہیں کہ یک بزرگ کا پنے حباب، مریدوں کے ہمرہ چند قبروں پر گذر
ہو۔ آپ وہں فتحہ پڑھنے کے لیے چند منٹ ٹھہرے ور بعدہ ن کے حول کی
طرف متوجہ ور مرقب ہوئے جب آپ مرقبے سے فرغ ہوئے تو آپ نے یک
درد بھری آہ نکلی ور آبدیدہ ہوئے۔ مریدوں نے دریفت کیا کہ جناب یہ کیا
حلت ہے۔ فرمیا کہ یہ چند قبریں جن لوگوں کی ہیں۔ یہ دنیا میں بڑے زہد، عبد ور
پرہیزگار گذرے ہیں۔ لیکن دنیا میں معدودے چند دم ور سنس ن کے اللہ کی یاد
سے غفلت میں گذر گئے تھے۔ ن چند دموں ور سانسوں کی نسبت ن کے دلوں
میں س قدر حسرت ور رمن ہے کہ گر ن میں سے یک ہل قبر کی حسرت ور
ندمت نکال کر تم سب کے دلوں میں تقسیم کر کے ڈل دی جئے تو خدا کی قسم تم سب
پاگل ور دیونے ہو جؤ گے۔ غرض موت کے بعد نسن کو اس بت کا غم نہیں ہوتا
کہ وہ پنے پیچھے عزیز بچے، پیری بیوی، بھائی بہن، دوست آشنا، مل و دولت،

پیار وطن ورگھر بار وغیرہ چھوڑ آیا ہے۔ سے جب معلوم ہوتا ہے کہ بازار آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ذکر، یاد الٰہی اور طاعت وعبادت کے غیر اور کوئی دام نہیں چلتا۔ ور نہ اس سے بچے سکے کے بغیر کوئی کام نکلتا ہے تو نہیں اگر کوئی غم اور درد ہوتا ہے تو صرف اس بات کا ہوتا ہے کہ ہائے عمر گزراں مایہ کی وہ زریں قیمتی گھڑیاں اور تار تنفس کی سنہری کڑیاں ہاتھ سے نکل گئی ہیں۔ جن کے ایک ایک تار تنفس میں زندگی کا اصلی گوہر مقصود پرویا ہوا تھا۔ صد افسوس، دن رات میں چوبیس ہزار دم حاصل تھے۔ ور ہر دم میں اللہ تعالیٰ کے قرب، مشاہدے اور وصل وصال کے موقعے شامل تھے۔ اب ان میں سے ایک بھی واپس ہاتھ آنے کا نہیں۔ ہائے غفلت اور نادانی۔ اب وہ چابی گم ہو گئی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے قرب کا دروازہ کھولا جا سکتا ہے۔

دلا تو غافلی از کار خویش و اے ترسم
کہ کس درت نہ کشاید چو گم کنی مفتاح

غرض اس عمر عزیز اور اس کے قیمتی اور زریں دموں کی قدر و قیمت موت کے بعد معلوم ہوگی جب کہ یہ ہاتھ سے نکل جائے گی۔ اور نادان انسان بے چارہ غفلت کا مارا زار زار پکارے گا۔۔۔۔ عربی۔۔۔ یعنی ہائے افسوس اس بات پر کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے قرب میں کس قدر کوتاہی کی۔ اور میں نے تو ٹھٹھے اور مسخری میں عمر گزار دی۔

سو اے عزیزو! ان چند دموں کو جو تمہیں اس زندگی میں حاصل ہیں، غنیمت جانو۔ اگر ان میں سے ایک بھی اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزر گیا تو تمام دنیا کی بادشاہی سے بہتر ہے۔ خاقانی مرد حقانی نے کیا اچھا کہا ہے

[illegible]

[illegible]۔۔۔۔۔

چں زی ۳۰ ساں یں معنی محقق شد بخ قانی
کہ یک دم ب خد بودن بہ ز ملک سلیمانی

ترجمہ۔خ قانی کوتیس سال بعداس حقیقت کاعلم ہو کہ یک دم ب خد رہنا سلیمان کے ملک سے بھی بہتر ہے۔

ے مرد خد عقل سے کام ے۔دم کے ں گر ں مایہ کوفضول ور دبی شغل ورلہوو عب میں ضائع نہ کر۔ورنہ سخت پچھت ے گا۔ ن نی زندگی کا اصل مقصد عب دت اورمعرفت ہے۔جیس کہ رش د ربانی ہے۔۔۔عربی۔۔۔یعنی ہم نے جن ور ن ن نہیں پید کیا مگراس ے کہ وہ ہم ری عب دت کریں۔ ور عب دت کا مقصد معرفت ہے جیس کہ س حدیث قدسی سے ظ ہر ہے۔۔عربی۔ترجمہ۔ اللہ تع لی فرم تے ہیں کہ میں یک مخفی خز نہ تھ۔پس میں نے چ ہ کہ میں پہچ ن جاؤں۔تو میں نے (پنی معرفت ور پہچ ن کے ے)مخلوق کوپید کیا۔ ورنیز زل کے روز جب اللہ تع لی نے رو ح مخلوق کومخ طب کر کے فرم ی۔۔عربی۔۔کی میں تمہ ر رب نہیں ہوں۔تو اس زب نی (Oral)سو ل سے بھی اللہ تع لی کی غرض وغ یت پنی معرفت ورپہچ ن معلوم ہوتی ہے۔کہ آی تم مجھے پن رب ج نتے ہو ی نہ۔تو ارواح نے جواب دی ۔بلی ۔یعنی ہم پہچ نتے ہیں کہ تو ہم ر رب ہے۔غرض مخلوق کی پیدائش کا اصلی مقصد اللہ تع لی کی معرفت ورپہچ ن ہے۔بعض ن د ن حریص،کورچشم ط لب دنی وحصول مع ش کوہی زندگی کا صلی مقصد اورعب دت خی ل کرتے ہیں۔ ور کہتے ہیں کہ یہ خدمت خلق ہی صلی عب دت ہے۔ ورنم ز،روزہ،تلاوت،ذکر،فکر ور عب دت وط عت کوتضیع وق ت ور رہب نیت کی مشق خی ل کرتے ہیں۔ح لانکہ اللہ تع لی نے س بقہ آیت کے دوسر ے حصے میں ن کے س دعوی کو ص ف طور پر رد کردی ہے۔ ور۔۔۔۔عربی۔۔۔کے بعد صریح طور پر فرم ی ہے۔۔۔۔عربی۔۔۔ترجمہ۔ ہم ر منش ء ن سے رزق پید کرنے کا ہر گز نہیں ہے ورنہ ہم ری یہ خو ہش ہے کہ وہ

ہماری مخلوق کو طعام پہنچاتی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ خود رزق مطلق اور زبردست قوت اور طاقت والا ہے۔ یعنی وہ تمام مخلوق کیا چرند اور کیا پرند، کیا جن اور کیا انس، سب کو رزق پہنچانے سے عاجز اور معذور نہیں ہے۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار
شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرمان نہ بری

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو انسان اور جنات کے رزق اور پرورش کی خدمت پر لگا دیا ہے مگر انسان اور جنات کو محض اپنی عبادت اور معرفت کے لیے پیدا کیا ہے۔۔۔ عربی۔۔۔ یعنی اے میرے بندو! آسمان اور زمین کے اندر جس قدر چیزیں موجود ہیں وہ سب میں نے تمہارے لیے پیدا کی ہیں۔ لیکن تمہیں اپنے لیے پیدا کیا ہے۔

کارساز ما بفکر کار ما ست
فکر ما در کار ما آزار ما ست

۔۔۔عربی۔۔۔ ترجمہ۔ اور کوئی نہیں پاؤں چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اس کی روزی۔ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ انسان کے وجود میں روح ہو کے ذریعے پھونکی گئی۔ اور روح جب آدم کے وجود میں داخل ہوئی تو اس نے اسم اللہ کہا۔ سو انسان کی فطرت اور خلقت کی بنیاد اسم اللہ کے نور سے پڑی ہے۔ اور اپنی اس اصل کی طرف رجوع کرنا اور اس حقیقی سرشت کے ساتھ موافقت پیدا کرنا، اور اپنے آپ کو اپنے اصل اور معدن تک پہنچانا یعنی ذکر اللہ سے مذکور اللہ تعالیٰ تک اور اسم سے مسمیٰ تک پہنچنا اس کا حقیقی فطری فعل اور زندگی کا اصلی مقصد ہے۔ انسان کے اندر ہر وقت کسی نہ کسی شے کی یاد اور ہر وقت خیالات اور اذکار کا تسلسل اسی اسم اللہ ذات کے تاثرات اور مقتضیات سے ہے۔ سو انسان کی سرشت اور فطرت میں اسم اللہ کا

نور اور اس کا ذکر بطور تخم ودیعت رکھ دیا گیا ہے۔ انسان فطرتاً اپنے خالق و مالک کے ساتھ

محبت کا باعث بنتا ہے

اسی مخفی باطنی رابطے اور غیبی رشتے کے ذریعے وابستہ ہے۔ اسی سے ہر مذہب خصوصاً مذہب اسلام کے تمام دینی ارکان اور شرعی اعمال مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور کلمہ وغیرہ کا دارومدار اور انحصار اسم اللہ اور ذکر اللہ پر ہے۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ اسلامی فطرت لے کر دنیا میں آتا ہے۔ اور نیز اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی اسی کی تائید میں ہے---عربی---ترجمہ۔ پس تو اپنا رخ دین حنیفی یعنی توحید کی طرف پھیر جو کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ازلی اور اصلی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ سو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اس ازلی فطرت اور اصلی خلقت میں تبدیلی واقع نہ ہو۔ یہی ہے دین محکم اور مضبوط۔ لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔ غرض اسلام وہ خاص حقیقی اور اصل توحیدی دین ہے جس کا تخم اللہ تعالیٰ نے روز ازل سے بطور امانت ودیعت انسان کی سرشت اور پیدائش میں رکھ دیا ہے۔ پس اسی اصلی ودیعت کے سلامت رکھنے کا نام اسلام ہے۔ اور اسی ازلی امانت کا ناموس اور محفوظ رکھنا عین ایمان ہے اور اسی فطرت کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے---عربی---یعنی ہر بچہ جس وقت پیدا ہوتا ہے تو اس کی فطرت اسلام پر ہوتی ہے۔ لیکن اس کا جد امجد والدین اسے یہودی، نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ یعنی والدین اپنے آبائی اور تقلیدی دین کا طوق اس کے گلے میں

ڈل ر ہے مشرک بنا یتے ہیں۔ ور یہی شیطن کا بڑ زبردست حیلہ ور فریب ہے
کہ وہ نسن کی صلی دینی فطرتی ور زنی مذہبی خلقت کو بگاڑ دیتا ہے۔
---عربی---ترجمہ۔ ور شیطن نے اللہ تعالیٰ کو جوب دیا کہ میں تیرے
بندوں میں سے یک بڑے حصے کو پکڑوں گا۔ ور نہیں گمرہ کردوں گا ور نہیں طرح
طرح کی جھوٹی تسلیاں دوں گا۔ ور سبز باغ دکھاؤں گا۔ ور وہ ان جاہل حیونوں
کے کان کتر ڈلیں گے (یعنی نہیں پنے تقلیدی دین کا حلقہ بگوش ور تابعدر بنا
ڈلیں گے) س کے بعد نہیں مر کروں گا۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کی صلی خلقت کو بگاڑ کر
رکھ دیں گے۔ آیت-----عربی--- ور حدیث--عربی--- میں جس
فطرت دینی ور سرشت زنی کی طرف شرہ ہے۔ وہ نور پیدئشی طور پر بچپن میں
نبچے کے حوس سے ٹپکتا ہے س سے بچہ کائنات کی جملہ شیء کو پنے حقیقی رنگ میں
دیکھتا ہے۔ سی فطرتی نظرے کی آرزو میں بعض ہل اللہ نے یہ دعا مانگی ہے---
عربی---یعنی ے اللہ ہمیں چیزیں پنے صلی رنگ میں دکھا۔ سی بچپن کے پر
لطف، سرور نگیز ور حسین ور رنگین زمانے کو یاد کر کے ہر شخص فسوس ور رمان کرتا
ہے۔ نسان جب معصوم بچہ ہوتا ہے تو گویا بھی تک س کی روح پنے آدم علیہ
سلام کے زنی ورثے یعنی بہشت کا حقدر ور مستحق ہوتی ہے۔ ہذ س کے سے
ماں کی چھاتیوں سے دودھ ور شہد کی نہریں جاری کردی جاتی ہیں۔ لیکن جونہی وہ شجر
ممنوعہ کے قریب جاتا ہے ور دنہ گندم کھانے لگ جاتا ہے تو س پر پنے فطرتی ور
زنی بہشت کے دروزے بند کر دیے جاتے ہیں۔ سو بچے کی صلی ور زنی فطرت
اللہ تعالیٰ کی یاد ور ذکر سم اللہ ذات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس وقت بچہ پیدا ہوتا ہے
تو س کے کان میں ذن پڑھی جاتی ہے ور للہ تعالیٰ کا نام و ذکر اللہ یاد دلا کر سے
پنی صلی زنی فطرت کی طرف رغب ور مائل کیا جاتا ہے۔ یعنی س کے تخم سم اللہ
ذات پر ذکر اللہ کے آب حیات کی ترشح کی جاتی ہے تاکہ مقام دنیا میں پنے اصل

کی طرف رجوع کرے۔ ور جب مرغ روح قفس عنصری سے موت کے وقت
پرو ز کرنے لگتا ہے اس وقت بھی سے پنے اصلی زلی وطن کی یاد دلانے کے لیے
سم اللہ ور ذکر اللہ ور کلمۂ طیب کی تلقین کی جاتی ہے تا کہ وہ پنے صلی ور حقیقی
منزل مقصود کی طرف رجوع کرے۔ ور شیطان سے صحیح رستے ور صراط مستقیم سے
گمراہ نہ کردے۔ ور یک حدیث میں نسان کی پیدائش کے وقت ور نیز موت کے
وقت رونے ور گریہ کرنے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ شیطان س وقت س کی صلی
فطرت دین کو بگاڑنے ور سے گمراہ کرنے کے لیے س پر ہاتھ ڈلتا ہے ور وہ صلی
رہزن نسان سے حقیقی گوہر مقصود زندگی چھیننے کا بتدائی ور آخری حملہ بڑی سختی ور
شدت سے کرتا ہے۔ س لیے طفل روح پیدائش ور موت کے وقت روتا ہے۔

سائنس اور مذہب کا مقابلہ

کس قدر نادان اور غافل ہیں وہ لوگ جو اسم اللہ اور ذکر اللہ کی قدر و قیمت اور اہمیت نہیں جانتے۔ بلکہ الٹا کہتے ہیں کہ مذہب انسان کو محض لفظ اللہ کی طرف بلاتا ہے۔ جو ایک بے ہمہ زندگی ہے۔ یعنی مذہب انسان کو رہبانیت، جمود اور بیداری کی تعلیم دیتا ہے جو کہ قدرت کے عطا کردہ اعضاء اور قویٰ کا انعطال ہے۔ مگر اس کے برعکس سائنس انسان کو عمل اور اللہ تعالیٰ کے مشاہدے کی طرف بلاتی ہے۔ یعنی مادی دنیا اللہ تعالیٰ کا فعل اور عمل ہے۔ اور سائنس اس عمل اور فعل کے مشاہدے کا نام ہے۔ اور یہ اصل خدمت اور غرض زندگی ہے۔ ملاحدہ دہر کا دعویٰ کہ سائنس بنی نوع انسان کے لئے آرائش و آسائش کے سامان مہیا کرتی ہے۔ اور قوم عامہ کی ترقی و بہبودی کا باعث ہے۔ مگر مذہب وضو کرنے، نماز پڑھنے، روزہ، تلاوت، حج، زکوٰۃ، ذکر، عبادت وغیرہ بے اثر اور بے نتیجہ کاموں کا نام ہے جس سے سوائے تضیع وقت کے اور کوئی ٹھوس اور مادی فائدہ نہیں ہے۔ غرض اس قسم کے بے شمار واہیات خرافات، مذہب اور روحانیت کے خلاف کہہ کر خلق خدا کو اپنے خالق اور مالک حقیقی کی عبادت، معرفت، قرب، وصال اور مشاہدے سے روکنے اور باز رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ شیطان کے ہاتھ یہی متاع دنیا ایک بڑا پرفریب کھلونا ہے جس سے وہ طفل مزاج انسانوں کو مادی دنیا کی چند روزہ فانی زندگی کی لذات و ہوا و ہوس اور لہو و لعب میں مبتلا اور فریفتہ کر کے انہیں اور آخرت کی ابدی سرمدی زندگی اور اصلی حقیقی روحانی مسرتوں اور لذتوں سے محروم اور غافل کرتا ہے۔

سچ پوچھو تو اسم اللہ، ذکر اللہ، طاعت اور عبادت ہی محض سعادت دارین اور گنجینہ ہائے کونین کی واحد کلید اور ابدی سرمدی زندگی عشرت جاودانی اور دولت اخروی کا ذریعہ اور وسیلۂ وحید ہے۔ کیونکہ اسم اللہ ذات ہی تمام کائنات کا باعث ایجاد ہے اور یہی اسم پاک تمام آفرینش کا مبداء و معاد ہے۔ افسوس کہ مادہ پرست نفسانی مردہ

دل وگ محض خیوں، وہمی عارضی ورچند روزہ فانی زندگی کی تنگ وتاریک شب یلد میں مادی جسم کے کثیف ںحاف وڑھے ہوئے ورغفلت کی گہری نیند سوئے ہوئے ہیں۔ ورخوب وخیال کے طلسمی جہان کے نظارے میں محو ورمگن ہیں۔ ور س حقیقی روشن ہید ررروحانی جہان کی پ مدر بدی لذتوں ورمسرتوں سے غافل ور بے خبر ہیں۔ جو نسانی پیدائش ورزندگی کی علی غرض ور صل مقصود ہے۔ تمام مادی دنیاو رں کا علم سائنس وردنیوی نفسانی فانی لذتوں ورمسرتوں کے حصول کے سے جدوجہد، تمام دوڑدھوپ ور ساری کوشش محض خدر نی، تحصیل حاصل ور بے سود ہے۔۔۔۔ عربی۔۔۔ ترجمہ۔ پس تو روگردانی کر س شخص سے جس نے ہمارے ذکر سے روگردانی کی ور س نے محض دنیا کی زندگی کو ہی پنا مقصود بنایا۔ یہی ں نادانوں کے علم کی پہنچ ہے۔ لیکن تیرا رب خوب جانتا ہے۔ رستے سے بھٹکنے والوں اور سیدھے رستے پر چلنے والوں کو۔

لذت جہاں چشیدہ باشی ہمہ عمر
با یار خود آرمیدہ باشی ہمہ عمر
چوں آخر عمر زیں جہاں باید رفت
خوابے باشد کہ دیدہ باشی ہمہ عمر

مانا کہ آج کل سائنس کے طلسم ظاہری ورمادے کے حرسامری نے لوگوں کو حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ آئے دن ہم دیکھتے ہیں کہ سائنس کی بدولت نسان ہواؤں میں اڑ رہے ہیں۔ زمین پر لکڑی ورلوہے کے گھوڑے دوڑ رہے ہیں۔ دریاؤں ورسمندروں میں مچھلیوں کی طرح تیرتے پھرتے ہیں۔ مشرق ورمغرب کی باتیں ایک آن میں سنائی دیتی ہیں۔ سائنس گرچہ چند روزہ فانی دنیا میں ظاہری آرام ورآسائش کے سامان مہیا کرنے والی مفید چیز معلوم ہوتی۔۔۔۔

[illegible]

[illegible]

مگر ساتھ ہی اس نے خلق خدا کی تباہی اور ہلاکت کے وہ زمین پوش اور کوہ شکن
اور لرزہ افگن آلات حرب پیدا کیے ہیں کہ تعجب نہیں کہ سائنس جس کو سارا زمانہ ابر
رحمت برسانے والا میکائیل فرشتہ سمجھ رہا ہے وہ قیامت آفرین اسرافیل ثابت ہو جو
اپنے محشر انگیز دم سے کسی دن ساری دنیا کو ایک دم میں عدم کی نیند سلا دے گا۔
دوسری طرف عمل خدا کے مشابہے کا یہ جھوٹا مدعی دن بدن لوگوں کو بیکاری،
سستی اور جمود کی طرف لے جا رہا ہے اور وہ دن دور نہیں جب کہ قدرت الہی اور
حکمت خداوندی میں یہ خواہ مخواہ کا بے جا دخیل بنی نوع انسان کو تعطل اور بیکاری کے
گھاٹ اتار دے گا۔ آج اس کے ہاتھوں دنیا کا کثیر حصہ پریشان اور نادار نظر آ رہا
ہے۔ کیونکہ ہر قسم کی صنعت و حرفت اور زراعت وغیرہ پیشے اور دیگر تمام دستکاری کے
کام جنہیں غریب اور نادار انسان سائنس کے ظہور سے پہلے اپنے ہاتھوں سے کر
کے روٹی کماتے تھے۔ آج سائنس کی بدولت مشینوں کی شکل میں سرمایہ داروں نے
اپنے قبضے میں کر لیے ہیں۔ اور غریب بے چارے بیکاری اور بے روزگاری کا شکار
ہو کر بھوک سے بلک رہے ہیں اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ سائنس کا کیا یہ
تھوڑا ظلم و ستم ہے کہ مذہب نے جو معیار مساوات تمام بنی نوع انسان کے درمیان
بلا تمیز رنگ و نسل قائم کیا تھا سائنس نے اس سارے صحیح اور درست نظام کو بگاڑ کر
مسخ کر دیا ہے۔ اور تمام دنیا کا اقتصادی، معاشی، اخلاقی اور مذہبی شیرازہ بکھیر کر رکھ
دیا ہے۔ مانا کہ سائنس ایک علم و حکمت ہے لیکن حریص نفسانی قوموں کی جوع
الارض نے سائنس جیسی عزیز اور شاندار حکمت کو ایک عالمگیر لعنت بنا دیا ہے اور
لعنت پر لعنت بڑھا رہی ہے۔ خلق خدا کی خدمت کی بجائے اسے عالمگیر ہلاکت اور
تباہی کا سامان بنا دیا ہے اور دن بدن ایک خطرناک صورت اختیار کرتی جا رہی ہے

کہ س زمانے کے ن تمام شعبوں کو پنی حکمت ہی ن پر قیامت ڈھانے کا باعث بنے گی ور انہیں تباہ و برباد کر دے گی۔

فرض کیا کہ سرمایہ دار قوم آج کل سائنس کے پیدا کردہ سامان حرب و آلات جنگ کے ذریعے ساری دنیا کے مالک ہو گئے۔ اور ن قارونوں ور شدادوں نے دنیا کے تمام مزروجواہر جمع کر کے ور آسائش ور آرائش اور دنیوی عیش وعشرت کے عدیم مثال سامان مہیا کر رکھے ہیں ور چند روز کے لئے پنے ہم جنس بنی نوع نسان کو پنا غلام ور محکوم بنا لیا ہے۔ یہ زرخرید، عارضی چند روزہ فانی قوت ور طاقت کو خاک پا سمجھ رہی ہے جس کی بنا مکڑی کے جالے ور تار عنکبوت کی طرح کمزور ہے۔ جسے قدرت کا مہلک و منتقم ور جابر ہاتھ یک معمولی سی جنبش سے مٹا کر رکھ دے گا۔ اور نیست و نابود کر دے گا۔

خون کے دریا جب عالم تہہ و بالا ہوئے
ہے ستم گر کس سے دو دن حکومت کے لیے

مادے کی مردود عارضی حکومت، سائنس کی جھوٹی سلطنت ور سرمایہ داری کا باطل راج دنیا میں س وقت رواج پاتے ہیں جب دنیا سے مذہب اور روحانیت کی سچی طاقتیں مفقود ہو جاتی ہیں ور لوگ خدائی ہتھیاروں سے تہی دست ہو جاتے ہیں۔ مبارک تھا وہ زمانہ جب کہ روحانیت کا سچا سلیمان وہ باطنی نگوٹھی پہنے ہوئے تھا جس پر اللہ کا سم عظیم منقوش تھا جس کی بدولت تمام دنیا مذہب ور روحانیت کے زیر نگیں تھی۔ ور دنیا یمان کے دارالامان ور سلام کے دارالسلام میں یک عام خوت ور عام گیر مساوات کے تحت امن اور آسائش کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ لیکن جس روز سے وہ سلیمان اپنی باطنی نگوٹھی کھو بیٹھا۔ تب سے مادے کے دیو لعین ور سرمایہ داری کے عفریت آتشیں نے عنان حکومت سنبھال لی ہے ور سی دن سے نفسانی ور شیطانی حکومتیں قائم ہوئی ہیں۔ جس نے خلق خدا پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ خر

سیست کے نت نے کھیل کھیلے جا رہے ہیں۔ ور نی نوع نسان کی غلامی ورمحکومی
کی زنجیریں مضبوط کی جا رہی ہیں۔ سائنس ظاہری ور مادی زیب و زینت کے
سامان مہیا کر کے خلق خدا پر کوئی حسان نہیں کر رہی۔ بلکہ نہیں چند روزہ فانی،
نفسانی ورشہوانی و شیطانی لذت میں منہمک کر رہی ہے۔ ور پنے خالق مالک کی
عبادت ورمعرفت سے دور ور بدی سرمدی زندگی سے غافل کر رہی ہے۔ سائنس
نسان کا تعلق مادے کے خالی ڈھانچے ور مردہ مردار عارضی عنصری بدن ور چھلکے
سے تو جوڑ رہی ہے مگر اس کو تر و تازہ ور زندہ و تابندہ رکھنے والے اصل مغز یعنی روح
ور روحانی دنیا سے س کا رشتہ توڑ رہی ہے۔ مذہب ور روحانیت نسان کی ہر دو
جسمانی و روحانی، ظاہری و باطنی ور دینی و دنیوی غرض زندگی کے تمام پہلوؤں میں
ترقی کے ضامن ہیں۔ مذہب تمام مخلوق کو یکساں طور پر بموجب فرمان ۔۔عربی۔۔
ہر مومن کو بلا تمیز رنگ و نسل بنیادی فطری ور پیدائشی حق آزادی ور مساوات عطا
فرماتا ہے ور بمقتضائے ۔۔۔عربی۔۔ سب سے لائق یعنی اہل قابلیت ور
شرافت کو حق سرداری بخشتا ہے ور حکومت پر مامور کرتا ہے۔ جیسا کہ مر نبویؐ
ہے ۔۔۔عربی۔۔ کہ قوم کا سردار قوم کا خادم ہوا کرتا ہے۔ مذہب ور روحانیت سے
نسان پنے خالق مالک کی عبادت، معرفت، قربت وصال ور مشاہدہ حاصل کرتا
ہے۔ ور اللہ تعالیٰ کے پاک نوری خلاق سے متخلق اور اس کی پاک منزہ صفات
سے متصف ہو کر س کے بے چون و بے چگون، بے مثل و بے مثال ور لم یزل و لا
یزال ذات کے نور میں فنا ور بقا حاصل کر کے س کی بدی ور سرمدی بادشاہی میں
جا داخل ہوتا ہے۔ ور س کی حی قیوم ذات کے ساتھ زندۂ جاوید ہو کر س کے وصال
مشاہدے ور دیدار سے ہمیشہ لطف ندوز رہتا ہے۔

سائنس بذات خود بری چیز نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو یک نفیس علم ور حکمت ہے۔ ور
یک خیر کثیر ہے۔ قصور ن ظالم، سفاک، خود غرض نفسانی سرمایہ دار قوموں کا ہے

جنھوں نے اس علم کو غلط اور برے راستے میں استعمال کیا ہے۔ اور بجائے خدمت
اور آسائش خلق کے اسے کمزور، مظلوم اور بے گناہ مخلوق کی غلامی، افلاس، تباہی اور
ہلاکت کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ ہم صرف ان تخریب کار عناصر کی مذمت کرتے ہیں
جنھوں نے سائنس کو مذہب اور روحانیت کا حریف بنا کر دنیا کے سامنے پیش کرنے
کی ناکام کوشش کی ہے اور اسے مذہبی اور روحانی حقائق کی تائید کی بجائے تردید اور
مخالفت کا ذریعہ بنایا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ دنیا ایک دن سیاست کی ناانصافیوں،
حکومت کی تباہ کاریوں اور سرمایہ داری کی ستم رانیوں سے تنگ آکر خود بخود مذہب
کے دامن اور روحانیت کے دار السلام میں پناہ ڈھونڈے گی۔ اور اس زمانے
کے جابر، قاہر سرمایہ دار اور ستم گر سیاست دانوں اور ڈاکو ڈکٹیٹروں کی حکومت کا جوا
گلے سے اتار کر دور پھینک دے گی۔ اور بموجب اصول ـــ عربی ـــ ہر چیز کی
نہایت اس کی ابتدا کی طرف رجوع ہو جاتی ہے۔ دنیا پھر ابتدائی زمانے کی طرح
خادم خلق، مشفق، مہربان، رحم دل، سراپا رحمت و شفقت مذہبی پیشواؤں اور روحانی
رہنماؤں کے دامن میں چھپ کر پناہ ڈھونڈے گی اور اصلی امن اور حقیقی چین پائے
گی۔ وہ دن دور نہیں جب کہ خود سائنس اور فلسفہ عنقریب جب اپنے انتہائی عروج
اور آخری کمال پر جا پہنچے گا۔ مادی علوم کے یاجوج ماجوج جب قاف قلب کو سوہان
زبان سے چاٹ چاٹ کر اور سائنس کے تیشوں سے کاٹ کاٹ کر اس میں راستہ اور
روزن نکالنے سے عاجز آجائیں گے۔ اس وقت ان پر بسم اللہ کے اصلی کار گر اوزار
کار نکل جائے گا۔ اور وہ اس سد سکندری پر انشاء اللہ کی ضرب کاری لگائیں گے تو
دنیا اس وقت مذہب اور روحانیت کے زیر نگیں ہو جائے گی اور مادی عقل کا دجال مسیح
روحانیت کے ہاتھوں مغلوب اور محکوم ہو کر فنا ہو جائے گا۔ تب سارا جہان مذہب اور
روحانیت کی صداقت کا دم بھرنے لگے گا۔ اور دنیا عدل و انصاف سے بہشت بریں
بن جائے گی۔

نسان دوجسموں سے مرکب ہے۔ یک سفلی نطفی جسم جس کی پیدائش نسانی مادی
جوہر نطفے یعنی مرد رمنی کے قطرے سے ہے۔ دوم علوی لطفی جسم جو کہ نوری لطیف
جسم روح ہے جس کی اصل اللہ تعالیٰ نے پنے مر سے ڈلی ہے۔ پہلا مادی کثیف
گوشت ور ہڈیوں کا ڈھانچہ جسم عالم خلق سے ہے۔ دوم علوی لطیف روح عالم مر
سے ہے۔۔۔عربی۔۔۔ یعنی عالم خلق ور عالم مر ہر دو اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔
جیسے کہ آیا ہے۔۔۔عربی۔۔۔ ور ہر جسم کا میلان ور رجوع پنی صل کی طرف
ہوتا ہے۔۔۔عربی۔۔۔ سفلی مادی جسم کی ترتیب ور بناوٹ چونکہ مادی دنیا کی
شیاء ور مادی عناصر سے ہے۔ س لیے س کا میلان بھی دنیا ور مادی غذ ؤں کے
ستعمال کی طرف رہتا ہے جو کہ عام حیوانات کا خاصہ ہے۔ ن سب سفلی مادی غذ
ؤں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذآبۃ یعنی حیو ن کے نام سے تعبیر فرمایا ہے۔
جیسے کہ رشاد ہے۔۔۔عربی۔۔۔ یعنی نہیں ہے زمین میں کوئی حیو ن مگر اس کا
رزق اللہ تعالیٰ پر ہے۔ ور دوسرے علوی لطفی لطیف جسم روح کی صل عالم بالا یعنی
آسمان ور عالم غیب و عالم امر سے ہے۔ ور س جسم لطیف روح کی خو ہش ور
طلب پنی صلی روحانی ور آسمانی غذ کی طرف رہتی ہے۔ س و سطے س رزق کا
ذکر یک سجدہ آیت میں یوں کیا گیا ہے۔۔۔عربی۔۔۔ یعنی تمہارا وہ نوری لطیف
رزق آسمان میں ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ صحیح طور پر موت کے بعد
ملے گا۔ جس طرح س مادی جسم ور نفس کی خو ہش ور طلب مادی شیاء مثلاً کھانے،
پینے، پہننے ور دیگر ضروریات زندگی کی طرف لگی رہتی ہے۔ سی طرح دوسرے باطنی
علوی جسم کی رغبت ور خو ہش پنی آسمانی ور ملکوتی غذ ؤں یعنی ذکر، فکر، عبادت،
طاعت، خیرات، صدقات ور عمل صالحہ کی جانب لگی رہتی ہے کیونکہ جملہ عالم
غیب، ملائکہ ور روح کی غذ اللہ تعالیٰ کے ذکر فکر، تسبیح وتہلیل ور پنے خالق مالک
کی تقدیس، تحمید، تکبیر ور تلاوت کلام اللہ دعوت ور س کی معرفت، قرب وصال

ورمشاہدے وردیگر عمل صالحہ ور عمل حسنہ کے نور ہوتے ہیں۔جیسے کہ س
حدیث سے ظاہر ہے۔۔۔۔عربی۔۔یعنی جب تم بہشت کے باغوں پر گذرو تو ن
میں چرنے لگ جایا کرو۔صحابہؓ نے عرض کیا کہ بہشت کے باغ کیا ہیں۔آپؐ
نے فرمایا للہ تعالی کے ذکر کی مجلسیں ور حلقے۔غرض س علوی آسمانی لطیف جسے کی
فطرت سلام پر وقع ہوئی ہے ور یہی جسہ پنے ندر دینی ور سلامی ستعداد زل
سے رکھتا ہے ور سی فطرت ور ستعداد کو صحیح ور سلامت رکھنے ور تبدیل نہ کرنے
ور سے پرورش اور تربیت دینے ور سے پایۂ تکمیل اور درجۂ تمام تک پہنچانے کا
نام سلام، یمان، یقان، عرفان، وصال، مشاہدہ، عشق، فنا ور بقا ہے۔
۔۔۔عربی۔۔۔ترجمہ۔ے رب ہمارے تکمیل ور تمام تک پہنچا ہمارے سے
ہمارے نور کو۔ ور ہمارے گناہ معاف کردے۔تحقیق تو ہر چیز پر قادر ور توانا ہے۔
نسان کا یہ عنصری جسم علوی لطیف جسہ روح کے سے بمنزلہ پوست یا چھلکے
کے ہے۔ ور س مادی دنیا میں س کے رہنے سہنے، چلنے پھرنے ور کام کرنے کا
مرکب ور سواری ہے۔نفسی نطفی ناسوتی جسم کا محل پیدائش ور جائے ستقرار نسانی
وجود کے مقام سفل ور عضو رذل میں وقع ہے۔ ور س کا تولد و تناسل بھی نسان
کے خبیث ور رذیل ترین مقام میں ہوتا ہے۔ س مقام میں ابلیس بمعہ پنے جنود
خبیثہ ور صحاب وتھیار شیطانی شہ وصاف رذیلہ ور خلاق ذمیمہ ڈیرے ڈالے
رہتا ہے۔ نسان کا یہ جسہ نفس امارہ شیطان کے موافق حکام ہی ور رکان مذہب
کے خلاف نری برائی پر ہمیشہ آمادہ ور مستعد رہتا ہے۔ س کے خلاف نسان کا
لطیف علوی جسہ روح جس وقت وجود میں زندہ ور بیدار ہو جاتا ہے تو ہر وقت نیک
عمل، ذکر فکر، طاعت عبادت کی طرف مائل ور رغب رہتا ہے۔ ور ہر وقت نفس
کو نیکی کا الہام ور ہمام کرتا ہے ور سے برائی پر ملامت کرتا ہے۔ س لیے
نفس کو ملہمہ ور لوامہ کہتے ہیں۔ تمہیں دیکھتے کہ س لطیف نوری وجود کا مقام ورود

ستقر رنسان کا مقام علی و شرف یعنی دل و دماغ ہے۔ ور س کا نزول مقام بال

آ مان سے ہے۔ ور جب وہ مکمل ور تیار ہو جاتا ہے تو ملاء اعلی ور ملائکہ س کی

تعظیم کے سے جھکتے ہیں اور س وجود مسعود کا دب ور احترام کرتے ہیں۔

۔۔۔عربی۔۔۔ترجمہ۔اللہ تعالی نے فرمایا کہ جب میں آدم کے وجود کو تیار کر وں

ور س میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کی تعظیم و تکریم کے سے جھک جاؤ۔ خود

قلب صنوبری کی ساخت ور بناوٹ ہی س بات پر دلالت کر رہی ہے کہ یہ یک

آسمانی ور عالم بال سے تری ہوئی چیز ہے کیونکہ مضغہ قلب کو جب ہم دیکھتے ہیں تو

س کا تیر کی طرح باریک سر نیچے کی طرف لٹکا ہوا نظر آتا ہے اور اس کے موٹے تنے

ور شکم کے ساتھ دو موٹی رگیں دو جڑوں یا ٹانگوں کی طرح پیچھے سے لگی ہوئی ہیں۔

چنانچہ ن دو علوی و سفلی، ملکوتی و ناسوتی ور لطیف و کثیف جسموں کے درمیان نسانی

وجود میں آزمائش کے طور پر لڑائی ور جھگڑ واقع ہوتا ہے۔ ور جو غالب آ جاتا

ہے س کی حکومت ور مملکت وجود نسانی میں قائم ہو جاتی ہے۔۔۔۔عربی۔۔۔

یعنی ہم نے نسان کو ملے جلے ور مخلوط نطفے سے پیدا کیا تا کہ س کی آزمائش کریں

ور سے سننے وال ور دیکھنے وال بنایا ہے۔ اور دوسری جگہ رشاد ہے ۔۔عربی۔۔۔

ترجمہ۔وہ اللہ تعالی جس نے موت ور زندگی کو مقرر ور مقدر کیا تا کہ تمہار متحان

لے کہ تم میں سے کون چھے عمل کرتا ہے۔ غرض نسانی وجود میں دو متضاد ور مخالف،

نیک ور برے ور لطیف و کثیف جسموں کے درمیان متحانا جنگ ور جھگڑ واقع ہو

ہے۔ س سفلی ظلمانی جثے کی باطنی مثالی صورت حیوان ور دابہ کی ہے جس کو نفس بہیمی

کہتے ہیں۔ ور بسبب پنی سفلیت ور ظلمانیت شیطان کا قرین ور جلیس ہے۔

شیطان سی کی رفاقت سے نسان کو معصیت ور گمراہی کے گڑھے میں ڈالتا ہے ور

علوی لطیف جسم کی باطن میں یک لطیف نوری شکل فرشتے کی سی ہے جسے روح

مقدس ور نفس مطمئنہ بھی کہتے ہیں۔ یہ جسہ بسبب پنی لطافت باطنی ور نورانیت

فرشتے کے ہم جنس ہے۔ عالم غیبی اور ملکوت سے اس وجود مسعود کو نیکی کی ہدایت اور تائید پہنچتی ہے۔ انسان ہر دو جنسوں کا معجون مرکب ہے۔

آدمی زادہ طرفہ معجونیست
از فرشتہ سرشتہ و ز حیوان

ترجمہ۔ آدمی زادہ ایک عجیب معجون مرکب ہے جو مبارک فرشتہ اور حیوان سے بنا ہے۔

نفس بہیمی کی قوت مادی غذاؤں اور قوت اخلاق ذمیمہ سے ہوتی ہے اور اس کا داعی اور مدعی شیطان لعین ہے۔ اور نفس مطمئنہ اور روح کے لطیف جسے کی قوت اور غذا کو ذکر فکر، طاعت، عبادت اور قوت و طاقت اخلاق حمیدہ اور عمل حسنہ ہیں۔ ---عربی--- اور روح کا ہادی اور راہبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء و مرسلین اور اولیاء مقربین اور علماء عاملین ہیں۔ اور یہ ہر دو خیر و شر کے داعی بمعہ سازو سامان اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے ہیں---عربی---کے یہی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خیر و شر کے باعث بھی روز ازل سے انسانی

[illegible]

[illegible]

وجود میں روح اور نفس کی صورت پیدا کر دیے ہیں۔ اور خیر و شر کے سامان اور اسباب بھی خارج میں بشکل لذت و شہوت نفسانی اور زیب و زینت دنیائے فانی اور باطن میں درجات و مراتب اور حظوظ روحانی اور لذت و نعم اخروی جاودانی بھی مہیا کر دی ہیں۔ اور ہر دو طرف کے داعی یعنی خیر اور شر کی طرف بلانے والے بھی مامور اور مقرر کر دیے ہیں۔ اور اپنی کتابیں نازل فرما کر خیر اور شر کے راستے بتا دیے ہیں۔ اور شر سے بچنے اور خیر کی طرف جانے کا حکم فرما دیا ہے اور ان کے طور طریقے واضح طور پر بیان فرما کر اپنی حجت تمام کر دی ہے۔

ب نسان امتحاناً مخیّر ورفعل مختار ہے۔خواہ شر وربدی کے رستے پر چل رجہنم
میں جائے خواہ خیر ورنیکی کے صرط مستقیم پر گامزن ہوکر بہشت بریں میں داخل ہو۔
۔۔عربی۔۔۔اللہ تعالیٰ کی ذت پر نسان کے برے یا چھے فعل رنے کا کوئی لزم
عائد نہیں ہوتا۔

مادی غذ ورظاہری خورک کوتو ہرشخص سمجھتا ہے۔لیکن ذر فکر، طاعت، عبادت
ہی ور عمال صالحہ وغیرہ کو باطنی، قلبی ور روحانی غذ ؤں کو محض مثالوں ور
ستعاروں سے سمجھ جاسکتا ہے۔سو وضح ہوکہ مادی دنیا میں جب نسان کام کاج
ورظاہری کسب ورمعاش کے حصول سے عاجز رہ جاتا ہے تو س کی روزی تنگ ہو
جاتی ہے اورمناسب غذ کے نہ ملنے سے پریشان حال، کمزور، بیمار اور ہلاک ہوجاتا
ہے۔ سی طرح روحانی دنیا میں جب دل کا لطیفہ جسے پنی باطنی غذ کے کسب ور
مائی سے روک دیا جاتا ہے۔ اورذ ر فکر، طاعت، عبادت وغیرہ سے محروم رکھا جاتا
ہے تو س کی روزی تنگ ہوجاتی ہے۔ ورآخر ضعیف وناتوان وربیمار ہوکر ہلاک ہو
جاتا ہے۔۔۔عربی۔۔۔ ترجمہ۔جوشخص میرے ذکر سے عراض ورکنارہ کرتا ہے
تو س کی روزی تنگ ہوجاتی ہے۔ ورہم قیامت کے روزیعنی دوسری زندگی میں
سے ندھا رکے ٹھا ریں گے۔ س آیت میں عراض ذکر یعنی ذکر اللہ سے
کنارہ کشی کا نتیجہ ظاہری دنیوی تنگی ورفلاس ہرگز نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اللہ کے ذکر ور
عبادت سے عراض ورکنارہ کرنے والے کثر دنیا میں عیش وعشرت ورناز ونعمت
کی زندگی بسر رتے نظر آتے ہیں ور اللہ تعالیٰ کے کلام حق نظام میں سخت شکال پید
ہوتا ہے۔ وردرصل بات یہ ہے کہ رزق ورروزی دوطرح کی ہے۔یک جسمانی
دوم روحانی۔جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی مختلف آیتوں میں دونوں قسم کے رزقوں
کا ذکر لگ لگ بیان فرمایا ہے۔یعنی جسمانی غذ والے حیونوں کا ذکر س آیت
میں بیان فرمایا ہے۔۔۔عربی۔۔۔ ورس روحانی ورآسمانی غذ کا ذکر س آیت

میں فرمیا ہے---عربی-- سو جس طرح نسن کو مادی دنیا کے ندر فقر وفقہ
ور بھوک و فلاس سے پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ اور جب نسن کی روزی فرخ ہو
جاتی ہے ور اس کا دل سیر ہو جاتا ہے تو وہ باجمعیت ور مطمئن ہو جاتا ہے۔ سی طرح
باطنی دولت ور روحانی غذ کی فروانی سے نسن کا من یعنی دل سیر ور مطمئن ہو جاتا
ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں---عربی---یعنی خبردار اللہ تعالیٰ کے
ذکر سے ہی دلوں کو طمینان ور سکون حاصل ہوتا ہے۔ ور یہ طمینان قلبی سی قدر
معمول ہل ذکر فکر ور طاعت وعبادت گذر لوگوں کو صاف طور پر معلوم ور محسوس
ہوتا ہے۔ جس دن نسان رات کو وظیفہ ذکر فکر عبادت وغیرہ دا کرتا ہے تو طبیعت
ہشاش بشاش ور خوش وخرم ور دل لطف وسرور سے لبریز رہتا ہے۔ گھر میں خوہ کچھ
بھی نہ ہو ور خالی ہاتھ ہو۔ لیکن دل س قدر قانع ور مستغنی ہوتا ہے کہ گویا سب کچھ
حاصل ہے۔ لیکن س کے برعکس جو لوگ ذکر اللہ ور طاعت لہی سے بے بہرہ ور
محروم ہیں۔ باوجود دولت وثروت کے سخت پریشان خاطر ور بے جمعیت رہتے
ہیں۔ ور برخلاف س کے اللہ تعالیٰ کے راستے کے سالک عارف محض باطنی دولت
کی بدولت دئم خرسم، ہمیشہ مسرور ور بدلآباد تک مطمئن رہتے ہیں۔ خوہ ن کے
پاس دولت دنیا کا یک درہم اور متاع دنیا کا یک حبہ تک بھی نہ ہو۔

حقیقت دنیا

دنیا کی ،دی غذ سے یک وقت کے ئے ہم ،دی پیٹ تو بھر سکتے ہیں لیکن دل کا
وسیع بطن ب طنی س متاع قلیل سے سیر نہیں ہو سکتا۔ دنیا کو اللہ تعالیٰ نے متاع قلیل
فر،کر س کی قلت، عت ور ذ ت کو م نشرح ور آشکار کر دیا ہے۔ قو تعالیٰ۔ قل
متاع مدنیا قلیل۔ دنیا کی حقیقت پر گر غور کیا جائے تو یہ بمعہ جملہ س ،ن عیش و
عشرت یک بہت ہی حقیر ور ذلیل چیز ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ گر اللہ تعالیٰ کے
نزدیک دنیا کی قدر و قیمت یک مچھر کے پر کے بر بر بھی ہوتی تو کسی کافر کو دنیا میں
پانی کا یک گھونٹ بھی نصیب نہ ہوتا۔ لیکن دنیا آخرت کے نعیم جاودانی کے مقابے
میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر سے بھی زیادہ ناچیز ور حقیر ہے۔ ب ہم دنیا کی
حقیقت کو تھوڑ سا وضح کرتے ہیں۔ ول تو دنیا کی لذت کم مقد ر ور ناپائد ر ہے۔
دوم س میں انسان کی عمر بہت کوتاہ ور تھوڑی ہے۔ ور س کے حصول کے سے سر
دردی، محنت ور دکھ بہت زیادہ ور ر حت و آر م بہت تھوڑ ہے۔ دنیا کی تمام متاع
یہ خوردنی یا آشامیدنی یا بوییدنی یا پوشیدنی یا شنیدنی ہیں۔ خوردنی یعنی کھانے کی
چیزوں کی ماہیت پر گر غور کیا جائے تو ن میں سے بہترین شیا یا تو حیو نوں کا
خون یا س کا نچوڑ ور فضلہ ہے۔ مثلاً گوشت، گھی ور دودھ وغیرہ یا کھاد ور گندگی کی
پید و ر ہیں۔ مثلاً ترکاریاں، جناس ور میوہ جات وغیرہ۔ کھاد ور گندگی جو زرعی
شیاء کی خور ک ور ضروری جزو ہے وہ حیو نات کا متعفن پاخانہ ہے۔ قو تعالیٰ۔
نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشربین۔ یعنی حیو ن تم کو وہ
چیز جو ن کے گوبر ور خون کے درمیان سے نکلا ہو خالص یعنی دودھ پلاتے ہیں۔
آشامیدنی یعنی پینے کی چیزوں میں سب سے بہترین ور لذیذ ترین چیز شہد ہے جو
یک ناچیز مکھی کے لعاب دہان کی آمیزش سے بنا ہے۔ بوییدنی یعنی سونگھنے کی چیزوں
میں سب سے علیٰ ور فضل مشک ور کستوری ہے۔ جو یک حیو ن یعنی ہرن کی ناف

کا منجمد خون ور میل کچیل ہے۔ ور پوشیدنی یعنی پہننے کی چیزوں میں سب سے نفیس ترین چیز ریشم ہے۔ ور وہ یک کیڑے کا فضلہ ہے۔ ور شنیدنی یعنی سننے کی جملہ لذت ور سماعت سرود و سماع جانوروں کے چمڑوں ور ن کی رگوں اور رودوں کی رگڑ ور ضربوں سے ماخوذ ہیں۔ دنیا میں یک ور لذت مساس بھی ہے۔ جس کا ذکر کرنا خلاف تہذیب ہے۔ لیکن تنا کافی ہے کہ وہ نسان کے سفل ور رذل ترین ور بدتر مرد رترین عضو کا ستعمال ہے۔ غرض دنیا کی جملہ متاع ور لذت کے ماخذ بھی ہیں جو ہم نے گن گن کر بیان کر دیے ہیں۔

حال دنیا ر پرسیدم من ز فرزنہ
گفت یا خوابیست یا وہمیست یا فسانہ
باز پرسیدم زحال آنکہ دل در وے بہ بست
گفت یا دیویست یا غولیست یا دیوانہ

اب ذرا ن کی مدت ور مقدار لذت بھی ملاحظہ ہو۔

دنیا کے تمام لذیذ ور عمدہ کھانے جب تک نوک زبان پر ہیں تو محض چند سیکنڈ کے لیے سر زبان کو یک نہایت خفیف سی لذت بھوک کی حالت میں محسوس ہو رہی ہوتی ہے۔ لیکن جب شکم پر ہو ور طبیعت سیر ہو لی تو وہ خفیف سی لذت بھی مفقود ہے۔ ور وہی نگلی ہوئی غذا دل کا بوجھ ور وبال جان بن جاتی ہے۔ اسی طرح تمام لذت جسمانی کی مدت لذت بالکل قلیل ور س کا ماخذ بہت تنگ ہے۔ سی سے تو اللہ تعالیٰ نے تمام متاع دنیا کو قلیل کہا ہے۔ پھر س ناپائیدار حقیر ور فانی متاع کے حصول کے لیے کس قدر خاک رانی ہمدردی ور جانفشانی کرنی پڑتی ہے۔ ور کس قدر ظلم و ستم ڈھائے جاتے ہیں۔ ور کتنے مظلوموں کا خون بہایا جاتا ہے۔ لذت دنیا کا یک ہیچ ور پوچ پہلو ور بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مقدار لذت مفلس ور دنیادار کے برابر دکھائی ہے۔ دنیادار روزمرہ چھے لذیذ ------

طعام کھانے، ہر وقت نفیس کپڑے پہنتے، سربفلک عالی شان عمارتوں میں دن
رات رہتے، خوبصورت عورتوں سے ہمیشہ ہم صحبت رہتے، غرض دنیا کے تمام مزے لذت
اور حظوظ میں ہر لمحہ اور ہر لحظہ محو اور منہمک رہنے سے ان چیزوں کے بہت عادی اور
خوگر بن جاتے ہیں۔ اس سے ان چیزوں میں ان کی اشتہا اور ذوق و شوق و ذائقہ بالکل کم
بلکہ قریباً زائل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اصل ذائقہ فاقہ میں ہے اور وہ ان کے ہاں مفقود
ہوتا ہے۔ اور غریب و نادار لوگ بسبب شدت فاقہ اور حدت جوع روکھی سوکھی میں
وہ لذت پاتے ہیں جو امیروں اور دنیا داروں کو طرح طرح کے لذیذ کھانوں اور
غذاؤں میں میسر نہیں ہوتی۔ غرض کھانے کا لطف قوت ہاضمہ اور مقدار اشتہا پر موقوف
ہے اور وہ دنیا داروں میں مفقود ہوتا ہے۔ یہ نعمت غیر مترقبہ بدرجہ کمال ناداروں کو
مفت حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح دنیا دار اور سرمایہ دار رات کے وقت اپنے عالی
شان ہوادار عمارات اور نرم بستروں پر دنیا کے افکار اور حوادث روزگار میں سرشار
ساری رات بے چین اور بے آرام ہو کر کروٹیں بدلتے رہتے ہیں۔ اور ماہی بے
آب کی طرح تڑپتے رہتے ہیں۔ لیکن ایک غریب مزدور دن بھر کا تھکا ماندہ محنت
مشقت سے چور بے بستر اور بے بالین ایک ٹوٹی پھوٹی چارپائی پر ایسی گہری اور
خوشگوار نیند سوتا ہے کہ اس کی ساری رات ایک ہی پہلو پر بیتے گذر جاتی ہے۔
دنیا دار ساری عمر ایک لمحہ کی خوشگوار نیند اور ایک لحظہ کی حقیقی بھوک کو ترستے رہتے
ہیں۔ اسی طرح قوت جماع میں بھی دنیا دار صفر پائے جاتے ہیں۔ اور باوجود تین
چار بیویوں کے اولاد سے محروم رہتے ہیں۔ غرض ان پر تمام حظوظ اور لذات کو قیاس
کر لینا چاہیے۔ غریب اور نادار رفاہ کدے میں ہیں۔ دنیا داروں کو اطمینان قلب ہرگز

میسر نہیں ہوتا۔ بلکہ جس قدر کوئی شخص دنیادار مادہ پرست ہوتا جاتا ہے۔ اس کی پریشانی
اور بے اطمینانی بڑھتی جاتی ہے۔ اگر بالفرض مادی دنیا کی تمام دولت اور عیش و
عشرت کے تمام سامان ایک ہی شخص کو حاصل ہو جائیں تو بھی دل کا چین اور
اطمینان قلب اسے ہرگز حاصل نہیں ہوگا۔ بڑے بڑے دولت مندوں، امیروں اور
تاجروں حتیٰ کہ نوابوں، راجاؤں اور بادشاہوں تک سے جا کر پوچھو کہ تمہارے
پاس خدا کا دیا ہوا سب کچھ موجود ہے۔ کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ کھانے کو عمدہ لذیذ
غذائیں اور میوے ہر وقت تیار موجود ہیں۔ پینے کو میٹھے اور ٹھنڈے شربت ہیں۔
پہننے کو نرم اور نفیس کپڑے ہیں۔ رہنے کو عمدہ، خوب صورت اور عالی شان مکانات
ہیں۔ سیر و سیاحت اور سواری کے لئے عمدہ گھوڑے، تانگے اور موٹر ہیں۔ باغ،
چمن، کھیل تماشے، ریڈیو، سینما، ناچ و رنگ اور رقص و سرود کے سامان ہر وقت
حاصل ہیں۔ خوبصورت عورتیں اور غلام خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ غرض تمہاری
دنیا کی تمام مرادیں پوری اور عیش و عشرت کے سامان مہیا ہیں۔ اگر ان سے سوال
کرو کہ کیا ان تمام عیش و عشرت ناز و نعمت اور آسائش و راحت کے باوجود تم حقیقی طور
پر خوش ہو اور کیا تمہارا دل مطمئن ہے تو تقریباً سب کے سب یہی جواب دیں گے کہ
وہ ہرگز اس دنیا میں خوش نہیں ہیں۔ وہ یہی کہیں گے کہ گو ہمارے جسم عیش و عشرت
اور ناز و نعمت میں لوٹ رہے ہیں۔ مگر ہمارے سینوں میں خدا جانے کیوں بے وجہ دل
افسردہ اور خاطر پژمردہ ہے۔ ہم اپنے دل میں ہر دم ایک بے وجہ اداسی، ملال اور
ایک نامعلوم قلق محسوس کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کو تم ضرور قلب کی بے اطمینانی اور
دل کی پریشانی سے شاکی و نالاں پاؤ گے۔ وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں میں دل کی غذا
مفقود ہے۔ ان لوگوں کے پیٹ سیر ہیں۔ لیکن دل اپنی مخصوص غذا ذکر اللہ سے
محروم ہے۔ اس لئے وہ بے اطمینان رہتا ہے۔ جن اقوام میں دل کی غذا مفقود ہے
اور جہاں الحاد، دہریت اور مادہ پرستی کا دور دورہ ہے۔ اور جس سرزمین میں روحانی

قحط برپا ہے وہں کے غنی ور سرمایہ دار روگ باوجود عیش وعشرت ور جاہ وثروت کے
دل کی بے طمینانی سے سخت طور پر نالاں ہیں۔ یورپ میں س بے طمینانی کا یک
عالمگیر ماتم برپا ہے۔ ہل فرنگ ور ہل مریکہ جنہوں نے دولت کی فراہمی میں
قارون کو بھی مات کیا ہو ہے۔ ورتمام دنیا سے سرمایہ داری میں گوے سبقت ے
گئے ہیں س دل کی بے طمینانی سے چیخ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ میں
باوجود مال دولت ور سامان عیش وعشرت جس کثرت سے خودکشی کی وارداتیں ہو
رہی ہیں۔ فلاں زدہ ور نادار ممالک میں ن وارداتوں کا عشر عشیر بھی نہیں پایا جاتا۔
خصوصاً مسلمان قوم جو دنیوی حالت میں تمام قوموں سے پست تر ورکم تر ہے۔ خود
کشی کی بہت کم مرتکب ہوتی ہے۔ وجہ صاف معلوم ہے کہ گر مسلمانوں نے پنے
مذہبی حکام ور دینی رکان بہت حد تک ترک کر دیے ہیں۔ اور ن کی قلبی ور
روحانی غذاؤں یعنی ذکر فکر، نماز، روزہ، طاعت اور عبادت وغیرہ میں بہت کمی واقع
ہوگئی ہے۔ مگر پھر بھی سلام یک یسا حاوی محیط ور ہمہ گیر مذہب ہے کہ س پاک
مذہب کے ثرات یک مسلم کے مہد سے لے کر لحد تک تمام زندگی کے حرکات،
سکنات ور عمل وفعل میں جاری ور ساری رہتے ہیں۔ س سے مسلم بندہ خواہ
کتنا ہی گیا گذرا کیوں نہ ہو۔ وہ خود بخود بے ر دہ پنی قلبی ور روحانی غذا میں سے
تھوڑا بہت حصہ لے ہی لیتا ہے۔ ورچاہے سے مادی دولت ور دنیوی راحت سے
محروم ہی کر دیا جائے پھر بھی وہ قلبی ور روحانی غذا کے سہارے پنے آپ کو
سنبھالے رہتا ہے۔ ور سخت مضطرب وپریشان ہو کر آپے سے باہر نہیں ہوتا ور خود
کشی نہیں کرتا۔ مگر س کے برعکس نہ رتا پار کی دنیوی حالت میں جب کبھی قدرے
نقلاب رونما ہو جاتا ہے۔ ور دنیوی عیش وعشرت میں زوال آ جاتا ہے تو مکڑی کے
جالے کی طرح ن کے نفس کے کچے تار بکھر جاتے ہیں۔ ور ن کے حباب زندگی کا
خاتمہ جو محض پانی کے یک قطرے ور صرف ہوائے نفس کے سہارے قائم ہوتا

ہے۔ حوادث دنیا کی باد مخالف کی تاب نہ لا کر فوراً ٹوٹ جاتا ہے۔ اور درہم برہم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خودکشی کے اکثر وہی لوگ زیادہ مرتکب ہوتے ہیں جن کی مذہبی اور دینی حالت نہایت ناقص اور پست ہوا کرتی ہے۔ اور جن کے دل دینی استعداد اور باطنی غذا سے محروم ہوتے ہیں۔ یورپ جو کہ الحاد اور دہریت کا معدن ہے۔ اور روحانی طور پر سخت قحط زدہ علاقہ ہے۔ اور اکثر بے اطمینانی قلب کی وجہ سے زندگی سے تنگ آیا ہوا ہے اور سخت پریشان ہے۔ ان میں سے بعض نے تو اپنی پریشانی اور بے اطمینانی کا یہاں تک مظاہرہ کیا ہے کہ آپے سے باہر ہو کر پاگلوں اور دیوانوں کی طرح کپڑے اتار دیتے ہیں اور بالکل ننگ دھڑنگ ہو گئے ہیں۔ انہیں نفیس اور زرین لباسوں میں اطمینان قلب نصیب نہیں ہو سکا یہ سب قلبی بے اطمینانی اور باطنی بے چینی کی علامات اور اثرات ہیں۔ جو مختلف صورتوں میں ان سرمایہ دار اقوام سے صادر ہوتے ہیں۔ وہ لوگ اپنے اندر اس باطنی قلبی مرض کی بے چینی اور قلق محسوس کر رہے ہیں۔ اور اس کے علاج میں دیوانوں کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ مگر ان کی مادی سعی، ظاہری کوششیں، بیرونی دوڑ دھوپ اور سطحی تگ و دو بالکل بے سود ہے۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

دراصل اس مرض کی دوا محض ذکر اللہ ہے۔ لیکن یہ دوا اس سرزمین میں عنقا کی مانند کمیاب اور مفقود ہے۔ اس لئے سوائے ذکر و عبادت کے ان کے تمام مادی علاج معالجے اور ظاہری تگ و دو میں سعی اور کوشش بالکل بے سود ہے۔

حضرت عیسیٰ نے ایک دن اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ اے اللہ! مجھے دنیا اپنی اصلی صورت اور حقیقی رنگ میں دکھا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تجھے دنیا اپنی اصلی شکل میں عنقریب دکھا دوں گا۔ چنانچہ ایک روز حضرت عیسیٰ جنگل میں جا رہے تھے کہ انہیں دور سے ایک برقعہ پوش عورت نظر آئی۔ جس کا برقعہ ریشمی بیل بوٹوں اور

زردوزی کام سے زرق برق آفتاب کی روشنی میں جگمگا رہا تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے
اپنے دل میں قیاس کیا کہ ایسے حسین اور زرق برق زریں برقعے کے اندر ضرور کوئی
ماہ طلعت حور جیسی ہوگی۔ وہ برقعہ پوش عورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے
آئی۔ اور جونہی اس نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھایا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ
دیکھ کر حیران اور ششدر رہ گئے کہ اس زرق برق نقاب کے اندر سے ایک بہت
بوڑھی اور سخت مکروہ، بدصورت اور نہایت ڈراؤنی، بدشکل، سیاہ فام، ژولیدہ مو
عورت کا چہرہ نمودار ہوا۔ جس کے دیکھنے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے تھے۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ اے عجوزہ! تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا۔
میں دنیا ہوں۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ اے عجوزہ! اس مکروہ، بدنما اور قبیح صورت
پر یہ زرق برق خوب صورت زریں لباس کیوں؟ اس نے جواب دیا۔ اس ظاہری
لباس سے تو میں لوگوں کو اپنے اوپر فریفتہ اور شیدا کرتی ہوں۔ ورنہ میری اصلی اور
حقیقی صورت یہی ہے جو تو دیکھ رہا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے جب اس کے ہاتھوں کی
طرف دھیان کیا تو اس کا ایک ہاتھ خون سے آلودہ تھا اور اس سے خون ٹپک رہا تھا
اور دوسرا ہاتھ حنا یعنی مہندی سے رنگا ہوا تھا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ تیرا
ایک ہاتھ خون سے کیوں آلودہ ہے؟ تو اس نے جواب دیا۔ کہ جو میرا شوہر اور خاوند
بنتا ہے میں اسے فوراً قتل کر ڈالتی ہوں۔ ابھی ایک شوہر کو تازہ قتل کر آئی ہوں۔ یہ
ہاتھ اسی کے خون سے آلودہ ہے۔ آپ نے پوچھا کہ یہ دوسرا ہاتھ مہندی سے کیوں
رنگین ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اب ایک دوسرے شوہر کی دلہن بن رہی ہوں۔
آپ نے متحیر ہو کر سوال کیا کہ تیرے نئے شوہر کو تیرے اس خون آلود ہاتھ سے
عبرت حاصل نہیں ہوتی؟ اس نے جواب دیا۔ اے عیسیٰ! اس بات سے تعجب نہ کر
میں ایک گھر کے اندر ایک بھائی کو قتل اور ہلاک کر دیتی ہوں۔ اور اسی وقت دوسرا
بھائی مجھے بیاہنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ غرض اس قسم کے بہت سے عبرتناک اور

نصیحت آموز سوال و جواب معجزہ دنیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہوئے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دنیا کی اصلی حقیقت کھل گئی۔ اکثر باطن بین اور حقیقت شناس اہل اللہ لوگوں کو دنیا اپنے اصلی رنگ اور حقیقی روپ میں نظر آتی ہے۔ ورنہ ظاہر بین کور چشم بوالہوس نفسانی لوگ اس کے ظاہری جمال پر مرتے ہیں۔ اور اس کے ہاتھوں ہلاک اور قتل ہو جاتے ہیں۔

عارفے خواب رفت در فکرے   دید دنیا بصورت بکرے
کرد ازوے سوال کائے دلبر   بکر چونی بایں ہمہ شوہر
گفت یک حرف با تو گویم راست   کہ مرا ہر کہ بود مرد نخواست
وانکہ نامرد بود خواست مرا   زاں بکارت ہمیں بجاست مرا

ہم ذیل میں دنیا کے چند بڑے بڑے سرمایہ داروں اور دنیاداروں کے حسرتناک انجام اور عبرتناک خاتمے کے چند واقعات بیان کرتے ہیں۔ ممکن ہے کوئی سلیم العقل، نیک بخت اور سعادت مند انسان اس سے سبق اور عبرت حاصل کرے۔ اور اس خونخوار مکار عجوزہ کے دام سے بچے۔

ایک کروڑپتی انسان کا عبرت ناک بیان

میرے پاس اتنی دولت ہے کہ میں اس کا حساب بھی نہیں رکھ سکتا۔ کہا جاتا ہے کہ میری جائداد پانچ کروڑ پونڈ سے زیادہ ہے۔ لیکن یہ ساری جائداد دینے کو میں بخوشی تیار ہوں اگر ایک وقت بھی پیٹ بھر کر کھا سکوں۔ یہ الفاظ امریکہ کے مشہور کروڑپتی شاہ روغن راک فیلر کی زبان سے نکلے ہیں۔ جس کی دولت و ثروت کے افسانے نئی دنیا اور پرانی دنیا دونوں کے گوشہ گوشہ میں زبان زد خاص و عام ہیں۔ ایک دنیا آج اس کی قسمت پر رشک کر رہی ہے۔ اور خدا جانے کتنے ایسے ہیں جن کے منہ میں اس کا نام سن کر پانی بھر آتا ہوگا۔ لیکن خود اس بیچارے کا یہ حال ہے کہ باوجود اس امیری کے مفلس و لاچار ہے۔ اور باوجود اس افراط سیم و زر کے ایک وقت پیٹ بھر کھانے کی حسرت رکھتا ہے اور اس نعمت کے آگے اپنے کروڑوں پونڈوں کے ڈھیر پر لات مارنے کو تیار ہے۔ اس کی عمر پچاسی سال کی ہو چکی۔ لیکن شروع ہی سے سوء ہضم کی بیماری رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس نے اپنے علاج پر کیا کچھ نہ خرچ کیا ہوگا۔ بایں ہمہ بجز تھوڑے سے دودھ اور بسکٹوں کی قلیل مقدار کے دن بھر کچھ نہیں کھا سکتا۔ حالانکہ اس کے ادنیٰ مزدور اور نوکر چاکر دن بھر پیٹ بھر بھر کر کئی بار دنیا کی نعمتیں اور لذیذ غذائیں کھاتے ہیں۔ یہ لاکھوں انسانوں کی قسمت کا مالک ایک وقت پیٹ بھر حسب دلخواہ کھانے کو ترستا ہے۔ اور بغیر تھوڑے سے دودھ اور چند بسکٹوں کے اور کسی چیز کو چھو تک نہیں سکتا۔

دنیا کی زندگی پر رشک کرنے والے غریبو! اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکریہ ادا کرو۔ کہ دنیا کا متمول ترین انسان خود تمہاری حالت پر رشک کر رہا ہے۔

ہنری فورڈ کی حالت

ایک دوسرے امریکی شاہ موٹر ہنری فورڈ کا حال سنو۔ جس نے اپنی دولت میں قارون کو بھی مات کیا ہوا ہے۔ وہ ایک معمولی سی قلیل مقدار میں پرہیزی غذا کے بغیر

ور کچھ نہیں کھ سکتا۔ ڈ کٹروں کی یک جماعت ہر وقت س کی نگرانی میں لگی رہتی ہے۔ وہ تمام لذتوں سے یکسر محروم ہے۔ حالانکہ س کے دنی خادم ور نوکر چاکر س کی آنکھوں کے سامنے عیش وعشرت کرتے ہیں ور وہ نہیں دیکھ کر ترستا ہے۔ جاننے والوں کا بیان ہے کہ دولت وثروت سے جتنے لطف نسان س مادی دنیا میں ٹھا سکتا ہے ور جو جو نعمتیں روپیہ سے خرید سکتا ہے ن سب سے یہ قارون وقت یکسر محروم ہے۔ دولت کو حاصل عمر ور روپیہ کو ثمرۂ زندگی سمجھنے والو زرودولت کی س لاحاصلی کو دیکھ رہے ہو؟

مسٹر ایڈورڈ کرلیس

مریکہ میں یک کروڑپتی ور مالک خبار تھے مسٹر یڈورڈ سکرپس تھے۔ سالہا سال کی عیش وعشرت کے بعد س کا دل دنیا کے ہنگاموں سے سرد ہو گیا ور سے سکون ویکسوئی کی تلاش پید ہوئی۔ تہذیب وتمدن کے مرکزوں میں یہ بات کہاں نصیب؟ بالآخر چالیس لاکھ ڈالر کے صرف سے یک جہاز بنوایا۔ ور آلات کی مدد سے سے ہر قسم کی آوازوں سے محفوظ کریا۔ یعنی کوئی ہلکی سے ہلکی آواز بھی کانوں تک نہ پہنچ سکتی تھی۔ ور س طرح پنے گردوپیش یک مصنوعی خاموشی ور عالم سکوت قائم کرکے یہ سمجھے کہ ب سکون خاطر کی تلاش میں دیر نہ لگے گی۔ خبارات کا کاروبار لڑکے کے سپرد کیا ور تلاش سکون کی مہم پر جہاز رو نہ ہو گیا۔ یک ملک دو ملک نہیں ساری دنیا کا چکر لگایا۔ ور یک مرتبہ نہیں دو مرتبہ لگایا لیکن دل کا سکون ور طمینان مادی آوازوں کا راستہ بند کر دینے سے نہ حاصل ہونا تھا نہ ہو۔ سی حالت حسرت ویاس میں پیام جل آ پہنچا۔ س کی لاش حسب وصیت سمندر کی گہری خاموشیوں کے حوالے کر دی گئی۔ دولت جمع کرنے والو ور اس کی طلب میں جان وایمان تک قربان کرنے والو سرمایہ داروں کی اس نادری پر نظر ڈالو۔

گوسپ بوگیانی

ٹلی کے یک امیر بیر گوسپ بوگیانی ہو گذرے ہیں۔ جنہوں نے مریکہ آ کر بے شمار دولت پید کی۔ ور پھر مریکہ ہی کو پنا وطن بنا لیا۔ یہ آغاز تھا۔ نجام یہ ہو کہ کوموکی خوش منظر جھیل کے کنارے قیام گاہ بنا رکھی تھی۔ یک درخت سے پنی گردن میں پھندا لگا کر خودکشی کر لی ور حسب ذیل تحریر چھوڑ گیا۔

مجھے پنی طویل زندگی میں تجربہ ہو گیا کہ راحت کی گر تلاش ہے تو وہ روپیہ کے ڈھیروں میں نہیں تھی۔ ب میں پنی زندگی کا خاتمہ کر رہا ہوں۔ س لئے کہ میں تنہائی اور فسردگی کی زندگی سے تنگ آ گیا ہوں۔ جس وقت میں نیویارک میں یک معمولی مزدور تھا اس وقت مجھے پوری مسرت حاصل تھی۔ لیکن آج جب کروڑوں کا مالک ہوں۔ میری فسردگی خاطر ور بے طمینانی کی کوئی نتہا نہیں ہے ور س تلخ زندگی پر موت کو ترجیح دیتا ہوں۔

روپیہ کو ہر درد کی دوا جاننے والو دولت کی عاجزی ور بے اثری دیکھو۔

جے پیٹر وائیٹ مارگن

جے پیٹر وائیٹ مریکن کروڑپتی کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ س وقت دنیا کے سب سے بڑے خزنہ مصنوعات لطیفہ کا مالک ہے۔ جس کی دولت کا ندازہ لگانا بھی دشوار ہے گھر میں بہتر سے بہتر سامان عیش موجود ہے۔ لیکن نتڑیوں کی بیماریوں سے اس قدر مجبور ہے کہ معمولی غذئیں بھی نہیں چھو سکتا۔ ساری عمر یک سخت قسم کی پرہیزی غذا کھاتے کھاتے گذر گئی۔ یک وقت بھی حسب منشا غذا نصیب نہ ہوئی۔ درد شکم میں ہر وقت مبتلا، پنے دنی نوکروں کی غذا کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ دیکھ کر حسرت بھری آہیں بھرتا ہے۔ مگر کیا مجال کہ یک لقمہ بھی زبان پر رکھ سکے۔

امیروں پر رشک کرنے والو امیری کی تمنائیں ور آرزوئیں رکھنے والو یہ عبرتناک ور دردنگیز منظر دیکھ رہے ہو۔ کہ یک شخص دریا کے ندر کھڑا ہے ور پھر بھی س

ے پنی پیاس بجھنے کو ترستی ہے۔

مسٹر بریوسٹر

نیویارک مریکہ کے یک کروڑ پتی مسٹر بریوسٹر تھے۔ س کی میم صاحب کا حسن و جمال زبان زد خاص و عام تھا۔ شوہر س قدر دولت مند ور بیوی اس قدر حسین۔ بظاہر ت سے زیادہ پر مسرت ور کامیاب زندگی کس کی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ یک چھی خاصی تعداد ملک میں یسے لوگوں کی تھی جو س خوش نصیب جوڑے کی زندگی پر رشک کر رہی تھی۔ جون ۱۹۲۶ء میں میاں بیوی دیہات میں پنے علاقہ پر گئے۔ یک روز صبح کو خدمتگاروں نے دیکھا کہ مسٹر بریوسٹر کی خواب گاہ میں میاں بیوی دونوں مقتول پڑے ہیں۔ ور دونوں کی لاشیں گولیوں سے زخمی ہیں۔ س طرح ن کی خود کشی کا راز بھی دونوں کے جسموں کے ساتھ ہی مدفون ہو گیا۔

دولت ور حسن وصورت کے پرستارو! دولت ور حسن دونوں کی بے بسی ور بیکسی دیکھی؟

مذکورہ بالا مفروضات نہیں بلکہ سچے واقعات ہیں۔ فرضی ور تمثیلی قصے کہانیاں نہیں بیتی ہوئی سرگذشتیں ہیں۔ یک طرف بڑے بڑے عظیم الشان سرمائے ہیں۔ بڑے بھاری کارخانے ہیں۔ اور بڑی بڑی تجارتی کوٹھیاں ہیں۔ کروڑوں ور ربوں کی جائداد ور س کے پہلو بہ پہلو بے قراریاں، بے طمینانیاں، حسرتیں، مایوسیاں، حیرانیاں، ناکامیاں ور افسردگیاں ہیں۔ ور آخر نتیجہ خودکشی، دوسری طرف فقیری ور مفلسی ہے۔ ٹوٹی ہوئی کٹیا ور چھوٹی سی جھونپڑی ہے۔ ساگ پات ور جو کی سوکھی روٹی ہے۔ پھٹی ہوئی کمبلی ور پیوند لگے ہوئے گودڑی ہے۔ لیکن س کے دوش بدوش دل کی خوشی، قلب کا طمینان، روح کا سرور، قناعت کا خزانہ ور باطن کی بے تاج بادشاہی ہے۔ مذاکرہ ور روحانیوں کی محفلیں ور مجلسیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قرب وصال ور دیدار کی لازوال سرمدی لذتیں ہیں۔ جو نہ آنکھوں نے دیکھی ہیں

ورنہ کانوں نے سنی ہیں۔ ورنہ کسی دل پر ان کا خیال گذرا ہے۔ زندگی کے دونوں رخ سامنے کھلے ہوئے ہیں۔ اور انتخاب کے لئے ہر شخص آزاد ہے۔

حقیقی راحت کی اگر تلاش ہے۔ صحیح سکون خاطر کی اگر تمنا ہے اور دائمی دلجمعی کی اگر آرزو ہے تو ہر ایک تھک کر ہر طرح کا تجربہ کر کے بالآخر اللہ تعالیٰ کی یاد، اس کی عبادت، کنج درویشی اور فقر کی طرف آنا پڑے گا۔ باقی وقتی خودکشی کی اگر تعداد بڑھانی ہے اور دوزخ کے ایندھن میں اگر اضافہ کرنا ہے تو دنیا کے دروازے کھلے پڑے ہیں۔

عمر برق و شرار ہے دنیا
کتنی بے اعتبار ہے دنیا
داغ سے کوئی دل نہیں خالی
کیا کوئی لالہ زار ہے دنیا
ہر جگہ جنگ ہر جگہ ہے نزاع
عرصہ کار زار ہے دنیا
گرچہ ظاہر میں صورت گل ہے
پر حقیقت میں خار ہے دنیا
زندگی نام رکھ دیا کس نے
موت کا انتظار ہے دنیا

یاد رہے کہ انسانی جسم لطیف قلب و روح کی اصلی غذا اللہ تعالیٰ کی عبادت، ذکر فکر، تلاوت عمل صالح وغیرہ ہیں۔ اور اس غذا سے دل کو حقیقی اور دائمی طمانیت حاصل ہوتا ہے۔ لیکن جب باطنی لطیفے قلب و روح کو اپنی مخصوص غذا ذکر فکر ہی سے محروم کر دیا جاتا ہے تو وہ بھوک کے اضطراب اور اضطرار سے تنگ آ کر مجبوراً نفس بہیمی کی نجس غذا کھانے لگ جاتا ہے۔ جیسا کہ عام جانوروں میں اکثر دیکھا

جاتا ہے کہ گر ن کو پنی مخصوص غذ گھاس چرہ ورد نہ وغیرہ سے محروم رکھ جے تو
وہ مجبوراً گندگی ور پخانہ کھانے لگ جاتے ہیں۔ ور سی کو پنی مخصوص غذ بنا لیتے
ہیں۔جس سے ن کی فطرت ور سرشت بھی مردر خور جانوروں کی سی ہو جاتی ہے۔
سی طرح قلب کا ملکوتی جسہ پنی مخصوص غذ ذکر فکر، طاعت اور عبادت لہی سے
جس وقت محروم کردیا جاتا ہے تو وہ مجبوراً نفس بہیمی کی سفلی مادی کثیف غذ یعنی جیفۂ
دنیا کی گندگی کو اپنی قوت ورقوت کا ذریعہ بنالیتا ہے ور سی سے پنا پیٹ بھرنے لگ
جاتا ہے۔اور نسانی قلب بھی نفس بہیمی کی خوبو ختیار رلیتا ہے۔ ور سی کے
وصاف ذمیمہ سے متصف ور س کے خلاق رذیلہ سے متخلق ہو جاتا ہے ور پنی
علی ملکوتی حسن تقویم سے گر ر بہیمیت سبعیت ورشیطنت کے درک سفل میں جا
گرتا ہے۔ ور جب سی حالت میں مرتا ہے تو بعد زموت ہمیشہ کے لیے ظلمت ور
سفلی مخلوق شیاطین و انس و جن ور روح خبیثہ کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے ور ن
کے درک سفل یعنی مقام سجین میں داخل کیا جاتا ہے ور بد لاباد تک قسم قسم کے باطنی
آلام، روحانی مصائب ورطرح طرح کے عذابوں میں معذب ورمبتلا رہتا ہے ور
قیامت کے روز جہنم کی آگ میں جھونک دیا جاتا ہے۔لیکن سعادت مند شخص کا
بخت زلی یاور ہوتا ہے۔ س کی فطرت پنی صلی ملکوتی نوری معدن کی طرف رجوع
کرتی ہے۔ ور س کا باطنی جسہ پنی مخصوص لطیف غذ ذکر فکر کی طرف مائل ور
راغب ہو جاتا ہے۔ ور باطنی مالی یعنی نوری غذ کے حصول کے لیے کمر بستہ ور
مستعد ہو جاتا ہے ور سے حاصل کرکے س سے پرورش ورتربیت پاتا ہے ور للہ
تعالیٰ کے فرمان کے مطابق کہ فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم ہر وقت ذکر فکر ور
طاعت لہی میں مشغول ہو جاتا ہے تو کثرت ذکر دو م ورذکر سلطان س کے جسم
کے تمام عضا، حواس ور قوی ور آخر دل کو غرض تمام ظاہر و باطن کو گھیر لیتا ہے۔ ور
دل ذکر لہی کے نور ور مشاہدت کی لذت ور ذوق شوق میں محو ور مست ہو

جاتا ہے۔ س وقت نفس بہیمی بھی جو لطیفہ قلب کا قریبی ہم نشین ور پڑوسی ہے پنے
رفیق دل کی نوری غذ کی بو ور لذت معلوم کر کے س ملکوتی غذ کا شائق ور شید ئی
ہو جاتا ہے۔ س وقت نفس کا دب ہو دی غذ ور چند روزہ دنیوی عیش کی ناپائید ر ور
فانی لذت سے منہ موڑ کر ذکر فکر، طاعت ور عبادت یعنی ملکوتی نوری غذ ؤں
سے پرورش ور تربیت پاتا ہے۔ ور ملکوتی صفت سے متصف ہو جاتا ہے۔ ور
حیو نی ور بہیمی وصاف ذمیمہ کی قیود سے چھوٹ جاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ قد فلح من
زکھا۔ ترجمہ۔ تحقیق وہ شخص چھٹکار پا گیا جس نے پنے نفس کا تزکیہ کر کے سے
پاک کر دیا۔ قولہ تعالیٰ۔ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون۔ ترجمہ۔ اللہ
تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔ تاکہ تم چھٹکار پاؤ۔ س وقت نفس بہیمی قلب ملکوتی کے
رنگ سے رنگین ور اس سے متحد ہو کر صفت بہیمی سے فنا ہو جاتا ہے ور ملکوتی صفت
ور روحانی خلاق ختیار کر لیتا ہے ور عالم ملکوت ور ملاء اعلیٰ کی نوری مخلوق میں
شامل ہو کر بد لاباد تک س پاک لطیف عالم کے نوری غیر مخلوق لذت ور نظاروں
سے لطف ندوز رہتا ہے۔ جو نہ ن مادی آنکھوں نے کبھی دیکھے ہیں۔ نہ ن کانوں
نے کبھی سنے ہیں۔ ور نہ کسی مادی خیال میں ن کا کبھی گذر ہو ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ فلا
تعلم نفس ما خفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون۔ ترجمہ۔ کوئی شخص نہیں جانتا
مومنوں کی ن نعمتوں کو جو ہم نے ن کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے ن سے چھپا
رکھی ہیں۔ ن کے نیک عمل کے بدلے جو وہ دنیا میں کرتے رہے۔ خد کے
نیک ور برگزیدہ لوگوں کے قلوب پر جب س باطنی لطف کے دروازے کھل گئے تو
پہاڑوں کے غاروں میں بیسیوں برس مست ور مگن رہے۔ بعض مر ور بادشاہوں
نے جب یہ باطنی چاشنی چکھی تو وہ شاہی تاج ور تخت پر لات مار کر س کی طلب میں
جنگلوں ور بیابانوں میں جا نکلے ور پھر بادشاہی ور تخت و تاج کا نام تک نہ لیا۔ گوتم
بدھ، حضرت ابرہیم بن دھم ور شاہ شجاع کرمانی وغیرہ نے بادشاہیاں س دگی ور

سرمدی سلطنت کی خاطر ترک کر دیں۔ کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم بن ادھم پر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے باطنی واردات اور نوری تجلیات کی بارش ہونے لگتی تو آپ فرماتے کہ کہاں ہیں دنیا کے بادشاہ۔ خدا کی قسم اگر ان نعمتوں میں سے وہ ایک ذرہ اور ان نظاروں میں سے ایک شمہ دیکھ پائیں تو سب تخت و تاج چھوڑ کر جنگل کی طرف دوڑ آئیں۔

حضرت محبوب سبحانی، قطب ربانی، غوث صمدانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کو ایک دفعہ سلطان سنجر نے ایک عریضہ بدیں مضمون بھیجا کہ اگر حضور ایک دفعہ قدم رنجہ فرما کر میرے علاقہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمائیں۔ اور مجھے اپنی زیارت فیض بشارت کا موقع بخشیں تو میں نیمروز کا سارا علاقہ حضور کے لنگر کے لئے وقف کر دوں گا۔ حضور نے اس عریضہ کی پشت پر یہ رباعی تحریر فرما کر قاصد کے حوالے کر دی۔

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد
باشد اگر بود ہوس ملک سنجرم
تایافت خاطرم خبر از ملک نیم شب
صد ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

غرض اس باطنی دولت اور روحانی لذت کا کیا کہنا۔ اس کی قدر و قیمت وہی جانتے ہیں جنہوں نے یہ چاشنی چکھی ہے۔

آپ نے [illegible] ملک فرش [illegible] ملک نیم شب [illegible] ملک نیمروز [illegible] ایک جو کے عوض بھی نہیں چاہتا۔

یک بار چہرۂ آرزو بہ نقاب کن
قطع نظر ز جہاں بہر یوسف کن

زیں شہد یک انگشت رسانم بلبت
ز لذت گر محو نہ گردی تف کن

جو لوگ اس عنصری جسے یعنی گوشت اور ہڈیوں کے ڈھانچے کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ یا اربع عناصر اور ان کے لطیف بخار کو روح کہتے ہیں۔ یا اطباء کی طرح خون کو روح بتاتے ہیں وہ سخت غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ اور نیز جو لوگ اس ترکیب مادی اور نظام عنصری کے درہم برہم ہونے کو انسانی زندگی کا خاتمہ خیال کرتے ہیں وہ نہایت نادان ہیں۔ کیونکہ تمام اہل مذہب اور اہل فلسفہ جدید وقدیم اور اہل علم روحانی یعنی اہل اسپریچوزم اور اہل سائنس سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ روح اس عنصری جسے اور مادی جسم کے ماسوائے ایک الگ اور علیحدہ خارجی چیز ہے۔ اور اس عنصری بدن اور مادی جسم کی ہلاکت اور اس چھلکے کے اتر جانے کے بعد بھی روح زندہ اور پائندہ رہتی ہے۔ اور آج کل تو روحوں کو حاضر کرنے اور ان سے بات چیت کرنے کے تجربے پایہ ثبوت کو پہنچ چکے ہیں۔ اس لئے اب مزید زبانی دلائل اور عقلی براہین پیش کرنے کی حاجت نہیں رہی۔ جو لوگ اس ہستی موہوم اور دنیا کے آب نما سراب کو اصلی حقیقی، غیر مختتم اور سب کچھ سمجھے ہوئے ہیں۔ وہ پرلے درجے کے کوتاہ بین اور نادان کور چشم ہیں۔

تو مے گوئی کہ من ہستم خدا نیست
جہان آب و گل را انتہا نیست
من اندر حیرتم از دیدن تو
کہ چشمت آنچہ بیند ہست یا نیست

ترجمہ۔ تو کہتا ہے کہ میں موجود ہوں مگر خدا نہیں ہے۔ اور اس پانی اور مٹی کی دنیا کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ میں تیرے اس مشاہدہ پر حیران ہوں کہ تیری آنکھ جو کچھ دیکھ رہی ہے۔ درحقیقت موجود ہے بھی یا نہیں۔

[illegible]

اب اگر کوئی یہ اعتراض کر بیٹھے کہ نہیں وہ علوی لطیف جسم روح دکھا دیا جاوے۔ تب ہم مانیں گے۔ ہم ایسی چیز کو جو نظر نہ آئے اور نہ سمجھ میں آئے کیونکر مانیں۔ تو اس ہٹ دھرمی کا علاج ہی نہیں۔ اور یہ ایسا سوال ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کیا تھا۔ کہ حتیٰ نری اللہ جہرۃ۔ یعنی ہمیں اللہ تعالیٰ کھلم کھلا دکھا دیا جاوے، تب ہم مانیں گے۔ ایسے اشقی مادرزاد اندھے اگر اپنی ضد اور انکار پر اڑے رہیں تو وہ اپنی کور چشمی کی وجہ سے معذور ہیں۔ کیونکہ ان کے دل مادے کے غلیظ غلاف اور پردے میں محصور ہیں۔ قالوا قلوبنا غلف ط بل لعنهم الله بکفرهم

ہزار معجزہ بنمود عشق ؛ عقل ہنوز
ہنوز مست اندیشہائے خویشتن است

ترجمہ۔ عشق نے ہزاروں معجزے دکھا دیئے۔ لیکن جاہل عقل ابھی تک اپنے اندیشوں کی پیروی کر رہی ہے۔

بعض یہ کہیں گے کہ اگر روح کوئی چیز ہے یا دنیا میں آنے سے پہلے مقام ازل میں موجود تھی تو ہم کو وہ مکان اور وہ زمان اور وہ روح کیوں یاد نہیں ہیں۔ سو یاد رہے کہ روح مقام ازل میں بیدار تھی۔ جس وقت اس نے اس دنیا میں جنم لیا۔ اور مادی جہان میں جسم کثیف کا غلاف اوڑھ کر خواب غفلت میں سو کر بے ہوش ہو گئی تو وہ ازل کا زندہ بیدار جہان اور وہاں کا مکان اور زمان اسی طرح فراموش کر گئی جس طرح ہم خواب کے اندر اس زندہ جہان اور یہاں کے مکان اور زمان کو بھول جایا کرتے ہیں۔ اور اگر بالفرض ہمیں خواب کی دنیا میں بند کر دیا جاوے اور سالہا سال

تک یہ رئہ نیہ جاے تو چونکہہمارے سامنے خوب کی یک خیں اور مثلی دنیا کی
زندہ دنیا کی مثل موجود ہوتی ہے۔ہم کبھی اس زندہ دنیا کو یہ دیکھ نہیں کریں گے۔ ور
نہ یہ رہونے کی آرزو کریں گے۔ سی طرح نفسانی وگوں کیقلوب ور روح س
مادی دنیا میں غفلت کی نیند سوئے ہوئے زل کے زندہ. یہ رجہان سے غافل ور
بے خبر ہیں۔ چنانچہ اس دنیا میں خوب کے ندر نفس جب پنے حواس ورقوی سے
معطل ہو جاتا ہے۔گویہ یک گونہ مر جاتا ہے تو دل بعض دفعہ س مقام کو پنے باطنی
حوس سے معلوم ور محسوس کرتا ہے۔ ورخوب کے ندر یسےنادیدہ مقامات دیکھتا
ہے جو س نے دنیا میں پہلے کبھی نہیں دیکھے ہوتے۔لیکن وہ ن مقامات سے س
طرح مانوس ور مانوف ہوتا ہے جس طرح وہ س کے پنے گھر ہوں ور نہیں گویہ
س نے بہت مدت ستعمال کیا ہے۔یہ بعض وقت خوب کے ندر یسے وگوں سے
ملاقات ہوتی ہے جنہیں دنیا میں پہلے کبھی نہیں دیکھا ہوتا۔لیکن وہ خوب میں
دوست،آشنا ور رشتہ دار معلوم ہوتے ہیں۔یہ کبھی کسی ولی یہ بزرگ یہ نبی کی خوب
میں زیارت ہو جاتی ہے۔ ورہم خوب میں نہیں شکل ور نام سے چھی طرح
پہچانتے ہیں۔اور ن سے واقف کاروں ورمحرم رازوں کی طرح بات چیت کرتے
ہیں۔حالانکہ دنیا میں وہ ہم سے بہت زمانہ پہلے گذر چکے ہیں۔لیکن ہمار دل ور
روح اس تو فیق سے نہیں چھی طرح پہچانتے ہیں۔غرض اس قسم کی بہت سی باتیں
ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ روح جسم سے علیحدہ ور لگ وجود رکھتی ہے ور س جسم
عنصری کے فنا ہو جانے کے بعد زندہ رہے گی۔اور جسم عنصری ختیار کرنے سے پہلے
بھی مقام زل میں موجود تھی۔ ورخوب میں جو بعض دفعہ ہم نادیدہ مانوس مقامات یہ
جنبی شخاص کو دیکھ کر پہچانتے ہیں تو وہی زلی مقامات وروہی ازلی آشنا وریار
دوست ہیں۔جن سے روز زل میں روح مانوس ور مانوف رہی ہے۔ نسان کا
عنصری ڈھانچہ ور مادی دسہ فنا پذیر ہے۔ ورموت کے بعد ہم اسے دیکھتے ہیں کہ گل

سرزمین میں مل جاتا ہے لیکن انسان کا باطنی جسم نفس قلب و روح وغیرہ اور ان کے
باطنی حواس اور قوی یعنی تصور، تفکر، توجہ، تصرف کو مٹی کھاتی ہے ورنہ یہ چیزیں گلنے
سڑنے والی ہیں۔ لیکن ان کا خود بخود بغیر کسی آلہ اور ظرف یعنی وجود کے قائم رہنا
محال ہے۔ اس لئے موت کے بعد ان باطنی حواس، قوی اور خیالات وغیرہ کو باطنی
لطیف وجود عطا کیا جاتا ہے۔ سو تمام سلوک تصوف اور روحانیت کی غرض وغایت یہ
ہے کہ انسان اسی زندگی میں ایک ایسا لطیف نوری مرکب تیار کرے جو ان باطنی
حواس اور قوی وغیرہ کا حامل ہو۔ اور دوسری بڑی لطیف دنیا میں پہنچ کر وہاں زندگی
بسر کرنے اور رہنے سہنے اور روحانی ترقی حاصل کرنے کے قابل ہو۔ جس کی خام
ناتمام صورت گاہ گاہے بطور مثال نمونہ اکثر لوگ ہم خواب میں پاتے ہیں۔ خواب
میں انسان کا ایک لطیف معنوی پیکر انسانی حواس، قوی اور خیالات کا حامل اور
مرکب بن جاتا ہے۔ وہ لطیف جسم خواب کے اندر ایک لطیف دنیا کے اندر دیکھتا
بھالتا، بولتا، چلتا پھرتا، سوچتا سمجھتا اور سب کام کرتا ہے۔ اور بعض دفعہ تو خواب
دیکھنے والا تب بھی سمجھتا ہے کہ یہ جو میں دیکھ رہا ہوں یہ خواب کی حالت ہے۔ لیکن
چونکہ نفسانی آدمی کا یہ جسم ابھی خام اور ناتمام حالت میں ہوتا ہے، اس لئے اسے
اس جسم کی نسبت نہ پوری آگاہی حاصل ہوتی ہے اور نہ پورا شعور حاصل ہوتا ہے۔
اس لئے وہ خواب کی دنیا کو خیالی دنیا سے تعبیر کرتا ہے۔ حالانکہ درحقیقت خواب کی
دنیا خالی خیالی دنیا ہی نہیں ہوا کرتی۔ ورنہ ہر خواب روزمرہ کے عادی دنیوی پریشان
خیالات کا مجموعہ ہوا کرتا ہے بلکہ خدا کے مقبول اور برگزیدہ بندوں کے خواب آئندہ
واقعات کے سچے نمونے اور لوح محفوظ کی متحرک فلم اور فوٹو حقیقت ہوا کرتے ہیں۔
اور وہ خواب صبح صادق کی طرح صحیح اور درست ثابت ہوتے ہیں۔ عارف سالک
لوگ جب مراقبہ کرتے ہیں تو ہوش و حواس اور عقل و شعور کے ساتھ خواب کے لطیف
غیبی جہان میں داخل ہوتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں پہنچ جاتے ہیں اور جو چاہتے

ہیں رتے ہیں۔عو م نفسانی وگوں کا یہ طیف جسہ چونکہ بھی رحم کے ندر جنین کی
طرح مردہ ور بے حس ہوتا ہے س سے خو ب کے ندر شعور و د رک ور ہوش
وحو س حاصل نہیں ہو تے۔ لیکن عارف زندہ دل آدمی کا لطیفہ قلب طفل معنوی کی
طرح حصن بطن سے زندہ ور صحیح وسلامت نسان کی طرح عالم غیب میں پید ور
ہویدہ ہو جاتا ہے۔ ورشعور و د رک ور ہوش وحو س کے ساتھ وہاں آمد و رفت رکھتا
ہے۔ ور عالم غیب ور عالم آخرت کے حالات ور و قعات کو پنی آنکھوں سے
دیکھتا ہے۔ صطلاح تصوف میں س طیف وجود کو لطیفہ کہتے ہیں۔

یہ لطیفہ جسد عنصری کی طرح تمام باطنی طیف عضاء ور حو س کا مکمل معنوی نسان
ہوتا ہے۔ وجود عنصری کو کپڑے ور چھلکے کی طرح تار کر عالم غیب میں پنے ختیار
سے آتا ور جاتا ہے۔ تصوف کی کتابوں میں ن طائف کا ذکر پڑھنا ور ن کی
نسبت قیل وقال ور گفت وشنید کرنا نہایت آسان کام ہے۔ لیکن خود اللہ تعالیٰ کے
طف کا طیف معنوی نسان ور نوری پیکر بننا نہایت دشو ر کام ہے۔ بہت سے رسمی
دکاندار مشائخ تصوف ور سلوک کی کتابوں میں ن طائف کا حال پڑھ کر طالبوں کو
زبانی طور پر بتاتے ہیں کہ نفس ور قلب کے دو لطیفے عالم خلق سے ہیں۔ ور لطیفہ
روح، سر، خفی، اخفیٰ ور لطیفہ انا یہ پانچ طائف عالم امر کے ہیں۔ ور ن طائف
کے مقام بتاتے ہیں کہ سینے میں یہ مقام نفس ہے۔ ور یہ مقام قلب ہے۔ ور دماغ
میں یہ مقام فلاں ہے ور یہ مقام فلاں۔ ور طالبوں کو دم حبس کر کر کہتے ہیں کہ دل
کی طرف فکر رو۔ س میں ذکر کی حرکت معلوم ہوگی۔ ور ذکر کی آو ز آئے گی۔
جس وقت سادہ لوح طالب بیچارے دم حبس کر کے دل کی طرف خیال کرتے ہیں تو
س میں وقتی خون کے دور ن یعنی خون کے دل میں د خل ہونے اور نکلنے کی حرکت
معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ س کی حرکت تمام بدن ور رگ و ریشے میں معلوم ور محسوس
ہوتی ہے۔ ور ساتھ ہی خون کے دھکیلنے کی ٹپ ٹپ کی سی آو ز بھی طالب کو سنائی دیتی

ہے۔ یہ رسمی روحانی پیرزادے ان کے جانشینوں کو دوران خون کی ان حرکات اور صوت کو ذکر قلبی، روحی اور سری وغیرہ بتاتے ہیں۔ اور سادہ لوح بدھو طالب ان حرکات کو اصلی ذکر اور لطائف کا زندہ اور ذاکر سلطان سمجھ کر خوش ہوتے ہیں۔ حالانکہ دوران خون کی ان حرکات اور صوت کو ذکر الٰہی اور باطنی لطائف سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اگر دوران خون کی دل اور تمام اعضاء کے اندر یہ تحریک، جنبش اور بیداری آواز ذکر قلب ہے تو یہ ذکر تو کلب یعنی کتے اور ہر جانور میں موجود ہے۔ افسوس کہ آج کل کے رسمی، روحانی، ریاکار، دکاندار مشائخ نے تصوف اور سلوک کو بچوں کا کھیل سمجھ رکھا ہے۔ جیسے چھوٹی بچیاں گڑیا بنا کر ان سے کھیلتی ہیں۔ ان کی شادیاں اور بیاہ رچاتی ہیں۔ حالانکہ در اصل نہ کوئی شادی ہوتی ہے اور نہ بیاہ۔ اصل کچھ اور نقل کچھ۔

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

قلب کا ذکر اللہ سے زندہ ہونا اور اس کی حرکت اور جنبش بہت بڑی بات ہے۔ جب قلب زندہ ہو کر جنبش اور حرکت میں آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے عرش معلّٰی کو جنبش اور حرکت ہوتی ہے اور حاملانِ عرش حیرت میں آجاتے ہیں۔ سالک زندہ قلب پر چودہ طبق روشن ہو جاتے ہیں اور اسے ایک رائی کے برابر نظر آتے ہیں۔

دل کہ مے جنبد جنباند عرش را
عرش را دل فرش سازد زیر پاے

ترجمہ۔ دل جب جنبش میں آتا ہے تو عرش کو بھی ہلا دیتا ہے۔ اور دل عرش بریں کو اپنے پاؤں تلے کا فرش بنا لیتا ہے۔

سالک عارف کا یہ باطنی لطیفہ جسے قلب جب زندہ ہو جاتا ہے تو باطنی اور لطیف دنیا میں ایک لطیف نوری بچے کی طرح گویا از سر نو تولد ہو جاتا ہے۔ سو سلوک اور تصوف کی غرض و غایت ان باطنی لطائف کا ذکر اللہ سے زندہ کرنا ہے۔ اس کی مثال

یہ ہے کہ دنیا کے مادی شجر تن کے ساتھ ہماری قندیل دل میں نوری چراغ بسم اللہ ذات تک رہتا تھا۔ لیکن فنا و موت کی تند آندھی سے درخت تن گرنے لگا۔ اور اس قندیل کے ٹوٹنے اور پھوٹنے کا خطرہ لاحق تھا۔ لہذا اس کے ہوشیار مالک نے اس سے ایک دوسرا چراغ روشن کر دیا اور اسے باطن کے لطیف، پر امن، دائم، مستقل اور پائیدار درخت علمی شجر طیبہ کے ساتھ نوری قندیل میں لگا دیا۔ جہاں اسے نہ ٹوٹنے کا خطرہ ہے اور نہ بجھنے کا خوف ہے۔ مولانا روم صاحب اس مضمون کو مثنوی میں یوں ادا فرماتے ہیں۔

باد تند است و چراغ ابترے
زو بگیرانم چراغ دیگرے
تا بود کز ہر دو یک وافی شود
گر بباد آں یک چراغ از جا رود
ہمچو عارف کز تن ناقص چراغ
شمع دل افروخت از بہر فراغ
تا کہ روزے کیں بمیرد ناگہاں
پیش روئے خود نہد او شمع جاں

ترجمہ۔ ہوا تیز ہے اور چراغ زندگی بجھنے والا ہے۔ اس چراغ سے میں دوسرا چراغ جلا دوں۔ ممکن ہے کہ ان دونوں میں سے ایک باقی رہ جائے۔ اگر ہوا کی وجہ سے وہ پہلا چراغ بجھ جائے۔ جیسے عارف اس ناقص جسمانی چراغ سے دل کی شمع روشن کر لیتا ہے تاکہ وہ مطمئن رہے۔ تاکہ اگر کسی دن یہ جسمانی چراغ اچانک بجھ جائے تو وہ اس روحانی چراغ کو اپنے سامنے رکھے۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ اس دنیوی مادی بیرونی زندگی کے سفر میں ہمیں چلنے پھرنے اور سواری کے لئے مادی مرکب یعنی جسد عنصری ملا ہے۔ لیکن عارف کامل

ے نوح روح کو اللہ تعالی کی تا ید غیبی سے ہام ورعلام ہو گیں کہ عنقریب مادی دنی

میں موت کا بد خیز عام گیر طوفان آنے وا ہے۔ س سے بچنے کے ے روحانی کشتی

تیار کر۔ تو نیک بخت دور بین روح پنی حفاظت ور بچاؤ کے ے نوح نبی للہ کی

طرح یک طیف روحانی کشتی تیار کر کے س پر بمعہ جملہ متعلقین ہوش وحوس ور قوی

سوار ہو جاتی ہے۔ سی طرح عارف سالک سم اللہ ذات کے طفیل اللہ تعالی کے

لطیفہ لطف کی طیف کشتی میں سوار بسم اللہ مجرھا ومرسھا کہتا ہو نوح نبی اللہ کی طرح

فنا کے بد خیز عام گیر طوفان سے بچ جاتا ہے۔ لیکن خام ناتمام عنصری آب وگل کے

خاکی جسموں و ے نفسانی لوگ س طوفان فنا کے تھپیڑوں میں غرق ور فنا ہو جاتے

ہیں۔

ے دل ار سیل فنا بنیاد ہستی بر کند
چوں ترا نوح ست کشتیباں ز طوفاں غم مخور

ترجمہ۔ ے دل گر فنا کی موج ہستی کی بنیاد کو کھیڑ دے۔ تو جب تک تیرا نوح

کشتی چلانے والا ہے طوفان کا غم نہ کر۔

نیز یہ باطنی طیف جسہ ہمارے س جسد عنصری کے ذرے ذرے میں سے س

طرح زندہ ہو کر نکلتا ہے جس طرح نڈے سے بچہ یا دودھ سے مکھن۔ ور ہر لطیفے

سے دوسرا لطف زیادہ طیف لطیفہ س طرح نمود رہوتا ہے جس طرح مکھن سے گھی۔

ور گھی سے بو باقی ہے۔ دل کا یہ نوری لطیفہ شہباز لامکانی ور عنقا ے قاف قدس ہوتا

ہے۔ جب یہ مادے کے بیضہ ناسوتی کو توڑ پھوڑ کر نکلتا ہے۔ تو مادی دنیا کے تنگ و

تاریک گھونسلے میں نہیں سماتا۔ ور پنے روحانی ملکوتی پروں کی خفیف جنبش سے کون

ومکان ور شش جہت سے پار ہو جاتا ہے۔ شجر طوبی س کا نشیمن بن جاتا ہے۔ ور

اللہ تعالی کے کنگرہ عرش میں پنا نوری آشیانہ بنا لیتا ہے۔ انسان اسی بلند مقصد کے

ے دنیا میں آیا ہے۔ ور یہی س کی زندگی کی غرض وغایت ہے۔ ے صاحب ہمت

تاکہ موت سے پہلے تو اس اصلی نصب العین اور حقیقی منزل مقصود تک پہنچ جائے۔

اے بدن از گوہر پاک آمدہ
گوہر تو زیر خاک آمدہ

چنبر نہ چرخ بے بخت خاک
تا تو بروں آمدی اے در پاک

جان جہان و ہمہ عالم توئی
وندہ نہ گنجد بجہاں ہم توئی

گنج خدا در تو فلک آمدی
نز پے بازیچہ پدید آمدی

چرخ کہ از گوہر تست ساخت
آئینہ صورت رحمت ساخت

آئنہ زیں گونہ کہ دری بجنگ
آہ ہزار آہ کہ شد ہی بزنگ

آئنہ بملک و ملکی قابل ست
آئنہ صافی اہل دل ست

آج کل اہل یورپ اور اہل فرنگ بھی روح اور روحانی دنیا کے قائل اور روحانی علم کی طرف مائل ہو گئے ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ ہمارے اسلاف صالحین اور اولیاء کاملین کے مقابلے میں بھی محض طفل مکتب اور ابجد خواں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہمارے نئی روشنی کے دلدادہ اور مغرب زدہ نوجوان طبقے کے لئے ہمارا یہ بیان ایک زبردست حجت اور قوی برہان ثابت ہوگا جو یورپین محققین کے ہر قول کو وحی آسمانی سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔ ہمارے روشن خیال دوستوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ یورپ میں مذہب اور روحانیت کی نسبت سائنس اور فلسفہ جدید نے کچھ عرصہ پہلے جو غلط عقیدہ اور

ب طل نظریہ قم کیا تھ ب وہ ب لکل بدل گیا ہے۔ ب وہ وحی آ مانی، روح کی ب طنی
شخصیت ور س کے عجیب م فوق الفطرت در کات ور روحانی م م لات کے ب لکل
قائل ہو گئے ہیں۔ ہم یہاں آج کل کے ع م مغرب کی تحقیق وتفتیش ور ن کے نتائج
و ستنب طات پیش کر کے پنے نوجو ن دو ستوں کو بتاے دیتے ہیں کہ جو لوگ وحی
آ مانی ور لہ م ت روحانی کو محض ہذیان ور وہم وگمان سمجھتے تھے آخر کار ن کو بھی س
کی صد قت کا قر ر کرنا پڑ ۔ ہم ن لوگوں کے مذہبی فکار ور روحانی ذہنیت میں
س قدر نق ب ور تغیر وتبدل پید ہونے کے ثبوت میں ع م مغرب کے موجودہ
فکار و نظریات مختصر ً قلم بند کر تے ہیں۔ ممکن ہے س سے ہم رے منکرین مذہب و
روحانیت کو کچھ تنبیہ ہو ور وہ پنے لح د کے صر ر ور مذہب کے نک ر پر نظر ثانی
کرنے کی زحمت گو ر کریں۔ ور ن سچے حقائق کی مخ لفت سے ب ز آ ج ئیں۔ جو
ب یورپین محققین ور ن کے رب ب علم و ر ے کے نزدیک بھی مسلم ہو گئے ہیں۔
" ہل مغرب تم م مذہبی قوموں کی طرح سولھویں صدی تک تو وحی آ مانی کے
تقلیدی طور پر قائل رہے۔ کیونکہ ان کی مذہبی کت بیں نبی ء کے ح لات ور و قع ت
سے پر تھیں۔ لیکن بعد میں جب س ئنس کا دور شروع ہو ۔ ور روحانیت سے ہٹ کر
لوگوں کی توجہ مادیت کی طرف زیادہ ہو گئی۔ تو اس وقت س ئنس ور فلسفہ مغرب
نے ع ن کیا کہ وحی کا مسئلہ بھی ن پر نے خر ف ت میں سے ہے جو جہ ت، ن د نی
ور توہم پرستی کے ب عث ن نوں کے قلب و دم غ پر ب تک مسلط رہا ہے۔ س
جدید فلسفے نے م بعد لطبیعی حق ئق کے نک ر میں اس درجہ غلو کیا۔ کہ سر ے سے خد ور
روح کا ہی نک ر کر دیا گیا۔ س سلسلے میں وحی کی نسبت یہ کہا گیا۔ کہ یہ تو نبوت کا
دعوی کرنے و لوں کی پنی ختر ع ہے جو نہوں نے لوگوں کی توجہ ت کو پنی طرف
ر غب کرنے کے لیے ختی ر کر لی ہے یا کسی قسم کا ہذیان ہے جو بعض عصبی مر ض
و لوں کو لاحق ہو جاتا ہے۔ اور س مرض کے دور ن میں ن کو بعض چیزوں کی

صورتیں متشکل ہو کر نظر آتی ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

فلسفہ یورپ نے روحی اور دوسرے مابعد الطبعی چیزوں کی نسبت اپنے اس نظریے کا اس زور و شور سے پروپیگنڈا کیا۔ کہ یہ نظریہ فلسفے کا ایک مستقل عقیدہ بن گیا۔ اور ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو عالم یا تعلیم یافتہ کہلانا چاہتا، اس کے لئے اس نظریے کا قائل ہونا ضروری ہوگیا۔ چنانچہ ایک کثیر التعداد طبقہ اس سیلاب جہالت کی رو میں بہہ کر غافل دنیا سے گذر گیا۔ لیکن ۱۸۴۸ء میں امریکہ کے اندر وجود روح کے ایسے آثار نمودار ہوئے جنہوں نے امریکہ سے گذر کر تمام یورپ کے خیالات کے اندر ایک تموج اور ہیجان پیدا کر دیا۔ اور لوگوں کو اس باطنی دنیا اور عالم روحانی کے وجود کا اقرار کرنا پڑا۔ جس میں بڑی بڑی عقلیں اور روشن افکار کارفرما ہیں۔ تمام یورپ کے اندر ایک بار مسائل روحانیہ میں بحث و فکر کا نقطہ نظر بالکل بدل گیا۔ اور روحی اور روح کا مسئلہ از سر نو زندہ ہوگیا۔ علمائے مغرب نے اس مسئلے پر پھر از سر نو بحث شروع کردی اور اس کی تحقیق و تفتیش میں لگ گئے۔ چند سال کے بعد جب انہوں نے اپنی تحقیق و تفتیش کے نتائج شائع کئے تو یورپ کی تمام فضا میں ایک آگ سی لگ گئی ۱۸۸۲ء میں بمقام لندن ایک کمیٹی بنی جس کا مقصد روح اور اس کے متعلقات پر بحث کرنا اور ان کی تحقیق و تفتیش کرنا تھا۔ اس کمیٹی میں جو علماء شریک تھے ان میں قابل ذکر اور نمایاں ترین یہ حضرات تھے۔ (۱) پروفیسر سجیک کیمبرج یونیورسٹی صدر کمیٹی اور انگلستان کا مشہور عالم طبیعیات (۲) پروفیسر اولیور لاج علم طبیعیات کا ماہر خصوصی (۳) مسٹر ولیم کروکس انگلستان کا مشہور عالم کیمسٹری (۴) پروفیسر فریڈرک مایرس کیمبرج یونیورسٹی (۵) پروفیسر ہڈسن (۶) پروفیسر ولیم جیمس ہارورڈ یونیورسٹی امریکہ (۷) پروفیسر ہسلوپ کولمبیا یونیورسٹی (۸) کامل فلامریون فرانس کا مشہور ماہر نفسیات و ریاضیات۔ ان کے علاوہ یورپ کے دیگر مشہور علماء بھی اس کمیٹی میں شامل رہے۔ یہ کمیٹی تیس سال تک قائم رہی۔ اس مدت میں اس نے ہزاروں روحانی

و قعت و حو دث کی تحقیق کی و ر روح نسانی س کے قوی و ر قوت د ر ک کے
متعلق ب ر ب ر تجر بے ئے۔ جو ج بیس ضخیم و ر موٹی جلدو ں میں مدو ن و محفوظ ہیں۔
س کمیٹی نے پنے نتائج فکر و تجربہ کی متو تر شاعت کی و ر نہوں نے ثابت کیا کہ
نس ن کے ے یک و ر ب طنی شخصیت بھی ہے۔ یعنی ہم پنی موجودہ زندگی میں
گرچہ زندہ ہیں و ر در ک ر تے ہیں۔ لیکن ہم ر یہ در ک ن تم م روحانی قوتوں
کے یک جز سے ہوتا ہے جس کا ثر جسم کے حو س خمسہ کے فعل کے ذ ریعہ ہوتا رہت
ہے۔ لیکن یہ زندگی جو حو س خمسہ نے ہم کو بخشی ہے۔ اس سے بھی کہیں زیادہ بڑھ ر
یک و ر زندگی ہے جس کی عظمت و جلال کی کوئی نشانی س وقت تک ظ ہر نہیں ہوتی
جب تک کہ ہم ری یہ ظ ہری شخصیت نیند یا کسی و ر ذ ریعے سے ز ئل نہ ہو ج ئے۔
چنانچہ ہم نے ن لوگوں پر جن کو پنے ز م یا مقنا طیسی نیند کے ذ ریعے سلا دیا گیا تھا۔
دیکھا کہ سو نے و لے کو روحانی زندگی کی فر و نی دولت حاصل ہو جاتی ہے و ر وہ س
عالم روحانی میں پنے حو س ظ ہری کے علاوہ کسی و ر باطنی حاسہ کے ذ ریعے دیکھتا
ور سنتا ہے۔ آنکھوں سے وجھل و ر بعید چیزو ں کی خبریں دیتا ہے۔ و ر س وقت
س کی قوت تخیل و حافظہ در ک پور ے طور پر بید ر ہو ر پنا کام کرتی ہے۔ کمیٹی
کے نزدیک یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ نس ن کی س ظ ہری شخصیت کے علاوہ
یک و ر شخصیت ہے۔ جو پہلی مادی و ر جسمانی شخصیت سے کہیں زیادہ علی و رفیع
ہے۔ و ر وہ شخصیت موت کے بعد زندہ رہتی ہے اور فنا پذیر نہیں ہوتی۔ ان علماء نے
یہ بھی معلوم کیا کہ یہی وہ علی شخصیت ہے جس کے ذ ریعے ماں کے رحم کے ندر بچے
کے جسم کا تکو ن ہوتا ہے۔ و ر سی کے ثر و ر پرتو سے جسم نسانی تیار ہوتا ہے و ر معدہ
وغیرہ عضاء جن پر نس ن کے ر دہ کو کوئی دسترس حاصل نہیں ہے۔ ن کے فعل و ر
حرکت بھی سی علی شخصیت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ نس ن کا نس ن
ہونا سی باطنی شخصیت پر موقوف و ر منحصر ہے۔ س مادی شخصیت پر ہرگز نہیں۔ جس کا

تعلق حواس خمسہ ظاہرہ کے ساتھ ہے۔ اور یہی وہ شخصیت ہے جو جسم کے کثیف حجابوں کے درمیان بھی عمدہ عمدہ خیالات اور عقلی ادراکات پیدا کرتی ہے۔ الہامات غیبی کا تعلق بھی اسی شخصیت سے ہے۔ اور یہی وہ قوت ہے جو انبیاء کے قلوب میں ان چیزوں کی القاء کرتی رہتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی وحی کہتے ہیں۔ پھر گاہے گاہے یہی وحی مجسم ہو کر نظر آتی ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ کا فرشتہ کہتے ہیں جو آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ ان علماء محققین کی رائے ہے کہ انسان کی یہ دوسری شخصیت حواس باطن کے ذریعے مدرک ہوتی ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہپناٹزم کے ذریعے جو لوگ مقناطیسی نیند سوتے ہیں۔ ان میں بھی پسندیدہ عقل، روشن، نظر دور رس، نفوس کے پوشیدہ اسرار میں اثر و نفوذ مخفی باتوں کے معلوم کرنے کی صلاحیت اور اپنی حالت حاضرہ کے اعتبار سے جاہل غبی ہونے کے باوجود دنیا کے وسیع اقطار و اکناف میں سیر و سفر، یہ تمام چیزیں اور ان کے علاوہ دوسری فوق العادت قابلیتیں اس بات کی قوی دلیل ہے کہ انسان کے اندر ایک باطنی شخصیت پائی جاتی ہے جو جسمانی حسیات کے پردوں میں مستور ہے اور وہ اسی وقت ظاہر ہوتی ہے جب کہ اس کا جسم عنصری طبعی یا صناعی نیند میں مصروف ہو جاتا ہے۔

پھر رویائے صادقہ یعنی سچے خواب بھی جو صبح صادق کی طرح وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اور جن کے ذریعے انسان غیبی امور اور آئندہ واقعات کو دریافت کر لیتا ہے یا جن میں بعض وقت ایسے مشکل مسائل حل کر لیتا ہے۔ جنہیں وہ بیداری میں ہرگز حل نہیں کر سکتا تھا۔ یا جن میں وہ بعض وقت ایسے عمل کر گزرتا ہے جن کی وہ بحالت بیداری کبھی ہمت اور جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کے اندر اس کی ظاہری شخصیت کے علاوہ ایک اور باطنی شخصیت ہے جو پہلی سے کہیں زیادہ قوی، بلند اور ترقی یافتہ ہے۔ ان استدلال کے علاوہ اور بھی متعدد امور ہیں جن کا اس تحقیقاتی انجمن نے نہایت دقیقہ رسی کے ساتھ عمیق مطالعہ کیا۔ پھر

ساتھ ہی ن تجربوں کا جائزہ یا جو ن سے پہلے ئے جا چکے تھے۔ ور آخر کار نہوں

نے علم روح ور ن کے طائف وکوف کا کھلے دل سے قرار کیا۔ ور یہ علم یک

روحانی سائنس کی طرح یورپ کے تمام ملکوں میں مروج ور مدون ہوگیا ہے۔

یورپ کے ہر بڑے شہر میں س کی روحانی سوسائٹیاں ور باقاعدہ کمیٹیاں مقرر ہوگئی

ہیں۔ ور س روحانی علم یعنی سپرچوزم کے باقاعدہ کالج ور س کے بے شمار مدرسے

کھل گئے ہیں۔ ور بے شمار کتابیں س فن میں لکھی جا چکی ہیں۔ س سلسلے میں

کیمبرج یونیورسٹی کے مشہور علم نفس پروفیسر ڈاکٹر مائرس نے جو اس انجمن کے بھی

رکن خصوصی تھے۔ نسانی شخصیت ہیومن پرسنیلٹی پر یک نہایت قابل قدر کتاب لکھی

ہے۔ جس کے مختلف بواب میں مقناطیسی نیند، عبقریت وحی ور شخصیت باطنہ پر سیر

حاصل بحث کی ہے۔ ہم ذیل میں چند قتباسات کتاب مذکور کے صفحہ ۷۷، ور س

کے بعد کے صفحات سے نقل کرتے ہیں۔ پروفیسر مائرس نے سب سے پہلے ن

ریاضی دانوں کا ذکر کیا ہے جو مشکل سے مشکل مسائل ریاضی کا درست حل مقناطیسی

نیند کے ندر فوراً بغیر کسی غور وفکر کے معلوم کر کے بتا دیتے ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ گر

ن سے پوچھا جائے کہ تمہیں یہ جواب کیونکر معلوم ہوا تو وہ بجز اس کے کچھ نہیں کہہ

سکتے کہ ہم نے حل کر دیا ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ کس طرح حل کیا ہے۔ اس سلسلے

میں پروفیسر موصوف نے بیدر نامی یک شخص کا ذکر کیا ہے۔ جو بڑے سے بڑے عدد

کے متعلق یہ فوراً بتا دیتا تھا کہ وہ کن عدد کی ضرب سے حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً یک

مرتبہ س سے پوچھا گیا۔ کہ وہ کیا کیا عدد ہیں کہ جن کو ضرب دے دی جائے تو

۱۷۸۶۱ کا عدد حاصل ہو۔ تو س نے غور وتامل کے بغیر فوراً کہہ دیا کہ ۳۳۷ کو ۵۳

سے ضرب دینے سے یہ عدد پیدا ہوتا ہے۔ پھر جب س سے پوچھا گیا کہ کس

قاعدے ور حساب سے۔ تو س نے کہا کہ میں یہ نہیں بتا سکتا۔ گویا اس کا یہ جواب

یک طرح کا طبعی تقاضا تھا۔ جس میں نسان کے رادے ور فہم کو قطعی دخل نہیں ہوتا۔

پروفیسر مذکور کہتے ہیں کہ میں یقین رتا ہوں کہ س قسم کے وقعت دنیا میں پہلی مرتبہ ظاہر نہیں ہوئے بلکہ س سے پہلے بھی س قسم کے عجیب حالات اور وقعت گلے لوگوں کے علم میں آ چکے ہیں۔ یہ سب ہمارے وجود باطنی ورجسم روحانی کے رشمے ور کارنامے ہیں۔ جو ہر دور ور ہر زمانے میں موجود رہے ہیں۔

پروفیسر مذکور لکھتے ہیں کہ ب میں پورے وثوق ور جزم کے ساتھ کہتا ہوں کہ نسان میں یک روح کا وجود یقینی ہے جو پنے سے قوت و جمال کا کتساب عالم روحانی سے رتی ہے ور ساتھ ہی میں س بات کا بھی یقین رتا ہوں کہ تمام عالم میں یک روح عظیم ور نور محیط سرایت کیے ہوئے ہے۔ جس کے ساتھ نسانی روح کو تصال حاصل ہوسکتا ہے۔ پنی س تحقیق کے ساتھ پروفیسر مایرس نے فرانس کے یک مشہور پروفیسر بیو سے بھی نقل کیا ہے کہ نسان کی باطنی شخصیت ہی وہ چیز ہے جس کو عام لوگ روح کہتے ہیں۔ س حالت کے سے طبعی صفات وخصائص ہیں جو س کے ساتھ ہی مختص ہیں۔

آخر میں ہم رسل ویلز کی شہادت پر کتفا رتے ہیں۔ جو طبیعیات میں ڈارون کا ہم پلہ ور اس کا شریک خیال کیا جاتا ہے۔ اس نے عجائبات روح پر یک کتاب لکھی ہے۔ جس میں وہ ن لفاظ میں برملا عتراف رتا ہے۔ میں کھلا ہوا مادہ پرست ور دہریہ تھا۔ میرے ذہن میں یک لمحہ کے لیے بھی یہ خیال نہیں آ سکتا تھا کہ میں کسی وقت روحانی زندگی کا ظہار روں گا جو دنیا میں کارفرما ہے۔ مگر میں کیا روں۔ میں نے پنے باپنے لیے مشاہدات محسوس کیے جن کو ہرگز نہیں جھٹلایا جا سکتا۔ نہوں نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں ان چیزوں کو حقیقی ور وقعی تسلیم روں۔ گرچہ مدت تک میں نہیں تسلیم رنے کے لیے تیار نہ تھا کہ یہ آثار روح سے سرزد ہوتے ہیں لیکن ن مشاہدات نے رفتہ رفتہ میری عقل کو متاثر کر دیا ہے نہ بطریق ستدلال وحجت بلکہ یہ مشاہدات کے پیہم تواتر کا ثر تھا جس سے میں بجز روح کے وجود کے عتراف

کے ورطریقہ سے بچ ہی نہیں سکتا تھا۔

یورپ کے سائنسدانوں نے علم جدید سے روح کے متعلق جو تحقیقات کی ہے۔ س سے وہ ن نتائج پر پہنچے ہیں جو کمیل فلامریون کے نزدیک حسب ذیل ہیں۔

(۱) روح جسم سے جدا گانہ یک مستقل وجود رکھتی ہے۔ (۲) روح میں سقسم کی خصوصیتیں ہیں جو ب تک علم جدید کی رو سے غیر معلوم تھیں۔ (۳) روح حواس خمسہ کی وساطت کے بغیر متاثر ہو سکتی ہے یہ دوسری چیزوں پر ینا ثر ڈال سکتی ہے۔ (۴) روح آئندہ واقعات سے واقف ہو سکتی ہے۔

پھر س روشنی میں وحی کی نسبت ن ہماء کا خیال ہے کہ وحی دراصل روح نسانی پر یک خاص قسم کی تجلی کا نام ہے۔ جو س پر اس کی شخصیت بطنہ کے ذریعے منکشف ہوتی ہے۔ ور س کو وہ باتیں سکھاتی ہے جنہیں وہ پہلے سے نہیں جانتا تھا۔ وحی کے باب میں ہماء سدم ور ہماء یورپ میں تنی بات مشترک ہے کہ وحی کا تعلق جسم یا کسی جسمانی طاقت سے نہیں بلکہ روح سے ہے۔ بتہ یہ مرختلف فیہ رہ گیا ہے کہ سدم میں وحی فرشتے کے ذریعے نبی کے قلب پر ترتی ہے۔ ور ن وگوں کے نزدیک فرشتہ شخصیت بطنہ کا نام ہے۔ فرق صرف نام کا ہے کام کا نہیں۔

یورپ میں یہ روحانی مذہب گھر گھر رئج ہے ور دن رات روحوں کو حاضر کر کے ن سے کھلم کھلا بات چیت کی جاتی ہے۔ گھر گھر حاضرت روح کے حلقے قائم ہیں۔ جنہیں یہ وگ خانگی حلقے (HOME CIRCLES) کہتے ہیں۔ ہر یک حلقے میں یک وسیط یعنی میڈیم (MEDIUM) کا وجود لازمی ہوتا ہے۔ میڈیم یسا شخص ہوتا ہے جس پر فطرتی طور پر کوئی روح مسلط ہوتی ہے۔ گویا یہ شخص عالم روح ور عالم جسم کے درمیان بطور واسطہ اور وسیلے کے ہوتا ہے۔ روح میڈیم کے وجود میں سے ہو کر حلقے میں آتی ہیں۔ بات چیت کرتی ہیں۔ کمرہ کی چیزوں کو لٹ پلٹ کرتی ہیں۔ بغیر کسی کے ہاتھ لگائے باجے بجاتی ہیں۔ باہر کی چیزیں

مقفل بند کمروں میں اشیاء ڈال دیتی ہیں اور بند کمروں میں سے چیزیں باہر لے جاتی
ہیں۔ روحیں علانیہ لیکچر دیتی ہیں۔ ان کے ریکارڈ بھرے جاتے ہیں۔ اور ان کی
تصویریں لی جاتی ہیں۔ غرض اس قسم کے بے شمار عجیب و غریب کرشمے دکھاتی ہیں کہ
سائنس اور مادی عقل سے ان کی کوئی توجیہہ نہیں بن آتی۔ ان لوگوں میں علم روحانی
کے بے شمار کالج ہیں۔ اور ان علوم کے مختلف شعبے اور مضامین ہیں۔ دن رات یہ
لوگ اس علم کی ترقی میں محو اور مصروف ہیں۔ ہم انشاء اللہ اس کتاب کے اگلے صفحوں
میں باب حاضرات کے اندر اس پر سیر حاصل بحث کریں گے۔ اور اسے مفصل طور پر
اور کھول کر بتائیں گے کہ ان ارواح کی نوعیت، اصلیت اور حقیقت اور ان کی
حاضرات کی کیفیت کیا ہے۔ یورپ کے علماء دین اور مغرب کے اہل سائنس و
اہل فلسفہ محققین نے سالہا سال کی تلاش و تحقیق اور عرصہ دراز کے غور و فکر کے بعد
جس دنیائے قریب کی ناسوتی باطنی شخصیت کا بھی صرف پتہ لگایا ہے۔ اور اسے معلوم
اور محسوس کیا ہے۔ ہمارے سلف صالحین اور فقراء کاملین نے ان لطیف معنوی
شخصیتوں کو اپنے وجود میں زندہ اور بیدار کر کے ان کے ذریعے وہ حیرت انگیز
روحانی کشف و کرامات ظاہر کئے ہیں کہ اگر اہل سائنس اور اہل فلسفہ جدید کو اس کا
شمہ بھی معلوم ہو جائے تو وہ مادے کی تمام خرافات کو خیر باد کہہ کر روحانیت کی طرف
دوڑ پڑیں اور دنیا کے تمام کام کاج چھوڑ کر اسی ضروری، نوری اور حضوری علم میں دن
رات محو اور منہمک ہو جائیں۔ یہ دنیائے باطنی شخصیت جس کا ابھی حال ہی میں اہل
یورپ کو پتہ لگا ہے۔ تصوف اور اہل سلوک کی اصطلاح میں اسے لطیفہ نفس کہتے
ہیں۔ یہ لطیفہ ہر انسان کے اندر خام مادی حالت میں موجود ہے اسی بتدلی باطنی
جُثے کے ذریعے انسان خواب کی دنیا میں داخل ہوتا ہے۔ نفس کا یہ لطیفہ جسد عنصری کو
لباس کی طرح اوڑھے ہوئے ہے۔ اس جثے کا عالم ناسوت ہے۔ جن، شیاطین اور
سفلی ارواح اسی مقام میں رہتی ہیں۔ اپنے زمانے کے جادوگر اور کاہن اسی دنیائے

شخصیت نفس کے طفیل جادو ور کہانت کے رشمے دکھایا رتے تھے۔ ور وگوں کو غیب کی باتیں بتایا رتے تھے۔ یورپ میں آج کل کے مسمریزم، ہپناٹزم ور سپر چوزم کے تمام حیرت نگیز رشموں ور عجیب کارناموں کا سرچشمہ بھی یہی لطیفہ نفس ہے۔ غرض جو کچھ بھی ہو یہ بات ب سب ہل متقدمین ور متاخرین ور ہل سلف ور ہل خلف محققین کے نزدیک یکساں طور پر مسلم ہے کہ روح موت کے بعد زندہ ور باقی رہتی ہے ور زندگی سے پہلے بھی روح زل کے مقام میں موجود تھیں۔ نسانی وجود میں نفس کا لطیفہ وہ بتدائی باطنی شخصیت ہے جس کے زندہ ور بیدار ہونے سے نسان جنات کے باطنی طیف عالم میں قدم رکھتا ہے۔ اس لطیفے کے زندہ ور بیدار ہونے کے دو مختلف طریقے ہیں۔ یک نوری ور دوم ناری طریقہ ہے۔ نیک عمل، اللہ تعالیٰ کا ذکر فکر، عبادت، نماز، روزہ ور تصور اسم اللہ ذات وغیرہ شغل نوری طریقہ ہے۔ ور خلاف نفس کی مخالفت، ریاضت ور یکسوئی سے ناری صورت میں یہ لطیفہ زندہ ور بیدار ہو جاتا ہے۔ ور یہ نوری یا ناری صورت میں طاقت ختیار رتا ہے۔ ور وہ زندہ ور بیدار ہو ر نفس کے لطیف عالم ناسوت میں داخل ہو جاتا ہے۔ ناری نفس کے ہمراہ جن ور شیاطین ور سفلی روح باطن میں مددگار ور رفیق بن جاتے ہیں۔ یورپ کے سپر چولسٹ (SPIRITUALIST) س مقام میں جن، شیاطین ور سفلی روح کی حاضرات رتے ہیں۔ سی مقام میں کاہنوں کی کہانت ور ساحروں کے سحر کا عمل ہوتا ہے۔ ور سی مقام میں ہپناٹسٹ (HYPNOTIST) پنے معمول کو مقناطیسی نیند سلا ر س سے کام لیتا ہے۔ یہ لطیفہ خام اور خوابیدہ حالت میں ہر شخص کے ندر موجود ہوتا ہے۔ سی کے ذریعے نسان خواب دیکھتا ہے۔ سی کو نفس تحت لاشعوری (UNCONSCIOUS MIND) بھی کہتے ہیں۔ جس کے ذریعے مسمریزر مسمریزم کے عمل رتا ہے۔ س لطیفے کے عجائبات بے شمار ہیں۔ گر

سب کو تفصیل کے ساتھ لکھ جائے تو یک لگ کتاب بن جائے۔ سی کی بدوت
صاحبوں کو کشف جونی حاصل ہوتا ہے۔ ماضی و مستقبل کے حالات کو بتاتا ہے۔ ور
لوگوں کے نزدیک صاحب کشف و کرامت مشہور ہو جاتا ہے۔ س مقام میں عالم
غیب کے جن مسخر ہو جاتے ہیں۔ ور عامل ن سے ہر طرح کی خدمت ور کام لیتا
ہے۔ پنے مخالفوں کو جنات کے ذریعے نقصان ور دکھ پہنچاتا ہے۔ زمین پر طیر سیر
کرتا ہے۔ جنات کے ذریعے لوگوں میں محبت ور عداوت پیدا کرتا ہے۔ جنات
سے آسیب دور کرتا ہے ور سب مراض کرتا ہے۔ غرض س لطیفے کے ذریعے عوام
لوگوں کے سامنے بے شمار سفلی شعبدے ور ناسوتی کرشمے دکھائے جا سکتے ہیں۔ خام
جہلا کو یک ہی نظر سے توجہ جنونیت کے ذریعے دیوانہ ور پاگل بنایا جا سکتا ہے۔ غرض
اسی یک دنے لطیفے کے عجائب و غرائب بے شمار ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک
یسے شخص کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہوتی۔ س قسم کا بتدائی عامل گر س مقام پر
ساکن ور راضی ہو جائے تو خواص کاملین عارفین کے نزدیک مکھی کے برابر سمجھا جاتا
ہے۔ کیونکہ س قسم کے سفلی کرشمے یک بے دین جوگی، سنیاسی، تارک الصلوٰۃ ور
غیر شرعی آدمی سے بھی صادر ہو سکتے ہیں۔ غرض س مقام میں جن، شیاطین اور سفلی
روح سے تحاد پیدا کر کے وہ سب کچھ کر سکتا ہے جو یک جن، شیطان ور سفلی روح
کر سکتی ہے۔ ہوا میں پرندوں کی طرح ڑتا ہے۔ آگ میں داخل ہوتا ہے ور سے
کچھ ضرر نہیں پہنچتا۔ دریا پر چلتا ہے۔ یک جگہ غوطہ لگاتا ہے ور دوسری جگہ نمودار ہو
جاتا ہے۔ یک دم میں ور یک قدم پر مشرق سے مغرب تک جا پہنچتا ہے۔ س سے
جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ

اذا رأیت رجلا یطیر فی الھواء و یمشی علی الماء و ترک سنۃ
من سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاضربہ بالنعلین فانہ
شیطان و ما صدر منہ فھو مکر و استدراج

ترجمہ۔ جب تو کسی شخص کو دیکھے کہ ہوا میں اڑتا ہے۔ اور پانی پر چلتا ہے۔ درآں حالیکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت کا تارک ہو، تو بلا تامل اسے جوتوں سے مار۔ کیونکہ وہ شیطان ہے۔ اور جو کچھ اس سے صادر و ظاہر ہو رہا ہے وہ مکر و استدراج ہے۔

مرد درویش بے شریعت گر
پرد بر ہوا مگس باشد
در چو بر کشتی رود شود بر آب
معتقدش ملکن کہ خس باشد

یورپ کے جملہ روحانیین اور علم نفسیات کے ماہرین خصوصاً اہل ہپناٹزم جو اپنے روحانی حلقوں اور نشستوں میں روح کی حاضرات کر کے ان سے بات چیت کرتے ہیں اور اہل ہپناٹزم جس کے ذریعے عامل معمول کو مقناطیسی نیند سلا کر اس کی باطنی شخصیت یعنی اس کی لطیفۂ نفس سے مختلف کام لیتا ہے۔ اور اہل مسمرزم (MYSMERISM) جو مختلف سفلی شعبدے دکھاتا ہے۔ دنیا کے تمام ساحر و جادوگر اور جملہ سفلی عاملین کی دوڑ دھوپ اسی ادنیٰ لطیفۂ نفس تک محدود ہوتی ہے۔ اس سے آگے ذرہ بھر تجاوز نہیں کرتے۔ اگرچہ نفسانی مادی عقل والوں کے نزدیک یہ ناسوتی کرشمے بڑے کمالات سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن کامل عارفوں کے نزدیک پرکاہ کے برابر وقعت بھی نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سب ناسوتی نفسانی کمال والے اپنے ان شعبدوں اور کرشموں کے ذریعے کمینی دنیا کی تجارت کرتے پھرتے ہیں۔

[illegible]

[illegible]

گر نہیں پنے خلاق خد کی کچھ خبر ہوتی تو وہ چند روزہ فنی ور ہیچ دنی کے بدے
پنے عمل کو فروخت نہ کرتے پھرتے۔ سچ پوچھو تو یورپ کی سپرٹزم، ہپنٹزم ور مسمرزم
یہ سب سلامی باغ تصوف کے بتدئی خام میوے کے خوشہ چین ہیں۔ ہپنٹزم کا
پیشرو مسمرزم ہے۔ یورپ کے ندر س علم کو فروغ سب سے زیدہ ہنگری ور س
کے بعد آسٹریلیا میں ہو۔ مسمرزم کا موجد ول ڈکٹر مسمر آسٹریا کے پایہ تخت ویانا کا
رہنے ول تھ۔ یورپ میں ہنگری ہی وہ ملک ہے جسے ترکی کے مشہور بکتاشی صوفیوں
نے پنا سب سے بڑ روحانی مرکز بنایا تھ۔ بوڈپسٹ میں حضرت بابا گلشن بکتاشی کا
مزار آج بھی مرجع نام ہے۔ یہاں صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ عیسائی بھی پنی
مرادیں مانگنے کے لیے بکثرت جاتے ہیں۔ حضرت بابا گلشن کے متعلق مشہور ہے کہ
یہ بزرگ مریضوں پر ہاتھ پھیر کر ن کے مرض دور کر دیتے تھے۔ ن کے مزار کے
قریب یک چھوٹا سا چشمہ ہے۔ جس کے پانی کو آج تک دفع مراض کے لیے
کسیر سمجھا جاتا ہے۔ ٹھارہویں صدی کے وسط میں حاجی قندش بکتاشی ہنگری کے
مشہور ترین صاحب کرامت بزرگ ہو گذرے ہیں۔ ن کی خانقاہ ہنگری کے قصبہ
ناغی کنیزسا (KANIZSANAGHI) میں تھی۔ بلی بینہ وغیرہ کے ہزاروں
مسلمانوں کے علاوہ بہت سے عیسائی بھی ن کے حلقہ رادت میں داخل تھے۔
یورپ کے مشہور مستشرق ڈاکٹر زویمر نے حاجی قندش بکتاشی کے حالات قلم بند
کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب حاجی صاحب کے سامنے کوئی مریض لایا جاتا تھا تو
آپ چند دعائیں پڑھ کر س پر دم کرتے تھے ور سے چت لٹا کر دونوں ہاتھ س پر
پھیرتے تھے۔ تو مریض چند ہی منٹوں میں صحت یاب ہو جاتا تھ۔ ن کے متعلق یہ
بھی مشہور تھا کہ ن کا عطا کردہ تعویذ جس شخص کے بازو سے بندھا ہوتا س پر تلوار،
سنگین ور بندوق کی گولی ثر نہیں کرتی تھی۔ ور حاجی صاحب تلواروں، سنگینوں ور
گولیوں کے گہرے زخموں کو ہاتھ پھیر کر ور لعاب دہن لگا کر اچھا کرتے تھے۔

ور یہ بت آپ کی نسبت مشہور تھی کہ آپ جس شخص کی طرف گھور رد یکھتے تھے وہ
شخص بے ہوش ور بے خود ہو جاتا تھا۔ ں سے حاجی صاحب کثر پنے چہرے پر
نقاب ڈ لے رہتے تھے۔

ڈ کٹر مسمر کی شہرت کا آغاز ٹھارھویں صدی کے آخری حصے میں ہو۔ جس طرح
سے ور بہت سے عیسائی حضرت حاجی صاحب کے مسعد بکتاشی میں دخل تھے۔
سی طرح ڈ کٹر مسمر کو بھی حضرت حاجی صاحب یہ ن کے کسی خلیفہ سے ارادت تھی۔
ڈ کٹر مسمر نے ن سے سلوک کی تصوف کا طریقہ توجہ معلوم کیا ور سیکھ ور بعد ز سے
مادیت کا رنگ دے کر حیوانی مقناطیسیت کے نام سے سے موسوم کر کے سب
مراض میں سے ستعمال کیا۔ عمل تنویم یا مسمریزم ور ہپناٹزم کے دامن میں جو کچھ
بھی ہے وہ صوفیوں کے بتد ئی لطیفہ نفس کے شغل کا دھویا ہو خاکہ ور چربہ
ہے۔ فرق گر کچھ ہے تو یہ ہے کہ تصوف کامل ہے ور مسمرزم ناقص۔ تصوف نور ہے
ور مسمرزم نار ہے۔ تصوف کا رخ دین کی طرف ہے ور مسمرزم کا رخ دنیا کی جانب
ہے۔ تصوف کا مرجع خد ہے۔ ور مسمرزم کا مرجع دنیا وما فیہا ہے۔

جن، شیاطین ور روح خبیثہ بعض دفعہ کسی گھر یا مکان کے ندر سکونت ور رہائش
ختیار کر لیتے ہیں۔ ور وہاں کے رہنے و لوں کو خو ب ور بیدری میں ڈر تے ور
دکھ پہنچا تے ہیں۔ دنیا میں تقریباً کوئی شہر یسا نہ ہو گا جس کے کسی گھر یا مکان میں
یہ غیبی لطیف مخلوق ندر رہتی ہو۔ یسے مکانوں کو عرف عام میں آسیب زدہ یا بھارے
مکان کہتے ہیں۔ یورپ میں یسے مکانوں کو ہانٹیڈ ہاؤسز (HAUNTED
HOUSES) کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ بعض جن بے آزار ہوتے
ہیں۔ ور گھر و لوں کو کوئی دکھ ور آزار نہیں پہنچاتے بلکہ ن کی دیگر موذی جنات
سے حفاظت کرتے ہیں۔ میں نے بذ ت خود اس قسم کے آسیب زدہ گھر دیکھے ہیں۔
ور نہیں جن شیاطین کی آماجگاہ پایا ہے۔ بعض جن شیاطین ور روح خبیثہ نے لوں

پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ جس سے ن کی صحت خرب ہو جاتی ہے۔ ور وہ ا علاج
مراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ لیکن شیطان ور بدروح کے نسانی جسم میں دخل
ہونے سے علاوہ ور مراض بدنی کے ن کے خلاق ور عقدت پر بھی بر ثر پڑتا
ہے۔ ور جب ن کے ناری ور خبیث اثر سے کسی نسان کا دل ور دماغ متاثر ہو
جاتا ہے۔ تو وہ پاگل، دیونہ ور مجنون ہو جاتا ہے۔ ن کے مختلف فرقے ور قسام
ہیں۔ ور ن کے علیحدہ وصف لگ لگ کام ہیں۔ ن کی یک قسم وہ ہے جو پہاڑوں
کے چشموں ور غاروں میں رہتی ہے۔ ن میں یک دوسرا گروہ ہے جو شہروں کے
گھروں ور مکانوں میں رہائش رکھتا ہے۔ تیسرا یک فرقہ ہے جو قبرستانوں ور
مرگھٹوں کے ندر رہتا ہے۔ یہ نسانوں کے ہمراہ رہنے وے طبعی جن ور شیاطین
ہوتے ہیں۔ جو موت کے بعد نسان سے مفارقت ختیار کر کے کچھ عرصہ ن کی
قبروں ور مرگھٹوں پر منڈلاتے رہتے ہیں۔ یہ جن شیاطین کثر مردوں کے خویش و
قارب پر بھی مسلط ہو جایا کرتے ہیں۔ ہندو لوگوں میں یہ بات مشہور چلی آتی ہے
کہ مرنے کے بعد مردہ روح بھوت بن کر س کے خویش و قارب میں سے کسی پر
مسلط ہو جاتی ہے۔ سی سے یہ لوگ مردہ جلاتے وقت پنا حلیہ ور لباس تبدیل کر لیا
کرتے ہیں۔ ور بعض ہندو قبیلے تو تبدیلی ہیئت میں س قدر غلو کرتے ہیں کہ پنے
سر، داڑھی ور مونچھوں کے بال تک منڈھوا ڈالتے ہیں۔ تا کہ مردہ کی روح بھوت
بن جانے کے بعد نہیں پہچان نہ سکے ور س طرح وہ س کے تسلط سے محفوظ ہو
جائیں۔

مقصدِ حیات اور ضرورت اسم اللہ ذات

و ضح ہو کہ زل کے روز جب اللہ تعالیٰ نے کل روح کو جوہر نور سم اللہ ذ ت سے لفظ کن کہہ کر پید کیا۔ ور تمام روح کو پنے سامنے لا کر حاضر کیا۔ ور ن پر پنی ربوبیت کا ظہار کیا۔ س وقت سو ل کیا۔ ست بربکم۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ اس وقت چونکہ تمام روح کی آنکھیں نور سم للہ ذ ت سے منور اور سرمہ معرفت سے سرگیں تھیں ور ہر کدورت ور آ لائش سے پاک تھیں۔ سب نے یک زبان ہو کر جو ب دیا بلیٰ۔ یعنی ہاں بے شک تو ہمارا رب ہے۔ س کے بعد صرف حقیقی نے ان کے نقد قال ور متاع قرار کو عمال ور احول کی کنجیوں یعنی عنصری جسموں میں ڈ ل کر د ر لامتحان دنیا کی بھٹی میں گلا کر دیکھنا ور پرکھنا چاہا۔ ہند سے حسن تقویم سے تار کر سفل سافلین میں تار ۔ ور س کی ذ ت نور نی میں نار شیطانی ور دود ظلمت نفسانی ور کدورت و آلائش دنیا ے فانی مدا دی۔ ور روح کی حقیقت فیا ، ور خلوص وعدہ بلیٰ ور قوت قر ر عبودیت کی پوری پوری پرکھ ور آزمائش فرمائی۔ چنانچہ ن کو بہشت قرب و وصال ور جنت حضور سے نکال کر غیب ور بعد کے بیابان دنیا میں ا تار ور روح کے آزاد روحانی طیور کو باغ پاک سے نکال کر جسم خاک کے پنجروں میں ڈ ل دیا ور نفس و شیطان جیسے زبردست صیادوں کے ہاتھ ن کی ڈوریں دے دیں۔ جس وقت نسان ضعیف البنیان دنیا کے کمرۂ متحان (پریشن روم) میں تار گیا تو س کے ذہن دل و دماغ کو دنیا کے کلوروفارم نے اپنے ازلی ہوش سے مدہوش کر دیا۔ ور س معبود و محبوب حقیقی کے وعدۂ ست ور س کی یاد کو س سے یکدم فر موش کر دیا۔ حدیث۔

روی جویبر عن الضحاک قال اھبط اللہ دم و حواء الی الارض و وجدا ریح الدنیا و فقدا رائحۃ الجنۃ فغشی علیھما اربعین صباحا من نتن الدنیا

ترجمہ۔ جویبرؒ نے ضحی کؒ سے رو یت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمیا کہ آد

علیہ سلام ورحو کو جب اللہ تعالیٰ نے زمین پر تار۔ تو ن کے دماغ ورمشام میں

دنیا کی بدبو گھس گئی ور جنت کی ہو جاتی رہی تو چالیس روز تک وہ دنیا کی بدبو سے

بے ہوش پڑے رہے۔ س و سطے نسان کا زن فطرتی نوری چر غ سم اللہ ذ ت

دنیا کے کثیف حجابوں ور نفسانی تاریکیوں ور شیطانی ظلمتوں میں چھپ گیا۔ گویا

روح کا یونس مادے کی مچھلی کے پیٹ میں پڑ گیا۔ جس سے بغیر ذکر سم اللہ ذ ت

کے نکلنا محال ہے۔

قولہ تعالی فلو لا انہ کان من المسبحین لبث فی بطنہ الی یوم

یبعثون

یعنی گر یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں سم اللہ کی تسبیح نہ پڑھتے تو قیامت تک مچھلی کے

پیٹ میں رہتے۔ ب نسان بچارہ غافل و سماہل عوقت دنیا میں جکڑ ہو قرب و

معرفت کی نوری بارگاہ سے دور پڑ ہو ہے۔ دنیا کے بحر ظلمات میں س زن آب

حیات کے سرچشمے کی تلاش میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ جو س کے خاکی وجود کی مٹی

میں دبا پڑ ہو ہے۔ ب سو ئے ذکر سم اللہ ذ ت کے تیشے کے س چشمے کا نکالنا

محال ہے۔ ور سو ئے ذکر کے عروۃ لوثقیٰ (مضبوط رسی) کے یوسف روح کا چاہ

غفلت دنیا سے باہر آنا بہت دشو ر ہے۔ س دنیا کے ظلمت کدہ ور ندھیری رات

میں نسان کا نیس غم گسار ور مشعل راہ صرف چر غ تصور سم اللہ ور قندیل خیال

سم اللہ ہی ہے ور بس۔ ب اللہ تعالیٰ کی معرفت ور شناخت کے سے سو ئے ذکر

اللہ کے ور کوئی ذریعہ ور وسیلہ نہیں ہے۔ کیونکہ خالق و مخلوق، رازق و مرزوق،

و جب و ممکن، قدیم و حادث ور رب و عبد کے درمیان سو ئے ذکر اللہ کے ور کوئی

رشتہ ور و سطہ ہی نہیں ہے تو۔ تعالیٰ۔ مانت مذکر۔ یہی باطنی ٹیلیفون ور روحانی

تار برقی ہے جس نے عبد ور معبود کو آپس میں ملا یا ہے۔ بندہ پنے رب کے ساتھ

محض ذکری کے رشتے سے وابستہ ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا سے یہی رسی مراد ہے۔ جس کا ایک سرا خالق کے ساتھ آسمان میں اور دوسرا مخلوق کے اندر دنیا میں لگا ہوا ہے۔ جس نے اس رسی کو مضبوط پکڑ لیا۔ وہ اپنے خالق کی نوری بارگاہ تک چڑھ گیا۔ اور جس نے اس سے اعراض اور انکار کیا وہ دنیا کے ظلمت کدہ میں ابدالآباد تک اندھا رہا۔

یوں آ کے ہم اپنے بدن کو بھولے
مل مل کے غیروں سے آشنا کو بھولے
دنیا کی تلاش میں گنوا لی سب عمر
اس مس کی طلب میں کیمیا کو بھولے

نہیں دیکھتے کہ جب کسی شخص کا دوست یا آشنا طویل عرصے سے جدا ہو جاتا ہے۔ تو اس کے دل و دماغ سے اس کی یاد کافور ہو جاتی ہے۔ اور اگر مدت کے بعد وہ دوست آئے تب بھی اس کو پہچان نہیں سکتا۔ ہاں جب آپس میں گفت و شنید، ذکر اذکار اور پتہ و نشان بتانے سے پہچان تازہ اور معرفت واضح ہو جاتی ہے۔ یا وہ دوست سے جدا ہونے کے عرصے میں اگر نامہ و پیام اور خط و کتابت جاری رکھے تب بھی اس دوست و آشنا سے جان پہچان قائم رہتی ہے۔ اور وہ اس سے فراموش نہیں ہوتا۔ یہی حال اس زندانی بچھڑی ہوئی انسانی روح کا ہے۔ جو بہشت قرب و حضور سے نکل کر دور دراز بیابانوں میں اپنے محبوب و مطلوب کے ساتھ فاذکرونی اذکرکم کے مطابق ذکر کی خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھے گا تو جب وہ اپنے محبوب حقیقی کو نہیں بھولے گا۔ کیونکہ محبوب ازلی بھی جو بڑا اور سچا ہے بمقتضائے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا اپنی طرف بلانے اور اپنے ساتھ ملانے کا اہتمام اور انتظام فرما دے گا۔ اور بسم اللہ ذات کے براق برق پر سوار کر کے اپنے محبوب اور مشتاق کو اپنی نوری بارگاہ میں شرف باریابی بخشے گا۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ اس مادی دنیا میں

کچھ عرصے کے جد شدہ دوست کی شناخت ور پہچان جس وقت ملنے ور آنکھوں سے
یک دوسرے کو دیکھنے کے بعد بھی بغیر ذکر ذکار ور گفتگو کے مشکل ہو جاتی ہے تو بھ
زل کے جد شدہ مطلوب و مقصود ور رحمت مدید کے مفقود معبود کی شناخت ور
معرفت بغیر ذکر ذکار کیوں مشکل ور دشو ر نہ ہو۔ سو معلوم ہو گیا کہ آنکھیں بھی ذکر
کی محتاج ہیں۔ ور دید کو قوت شنید سے ہے۔ عیاں کو حقیقت بیان سے ہے ور ہوش کو
رستہ گوش سے ہے۔ یہاں ذکر کی ہمیت عیاں ہو جاتی ہے۔

نہ تہا عشق ز دید ر خیزد
بس کیں دوست ز گفتار خیزد

ترجمہ۔ عشق صرف دید ر سے ہی پید نہیں ہوتا۔ کثر وقات یہ دوت گفتگو سے
بھی پید ہوتی ہے۔

ہند نسان کو اس دنیا میں اس ازی یاد کو تازہ کر نے کے ے ور وعدہ بلی کے یفا
کرنے ور پنے محبوب حقیقی کی معرفت ور شناخت کے ے ذکر کی شد ضرورت
ہے ور اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ جب کسی شخص کو نام
سے یاد کیا جاتا ہے تو یاد کرنے و لے ذکر کے دل کی یک برقی رو شخص مذکور تک
جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالی کو یاد کرنے و لے ذکر کے دل کی برقی رو بھی مذکور
اللہ تعالی تک چلی جاتی ہے گرچہ للہ تعالی کی ذ ت کتنی ہی بے مثل و بے مثال
ہے۔ ور اس کا کوئی مکان و نشان معلوم نہیں۔ لیکن س نے پنے مقبول مقرب
بندوں یعنی پیغمبروں ور اولیاء کرام کے ذریعے یہ پتہ نشان ور پنے ملنے کا
ذریعہ وسیلہ ور سامان یوں بتایا ہے کہ میں نسان کے بہت قریب ہوں۔ بلکہ س کی
شہ رگ ور س کی ذ ت سے بھی س کے بہت قریب ہوں۔ ور کوئی شخص مجھے ملن
چاہے تو وہ میرے ذکر کے ذریعے مجھے مل سکتا ہے۔ جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں
گے۔ پس جس وقت ذ کر اللہ تعالی کو یاد کرتا ہے تو س کے ذکر کی برقی رو اللہ تعالی

تک دوڑ جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی بیچارے اس ذاکر کا جواب دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ فاذکرونی اذکرکم یعنی تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ سو یہ تو معلوم ہو گیا کہ ذاکر و مذکور یعنی عبد و معبود کے درمیان ذکر کی تار برقی جاری ہو جاتی ہے۔ اب رہی یہ بات کہ اس ذکر کی تار برقی سے کیا اور کیونکر فائدہ ہوتا ہے۔ سو یاد رہے کہ ذکر کی یہ برقی رو چونکہ انسان کے دل و دماغ کے دو تاروں سے نکلتی ہے سو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو سانس ذاکر کا باہر جاتا ہے۔ وہ ذاکر کے دل کی صفت مذکور کے دل تک پہنچاتا ہے اور جب واپس آتا ہے تو مذکور کے دل کی صفت اور باطنی بو ذاکر کے دل تک لاتا ہے۔ اسی طرح باطن میں ذاکر اور مذکور کے دل اور دماغ کی صفات اور باطنی حالات اور خیالات کا تبادلہ ہوتا ہے۔ پس ناقص خام ذاکر کامل مذکور کی اعلیٰ اور پاک صفات سے متصف ہوتا اور اس کے حمیدہ اور منزہ اخلاق سے متخلق ہو جاتا ہے۔ لہذا عبد و معبود کے درمیان جس وقت

فاذکرونی اذکرکم کی سنی فون یا رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

کی تار برقی اور یحبہم و یحبونہ

کی اصلی رو جاری ہو جاتی ہے تو بندہ ناتوان انسان جو کہ دنیوی علائق و عوائق کی زنجیروں میں جکڑا ہوا اور نفسانی شہوات اور خواہشات کے سلاسل اور اغلال اور شیطانی خصلتوں اور تاریکیوں میں گرفتار ہے۔ ذاکر کے اس پاک رشتے اور تعلق سے اس کو تائید غیبی پہنچتی رہتی ہے اور اس کی باطنی بیڑیاں اور روحانی زنجیریں ٹوٹنے لگ جاتی ہیں۔ اور اگر وہ کثرت ذکر پر استقامت اور مداومت کرے تو اسے کلی طور پر چھٹکارا حاصل ہو جاتا ہے۔ جیسا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔ تاکہ تم چھٹکارا اور خلاصی پاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ذاکر کے اوصاف ذمیمہ اور اخلاق قبیحہ رفتہ رفتہ اوصاف حمیدہ اور

اخلاق حسنہ سے بدل جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ ملکوتی اوصاف سے موصوف ہو کر اللہ تعالیٰ کے قرب وصال اور مشاہدے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اور آخر اللہ تعالیٰ اسے اپنے نور وحدت میں جذب کر کے باطن میں اپنے ساتھ ملا دیتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب اور وصال کا ذریعہ اور وسیلہ محض ذکر ہے اور تمام اذکار میں افضل الاذکار اور تمام ذکروں کا خلاصہ اور جامع اذکار ذکر اسم اللہ ذات ہے۔ ذکر اور اسم اللہ ذات کی فضیلت اور اہمیت سے قرآن کریم بھرا ہوا ہے۔ اور احادیث نبویؐ میں بھی جابجا ذکر اللہ کی کمال تاکید موجود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبھم ۔یعنی اللہ تعالیٰ کے خاص خاص بندے ہیں جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہر حالت میں یاد کرتے ہیں۔ اور نیز ارشاد ہے۔

ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء و المنکر ط ولذکر اللہ اکبر ط و اقم الصلوۃ لذکری

ترجمہ۔ تحقیق نماز بدیوں اور بے حیائیوں سے انسان کو روک دیتی ہے۔ اور تحقیق ذکر اللہ بہت بڑی چیز ہے۔ اور میری یاد اور ذکر کی خاطر نماز ادا کر۔ قولہ تعالیٰ۔

والذاکرین اللہ کثیرا و الذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃ و اجرا عظیما

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑی مغفرت اور عظیم اجر اور نعمت تیار کر رکھے ہیں۔ قولہ تعالیٰ۔

یا ایھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا و سبحوہ بکرۃ و اصیلا

ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔ اور صبح و شام اس کے نام کی تسبیح پڑھا کرو۔ حدیث۔ عن ابی الدرداء قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الا انبئکم بخیر اعمالکم و ازکاھا عند ملیککم و ارفعھا فی

درجاتكم وخير لكم من انفاق الذهب والورق وخير لكم من ان تلقوا عدوكم فتضربوا اعناقهم ويضربوا اعناقكم قالوا بلى قال ذكر الله تعالى

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ آیا میں تم کو ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمام عمل سے بہتر ہو۔ اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہو۔ اور تمہارے تمام درجات سے بلند تر ہو۔ اور تمہارے اللہ تعالی کی راہ میں سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی بہتر ہو۔ اور اس بات سے بھی افضل ہو کہ تم اللہ کی راہ میں دشمنوں سے لڑو۔ ایسی حالت میں کہ تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ صلعم ہمیں وہ بہترین عمل ضرور بتائیے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ عمل ذکر اللہ ہے۔ بعض لوگ اس حدیث سے تعجب کرتے ہوں گے کہ بھلا ذکر اللہ جیسا زبانی عمل جہاد جیسے کٹھن اور جانبازانہ عمل سے کیونکر افضل اور بہتر ہو سکتا ہے۔ لہذا ہم اس حدیث کی تصدیق اور تائید میں خود قرآن مجید کی آیت پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع و مساجد يذكر فيها اسم الله كثيرا

ترجمہ۔ اللہ تعالی اگر بعض (مسلمان) لوگوں کو بعض (کافر) لوگوں سے لڑا کر ان کے دفیعے اور روک تھام کا انتظام نہ کرتا تو بہت سے عبادت خانے، مندر، نماز گاہیں اور مساجد سب کافروں کے ہاتھوں ویران اور برباد ہو جاتے جن میں کثرت سے ذکر اللہ کیا جاتا ہے۔ سو اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافروں کے ساتھ جہاد کی غرض اور غایت محض مساجد اور عبادت گاہوں اور مذہبی و روحانی جلسوں اور تقریبات کی حفاظت اور نگرانی ہے۔ اور ان سب کا آخری اور حقیقی مقصد جو آخر میں بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا۔ یعنی اللہ

تعالیٰ کے نام کا ذکر ت میں کثرت سے کیا جے۔ سو سب ورد ذرع غرض ور مقصد اصلی سے کسی صورت میں بہتر نہیں ہو سکتے۔ ور یک دوسری حدیث ہے۔

قال عیہ الصوۃ و السلام ما من شیء انجی من عذاب اللہ من ذکر اللہ قالوا ولا الجہد دیا رسول اللہ صلی اللہ عیہ وسم قال ولا الجہاد ولو یضرب بالسیف حتی ینقطع رسول عیہ الصوۃ و السلام

نے فرمایا کہ ذکر اللہ سے بہتر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والی چیز ور کوئی نہیں ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا جہاد بھی ذکر اللہ سے بہتر نجات دہندہ نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جہاد بھی نہیں گرچہ تم س میں تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہ ہو جاؤ۔

قال رسول اللہ صلی اللہ عیہ وسم لیس یتحسر اہل الجنۃ الا علی ساعۃ مرت بہم و لم یذکروا اللہ تعالی فیہا

ترجمہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشتی لوگ دنیا کی کسی چیز کے فوت ہو جانے کی حسرت ور رمان نہیں کریں گے سوائے س گھڑی ور دم کے جو ن پر دنیا میں یاد الٰہی کے بغیر گذرا ہوگا۔ حدیث۔

اذ ذکرتنی شکرتنی و اذ نسیتنی کفرتنی

ترجمہ۔ جس دم میں اے بندے تو نے مجھے یاد کیا تو تو نے میرا شکریہ ادا کیا۔ ور جس دم تو مجھ سے غافل ہوا تو تو نے کفران نعمت کیا۔

کے کو غافل زوے یک زمان ست
در آں دم کافر است اما نہان است

حدیث قال موسی یا رب اقریب انت فاناجیک ام بعید فانادیک فانی احس صوتک ولا اریک فاین انت قال اللہ انا

انا دلیلک و انا خلفک و علی یمینک و علی شمالک یا موسی و انا جلیس عبدی حین یذکرنی و انا معه اذا دعانی

ترجمہ۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایک دفعہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے میرے رب اگر تو میرے قریب رہتا ہے تو میں تجھ سے آہستہ اپنا عرض معروض کیا کروں۔ اور اگر تو کہیں دور ہے تو تجھے زور سے پکارا کروں۔ کیونکہ اے میرے مولیٰ میں تیری خوبصورت آواز کو سنتا تو ہوں لیکن تو نظر نہیں آتا۔ پس تو مجھے بتا کہ تو کہاں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا۔ کہ اے موسیٰ میں تیرے آگے پیچھے، دائیں بائیں ہر طرف سے قریب ہوں۔

[illegible]

[illegible]

جس وقت کوئی بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس بیٹھا ہوا ہوتا ہوں۔ اور جب وہ مجھے پکارتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

و اوحی اللہ تعالی الی موسی اتحب ان اسکن معک فی بیتک یا موسی فخر للہ ساجدا و قال یا رب کیف تسکن معی فی بیتی، قال یا موسی انا جلیس من ذکرنی و حیث ما التمسنی عبدی وجدنی

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے موسیٰ آیا تو چاہتا ہے کہ میں تیرے ساتھ تیرے گھر میں رہوں۔ یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام خوشی کے سجدے میں گر پڑے اور عرض کی کہ اے اللہ تو کیونکر میرے ساتھ میرے گھر میں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ اے موسیٰ کیا تو نہیں جانتا کہ میں اپنے یاد کرنے والے کے پاس بیٹھا رہتا ہوں۔ اور جب کبھی میرا بندہ مجھے ڈھونڈتا ہے تو وہ مجھے پا لیتا ہے۔ دیگر بے شمار آیات قرآنی اور احادیث کثیرہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے

کہ تمام عمل سے فضل عمل محض ذکر اللہ ہے۔ دیگر سب عمل اس سے کم تر ور
دنے درجے کے ہیں۔ ور تمام آسمانی کتابوں خصوصاً قرآن کریم ور حدیث کا
خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ انسانی زندگی کی صلی غرض اور حقیقی مقصد اللہ تعالیٰ کی
عبادت، معرفت، قرب ور وصل ہے۔ ور س کا واحد ذریعہ ذکر اللہ ور سم اللہ
ہے۔ ور تمام مذہب ور خاص کر سلام انسان کو اللہ تعالیٰ کے سم کے ذریعے مسمی
تک یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ہتمام کرتا ہے جیسے کہ ہم آگے بیان کریں گے۔
ور سلام کے جس قدر رکان مثلاً فرائض، واجبات، سنن اور مستحب ہیں سب سی
یک عمل یعنی ذکر اللہ کے مختلف مظاہرے ہیں۔ یہ سی غرض کے مددی، معاون ور
اسی یک ہی عمل کی تکمیل کے ذرائع ور سباب ہیں۔ تمام قرآن ور جملہ سورتیں سم
اللہ یعنی بسم للہ رحمن رحیم سے شروع ہوتی ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ تمام قرآن
سورۃ فاتحہ میں مندرج ہے۔ ور تمام سورۃ فاتحہ بسم اللہ رحمن رحیم میں س طرح
مندرج ہے جس طرح کہ تخم ور پھل کے ندر درخت پوشیدہ ہوتا ہے۔ ور کیوں نہ ہو
جب کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا ذکر مفصل ور سم للہ ذکر مجمل ہے۔

جب آپ نے عیسائی مذہب کے پادریوں سے بتدائے آفرینش کی بابت سوال کیا
جاتا ہے تو تمام یہی یک مقولہ زبان پر دہراتے نظر آتے ہیں کہ۔ IN THE
BEGINNING WAS WORD AND WORD WAS
WAS WORDWITH GOD AND GOD یعنی بتداء میں کلمہ
تھا۔ ور کلمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھا ور اللہ تعالیٰ خود وہ کلمہ تھا۔ گو س مقولے کی توجیہہ
ور تفسیر سے پادری لوگ ناواقف ہیں۔ صرف طوطے کی طرح سے زبان سے رٹ
لیتے ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی پرانی کتاب کا مقولہ ہے۔ جس کا مطلب یہ
ہے کہ وہ کلمہ سم اللہ ذات ہے۔ جو کہ بتداء میں تخلیق کائنات سے اللہ تعالیٰ کے
ساتھ موجود تھا اور وہ کلمہ خود اللہ تعالیٰ تھا۔ یعنی سم کے ساتھ مسمی کا تصال ور اتحاد

تھ۔ ور یہی سم و رسمی کا معمے ہے۔ جس سے مادی عقل و ے ماو قف ہیں۔ جو کہ
ذکر اللہ کو محض جمود بیکاری ور عضـ ئے نسانی کا تعطل سمجھتے ہیں۔ لفظ نگریزی
(WORD ور WORLD) یعنی کلمہ ور کائنات کی تشبیہ ور تجنیس سے بھی
یک د نا آدمی س نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ لفظ (WORD) یعنی کلمہ کن یا سم اللہ
ذ ت ور (WORLD) یعنی تمام جہان کی اصل یک ہے۔ ور سم للہ ذ ت
کے نور سے تمام کائنات خصوصاً نسانی وجود کی بنیاد پڑی ہے۔ نسان کی باطنی
فطرت و رسرشت میں سم اللہ ذ ت کا نور بطور ودیعت ور مانت روز زل سے اللہ
تعالیٰ نے پوشیدہ رکھ دیا ہے۔ ور سم اللہ ذ ت ہی وہ نوری رشتہ ہے جس سے نسان
پنے خالق کے ساتھ و بستہ ہے۔ سی وسیلے ور ذریعے سے نسان کے ندر عالم
غیب ور باطنی دنیا کی طرف نوری روزن ور باطنی ر ستہ کھل جاتا ہے۔ یہی سم اللہ
ذ ت تمام ظاہری و باطنی علوم و معارف و اسر ر ور جملہ ذ تی، صفاتی، فعلی و عمالی
نو ر ور کل عالم ناسوت، ملکوت، جبروت ور لاہوت ور سار ے مقامات شریعت،
طریقت و رمعرفت ور جمیع ذکار و لطائف نفسی، قلبی، روحی، سری، خفی، خفی و نا ور
کل درجات سلام، یمان، یقان، عرفان، قرب، محبت، مشاہدہ ور وصال تک
پہنچنے کا و حد ذریعہ ور ن کے باطنی خز ئن کے کھولنے کی و حد کنجی ہے۔
ذ کر اللہ تعالیٰ ور مذہبی عمل کی قدر و قیمت تو موت کے بعد معلوم ہوگی۔ دنیا کے
س بحر ظلمات میں بھٹکنے و ے دل کے ندھے نفسانی وگ ن باطنی جو ہرات کی
قدر کیا جانیں۔ جو کہتے ہیں کہ مذہب نسان کو محض لفظ اللہ کے مطالعے کی طرف لاتا
ہے جو محض جمود، بیکاری ور بے ہمہ زندگی ہے۔ س دنیا کے ور امتحان میں ذکر
اللہ سم اللہ و مذہبی رکان کی صلی ور حقیقی قدر معلوم کرنا نہایت مشکل کام ہے۔
جیسا کہ یک نقل مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ سلطان سکندر کو آب حیات کا پانی پی کر عمر
جاودانی حاصل کرنے کا شوق د منگیر ہو۔ چنانچہ وہ پنے مصاحبوں کے ہمرہ

حضرت خضرؑ کی راہبری میں آب حیات کی طلب میں نکل پڑے۔ چلتے چلتے وہ
ایسے مقام پر پہنچے جہاں سورج کی روشنی نہیں پہنچ سکتی تھی۔ جس کو بحر ظلمات کہتے
ہیں۔ جہاں گھپ اندھیرا رہتا ہے۔ سکندر اور اس کے مصاحب بدقسمتی سے اس
تاریکی کے اندر راستہ بھول گئے اور خضرؑ کی راہبری سے محروم ہو کر ان سے جدا ہو
گئے۔ کچھ عرصہ اس تاریکی کے اندر ادھر ادھر بھٹکتے پھرے لیکن دوبارہ خضر علیہ السلام
کی ملاقات نصیب ہوگئی۔ جو آب حیات کے چشمے پر پہنچ کر وہاں کا پانی پی آئے
تھے۔ اس وقت ان کے پاس چونکہ خرچ خوراک اور سامان خورد و نوش ختم ہو چکا تھا۔
مجبوراً سب کی بحر ظلمات سے باہر نکلنے اور اپنے وطن کی طرف لوٹنے کی صلاح
ٹھہری۔ خضرؑ خیر اندیش کو اس وقت ان کی محرومی پر ترس آیا۔ تب آپ نے ان کو
ایک نیک صلاح دی اور فرمایا کہ تمہاری قسمت میں شاید آب حیات مقدر نہیں تھا۔
اب میں تمہیں ایک اور فائدے کی بات بتاتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ یہاں تاریکی
میں تمہارے پاؤں کے نیچے جس قدر پتھر اور سنگریزے پڑے ہوئے معلوم ہوتے
ہیں۔ سب کے سب لعل، ہیرے اور قیمتی جواہرات ہیں۔ انہیں اپنے توشہ دانوں
میں بھر لو اور اپنے ساتھ لے چلو۔ ان سے تم اپنے وطن میں بڑے مالدار ہو جاؤ
گے۔ اس پر بعض اصحاب نے خضرؑ کو سچا جان کر اپنی خورجیں ان پتھروں سے بھر
لیں۔ بعض کچھ کمزور یقین والے تھے۔ انہوں نے تھوڑے سے پتھر اٹھا لئے اور
بدقسمتوں نے کہا کہ خضرؑ نے ہمیں پہلے بھی تاریکی میں ادھر ادھر پھرا کر پریشان کیا۔
اب یہ پتھر اٹھانے کی بے سود تکلیف بھی رائیگاں ثابت ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے کچھ
نہ اٹھایا۔ جب وہاں سے روانہ ہو کر انہوں نے بحر ظلمات کو طے کر لیا اور روشن جہان
میں پہنچ کر انہوں نے جس وقت اپنی خورجینوں کو کھول کر دیکھا۔ تو ان کی حیرت کی
کوئی حد نہ رہی۔ کیونکہ انہیں معلوم ہوا کہ وہ بھاری بیکار پتھر اور سنگریزے گراں
بہا اور قیمتی لعل، ہیرے اور جواہرات ہیں۔ اس وقت جنہوں نے پتھر مطلق نہیں

ٹھ ے تھے۔ نہوں نے سخت افسوس ورغم کیا۔ ورجنہوں نے تھوڑے پتھر ٹھ ے

تھے انہوں نے بھی افسوس کیا۔ غرض جو وگ پتھر ٹھ کر ا ئے تھے وہ د نیا میں بڑے

میر اور ما مد رہو گئے۔ یہ یک مثل ہے جو کہ دنیا کی ما دی زندگی پر نہایت موزوں ور

منطبق ہوتی ہے۔ یہ دنیا بحر ظلمات ہے۔ ور سم اللہ ذ ت کا نور آب حیات ہے۔

جو کہ صخرۂ دل یعنی دل کے نیچے عالم غیب سے پھوٹ کر نکل رہا ہے۔ اس آب

حیات سے جو سعادت مند شخص یعنی اللہ تعالی کے خاص برگزیدہ شخص سیر ب

ہوئے وہ زندۂ جاوید ہو کر خضر مثال ولیاء ور نبیاء بن گئے۔ جس نے اس آب

حیات نور اسم اللہ ذ ت کو پیا س نے بدی سرمدی زندگی کو حاصل کیا۔ وہ اللہ تعالی

کے ذ تی نور حیات سے بد ابا د تک جیے۔ اللہ تعالی نے نہیں دنیا و آخرت میں پنی

مخلوق کا راہبر اور راہنما کیا۔

فرق ست ز آب خضر کہ ظلمات جائے وست

تا آب ما کہ منبعش اللہ کبر ست

ترجمہ۔ آب خضر جس کا مقام ظلمات ہے ور ہمارے پانی میں بہت فرق ہے۔

یہاں ہمارے پانی سے مر د سم اللہ ہے۔ جس کا منبع خود اللہ تعالی ہے۔ ور یہ آب

حیات سے بہتر ہے۔

ور جو س آب حیات سے محروم ہیں۔ نہیں یہ راہبر ہدایت اور نصیحت کرتے ہیں

کہ ے وگو! یہ جو دنیا کے بحر ظلمات میں ظاہری دینی رکان ورمذہبی عمل بھاری

بے کار پتھروں کی طرح تمہیں بار گر ں معلوم ہوتے ہیں۔ جن کی یہاں تمہیں کچھ

قدر و قیمت معلوم نہیں ہوتی نہیں پنے صلی وطن د ر آخرت کے روشن جہان کے

سے ٹھ و۔ وہاں جا کر تمہیں معلوم ہو گا کہ یہ عل ور ہیرے ہیں۔ جن سے تم د ر

آخرت میں بڑے میر ور ما مد بن جاؤ گے۔ لمختصر یہ حکایت س دنیا کی تاریکی کی

کیا عمدہ مثال ہے۔ مگر ما دی نفسانی وگ جس وقت س قسم کے مثالی مذہبی قصے

مذہبی کتابوں میں پڑھتے ہیں تو بجے ں کے کہ ن سے عبرت حاصل کر کے ہدیت پر آئیں۔ تمسخر ور ستہزء کے درپے ہو جاتے ہیں۔ سچ پوچھو تو مادیت کی مالیخولیا ور بہیمیت کے سرسام نے آج کل نئی روشنی و وں کے دماغ کو بگاڑ دیا ہے۔ کنوئیں کے ندھے مینڈک کی طرح نہوں نے س مادی دنیا کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے۔ ور پنی مادی عقل ور ظاہری علم کے غرور ور گھمنڈ میں وہ قرآنی حقائق ور روحانی سرار کا متکبرنہ مگر جاہلانہ نکار کرتے ہیں۔ لیکن جس دن یہ ر ستے کا گرد وغبار ٹھ جائے گا۔ ور اللہ تعالیٰ کی بطش شدید ور زبردست گرفت نہیں جکڑ لے گی۔ اس دن ان لوگوں کی ساری کڑ پھونک نکل جائے گی ور مادی نشے ہرن ہو جائیں گے۔

فسوف ترى ذ نکشف غبر
فرس تحت رجلک م حمر

یعنی جب ر ستے کا غبار ٹھ جائے گا س وقت تجھے معوم ہو جائے گا کہ تو گھوڑے پر سو ر ہے یا گدھے پر۔

بروز حشر تر یں ہمہ شود معوم
کہ با کہ باختہ عشق در شب دیجور

ترجمہ۔ قیامت کے دن تجھے یہ سب کچھ معوم ہو جائے گا کہ تو س دنیا کی تاریک رت میں کسی چیز کے ساتھ عشق لگائے بیٹھا ہے۔

ذکر اللہ ور سم اللہ کی حقیقت ور ہمیت کو بہت کم وگ جانتے ہیں۔ شارع سلام ور بزرگان دین نے ذکر اللہ ور سم اللہ کو اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب، مشاہدے ور وصال کا و حد ذریعہ ور وسیلہ بتایا ہے۔ کیونکہ سم عین مسمے ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ میں پنے ذکر کرنے و لے کے پاس بیٹھا ہوا ہوتا ہوں۔ ور یک دوسری حدیث میں آیا ہے۔ نا جلیس من ذکرنی۔ یعنی جب کوئی مجھے یاد کرتا ہے تو میں

اس کے دو ہونٹوں کے درمیان ہوتا ہوں۔ سو یہ تو صاف ظاہر ہے کہ انسان کے ہونٹوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی عظیم شان غیر محدود ذات کبھی نہیں آ سکتی۔ ذاکر کے ہونٹوں کے درمیان تو صرف اللہ تعالیٰ کا اسم ہی آ سکتا ہے۔ سو یہاں اسم اور مسمّٰے کے اتصال اور اتحاد کی طرف اشارہ ہے کہ اسم اور مسمّٰے کے درمیان نہ صرف اتصال ہے بلکہ اسم مسمّٰے کی عین مثال اور عین عین ہے۔ اور یہی اصل باعث مبدء ومعاد و ذریعہ پیدائش خلق و ایجاد کونین ہے۔

اب ہم لفظ اسم اللہ ذات کی حقیقت کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔ واضح ہو کہ جب کسی شخص کو دیکھا جاتا ہے تو اس کی نسبت ہر قسم کے اذکار اور باتیں اس کی ذات یا اس کے نام کی طرف راجع ہوتی ہیں۔ اور سب کا مدلول پہلے نام اور پھر اس کی ذات ہوتی ہے۔ اور جب وہ مذکور غائب ہوتا ہے۔ تو محض اس کا نام اور اسم ہی اس کی نسبت تمام ذکر اذکار کا مرجع اور مدلول ہوتا ہے۔ اور سب باتیں اس کے نام پر جا کر ختم ہوتی ہیں۔ نام دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک ذاتی دوم صفاتی۔ ذاتی وہ نام ہوتا ہے جو کسی واحد ذات موصوف مجمع صفات پر دلالت کرے۔ مثلاً ایک شخص کا نام زید ہے۔ تو یہ اس کا ذاتی نام ہے۔ اور اگر اس شخص نے علم حاصل کیا تو اس کا نام عالم ہو گیا۔ اور اگر علم طب پڑھا تو طبیب اور حکیم ہو گیا اور اگر حج کیا تو حاجی بھی اس کا نام ٹھہرا۔ اور اگر قرآن یاد کیا تو حافظ بن گیا۔ علیٰ ہذا القیاس یہی واحد شخص زید جس قدر صفات سے موصوف ہوتا جائے گا۔ اسی قدر اس کے اسم کے ساتھ دیگر صفاتی نام مثلاً عالم، حکیم، حافظ اور حاجی وغیرہ بڑھتے جائیں گے۔ سو جتنے کام اتنے نام۔ مگر جب ہم زید کا نام لیں گے تو اس سے ہماری مراد عالم، حکیم، حافظ اور حاجی وغیرہ ان تمام صفات سے متصف شخص ہوگا۔ سو زید اس کا ذاتی نام ہے اور یہ دیگر عالم، حکیم، حاجی اور حافظ وغیرہ صفاتی نام ٹھہرے۔ کیونکہ بعد میں اس کے ساتھ لگ گئے۔ جب وہ شخص ان صفات سے موصوف ہو گیا۔ اب اگر ہم زید کی علمی لیاقت و

رذہنت کا ذ رر تے ہیں ور س کی ذہنت ور یقت کے مختلف وقعت ور
حلت بین کرتے ہیں تو ہمری یہ تمام تیل وقل ور زید کے سی تجر کی تمام
دستنیں یک صفتی نام وم سے دہو جاتی ہیں۔ سی طرح س کی حکمت اور حب
میں مہرت کے تمام کارنامے یک ہی لفظ حکیم میں آجاتے ہیں۔ پس ثابت ہوگیا
کہ صفتی نام تمام صفتی دستنوں ورذر ذکار کا جامع ہوتا ہے۔ ور ذتی نام تمام
صفتی ناموں کا خصہ خلصہ ور مجموعہ ہوتا ہے۔ سی طرح للہ تعالیٰ کا ذتی نام اللہ
ہے۔ ور رحمن، رحیم، مالک، قدوس، جبر، قہار ورغفر وغیرہ جس قدر بھی ننانوے یا
ن کے علاوہ دیگر نام اللہ تعالیٰ کے ہیں وہ سب صفتی نام ہیں۔ قرآن مجید میں جس
قدر سورتیں ور آیتیں موجود ہیں وہ للہ تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت پر دل ہیں۔ پس
قرآن مجید کے تمام بینات، ذرو ذکار ور تمام علوم ومعرف واسرر اللہ تعالیٰ کی
کسی خص صفت کو ظاہر کرتے ہیں۔ غرض گر وہ آیت وعدہ ہیں تو اللہ تعالیٰ کے
ماء جملی رحمن، رحیم، غفر میں سے کسی یک کو ظاہر کرتے ہوں گے۔ ور گر
آیت وعید ہیں تو اللہ تعالیٰ کی صفت جلالی مثلاً جبر، قہار ور منتقم وغیرہ پر دلالت
کرتے ہوں گے۔ سی طرح قصص نبیاء وغیرہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی کسی خاص
صفت کا ظہر مقصود ہوگا۔ یا دیگر جس قدر حمد وثناء، تہلیل وتکبیر ور تقدیس وتمجید اللہ
تعالیٰ کی قرآن کریم میں آئی ہیں۔ وہ سب اللہ تعالیٰ کے سماء صفت سبوح،
قدوس، سبحان، حمید وغیرہ سماء کی تفصیلت ہیں۔ مختصراً یہ کہ قرآن مجید مثل یک شجر
طیبہ کے ہے۔ جس کے حروف بمنزلہ بریک ریشوں ور لفاظ بمنزلہ پتوں کے ور
آیت چھوٹی چھوٹی کونپلوں کی مانند ہیں۔ اور قرآن کی سورتیں شاخوں کی مانند
ہیں۔ ور سماء صفت بڑی بڑی شاخیں ہیں۔ ور اسم اللہ ذت باقی ان سب کا
موٹا تنا ور بیقوی س شجر طیبہ کے تخم ور پھل کی طرح ہے۔ درخت گرچہ پتی
ٹہنیوں پر بے شمار پھل لاتا ہے۔ لیکن س کی پیدائش ور اصل یک ہی پھل سے ہوتی

ہے۔ سی طرح گو قرآنی سورتوں میں سم للہ ذ ت بے شمار جگہ مذکور ہو ہے۔ لیکن
تم م قرآن للہ تعالی کی ذ ت ور س کے سم عظم اللہ کی صفت و ثناء ہے۔ ور
سب کی اصل ور تخم سم اللہ ذ ت ہے۔

عبرتنا شتی و حسنک و حد
و کل لی ذ ت جمال یشیر

ترجمہ۔ ہماری عبارتیں گو تیری تعریف میں مختلف ہیں لیکن تیر حسن و حد ہے۔
ور ہماری سب عبارتیں تیری ذ ت جمال کی طرف شارہ کرنے و لی ہیں۔ ہذ
جب کوئی شخص اللہ تعالی کو س کے ذ تی سم اللہ سے یاد کرتا ہے۔ تو گویا وہ اللہ تعالی کو
س کی تم م صفت یا بہ لفاظ دیگر جملہ قرآنی آیت کے ساتھ یاد کر رہا ہے۔ جس
وقت سم اللہ ذ ت کا تخم سی کامل عارف نسان کے وجود میں سرسبز ہو جاتا ہے تو تمام
قرآن بمعہ جملہ علوم و معارف و نور و سر ر یک شجرۃ منور کی شکل میں س کے دل
کے ندر قائم ور نمود ر ہو جاتا ہے۔ س پر جملہ قرآنی حقائق ور علوم ظاہری و باطنی
سم اللہ ذ ت کی برکت سے وضح ور روشن ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ پاک درخت ہے جو
اس نبی می فداہ می و بی کے وجود مسعود میں غار حر کے ندر لگایا گیا۔ جس کی شاخیں
شجر طوبے سے بھی آگے عرش بریں کے کنگروں سے جا لگیں۔ قو لہ تعالی۔

کشجرہ طیۃ اصلہا ثت و فرعھا فی السمء

ی طرح سم اللہ ذ ت کا ذکر صل کار ہے۔ ور تمام سماء ی رکان کا ذکر اللہ ور
سم اللہ پر د رومد ر ہے۔ یہی کلید معرفت و توحید ذ ت پروردگار ہے۔ جملہ سماء ی
رکان ور دینی عمل کو گر بنظر غور دیکھا جائے تو سب میں صرف یک سم اللہ ذ ت
کا ذکر ہی اصل غرض یا سی کا تصور اصل مدعا و مقصود معلوم ہوتا ہے۔ تمام نیک عمل
ور حمیدہ خلاق خصوصاً جملہ رکان گویا ذکر اللہ کے مختلف مظاہر ہے ہیں یا ذکر اللہ کی
تکمیل کے معاون ور مددگار ہیں۔ سلام کے پانچوں رکان کو ہی لیجئے۔ جن پر

اسلام کی عمارت کا قیام ہے۔ یعنی نماز، کلمہ طیبہ، حج، روزہ اور زکوٰۃ۔ ان سب کی اصل غرض و غایت کو اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو ان سب کا اصل مدعا ذکر اسم اللہ ذات ہی ہے اور بس۔ چنانچہ اول رکن اسلام کا نماز پنجگانہ ہے۔ سو یہ صاف ظاہر ہے کہ نماز میں محض اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ واقم الصلوٰۃ لذکری۔ یعنی نماز میری یاد اور ذکر کے لئے قائم کرو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔

قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربه فصلی

ترجمہ۔ تحقیق وہ شخص چھٹکارا پا گیا جس نے اپنے وجود کو پاک کیا۔ اور اپنے رب کے نام کو یاد کر کے نماز ادا کی۔ اور ایک دوسری آیت میں آیا ہے

ان الصلوٰۃ تنهی عن الفحشاء و المنکر ولذکر اللہ اکبر

ترجمہ۔ تحقیق نماز انسان کو بے حیائیوں اور برائیوں سے روکتی ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ کا ذکر بڑی چیز ہے۔ اور نماز کے ارکان یعنی قیام، رکوع، قعود اور سجود وغیرہ ذکر اللہ کے آداب اور ذکر اللہ سے روحانی سرور اور باطنی لذت کی قدرتی تحریکات ہیں۔ جیسا کہ ناچ اور رقص نفسانی خوشی اور انبساط کی ذاتی حرکات ہیں۔ دوم رکن اسلام کا کلمہ پڑھنا ہے جس کے بغیر انسان مسلمان ہی نہیں ہو سکتا۔ خواہ تمام جہان کے نیک عمل کیا ہی کیوں نہ کرے۔ یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ اس کے ایک دفعہ صدق دل سے ذکر کرنے والا پاک بہشتی ہو جاتا ہے۔ خواہ پہلے کافر اور اشد مشرک ہی کیوں نہ ہو۔ اسلام میں اس کلمے کو افضل الاذکار اور اصل کار مانا گیا ہے۔ افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور دوسری جگہ آیا ہے۔

من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة بلا حساب و بلا عذاب

یعنی جس شخص نے صدق دل سے کلمہ پڑھا وہ بغیر حساب اور بغیر عذاب کے بہشت میں داخل ہو۔ بزرگان دین نے تحقیق کی ہے کہ بے حساب اور بے عذاب بہشت میں داخل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ وہ کلمہ ہے جو انسان کا موت اور نزع کے

آخری امتحان کے وقت جاری ہو جائے۔ کیونکہ یہ کلمہ تمام عمر کے عمل کا خلاصہ یا تعلیم اسلام و ایمان کا نتیجہ ہوتا ہے جو آخر وقت ظاہر ہو جاتا ہے۔ اگر کلمہ زبان پر یا دل میں جاری ہو گیا تو سمجھو کہ مقصد زندگی کے حقیقی امتحان میں پاس ہو گیا۔ ورنہ فیل ہے۔ غرض کلمہ کا آخری وقت جاری ہو جانا تمام عمر کے اسلامی رکعات کے دودھ کا گویا مکھن ہوتا ہے جو وجود کے برتن میں نمودار ہو جاتا ہے۔

نجات مردم جاں لا الہ الا اللہ

کلید قفل جناں لا الہ الا اللہ

چہ خوف آتش دوزخ چہ خوف دیو لعین

ورا کہ کرد بیاں لا الہ الا اللہ

نبود ملک و نہ عالم نہ دور چرخ کبود

کہ بود ورد زباں لا الہ الا اللہ

سو یہ صاف ظاہر ہے کہ دوم رکن اسلام یعنی کلمہ طیب ذکر اللہ ہے۔ سوم رکن اسلام حج بیت اللہ ہے۔ حج بھی آل و عیال، وطن، معروف اور جملہ دنیوی علائق و عوائق سے قطع تعلق کر کے ذکر اللہ کے لئے یکسوئی پیدا کرنے کی خاطر قائم کیا گیا ہے۔ حج کے تمام ارکان اور جملہ مناسک میں یہی ایک پاک شغل ذکر اللہ ہی کیا جاتا ہے۔ اور حج بیت اللہ کی بابت قرآن میں جس قدر آیات مذکور ہیں سب میں اسی ذکر کی تاکید ہے۔

قوله تعالى فإذا أفضتم من عرفات فاذكروا الله عند المشعر الحرام قوله تعالى فإذا قضيتم مناسككم فاذكروا الله كذكركم آباءكم أو أشد ذكرا

ترجمہ۔ جب عرفات پر پہنچو مشعر الحرام کے نزدیک ذکر اللہ کرو۔ اور جو تم حج کے مناسک ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو، جس طرح تم اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کیا

رتے تھے۔ اور آخر میں صریح طور پر رشاد ہے۔ و ذکرو اللہ فی یام معدودت۔
یعنی صرف اللہ تعالیٰ کو حج کے ن معدود دنوں میں یاد کیا کرو۔ سو حج میں محض اللہ
تعالیٰ کا ذکر ہی کیا جاتا ہے۔ مزید برآں یہ بت علاوہ ہے کہ وہں خاص خاص
متبرک مقامات کو دیکھنے سے توجہ قلبی ور ذکر میں محویت بڑھ جاتی ہے۔ اوران
متبرک مقامات کی تقدیس مکانی ور وہں کی پک روحوں کی تاثیر روحانی سے ور
روئے زمین کے مسلمانوں ور ن میں برگزیدہ ہستیوں کے باطنی پرتو سے دل سے
غفلت ورکدورت دور ہوجاتی ہے ور ذکر میں لذت بڑھ جاتی ہے۔ ور س کا حظ
دوبالا ہوجاتا ہے۔ چہارم رکن سلام کا روزہ ماہ رمضان ہے۔ اس میں بھی تلاوت
قرآن مجید ورنفل نوافل تراویح ور دوسرے ذکار ہی دا ہو کرتے ہیں۔ تاکہ س میں
کھانے پینے ورجماع وغیرہ نفسانی ور دنیوی مصروفیتوں سے علیحدہ ہو کر اللہ تعالیٰ کا
ذکر مال فرخدں وریکسوئی کے ساتھ رہے۔ کیونکہ دل جب کھانے پینے کی نفسانی
خوہشات ور دنیوی خطرات میں بجھا رہے تو ذکر کی اصل غرض ور عبادت کی حقیقی
مرد مفقود ہوجاتی ہے۔ لیکن جس وقت نسان یکسو ور یک جہت ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر
بجمع فکر وحضور قلب کرتا ہے تو ذکر کا تیر پنے نشانے پر ٹھیک جا لگتا ہے۔ اور ذکر کی تار
برقی مذکور تک جا پہنچتی ہے۔ دیگر رمضان کے آخری عشرے میں مسجد میں اعتکاف
صرف ذکر کے سے تام یکسوئی ور مکمل یک جہتی کے و سطے مسنون رکھا گیا ہے۔ پنجم
رکن سلام کا زکوۃ ہے۔ ور زکوۃ کی فرضیت میں بھی یہی راز مضمر ہے کہ مساکین
ورغربا جن کو رزق کی تنگی کے باعث تشویش ور پریشانی خاطر لاحق رہتی ہے۔ ور
س دنیوی فکر ور روزی کے غم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا ذکر ور عبادت طمینان خاطر
سے دا نہیں کر سکتے ور ہمیشہ پرگندہ روزی پرگندہ دل ہو کر رہتا ہے۔ س و سطے
سلام نے دنیاداروں پر یہ فرض عائد کیا ہے کہ یسے نادار ور محتاج مسلمانوں کی مدد
کی جائے۔ تاکہ یہ لوگ بھی دل جمعی ور فراغت قلبی سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر سکیں۔

نسن گرچہ خود کتنا ہی متوکل علی اللہ ور تارک دنیا کیوں نہ ہو۔ ہل وعیال ور ہل بچوں کے ہوتے ہوئے س کے صبر ور تحمل کے پاؤں ڈگمگا جاتے ہیں۔ ور گر وہ صنف نازک اور معصوم ہل بچوں پر یہ بے محل بوجھ ڈ ل رہ سلوک میں بھی چند ں مفید نہیں پڑتا۔

شب چو عقد نماز بر بندم
چہ خورد بامد فرزندم

. ت و جب ماز پڑ ے کا رو ہ تا ہوں (و ں تب یہ خیال آتا ہے (آ ل ہل
عیال یا کھا ئیں گے۔

شیخ سعدی نے سچ کہا ہے کہ ہل بچوں کی روزی کا غم ور رزق کا فکر سا م ہا ہیں پرواز کرنے وے سالک کو بھی پنی منزل سے پیچھے کر دیتا ہے۔

ے گرفتار پے بند عیال
دگر آزادگی مبند خیال
غم فرزند و نان و جامہ و قوت
باز دارد ز سیر در ملکوت

ترجمہ۔ ے وہ شخص کہ تو ہل وعیال میں گرفتار ہے ب تو ذہن کی آزادی کا خیال نہ کر۔ ہل وعیال کے خورد ونوش ور باس کا غم نسان کو عالم ملکوت کی سیر سے روک دیتا ہے۔

ور نیز زکوٰۃ کی دوسری حکمت یہ بھی ہے کہ ہر چیز کی افراط ور تفریط مضر ہو کرتی ہے۔ ور ہر چیز کے عتدل ور وسط میں خیر ہے۔

خیر الامور اوسا طھ و شر الامور تفریطہا و افراطہا

اسی دنیوی دولت کی کثرت ور مال دنیا کی فروانی بھی ایمان اور اللہ تعالیٰ کی عبادت ور ذکر اللہ کے نقصان دہ ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ و لو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغو

فی الارض۔ ترجمہ۔ اگر ہم اپنے بندوں پر روزی فراخ کر دیں تو وہ ضرور روئے زمین پر بغاوت برپا کر دیں گے۔ اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کی زبانی قرآن میں یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے اللہ تو نے فرعون اور اس کی قوم کو دولت دنیا اور زیب و زینت کے سامان دے رکھے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ تیرے راستے سے بھٹک گئے ہیں۔ اے اللہ ان کا مال اور دولت ان سے چھین لے۔ اور ان کے دلوں کو فقر و فاقے کی زنجیر میں جکڑ دے تاکہ وہ ایمان لے آئیں۔ سو اس سے ثابت ہو گیا کہ دولت دنیا اور عیش و عشرت کے سامان کی فراوانی انسان کو گمراہ کر دیتی ہے۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے حب الدنیا راس کل خطیئۃ۔ یعنی دنیا کی محبت تمام برائیوں کا سر ہے۔ غرض دنیا ایک بڑی پر آشوب بلا ہے۔ اور یہ ایک ایسا دلدل ہے کہ اس سے انسان بڑی مشکل سے نجات پاتا ہے۔ سعدیؒ نے اس بیت میں دنیا کی حقیقت کھول کر رکھ دی ہے۔

اگر دنیا نہ باشد دردمندیم
وگر باشد بمہرش پائے بندیم
بلائے زیں جہاں آشوب تر نیست
کہ رنج خاطر ست ار ہست ور نیست

[illegible] جاتے ہیں (باقی [illegible])

واقعی جب دنیا زیادہ ہو جائے تو اس کی محبت دامن گیر ہو کر انسان کو اللہ تعالیٰ سے روک دیتی ہے۔ اور فقر و فاقے کی شدت بھی کفر میں مبتلا کر دیتی ہے۔ کاد ان یکون الفقر کفرا۔ اس واسطے اسلام نے لوگوں میں مساوات قائم رکھنے اور دنیا کی افراط کو حد اعتدال پر لانے کے لیے دنیا داروں پر زکوٰۃ فرض اور لازم کر دی ہے۔ تاکہ دنیا دار

یعنی ذکر اللہ کرنا اور جسمانی اعضاء و جوارح سے ذکر کے آداب بجا لانا اور حواس خمسہ کے ذریعے ذکر اللہ کو اپنے اصلی مقام قلب تک پہنچانے کا نام ہے اور جب ذکر اللہ ظاہری وجود سے مقام قلب میں منتقل ہو جاتا ہے تو اس وقت ایمان کی باطنی صورت اندر میں نمودار ہو جاتی ہے۔

قالت الاعراب امنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم

ترجمہ۔ عرب نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ اللہ نے جواب میں فرمایا کہ اے محمد ؐ ان سے کہہ دے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لے آئے ہیں۔ ابھی تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا تب ایماندار کہلانے کے مستحق ہو گے جس وقت کہ ایمان تمہارے دلوں کے اندر داخل ہو گا۔ سو معلوم ہو گیا کہ ایمان کا خاص محل اور اصل مقام مومن کا دل ہے نہ کہ جسم۔ ایمان فی الحقیقت اسم اللہ ذات کا نوری چراغ ہے۔ جس وقت یہ نوری چراغ مومن کے قلب صنوبری کی چمنی میں روشن ہو جاتا ہے تو اس سے مومن پر چودہ طبق روشن ہو جاتے ہیں۔

اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری الخ

ترجمہ۔ (اسم) اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اس کے نور کی مثال یوں ہے کہ گویا ایک طاقچہ ہے جس کے اندر چراغ روشن ہے اور چراغ ایک قندیل اور چمنی میں لگا ہوا ہے (چراغ کی روشنی کی تو بات ہی کیا ہے) اس کی چمنی کا یہ حال ہے کہ وہ ایک روشن ستارے کی طرح نور چراغ اسم اللہ ذات سے جگمگا رہی ہے۔

[illegible]

[illegible]

غرض آیت اللہ نور السموات والارض میں ترجمہ یوں صحیح نہیں ہو سکتا۔ کہ اللہ

تعالیٰ کی ذات نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ کیونکہ یوں تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر ظرفیت لازم آتی ہے۔ اور اس کی عظیم شان لامحدود ذات آسمانوں اور زمین کے اندر محدود ہو جاتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین اور مافیہا اور ماورات سب کا خالق ہے۔ یہاں اللہ سے مراد اسم اللہ ذات ہے جو عارف کامل کا قلب روشن ستارے کی طرح چمکا اٹھتا ہے۔ اور یہ قندیل درخت زیتون وجود اور جسم عنصری عارف سے لگا ہوا ہے۔ جو لوگ اسم اور مسمیٰ کے معمے سے ناواقف ہیں۔ وہ ہماری اس نئی تاویل سے متعجب اور حیران ضرور ہوں گے۔ لیکن ہم حق بات ظاہر کرنے پر مجبور ہیں۔ خواہ لکیر کے فقیر اپنی غلط فہمی کی تشہیر پر ناراض کیوں نہ ہوں۔ بعض لوگ اس بات سے بھی تعجب کریں گے۔ کہ ہم نے نور ایمان کو جو کہ نور یقین کی شکل میں مومن کے قلب اور دل کے اندر جاگزیں ہوتا ہے اسم اللہ ذات کہہ دیا ہے۔ سو ناظرین اس آیت قرآنی کے مفہوم پر غور کریں اور انصاف کی عینک چڑھا کر دیکھیں کہ ہماری تاویل اور تفسیر کس قدر صداقت اور حقیقت پر مبنی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اولئک کتب فی قلوبھم الایمان۔ ترجمہ۔ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے۔ سو ایمان تب ہی لکھا جا سکتا ہے جب کہ وہ ایک کلمہ اور لفظ کی صورت میں ہو اور وہ لفظ اور کلمہ اسم اللہ ذات کے سوائے اور کیا ہو سکتا ہے۔

ہزار معجزہ بنمود عشق و عقل ہنوز
ہنوز مست اندیشہ ہائے خویشتن ست

ترجمہ۔ عشق نے ہزاروں معجزے دکھا دیئے۔ لیکن جاہل عقل ابھی تک اپنے اندیشوں کی پیروی کر رہی ہے۔

ہم پیچھے ثابت کر آئے ہیں کہ اسلام کے پانچوں ارکان کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ذکر اللہ اور ذکر اسم اللہ ذات کے مختلف مظاہرے اور طریقے ہیں۔ اور یہی

اسلام یا ذکر اللہ جب ظاہر عمل جوارح سے لطیفہ قلب باطن کی طرف منتقل ہو کر دل کے اندر اسم اللہ ذات کی صورت میں تحریر اور مرقوم ہو جاتا ہے تو اس وقت اس کے نور کو نور ایمان کہتے ہیں اور یہ نور یا نور اسم اللہ ذات اللہ تعالیٰ نے روز ازل سے مومنوں کے دلوں کے اندر بطور تخم ودیعت کر دیا ہے۔ جو دنیا میں کسی پاک، برگزیدہ اللہ والے بندے کے وعظ، پند، نصیحت، تلقین، ارشاد، تعلیم، توجہ یا فیض کی آبیاری سے سرسبز ہو کر شجر طیبہ بن جاتا ہے۔ سو اسلام اور ایمان کے شجر کی سرسبزی اور تکمیل کے لیے تخم ہدایت ازلی فضلی اور آب ہدایت و تلقین و تعلیم انسان کامل عارف مثل بر فضلی لازم ملزوم ہیں تخم اور پھل کے بغیر آبیاری بے سود ہے۔ جیسا کہ ارشاد حق معبود ہے۔

یایها الذین امنوا اتقوا الله وابتغوا الیه الوسیلة و جاهدوا فی سبیله لعلکم تفلحون

یعنی اے ایمان والو۔ خدا سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ پکڑو۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے۔ انک لا تهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشاء۔ یعنی اے میرے نبی تو ہر خاص و عام کو جو چاہے ہدایت پر نہیں لا سکتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے جن کو ازل کے دن ہدایت کا تخم عطا کیا ہے ان کو ہدایت ہو گی۔ اور پھر ارشاد ہے۔

یایها الذین امنوا اتقوا الله وکونوا مع الصادقین

ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ صادقین کے ہمراہ رہو۔ اب ہم ایک دوسری آیت کی تفسیر سے اس بات پر روشنی ڈالتے ہیں کہ کیونکر اسلام اور ایمان کا درخت اسم اللہ ذات سے پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

افمن شرح الله صدره للاسلام فهو علی نور من ربه فویل للقاسیة قلوبهم من ذکر الله اولئک فی ضلال مبین

ترجمہ۔ جس شخص کا اللہ نے کھول دیا ہے سینہ اسلام کے لیے پس وہ نور اور روشنی پر

ہے پنے رب کی طرف سے۔افسوس ہے ن وگوں پر جن کے دل سخت ہیں ذ ر اللہ

سے۔سو وہ وگ صریح گمر ہی پر ہیں۔یہاں س آیت ریمہ میں دو جملے ہیں۔ ور

ہر یک جملے کے دو حصے ہیں۔ہر یک حصہ پنے بالمقابل دوسرے حصے کے با قل

متضاد ور مخالف منہوم کا حامل ہے۔ ور ہر جملے کا پہلا حصہ شرط ور دوسرا س کا نتیجہ

ور جزا ہے۔سو پہلے جملے میں یسے سعادت مند آدمی کا ذ ر ہے جس کا سینہ اللہ تعالیٰ

نے سلام کے لیے کھولا ہے۔ س کی جزا یہ ہے کہ وہ روشنی ور ہدایت پر ہے پنے

رب کی طرف سے۔ ور دوسرے جملے میں یسے شقی لقلب وگوں کا ذکر ہے جن کا

دل ذ ر اللہ سے سخت پتھر کی طرح ہے کہ ذکر اللہ س میں نفوذ ور سرایت نہیں رسکتا۔

ور جزا یہ بیان کی گئی ہے کہ یسے وگ صریح گمر ہی میں پڑے ہوئے ہیں۔اس

آیت شریفہ میں ناظرین س باریک نکتے کو سمجھنے کی کوشش ریں کہ پہلے جملے میں

یک شخص ہے جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے سلام کے لیے کھولا ہے۔پس وہ نور ور

ہدایت پر ہے۔دوسرے جملے میں چاہیے یوں تھا کہ یوں بیان ہوتا کہ ان وگوں پر

افسوس ہے جن کے دل کفر کی وجہ سے سخت ہو گئے ہیں پس وہ صریح گمر ہی میں

پڑے ہوئے ہیں کیونکہ سلام کے مقابلے میں کفر کا لفظ کافی ور صحیح ہوتا۔لیکن یہاں

اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں س سر مکنون کو کھول دیا ہے کہ کفر ور گمر ہی صرف اللہ

تعالیٰ کے ذ ر سے دل کے سخت ہو جانے ور اس میں سم اللہ کے نفوذ ور سرایت نہ

رنے کا نام ہے۔ ور سلام یہ چیز ہے کہ نسان کا دل ذ ر اللہ کے کھل جائے۔ ور

سم اللہ ذ ت س میں داخل ہو جائے۔دوسرا نکتہ س آیت میں یہ ہے کہ یہاں فمن

شرح اللہ صدرہ للا سلام میں لفظ اللہ مسمّیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذ ت کے معنی میں نہیں آیا

بلکہ سم کے معنی میں آیا ہے یعنی س کے معنی یوں ہیں کہ جس شخص کا سینہ سم اللہ نے

سلام کے لیے کھول دیا ہے پس وہ پنے رب کی طرف سے نور ور ہدایت پر ہو گا۔

یعنی جس سعادت مند شخص کے دل کی زمین سی نرم ہو کہ س میں آب ہدایت و

تحقیق نہیں ہو وہی انفوذ اور سرایت کر جائے اور اس میں تخم اسم اللہ ذات سرسبز ہو کر اس کے سینے کی نرم زمین کو پھاڑ کر شجر اسلام کی صورت میں قائم اور نمودار ہو جائے تو یہ شخص ضرور اپنے رب کی طرف ہدایت پا جائے گا۔ لیکن جس شخص کا دل پتھر کی مانند ہو کہ نہ اس میں آب ہدایت کو داخل ہونے کا راستہ ہے اور نہ تخم اسم اللہ ذات کو پھوٹ کر سر نکالنے کی کوئی راہ ہے تو ایسے شقی القلب آدمی کے دل کی پتھریلی زمین میں ضرور تخم اسم اللہ ذات ضائع ہو جائے گا۔ اور وہ ضرور گمراہ ہوگا۔ اب اگر آیت فمن شرح اللہ صدرہ للاسلام میں لفظ اللہ کو بجائے اسم کے مسمیٰ کے معنوں میں استعمال کیا جائے جیسا کہ مترجموں میں آتا ہے تو معنی یوں ہوتے ہیں۔ آیا پس جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ کھول دیا ہے اسلام کے لئے پس وہ اپنے رب کی طرف سے خاص نور ہدایت پر ہے۔ تو ایک بڑا اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں بھی معاذ اللہ عجب انصاف ہے کہ کسی خاص شخص کا سینہ تو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور اسے اپنی طرف ہدایت فرماتا ہے اور باقیوں کو خود گمراہ کرتا ہے تو پھر ان گمراہ لوگوں کا کیا قصور ہے۔ سو آیت کا مقصد اور اشکال ہرگز رفع نہیں ہوتا اور نہ معنی درست ہوتے ہیں۔ جب تک لفظ اللہ کو اسم کے معنی میں نہ لیا جائے۔ پس ثابت ہو گیا کہ اسم اللہ مثل تخم اور پھل کے ہے۔ جسے آب ہدایت و دعوت سے جب سینچا جائے تو نرم اور قابل سینے کی زمین کو پھاڑ کر پھوٹ پڑتا ہے۔ اور اس سے شجر طیبہ اسلام سرسبز اور سربلند ہو جاتا ہے۔ پس یہاں اور اکثر قرآن کریم میں لفظ اللہ اسم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور دلالت ذات پر کرتا ہے۔ کیونکہ اسم عین مسمیٰ ہے اور یہی اسم اور مسمیٰ کا معمہ ہے۔

سبک ز جائے نہ گیری کہ بس گراں گہر است
متاع من کہ نصیبش مباد ارزانی

یہی ذکر اسم اللہ اور یاد الٰہی کا سر مخفی ہے۔ جس کی سمجھ سے مادی عقل وائے باطل

بے خبر اور ناواقف ہیں۔ اور یہی ذکر اسم اللہ کی اصلی ضرورت ہے اور انسانی زندگی کا حقیقی مقصد ہے جس کو آج دور وہ فرقہ جموداور بے کاری اور رہبانیت کی مشق بتاتا ہے۔

ہر انسان کی سرشت اور فطرت میں اسم اللہ ذات کا نور اس طرح جاری و ساری ہے جس طرح جسم میں خون اور خون میں جان ہے اور اسم اللہ ذات کا نور گویا جان جان ہے۔ اور اسی سے انسانی وجود میں گرمی و تابش، تر و تازہ اور روشن و درخشاں ہے۔ یہ اسم پاک وہ ذریعہ، واسطہ اور وسیلہ ہے جس کا ایک سرا زمین شہادت و آفاق کے انسانی قلب میں گڑا ہوا ہے اور دوسرا سرا آسمان غیب و انفس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہی وہ عروۃ الوثقی اور حبل متین (اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی) ہے جو آسمان الوہیت سے زمین عبودیت پر لٹک رہی ہے۔ جس کو پکڑ کر انسان اپنے خالق حقیقی کی بارگاہ تک پہنچ سکتا ہے۔ اس کے پاک بلند و بالا اور غیر مخلوق عالی قصر مقدس تک اسم اللہ ذات کی براق صفت کے بغیر رسائی ناممکن اور محال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کو ہی ہدایت، قرب اور وصال کا ذریعہ بنایا ہے۔

[illegible]

آسمان ربوبیت سے زمین عبودیت پر یہی آفتاب چمکا ہے جس کے نور سے انفس کی آنکھ میں بینائی ہے۔ اور جس نے آفاق کی ساری قندیلوں میں روشنی پھیلائی ہے۔ اسی نے قوس کا نام اسم اللہ ذات ہے۔ اور یہی آخری ذریعہ نجات کائنات اور چشمۂ حیات ہے اور تمام اسرار و رموز مخزون و مختوم کائنات ہے۔

یاد او جان و دم را جمال نام خدا
نوخت نقشت سبب راز ان نام خدا
یقین بدان کہ تو با حق نشستہ شب و روز
چون ہم نشین تو باشد خیال نام خدا

ترزو حیاں در فضاے عام قدس
بشرط آں کہ بہ پر کی بال نام خد
میان سم و مسمے چوں فرق نیست بیں
تو در تجلی نہ کمال نام خد

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے نام کے جمال ور حسن نے میرے دل ور جان دونوں چھین لیے ہے۔ ور اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس نے میرے پیاسے ہونٹوں کو تسکین دی۔

تو یہ یقین کر کہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھا ہو ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے نام کا تصور ور خیال تیرے ساتھ ہے۔

تجھے عالم قدس یعنی عالم بالا میں پرواز کرنا آسان ہے بشرطیکہ تو اللہ تعالیٰ کے نام کے پر لگا کر پرواز کرے۔

سم ور مسمّی میں چونکہ کوئی فرق نہیں ہے۔ لہٰذا تو سم کی تجلی میں اللہ تعالیٰ کے نام کا کمال دیکھ۔

غرض تمام کائنات سم اللہ ذات کی تسخیر ور قید میں ہے۔ جس نے اس سم کو حاصل کیا۔ گویا تمام کائنات کی تسخیر کی کلید س کو مل گئی ہے۔ ور س نے تمام کائنات کو مسخر کر لیا۔ سم اللہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام کائنات کے مرکز ظہور یعنی لفظ کن کا نعم البدل ہے س لئے کہا گیا ہے۔ بسم اللہ من عارف بمنزلۂ کن من اللہ یعنی عارف کا سم اللہ کہنا اللہ تعالیٰ کے مرکن فرمانے کے برابر ہے یعنی اللہ تعالیٰ جس طرح لفظ کن یعنی ہو جا فرما کر تمام کائنات کو پیدا کیا۔ سی طرح عارف جس کام سے پہلے سم اللہ کہہ دیتا ہے۔ وہ کام جلدی یا بدیر ظہور پذیر ہو کر رہتا ہے۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کو ذاتی سم سے یاد کرتا ہے تو گویا اللہ کو جمیع صفات سے یا تمام قرآنی آیات سے یاد کر رہا ہے۔ جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے فاذکرونی اذکرکم یعنی تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ سو ہمارا اللہ

تعالی کو ی دَ رنا تو صاف ظ ہر ہے کہ ہم ظ ہر زب ن سے ی دل ور خیول سے اللہ تعالی کو

ی دَ ر تے ہیں مگر اللہ تعالی ہمیں حسب وعدہ مق بلتاً ور یجب بًا کس طرح ی د فرم تے

ہیں۔ ور ہم رے ذَ ر کا کس طرح جو ب دیتے ہیں۔ ور اس کی کی صورت ور

کیفیت ہوتی ہے۔ س ر ز درون پردہ کو آج ہم کھول کر بی ن کرتے ہیں۔ بندہ اللہ

تعالی کو جس سم و رصفت سے ی د کرتا ہے اللہ تعالی سی صفت ور سی سم سے پنے

ذ کر بندے کی طرف متجلی ہوتا ہے۔ قو ل تعالی۔ جیب دعوۃ لد ع ذ دع ن۔ یعنی

میں پنے پک رنے و لے کی دع کا جو ب دیت ہوں۔ جس وقت وہ مجھے پک رت ہے۔ قو ل

تعالی۔ و اللہ المستعان علی م تصفون۔ یعنی للہ تعالی کو سی صفت سے جلوہ گر ہونے کی

تو فیق ہے جس صفت سے تم سے ی د کرتے ہو۔ حدیث۔

انا عند ظن عبدی بی فلیظن بی کیف یشاء

ترجمہ۔ میرے بندے کا میرے س تھ جیس ظن و رگم ن ہوتا ہے میں سی کے

مط بق س کے س تھ سلوک ور برت و کرتا ہوں۔ سو جس طرح وہ چ ہے میرے

س تھ ظن رکھے۔ ن ن کے ندر سم اللہ ذ ت ور اللہ تعالی کے جملہ م ء صفت کی

ستعد د روز زل سے ذ تی طور پر ب لقوی موجود ہے۔ پس ن ن اللہ تعالی کو جس

سم و رصفت سے ی د کرتا ہے وہ پنے ندر سی صفت کی ستعد د کو ب لفعل ج ری کرتا

ہے۔ ور سی سم کو نمود ر کرتا ہے۔ ور سی سم کے نور کا جو ر نعک س پنے دل کے

آئینے میں قتب س کرتا ہے۔ جیس کہ آفت ب کی روشنی جب آئینے میں متجلی ہوتی ہے

تو اس آئینے میں آفت ب کی روشنی اور گرمی کی صفت جو ر نعک س پید ہو ج تی ہے۔

آفت ب کی روشنی ور گرمی آئینوں ور آتشی شیشوں یعنی لینز میں ہم آنکھوں سے

دیکھتے ہیں کہ جس وقت لینز کے محدب شیشے میں آفت ب کی شع عیں گزرتی ہیں تو

س میں تیز گرمی پید ہو ج تی ہے کہ س سے کپڑے کو آگ لگ ج تی ہے۔ سی

طرح چ ند کی سطح پر جب آفت ب کی روشنی پڑتی ہے تو چونکہ اس میں بڑی وسعت

ہے۔ س سے س کی روشنی چودھویں کے چاند کی رت کو نصف روئے زمین کو روشن
کردیتی ہے ورفوٹوگرفی نے تو وربھی اس مرکو ثابت کردیا ہے کہ بطور نعکاس
آئینے کے ندر شے معکوس کی صورت ہو بہو آ جاتی ہے۔ بائیسکوپ ور ٹاکیز نے تو
شے معکوس کی صورت ورشکل کے علاوہ ن کی حرکات، فعل و عمل ور آو ز تک
کو فلم کے فیتوں میں بطور نعکاس تار کر پردہ فلم پر دکھا دیا ہے۔ ور جو کچھ وقع ہو
چلتا ہے۔ سے بجنسہ پردہ فلم پر لوگ دن رات دیکھتے ہیں۔ گر یسی فوٹوگرفی ور فلم
سازی ممکن ہوتی کہ وہ بطور نعکاس نسانی صورت، حرکات، سکنات ور آو ز کے
علاوہ س کی عین ذ ت ور صفت کا بھی عکس تار سکتی تو وہ فوٹوگرفی ہمارے مطلب
کو صاف ظاہر کرتی۔ نسان کامل اللہ تعالیٰ کا یسا ہی مظہر تم ور مکمل آئینہ بن جاتا
ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نور ذ ت وصفات و سماء و فعال کا پنے ندر حسب و سعت و
ستعد د نعکاس کرتا ہے۔ مرد عارف کامل کا جس وقت پورے طور پر تزکیہ نفس،
تصفیہ قلب، تجلیہ روح ور تخلیہ سر ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا یسا صاف، شفاف
ور مکمل آئینہ بن جاتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی جمیع صفات سے متصف ور س کے جملہ
خلاق سے متخلق ہو جاتا ہے۔ ور علم آدم اسماء کلھا کا سچا مصداق یعنی حقیقی آدم
کی ولاد، صلی معنی میں آدمی کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ ورنہ ویسے تو ولنک کا
لانعام نسان بظاہر صورت نسان ور باطن میں حیون بہت ہیں۔ آدم علیہ سلام
ور اس کے حقیقی ولادمیں اللہ تعالیٰ پنے جمیع سماء ور صفات کے ساتھ جلوہ گر ہے۔
ور یہی وعلم دم لاسماء کلھا کے حقیقی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ سلام کو پنے
جملہ اسماء سکھا دیئے ور ملائکہ ور فرشتوں کا ن سماء کے جاننے سے عاجز آ جانے
سے یہ مراد ہے کہ فرشتے ور ملائکہ اللہ تعالیٰ کے خاص خاص سماء کے مظہر ہیں۔ ور
نہیں چند خاص سماء صفات کے ساتھ متصف کیا گیا ہے۔ جن کے وہ کارکن ہیں۔
جیسے کہ عزرئیل علیہ سلام جو روح کے قبض پر مامور ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سماء

ق در، قہ ر، ق بض ورمیت وغیرہ چند ء جلال کی ستعد د رکھنے و ے ن ہی ء
کے ح مل اور ن کی صفت سے متصف ور کارکن ہیں۔ عزر ئیل علیہ س م میں دیگر
 ء ور خصوص ء جم ل مطلق ستعد د نہیں ہے۔ سی طرح جبر ئیل علیہ س م کو
 ء جم ل کا مظہر ور کارکن بنایا گیا ہے ور علیٰ ہذ قی س دیگر م ئکہ کو سمجھ لیا ج ئے۔
لیکن ن ن ک مل ہر دو جم ل و جلال ور م ل ء و صفات ک پنے ندر حسب وسعت
ظرف ور حسب توفیق ب طنی قتب س کرتا ہے۔ یہی علم آدم ا سما ء کلہا کا حقیقی
مطلب ہے۔ ور یہ ہرگز مر د نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ س م کو کوئی لغ ت کی
کتاب یا ڈکشنری پڑھا دی تھی جس میں تم م دنیا کی چیزوں کے نام درج تھے۔ ور
س کو م ئکہ سے چھپا رکھا۔ ور پھر آپ س میں ن چند شیاء کا نام بتانے میں متح ن
لیا تھا۔ ور یوں فرشتوں کا عجز ور آدم علیہ س م کی برتری ور فضیلت ظاہر ہوگئی
تھی۔ یہ ب ت اللہ تعالیٰ کی ع دل عظیم شان مقدس ذ ت سے بعید ہے۔ ور حدیث
خلق اللہ آدم علی صورتہ (اللہ تعالیٰ نے آدم کو پنی صورت پر بنایا) س ب ت کی مؤید
ہے کہ آدم کے ندر اللہ تعالیٰ کی جمیع صف ت سے متصف ہونے ور س کے خ ق
سے متخلق ہونے کی ص حیت موجود ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ صورت ور شکل و شب ہت
سے منزہ ور پ ک ہے۔ غرض ن ن ک مل اللہ تعالیٰ کا مکمل آئینہ ور مظہر تم م ہے۔ ور
بمقتض ئے ج ذکرونی ذکرکم ن ن جس سم کے س تھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔ اللہ
تعالیٰ بھی ُس ی سم کے س تھ س شخص کی طرف متجلی ہوتا ہے۔ مث ً بندہ اللہ تعالیٰ کو
جب سم رحمٰن سے یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ س پر رحمٰن کی تجلی فرم تا ہے ور سم رحمٰن کا
نور ذ کر کے ندر سر یت کر ج تا ہے۔ ور اللہ تعالیٰ کی جو صفت رحم نیت تم م ک ئنات
میں ج ری ور ن فذ ہے جس کے سبب تم م دنی کے جن، ن ن، حیو ن، درند، چرند
ور پرند کے درمی ن رحم ور شفقت ق ئم ہے۔ ذ کر سم رحمٰن اللہ تعالیٰ کی س ع م
گیر صفت رحم نیت کے عمل ور قدرت میں سے بقدر وسعت ستعد د حظ و فر پاتا

ہے۔ ور اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت سے متصف ہو جاتا ہے۔ اور نفس و آفاق میں

سم رحمٰن کے عمل کا مل ہو جاتا ہے۔ سی کا نام ہے تخلقو بخلق اللہ تعالیٰ۔ سی

طرح جب ذ ر اللہ تعالیٰ کو سم سمی یا سم بصیر سے یاد رتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفت

سمیع ور بصیر سے بقدر وسعت ستعد د بہرہ یاب ہوتا ہے ور علاوہ ماعت و

بصارت حواس ظاہری ذ ر اللہ تعالیٰ کے فضل ور عطا سے ماعت ور بصارت باطنی

حاصل ر لیتا ہے ور نا شنیدہ باتیں بذریعہ ہام سنتا ہے۔ ور نا دیدہ باطنی مقامات

ور غیبی روحانی و قعات دیکھتا ہے۔ سی طرح تمام صفات کو قیاس ر لیا جائے۔ لیکن

جب نسان للہ کو ذ تی سم سے یاد رتا ہے تو اللہ تعالیٰ پنی ذ ت جامع جمیع صفات و

ماء سے س ذ ر کی طرف متجلی ہوتا ہے۔ ور ذ ر اللہ تعالیٰ کے ذ تی نور کا پنے

ندر مشاہدہ رتا ہے ور اللہ تعالیٰ کے ذ تی جلوے ور مشاہدے سے مشرف ور ممتاز

ہو جاتا ہے۔ ور ذ ر کا وجود ذ تی نور سے منور ہو جاتا ہے۔ س سے یہ نہ سمجھنا

چاہیے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ بندے (ذ ر) کے ندر حلول ر جاتا ہے۔ بلکہ جس

طرح آفتاب کی روشنی ور حرارت آئینے یا پانی یا دیگر شفاف اشیاء کے ندر منعکس ہو

جاتی ہے۔ حالانکہ آفتاب پنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔ یا جس طرح لوہے میں آگ

سرایت ر جاتی ہے۔ ور لوہا لال ہو ر آگ کی صفت ختیار ر لیتا ہے۔ اسی طرح

بندہ اللہ تعالیٰ کے نور ذ ت و صفات و ماء و فعال سے قتباس رتا ہے۔ س

وقت بندے کا دیکھنا اللہ تعالیٰ کا دیکھنا، سننا اللہ تعالیٰ کا سننا ور بولنا اللہ تعالیٰ کا بولنا ہو

جاتا ہے۔ غرض بندہ اللہ تعالیٰ کو جس سم سے یاد رتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندے کی طرف

سی سم سے متجلی ہوتا ہے۔ ور ذ ر پر اللہ تعالیٰ کے سی سم کی تجلی ہوتی ہے۔ س کی

علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وہی سم ذ ر کے ندر قدرت کے نوری حروف سے

مرقوم ور تحریر ہو جاتا ہے۔ ور ذ ر سے کوکب دری چمکدار ستارے کی طرح غیبت

ور استغراق کے وقت آسمان غیب پر تاباں اور درخشاں دیکھتا ہے۔ باطن میں نور

اسماء کا ظہور کواکب و ستاروں کی شکل میں ہوتا ہے۔ اور اسماء و صفات چودھویں کے چاند کی طرح نظر آتے ہیں۔ اور نور ذات آفتاب کی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ غرض جس وقت ذاکر کے اندر اللہ تعالیٰ کا کوئی اسم نوری حروف سے مرقوم ہو جاتا ہے تو ذاکر اسی اسم کے نور اور تجلی کی حقیقت سے بھر جاتا ہے۔ اور اسی اسم کے نور، پاور اور حقیقت سے انفس و آفاق میں اپنا اثر، فعل اور عمل جاری کرتا ہے۔ یہی حالت میں کہا جاسکتا ہے کہ فلاں شخص فلاں اسم یا کلام کا عامل ہو گیا ہے۔ مثلاً حضرت عیسے علیہ السلام جب کسی جذامی، کوڑھی یا مجنون بدروح والے کو اچھا کرنا چاہتے تو اللہ تعالیٰ کے اسم قدوس کا دل میں ذکر یا تصور کرتے اور اللہ تعالیٰ کی صفت قدوسیت کی طرف متجلی اور متوجہ ہوتے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ حسب وعدہ فاذکرونی اذکرکم اپنے اسم قدوس اور نور صفت قدوس کی تجلی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فرماتے۔ اور وہ نوری صورت کبھی کبوتر کی شکل میں آسمان پر سے نازل ہوتی۔ اس وقت آپ اسم قدوس کے نور یعنی روح القدس سے بھر جاتے اور چونکہ جذامی، کوڑھی اور مجنوں میں بدروح داخل ہوتی ہے۔ جس سے ان کی خلقت ظاہری و باطنی بگڑ جاتی ہے۔ اور اسم قدوس چونکہ ضد ہے تمام باطنی اور خبیثوں کا یعنی ایک نور اور دوسرا ظلمت ہے۔ ایک حق اور دوسرا باطل کا حکم رکھتا ہے۔ لہذا جب عیسیٰ علیہ السلام روح القدس کے نور سے بھرپور ہو کر جذامی یا مجنون کو ہاتھ لگاتے تو آپ کے نور قدس کی حقیقت سے جذامی اور مجنون کے اندر سے بد اور خبیث روح نکل کر بھاگ جاتی۔ اور ہمیشہ نور حق کی روشنی سے ظلمت باطل بھاگ جایا کرتی ہے۔

قل جاء الحق وزهق الباطل ط ان الباطل كان زهوقا

چنانچہ آپ کے آسمان کی طرف دیکھنے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت قدوسیت کی طرف متجلی ہونے اور روح القدس کے کبوتر کی شکل میں اترنے اور آپ کے روح القدس سے بھر جانے اور کوڑھی، مجنون اور اندھوں وغیرہ سے بدروح نکال کر اچھا

کرنے کے قصے اناجیل اور دیگر تاریخی کتابوں میں بکثرت مذکور ہیں۔

جب کبھی کسی نبی یا ولی کو مقام نزل کے تماشہ گاہ کو دیکھنے ور وہاں کی سیر کا ر دہ
ہوتا ہے تو وہ للہ تعالیٰ کے سم ول کی طرف متوجہ ہوتا ہے ور سی سم کے نور میں
سے طے ہو کر مقام نزل میں جا پہنچتا ہے ور سی طرح سم آخر سے مقام بد ور سم
ظاہر سے مقام دنیا ور اسم باطن سے مقام آخرت کی سیر کرتا ہے وعلیٰ ہذ قیاس
تمام سما صفات کے نور سے قتباس کر کے باطن میں حفظ و فرشتہ تا ہے۔ لیکن
اللہ تعالیٰ کے سماء کا عامل بننا ور اللہ تعالیٰ کی پاک صفت سے متصف ہونا آسان
کام نہیں ہے کہ چند روز کسی سم کو زبان سے ورد کر لیا اور بس عامل کامل بن گئے۔
جب تک سالک پنی حادث ناسوتی صفت سے کلی طور پر فنا حاصل کر کے تزکیہ نفس
تصفیہ قلب، تجلیہ روح ور تخلیہ سر حاصل نہ کرے۔ ور اللہ تعالیٰ کے سم ذات
کے غیر مخلوق نور سے بقا حاصل نہ کر لے۔ تب تک اللہ تعالیٰ کے کسی سم کا فیضان
حاصل نہیں کر سکتا۔ ور نہ کسی سم کا عامل ہو سکتا ہے۔ ور یہ عمل بغیر مربی، مرشد و رہبر
ستاد کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور سالک عارف جس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل ور
مرشد کامل کے فیض سے عامل کامل ہو جاتا ہے تو وہ للہ تعالیٰ کے نور سماء و صفات
ور ذات میں سے بقدر وسعت ستعد د محض قتباس کرتا رہتا ہے۔ لیکن پنی کامل
لازوال ذات ور قدیم صفات اور سماء کی جامعیت، ذاتیت ور کلیت ہمیشہ اللہ
تبارک و تعالیٰ کو حاصل ہے۔ نہ س سے کچھ گھٹتا ہے ور نہ بڑھتا ہے۔ لآن ما
کان۔ نسان کے آئینے میں پنے خاص فضل ور رحم سے آفتاب ذات، قمر صفات
ور نجوم سماء سے تجلیات فرماتا ہے۔ ور نسان حسب ستعداد س عام کثیر فیضان
ہی سے ظاہری و باطنی فیضان حاصل کرتا ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ رحمتی وسعت کل شیء۔

ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ ذکر سے ذکر کے باطنی حواس کھل جاتے ہیں۔
ذاکر بندے ور مذکور رب معبود کے درمیان حجاب مرتفع ہو جاتے ہیں ور نسان کے

دل ور دماغ کے ہم مقامات کے ندر شیطان ور س کے جنود بلیس نے ڈیرے
لگائے ہوئے ہیں اور وہاں ظلمت کے قلعے بنا رکھے ہیں۔ ور ن پر غفلت کے قفل
لگا دیے ہیں۔ ذکر سم اللہ ذ ت کی نوری کلید سے غفلت کے تالے کھول لیتا ہے۔
ور ذکر للہ کی نوری تلو ر سے بلیس ور س کے باطل جنود کو مار کر بھگا دیتا ہے۔ ور
س میں نور ر سماء ہی کے نوری قلعے بنا کر نوری مخلوق ور جنود للہ ور حزب اللہ کے
لطیف لشکر بسا دیتا ہے۔ یسے ذکر کا دل کعبہ عظم ور قبلہ قدس بن کر روح
مقدس اور ملائکہ و نوری مخلوق کی عبادت گاہ ور سجدہ گاہ ہو جاتا ہے۔ ور ذکر فکر تلاوت
تسبیح، تقدیس، تکبیر، تحمید، تہلیل ور عمل صالح معرفت قرب وصال ور اللہ تعالیٰ کے
اسرار و نوار کی منزل ور مقام بن جاتا ہے۔

دل بدست آور کہ حج کبر ست
ز ہزاراں کعبہ یک دل بہترست
کعبہ بن گاہ خلیل آذر ست
دل گذرگاہ جلیل کبر ست

ترجمہ۔ پنے دل کو حاصل کر کیونکہ یہی حج کبر ہے۔ ور ہزاروں کعبوں سے یک
دل بہتر ہے کیونکہ کعبہ کی بنیاد حضرت براہیم نے رکھی ہے ور دل خود اللہ تعالیٰ کی
گذرگاہ ہے۔

جس وقت نسان ذکر اللہ سے عراض کرتا ہے تو س کے وجود پر نفس شیطان نے
غلبہ جما لیتا ہے۔ ور دل ودماغ کو پنے قبضے ور تصرف میں لے لیتا ہے ور جسدہ
سارے وجود کو س طرح گھیر لیتا ہے جس طرح عشق پیچہ درخت پر چھا جاتا ہے۔
نسان کے رگ و ریشے ور نس نس میں شیطان دخل ہو جاتا ہے۔ ور دل، دماغ، کان،
ناک، زبان، آنکھوں تمام مقامات خمسہ حتیٰ کہ س کے وجود کے ذرے ذرے میں
خون ور جان کی طرح سما جاتا ہے۔ جسم کے ہر مسام میں وہ پنا رستہ بنا لیتا ہے۔ ور

نسان کے ہر سانس ورد م کے ساتھ نسان کے ندر آتا جاتا ہے۔ یسے آدمی کے دل ودماغ ور حواس خمسہ کے مقامات آنکھ، ناک، کان، زبان ور جسم کے تمام عضا پر باطن میں شیطانی ظلمت ور تاریکی کے بادل چھا جاتے ہیں۔ یسے آدمی کے دل ور دماغ سے حق ور باطل کی تمیز ٹھ جاتی ہے۔ س ظلمت ور غفلت کے باعث نسان موت، یوم آخرت ور حساب کتاب کو بھول جاتا ہے۔ ور ثواب و گناہ، نیکی وبدی ور حلال وحرام یکساں نظر آتے ہیں۔ خوف خدا دل سے ٹھ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وعدہ وعید دل سے یکدم فراموش ہو جاتے ہیں۔ ور جو کچھ سوچتا ہے برا ہی سوچتا ہے۔ کیونکہ س کے دل ودماغ شیطان کے تابع ہو جاتے ہیں۔ یسے بدبخت آدمی کو تو برے عمل ور شیطانی ارادے اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وزین لھم الشیطان عمالھم۔ یسے شخص کو نیک ور بزرگ لوگ ور ن کے طرز وطور برے معلوم ہوتے ہیں۔ ور برے، فاسق، فاجر، کافر، مشرک ور منافق لوگ ور ن کے برے طور طریقے چھے معلوم ہوتے ہیں۔ یس آدمی حیوان ناطق بن جاتا ہے۔ بلکہ نفسانی ور شہوانی عمل کی بے عتدالیوں ور برائیوں میں حیوان سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ گرچہ ظاہری جسمانی لحاظ سے جالینوس زماں ور فلاطون وقت ہی کیوں نہ ہو۔ ور آخرت میں حیوانوں کی شکل میں یا بدی ندھے، لولے لنگڑے، اپاہج، بیمار اور مفلس کنگال کی صورت میں س کا حشر ہوگا۔ اور طرح طرح کے دکھی عذابوں میں مبتلا ہوگا۔ یہ سب ذکر اللہ ور سم اللہ سے عراض ور غفلت کے نتائج ہیں۔

ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا و نحشرہ یوم القیمۃ اعمی

ترجمہ۔ جس شخص نے میرے ذکر سے عراض کیا۔ پس س کی باطنی روزی تنگ ہوگی ور قیامت کے روز ہم سے ندھا کر کے کھڑا کریں گے۔ پس نسان کو چاہیے

کہ اپنے وجود کے تمام مقامات خصوصاً دل و دماغ میں اسم اللہ کا نوری چراغ روشن کرے تاکہ اسم اللہ کے نورِ حق سے ظلمت باطل بھاگ کر کافور ہو جائے۔ اسلام میں ذکر اللہ کے مختلف مظاہروں یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور کلمہ وغیرہ کے لزوم اور فرضیت کی حکمت اور فلاسفی یہی ہے کہ انسانی جسم کے ہر عضو اور اندام سے غیر اللہ کو نکال دیا جائے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نور بسا دیا جائے۔ نہیں دیکھتے کہ نماز میں انسان کا تمام جسم اور ہر عضو ذکر کے ساتھ حرکت اور کام کرتا ہے بلکہ وضو کے وقت ہر عضو کو دھوتے اور پاک کرتے وقت ساتھ ساتھ ذکر اللہ تعالیٰ اور اس کے تصور سے سیراب کیا جاتا ہے۔ اور پھر نماز میں پیشانی سے لے کر پاؤں کی انگلیوں تک جسم کا ذرہ ذرہ عبادت اور ذکر اللہ میں شامل اور اللہ تعالیٰ کے تصور میں داخل ہو جاتا ہے۔ خاص کر دل و دماغ کو جب تک غیر اللہ سے خالی کر کے اس میں ذکر اللہ اور تصور اللہ کا قائم نہ کیا جائے تب تک نماز صحیح اور مکمل نہیں ہوتی۔ حدیث۔ الصلوٰۃ بحضور القلب۔ لہذا جب نماز میں جسم کے تمام حواس و اعضاء خصوصاً دل اور دماغ کی ذکر اور خیال و التفات غیر اللہ سے حفاظت لازمی اور ضروری ہے۔ قولہ تعالیٰ۔

حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطیٰ وقوموا للہ قانتین

ترجمہ۔ اپنی نمازوں پر محافظ اور نگہبان بنے رہو۔ اور خاص کر (اندرونی دل و دماغ کی) نماز وسطیٰ کی حفاظت کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے آپ کو پوری محویت میں قائم رکھو۔ اس لئے تو نماز میں بدن کے تمام اعضاء کو ذکر اللہ کا مقید اور پابند کیا جاتا ہے کہ تھوڑی سی غیر اللہ کی جانب حرکت اور خفیف التفات سے نماز فاسد بلکہ باطل ہو جاتی ہے۔ حضرت بایزید بسطامی کو جب کبھی نماز میں غیر اللہ کا کوئی خیال آتا تو آپ آخر میں سجدۂ سہو کر لیتے۔ مثلاً از قسم نعماء اور عقبیٰ کا خیال۔ اگر کوئی دنیوی خیال زن جاہ مال آتا تو سلام پھیر کر نماز توڑ دیتے اور پھر سے نماز شروع کرتے

۔ ور گر دنیوی خیال زوجہ مشتبہ یا حرم دل میں آتا تو زسر نو وضو رتے اور نماز
شروع فرماتے۔ یک دفعہ سی نے آپ سے دریافت یا کہ خیال غیر کی وجہ سے
آپ دوبارہ وضو کیوں رتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خواص کے سے دنیا کا خطرہ
ریح کے خارج ہونے سے بھی بڑھ ر ناقص وضو ور مفسد نماز ہے۔ غرض نماز کے
وقت نسان کو امنو دخنوفی لسلم قانتہ کا مکمل نمونہ ور و ذر سم ربک و تبتل
لیہ تبتیلا کا پور مصداق بننا پڑتا ہے۔ تب کہیں نماز کا حق پور د ہوتا ہے۔ ں سے
یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جس وقت حضور دل سے پورے طور پر نماز د نہیں ہوسکتی تو پھر ہی
ور ظاہری طور پر خطر ت دنیوی ور خیا ات غیر سے بھری ہوئی نماز کا کیا ف ئدہ ہے۔
ں موقع پر شیطان بہت حا بوں کی طریقت میں رہ مار کر نہیں گمراہ ریتا ہے ور
تارک الصلوۃ بنا دیتا ہے۔ لیکن یاد ر ہے کہ ں ظاہری نماز کی حفاظت ور تکمیل کا نام
حضور دل و ں نماز ہے۔ ور ی ظاہری نماز کو ماحقہ د رنے سے باطنی نماز کی
صورت پید ہو جاتی ہے۔ ظاہری نماز بمعہ جملہ رکان دودھ کی مانند ہے ور نسانی
وجود بمنزلہ ظرف گلی کے ہے۔ ور نسانی دل مندھانی کی طرح ہے جس سے دودھ
بلویا جاتا ہے۔ ب جس نے خا ص دودھ حاصل ریا۔ سے ٹھیک طور پر جمایا ور
پھر سے پنے جسم کے برتن میں ڈ ل ر دل کی مندھانی کو ذ ر قلبی ور حضور دل کی
حرکت سے ہلانا ور چلانا جاری رکھا ور سی طرح دودھ بلوتا رہا تو یہ شخص ضرور
باطنی نماز ور حضور دل و ں مقبول نماز کے مکھن کو حاصل رے گا۔ ور جس شخص کے
پ ں سرے سے دودھ ہی نہیں ہے وہ خاک بلوئے گا ور مکھن کہاں سے ل ئے گا۔
ظاہری ور شرعی نماز د رنے و ے کو تنا فائدہ تو ضرور رہتا ہے کہ گر خا ص دودھ
نہیں ملا۔ یا س میں کوئی مخالف چیز پڑ گئی یا دہی ٹھیک نہیں جمی تو گر مکھن حاصل نہ ہو
ور چھاچھ عمدہ نہ بنے پھر بھی سادہ ور معمولی سی ور چھاچھ تو بن جاتی ہے۔ ور بہ
نسبت س کاہل حید جو آدمی سے فائدے میں رہتا ہے جو کہتا ہے کہ ہم بغیر دودھ

کے ھکن حاصل رتے ہیں۔نمز میں خطرت ورخیالات غیر کا پیش آنا یک مجبوری
مر ہے۔ ور جس چیز کی محبت غلب ہوتی ہے س کے خیالات کثر دل میں پید
ہوتے ہیں۔حتی وسع نمز کو غیر خیالات سے بچنا چاہیے۔ س سے نمز کے شروع
میں تکبیر تحریمہ لازمی اور فرض ٹھہرلی گئی ہے کہ جس وقت کہا اللہ کبر یعنی اللہ بڑ
ہے تو باقی تمام کائنات کی شیء اللہ تعالیٰ کے مقابے میں اصغر ور چھوٹی ٹھہریں۔
پس سب غیر خیالات کو تکبیر تحریمہ اللہ کبر کی تلوار سے قطع ور دور کر دینا چاہیے
تب تکبیر تحریمہ بھی صحیح ہے۔نمز گر صحیح طور پر د کی جائے تو چ س کے ذریعے
نسان اللہ تعالیٰ کی طرف پرو ز کرنے لگتا ہے ور باطن میں عروج کرتا ور چڑھتا
جاتا ہے۔ سی و سطے تو نمز کی وج نمز سے اترتے وقت ور باطنی پرو ز ور روحانی
سفر سے و پس ہوتے وقت پنے د ئیں بائیں ساتھیوں پر آ ر سلام کہتا ہے۔
ہمارے آقائے نامدر حمد مختار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم معرج کی رت پنے
پرودگار کی طرف روانہ ہوئے۔ ور رستے میں آپؐ نے ساتوں آسمانوں ور عرش و
کرسی و لوح وقلم کے مختلف ملائکہ ور گلے پیغمبروں کی مقدس روحوں کو پنی پنی منزل
ور مقام میں دیکھا کہ قسم قسم کی عبادتوں میں مشغول ہیں ور طرح طرح کے ذکر
ذکار و تلاوت کلام اللہ میں مصروف ہیں۔بعض قیام میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے گیت
گا رہے ہیں۔بعض بیٹھ کر حق سبحانہ وتعالیٰ کی تحمید وتقدیس میں مصروف ہیں ور بعض
سجدے میں پڑے ہوئے س کے بے مثال جمال کی تحمید وتوصیف ور س کے
لازول جلال کی تمجید وتکبیر میں مشغول ہیں۔تو آپؐ کے دل میں یہ تمنا پید ہوئی کہ
کاش مجھے ور میری مت کو کوئی یسا جامع اور مکمل طریقہ عبادت عطا کیا جائے کہ
جس میں تمام نبیاء ومرسلین ور جملہ ملائکہ مقربین ور تمام مخلوقات ولین و آخرین کی
عبادت ور ن کے طور طریقے جمع ہوں۔جس وقت آنحضرت صلعم للہ تعالیٰ کی
تمام آیات کبریٰ کا مشاہدہ کرکے مقام قاب قوسین و دنیٰ میں پہنچے ور للہ تعالیٰ

نے آپ کو خلعت اصطفائیت پہنائی اور تاج لولاک آپ کے سر پر رکھا اور دولت دارین کے خزانے اور سعادت کونین کے کنوز آپ کے سپرد فرما دیا۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا

تو اس وقت آنحضرت صلعم کو حسب تمنائے قلبی و آرزوئے دلی منجملہ ان نعماء فیض فضلی کے ایک بھاری نعمت یہ بھی ملی کہ آپ کو اور آپ کی امت کو یہ موجودہ نماز ایسی جامع اور مکمل طریقہ عبادت بارگاہ کبریا سے عطا ہوئی کہ جس میں ساتوں آسمانوں عرش و کرسی، لوح و قلم کے جملہ ملائک کی عبادت کی مختلف ادائیں اور طرح طرح کی طاعتوں کی طرزیں مثلاً قیام، رکوع، قعود اور سجود وغیرہ اور حمد و ثناء ہی کے جملہ طریقے مثلاً تسبیح و تقدیس، تحمید و تمجید اور تہلیل وغیرہ شامل و مندرج ہیں۔
کائنات عالم کی جملہ مخلوقات مثلاً جمادات، نباتات اور حیوانات جن کو حی و قیوم نے بمقتضائے یسبح للہ ما فی السموات و ما فی الارض اپنی تسبیح و تقدیس میں مشغول کر دیا ہے۔ ان سب کی تسبیح کی ذاتی طاعت اور قدرتی عبادت اسی نماز پنجگانہ میں شامل ہے جس طرح ہمارے آقائے نامدار افضل المرسلینؐ اور آپ کی امت خیر الامم ہے۔
اسی طرح ان کو اللہ تعالیٰ نے طریقہ عبادت بھی وہ مرحمت فرمایا ہے جو جملہ طریقہ ہائے عبادت اور طرز طاعات سے بہتر اور عمدہ ہے۔ نماز کے چہارگانہ ارکان قیام، رکوع اور قعود و سجود کے اندر نمازی اللہ تعالیٰ کے اسم ذات یعنی لفظ للہ کے چار حروف کی یوں صورت بناتا ہے۔ اللہ اور سجدے میں اپنے پہلوؤں میں دو طرف محمدؐ کے یوں قاب قوسین بنا کر و سجدہ اقتراب کا حق ادا کرتا ہے۔

غرض نماز کیا ہے۔ اپنے دل و دماغ اور جسم کے تمام حواس اور کل اعضاء سے پروردگار عالم کے سامنے اپنی بندگی و عبودیت اور عجز و انکسار کا اظہار ہے۔ اس خالق و مالک کی یاد اور اس محسن حقیقی کے بے شمار احسانات کا شکریہ ان کے جمال بے

مثال کی حمد و ثنا اور اس کے جلال، ازل کی یکتائی اور عظمت کا اقرار اور اس محبوب

ازل سے مہجور روح کی پکار ہے۔ یہ اپنے آقا اور ولی نعمت شہنشاہ دو عالم کی بارگاہ

قدس میں جسم و جان کی بندگی اور اپنے اندرونی حسنات کا عرض نیاز ہے۔ یہ ہماری

روح کے ساز کی ازلی پرسوز آواز ہے۔ یہ واجب و ممکن، قدیم و حادث اور خالق و

مخلوق کے درمیان معرفت کا رابطہ اور محبت کا رشتہ ہے۔ اس میں ازل کی بے قرار

روح کی تسکین، دنیا میں مضطرب اور پریشان جان کی تشفی، قبر میں تنہائیوں میں دل کا

سکون اور میدان حشر میں خائف اور محزون نفس کے لئے پروانہ نجات ہے۔ یہ

انسان کی روزانہ زندگی کا حاصل اور اس کی عزیز ہستی کا پھل ہے۔ یہ معلوم ہوتا

ہے کہ دل کی گہرائیوں میں کوئی پوشیدہ ساز ہے جو غیبی انگلیوں سے بجتا رہتا ہے۔

جس کی مستی اور جوش مسرت میں انسانی روح سے عبودیت کا یہ فطری رقص پیدا ہوتا

ہے۔ یہی الست بربکم کے مشکل سوال کا بہترین حل اور مکمل جواب ہے۔ اسلام کے

پنجگانہ ارکان اسی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر کے مکمل اور جامع مظاہرے ہیں۔ اور

ان میں اس قدر بے شمار حکمت کے گوہر آبدار اور معرفت کے در شہوار پوشیدہ اور

پنہاں ہیں کہ اگر ہر ایک کو کھول کھول کر مفصل اور واضح بیان کیا جائے تو ہر ایک کے

لئے ایک علیحدہ دفتر چاہیے۔

[illegible]

لہٰذا ہم مختصر طور پر مشتے نمونہ از خروارے پیش کرتے ہیں۔ اسلام کے دوسرے

چھوٹے رکن کلمہ طیب کو لیجئے۔ گو بظاہر ایک چھوٹا سا کلمہ اور معمولی جملہ معلوم

ہوتا ہے۔ اور اس کی ادائیگی پر سرسری بہت آسان ہے۔ لیکن اس کی حقیقت اور

عظمت بہت بھاری اور گراں ہے۔ اور اس کا عمل اور حکم باقی چاروں ارکان میں نافذ

اور رواں ہے۔ نماز کے اندر تو اس کے حکم نفی اور اثبات کا مظاہرہ دیکھیں کہ جب تک

خیال اور تصور سے غیر اللہ کی نفی نہ کی جائے۔ اور تصور میں اللہ تعالیٰ کو ثابت اور قائم

نہ کیا جے، نمز درست نہیں ہوتی۔ یعنی تم م نم ز میں کلمہ طیب کے نفی ثبات کے
حکم پر مکمل عمل درکار ہے۔ ور یہی پر ساری نماز کا د رومد ر ہے۔ ب دوسرے رکن
روزۂ رمضان کو ے لیجئے۔ روزہ میں تم م نفسانی لذ ت ور جسمانی قوت کی نفی ر
کے س کی جگہ دل ور روح کی باطنی لذ ت ور روحانی لذ ؤں ورقوتوں یعنی ذ ر
فکر، تلاوت کلام اللہ تسبیح وتقدیس ور نیک عمل کی ثبات کی جاتی ہے۔ جب
رمضان کے روزے کی فلسفی ورحکمت میں ہم غور رتے ہیں تو وہ ں بھی سی کلمہ
طیب کے نفی ثبات یعنی ا، ہ ا اللہ کا عمل جاری نظر آتا ہے۔ ورعلاوہ س کے
کھانے پینے ور جماع وغیرہ نفسانی لذ ت کے غیر شغل سے رکاوٹ بھی سی
واسطے رکھی گئی ہے کہ عنصری جسم کی مادی قوت کو ا ہ کی تلوار سے قطع کر کے روح کا
تعلق تمام لذ ت ماسوی اللہ سے توڑ جائے۔ ور اللہ تعالیٰ کی ابدی دائمی لذ ت سے
س کا رشتہ جوڑ جائے۔ رمضان کے صیام النہار ورقیام اللیل کے چوبیس گھنٹوں
میں س کلمہ طیب کی نفی و ثبات کا دورہ نظر آتا ہے۔ نسان کے جسم وجان ور
قالب وقلب سے غیر کے نفسانی تمتعات ور اللہ تعالیٰ کی جانب خیر کے روحانی
فیوضات ربرکات کی نفی ور ثبات کا عمل سلام کے دو رکان نماز ور روزہ ماہ
رمضان میں دیکھ لیا۔ ب نسان کے لئے س مادی دنیا میں غیر اور ماسوی اللہ کی
صرف دو قسم کی پابندیاں ورگرفتاریاں باقی رہ جاتی ہیں۔ یک تو وطن ور آل وعیال
ورخویش واقارب کی محبت کی پابندی ورقید ہے۔ سو سلام کے تیسرے رکن حج
بیت اللہ شریف سے س کی نفی ہو جاتی ہے۔ ور س کے بجائے وطن اصلی مقام زل
ورخانہ خدا کی بیت المعمور اور محبوب زلی کے قرب ووصال ورمشاہدے ودیدار کی
محبت واشتیاق کی ثبات کی جاتی ہے۔ وردوسری پابندی صرف مال ودولت دنیوی
کی ہے۔ سو اس کی نفی سلام کے چوتھے رکن زکوٰۃ سے ہو جاتی ہے۔ ور س کی جگہ
دولت وثروت آخرت وتوشۂ عقبیٰ کی فراہمی کے فکر ورخیال کو ثابت کیا جاتا ہے۔ سو

سلام کے س چھوٹے ور مختصر رکن کلمہ طیب کا عمل ور حکم سلام کے چاروں بڑے
عملی ارکان میں نافذ ور جاری ثابت ہو۔اس سے نسان کو سلام میں داخل کرتے
وقت پہلے پہل صرف کلمہ ا۔ لا اللہ محمد رسول اللہ صلعم پڑھایا جاتا ہے۔کیونکہ س
مختصر اور چھوٹے گوہر آبدار کے ندر تمام دنیائے سلام کے بحر ذخار جمع ہیں۔ ور
توحید و رسالت کے س چھوٹے ور مختصر زبانی قرار میں آخرت کے تمام مذہبی ور
روحانی جوہر جمع ہیں۔چونکہ تمام سلامی ارکان ور دینی عمل کا ماڈل ور نمونہ
اس دنیا میں ہمارے پاس محض حضرت سرور کائنات صلعم کا وجود باجود ور آپ کی
حیات بابرکات ور آپ کی زندگی کے حالات اور آپ کی زندگی کے پسندیدہ خلاق
ور نیک عمل و فعل ور آپ کی جملہ حرکات و سکنات ہیں۔ ور آپ کی متابعت
کے بغیر سلام کے جملہ رکان ور ن میں نفی و ثبات کے حکم پر عملدرآمد ناممکن ہے۔
اس لئے کلمہ طیب کے دونوں حصوں ور حصوں یعنی اقرار توحید یا نفی ثبات لا الہ ا
اللہ اور قرار رسالت یا متابعت نبوی محمد رسول اللہ صلعم کی شان یک ہے۔قولہ
تعالیٰ۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحبکم للہ

ترجمہ۔ ے میرے نبی اپنی مت سے کہہ دے کہ گر تم اللہ کی محبت کا دم بھرتے
ہو تو میری متابعت کرو۔ س سے تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔زہد و تقویٰ کا یمان
لگ ہے ور محبت کا یمان لگ ہے۔ الا یمان لمن لا محبتہ لہ۔ ور حدیث لا یومن
احدکم حتیٰ کون حب لیہ من ماسوہ و الدہ و ولدہ ون فسہ۔ بعض خشک مزاج لوگ
سلام میں محض نفی ثبات ور خالی توحید کے قرار کو کافی سمجھتے ہیں۔ ور کلمے کے
دوسرے حصے محمد رسول اللہ صلعم کی ہمیت ور ضرورت کو نظر نداز کرتے ہیں۔ ور
صلی ایمان محبت و ہدایت کے قائل نہیں ہیں۔یہ لوگ س قدر نادان ہیں کہ راستے کو
رہبر ور رہنما سے ور خالی دستور العمل کو ٹھوس ماڈل ور نمونہ سے زیادہ ضروری ور

مفید سمجھتے ہیں۔ کیونکہ راستے بہت ہیں۔ اور غول بیابانی بے شمار۔ میرے خیال میں
کلمہ طیبہ کے پہلے حصے لا الٰہ الا اللہ یعنی اقرار توحید و نفی و اثبات سے بھی کلمے کے
دوسرے حصے محمد رسول اللہ صلعم کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کسی مذہب
والے سے جا کر پوچھو کہ تم خدا کو مانتے ہو۔ سب کہیں گے ہاں ہم خدا کو مانتے ہیں۔
اور اگر کہو کہ اس کو ایک مانتے ہو تو وہ خدا کو ایک ماننے کے لئے بھی تیار ہو جائیں
گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفات خالق، مالک، رازق وغیرہ گنتے جاؤ۔ سب کا اقرار کر
دیں گے۔ لیکن اگر محمد رسول اللہ صلعم کو مانتے ہو تو ان کو سانپ سونگھ جائے گا۔ کسی
کافر، منافق، مشرک، بے دین کے سامنے توحید اور نیک عمل کی باتیں کرو وہ تسلیم
کرتا جائے گا۔ لیکن تم جس وقت حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا نام مبارک لو گے تو ان
پر بجلی گر جائے گی۔ اگر صرف خالی توحید اور نیک عمل کا اقرار اصلی چیز ہے تو سب
مذہب سچے ہیں۔ سو معلوم ہو گیا کہ ایمان کی اصلی کسوٹی حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی
رسالت کا اقرار، آپ کی متابعت اور در حقیقت آپ کی محبت ہے۔ جسے آپ کی
محبت نہیں اس کا ایمان ہی نہیں۔ جسے آپ کی رہنمائی حاصل نہیں وہ گمراہ ہے۔ جس
کے دل میں آپ سے حسد اور بغض و عناد ہے وہ راندۂ درگاہ ہے۔ خواہ شیطان کی
طرح تمام جہان کا عالم اور زاہد و عابد کیوں نہ ہو۔ مسلم کا سرمایہ اسلام آپ ہیں۔
مومن کی متاع ایمان آپ ہیں۔ دیندار کے دین کی دولت آپ ہیں۔ آپ کے
بغیر دین و ایمان کچھ نہیں

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی بداں کہ بولہبی ست

کسی عارف نے آپ کے حق میں کیا اچھا کہا ہے

اے صبح صادقاں رخ زیبائے مصطفیٰ
وے سرو راستاں قد رعنائے مصطفیٰ

روح القدس کہ آیت قربت نشان وست
قاصر ز درک پایۂ والائے مصطفیٰ [3]

خواجہ آمدئے در گہ و شد کہ جبرئیل
شد بہ کمال مرتبہ مو موئے مصطفیٰ [3]

اب کلمۂ طیب کا ایک آخری مختصر سا نکتہ بیان کر کے ہم موجودہ مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ اور پھر ہم اللہ ذات کے سابق موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کلمہ طیب کا یہ باریک نکتہ بہت اہم اور ضروری ہے۔ اور اسے آج تک کسی نے بیان نہیں کیا۔ کلمہ طیب کے نفی اثبات کے بارے میں گو بزرگان دین نے بہت کچھ لکھا ہے۔ لیکن تمام بیانات میں اصلی اشکال باقی رہ جاتا ہے اور وہ نکتہ یہ ہے کہ کلمہ طیب میں کس چیز کی نفی کی جائے اور کس کو ثابت کیا جائے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جملہ معبودوں کی نفی کر کے ایک معبود برحق کو ثابت کرنا ہے تو یہ اعتراض واقع ہوتا ہے کہ ہر مذہب والے اپنی دانست اور زعم میں اپنے مقرر کردہ معبود کو برحق ثابت کرتے ہیں۔ اور باقی جملہ ادیان کے معبودوں کو باطل قرار دے کر ان کی نفی کرتے ہیں۔ سو نفی اثبات کا عمل ہر دین اور ہر مذہب میں جاری ہے تو گویا ہر مذہب کا خدا برحق ٹھہرا۔ اور اگر یوں کہا جائے کہ ہم نے اس معبود برحق کو ثابت کرنا ہے جس کا پتہ اس کے سچے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ [2] نے ہم کو دیا ہے۔ جس کا حال قرآن اور احادیث کے ذریعے آپ کی زبان حق ترجمان سے ہم کو معلوم ہوا ہے۔ جیسے کہ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

آں ذات خداوند کہ مخفی ست بعالم
پیدا و عیاں ست بہ چشمان محمدؐ [2]

سو معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط اور توسل کے بغیر ہمارا خدا مشکوک رہ جاتا ہے۔ اور ہمارا معبود اس کے بغیر صحیح اور درست نہیں ہوتا۔ جیسے کہ

فرعون نے غرق ہوتے وقت اعلان کیا تھا۔ آمنت برب موسیٰ وھارون کہ میں موسیٰ اور ہارونؑ کے خدا پر ایمان لایا ہوں۔ فرعون کو معلوم ہو گیا کہ میرے مقرر کردہ خدا باطل ثابت ہوئے۔ سو کلمے کے اندر ہم نے رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت کرنا ہے اور باقی سب ادیان کے مقرر کردہ معبودوں کو باطل سمجھ کر ان کی نفی کرنی ہے۔ لیکن پھر بھی ایک بار ایک اشکال سی نفی اثبات کی بابت باقی رہ جاتا ہے۔ کہ ہم نے باقی باطل ادیان کے معبودوں کی نفی کر ڈالی اور ایک شارع اسلام علیہ السلام کے مقرر کردہ معبود کو کلمۂ طیب سے ثابت کر دیا۔ لیکن ہم جس معبود کو بھی ثابت کریں گے وہ پھر بھی ہمارے خیال کا مقرر کردہ معبود ہوگا۔ سو ہمارے خیال میں مخلوق آ سکتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ شکل و شباہت سے منزہ اور جسم و صورت سے پاک، خدا و خالق ہے مبرا غیر مخلوق ذات ہے۔ حالانکہ ہم مخلوق اور ہمارا خیال مخلوق ہے۔ سو ہم میں ہر ایک کا ایک خیالی خدا ہوگا۔ اور پھر ہر ایک کا خیال الگ ہے تو ہر شخص کا ایک الگ خدا ہو گیا۔ اور جس قدر لوگ ہیں اسی قدر خدا ثابت ہوں گے۔ چنانچہ یہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا یا اگر اس طرح سمجھا جائے جس طرح بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ ہر چہ دیدہ یا شنیدہ یا بعلم آوردہ شدہ است ہمہ در تحت لا بیاید آورد۔ اور سعدیؒ نے بھی اسی کے مطابق فرمایا ہے۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
و ز ہر چہ دیدہ ایم و شنیدہ ایم و خواندہ ایم

یعنی جو کچھ ہم نے دیکھا یا سنا یا پڑھا ہے۔ سب کی نفی کی جائے۔ سو اس طرح تو سنے ہوئے دیکھے ہوئے اور پڑھے ہوئے معبودوں کی نفی ہم نے اپنے خیال میں کر لی۔

[illegible]

لیکن اثبات کا معاملہ ویسا ہی کھٹائی میں پڑا رہ گیا۔ اور ہم نے ثابت کچھ نہ کیا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ ان معبود کو برحق سمجھ کر ثابت کیا جائے۔ جس کی صفت اور
اسماء ہمیں اسلام نے بتائے ہیں۔ سو ہمارے دل اور خیال میں ایک وقت ایک
صفت اور ایک ہی اسم سما سکتا ہے۔ یا اگر تمام صفتوں کا ایک معجون مرکب بنا کر خیال
میں لایا جائے تو وہ لا یحل ہے۔ اور اگر ممکن ہو تب بھی خیالی معبود ہوگا۔ سو ہمارے
پاس اللہ تعالیٰ کی ذات و جملہ صفات و اسماء کے قائم مقام صرف ذاتی اسم ہی ہے
جو ہمارے خیال میں آ سکتا ہے۔ اگرچہ اسم بھی حروف و صوت سے مرکب مخلوق بت
کی طرح ہے۔ لیکن اس ذات بے مثل مسمیٰ کی مثال بنائے بغیر چارہ نہیں۔ اور یہ
بڑا بت اسمی لیکن باقی جملہ ماسوی مخلوق بتوں اور معبودوں کی نفی اس کے بغیر محال اور
ناممکن ہے۔ غرض خیالات کے یہ بے شمار بت ہرگز نہیں ٹوٹتے۔ جب تک موحد
اعظم حضرت ابراہیم کی طرح نفی لا الٰہ کا تیشہ ہاتھ میں نہ لیا جائے اور اسے اسم کے
بڑے بت کے کندھے پر نہ رکھا جائے۔ اور اسم کو مسمیٰ کے معنی میں نہ لیا جائے۔ سو
یہ طلسم اسم کے ذریعے ہی ٹوٹ سکتا ہے۔ اور یہ معمّی اسم اور مسمیٰ کے مدد سے حل ہو
سکتا ہے یعنی جب ہم نے اسم کو قائم مقام مسمیٰ کے بغیر خیالات و اوہامات و قیاسات
کے ثابت کیا تو شارع اسلام کا مقرر کردہ معبود برحق موصوف بجمیع صفات و اسماء اس
میں آ گیا۔ اور اس میں جملہ خیالات کی نفی ہو گئی۔ اور اسی اسم اللہ ذات میں سے
جملہ صفات اور اسماء کا ظہور جس وقت جس مقام پر اور جس طرح ہوگا۔ وہ برحق ہو
گا۔ اور ہمارے خیالات کو اس میں مداخلت کی ضرورت نہ رہے گی۔ یہ ہے کلمہ
طیب کی درست دلیل۔ اور صحیح نفی اثبات بلا مداخلت خیالات و اوہامات۔

اسم — اسم — قولی — وہم — مسمیٰ

عاجز — شدہ — عقل — زیں — معنے

یہ در شاہوار بحر عرفان نبوت سے مترشح ہیں۔ یہ گوہر آبدار گنجینہ نبوت سے ماخوذ
ہیں۔ یہ معارف و اسرار کسی کتابی و درسی علوم کا نتیجہ نہیں ہیں۔ نہ شنیدہ ہیں ورنہ

دیدہ۔ بلکہ فضل حق کے آفریدہ و رفیض رحمت سے رسیدہ ہیں۔ منصف مزاج اور سلیم عقل حضرات اپنے مطالعہ گاہوں میں ان پر ناقدانہ نگاہیں ڈال کر ان کی صداقت کی داد دیں گے۔ اور ان کی قدر جانیں گے۔

آدمیتی ہے۔ انسانی حسی ہے۔ عقل بن عقدہ ہے۔ عقل سے حل ہوتا ہے۔

کوثر چکید ز ہم بیاں تشنہ لبی
خور دمد ز شم بیاں تیرہ شبی
اے دوست ادب کہ در حریم دل ہاست
شاہنشہ انبیاء رسول عربیؐ

اب ہم پھر اپنے اصلی موضوع کی طرف آتے ہیں۔ پس ذاکر کو چاہیے کہ اپنے وجود کے تمام مقامات میں اسم اللہ ذات کا نوری چراغ روشن کرے۔ تاکہ اسم اللہ ذات کے نور حق سے ظلمت باطل کافور ہو جائے۔ انسان جس عضو سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے یا نیک عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ بمقتضائے فاذکرونی اذکرکم اسی مقام پر اسی اسم کے ساتھ متجلی ہوتا ہے اور صاحب کشف اسم کو نوری حروف سے لکھا ہوا پاتا ہے اور دیکھتا ہے۔ مثلاً ایک شخص رات کو کئی ہزار دفعہ زبان سے اللہ اللہ کرتا ہے۔ اور ساتھ ہی گاہ بگاہ دل بھی ذکر اللہ کے خیال میں لگ جاتا ہے۔ اور کان سے اسم اللہ کو سنتا ہے اور دماغ میں اس کا ذکر کرتا ہے اور باتھ اسم اللہ ذات کو لکھنے کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ غرض انسان کے جسم میں جو عضو اور اندام اس ذکر میں شامل ہوتا ہے تو کثرت ذکار کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس مقام میں نور اسم اللہ ذات متجلی ہو جاتا ہے۔ اور وہاں اسم اللہ ذات نوری حروف سے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مرقوم ہو جاتا ہے۔ گویا ذکر اللہ میں ظاہر کوشش کرنا، حکم فاذکرونی بجا لانا دودھ جمانا اور بلونا ہے۔ اور اسم اللہ کا نوری حروف سے باطن میں مرقوم ہو جانا مکھن کی مانند یہ بجائے وعدہ اذکرکم ہے۔ غرض تمام شغل ذکر اذکار اور نیک عمل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس اسم کا جس عضو

ذریعے دو یہ غذ کھانے کی طرح ہے۔ ور تصور نقش سم اللہ مرقوم س دو یہ غذ کے
جوہر کا نجشن ہے۔ پس بجائے ذکر زبانی اور ظاہری شغل کے اگر ذ کر اس کے مغز
ور اصل کو ختیار رے ور وجود کے خاص خاص مقامات میں سم اللہ کو تصور ور تفکر
سے تحریر کرے تو گویا س نے اصل ور مغز کو ختیار ر یا یعنی مکھن کو حاصل ر یا ور
دودھ حاصل کرنے ور سے جمانے ور بلونے کے بکھیڑوں سے چھوٹ گیا۔ کیونکہ
جس وقت سم اللہ ذ ت تصور ور تفکر سے وجود کے کسی عضو ور مقام میں مرقوم ہو
جاتا ہے۔ ور متواتر مشق سے وہاں قائم ہو جاتا ہے تو وہ مقام ور عضو نور سم اللہ
ذ ت سے زندہ، روشن ور وسیع ہو جاتا ہے۔ ور س عضو کی باطنی حس زندہ ہو جاتی
ہے۔ ور عام غیب کی طرف س عضو میں سے ذ رکے سے نوری روزن ور طیف
رستہ کھل جاتا ہے۔ ور ذ رصاحب تصور کا عام غیب ور عام طیف میں یک باطنی
نوری عضو پید ہو جاتا ہے۔ جس طرح ماں کے پیٹ کے ندر زندہ روح کے سے
مادی عضاء ور حو س کے مقامات بتدریج تیار ہوتے رہتے ہیں۔ پس سی طرح
ذ کر صاحب تصور کا باطنی دنیا ور عام غیب میں رفتہ رفتہ شق تصور سم اللہ ذ ت سے
باطنی نوری طیف جسہ تیار ہوتا ہے۔ مثلاً گر آنکھ میں تصور ور تفکر سے سم اللہ مرقوم
ہو تو چشم باطن کھل جاتی ہے۔ ور صاحب تصور عام غیب کی باطنی شیء کو دیکھنے لگ
جاتا ہے ور مقام کشف ور مراقبہ مشاہدہ کھل جاتا ہے۔ ور گر مقام گوش یعنی کان
میں سم اللہ فکر کے نوری حروف سے مرقوم ہو جائے تو گوش باطن یعنی دل کے کان
کھل جاتے ہیں۔ ور صاحب تصور باطنی اور غیبی آوازیں سننے لگ جاتا ہے۔ ور
ذ رصاحب تصور پر مقام ہام کھل جاتا ہے۔ ور گر زبان پر سم اللہ نوری حروف
سے تحریر ہو تو ذ رصاحب لفظ ہو جاتا ہے۔ اور س کی زبان سیف رحمن ہو جاتی
ہے۔ ور ن کی سیاہی سے سیدھ ہو جاتی ہے۔ س زبان سے وہ غیبی روحانی مخلوق
سے ہم کلام ہوتا ہے۔ ور جو کچھ زبان سے کہتا ہے وہ للہ تعالیٰ کے امر سے جلد ی پو

بدیر ہو جاتا ہے۔ ور گر ہاتھ کی ہتھیلی پر سم اللہ مرقوم ہو۔ تو مدتک ور روح نبیاء و
ولیا ور رواح ہل تکوین متصرفین غوث قطب وتاد و بدل سے مصافحہ رنے لگ
جاتا ہے۔ ور س نوری ہاتھ سے باطنی دنیا کے عالم مر میں تصرف ور کام کاج رتا
ہے وعلی ہذ لقیاس صاحب تصور کا ہر یک عضو ور ندام جب تصور سم اللہ ذات کی
تحریر سے زندہ اور روشن ہو جاتا ہے تو سی نوری عضو سے باطن میں کام رتا ہے۔ آخر
میں صاحب تصور کا تمام وجود مشق تصور سم اللہ ذات سے منقش اور مرقوم ہو جاتا
ہے۔ تو ذ ر سالک کا یک مکمل نوری وجود باطن میں زندہ ور قائم ہو جاتا ہے۔ سی
نوری روحانی وجود کا دیکھنا، سننا، بولنا، چلنا پھرنا ور پکڑنا وغیرہ نور سم اللہ ذات سے
ہوتا ہے۔ ور بی یبصر وبی یسمع ور بی ینطق وبی یمشی وبی یبطش کا سچا
مصداق ہو جاتا ہے۔ یہ سالک جس وقت عالم غیب کی طرف متوجہ ہو ر مراقبہ
رتا ہے۔ س کے ظاہری حواس بند ہو جاتے ہیں ور باطنی حواس کھل جاتے ہیں تو
سالک س نوری لطیفہ جسے کے ساتھ عالم غیب میں جاتا ہے۔ ور نوری لطیفہ دنیا
میں دخل ہو ر لطیفہ جسے یہ ذریعے عالم لطیف ور عالم غیب میں چلتا پھرتا، دیکھتا،
سنتا ور کلام رتا غرض ہو کام رتا ہے۔ ور سی روحانی بدی دنیا کا یک فرد کامل بن
جاتا ہے۔ لیکن طالب کے وجود میں سم اللہ کا نوری حروف منقوش ور مرقوم ہونا
نہایت مشکل کام ہے۔ س کام کے لیے شرئط و لوازمات ور قوانین و قاعدے
ہیں۔ مگر تصور ور تفکر کے شغل کو جاری رکھنا چاہیے۔ ور س مبارک شغل سے ناامید
نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ یک تو س شغل سے جلدی نسان کا وجود پاک ہو جاتا
ہے۔ ور س کی باطنی ستعداد بڑھ جاتی ہے۔ ور جب س کے دل کی زمین تیار ور
قابل کاشت ہو جاتی ہے تو س کے بولنے والے کاشتکار خود بخود حاضر ہو جاتے
ہیں۔ ناقابل شورہ زمین میں سے ہر شخص پہلو تہی رتا ہے۔ لے طالب سعادت
مند! گر تو حلال پرندہ بن جائے تو تیرے شکار رنے والے صیاد بہت ہیں۔ ور گر

تو مرد رخور چیں کوے یہ گدھ کی طرح ہے تو کسی کو تجھ سے نہ کام۔ غرض تصور ور

عشق سم اللہ ذت سے نسن کی بطنی ستعد و بہت جلد ترقی کرتی ہے۔ ور گا ہے

گا ہے جب قلوب ور روح کی فضا میں نسیم انس یعنی للہ تعالی کے طف کی ہو

چلتی ہے تو اس وقت خود بخود دل کے آئینے سے غفلت ور ظلمت کے پردے ہٹ

جاتے ہیں۔ یسے وقت میں سم امر یعنی وح محفوظ کے بعض آیندہ وقعت دل پر

قبل ز وقوع منعکس ہو جاتے ہیں۔ یسے مقام میں نسن سچے خوب دیکھتا ہے۔

جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات الا فتعرضوا لها

ترجمہ۔ زمانے میں گا ہے گا ہے اللہ تعالی کے طف کی ہو چلتی ہے۔ پس چاہیے

کہ تم س کے ساتھ موفقت پیدا کرو۔ گر تمہارے دل س ہو کے چلنے کے وقت

ذکر اللہ سے آگاہ ور بیدار رہوں گے تو اللہ تعالی کی رحمت تمہیں ڈھانپ لے گی۔

پس نسن کو چاہیے کہ یسے موقع کو غنیمت جانے ور ذکر اللہ ور تصور سم اللہ ذت

کی عشق سے غافل نہ رہے۔ کیونکہ فضل مولا ناگاہ رسد و بے گاہ رسد و بر دل آگاہ

رسد۔ نسن کو چاہیے کہ س کے لیے بیدار ور تیار رہے۔ ور دروزے پر سائل کی

طرح کھڑا پکارتا رہے۔ غافل ور دور آدمی کا کوئی حق نہیں۔ جو دروزہ کھٹکھٹاتا ہے

س کے لیے کھلتا ہے۔ بارش کے وقت سیدھے برتن پانی سے بھر جاتے ہیں۔

وندھے برتن خالی ور محروم رہتے ہیں۔

چو حسن تربیت گردد قریں بہ پاکی گوہر

زرشحہ آب خیزد در ز مشت خاک زاید زر

سرشت خاک کاں یا آب نیساں گرچہ پاک آمد

مے ز فیض خورشید ست کاں زر گردد یں گوہر

بے زحمت برد دہقاں کہ در زیر زمیں تخمے

جس وقت تصور اسم اللہ ذات سے سالک کا مکمل وجود باطن میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور مرشد کامل کی توجہ سے قائم ہو جاتا ہے تو پہلے وہ ایک معنوی لطیف نوری بچے کی مانند ہوتا ہے اور جو کچھ باطنی مشاہدات دیکھتا ہے نہیں سمجھ نہیں سکتا۔ کیونکہ اس نوری طفل نے ابھی عقل و شعور حاصل نہیں کیا ہوتا۔ اس کے بعد جب باطنی پرورش پا کر یہ نوری بچہ ترقی کرتا ہے تو وہ روحانیوں کے مشاہدات جانتا اور سنتا ہے اور تھوڑا تھوڑا نہیں سمجھتا ہے۔ اسی طرح بتدریج ترقی کرتے کرتے ان روحانی مجالس اور باطنی محافل کی باتیں سمجھتا ہے۔ بعد ازاں محافل سے بات چیت کرتا اور وہاں کا ایک رکن اور ممبر بن کر ان میں رائے دہندگی کا حق حاصل کرتا ہے۔ آخر میں بعض مدارس باطنی کا معلم و استاد یا کسی روحانی محکمے کا ملازم اور کسی عہدے پر مامور ہو جاتا ہے۔

اس طفل معنوی کا نوری جسم نوری حروف کے اسم اللہ ہی سے مرقوم ہوتا ہے۔ اور نوری مرقوم اسم اللہ کا ایک مکمل کلمہ ہوتا ہے جیسے کہ ایمان کو اللہ نے ایک مکتوب سے تعبیر کیا ہے۔

اولئک کتب فی قلوبھم الایمان و ایدھم بروح منه

[illegible]

انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ و کلمتہ القھا الی مریم

و روح منه

ترجمہ۔ بے شک مسیح یعنی عیسیٰ بیٹا مریم کا رسول ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ایک کلمہ ہے۔ جو اس نے ڈالا ہے مریم کی طرف سے ایک روح ہے۔ اور حضرت ذکریا کو اللہ تعالیٰ کو فرزندی بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

ان الله يبشرك بيحيى مصدقا بكلمة من الله و سيدا و حصورا و نبيا من الصلحين

ترجمہ۔ پھر آواز دی خدا کے فرشتے نے ذکریا علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ (یعنی عیسیٰ) کا تصدیق کرنے والا اور سردار اور گناہوں سے بچا ہو نیک نبیوں میں سے ہوگا۔ اور ایک اور جگہ بھی اللہ تعالیٰ کا یہی ارشاد ہے۔

اذ قالت الملئكة يمريم ان الله يبشرك بكلمة منه اسمه المسيح عيسى ابن مريم

ترجمہ۔ اور جب فرشتوں نے کہا۔ اے مریم اللہ تعالیٰ تجھ کو خوشخبری دیتا ہے اپنے اس کلمے کی جس کا نام مسیح ابن مریم ہے۔ سو یہاں کو اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے کلمے سے تعبیر کرنے کی یہی وجہ ہے کہ باطن میں روحانی عالم امر کی مخلوق کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے نوری کلمات سے مرکب اور مرقوم ہیں۔ اور اسی طرح تمام کائنات باطنی جسے عالم امر اور عالم غیب بھی کہتے ہیں۔ اس کا وجود نوری کلمات کی شکل میں قائم اور نمودار ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس عالم امر کے بارے میں فرماتے ہیں

قل لو كان البحر مدادا لكلمات ربي لنفد البحر قبل ان تنفد كلمات ربي ولو جئنا بمثله مددا ۔

ترجمہ۔ کہہ دے اے محمد صلعم اگر سمندر اللہ تعالیٰ کے کلمات لکھنے کے لیے سیاہی بن جائے تو سمندر لکھتے لکھتے سوکھ جائیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم ہونے میں نہیں آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے جب عالم وحدت سے عالم کثرت کی طرف ظہور فرمایا۔ تو ذات سے صفات کی طرف تجلی فرمائی اور صفات سے اسماء کا ظہور ہوا۔ اور اسماء سے افعال کا صدور ہوا۔ اور افعال سے اعیان ظاہر ہوئے۔ سو اللہ تعالیٰ کی صفات کے جملہ اسماء کا جس عالم میں ظہور ہوا وہ عالم امر کہلاتا ہے۔ اور اس عالم کی شیء کی صورتیں اسمائے الٰہی سے مرکب ہیں جو نوری حروف سے مرکب ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو لفظ کن یعنی ہو جا کہہ کر پیدا کیا اور کن امر کا صیغہ ہے۔ اس واسطے اس کو عالم امر کہتے ہیں۔ اور کن چونکہ ایک کلمہ ہے۔ اس واسطے یہ کائنات کلمات کی شکل میں قائم ہے۔ اور جس طرح کلمات جمع ہو کر عبارت بناتے ہیں۔ اور عبارت تر سیاہی سے خشک کاغذ پر تحریر اور مرقوم کی جاتی ہے۔ اس عالم امر کا یہ تر کلماتی جہات عالم خلق کے خشک کاغذ پر قلم قدرت سے اللہ تعالیٰ نے تحریر کر دیا ہے۔ اس سے قرآن کریم میں عالم امر کو بحر یعنی تری سے اور عالم خلق کو خشکی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور کہیں عالم امر کے کلماتی جہات کو رطب یعنی تر چیز سے اور عالم خلق کو یابس یعنی خشک چیز سے تعبیر کیا گیا ہے اور عالم امر اور عالم خلق کو مل کر ایک کتاب مبین کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ نہیں کوئی تر یا خشک چیز مگر وہ کتاب مبین میں موجود ہے۔ اور ہر ایک چیز کو ایک انسان کامل امام مبین کے وجود میں جمع کر کے شمار کر دینے کا بھی یہی مطلب ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ وکل شی احصیناہ فی امام مبین۔ یہاں امام مبین اور کتاب مبین ایک ہی شے مرقوم ثابت ہو رہے ہیں۔ اور نیک روحوں کے مقام علیین کو بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کتاب مرقوم فرمایا ہے۔

وما ادراک ما علیون کتاب مرقوم یشهده المقربون

ترجمہ۔ اور اے میرے نبیؐ تو جانتا ہے کہ مقام علیون کیا ہے۔ ایک کتاب مرقوم ہے۔ جسے مقرب لوگ دیکھیں گے اور پڑھیں گے۔ ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں

ک عام مر کی چیز کو قرآن کریم میں رطب یعنی تر چیز سے ور تمام عام مر کو سمندر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ س و سطے جس وقت اللہ تعالیٰ نے بھی عام مر سے عام خلق کو پیدا نہیں کیا تھا۔ س وقت کا ذکر قرآن کریم میں یوں و رد ہے۔

هو الذی خلق لسموت و الارض فی ستة ایام و کان عرشه علی الماء

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کی وہ ذ ت ہے جس نے آسمانوں ور زمین کو چھ روز کے ندر پید کیا۔ ور اس وقت اس کا تخت پانی پر تھا۔ یہاں بھی پانی سے عام امر کا عام لطیف مر د ہے۔ ور چونکہ عام کثیف یعنی عام خلق کی ہر شے عام مر کے بحر ور اس کے لطیف مادہ سے زندہ ہے س و سطے اللہ تعالیٰ نے وجعلنا من ماء کل شی حی فرما دیا۔ یعنی ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ کیا۔ حالانکہ خود پانی سے ہر شے زندہ نہیں۔ س کے جز ء ترکیبی میں دیگر عناصر بھی ہیں۔ ور یک حدیث میں آیا ہے کہ یہ ہماری زمین بیل کی پشت پر ہے۔ ور بیل مچھلی کی پشت پر کھڑا ہے۔ ور مچھلی پانی کے سمندر پر تیر رہی ہے۔ عارف صاحب بصیرت جب پنے عنصری وجود کی طرف دیکھتا ہے تو س خاکی وجود کو نفس بہیمی ٹھائے نظر آتا ہے جس کی باطنی صورت بیل کی ہے۔ ور نفس بہیمی کے بیل کو روح کی مچھلی ٹھائے ہوئے ہے جو عام امر کے بحر پر تیرتی ہے۔ ور جز کا معاملہ کل پر حاوی ہوتا ہے۔ سی طرح تمام زمین کا باطنی نفس بہیمی یک بیل کی صورت رکھتا ہے جسے د بتہ الارض کہتے ہیں۔ جو زمین کے خاکی وجود کے فنا ہونے کے بعد روز قیامت کو ظاہر ہو جائے گا۔ ور س نفس کل یعنی د بتہ الارض کا قیام روح کی مچھلی پر ہے جو عام مر کے بحر پر تیر رہی ہے۔ سو علم مر ور علم خلق کتاب کائنات کے س طرح دو صفحے ہوئے کہ عام مر گویا کن کی سیاہی ہے اس کی تحریر یا عبارت مرقوم ہے۔ ور عام خلق س کے سے بمنزلہ کاغذ کے ہے۔ یعنی یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کے امر کن کے دو حرف ہیں۔ کاف سے کتاب کائنات کے کتابت کننز کا کاغذ

یعنی ع م خلق تی ر ہو۔ ور جس کی شکل دو ت کی ہے جو مرکن کی سی ہی سے لبریز

ہے۔ ور قلم قدرت سے نقشِ نشاۃ ولیٰ اس سے کت ب ع م مرتحریر رہ ہے۔ ن و

لقلم وم یسطرون۔ عجیب ب ت یہ ہے کہ ک غذ قلم ور سی ہی سب کی صل یک ہے۔

یعنی درختوں کے ریشوں سے ک غذ تی ر ہوت ہے۔ ور کثر قلمیں بھی درختوں کی

لکڑیوں ہو کرتی ہیں۔ ور سی ہی بھی درختوں کے کوئلے ور گوند وغیرہ نب ت تی

م دے کی پید و ر ہے۔ سو جس طرح ن سب کی اصل یک ہے۔ سی طرح کت ب

ک ئن ت کی نش ۃ ولیٰ کی تخلیق بھی یک م دے سے ہوئی۔ ور وہ م دہ ہیولیٰ ی یتھر ی

ہو کی طرح یک ب دل ور غب ر کی صورت میں تھ ۔ سو پہلے دنی کو یک گرد و غب ر کی

صورت میں اللہ تع لیٰ نے نمود رکی ۔ ور س پر پنی صفت خ لق ب ری ور مصور کی تجلی

فرم ئی۔ ور وہ گرد و غب ر ع لم امر ور ع لم خلق کی صورت میں یہ کت ب ک ئن ت کی شکل

میں ظہور پذیر ہو۔ جیسے کہ یک حدیث میں آی ہے ک نت لدنی فی عم ء فترش

علیہ من نورہ فظہرت۔ یعنی دنی یک غب ر ی ت ریک ب دل کی شکل میں تھی۔ پھر اللہ

تع لیٰ نے س پر تجلی فرم ئی۔ تب وہ ظ ہر ہوگئی۔ ور ن ہر دو ع لم مر یعنی دنی ے

کلم ت اللہ ور ع لم خلق ک ظہور یک ہی ہو کی م نند لطیف عنصر سے ہو۔ چونکہ ہم ری ی

کثیف م دی ک ئن ت ع لم غیب ی ع لم لطیف کے نش ۃ ولیٰ ک عکس ور ظل ہے۔ سی

طرح ہم ری م دی دنی کے ندر بھی ع لم مر کی یک ذہنی ور ع لم خلق کی خ رجی دنی

یتھر ور ہو سے نمود ر ہوگئی۔ دنی ے س ئنس ک یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ دنی کی تم م

خ رجی ٹھوس چیزیں ن عن صر کے مختلف مرکب ت ور تنوع ت سے بن گئے۔ دوسری

طرف یتھر ی ہو کے بولتے وقت ہم رے منہ سے مخ رج کی مختلف حرک ت کی وجہ

سے مختلف عن صر یعنی مفرد حروف بن گئے۔ ور ن عن صر حروف کے مرکب ت ور جوڑ

توڑ سے لف ظ بن کر تم م دنی کی مختلف زب نیں بن گئیں۔ غرض ہم ری م دی دنی میں

یک ع لم خلق کی خ رجی ٹھوس م دی دنی ق ئم ہوگئی۔ ور دوسری ع لم مر کی ذہنی دنی

نمود ہوگئی۔

قولہ تعالی ومن ایتہ خلق السموت والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذلک لایت للعلمین

ترجمہ۔ اور اس کی قدرت اور حکمت کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین (خارجی دنیا) کی مختلف پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ہے۔ ان میں عالموں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اور ہر دو کی اصل ایک مادے اثر یا ایتھر یا ہوا سے ظہور پذیر ہوئی۔ اب یہ حروف اور الفاظ کی مرکب زبانیں ہمارے ذہنوں میں خارجی ٹھوس اشیاء کے نام ان کے خواص اور حقائق پہنچانے کا ذریعہ اور واسطے ہیں۔ ان زبانوں کے بغیر خارجی دنیا جہل اور ظلمت کے تاریک گردوغبار کے ماحول میں پڑی ہوئی ہے۔ اگر زبانوں کے ذریعے ذہنوں میں اشیاء کے حقائق نہ پہنچیں تو دنیا کا وجود اور عدم برابر ہیں۔ اب جس طرح خارج میں ایتھر یا ہوا کی مختلف حرکات اور تموجات سے عناصر تیار ہوئے اور عناصر کے آپس میں میل جول سے دنیا کی مختلف چیزیں وجود میں آ گئیں اور خارج میں ایک مادی دنیا تیار ہوگئی۔ جن میں درخت، پودے، سبزیاں اور پھل پھول باغ باغیچے اور دیگر ہزاروں اشیاء تیار ہوگئیں۔ اسی طرح ایتھر یا ہوا کی مختلف حرکات سے مختلف حروف کے عناصر ظاہر ہوئے۔ اور ان حروف کے عناصر کے جوڑ توڑ اور ترکیب سے الفاظ اور کلمات بن کر دنیا کی مختلف زبانیں بن گئیں۔ اور زبانوں کے ذریعے دنیا کی مختلف کتابیں لکھی گئیں۔ منجملہ ان کے آسمانی کتابیں بھی ہیں۔ غرض اس خارجی کثیف دنیا کے مقابلے میں ان کے حقائق وصفات و معانی کی ایک عالم مرکی مثل ذہنی دنیا قائم ہوگئی اور علوم وفنون کی مختلف کتابیں بن گئیں۔ یوں ذہنی چمن گلستان، بوستان اور ہزاروں کلمات، باتیں اور ان کی کتابیں تیار ہوگئیں۔ ظاہر میں انسان مادی عناصر کا مرکب گوشت اور ہڈیوں کا خاکی ڈھانچہ ہے اور اس کے ارد گرد مادے کی خارجی دنیا آباد ہے۔ اور حق

فوقی حسب ضرورت س کا عنصری وجود ن مادی میاء سے متمتع ہوتا ہے۔ لیکن
نسان کا باطنی وجود یعنی روح جو عالم مرکی طیف مخلوق ہے ذہنی ور مری دنیا کی
شیاء سے متمتع ور فیض یاب ہوتا ہے ور ذہنی خور ک حاصل رتا ہے۔ غرض تمام
نبیاء مرسلین ور جملہ ولیاء کاملین کو باطن میں نماء ہی ور للہ تعالیٰ کے نوری حروف
کے کلمات طیبات سے مرقوم طیف جسے عطا کیے جاتے ہیں۔ ور یہ طیف جسہ جس
وقت روح ور جان کی طرح سالک کے قالب خاکی ور جسد عنصری میں داخل ہو
جاتا ہے تو سالک کی روح صلی کو پنے رنگ سے رنگ دیتا ہے۔ ور جملہ روحانی
علوم وفنون اور باطنی فیوضات وبرکات ور روحانی حاقتیں مثلاً کشف ور رمات،
لہامات، و ردات تجلیات، طیر وسیر زمین وآسمان، نہ فلک عرش و رسی طبقات
وغیرہ سب کچھ خود بخود س نوری وجود کے طفیل سے حاصل ہو جاتا ہے۔ س نوری
وجود کو اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کہا ہے۔ ب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نماء ہی سے
مرقوم نوری طیف جسہ کیونکر ور س طرح نسان کے وجود میں دخل ہو جاتا ہے۔ ور
س کے دخل ہونے کے کونسے سامان ور شر ئط ہیں۔ ور وہ کون سے ذرئع ہیں
جن کے ستعمال رنے سے نوری طیف جسے حاصل ہو جاتے ہیں۔ و ضح ہو کہ س
نوری طیف جسے کے حصول ور تقویت رنے کے بہت رستے ہیں۔ مثلاً جملہ نیک
عمل زہد ترک توکل تو ضع صبر، شکر، تسلیم، رضا، سخاوت، مروت، رحم ور شفقت
وغیرہ ور تمام عبادت وطاعت مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تلاوت وغیرہ ن سب
کی درستی ور صحیح دائیگی سے نسانی وجود میں ن طیف نوری جسوں کے لیے زمین
ہموار ہو جاتی ہے ور سم اللہ ذات کے شجر طیبہ کی کاشت کے لیے زمین تیار ہو جاتی
ہے۔ ور ن نوری کلمات کی تحریر کے لیے قرطاس قلب ور لوح روح کا صفحہ صاف
ہو جاتا ہے۔ ب س کے بعد زمین میں ذ ر سم اللہ ور سم للہ کی تخم ریزی کی
ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ بغیر تخم کے زمین بیکار ہے۔ جس وقت زمین ا تک

زرعت اور قبل کاشت ہو جائے۔تو س وقت سے پنی سے سینچنے ور آبپاشی کی ضرورت پڑتی ہے۔ وروہ مرشد کامل کی صحبت ور توجہ ہے۔ س کے بغیر تخم سم اللہ ذت ہرگز سرسبز نہیں ہوتا۔خوہ زمین کتنی ہی قبل ور لائق نہ ہو۔ ور سا ہا سال تک س میں تخم ریزی ہوتی رہے۔ سے سرسبز اور شاد ب ہونے کے سے مرشد کامل کی توجہ ور صحبت کی آبیاری شد ضروری ہے۔خوہ کتنے ہی نیک عمل ور عبدت سے طلب کی لوح قلب ور س کے دل کا کاغذ تحریر کے لئے تیر ہو جائے ور ذکر ذکار کے قلم ور دوت بھی مہیا ہو جائیں۔تب بھی س پر تحریر کے سے کاتب کامل ور نقش مرشد سے چارہ نہیں ہے ور گر دہقان ور کاشتکار کامل ہو تو وہ کلر ور شورہ ناقص زمین میں کھ دڈل کر سے قبل کاشت بنا لیتا ہے ور س میں تخم اللہ ذت ڈل کر سے پنی توجہ کے پنی سے سیر ب کر کے ویر ن ور غیر آبد زمین کو بغ جنت بنا دیتا ہے۔ ور کامل کاتب کاغذ کو صاف ور مہرہ کر کے س پر پنی قلم ور دوت سے کلمات اللہ بہت آسانی سے تحریر کر لیتا ہے۔لیکن یسے کامل مرشد کا وجود دنیا میں عنقا مثال ہے۔مرشد کامل کا وجود یک بے بہا نعمت ہے۔ س کا وجود گویا جملہ سماء لہی ور آیات بینات سے دئمی مرقوم ور منقوش پریس کا پتھر یا مکمل بلک ہے کہ جونہی س سے ورق قلب طلب چھاپ ہوا س سے یک دم میں کلمات اللہ سے مرقوم کر کے خد رسیدہ بنا دیتا ہے۔

کتنے خوش قسمت ور سعادت مند ہیں وہ لوگ کلمہ طیب کا نوری پودہ ندر ن کر اللہ تعالی کی مقدس بارگاہ میں پہنچ جاتے ہیں۔یہ شجر طوبیٰ بن کر بہشت قرب ووصال میں بد لا باد تک جھوتے ور پھولتے ہیں۔قوہ تعالی۔

الم تر کیف ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ کشجرۃ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء توتی اکلہا کل حین باذن ربہا

آتاب کہ زیر سایہ ہجرت مقام شت

در دل چہ تخیل ہا بہ ہوا کنند
شوریدگان حسن جدال و جہاد پیدا
تسکین دل بہ یک دو سلام کجا کنند
دیوانگان یاد خدائے عشق او
ہفت آسمان بچشم زدن زیر پا کنند

[illegible]

بعض نادان لوگ اس معاملے کو نہایت آسان اور سرسری خیال کرتے ہیں۔ اور بہشت جاودانی اور قرب ربانی کو بچوں کا کھیل سمجھتے ہیں۔ انسان صرف مسلمانوں کے گھر پیدا ہونے یا محض آباؤ اجداد سے بطور ورثہ اسلام میں داخل ہونے سے اصلی مسلمان اور حقیقی اہل ایمان ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نیز تقلیدی طور پر اسلام کے ظاہری ارکان پر اندھوں کی طرح کاربند ہونا اور اسی کو سب کچھ سمجھنا یا صرف اقرار زبانی اور معمولی ورزش جسمانی اور خفیف سی قربانی کو بہشت جاودانی اور قرب ربانی کی کافی قیمت سمجھنا نہایت کوتاہ اندیشی اور نادانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ سودا اتنا سستا نہیں۔

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ترجمہ۔ (اے اللہ) تو نے دونوں جہان اپنی قیمت مقرر کئے ہیں۔ ابھی اپنی قیمت اور بڑھا کیونکہ اب بھی تو بہت سستا ہے۔

یاد رہے کہ صرف قیل وقال یا اندھی تقلید اور ظاہری شغل سے نہ اللہ تعالیٰ کی پہچان ہو سکتی ہے اور نہ ہی ظاہری کتابی علم سے نبی کی نبوت اور رسالت اور اس کی مخصوص روحانی قوت یا معجزات کا پتہ لگ سکتا ہے۔ اور نہ ہی نبی کی وحی کی حقیقت اور نہ اس کے روحانی پرواز اور معراج وغیرہ کی کنہ معلوم ہو سکتی ہے۔ اسی واسطے تو

ظاہری علماء بیچارے نبی کے علم غیب و دنیا میں دیدار الٰہی معراج کی حقیقت اور معجزات وغیرہ اور دیگر مسائل کے بارے میں تمام عمر جھگڑتے رہتے ہیں۔ امت پیرو کو کہتے ہیں۔ اور پیرو اپنے پیشوا کے قدم پر چلنے والے کا نام ہے۔ لہٰذا جب تک کوئی شخص پیغمبر ﷺ کے قدم بقدم چل کر ان کے اخلاق مخصوص نبوت سے کسی قدر متخلق نہ ہو اور ان کے ظاہری و باطنی اوصاف و کمالات غیر معمولی سے متصف نہ ہو جائے۔ تب تک حقیقی طور پر مسلمان یا اصلی معنوں میں مومن با ایمان اور خاص مخلص اہل یقین و صاحب عرفان نہیں ہو سکتا۔

[illegible]
[illegible]
[illegible]

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

جب تک کوئی شخص صاحب الہام نہ ہو جائے یا کم از کم سچے خواب نہ دیکھے۔ جنہیں نبوت کا ایک معمولی جزو قرار دیا گیا ہے۔ خالی نقل و قال اور کتابوں میں وحی کے حالات اور واقعات پڑھنے سے نبی کی وحی کی حقیقت ہرگز معلوم نہیں کر سکتے۔ جب تک انسان خود صاحب کرامت اور خوارق عادات نہ ہو، محض عقلی استدلال اور زبانی باتوں سے پیغمبروں کے معجزات اور آیات بینات کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا۔ اور جب تک کوئی طالب باطنی طیر سیر اور روحانی پرواز کا مرتبہ حاصل نہ کرے صرف روایت و حکایات سے معراج کی حقیقت اور کیفیت معلوم نہیں کر سکتا اور نہ ہی معراج کے جسمانی یا روحانی جھگڑے اور خواب و بیداری والے اشکال حل کر سکتا ہے۔ بہشت نمونہ خود رہتا ہے۔ اور درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔

چراغ مردہ کجا زندہ آفتاب کجا

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

سچ پوچھو تو اصلی متقی ہونا اور حقیقی پیر بننا نہایت مشکل کام ہے۔ خاص متقی تو وہ شخص ہے جو نبیؐ کے قدم بقدم چل کر اس کی باطنی منزل اور روحانی مقام تک پہنچ جائے اور نبی علیہ السلام سے زبان حق ترجمان سے اتقی کہہ دے۔ صرف نام کا متقی کسی کام کا نہیں۔

شیر قالیں اور ہے شیر نیستاں اور ہے

بعض حاسد کور چشم جب اس مرتبے کو حاصل نہیں کر سکتے تو محض ان باطنی مراتب اور روحانی درجات کے انکار سے اپنی تسلی کرتے رہتے ہیں یا ان کی تاویلیں کرتے ہیں۔ ایسے لوگ اسلام کے ظاہری چھلکے اور کتابی و کسبی علم کے گھمنڈ پر مغرور رہتے ہیں۔

خونابہ دل خور کہ شرابے بہ ازیں نیست
دنداں بہ جگر زن کہ کبابے بہ ازیں نیست
در کنز و قدوری نتواں یافت خدا را
بر صفحۂ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

[illegible]
فرق کہاں سے کہاں تک ہے۔

ترجمہ۔ دل کا خونابہ یعنی خون پی۔ کیونکہ اس سے بہتر شراب اور کوئی نہیں۔ اپنے جگر کو چبا کیونکہ اس سے بہتر کباب اور کوئی نہیں۔ کنز اور قدوری کی کتابوں میں تو خدا کو نہیں پا سکتا۔ دل کے صفحے کو دیکھ۔ کیونکہ اس سے بہتر کتاب اور کوئی نہیں ہے۔

دنیا سے مذہبی ذہنیت مفقود ہو چکی ہے۔ اور حق و باطل کی تمیز نہیں رہی۔ اس سے بعض لوگ چند کتابیں لکھ کر اور جھوٹے دعوے باندھ کر پیر بن بیٹھے ہیں۔ اور اندھے احمق لوگ انہیں ماننے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔ سبحان اللہ! پیغمبری کس قدر آسان اور ارزاں چیز تھی۔ کہ چند معمولی کتابیں لکھنے سے اچھی خاصی دوکان کھل

گئی۔ اور بزرگوں پاگل بے وقوف اس کی فرضی متاع کے نادیدہ خریدار بن گئے۔

ہا چند زمانہ مجمع جہال ست
در جہل شدہ حال شاں یک منزل ست
گاوند ہمہ لیک ز یکے تا دگرے
فرق خر عیسیٰ و خر دجال ست

ترجمہ۔ زمانہ بہر حال جاہلوں کا ایک مجمع ہے۔ لیکن جہالت میں ان کی حالت ایک جیسی نہیں ہے۔ سب ہانکے ہوئے جا رہے ہیں۔ لیکن ایک دوسرے میں عیسےٰ اور دجال کے گدھے جتنا فرق ہے۔

ہمیں تو دنیا میں اصل اور حقیقی معنوں میں کوئی متقی نہیں ملتا۔ متقی بننے کے لیے اللہ تعالیٰ شاہد حال ہے۔ کئی سال جنگلوں اور پہاڑوں میں پھرنا پڑے۔ خون جگر پینا پڑے۔ اور پھر خون پسینہ ایک کرنا پڑے۔ طریقت کے اس پُرخار کٹھن راستے میں کیا کیا روح فرسا اور جاں گداز سفر طے کرنے پڑے۔ اگر تمہیں بیان کیا جائے۔ تو ان کے سننے سے دل لرز جائیں۔ اور کلیجے کانپ اٹھیں۔ اور طرفہ یہ کہ اس راستہ میں ہر دم دوست دوام اور ہر قدم پر نئی منزل و مقام۔ لیکن پھر بھی اپنے منہ سے یہ دعویٰ زیب نہیں دیتا۔ افسوس کتنا چھوٹا منہ اور بات کس قدر بڑی ہے۔ کہ محض کتابوں کے مطالعہ سے گھر بیٹھے ولی چھوڑ نبی بن بیٹھے۔ لیکن آج آزادی کا زمانہ ہے۔ پوچھنے والا کون ہے۔ خواہ کوئی خدائی کا دعویٰ بھی کر بیٹھے۔ جب تک دنیا میں بے وقوفوں کی کثرت ہے۔

[illegible]

[illegible]

عیاروں اور مکاروں کی پانچوں گھی میں ہیں۔ جس وقت لوگ شیشوں کے ناکارہ

ٹکڑوں کو ہیروں کی قیمت پر خرید نے لگ جئیں تو زمنہ شنس عیر پیسے زریں موقع کو غنیمت جن کر کیوں نہ دکان کھول کر جوہری بن جئیں۔ ور صلی جوہری پنی دکانیں بند کر لیں۔

مروز قدر گوہر و خزر ہمہ ہمہ ست

سرگین گاؤ عنبر سار ہمہ ہمہ است

کس قدر ظلم ور ندھیر ہے کہ گھر میں کھنے کو نہیں۔ خود فقوں مر رہے ہیں۔ ور باہر سے بڑ روں لوگوں کو دعوت دی ج رہی ہے۔ ور گھر بیٹھ یہ جا رہ کہ آیئے سب کچھ تیار ہے۔

آں قوم کہ سجدہ پرستند خرند

زیر کہ بزیر خرقہ سوں درند

ویں زہمہ طرفہ ترکہ در دیدہ زہد

سامر فرہشند وز کافر بتر ند

سو اس زمنے میں پہلے تو مرشد کامل کا ملنا بڑ مشکل ہے۔ ور گر ملے تو اس کی پہچان س سے بھی زیدہ مشکل ہے۔ کیونکہ صلی مردِ ت خد خوروش نازنین ور پری رو معشوق کی طرح پنے آپ کو حتی وسع پردے میں چھپائے رکھتے ہیں۔ ور نت فحشہ باز ری عورتوں کی طرح سر باز ر عریانیت ور عصمت فروشی کی دکانیں کھول بیٹھتے ہیں۔

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز

بسوخت عقل ز حیرت کہ یں چہ بوالعجبی ست

ترجمہ۔ س زمنے میں پری جیسی نیک لوگ پوشیدہ ہیں ور شیطین نز و نخرے کر رہے ہیں۔ حیرت سے عقل جل گئی ہے کہ یہ کیسی عجیب و غریب بت ہے۔

س و سطے طلب مولیٰ کو چاہیے کہ ہر وقت ذکر للہ ور خاص کر تصور سم اللہ ذت

سے بہتر ین شغل کو رت دن جاری رکھے۔ کیونکہ آج کل دنیا میں صدق مقال ور کل الحلال نہیں رہا۔ لوگوں میں سلف صالحین کی طرح نیک عمل اور سخت محنتوں ور مجاہدوں کی

[illegible]

توفیق ور ہمت نہیں رہی۔ پابندیٔ صوم و صلوۃ ور دیگر حج و زکوۃ میں بھی بہت کمی ور کوتاہی آ گئی ہے۔ جو کچھ ہو رہا ہے۔وہ بھی محض یک نمائشی ور رسمی مظاہرے کی صورت میں دا ہو رہا ہے س سے س قحط عمال و حول کے زمانے میں سب سے بہتر ین شغل تصور سم للہ ذت ہے۔ س سے طالب بہت جلدی کامیاب ہو جاتا ہے۔ طالب کو چاہیے کہ وجود کے ہر عضو میں چراغ سم للہ ذت روشن کرے۔ ور تمام وجود اس کے نور سے منور کر دے۔

صاحب تصور سم اللہ ذت محبوب بے محنت ور معشوق بے مشقت ہوتا ہے۔ جو شخص پنے آپ کو ہمیشہ سم اللہ ذت میں محو ور مشغول رکھتا ہے۔ س کو ز بے ریاضت ور مشاہدہ بے مجاہدہ حاصل ہو جاتا ہے۔ جملہ نبیاء تمام ولیاء، جمیع ئمہ دین، صحاب، علماء، صلحاء، فقراء، درویش، غوث، قطب، وتاد، بدال، خیار، نجباء، نقباء جس قدر باطن میں صاحب مرتب ہو گذرے ہیں۔ سب سم اللہ ذت کے ذریعے ور سی نام پاک کی برکت ور وسیلے سے علی درجات کو پہنچے ہیں۔ تمام نبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو معجزات اور کشف و کرامات اسم اللہ ذات کی برکت ور طاقت کے طفیل حاصل ہوئے ہیں۔ یہی تصور سم اللہ ذات وہ نور مبین تھا جسے جبرئیل امین نے قرأ باسم ربک کہہ کر نوری تخم کی شکل میں حضرت سرور کائنات

صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں غار حرا کے اندر ڈالا۔ جس نے بعد میں شجر قرآن کی
شکل میں آپ کی زبان حق سے سر نکالا۔ یہی وہ روحانی رفرف اور باطنی براق تھا
جس نے آنحضرت کو معراج کی رات ساتوں آسمانوں اور عرش و کرسی کی سیر کرائی
اور مقام قاب قوسین او ادنیٰ کا اعلیٰ مرتبہ دلایا۔ اور اللہ تعالیٰ کے دیدار پر انوار اور
لقاء کی آیات کبریٰ سے مشرف فرمایا۔ یہی موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ید بیضا تھا جس
کے کرشموں اور معجزات کی برکت کی طاقت سے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی
اسرائیل کو فرعون بے عون اور ہامان بے سامان کے ظلم سے چھڑایا۔ یہی وہ انگشتری خاتم
سلیمان علیہ السلام تھا۔ اور یہی وہ مبارک نامہ انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن
الرحیم کی تحریر تھی۔ جس کی زنجیر تسخیر نے ملکہ بلقیس اور تمام جنات و انسان اور بہائم و
طیور کو باطن میں جکڑ دیا تھا۔ یہی وہ اسم پاک تھا۔ جس نے نوح علیہ السلام کی کشتی کو
بسم اللہ مجرھا و مرسٰھا کے باطنی چپو سے بحر ذخار میں چلایا۔ اور طوفان سے بچایا۔
غرض تمام انبیاء مرسلین اور جملہ اولیاء کاملین کو نور کی باطنی تجلی اسم اللہ ذات کے بجلی
گھر اور اسی پاور ہاؤس سے پہنچتی رہی ہے۔ اور اب بھی تمام پاک ہستیاں اسی اسم
کے بحر برزخ میں نوری مچھلیوں کی طرح تیرتی پھرتی ہیں۔ جو شخص انہیں ملنا چاہے۔
اسی اسم کے دریائے نور میں غوطہ لگا کر ان سے ملے۔ اور ان سے ملاقات کرے۔
اسم اللہ ذات جام جہاں نما اور آئینہ سکندری ہے۔ اسی اسم کی دوربین میں صاحب
تصور لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے۔ اور ہژدہ ہزار عالم کا تماشہ انگوٹھے کے ناخن پر
دیکھتا ہے اور اٹھارہ ہزار مخلوق کا نظارہ ہاتھ کی ہتھیلی پر کرتا ہے۔ صاحب تصور کو خلوت
بے خلل اپنے سینے میں حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کا مجلسِ دل حجرۂ آب و گل سے بے
نیاز ہوتا ہے۔ اسے خلوت در انجمن اور نیز انجمن در خلوت یعنی روحانی مجلسیں سینے
میں حاصل رہتی ہیں۔ ابیات مصنف رحمۃ اللہ علیہ۔

اسم میں دیکھا یہ ہم نے سبے آخر

کھل گیا شق ، تصور کا معمے آخر
سم کو جسم بنا جسم کو کر اس میں فنا

پھر نا فنا ہو ور ستو فنا نا
سم اللہ کے تصور سے لقا ہوتا ہے

جام جم کی طرح دل سینہ صفا ہوتا ہے
ہ نبی ور ولی غوث و قطب ور وتاد

شیخ و صوفی ، درویش ، قلندر و زہاد
سب کو جو معرفت و قربت ہوئی ہے حاصل

سب تصور سے ہوئے وصل ، حال کامل
تیر سم کے نور سے سب نور ہوئے

برکت سم سے سب ناظر ، منظور ہوئے
گنج دارین کی کنجی ہے تصور یارو

بخت بیدار ہے تو کر و سے باور یارو

یورپ میں مسمریزم ، ہپناٹزم ور ٹیلی پیتھی چونکہ ن وں نے تصور سم اللہ ذات کا چربہ ور نقل اتاری ہے۔ وہ لوگ اپنی نگاہ کو کسی خاص نکتے پر مثلاً شیشے کے گولے یا چراغ یا بتی کی لو یا بجلی کے قمقمے غرض کسی خاص روشن چیز پر جمانے کی مشق کرتے ہیں۔ جسے ان کی اصطلاح میں کنسنٹریشن کہتے ہیں۔ اسی طرح تصور اور خیال کی مشق سے وہ لوگ ایک برقی طاقت حاصل کر لیتے ہیں۔ جس کے ذریعے عامل اپنے معمول پر توجہ ڈال کر اسے بے خود اور بے ہوش کر دیتا ہے۔ اور اسے مقناطیسی نیند سلا دیتا ہے۔ اور اس کے ضمیر (ان کانشس مائنڈ) میں اپنی قوت اور قوت خیال سے کام لیتا ہے۔ اور معمول کو جو امر کرتا ہے وہی امر معمول بجا لاتا ہے۔ مگر یہ طاقت چونکہ وجود عنصری کی پیداوار ہوتی ہے۔ اور نفس ناسوتی کی خام ناتمام طاقت ہوتی

ہے۔ہذ س علم کا مل محض مقا م نا سوت میں سفلی معا ملے ور محض ما دی شعبد ے

ورظاہری تما شے دکھا کر کم فہم ورنا دان لوگوں کو حیر ن کر دیتا ہے۔ ور اس سے چند

د ما غی اور عصبی مراض کا ز لہ بھی کیا جا سکتا ہے۔لیکن س سے کوئی پا ئد ر حقیقی

روحانی فائدہ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ مسمر یزم ور ہپنا ٹزم کا معا ملہ محض مقا م نا سوت

تک محدود ہوتا ہے۔ س سے آگے تجاوز نہیں کرتا۔مقام ملکوت میں س کو کوئی دخل

نہیں۔ہذ وہ مطابق خلد ی لارض ما دے ہی میں محصور رہتا ہے۔اس کا م تمام

حقیقت کی فلا سفی یہ ہے کہ نسان کے تمام حو س ور قوت خیال جب یک نکتے پر مرکوز

ہو جا تے ہیں تو ن میں یک برقی قوت کی بجلی پید ہو جاتی ہے۔جس طرح آفتاب

کی شعاعیں جب کسی آتشی شیشے یعنی لینز میں سے گذرتے وقت یک نقطے پر جمع ہو

جاتی ہیں۔تو ن میں یک حدت ور حر رت پید ہو جاتی ہے کہ وہ آگ کی طرح

دوسری چیز کو جلاتی ہے۔ سی طرح نسانی خیالات ور حو س کا جب یک نکتے پر

جتماع ہو جاتا ہے تو ن میں یک برقی حاقت پید ہو جاتی ہے۔جس سے یک کمزور

شخص معمول کو بے ہوش بنا دیا جاتا ہے۔لیکن س علم و ں کی مشق تصور کا مرکز یک

ما دی شے ور فرضی نکتہ ہوتا ہے جس سے محض خیالات کا جتماع منظور ہوتا ہے۔ س

سے مسمر یزم ور ہپنا ٹزم کا سار معا ملہ س ما دی دنیا ور مقام نا سوت تک محدود رہ

جاتا ہے۔اس کا روحانی دنیا سے کوئی کنکشن اور تعلق نہیں ہوتا۔لیکن خلاف س کے

گر کوئی شخص بجائے مفروضہ ما دی نکتے کے سم اللہ ذ ت کے نقش مکرم پر پنے

خیالات حو س اور تصور و تفکر و توجہ مجتمع کرے۔یعنی پنے دل ور دماغ میں تصور سم

اللہ ذ ت کے نقش کی ہر وقت مشق کیا کرے۔تو وہ س سے یک یسی زبر دست غیبی

مخلوق ور لازو ل باطنی برقی قوت حاصل کر لیتا ہے کہ جس کا تعلق اور کنکشن س

ذ ت بے مثل ور لایز ل کے بحر نور کے ساتھ ہو جاتا ہے کہ جو تمام کائنات کا

مبد ء و معاد ہے۔ ور جس کا یہ نوری نکتہ باعث و موجب ہر یجاد ہے۔ ور جس کی

دنے صفت ذا ر دشیا ن بقول ۔ کن فیکون ہے۔ ورجس کی معنوں شن
ن للہ علی کل شی قدیر ہے۔پس سم اللہ ذ ت کا اس طرح تفکر و تصور کے ذریعے
آنکھوں میں نشق کرنے سے مسمے کے مشاہدے ور دید ر کا نور آنکھوں میں آ جاتا
ہے۔ ور سم اللہ ذ ت کی نوری دوربین میں یک ناسوتی نسان ا ہوت ا مکان
کے جلوے ور نظ رے دیکھتا ہے۔ کیونکہ سم اللہ ذ ت کے منشور میں سے مسمے کا
آفتاب بمع جملہ ون ماء وصفت متجلی اور جلوہ گر ہے۔ ور گر سم اللہ ذ ت کا
تصور کانوں میں کیا جائے تو باطنی کان کھل جاتے ہیں ور غیبی، روحانی ور ملکوتی
آو زیں سننے لگ جاتا ہے ور صاحب ہام ہو جاتا ہے۔

جب صاحب تصور اسم اللہ ذات اپنے دل اور دماغ یا جسم کے دیگر خاص خاص
مقامات پر نقش اللہ مرقوم کرتا ہے تو صاحب تصور کے ندر نور سم اللہ ذ ت کی بجلی پید
ہو جاتی ہے جس کا تعلق ور کنکشن مسمی یعنی معدن نو ر ذ ت پروردگار کے پاور
ہاؤس سے ہوتا ہے۔ ور وہاں سے صاحب تصور کے دل ور دماغ کو باطنی بجلی کی
غیر مخلوق حرارت، نور، روشنی، آو ز ور دیگر صفات کی برقی لہریں پہنچتی رہتی ہیں۔ ور
صاحب تصور کا وجود س غیر مخلوق نوری بجلی سے پر ور ممو ہو جاتا ہے ور صاحب ہر دو
نفس ور آفاق میں س برق باطن کی روشنی، حرارت، آو ز و دیگر صفات کے نو ر کی
لہریں پھیلاتا ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ س مادی بجلی کے ذریعے ہر قسم کی حرارت،
روشنی ور آو ز وغیرہ یک جگہ سے طرفۃ العین میں ہزاروں میل کی دوری پر دوسرے
مقامات پر پہنچائی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ روشنی منتقل ہو کر بولنے و وں کی صورتیں
بھی صاف نظر آتی ہیں۔ سو جس طرح یہ مادی ور ظاہری بجلی حرارت، آو ز ور روشنی
وغیرہ کے یک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا ذریعہ ور و سطہ بن جاتی ہے۔ سی
طرح سم اللہ ذ ت کی یہ باطنی برق ور روحانی بجلی مرشد کامل کے سینے کے پاور
ہاؤس سے ہزاروں لاکھوں طالبوں کے جسموں ور روح میں نور، روشنی، حرارت ور

دیگر نو رصفت و ماء کی ہریں پہنچنے کا ذریعہ ورو سطہ بن جاتی ہے۔ ور سی
بطنی رو کے ذریعے سالک پر مختلف وردت غیبی ورفتوحت لریبی نازل ہوتے
رہتے ہیں۔ ور سالک پنے ندر ہمہ کا ریڈیو، کشف کی ٹیلی ویژن، کرمات کی
مشین ور تجلیات کا بجلی گھر قئم رہتا ہے۔

ہر نبی ور ہر ولی کے ندر س بطنی رو کے بطنی تار گھر، ٹیلی فون، ریڈیو
سٹیشن، لسلکی ور ٹیلی ویژن لگے ہوئے ہیں۔

سم اللہ ذت تمام کائنات کا مبد ء، جملہ فیوضت وبرکات ور معدن کل نور و
اسر رہے۔ جب س کو بجائے ذکر زبانی کے تصور ور تفکر سے وجود کے خاص خاص
مقامت میں تحریر کیا جاتا ہے۔ تو نسان کے ندر جملہ وہ نوری ماء جو کہ س کے
مبد ء فیوضت وبرکات بطنی ہیں منجلی ہو جاتے ہیں۔ جس سے نسان کا بطن یعنی
قلب زندہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ذکر زبانی ذکر کی صفت فذ رونی ہے۔ ور سم اللہ
ذت کا پنے ندر تصور و تفکر سے مرقوم کرنا س کی قدرتی نوری تحریر ور اللہ تعالیٰ مذکور
کی بجلی ذکر سم ہے۔ ذکر کا اصل مقام ور محل نسانی دل ہے۔ ور س نوری نند کا
حقیقی مسکن بطن نسان کا قلب ہے۔ لہذ ذکر کو زبان کے ذریعے پنے اصلی محل قلب
ور دل تک پہنچنے میں بہت کچھ خطرت ور رکاوٹوں کا ندیشہ ہوتا ہے۔ کیونکہ
جب نسان زبانی طور پر ذکر کرتا ہے تو شیطان اس کا ثر قلب میں نہیں ہونے دیتا۔
ور دل پر دنیوی ور نفسانی غیر خطرت کا ہجوم کر دیتا ہے ور شیطانی وسوسوں کی دھوم مچا
دیتا ہے ور بے شمار بھولی ہوئی باتیں یاد کر دیتا ہے ور دل کی صلی توجہ ور بطنی رخ
کو اللہ تعالیٰ سے پھیر کر غیر کی طرف کر دیتا ہے ور دل میں ذکر کی تاثیر نہیں ہونے
دیتا۔ کیونکہ دل یک وقت میں یک ہی چیز کو سوچ سکتا ہے۔ ما جعل اللہ لرجل من
قلبین فی جوفہ۔ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے نسان کے سینے میں دو دل نہیں رکھے۔ لہذ
ہل فن نے ذکر زبانی کو دل تک پہنچنے کے لیے چند شرئط ور لوزمات ور مختلف

قاعدے اور قانون مقرر کیے ہیں۔ مثلاً اسماء الٰہی اور آیات کلام اللہ اور قرآنی سورتوں اور دیگر کلاموں کو عمل میں لانے کے لیے پہلی ضروری شرط اکل حلال اور صدق مقال رکھی ہے۔ دیگر ہر کلام کی زکوٰۃ، نصاب، قفل، بذل، خلوت، تعین مقام وتعین وقت، ترک حیوانات یعنی ترک جلالی وجمالی، وقت نحس وسعد کی شناخت اور اجازت کامل وریاضت کامل اور وجود وجائے اور جامۂ پاک کی مختلف شرائط ولوازمات مقرر کئے ہیں۔ اگر ظاہری ذکر کی ان شرائط میں سے کوئی شرط رہ جائے یا کسی کے ادا کرنے میں کوتاہی ہو جائے تو ذکر کا اثر نہیں رہتا اور معاملہ بگڑ جاتا ہے۔ اس واسطے بہت لوگ سر کھپا کھپا کر رہ جاتے ہیں۔ اور نہیں ذکر سے کوئی حقیقی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اور آخر کار ذکر واسماء الٰہی اور کلام اللہ کی تاثیر سے بھی منکر اور بد اعتقاد ہو جاتے ہیں۔ لیکن ذکر اگر بجائے ذکر زبانی کے تصور اور تفکر کی انگلی سے اسی اسم کو اپنے دل اور دماغ میں یا جسم کے کسی دیگر اہم عضو میں تحریر کرتا ہے۔ تو ظاہری اور زبانی ذکر کے تمام بکھیڑوں اور دقتوں سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ اور تمام شرائط اور پابندیوں سے جان چھوٹ جاتی ہے۔ اور اس طرح ذاکر ذکر کی اصل منزل مقصود یعنی نور حضور مذکور ومعبود سے جا واصل ہوتا ہے۔ اے طالب! اگر تو نے ہماری بات کو سمجھ لیا اور اسم وسمٰی کے معنی کو پا لیا تو سمجھ لے کہ تو نے اپنا دامن گوہر مقصود سے بھر لیا۔ کیونکہ ہم تجھے اس آب حیات کی طرف دلالت کرتے ہیں جس کی طلب میں ہزاروں سکندروں نے عمریں گنوائیں اور جس کی ایک بوند کے لیے طالب سالہا سال ریاضتیں اور مجاہدے کرتے رہے اور ترستے رہے۔ مگر نصیب نہ ہوا۔

ابیات مصنف رحمۃ اللہ علیہ

سر آب بہ تو گویم ۔ نہ رہ سر ب پویم
بدر زچہ آب جوئی بہرست آب جویم
مستن زن شب ستم کہ بدو در الستم
نہ بخوب ندر ستم کہ حدیث خوب گویم

ترجمہ۔ میں تجھے پانی کے چشمے کا پتہ دے رہا ہوں۔ صرف سر ب نہیں بتا رہا۔ در بدر کس سے پانی کی تلاش کر رہا ہے۔ میرے پہلو میں وہ پانی موجود ہے۔ میں اس شراب سے مخمور ہوں جو مجھے ازل کے دن ملی تھی۔ میں خو بیدہ نہیں ہوں۔ بہ کل ہوش میں ہوں۔ ور خوب کی باتیں نہیں کر رہا۔

ذکر کے دو طریقے ہیں۔ یک ذکر بہ لسان یعنی زبان سے ذکر کرنا۔ دوم ذکر بہ لجنان دل سے ور خیال سے ذکر کرنا ہے۔ یک ذکر زبان ور ہونٹوں کا ہے۔ دوم ذکر تصور ور خیال کا یعنی چشم بصیرت۔ ن ہر دو طریقوں کو اللہ تعالی قرآن کریم میں یوں بیان فرماتا ہے۔

الم نجعل له عینین و لسانا و شفتین و هدینه النجدین

ترجمہ۔ کیا نہیں دیں ہم نے نسان کو دو آنکھیں ور زبان ور دو ہونٹوں کے ور دکھا دیے ہم نے سے دو راستے۔ سو زبان ور ہونٹوں کا راستہ ظاہری ذکر زبان کا ہے۔ ور آنکھ سے تصور ور تفکر کا راستہ ذکر جنان کا ہے۔ پس جس وقت صاحب تصور سم اللہ ذات کی مشق کرتا ہے۔ ور نقش سم اللہ ذات صاحب کے دل پر قائم ہو جاتا ہے تو سم اللہ ذات سے تجلی نور کا برقی شعلہ نکلتا ہے جس سے صاحب ن شعلہ نور دید ر میں غرق ہو جاتا ہے۔ ور س ذاتی نور میں صاحب کا باطنی وجود طے ور زندہ ہو جاتا ہے۔ ور س سے صاحب کے سے ہمیشہ دید ر ور مشاہدے کا راستہ کھل جاتا ہے۔ سو جملہ ذکار سے فضل، علی، کمل، تم ور جامع ذکر آنکھ کا ہے۔ یعنی

تصور سم ذ ت تمام ذ کار کا مغز و راصل ہے و رباقی ذ کر کے طریقے سب فروعات ہیں۔

بعض وگ کہیں گے کہ سم اللہ ذ ت چار حروف ، ل ، ل و ر ہ سے مرکب یک لفظ ہے۔ جب ہم س لفظ کو ظاہر زبان پر د ر کرتے ہیں یا کاغذ پر لکھتے ہیں۔ یا آنکھ سے دیکھتے ہیں تو دوسرے لفاظ و رکلمات کی طرح ہمیں کچھ ثرات یا کسی قسم کی گرمی سردی یا دیگر قسم کا ثر یا لذت وقوت وغیرہ معلوم نہیں ہوتی۔ ہم کیونکر جانیں کہ س میں س قدر ثر، نور، روشنی یا طاقت موجود ہے کہ اس سے نفس و شیطان و رمعصیت، غفلت کے حجابوں و رتاریکیوں کو دور کیا جا سکتا ہے۔ و رکہ یہ تنی باطنی گرمی و حر رت رکھتا ہے کہ جس سے نسان کا بیضہ ناسوتی پھٹ کر س میں سے دل کا مرغ الٰہوتی زندہ ہو جاتا ہے۔ و ریہ کہ س میں یسی باطنی بجلی پنہاں ہے کہ جس کی طاقت و ر پاور کے برق برق پر سو ر ہو کر ذ کر و رصاحب تصور اللہ تعالیٰ کی پاک و ربلند درگاہ تک پہنچ جاتا ہے۔ سم اللہ کو ظاہر زبان سے د کرنا یا کاغذ پر لکھنا یا خالی آنکھ سے دیکھنا یسا ہے جیسے کہ کوئی شخص کسی دو ئی مثلاً کونین یا سنکھیے کی ڈلی ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھتا ہے یا سے آنکھ سے دیکھتا ہے۔ یسا کرنے سے دو ئی یا سنکھیے کی کیا تاثیر معلوم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ دو ئی پنے خاص محل معدے یا جگر و ر خاص رگوں میں جا کر ثر کرتی ہے۔ مثلاً سنکھیے کی تاثیر دیکھنی ہو تو سے منہ میں ڈ ل کر گلے سے نیچے تا ر کر معدے کے ندر پہنچا یا جائے تب معلوم ہو جائے گا کہ وہ سنکھیے کی سفید ڈلی جو ہاتھ کی ہتھیلی پر محض چونے کی طرح یک بے ثر چیز معلوم ہوتی تھی۔ جس وقت گلے سے نیچے تر کر معدے و رجگر میں جا پہنچی تو جسم و ر جان کے لئے یک یٹم بم ثابت ہوئی جس نے وجود کے پرخچے ڑ دیئے۔ س طرح مفید و رنافع دو ئی مثلاً تریاق بھی نسانی وجود کے ندر جا کر تاثیر دکھاتی ہے۔ ہر چیز پنے محل و رمقام میں ثر کرتی ہے۔ نیز دو ئی کا گر جوہر نکال کر بذریعہ نجکشن و ر

جلدی پچکاری خون کے ندر دخل یَ جائے تو س سے زیدہ جلدی وجود ور جسم

نسان میں مفید یا مضر نقلاب پیدا ردیتا ہے۔ غرض تصور سم اللہ ذ ت تمام قرآن

ریم ور سماء العظام ہی کا جوہر کا ہو ہے۔ ور اس کا معدہ نسانی دل ہے۔ ور

یہی س کا جس باطن ہے۔ گر سے ظاہر زبان سے ورد یَ جائے ور ظاہری تمام

شرائط ور جملہ لوازمات کے ساتھ دل کے باطنی جسم میں پہنچایا جائے تو بیت ضرور

ینا ثر دکھائے گا۔ یہ تصور ور تفکر کے نجشن سے وجود کے سی خاص مقام میں تحریر

ور مرقوم ر کے پہنچایا جائے۔ تب معلوم ہو گا کہ سم اللہ کا چار حروف سے مرکب نقط

جو ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھنے یا زبان سے ذکر نے یا آنکھ سے دیکھنے کے وقت یک

معمولی ور بے ثر چیز معلوم ہوتا تھا۔ جب جسم باطن میں پہنچا تو یک یسا باطنی برق

کا پاور ہاؤس ثابت ہو کہ جس نے وجود کی تمام نفسانی ور شیطانی تاریکیوں کو کافور

ردیا۔ ور وجود کو اللہ تعالیٰ کی غیر مخلوق نور سے بد الاباد تک زندہ ور تابندہ ردیا۔

سم اللہ ذ ت بذریعہ تصور و تفکر جسم کے جس مقام یا عضو میں نوری حروف سے

مرقوم ہو جاتا ہے تو وہ عضو نور سم اللہ ذ ت سے باطن میں زندہ ہو جاتا ہے۔ ور

جب صاحب کے وجود کے تمام ضروری ندام ور ہم عضاء نقش سم اللہ ذ ت کی

نوری تحریر سے منقش ور منور ہو جاتے ہیں تو باطن میں یسے صاحب کا یک نوری

لطیف وجود زندہ ہو جاتا ہے۔ یسا صاحب سالک س نوری لطیف جسے کے ساتھ عالم

غیب ور عالم مر کے لطیف جہان میں گویا زسر نو جنم لیتا ور پیدا ہوتا ہے۔ ور وہاں

روحانی ماں باپ کے ہاتھوں س کی پرورش ور تربیت ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک

کہ وہ چھوٹا سا نوری طفل بن جاتا ہے۔ وہاں روحانی مدرسوں ور باطنی مکتبوں کے

ندر روحانی مدرسوں کے ذریعے سے نوری تعلیم ہوتی ہے۔ سو نفوں کے مدرسے ور

ہیں۔ قلوب و روح کے کالج لگ ہیں۔ ور سرار و نوار کے در العلوم علیحدہ ہیں۔

ن نوری علوم کے لئے بیت جنی حروف تہجی ور ہیں۔ وہاں کی زبان، صطلاح،

نصاب وطریقہ تعلیم اور کتب ہیں مختلف ہیں۔ وہاں کی زمین و آسمان اور جہات بالکل جدا ہے۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔

دل گفت مرا علم لدنی ہوس است
تعلیم کن اگر ترا دسترس است
گفتم کہ الف گفت دگر گفتم ہیچ
در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

غرض یہ راستہ باطنی وجود اور اس کے باطنی حواس کا ہے۔ ظاہری وجود اور عنصری جسم کا وہاں کوئی دخل نہیں۔

پائے ظاہر راہ ہمیشہ میرود
قطع راہ باطنی با کار پائے دیگر است

دکاندار مشائخ نے ساری تصوف اور روحانی علم کو سخت بدنام کیا ہے۔ یہ علم اہل مشرق کی اصلی وراثت تھی۔ اور اسی علم روحانیت کی بدولت مشرق مغرب پر بجا طور پر فخر کرسکتا تھا۔ سچ پوچھو تو مشرق کے پاس یہ دولت ابدی اور سعادت سرمدی نہ ہوتو اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ ہمارے نام نہاد صوفیوں کے پاس آج اس علم کا محض یہ دعویٰ کہ پدرم سلطان بود رہ گیا ہے۔ یہ کہیں کہیں تصوف اور روحانیت کا خالی جامہ اور باس یہ محض زبانی بے محل اور بے جا لاف اور قصے کہانیاں رہ گئی ہیں۔ آج یورپ والے اس علم کو از سرنو ابھار رہے ہیں۔ اور اس کی طلب و تلاش میں بے تحاشا اور جانباز لوگ سر دھڑ کی بازی لگا رہے ہیں۔ اگرچہ آج یہ لوگ اس علم کی ابتدائی منزل میں ہیں۔ لیکن وہ دن دور نہیں کہ یہ آفت کے پرکالے ایک دن اس سعادت دارین اور گنج کونین کا بھی کھوج لگا لیں گے۔ کیونکہ زندگی عمل اور جد وجہد کا نام ہے۔ خالی دعوے، وراثت بلکہ استحقاق بھی کوئی چیز نہیں۔

زندگی جہد است استحقاق نیست

[illegible]

اس قوم کی بڑی خوبی یہ ہے کہ ان میں اگر کوئی شخص کسی نئی مہم کو سر کر لیتا ہے یا کسی نئی ایجاد اور اختراع یا کسی نئے علم کی تلاش و تحقیق شروع کرتا ہے تو تمام قوم اس کی حوصلہ افزائی کرنے لگ جاتی ہے بلکہ خود حکومت اس کی پشت پناہ بن جاتی ہے۔ لیکن مشرق کی شقاوت قلبی اور شامت عمل ملاحظہ ہو کہ اگر کوئی شخص سادہ سا [illegible] میں عرش معلی کے ستارے اتار کر دکھا دے یا عالم غیب کے بحر عمیق میں غوطے لگا کر باطن کے وہ درِ ثمین نکال کر لا دے جس کی نظیر دنیا میں ملنی محال ہو تو یہ پہلے تو اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گے۔ اور اگر انہیں پتہ لگے کہ اس کی قدر و قیمت ہونے لگی ہے۔ تو ایک حسد کے مارے اس کی مخالفت اور عداوت پر کمر بستہ ہو جائے گی۔ اور اسے کہیں کا نہیں رہنے دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اسے گوشۂ خمول اور کنج گمنامی میں سر چھپانا پڑے گا۔ قومی بہتری اور مذہبی اشاعت کے سلسلے میں جان و مال کی جو بازی اہل یورپ لگا رہے ہیں۔ اسے دیکھ کر ہم مسلمانوں کو شرم سے ڈوب مرنا چاہیے۔ ہم اس سلسلے میں ان لوگوں کے چند واقعات بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کرتے ہیں۔

ایک عیسائی عورت مسز رینالڈز نے بارہ لاکھ ڈالر مذہبی اور قومی بہتری پر خرچ کرنے کی وصیت کی۔ یروشلم سے ہزاروں میل دور جزیرہ نیو گنی میں لندن سے

مذہبی تبلیغ کے ے یک مشن بھیجنے کی تجویز زیر غور تھی۔ وہ ں کے حا ت معلوم ر نے

کے ے ۱۸۷۱ء میں وہ ں یک مسیحی سیاح مذکورہ ندن با ئیبل سو سا ئٹی کو نہایت ما یو سی

کی حا ت میں یہ رپورٹ بھیجتا ہے کہ اس جگہ تو بس بڑے خوفناک مگر مچھ ور سخت

زہر یلے سانپ رہتے ہیں۔ ور جو نسان بھی یہاں آباد ہیں۔ وہ بھی یسے ظالم ور

خونخو ر ہیں کہ ن کے درمیان قدم رکھنے کا بھی خیال نہ کیجئے۔ ندن سے جو ب ملتا

ہے کہ تنی طلاع بس کافی ہے کہ وہ ں نسان بھی آباد ہیں ور جہاں کہیں نسان

آباد ہیں۔ مشنری کا وہ ں پہنچنا ضروری ہے۔ چنانچہ ۱۸۹۵ء میں ندن سے وہاں

مشن بھیج گیا۔ ور س مشن پر صرف ندن کی با ئیبل سو سا ئٹی نے یک روڑ تیس لاکھ

پونڈ خرچ ئے۔ ن وگوں کی مذہبی ور روحانی معاملات میں مالی ور جانی قربانیوں

کی یہ یک دنیٰ مثال ہے۔ مذہبی مور میں غیروں کی قربانیوں ور جاں فشانیوں

دیکھو ور پنوں کی تن آسانیوں ور بے پروائیوں ملاحظہ ہوں۔

وہ دنیٰ باطنی شخصیت یا ول جوہر حیات جس کا پتہ بھی حال ہی میں یورپ کو لگا

ہے۔ ہمارے ہل سلف صوفیائے کرام کی صطلاح میں سے لطیفہ نفس کہتے ہیں۔

یہ لطیفہ ہر نسان کے ندر خام ور ناتمام حا ت میں موجود ہے۔ سی وجود کے ذریعے

نسان خواب کے ندر د خل ہوتا ہے۔ نفس کا یہ لطیفہ جسد عنصری کو باس کی طرح

وڑھے ہوئے ہے۔ ہمارے ہل سلف فقرا کاملین ور سچے عارفین کے نزدیک

سب سے دنیٰ باطنی شخصیت نفس کی ہے۔ س سے بڑھ کر علی ور رفع شخصیتیں

نسان کے ندر بتدریج ہل سلوک باطنی سے پید ہوتی ہیں۔ جنہیں لطیفہ قلب،

لطیفہ روح، لطیفہ سر، لطیفہ خفی، لطیفہ خفی ور لطیفہ نا کہتے ہیں۔ ہل یورپ کو ن

دیگر علی ور رفع شخصیتوں کا بھی تک کوئی پتہ نہیں۔ نہیں صرف لطیفہ نفس کا

درک حاصل ہو ہے جو جسد عنصری کو باس کی طرح وڑھے ہوئے ہے۔ ور جس

وقت وہ خو ب کی دنیا میں د خل ہوتا ہے تو وہ ں وہ یک لطیف مثالی صورت ختیار

ریتا ہے۔ س کا جہت عم ناسوت ہے۔ س عم میں نفس، عقلی روح، جن ور
شیاطین سے بھی دوچار ہوتا ہے۔ کیونکہ عم غیب کی یہ عقلی روح بھی سی عم میں
رہتی ہیں۔ س لطیفے کا مقام شریعت ہے۔ یعنی شریعت کی پبندی سے سے بطنی
ترقی ور روحانی عروج حاصل ہوتا ہے۔ ور بطنی طیر سیر ور چل س کی ی للہ ہے
۔یعنی س مقام میں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف س کا رخ اور رجوع ہوجاتا ہے۔ س
مقام میں سک کا معمہ محض قیل وقول، ذر ذکار ور گفت وشنید تک محدود رہتا
ہے۔ یسے سلک کا حال اللہ تعالیٰ کی طرف صرف میل یعنی رغبت کا ہوتا ہے۔ س
لطیفے کا رنگ نیل ہے۔ ور ذکر س کا لا لہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلعم ہے۔ اور سم تصور
س کا سم اللہ ہے۔ شریعت کی پبندی ور مرشد کامل کی توجہ ور نظر لتفت ور ذکر فکر
میں ریضت ور مجہدے سے سلک کے نفس کا تزکیہ ہوتا رہتا ہے۔ تو نفس مرہ
سے لومہ ور ملہمہ ور ملہمہ سے مطمئنہ ہوجاتا ہے۔

چنانچہ نفس کی چر قسمیں ور منزلیں ہیں۔ ول نفس مرہ ہوتا ہے۔ سے مرہ س
سے کہتے ہیں کہ یہ ہروقت برئی کا مر کرتا ہے۔ جیسے کہ للہ تعالیٰ سورۂ یوسف میں
فرماتے ہیں۔ ن نفس لمرۃ بسوء یعنی نفس برئی کا مر کرتا ہے۔ یہ نفس کفر،
مشرکین، منافقین ور فسقین وفجر لوگوں کا ہوتا ہے۔ گر س کی صلح ور تربیت
نہ کی جے تو یہ پنی سرکشی تمرد ور طغین میں ترقی کرتا ہے۔ ور نسن سے حیون،
حیون سے درندہ بلکہ مطلق شیطن بن جاتا ہے۔ یسی حلت میں نفس کی بطنی
بیماری لاعلاج ہوجاتی ہے ور وہ آخر ہلاک ہوجاتا ہے۔ ور گر نفس کی صلح ور
نیک تربیت شروع ہوجے تو وہ بتدریج بطن میں عم ملکوت ور حیت طیبہ کی
طرف ترقی کرتا ہے۔ ور س کا نفس مرہ سے لومہ ہوجاتا ہے۔ لومہ کے معنی ہیں
ملامت کرنے ول۔ یعنی گنہ پر نسن کو پنا نفس ملامت کرتا ہے۔ ور پشیمانی دلاتا
ہے۔ ور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید غیبی ور توفیق بطنی چونکہ یسے نفس کے شامل

حال رہتی ہے۔ جب گناہ پر نفس انسان کو شرمسار کرتا رہتا ہے۔ ایسے نفس کو موت، روز قیامت اور حساب کتاب وغیرہ ہر وقت یاد رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کی زبانی روز قیامت کے ساتھ ایسے نفس کی بھی قسم اٹھاتے ہیں۔

لا اقسم بیوم القیامة ولا اقسم بالنفس اللوامة

ترجمہ۔ خبردار میں قسم کھاتا ہوں۔ روز قیامت اور نیز قسم کھاتا ہوں گناہ پر ندامت کرنے والے نفس کی۔ اس کے بعد نفس کا جب تزکیہ ہوتا ہے۔ وہ لوامہ سے ملہمہ ہو جاتا ہے۔ یہ نفس گناہ کے ارتکاب سے پہلے اہل نفس کو تائید غیبی سے الہام کرتا ہے۔ کہ خبردار اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ گناہ سے باز آجاؤ۔ ایسے نفس کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یوں فرمایا ہے۔

واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي المأوى

ترجمہ۔ اور لیکن جو شخص قیامت کے روز اللہ کے روبرو حساب کے لیے کھڑا ہونے سے ڈرا اس نے اپنے نفس کو ہوا و خواہش نامشروع سے باز رکھا۔ پس ایسے شخص کا ٹھکانہ بے شک بہشت ہے۔ یہ نفس ملہمہ کو ارتکاب گناہ کے وقت تائید غیبی کے ذریعے الہام مختلف طریقوں سے ہوا کرتا ہے۔ بعض دفعہ انسان کو صحیح دلیل اور خیال کے ذریعے گناہ سے روکتا ہے۔ بعض کو غیب سے وہم کے ذریعے بے صوت و آواز القاء ہوتا ہے۔ بعض کو باطن میں فرشتہ آواز دیتا ہے۔ جس سے دل میں خوف خدا موجزن ہو جاتا ہے۔ اور انسان گناہ سے باز آجاتا ہے۔ گاہے کسی نبی یا ولی کی روح غیب سے دستگیری فرماتی ہے۔ اور گناہ سے روک دیتی ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ کے یہ غیبی براہین کسی نہ کسی صورت میں صاحب سعادت مند کے شامل حال ہو جاتے ہیں۔ اور اسے گناہ سے روک دیتے ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کے حق میں فرماتے ہیں۔ ولقد همت به وهم بها لولا ان رأى برهان ربه۔ ترجمہ۔ تحقیق

عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے یوسف علیہ السلام سے زنا کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور یوسف علیہ السلام بھی ارادہ کر چکتا اگر وہ ہمارے برہان غیبی کو نہ دیکھ پاتا۔ اس کے بعد جب اہل نفس باطن میں ترقی اور عروج کرتا ہے تو اس کا نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ گویا نفس اس ازلی راہزن شیطان سے نجات پا کر اپنی منزل دار الامان اور منزل مقصود کو پہنچ جاتا ہے۔ یہ مقام لا تخف ولا تحزن کا ہے۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

ایسے نفس والا سالک اللہ تعالیٰ کا دوست اور مقرب بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے راضی اور وہ اللہ سے خوشنود اور رضامند ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ ایسے اہل نفس مطمئنہ کے حق میں فرماتے ہیں۔

یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی

ترجمہ۔ اے نفس مطمئنہ! اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر۔ ایسی حالت میں کہ وہ تجھ سے راضی ہے اور تو اس سے راضی ہے۔ پس میرے بندگان خاص کے حلقے میں شامل اور میری بہشت قرب و وصال میں داخل ہو جا۔ یہ پاک منزلی نفس اولیاء اور انبیاء کا ہوتا ہے۔ نفس کی یہ باطنی شخصیت بہت رفیع اور اعلیٰ ہوتی ہے۔ ہر ایک نفس اپنی خوشصورت اور رنگ و بو سے پہچانا جاتا ہے۔ چنانچہ نفس امارہ ہر وقت بری باتیں سوچتا ہے۔ اور بدی اور گناہ و معصیت شیطانی کی طرف مائل رہتا ہے۔ ہر وقت کھانے، پینے، سونے، جماع اور اسی قسم کے شہوانی اور نفسانی خیالات میں محو اور منہمک رہتا ہے۔ موت سے بھولے سے بھی یاد نہیں آتی۔ اور یوم آخرت حساب کتاب پر یقین نہیں رکھتا۔ وہ اپنے نفسانی اور دنیوی دھندوں میں اس قدر محو اور مصروف ہوتا ہے کہ اسے دینی اور مذہبی باتوں کو سوچنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی ایسے نفس کی باطن میں مثالی صورت مردار پرندے کی ہوتی ہے۔ اور گاہے گاہے سے

خواب کی باطنی دنیا میں اللہ تعالیٰ بطور تنبیہ و خادم نفس کی مثالی صورت دکھاتا رہتا ہے۔

وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم

ترجمہ۔ اور نہیں ہے کوئی حیوان روئے زمین پر اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے دو پروں سے اڑتا ہو۔ مگر وہ مختلف گروہ اور نوعے ہیں تمہاری (باطنی) مثالیں۔ جس شخص کا نفس امارہ ہوتا ہے۔ تو اسے نفس کا باطنی مرض اور بری خو خواب کے اندر کسی خاص حیوان کی مثالی صورت میں دکھائی جاتی ہے۔ یہ شخص خواب میں اپنے نفس کو حیوانات میں سے خنزیر، کتے، بھیڑیے، گیدڑ وغیرہ اور سانپ، چوہے، بچھو وغیرہ اور پسو، جوں وغیرہ اور پرندوں میں سے گدھ، چیل، کوے وغیرہ کی صورت میں دیکھتا ہے۔ اور اپنے مقام و منزل کو ٹٹی، شراب خانہ، قمار خانہ وغیرہ اور اپنی غذا گندگی، پاخانہ وغیرہ کی شکل میں دیکھتا ہے۔ الغرض یہ نفس کی باطنی مثالی صورتیں ہیں جو بدلتی رہتی ہیں۔ اور ہر صورت اپنی سیرت اور خصلت سے پہچانی جاتی ہے۔ چنانچہ خنزیر کی صورت نفس کی حرام خوری اور دیوثی پر دلالت کرتی ہے۔ اور کتے کی صورت سے مراد حرص و آز اور محبت دنیا ہے۔ سانپ منہ سے ایذا رسانی اور مردم آزاری کی صفت ہے۔ اور بندر کے دیکھنے سے نکتہ چینی کا مرض مراد ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔ جس وقت سالک سعادت مند شریعت کی پابندی اور ذکر فکر و ریاضت سے نفس کا تزکیہ کرتا ہے۔ تو اس کا نفس ترقی پذیر ہو کر امارہ سے لوامہ بن جاتا ہے۔ اس وقت اس کی مثالی صورت حلال جانوروں مثلاً اونٹ، بکری وغیرہ اور مچھلی اور حلال کی سی ہو جاتی ہے۔ اور اپنا مقام و منزل بھی اس کے مطابق بہتر دیکھتا ہے۔ تیسرے مقام میں نفس ملہمہ منزل حیوانیت سے نکل آتا ہے۔ اور مقام آدمیت و انسانیت میں قدم رکھتا ہے۔ لیکن جس وقت تک اس منزل میں کامل نہیں ہو جاتا اور جملہ عیوب و نقائص اور امراض باطنی سے چھٹکارا نہیں پا لیتا۔ اپنے نفس کو ناقص، بیمار، اپاہج،

بدصورت، مفلس، نا دن وغیرہ ناکمل نسان کی صورت میں دیکھتا ہے۔ چوتھے مقام
میں جب نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے تو یہ سالک خواب یا مراقبے کے ندر پنے نفس کو
خوب صورت، تندرست، میر بیر، قاضی یا حاکم یا کسی بزرگ صالح آدمی کی صورت
میں دیکھتا ہے۔ ور مقامات میں سے کچہری، مسجد، خانقاہ، بیت اللہ، مکہ معظمہ، مدینہ
منورہ وغیرہ دیکھتا ہے۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہل نفس مارہ
ہمیشہ خواب میں سور، کتے ور گدھے وغیرہ دیکھتا رہتا ہے۔ یا ہل نفس مطمئنہ ہمیشہ
چھی چیزیں دیکھا رے۔ بلکہ ہمارے س بیان کا مدعا یہ ہے کہ گر باطن میں
خواب یا مراقبے کے ندر کسی کو پنی باطنی مثالی صورت دکھانی منظور ہوتی ہے تو وہ
خاص خاص حالتوں میں پنے نفس کو صلی مثالی صورت میں دیکھ لیتا ہے۔ ورنہ عوام
جہلا ور اللہ تعالیٰ سے غافل لوگوں کو نہ پنے باطنی مراض کا حساس ہوتا ہے۔ اور نہ
نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ ور کثر یہ مثالی صورتیں کسی آئینے کے ندر نظر آتی ہیں۔ ور
خاص کر س وقت دکھائی جاتی ہیں جب کہ نسان پنی صلاح ور تزکیے میں
مشغول ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص نماز نفل، نوافل کے ذریعے نفس امارہ کے تزکیے
میں لگ گیا ہے۔ تو وہ پنے نفس کو نیند اس طرح دیکھے گا کہ وہ مسجد میں داخل ہو گیا
ہے۔ ور وہاں پر کتا یا گدھا وغیرہ کھڑا ہے۔ یا نماز پڑھ رہا ہے مگر ناپاک جگہ ور
مکان میں پڑھ رہا ہے۔ یا گر کوئی شخص قرآن کی تلاوت سے تزکیہ نفس کرنا چاہتا
ہے تو وہ کسی جگہ میں پنے نفس کی مثالی صورت دیکھے گا۔ جہاں قرآن پڑھا جا رہا ہو
گا۔ یا گر کسی نے مرشد مربی پکڑا ہے۔ یا وہ خواب یا مراقبے کے ندر پنے نفس کی
مثالی صورت کو پنے مرشد کی حضوری میں دیکھے گا تو گویا مذکورہ بالا شخصوں نے پنے
نفس کی مثالی صورت کو نماز، قرآن ور مرشد کے مختلف آئینوں کے ندر دیکھ لیا ہے۔
عالی ہمت ۔ لطیفہ نفس سے عالی ور رفیع شخصیت باطنی لطیفہ قلب یعنی دل کے
لطیفے کی ہے۔ یہ لطیفہ پنے ندر بہت بڑی وسعت، عظمت، قدرت ور حکمت رکھتا

ہے۔ جس طرح جسد عنصری کا مغز ور جوہر حیات لطیفہ نفس ہے۔ سی طرح نفس کا
صلی مغز ور جوہر حیات لطیفہ قلب ہے۔ سالک کے وجود میں اللہ تعالی کے فضل
ور مرشد کامل کے فیض سے جب یہ لطیفہ زندہ ہو جاتا ہے تو سالک لم ناسوت سے
نکل ر لم ملکوت میں قدم رکھتا ہے۔ لم ملکوت لم ناسوت کی نسبت س قدر وسیع
ور فرخ ہے جتنا ہمار یہ تمام مادی جہان ماں کے رحم کے مقابلے میں طویل ور
عریض ہے۔ غرض ماں کے رحم کو س مادی جہان سے جو نسبت ہے وہی نسبت س
مادی جہان کو لم ناسوت سے ہے۔ ور وہی نسبت لم ناسوت کو لم ملکوت سے
ہے۔ غرض لطیفہ قلب کا لم ملکوت ہے۔ س لم میں س کے ساتھ فرشتے ور ہل
قلب روح حیب بھی رہتے ہیں۔ مقام س کا طریقت ہے۔ یعنی شریعت میں تو
حاسب محض ہل گفت وشنید ور صاحب قیل وقال ہوتا ہے۔ یعنی پنے مطلوب ور
محبوب حقیقی کی صفت ور حالات کے صرف ذکر ور بیان پر کتفا رتا ہے۔ ور
نہیں سن سن کر فرد بعد از موت وعدہ وصل ومدقات پر خوش ہوتا ہے۔ ور س کے
نعم و رم جنت، حور وقصور کے ذکر ذکار سے دل کو تسلی دیتا ہے ور س کے نتظار
میں بیٹھا رہتا ہے۔ لیکن طریقت میں سالک سی دنیا میں اللہ تعالی کی طرف چلنے لگتا
ہے۔ یعنی ہل شریعت ہل شنید ہوتا ہے ور ہل طریقت ہل رسید ہوتا ہے۔ اس کی
سیر ور چال للہ ہوتی ہے۔ یعنی وہ جو کچھ رتا ہے اللہ کے لیے رتا ہے۔ ور س کی
چال میں بجائے ظاہری بدنی عمال کے وہ دل کی نیت ور حضور دل سے کام لیتا
ہے۔ طریقت میں دل کی نیت ور حضور قلب کو خاص ہمیت حاصل ہے۔ س کا حال
میل سے محبت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ س لطیفے کے نور کا رنگ زرد ہے ور ذکر س
کا لا لہ الا اللہ ہے ور سم تصور س کا اللہ ہے۔ جس وقت سالک کا لطیفہ قلب زندہ
ہو جاتا ہے تو وہ نفس کے بیضہ ناسوتی کو توڑ کر عنقائے قاف قدس کی طرح لم ملکوت
میں للہ تعالی کے کنگرہ عرش معلے میں پنا آشیانہ بنا لیتا ہے۔ للہ تعالی کا ذکر فکر، س

کی تسبیح وتہلیل اور تلاوت، طاعت، عبادت اور نیک عمل کا نور اس کی غذا بن جاتی ہے۔ اور اسی سے قوت اور قوت حق رہتی ہے۔ خواب و بیداری اور بھوک و سیری اس کے لئے یک ہو جاتی ہے۔ اس مقام طریقت میں سالک سے کشف و کرامات صادر ہوتے ہیں اور خلقت کی رجوعات ہو جایا کرتی ہے۔ طالب کو چاہیے کہ اس مقام میں اپنے آپ کو چھپائے رکھے اور خود فروش نہ بنے۔ ورنہ آگے سلوک میں عروج اور ترقی سے رہ جاتا ہے۔ اس مقام میں سالک فرشتوں سے ملاقی ہوتا ہے۔ کراماً کاتبین کو وقتاً فوقتاً اپنے پاس آتے جاتے دیکھتا ہے۔ اور وہ اسے نیکی اور بدی کا الہام اور اعلام کرتے ہیں۔ جب کبھی اس کے گھر یا محلے یا شہر میں کوئی شخص قضائے الٰہی سے مرنے لگتا ہے تو وہ ملک موت کو بمعہ اپنے دیگر اعوان و مددگار معہ لشکر کے آسمان سے اترتے اور روح قبض کرتے اور روح کو آسمان کی طرف لے جاتے دیکھتا ہے۔ جس کے ذریعے وہ روح کی سعادت اور شقاوت کو بھی معلوم کر لیتا ہے۔ وہ گاہے گاہے ذکر اذکار اور تلاوت قرآن کے وقت فرشتوں کو مختلف اشکال میں آسمان سے اترتے دیکھتا ہے۔ وہ ملائکہ سے مصافحہ اور ملاقات کرتا ہے۔ اور وہ زندہ دل آدمی کے ذکر اور تلاوت کے انوار سے غذا اور وظیفہ حاصل کرتے ہیں۔ اور اس کے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں۔ فرشتے اس مقام میں سالک کو نیچی باطنی بشارتوں اور روحانی اشارتوں سے دن رات خوش کیا کرتے ہیں۔ جس سے اس کے دل کو تسکین ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون

ترجمہ۔ وہ لوگ جنہوں نے عہد کیا کہ ہمارا معبود و مقصود اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اس بات پر ثابت قدم رہے۔ ہم ان پر اپنے فرشتے نازل کرتے ہیں جو انہیں بشارت اور خوشخبری دیتے ہیں کہ تمہیں متعلق آخرت کا خوف اور غم نہیں کرنا چاہیے۔

ور س بہشت کی جس کا تمہیں وعدہ دی گی ہے۔خوشی منؤ۔ جس وقت س لک کا

دل ذ کر اللہ سے زندہ ہو جا تا ہے۔ اور اس کی آنکھیں نور حق سے روشن ہو جاتی

ہیں۔تو س کی بینائی میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ما کذب الفؤ د

م ر ئ۔یعنی دل جس چیز کو بطن میں دیکھتا ہے س میں کبھی جھوٹا ثابت نہیں ہوتا۔

دل جس کو عرش اللہ سے تعبیر دی جاتی ہے پنے ندر یک بہت وسیع عالم کو سے

ہوئے ہے۔نفسانی وگ دل کی عظمت ور وسعت کو کیا جانیں۔جو دل کو یک

گوشت کا جامد وتھڑ سمجھتے ہیں۔یک حدیث میں آیا ہے کہ آدم علیہ سلام جس

وقت پید ہوئے تو ن کا سر عرش سے ٹکر تا تھ۔پھر جبرئیل علیہ سلام نے یک مٹھی

بھر مٹی ن پر ڈ ل دی تو آپ نے موجودہ خاکی صورت ختیار کر ی۔غرض یہ بھی

لطیفہ قلب کی بطنی شخصیت کی طرف شارہ ہے۔ ور یک دوسری حدیث میں آیا

ہے کہ جب کوئی مومن ذ کر اللہ کرتے کرتے سو جاتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ س کے ذ کر

سے عرش معلے کے نیچے یک پرندہ پید کرتا ہے جس کے ستر ہز ر سر ہوتے ہیں۔ ور

ہر سر میں ستر ہزار زبانیں ہوتی ہیں ور وہ پرندہ ہر زبان سے س ذ کر کی طرح اللہ

تعالیٰ کا ذ کر کرتا ہے۔ ور س ذ کر کا ثو ب س ذ کر مومن کو پہنچتا ہے۔اس سے بھی

یہی مر د ہے کہ جب کوئی ذ کر زبان سے ذ کر کرتے کرتے سو جاتا ہے یا مر قبہ کرتا

ہے تو کثرت ذ کر سے حو س س ذ کر کو قلب کے بطنی لطیفے تک پہنچا دیتے ہیں۔ ور

ذ کر نفس سے دل کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ ور زبان بمع دیگر حو س کے نیند ور

مر قبے کے وقت چونکہ ذ کر سے معطل ور موقوف ہو جاتے ہیں۔ہذ س لک کے

دل کا بطنی لطیفہ س ذ کر کو خوب ور مر قبے کے ندر فوراً ختیار کر لیتا ہے۔ ور دل

ذ کر اللہ سے گویا ہو جاتا ہے۔سو اس حدیث میں عرش کے نیچے جس پرندے کی

طرف شارہ ہے س سے مر د لطیفہ روح ہے۔جب دل کا یہ بطنی لطیفہ یک دفعہ

کہے یا اللہ تو ظاہری زبان کے ستر ہز ر بار اللہ کہنے کے بر بر درجہ ور ثو ب رکھتا

ہے۔ اسی طرح اگر لطیفہ روح ایک دفعہ کہے یا اللہ تو وہ ستر ہزار دفعہ لطیفہ دل کے اللہ کہنے کے برابر درجہ اور ثواب رکھتا ہے۔ اس حدیث میں روح کو ایسے پرندے سے تشبیہ دی گئی ہے جس کے ستر ہزار سر ہیں۔ اور ہر سر میں ستر ہزار زبانیں ہیں۔ سو روح کے اس مرغ الٰہوتی کے ذکر کی صحیح مقدار کا اندازہ ظاہری زبان کے مقابلے میں کس خوبی سے اس حدیث کے اندر دکھایا گیا ہے۔ کہ یہ مرغ ہزار داستان ظاہری زبان کے مقابلے میں ستر ہزار زبان سے ذکر کرتا ہے۔ یعنی مادی زبان کے مقابلے میں لطیفہ قلب کے ذکر کا درجہ اور ثواب ستر ہزار گنا ہے۔ اور لطیفہ قلب کی زبان کی نسبت لطیفہ روح کے ذکر کا درجہ ستر ہزار گنا ہے۔ غور کا مقام ہے کہ ظاہری ذکر اور قلب اور روح کے ذکر کے درمیان کس طرح اس حدیث میں نسبت قائم کی گئی ہے۔ بعض کور چشم نفسانی لوگ آیات اور احادیث کے اندر اس قسم کے استعاروں اور اشاروں کو مبالغے اور ڈھکوسلے خیال کرتے ہیں۔ اور ان پر تمسخر اور استہزا کرتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے پاک اور جامع کلام حق نظام کو بھلا مادی عقل والے کیا جانیں۔ جس سعادت مند کو اس آب حیات کا ایک قطرہ نصیب ہو۔ وہ عمر بھر اس کے اشتیاق میں روتا رہتا ہے۔

یا رب چہ چشمہ ایست محبت کہ من ازاں
یک قطرہ آب خوردم و دریا گریستم

اس قسم کی ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی مومن ذکر کرتے کرتے سو
[illegible]

جاتا ہے۔ تو عرش کے نیچے ایک ستون ہے وہ ہلتا اور حرکت کرتا ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کے عرش عظیم کو جنبش ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تک اس ذکر کی فریاد اور رسائی پہنچ جاتی ہے۔ اور اس کی دعا اور التجا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدس میں قبول ہو جاتی

ہے۔ سو اس ستون سے بھی دل کا نوری ستون مراد ہے۔ جس کا ایک مقابلی اور مادی سرا انسان کے اندر گاہ ہے۔ اور دوسرا باطنی سرا عرش معلی سے لگا ہوا ہے۔ غرض جب لطیفہ نفس کا تخم باطنی سرسبز ہو کر لطیفہ قلب کا شجرۂ نور بن جاتا ہے تو وہ تخم نفس کے مانند سترہ بزار ریعنی بلکہ بے شمار پھل ایک ہی فصل میں لاتا ہے۔ اور جب اللہ تعالی کے انس کی نسیم دل کے شجر طیبہ پر چلتی ہے تو شجر دل کا ہر پتہ، پھول اور پھل اس سے حرکت میں آتے ہیں۔ اور ذکر اللہ سے گویا ہو جاتے ہیں۔

دل ایک بہت وسیع اور عظمت والی چیز ہے۔ جس وقت دل ذکر سے حرکت میں آتا ہے۔ اور ذکر سے گویا ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالی کے عرش معلی کو اس سے جنبش اور حرکت ہوتی ہے۔ اور حاملان عرش و سکان عرش غرض عرش معلی کے سب فرشتے حیرت میں آ جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالی اس بندے کی بابت فرشتوں کے سامنے فخر و مباہات کے طور پر فرماتے ہیں کہ آؤ۔ اے ملائکہ! میرے خاکی بندے کے ذکر کی شان اور عظمت کا نظارہ کرو۔ یہ بھی میرے ان خاکی پتلوں میں سے ایک ہے۔ جن کی پیدائش کے وقت تم نے بطور اعتراض کہا تھا کہ ان کی پیدائش کی کیا ضرورت ہے۔ ہم تیری حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس کے لئے کافی ہیں۔ اس وقت اہل آسمان رشک سے کہتے ہیں کہ کاش ہم بھی اس طرح خاکی انسان ہوکر اللہ تعالی کو اس طرح یاد کرتے۔

آسماں سجدہ کند پیش زمینے کہ برو
یک دو کس یک دو زماں بہر خدا بنشیند

دل محض گوشت کا یہ لوتھڑا نہیں ہے۔ جو سینے کے اندر بائیں طرف لٹک رہا [illegible]

[illegible]

ہے۔ اور خون کو بدن میں دم بدم دھکیلتا اور کھینچتا ہے۔ یہ تو عالم شہادت میں اس

نوری غیبی لطیفۂ قلب کا یک ،دی مسکن ہے۔جس طرح تمام عنصری وجود کی زندگی

س دل کے بوتھڑے ور س کے فعل وعمل پر نحصار ہے۔ سی طرح باطنی وجود کا س

نوری قندیل پر نحصار ہے۔جس کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ مثل نورہ

کمشکوۃ فیھا مصباح لمصباح فی زجاجۃ زجاجۃ کانھا کوکب دری۔ گر تمام

روے زمین کے وگوں کے بدنی عمال کو یکج کیا جائے تو وہ ذ کر قلبی کے یک دفعہ

کے ذکر کے ثوب کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ س و سطے کہا گیا ہے۔ تفکر ساعۃ خیر من

عبادۃ ثقلین۔یعنی ذکر قلبی کے یک دم کا صحیح فکر تمام جن و نس کی عبادت سے بہتر

ہے۔

دل بدست آور کہ حج کبر ست

ز ہزر ں کعبہ یک دل بہتر ست

ترجمہ۔ پنے دل کو حاصل کر کیونکہ یہی حج کبر ہے۔ ور ہزروں کعبوں سے یک

دل بہتر ہے۔

یہ ہمارے پیرو پیشو اور روحانی مربی حضرت سلطان عارفین قدس سرہ العزیز کا

رشاد گر می ہے کہ گر دل یک دفعہ کہے یا اللہ تو س کا ثوب ظاہری زبان سے

ستر ہز ر دفعہ ختم قرآن شریف کے بر بر ہے۔ ور دوسری جگہ رشاد فرماتے ہیں کہ

گر لطیفہ روح یک دفعہ کہے یا للہ تو ستر ہز ر دفعہ لطیفہ قلب کے یا للہ کہنے

کے بر بر درجہ رکھتا ہے۔ س کی مزید توجیہہ ور فلاسفی یہ ہے کہ تمام قرآن مجید کا نور

سم اللہ ذ ت میں س طرح مندرج ہے جس طرح پھل کے ندر درخت ہوتا ہے۔

سو ظاہر زبان سے ستر ہز ر دفعہ ختم قرآن شریف یا ستر ہز ر دفعہ یا اللہ کہنے کے

یک ہی معنی ہوئے۔ دوسری توجیہہ یہ ہے کہ نسان کے وجود میں لطیفہ دل س

طرح جاری ور ساری ہے کہ جس طرح دودھ کے ندر مکھن ہے۔ ور جس طرح

مکھن کے ذر ت دودھ کے ہر ذرے کے ندر موجود ہیں۔ س طرح لطیفۂ دل

نسانی وجود کے رگ وریشے، خون، گوشت ورمغز میں ش مل ومحیط ہے جب ذ کر کا
دل ذ کر اللہ سے گویا ہو ج تا ہے۔ ور وہ ذ کر بھی تم م بدن میں سر یت کر ج تا ہے تو
بدن کا ذرہ ذرہ ذ کر کے جسم پر ہر ب ل حرکت میں آ کر ص ف طور پر حروف ور بلند
صوت سے جہراً اللہ اللہ پک رنے لگ ج تا ہے۔ جسے ذ کر ہوش ور بید ری کی
ح لت میں ک نوں سے سنت ہے۔ خو ب وخی ل ور وہم وگم ن کو س میں مطلق دخل
نہیں ہوت ۔ س سے ذ کر قلبی میں وجود کے تم م عض ء ورذر ت ور ب وں کی
شمولیت کے سبب یہ ذکر ظ ہری زب ن کے ذ کر سے درجے ور ثو ب میں ستر ہز ر گن
ہوت ہے۔

ن ظرین کے مزید طمین ن خ طر کے لئے یہ فقیر یک و قعہ بی ن کرت ہے۔ ور یہ بھی
عرض کئے بغیر نہیں رہ سکت کہ عرف ن کے پہلے یڈیشن میں س فقیر نے پنے چند یک
روح نی و قع ت ور غیبی مش ہد ت ڈرتے ڈرتے درج کت ب کئے تھے۔ کہ مب د
لوگ سے میری خود نم ئی پر محمول نہ کریں۔ اللہ تع لیٰ ش ہد ح ل ہے کہ میں س
مع ملے میں نہ جھوٹ ہوں ور نہ فریبی ور نہ فریب خوردہ ہوں۔ بلکہ یہ ں محض س
غرض سے تھوڑے سے پنے س بقہ و قع ت ور کچھ یسے مش ہد ت س کت ب میں
جو ور شتے نمونہ زخرو رے بی ن کر رہ ہوں کہ ش ید ن ک مط لعہ ن ظرین کے لئے
موجب زدی د یقین ور ب عث طمین ن خ طر ہو۔

س فقیر ک پہلے پہل جب ذ کر قلبی ج ری ہو تو س کی کیفیت یوں تھی کہ یہ فقیر
تصور سم اللہ میں یک دن مصروف تھ کہ ن گ ہ یک ذ کر کی یک گونہ غیبی عظمت ور
ہیبت س فقیر پر ط ری ہوگئی۔ س مستور عظمت ور ہیبت کے ندر اس فقیر کو ت م
ستغر ق ور مکمل غیبت ح صل ہوگئی۔ اس کے بعد میں نے دیکھ کہ میرے جسم کے
تم م ب ل پنی جڑ کے رد گرد چمڑے کے س تھ س تھ س طرح حرکت کر رہے کہ ور
چکر ک ٹ رہے ہیں جس طرح سخت آندھی ور تند طوف ن ب د کے وقت زمین پر گ

ہوئی گھاس کی حات ہو گئی ہے۔ ور ستھ ہی ہر ہر بل بلند آو ز ورصف و
صریح صوت کے ستھ جہر اللہ ھو اللہ ھو پکار رہے ہیں۔ میں پوری بید ری ورمکمل
ہوش کی حات میں پنے جسم کے تمام ہو ں کی ذوق تجلے کے وقت یہ عجیب وغریب
حرکت ورو لہ نہ رقص دیکھ رہ تھ۔ ور پنے کانوں سے ن کے ذکر کا نہیت پر طف
غیر معمولی شور وغل سن رہ تھ۔ خو ب وخیل ور وہم وگمان کا س میں کوئی دخل نہیں تھ
بلکہ ذکر قلبی ور سلطانی ذکر کی یہ یک ٹھوس حقیقت تھی جو س فقیرؒ نے پنے کانوں
سے سنی ور پنی آنکھوں سے دیکھی۔ اس کی حقیقی لذت ور صلی کیفیت کا ندزہ
حیطہ تحریر ور د ئرہ تقریر سے باکل باہر ہے۔ ظاہری عقل ور مادی دماغ س کے
سمجھنے سے قاصر ہے۔

ذوق ایں بادہ نیابی بخدا تا نچشی

ترجمہ۔ خد کی قسم س شر ب کی لذت تو س وقت تک نہیں پ سکے گا جب تک کہ
سے چکھ نہ لے۔

غرض قلب کو گر قلزم توحید کہیں تو بجا ہے۔ ور گر قاف قدس کہیں تو رو ہے۔
کیونکہ طف ہی سے جب لطیفہ قلب زندہ ہو جاتا ہے۔ ور پنی غیبی ور نوری
عظمت کے ساتھ متجلی ہو کر ذکر للہ سے گویا ہو جاتا ہے۔ تو فرشتے عرش عرش کرنے
لگ جاتے ہیں ور ذکر قلبی کو س قدر عظمت ور وسعت حاصل ہو جاتی ہے کہ چودہ
طبق سے رئی کے دانے کے برابر نظر آتے ہیں۔

چرخ ست حلقہ در دوت سر ے دل
عرش ست پردۂ حرم کبریائے دل
دل آنچناں کہ ہست گر جلوہ گر شود
نہ اطلس سپہر بگردد قبائے دل
گر گئے کہ زیر پوست بخون تو تشنہ ست

یوسف شود ز پرتو نور صفای دل

باخود چه ذره ایم که شد محمل سپهر

رقص جمل کنند ز بانگ درای دل

دست از کتاب خانهٔ افرنگیاں بشو

صد شهر عقل گرد سر روستای دل

ترجمہ۔ (۱) آسمان دل کے دوست سرائے کا ایک حقیقی کنڈی ہے۔ اور عرش دل کے حرم سرائے کا ایک پردہ ہے۔

۲۔ دل اگر اپنی اصلی حالت میں جلوہ گر ہو جائے تو آسمان کے نو اطلس اس کی قبا (کوٹ) پہ پھٹ جائیں۔

۳۔ وہ بھیڑیا (نفس) جو اندرونی طور پر تیرے خون کا پیاسا ہے۔ دل کے مصفا نور کے عکس سے یوسف بن جائے گا۔

۴۔ ہم خود تو ایک ذرہ کے برابر ہیں۔ آسمان کے نو کچاوے بھی دل کی گھنٹی کی آواز پر ناچتے ہیں۔

۵۔ انگریزوں کے کتب خانہ سے ہاتھ دھو ڈال یعنی اس سے کچھ واسطہ نہ رکھ۔ عقل کے سینکڑوں شہر دل کے دیہات پر قربان جائیں۔

یاد رہے کہ آنکھوں کا ذکر یعنی تصور اسم اللہ ذات افضل الاذکار ہے۔ اور اسی پر سارے سلوک اور معرفت کا دارومدار ہے۔ کیونکہ مخلوق کی پیدائش اور آفرینش کا مقصد اور زندگی کی اصلی غرض و غایت محض اللہ تعالیٰ کی عبادت، معرفت، قرب اور دیدار ہے۔ وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون ای لیعرفون۔ کیونکہ عبادت کا مقصد اور غرض معرفت ہے۔

حدیث ما عبدناک حق عبادتک وما عرفناک حق معرفتک

حدیث قدسی کنت کنزا مخفیا فاردت ان اعرف فخلقت الخلق

ترجمہ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔میں یک پوشیدہ خز نہ تھ۔سو میں نے ردہ کیا کہ
میں پہچانا جاؤں۔پس میں نے پنی پہچان کے سے مخلوق کو پید کیا۔سو نسان کی
پیدائش ور آفرینش کی صلی غرض ور غیت اللہ کی معرفت ور پہچان ٹھہری۔ ور کسی
چیز کی معرفت ور پہچان کا سب سے عمدہ ور صحیح آلہ ور ذریعہ آنکھ ور بصارت ہے۔
ور دیکھنے سے کسی چیز کی پوری پہچان ہو جای کرتی ہے۔ دیگر حواس ور عضاء
شناخت کے ناقص ور کمزور آلے ہیں۔ س سے آنکھ کا ذکر سب ذکار سے فضل
علی ور قرب لی اللہ ہے۔ذکر عین عین لاذکار ہے۔ ور صرف یہی ذریعہ معرفت
ور وسیلہ دید رپروردگار ہے۔اللہ تعالیٰ نے پنے کلام کو کثر ذکر بصائر (آنکھوں
) سے تعبیر کیا ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ قد جاءکم بصائر من ربکم۔ قولہ تعالیٰ۔ ھذ
بصائر للناس۔ یعنی یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا ذکر تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے
بمنزلہ آنکھوں کے ہے۔ ور ذکر سے عراض کو ندھا پن قرار دیا ہے۔ قولہ تعالیٰ۔
ومن عرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیمۃ عمی۔ پس معلوم ہو کہ
ذکر عین عین ہے۔سو باطنی آنکھ یعنی تصور ور تفکر سے سم اللہ ذات کو پنے ندر نقش
ور مرقوم کرنے سے ذاکر نسان کے اصلی مغز ور باطنی شخصیت پر ثر پذیر ہو کر سے
زندہ ور بید کرتا ہے۔ ور س طرح گویا ذکر پنے حقیقی مقام پر مذکور ہوتا ہے۔ ور
دوسرے طریقوں پر ذکر کرنے سے ذاکر پنے صلی مقصد ور حقیقی غرض سے بہت
دور ہوتا ہے۔غرض ذکر کا صلی مقصد باطنی آنکھیں پید کرنا ہے۔ ور جب سالک
کی باطنی آنکھیں کھل جاتی ہیں تو س کی معرفت صحیح ہو جاتی ہے۔ ور وہ عارف کامل
ہو جاتا ہے۔ دیگر حو س و ور پر ہاتھی ور ندھوں و لا قصہ صادق آتا ہے۔ مثل
مشہور ہے کہ یک جگہ چند ندھے بیٹھے ہوئے تھے کہ تنے میں وہاں یک ہاتھی آ
گیا۔ ن ندھوں کو ہاتھی کی شناخت کا شتیاق پید ہو۔ چنانچہ سب ندھے ہاتھی کے
ردگرد جمع ہو کر سے ٹٹولنے لگے۔ ن میں سے جس ندھے کا ہاتھ ہاتھی کی کمر پر جا

گا۔ وہ پکار اٹھا کہ ہاتھی تو ایک دیوار کی مانند ہے۔ دوسرا ہاتھی کی ٹانگ پر ہاتھ رکھ کر پکار کہ نہیں تم غلط کہتے ہو۔ کہ ہاتھی تو ستون اور کھمبے کی طرح ہے۔ تیسرے نے ہاتھی کا کان چھو کر کہا کہ نہیں تم دونوں غلط بتا رہے ہو۔ ہاتھی ایک بڑے پنکھے سے مشابہ ہے۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ ہر ایک اندھے نے اپنی ناقص پہچان کے سبب ایک غلط رائے قائم کر کے دوسرے اندھوں کو جھٹلایا۔ اور ہاتھی کی شناخت ایک جھگڑے اور نزاع کی صورت اختیار کر گئی۔ بعینہ اسی طرح دنیا کے تمام باطل ادیان کے حق سے اعراض اور غفلت کی اصلی وجہ باطنی کور چشمی ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ یعنی جو اس دنیا میں اندھا ہے۔ وہ آخرت میں اندھا رہے گا۔

هر که زشت است هان زشتی خیزد
کور از خوب محال است که بینا خیزد

قولہ تعالیٰ فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور

ترجمہ۔ کیونکہ غفلت سے ظاہر آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہ دل جو سینے کے اندر موجود ہے اندھا ہو جاتا ہے۔

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ
چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

[illegible]

تمام ادیان کی اصل مراد اور قرآن کے نزول کی حقیقی غرض اور مذہب کا اصلی منشاء

اللہ تعالیٰ کی معرفت ورشناخت ہے۔ ورمعرفت کا صلی آ۔ ورذریعہ باطنی آنکھ ہے۔جس کی بینائی، روشنی ورنور ذکر اللہ ہے۔ ورتمام اذکار کا جامع ذکر اسم اللہ ذ ت ہے ور ذکر کا علی ور صلی مقام آنکھ ہے۔ ور س کا بہترین طریقہ سم اللہ ذ ت کو تصور اور تفکر سے پنے ندر نقش ور مرقوم کرنا ہے۔ س کے علاوہ باقی جس قدر دینی عمل ور مذہبی شغل ہیں۔ ن سے کمتر ور دنی درجے کے ہیں۔ ور ن شغل میں سالک کو کوئی نہ کوئی رجعت ور رکاوٹ لاحق ہو جاتی ہے۔

قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون

انشرح صدر ور دل کی زندگی ور اللہ تعالیٰ کے قرب، مشاہدہ، وصل ور دید رکا رستہ بغیر تصور سم اللہ ذ ت کے ہرگز نہیں کھلتا۔ گرچہ طالب تمام عمر سخت ریاضت ور مجاہدہ کرتا پھرے۔ ور مشقت سے بال کی طرح باریک ہو جائے۔ لیکن دل ویسا مردہ ور تاریک رہتا ہے۔ کیونکہ ظاہری عبادت ور جسمانی عمل سے نفس کا تزکیہ تو ہو جاتا ہے لیکن دل کی زندگی کا رستہ ہی ور ہے ور س کا لگ طور ہے۔

ب یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ہم کیونکر جانیں کہ سم اللہ ہی ذ تی اسم ہے۔ ور اللہ تعالیٰ کے باقی سب اسماء صفاتی ہیں۔ ور یہ سم سب سماء کا جامع ور سم عظیم ہے۔ اس اسم کی اہمیت، جامعیت اور ذ تیت تو ہم پیچھے بہت کچھ بیان کر آئے ہیں۔ ب ہم اس کی لفظی جامعیت، اہمیت ور ذ تیت کو مشتے نمونہ زخرو رے بیان کرتے ہیں۔ تا کہ ناظرین کے لئے باعث تسکین خاطر ہو۔ جب ہم لفظ اللہ کے تلفظ کی طرف خیال کرتے ہیں تو یہ چار حروف ا، ل، ل، ور ہ سے مرکب ہے۔ ور گر اس کا پہلا حرف لف دور کر دیا جائے تو تین حروف ل،ل ور ہ رہ جاتا ہے۔ ور س کے معنی نہیں بگڑتے۔ بلکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی لوہیت کے واسطے ور ذ ت لیے کو ظاہر کرتا ہے۔ ور گر س کا دوسر حرف لام دور کر دیں تو لفظ لہ رہ جاتا ہے جو ضمیر سم اللہ ذ ت کی نسبت پر دال ہے۔ ور گر دوسر لام دور کر دیا جائے تو ھو رہ جاتا

ہے۔ جس میں ذ ت کی طرف شرہ ہے۔ غرض ہر حا ت میں یہ سم غیر متبدل ور
قائم بالمعنی رہتا ہے۔ اور اس کی چاروں حالتیں اللہ۔ للہ۔ لہ۔ ھو بذات خود ء
الحظام ہیں۔ ور ہر یک سم سلوک چاروں مقامات شریعت، طریقت، حقیقت ور
معرفت ور چاروں عوالم ناسوت، ملکوت، جبروت ور ا ہوت کے کشف ور طے
کے ے مثل کلید ور کنجی کے ہے۔ ور ن چاروں ء کے ذکر ور تصور سے
س لک جملہ حجابات ور منازل و مقامات سے گذر کر اللہ تعالیٰ سے یکتا ہو جاتا ہے۔

چ ر بو د م سہ شد م تنہا دو م
ز دو ل بگذشتم و یکتا شد م

سوسوے س سم کے یہ بات ور کسی سم میں نہیں پائی جاتی۔ یعنی س کے ہر
حرف کے علیحدہ کرنے سے س کی لوہیت کے معنی نہیں بگڑتے۔ ور ہر حرف کے
لگ کرنے سے س کی یک علیحدہ صفت سود کے یک خاص مقام کے ے مخصوص
رہتی ہے۔ یعنی س اللہ لطیفۂ نفس کے ے مخصوص ہے۔ ور س کا عالم ناسوت،
مقام شریعت ور سیر ل اللہ ہے۔ دوم سم للہ لطیفہ قلب کے ے مخصوص ہے ور
مقام س کا طریقت عالم ملکوت ور سیر للہ ہے۔ سوم سم لہ کا لطیفہ روح ہے ور مقام
حقیقت، عالم س کا جبروت ور سیر علی اللہ ہے۔ چوتھا سم ھو ہے جس کا لطیفہ سر ہے
ور مقام س کا معرفت ور عالم ا ہوت ور سیر مع اللہ ہے وعلیٰ ہذ لقیاس۔

س فن کے ماہرین ور مشائخین متقدمین نے سلوک باطنی کے سات لطائف
قائم کئے ہیں۔ ور ہر لطیفے کا علیحدہ عالم، لگ مقام، جد حال ور مختلف ذکر وغیرہ
مقرر کیے ہیں۔ ذیل میں ہم وہ نقشہ درج کرتے ہیں۔

(نقشہ مذکورہ صفحہ نمبر ۲۰۴ پر ملاحظہ فرمائیں)

ور نیز گر کسی سم اللہ کے بیچ میں سے یک ا م کو علیحدہ کر دیا جائے تو باقی رہ جاتا
ہے۔ ور یہ بھی سم ہی ہے۔ ور س سم کی مختلف شکلیں ور جزء وصل، ادہ سب

مختلف زبانوں اور زمانوں میں رائج رہے ہیں۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کتب سابقہ میں مذکور ہے کہ آپ کے صلیب پر آخری الفاظ یہ تھے ایلی ایلی لما سبقتنی۔ یعنی اے اللہ! اے اللہ! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ چنانچہ اس زمانے میں لفظ ایل اللہ کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ اور اس کے تینوں حروف الف لام اور ہ کے اسرار کو اگر تفصیل سے بیان کیا جائے تو ایک الگ دفتر درکار ہوگا۔ غرض اس کے الف میں ہزار اسرار ہیں۔ اور اس کے لام میں الم اور کتاب لاریب اور عالم غیب کے انوار ہیں۔ اور ہ میں ہویت ذات اور ہدایت قرب دیدار ہے۔ دوسری وجہ اس کے ذاتی اسم ہونے کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر اسم کسی خاص صفت سے موصوف ہے۔ اور ہر اسم کسی خاص صفت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے سوا دوسری صفت کی اس میں کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ چنانچہ ہر اسم سے اسی خاص صفت کی دعا کی جاتی ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ یا رحیم مجھ پر رحم کر۔ یا اے رزاق مجھے رزق دے۔ یا اے معز مجھے عزت دے۔ یا اے غفار مجھے بخش دے۔ یا اے علیم مجھے علم عطا کر وغیرہ۔ اور کبھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ اے علیم مجھے رزق دے۔ یا اے رزاق مجھے علم دے۔ مگر اسم اللہ جملہ صفات ہی کا جامع ہے۔ اور ہر صفت پر دال ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کی امانت اس کے ذریعے طلب کی جا سکتی ہے۔ قوله تعالیٰ۔

والله المستعان علی ما تصفون

یعنی اللہ سے ہر قسم کی استعانت جس سے تم اسے موصوف کرو، طلب کی جا سکتی ہے۔ یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ اے اللہ مجھے علم دے۔ اے اللہ مجھے رزق عطا کر۔ اے اللہ مجھے بخش دے وغیرہ۔ اور قرآن مجید میں یہ اسم ہر صفاتی اسم کے موقع پر استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ آیا ہے۔

ان اللہ غفور الرحیم ان اللہ عزیز حکیم واللہ سمیع علیم هو

اللہ الخالق البارى المصور ان اللہ سمیع بصیر

یعنی سم اللہ ذ ت فرد ُفرد بھی ہر صفت کا حا مل ہے۔ ور مجموعی طور پر مختلف سماء کا بھی مظہر ہے۔ ور یہ اس کے ذ تی ہونے کی بین دلیل ہے۔سوم دلیل یہ ہے کہ عرب وگ ہر سم کا شتقاق کرتے ہیں۔لیکن س سم کا شتقاق نہیں کیا جا تا۔ نہ یہ کسی سم سے مشتق ہے ور نہ کوئی سم س سے مشتق ہے۔چہارم وجہ یہ ہے کہ جملہ سلامی رکان کی بنا سی سم پر ہے۔چنانچہ سی سم کے اقر ر سے نسان مسلمان ور س کی تصدیق سے ہل یمان ہوتا ہے۔یعنی کلمۂ طیب لا لہ لا اللہ میں سی سم پاک کا قر ر ور ثبات ہے۔اور جملہ قرآنی سورتیں سی سم یعنی بسم للہ رحمن رحیم سے شروع ہوتی ہیں ور ہر کام کے شروع کرنے میں بسم للہ ارحمن ارحیم پڑھنے کی برکت سی سم سے ہے۔ ور نماز شروع کرتے وقت تکبیر تحریمہ یعنی اللہ کبر کہنے میں بھی سم یاد کیا جاتا ہے۔ ور کفار سے جدل ور جہاد کے وقت بھی اللہ کبر کہہ کر سی سم سے ستعانت طلب کی جاتی ہے۔ ور بچہ جب پید ہوتا ہے تو س کے کان میں بھی سم پڑھا جاتا ہے۔ ور نماز کی ذ ن میں سی سم کی منادی کی جاتی ہے۔ ور سورہ فاتحہ، آیت الکرسی ور سورہ خلاص ور دیگر قرآنی سورتوں کو فضیلت سی سم کے طفیل حاصل ہے۔غرض جملہ آیات بینات ور کلمات طیبات کو قدر و منزلت ور عزت ور عظمت سی سم کی وجہ سے حاصل ہے ور یہی ذ تی سم ور سم عظم ہے۔

گلے زمانے کے ہر نبی اور س کی مت کو یک صفاتی سم عطا کیا گیا تھا جو ن کی صفاتی ستعد د کے موفق ن کے لیے ذ تی سم کا حکم رکھتا تھا۔ ور وہی سم ن کے لیے مبدء فیوضات و نعامات تھا۔ ور سی سم کا لطے ور کشف نو ر ن کا منتہائے معر ج تھا۔ ور اللہ تعالیٰ ہر نبی ور س کی مت کے پیروں کی طرف ور اولیاء کے وقت کی سم سے متجلی ہوتا تھا۔جس وقت اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا نامدار

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو آپ کی ظرف و طینت کو نور آب حیات ذات سے گوندھا۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا

آپ کو تاج دین مکمل پہنایا اور خلعت اتمام نعمت اور ردائے رضائے ابدی سے سرفراز فرمایا۔ اور آپ کا نور چونکہ ذاتی تھا۔ اس لئے آپ کو اور آپ کی امت کو ذاتی اسم عطا کیا گیا۔ نیز آپ کی بعثت نے چونکہ سلسلہ نبوت کو ختم کیا اور آپ خاتم النبیین ٹھہرے اور آپ کا دین جملہ ادیان ماضیہ کیلئے اور آپ کی کتاب جملہ کتب ماضیہ کی ناسخ آئی۔ اسی طرح آپ پر آفتاب اسم اللہ ذات کے ظہور سے تمام نجوم اسماء افعال اور جملہ اقمار اسماء صفات معدوم و مفقود ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف باقی تمام اسماء ادیان ماضیہ کے راستے مسدود ہو گئے حتیٰ کہ وہ زبانیں بھی دنیا سے ناپید اور معدوم کر دی گئیں۔ اور ان تمام اسماء سے دعاؤں اور التجاؤں کے وقت جو قبولیت اور تاثیر ہوا کرتی تھی، وہ یک قلم موقوف ہو گئی۔ نہیں دیکھتے کہ دنیا میں جس وقت نیا بادشاہ تخت نشین ہوتا ہے۔ تو اگلے بادشاہوں کے نام کے تمام سکے اشٹامپ اور ٹکٹیں وغیرہ منسوخ ہو جاتی ہیں۔ اور اسی آخری بادشاہ کے نام کے سکے وغیرہ رائج ہو جاتے ہیں۔ گویا یہ اسم قدیم زبانوں اور اگلے زمانوں میں بھی اپنی جزوی اور بگڑی ہوئی صورت میں موجود تھا۔ اور آفتاب عالم تاب کی طرح افق عدم سے آفاق وجود کو اپنی غیبی کرنوں سے منور کر رہا تھا۔ لیکن اپنی اصلی اور حقیقی صورت میں اس وقت جلوہ گر ہوا اور برق نور ذات سے منور ہوا جس وقت آپ کے وجود باجود نے امکان قدم سے مکان حدوث میں قدم رکھا۔ جیسے کہ ہر زمانے میں خانہ کعبہ کی زمین ابتدائے آفرینش سے کسی نہ کسی صورت میں مکرم و معظم چلی آ رہی تھی۔ لیکن آنحضرت صلعم کے زمانے میں اس کا شرف اور تقدس اوج کمال پر جا پہنچا۔ اسی

طرح دین و مذہب کا ہر شعبہ آپؐ کے عہد میں نتہا ئے عروج پر پہنچا۔

انسانی وجود کے برتن اور ظرف میں حق تعالیٰ کے نور میں سے اتنا کچھ آتا ہے جس قدر اس میں وسعت و استعداد ہوتی ہے۔ لایکلف اللہ نفساً الا وسعھا۔ تمام انبیاء ماضیہ کی سرشت میں اسماء صفات کی قابلیت و استعداد تھی۔ وہ ان کے انوار صفاتی تھے۔ لہذا انہیں صفاتی اسماء کے انوار و تجلیات کی برداشت و طاقت تھی۔ وہ ذاتی نور کی برداشت و تحمل کی استعداد اور توفیق نہیں رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نور دیدار و لقا کے وقت جلوہ گر ہوا کرتا ہے۔ اور جس طرح آفتاب اور سورج کے طلوع کے وقت چاند اور تاروں کی روشنی معدوم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حضرت ذات کے رویت اور جلوہ لقا کے وقت نجوم اسماء افعال اور قمر صفات کے انوار گم اور مفقود ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور نبی یا رسول کو دیدار و رویت کا مرتبہ حاصل نہیں ہوا اگرچہ بعض نے رویت کی آرزو کی بھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی استدعا کے مطابق ان پر تھوڑی سی تجلی ڈالی بھی ہے۔ مگر نور ذات کی تجلی کے وقت ان کے ہوش و حواس تو کیا ان کا وجود بھی قائم نہیں رہ سکا۔ لیکن آنحضرت صلعم کا نور چونکہ ذاتی تھا۔ اور آپؐ کی آنکھیں سرمۂ مازاغ کے ذاتی نور سے سرمگیں تھیں۔ آپؐ نے اسم اللہ ذات کے براق پر سوار ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذاتی جلوے دیکھے۔ اور ذاتی لقاء سے مشرف ہوئے اور صرف آپؐ ہی معراج کی رات اسم اللہ ذات کی عینک لگا کر اللہ تعالیٰ کی ذاتی آیات کبریٰ اور ذاتی علوم و معارف سے مشرف و ممتاز ہوئے۔

موسیٰ ز ہوش رفت بیک جلوۂ صفات
تو عین ذات مے نگری در تبسمی

ترجمہ۔ موسیٰ ایک صفاتی پرتو سے بے ہوش ہو گیا تھا (یا رسول اللہؐ) تو بالکل ذات دیکھ رہا ہے۔ اور پھر بھی مسکرا رہا ہے۔

نورِ اسم اللہ ذات کا ظہور

جس طرح انسان کا بچپن دینِ فطرت یعنی اسلام کے موافق ہوتا ہے۔ اسی طرح زمانے کا بچپن یعنی پہلا زمانہ مذہب اور روحانیت بہت موافق تھا۔ اسی لئے تمام پیغمبر اس زمانے میں مبعوث ہوئے اور اولیاء اللہ اور روحانی لوگ بکثرت پیدا ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ سلف صالحین قدرتی اور فطرتی طور پر مذہب اور روحانیت کے قائل اور اس کی طرف دل و جان سے مائل تھے۔ جوں جوں انسان بڑا ہوتا ہے۔ شیطان اس کی دینی استعداد اور اسلامی فطرت کو بگاڑنے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ بلوغ تک اس کو مسخ کر کے رکھ دیتا ہے۔ اسی طرح جوں جوں زمانہ گذرتا گیا۔ شیطان سامری کی طرح سیم و زر کے بچھڑے کو طرح طرح کے زیب و زینت دے کر لوگوں کو اس کے سحرِ محبت میں مسحور اور محصور کرتا رہا۔ اور اللہ تعالیٰ کی یاد اور محبت ان کے دل و دماغ سے کافور کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آج زمانہ گو مادی طور پر مہذب اور مزین معلوم ہوتا ہے۔ لیکن خدائی مذہبی اور روحانی لحاظ سے تقریباً مسخ ہو گیا ہے اور حیوانی اور طبعی زندگی بسر کر رہا ہے۔ دین اور مذہب کے فطرتی چیز ہونے کی اس سے زیادہ بین دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ بعض ایسے جہالت اور تاریکی کے زمانوں میں جب کہ پیغمبر مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ اور لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اسماء سے بالکل بے خبر تھے۔ لوگوں کو اپنے خالق، مالک اور معبودِ برحق کا خیال خود بخود فطرتی طور پر کھٹکتا تھا۔ لیکن بسبب کور چشمی اور لاعلمی کے لوگ اس اسم کے خاص محل یعنی مسمیٰ سے بھٹک جاتے تھے۔ چونکہ ان کے پاس بصارت اور نور ہدایت نہیں آیا تھا۔ اس لئے وہ اندھوں کی طرح اندھیرے کے اندر اس کی جستجو میں ہاتھ پاؤں مارتے تھے۔ اور جس چیز سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کی بو پاتے تھے اس کے سامنے جھکتے، اسے پوجتے اور اسے اپنا معبود بنا لیتے تھے۔ چنانچہ اس زمانے کی بعض قوم نے اجرامِ فلکی مثلاً سورج، چاند اور ستارے پوجے۔ بعض نے

دریا پہاڑ ور جنگلی درخت ورپتھروں کے بت تراش کر پنے معبود بنائے۔ ورجعض نے پنے زمانے کے بڑے بڑے آدمیوں ور بادشاہوں کی پرستش شروع کی۔آج کل بھی افریقہ کی بعض وحشی قومیں جو زمانہ کی دستبرد سے بھی تک محفوظ ہیں، یک موجود ہیں کہ گر ن کے مذہبی ریکارڈ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ اگرچہ ن لوگوں میں آج تک نہ کوئی پیغمبر مبعوث ہوا ہے ورنہ نہیں کسی روحانی رہبر یا مذہبی پیشوا نے دین کی طرف دعوت دی ہے۔ بلکہ نہوں نے آج تک اللہ تعالیٰ کا نام بھی نہیں سنا ہے۔ لیکن پھر بھی ن میں پنے خالق، مالک ور معبود برحق کا خیال ور عتقاد نہایت محکم ور مضبوط پاتے ہیں۔ ور وہ کسی نہ کسی طرح سے پوجتے ہیں۔ ن وحشی ور جنگلی لوگوں کی روحانی طاقتیں آج کل کے نام نہاد مہذب اور روشن خیال شہری لوگوں سے بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔ س سے ظاہر ہے کہ نسان کی سرشت ور فطرت اللہ تعالیٰ کے نام ور ذکر کے خمیر سے تخمر ہے۔

نسان کسی چیز کو دیکھنے ور پہچاننے کے سے دو طرح کے نور کا محتاج ہوتا ہے۔ یک نور نفس، دوم نور آفاق۔ نفس میں نور بصارت ور آفاق میں نور قمر و آفتاب وغیرہ سے کسی چیز کو دیکھا جاتا ہے۔ سی طرح باطن میں بھی سالک دو قسم کے نور کا محتاج ہوتا ہے۔ یک نور بصیرت باطنی جسے نور یقین ور نور یمان بھی کہتے ہیں۔ دوم نور دعوت وہدایت نبیوں ولیاء آفاق ہیں۔ چونکہ سب سے بڑ معدن ومخزن نور جس سے تمام مادی دنیا روشن ہے آفتاب ہے۔ چنانچہ باطنی دنیا کے سب سے بڑے معدن نور ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلعم ور ہر دو کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یک ہی لفظ سراج منیر سے خطاب فرمایا ہے۔

انا ارسلنک شاهدا و مبشر ر و نذیرا و داعیا الی الله باذنه و سراجا منیرا ۔

ترجمہ۔ ے میرے نبیؐ ہم نے تم کو شاہد ور بشارت دینے و ل ور ڈر نے و ل

ور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے و ل اور یک روشن چر غ بنا کر بھیجا ہے۔ دنیا میں شیاء

کے لیے یہ ہر دو نور یعنی آنکھیں ور روشنی لازم و ملزوم ہیں یعنی گر روشنی نہ ہو تو

آنکھیں بے کار ہیں۔ اور اگر آنکھیں نہ ہوں تو تمام روشن دنیا تاریک و تار ہے۔

قولہ تعالیٰ قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا و من اتبعنی

ترجمہ۔ کہہ دے ے محمد صلعم! یہی میری رہ سلام (فطرتی دین) ہے۔ کہ بلاتا

ہوں میں ور میرے پیچھے آنے و لے اللہ کی طرف لوگوں کو بصیرت باطنی کی طفیل۔

جہالت کے بعض تاریک زمانوں میں جب کہ یہ باطنی ور نوری سراج مفقود تھے۔

س سے فطری مجبوری کے سبب ٹھوس مادی خد مثلاً سورج، چاند ور پتھر وغیرہ لوگوں

کے معبود تھے۔ جیسے کوئی شخص جب کسی تاریک مکان میں کسی چیز کی خوشبو پاتا ہے۔

تو وہ س کی تلاش میں ندھوں کی طرح کبھی یک چیز پر ور کبھی دوسری چیز پر ہاتھ

مارتا ہے۔ یہی حال جہالت کے زمانوں میں بغیر رہبروں ور پیغمبروں کے مخلوق کا

تھا۔ چونکہ مخلوق کے ندر پنے خالق کے سم کا نور بالقوی مستور ہوتا ہے۔ س سے

وہ ہر زمانے میں س کی طلب و تلاش میں فطرتی طور پر بے چین ور مجبور ہوتی ہے۔

س سے نسان محبت زلی ور جذبات فطری کے سبب اللہ تعالیٰ کے خیال میں مست

ور بیخود ہو کر س کے شمع جمال کی مادی مثالوں ور مادی شیاء پر مرتا ہے۔ ور جہاں

کہیں جماد، نبات، حیوان، نسان ور جرم فلکی میں س کے جلال و جمال کی بو پاتا

ہے۔ وہ ندھوں کی طرح ن سے بغل گیر ہوتا ہے۔ ور پنے دل کی فطرتی منت ت

کی پرستش سے نکالتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہالت کے تاریک زمانوں میں لوگ

قدرت کے مختلف مظاہر ور مادی کابر کو اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے موسوم کر کے

پوجتے تھے۔ چنانچہ حضرت براہیم علیہ سلام کو بھی پنی ندرونی فطری طلب ور

تلاش ور سم اللہ ذ ت کی قدرتی حر رت ور پیوں نے سورج، چ ند ور ستاروں کی
طرف ملتفت کیا۔تو۔تعالیٰ۔

فـلـما جن علیہ الیل ر کوکبا قال ھذ ربی فلما افل قال لا احـب
الافـلین فلما را القمر بازغا قال ھذا ربی فلما فل قال لئن لم یھدنی
ربی لا کونـن من القوم الضـلین فلما را الشمس بازغۃ قال ھذا ربی
ھـذا اکـبر فـلـما افلت قال یقوم انی بری مما تشرکون انی وجھت
وجھی للذی فطر السموت والارض حنیفا وما انا من المشرکین

ترجمہ۔جب ابر ہیم علیہ سلام (کے دل) پر ن زمانے کے صنم ور جرم
پرستی کے ماحول کی رات چھائی ور معبود کے خیال سے ں نے ستارے کی طرف
دیکھا تو ں نے (لوگوں کی تقلید میں پنے دل میں) کہا کہ یہی میر رب ہے۔لیکن
جب وہ غروب ہوگیا تو ں نے کہا کہ میں چھپنے ور غروب ہونے و لوں کو دوست
رکھنا پسند نہیں کرتا۔ ں کے بعد ں نے چ ند کو چمکتے دیکھا تو ں نے پنے دل میں
کہا۔کہ شاید یہی میر رب ہو۔لیکن جب وہ بھی غروب ہوگیا تو ں نے کہا۔کہ گر
ں طرح زوال پذیر چیزوں میں سے کسی کو معبود بنایا۔ ور پنے حقیقی رب نے مجھے
پنی طرف ہدایت نہ کی۔تو جنت میں بھی ن جرم ور صنم پرستوں کی طرح گمراہ
ہو جاؤں گا۔پھر جب اس نے سورج کو چمکتے دیکھا۔تو ں نے کہا یہ بہت بڑ ہے۔
یہی میر رب ہے۔لیکن جب وہ بھی غروب ہوگیا۔تو ں نے کہا کہ اے جاہل قوم!
میں تمہارے ن سب مخلوق ور فنا پذیر معبودوں سے بیز رہوں جو تم نے اللہ تعالیٰ
کے شریک ٹھہرائے ہیں۔میر دل تو ب سی عظیم شان ہستی کی طرف متوجہ ہے۔
جس نے زمین اور آسمان اور ن میں کو پید کیا ہے۔ ور میں نے سی یک وحدہٗ ت
کو پنا معبود بنایا ہے۔اور میں مشرکوں سے نہیں رہا۔ نسان کے ندر فطرتی طور پر
پنے خالق کا خیال روز زل سے موجزن ہے ور ں کی طبیعت اور رجبلت میں ں

کے نام کا نور اور اس کے ذکر کا تخم روز اول سے ودیعت کیا گیا ہے۔ اور اگر یہ اندرونی استعداد اور باطنی قابلیت انسان کے اندر پہلے سے موجود نہ ہوتی تو اللہ تعالی کا لوگوں کو پیغمبروں کے ذریعے اپنی طرف بلانا صریح ظلم ثابت ہوتا۔ اور اللہ تعالی کسی نفس کو اس کی وسعت اور استعداد سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ یہاں پر نیچریوں اور دہریوں کے اس باطل خیال کی قلعی کھل جاتی ہے۔ جو کہتے ہیں کہ مذہب اور اللہ تعالی کی پرستش اور عبادت کی بنیاد خوف سے پڑی ہے۔ اور حیات بعد موت اور روح کی بقاء کا خیال اور عقائد انسان کے اپنے سائے اور عکس سے پیدا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ ہرگز نہیں بلکہ انسان کی اپنی فطرت اور سرشت ہی مذہبی عقائد اور روحانی خیال کی پہلی محرک ہے اور بس۔ اور خوف اور رجا تو یقین اور ایمان باللہ کے فطری تحریک کے بعد کے لازمی نتائج ہیں۔

غرض اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کی فطری حالت اور طبعی پیاس کے لیے بے چینی کو معلوم کیا تو بسبب رحم اور شفقت خالقی نے اپنے بندوں میں سے خاص خاص ہستیوں کو اپنی قدرت کا مظہر بنا کر انہیں مخلوق کا پیشوا اور راہبر بنا کر بھیجا۔ اور ان کے ذریعے اپنی ذاتی وصفات و اسماء سے روشناس کیا۔ اور اپنے نام ونشان کا پتہ دیا۔ چنانچہ وقتاً فوقتاً مختلف زمانوں میں اللہ تعالی نے پیغمبروں اور رسولوں کو مبعوث فرمایا۔ جیسے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم یتلو علیہم ایاتہ و یزکیہم و یعلمہم الکتاب و الحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین

اللہ تعالی نے تو ایمان والوں پر بہت احسان فرمایا۔ جب کہ اس نے ان کی طرف اپنی جنس کا رسول بھیجا۔ جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور انہیں اس کی کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے

صرتےگمرہی ورتاریکی میں پڑے ہوئے تھے۔چونکہ ہر نسن کے ستھ اللہ تعالیٰ کا

علیحدہ علیحدہ معاملہ اس کی قدرت ورحکمت کے منافی ہے۔ س سے یہ ظلیہ قاعدہ

رکھا گیا ہے کہ للہ تعالیٰ ہر زمانے میں پنی مخلوق میں سے یک کامل نسان کو پنے نور

یمان ورنیر سم اللہ ذت سے منور کرکے شمع رشد وہدیت بناکر بھیج دیتا ہے۔ جو دہ

س کے نور سے ہزروں لکھوں چرغ روشن کردیتا ہے۔ ور ایک کامل ور قابل

ہستی کے دل کی زمین میں پنے اسم للہ ذت کے فطرتی تخم کو پنی قدرت کاملہ سے

سرسبز کردیتا ہے۔ ور جب وہ شجر طیبہ پن ریورے طور پر پھلتا ور پھولتا ہے تو س

کے پھلوں سے لکھوں کروڑوں نوری درخت پیدا کرکے دین قیم کا یک سرسبز ور

شاداب باغ بنا دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کے سینہ بے کینہ میں

پنے تخم سم اللہ ذت سے شجرۃ النور قرآن کو نمودر کیا ور س کی روشنی سے تمام دنیا

کو منور کیا۔ جس کی کیفیت یوں تھی کہ جب آنحضرت صلعم کے وجود مسعود میں تخم سم

اللہ ذت نے پھلنے پھولنے کا تقاضا شروع کیا۔ ور آپؐ نے پنے ندر نزول وحی

کے آثار محسوس کیے۔ یعنی حضرت مریمؑ کی طرح آپؐ نے اپنے بطن باطن میں حمل

وحی کی بے وسطہ ثبات کو معلوم کیا۔ ور بمقتضائے فحملتہ فانتبذت بہ مکانا قصیا۔

آپؐ نے دشت وبیابان کا رخ کیا۔ ور آبادی سے دور یک پہاڑ کے غار میں جسے

غار حرا کہتے ہیں، جا کر معتکف ور گوشہ نشین ہوگئے۔ ور باطنی تخم کے سینچنے ور

پھوٹنے ور روحانی عیسے کے وضع حمل ور تولد ہونے کے نتظار میں بار بار روہاں جایا

کرتے ور کئی روز بیٹھے رہتے۔ آخر یک روز جبریل میںؑ س نوری تخم سم اللہ ذت

کو پانی دینے کے لیے اللہ تعالیٰ کے بحر نور سے چشمہ حیات پنے سینے میں بھر

لائے اور آنحضرتؐ کے سینے سے سینہ ملا کر آپ کو زور سے دبا کر فرمایا۔ قرا۔ یعنی

پڑھ۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ میں نے جواب میں کہا کہ نا نہیں بقاری۔ یعنی میں تو

قاری ور پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ چنانچہ تین دفعہ جبرئیل میںؑ نے سینے سے دبایا ور ہر

دفعہ آپؐ ناہیں بقاری فرماتے رہے۔ آپؐ کے ہر بار ناہیں بقاری فرمانے سے
مراد یہ تھی کہ پانی تول رہا ہے مگر ابھی تک وہ نوری شجر قرآن پھوٹا ہوا نظر نہیں آتا۔
چنانچہ آخری دفعہ جب جبرئیل امین نے سینے سے دبا کر فرمایا اقرا تو آپ کی زبان
حق ترجمان پر قرآن کی یہ پہلی سورۃ یوں جاری ہوگئی۔

اقرا باسم ربک الذی خلق. خلق الانسان من علق اقرا و ربک
الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان

ترجمہ۔ پڑھ (اے محمدؐ) قرآن کو اپنے پروردگار کے نام (کی برکت) سے
جس نے مخلوق کو پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون منجمد سے بنایا۔ پڑھے جاؤ (اے
محمدؐ) تیرے بڑے عزت والے رب کی قسم جس نے (عوام کو) قلم (کے ذریعہ علم)
سے لکھایا ہے اور (خواص کو بے واسطہ) وہ علم لدنی سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ غرض
قرآن کریم کی یہ پہلی آیت اقرا باسم ربک الذی خلق۔ یعنی قرآن پڑھ اے محمد
صلعم اپنے رب کے اسم کے ذریعے۔ صاف بتا رہی ہے کہ جس چیز کے پڑھنے کی
جبرئیل امین تاکید فرما رہے تھے وہ اسم اللہ ذات کی نوری تحریر تھی۔ بہت لوگ اس
موقع پر یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم پڑھے ہوئے نہیں تھے۔ اور اس
وقت نہ قرآن کا کوئی نشان موجود تھا اور نہ پڑھنے کی کوئی چیز جبرئیل کے پاس تھی۔
جس کی نسبت جبرئیل بار بار اقرا کہہ کر پڑھنے کی تاکید فرماتے تھے۔ سو وہ اسم اللہ
ذات کی نوری تحریر تھی۔ جس کے تصور یعنی باطنی طور پر اس کے پڑھنے اور مرقوم
کرنے کی جبرئیل آنحضرت صلعم کو تعلیم اور تلقین فرما رہے تھے۔ چنانچہ اقرا باسم
ربک الذی خلق یعنی پڑھ قرآن کو اے محمدؐ اپنے رب کے اسم کی برکت سے۔ سو
باسم ربک میں صاف طور پر اسم اللہ ذات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اے محمدؐ اب اسم
اللہ ذات تیرے سینے میں پھوٹ کر سر نکال چکا ہے۔ اور شجر قرآنی بن رہا ہے۔ اب
قرآن کو پڑھ اور اس کے معارف وعلوم اور اسرار و انوار کے پھل خود کھا اور امت

مرحومہ کو قیامت تک کھڑے ہے۔ جس طرح شجر قرآن آنحضرت صلعم کے وجود مسعود کی زمین میں اسم اللہ ذات کے نوری تخم سے پیدا ہوا۔

كزرع اخرج شطئه فآزره فاستغلظ فاستوى على سوقه

ترجمہ۔جیسے کہ نباتات سبزی پہلی ڈالی اور شاخ کو نکالتی ہے۔اور پھر اس کو مضبوط اور مستحکم کرتی ہے۔اور پھر وہ موٹا ہو کر آور درخت بن کر اپنے تنے کے بل سیدھا زمین پر قائم اور کھڑا ہو جاتا ہے۔

سو قرآن کی یہ بھاری امانت اس طرح جبرئیل امینؑ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلعم کے سینہ بے کینہ میں منتقل ہوئی۔یہی وہ بھاری اور ثقیل امانت تھی جس کی برداشت سے زمین و آسمان اور پہاڑ عاجز آ گئے تھے۔

انا عرضنا الامانة على السموت والارض والجبال فابين ان يحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه كان ظلوما جهولا

ترجمہ۔ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں،زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔پس سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا۔لیکن (کامل) انسان نے اسے اٹھا لیا۔بے شک وہ (اپنے نفس کے لیے) ظالم اور نادان ثابت ہوا۔حدیث قدسی۔ لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبد مؤمن۔ یعنی میں آسمانوں زمینوں میں نہیں سماتا۔ لیکن مومن مسلمان کے قلب میں سما جاتا ہوں۔

پر تو حسنت نہ گنجد در زمین و آسمان
من درین فکرم کہ اندر سینہ چوں جا کردہ

یعنی زمین و آسمان تیرے حسن کی تجلیات کا تحمل نہیں کر سکتے۔ [illegible]

[illegible]

قولہ تعالیٰ لو انزلنا هذا القرآن على جبل لرايته خاشعا متصدعا من خشية الله

ترجمہ۔ گر ہم س قرآن کو پہاڑ پر نازل رتے تو تم دیکھتے کہ وہ سنگین و رخت
پہاڑ بھی قرآن کی ثقالت اور عظمت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ دوسری جگہ رشاد
ہے۔ نا سنلقی علیک قولا ثقیلا۔ یعنی ہم عنقریب تم پر بھاری ورثقیل قول (قرآن)
تارنے و ے ہیں۔ چنانچہ قرآن کے نزول کے وقت آنحضرت صلعم کی یہ حالت
ہوتی۔ کہ آپؐ بے ہوش ہو جاتے۔ آپؐ کے چہرہ مبارک کا رنگ فق ہو جاتا۔ ور
سخت سردی میں بھی آپؐ کے چہرے مبارک سے پسینہ ٹپکنے لگ جاتا تھ۔ ور گر
سواری کی حالت میں آپؐ پر وحی نازل ہوتی تو وحی کے بوجھ ورقرآن کی ثقالت
سے سواری بیٹھ جایا رتی۔ حضرت علی کرم للہ وجہہ سے رو یت ہے کہ یک دفعہ
آنحضرت صلعم میری ران پر سر مبارک رکھ کر سو رہے تھے کہ آپؐ پر وحی نازل ہونے
کے آثار نمودار ہوئے تو وحی کے بوجھ ورقرآن کی ثقالت سے میری ران ٹوٹنے
لگی۔ غرض قرآن ریم کی ثقالت ورعظمت وہی وگ سمجھتے ہیں جن پر س کلام پاک
کی واردات کما حقہ ہوئی ہے۔ اور جن کے قلوب نور قرآن کی قابلیت اور ستعداد
رکھتے ہیں۔ س مانت گر ں کا تحمل س کامل نسان سرور دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم کا
کام تھ۔ ورنہ عوام کالانعام قرآن کی قدر و عظمت کو کیا جانیں۔ کہ قرآن ن کے
حلقوم سے نیچے نہیں ترتا۔ ور بہت وگ قرآن پڑھتے ہیں۔ در آنحالیکہ قرآن
نہیں عنت کر رہا ہوتا ہے۔ غرض قرآن کریم بمع جملہ معارف و اسرار بمع تمام علوم و
نور سم اللہ ذات کے ندر س طرح مندرج ہے۔ جس طرح تخم اور گٹھلی کے ندر
درخت ہوتا ہے۔ ور جس عارف کامل کے وجود میں سم اللہ ذات قائم ہو جاتا ہے تو
وہ بو سطہ تلمیذ رحمن ور حافظ قرآن ہو جاتا ہے۔ ی سے بزرگان دین نے سلوک
باطنی کے یے صرف سم اللہ ذات کے ذکر یا س کے تصور کو نصب عین ٹھہر یا
ہے۔

ے طالب! ہم نے ب دلائل عقلی ور نقلی سے ور نیز آیات و حادیث سے تجھے

اللہ تعالیٰ کی پاک اور مقدس بارگاہ تک پہنچنے کا سب سے آسان، نزدیک اور بے خوف وخطر راستہ بتا دیا ہے۔ اور گنج کونین اور سعادت دارین کی طرف سچی، پوشیدہ ترین راہ دکھا دی ہے۔ اگر تیری قسمت یاور اور ہماری بات پر باور ہے۔ تو عنقریب اس پر چل کر تو جلدی زندگی کی منزل مقصود تک پہنچ جاوے گا۔

چہ در طول امل ز حرص بے باکانہ آویزی
بدیں زلف پریشاں ہر نفس چو شانہ آویزی
بقیل و قال نتواں در حریم کعبہ محرم شد
ہماں بہتر کہ ایں ناقوس در بتخانہ آویزی
نخواہی شد دگر محتاج دامن گیری مردے
اگر یک بار در دامان شب مردانہ آویزی
بہ ہمت گوہر یکدانہ چوں مرداں بدست آور
چو زاہد تا بکے در سبحہ صد دانہ آویزی

ترجمہ۔(۱) تو لمبے چوڑے خام خیالوں میں کیوں بے باکی سے الجھ رہا ہے۔ اور اس پریشان زلف میں کنگھی کی طرح پھنس رہا ہے۔

(۲) تو محض باتوں سے حرم کعبہ کا واقف نہیں بن سکتا۔ بہتر یہی ہے کہ اس باتوں کے ناقوس (سنکھ) کو بت خانہ میں لٹکا دے۔

۳۔ تو پھر دوبارہ کسی کا دامن پکڑنے کا محتاج نہیں رہے گا۔ اگر ایک بار کسی رات کو جاگنے والے مرد کا دامن پکڑ لے۔

۴۔ جوانمردوں کی طرح ہمت سے ایک دانہ گوہر کا حاصل کر لے۔ زاہد کی طرح تو کب تک سو دانوں والی تسبیح میں الجھا رہے گا۔

ضرورت پیر و مرشد

وضح ہو کہ ہر رستے کے لیے رفیق، راہبر و راہنما کی ضرورت ہو کرتی ہے۔ ور ہر علم و فن کے لیے ستاد ور معلم درکار ہوتا ہے۔ ہذ للہ تعالیٰ کی طرف س طول طویل سفر ور دور دراز بے نام و نشان رستہ کو طے کرنے کے لیے یک واقف کار رہبر ور کامل رہنما شد ضروری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی معرفت ور علوم لدنی سیکھنے کے لیے ستاد اور معلم باطنی نہایت لازمی ہے ور اس کے بغیر چارہ نہیں۔ قرآن کریم میں سورۂ کہف کے ندر موسیٰ نے خضر علیہ سلام سے باطنی غیبی علم یعنی علم لدنی حاصل کرنے کی ستدعا کی۔ اور ن کی خدمت، صحبت ور رفاقت ختیار کی۔ غرض یک مسلمان کے لیے قرآن کریم سے زیادہ زبردست برہان ور قوی ترین دلیل ور کیا ہو سکتی ہے۔ سو جب قرآن مجید سے س پوشیدہ، مخفی ور غیبی علم کا وجود ثابت ہے۔ اور دنیوی کسبی علوم دینی کا سیکھنا بمقتضائے طلب علم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ (ترجمہ۔ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد ور عورت پر فرض ہے) تو س علم لدنی کا سیکھنا بدرجہ ولیٰ فرض ہونا چاہیئے۔ اور س علم کے استاد و معلم بھی دنیا میں ظاہر ور مخفی طور پر موجود ہیں۔ ور قرآن ان باطنی اساتذہ کا وجود بتلا رہا ہے۔ ور کوئی زمانہ ن سے خالی نہیں ہے۔ تو ان لوگوں پر سخت افسوس ہے جو للہ تعالیٰ کی معرفت ور باطنی علوم کے نکار پر دھار کھائے بیٹھے ہیں۔ اور بعض سعادت مند ور نیک بخت طالب جب راہ سلوک پر گامزن ہونے کا تہیہ کر بیٹھتے ہیں۔ تو یہ لوگ غول بیابانی بن کر ن کے رستے میں طرح طرح کے شکوک ور شبہات کے روڑے اٹکاتے ہیں۔ ور نہیں س راہ سے باز رکھنے کی کوشش بے سود ور سعی لا حاصل کرتے ہیں۔ ور ضال و مضل بن کر نہ خود س راہ پر چلنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں ور نہ وروں کو چلنے دیتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ پنی طرف ہدایت کرتا ہے۔ بھلا ن کو کون گمراہ کر سکتا ہے۔ ن عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ ترجمہ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمیا کہ ے شیطن میرے خص بندوں پر تجھے ہرگز غلبہ حاصل نہ ہو
گا۔ ومن یھدہ اللہ فما لہ من مضل۔ گرچہ نسان کے ندر للہ تعالیٰ نے دینی
ستعد د ورملکہ بدیعت یعنی تخم سم اللہ ذ ت روز ول سے ودیعت ردیا ہے۔لیکن
س ستعد د بتقوی کو بفعل جاری رنے ورتخم سم اللہ ذ ت کوپانی دینے ور
پرورش رنے کے ے ستاد ومربی کی شدضرورت ہے۔ ورہر چیز کا ملکہ فطرتاً
نسان کے وجودمیں پیدا جاتا ہے۔لیکن س ملکے کوزندہ رکے بروئے کارلانے کے
ے یک دوسرے کامل نسان کی ضرورت ہوتی ہے۔چنانچہ بولنے کا ملکہ اللہ تعالیٰ
نے زل سے بچے کی سرشت میں رکھ دیا ہے۔مگر س ملکے ورقابلیت کوظہور میں
لانے ور س کی پرورش ورتربیت دینے کے ے ماں کی شدضرورت ہوتی ہے۔
بچہ وہی زبان سیکھ جاتا ہے۔بالفرض گرکوئی بچہ ماں کے بغیر پرورش پائے۔یا گونگی
دایہ کے سپرد کیا جائے۔ ور س کے سامنے کوئی بولنے والا شخص نہ ہو۔تو وہ بچہ یقیناً
گونگا رہ جائے گا۔ ور بولنے کا ملکہ کھو بیٹھے گا۔حالانکہ س میں ستعد د ورملکہ موجود
تھا۔لیکن بغیر مربی ملکہ ضائع ہوگیا۔جیسا کہ کبر بادشاہ کے زمانے میں گنگ محل کا
قصہ مشہور ہے کہ چند بچے گنگ دایوں کے حوالے کئے گئے ور ن کی پرورش ور
تربیت میں رکھے گئے تو سب کے سب گونگے ہوگئے۔ہذا فطرت ورقدرت کے
ہر سرمائے کوعمل میں لانے ور ہر ملکے ورقابلیت کو جاری رنے کے ے یک
دوسرے نسان کی ضرورت ہوتی ہے۔فطرت ورقدرت کی سی ضرورت کو پورا
رنے کے ئے نسان پیدا کیا گیا ہے۔ ورا سی کمال ورقابلیت کے سبب نسان
کامل کوخلیفۃ لارض کے خطاب سے سرفراز کیا گیا ہے۔غرض اللہ تعالیٰ نے سی
باطنی فطری ستعد د کی پرورش ورتربیت کے ے یہی قاعدۂ کلیہ ورقانون جاریہ
مستمرہ رکھ دیا ہے۔ سی کے مطابق حضرت رسول کرمصلعم کے ندر اللہ تعالیٰ نے
جبرئیل علیہ سلام کے واسطے ورذریعے سے س نوری پھل ورتخم کی پرورش فرمائی۔

ور آنحضرت صعم کو صحابہ کرم کا مربی ستاد ور وسیلہ بنایا۔ ور تابعین ور تبع تابعین ور بعد ز ں جملہ کاملین، عارفین ور مومنین و مسلمین میں ستادی شاگردی، عطائی و مرشدی ور مریدی و پیری کا سلسلہ جاری رہا۔ ور قیامت تک اس ظاہری ور باطنی فیضان و رعرفان کا سلسلہ جاری رہے گا۔ جو شخص س قانون قدرت کے خلاف کرے گا۔ ور نسانی وسیلے ور ذریعے سے منہ موڑ کر براہ راست اللہ تعالیٰ سے معاملہ کرے گا۔ وہ سخت نقصان ٹھائے گا۔ ور یقیناً نور یمان ور دولت عرفان سے محروم رہے گا۔ کوئی علم ور فن دنیا میں بغیر ستاد ور معلم حاصل نہیں ہو سکتا۔ ور نہ پیر و مرشد کے بغیر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب ور وصال تک پہنچ سکتا ہے۔

مے زدیم	تخم دل	ز آب	و گل
بے	نگاہے ز	خداوند ن	دل
ندریں	عالم	نیرزی	بخسے
تا نیاویزی		بدامان	کسے

بعض کور مادرزاد شقی زن رہ معرفت مولیٰ ور علم باطن کے منکر ہیں۔ ور صرف زبانی قرر کسبی کتابی علم ور تقلیدی سلام کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے۔ ن کا معاملہ محض قیل و قال ور سنی سنائی باتوں تک محدود ہے۔ وہ دنیا میں رسید دید ر دریافت حق کے منکر ہیں۔ حالانکہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ ومن کان فی ھذہ عمیٰ فھو فی الآخرۃ عمیٰ۔ نسان کو جو یقین کسی چیز تک پہنچنے ور سے پا لینے سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ سنی سنائی باتوں سے کبھی حاصل نہیں ہوتا۔ ہمیشہ سنی سنائی باتوں پر کتفا کرنے والے لوگوں کے سرمایہ یمان کو شیطان بہت جلدی غارت کر کے لوٹ لیتا ہے۔ زبانی قیل و قال ور عقلی دلائل میں شیطان کا مقابلہ کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ کیونکہ علم ور فضیلت میں وہ معلم الملکوت یعنی فرشتوں کا ستاد رہ چکا ہے۔ میدان علم میں تو کوئی نسان بھی س ملعون سے گوئے یمان نہیں لے گیا۔ بڑے بڑے عالم فاضل ور دانا

فلسفی اس کے سامنے چوگانِ علم و فضل ڈال گئے ہیں۔ اور عاجزی اختیار کر گئے ہیں۔ اس ذات بے چون کو عقلی دلائل کے چون و چرا نہیں پہنچ سکتے۔ اس کے لیے علم بے چون اور ستہ و کامل راہنما چاہیے۔ فلسفیت یہاں محض بے کار ہے۔ یہاں وسیلت درکار ہے۔ دولتِ علم کا شیطان وحشی ہے۔ اور متاعِ فلسفیت میں سب سے غنی ہے لیکن

[illegible]

[illegible]

سے عاجز ہو جائے گا۔

سرمایۂ وسیلت میں وہ نہ مفلس اور نادار رہے۔ جہاں علم میں وہ سب ملائکہ کا استاد اور سردار رہا۔ لیکن جب آدم علیہ السلام کے سامنے سجود کا امتحان وسیلت پیش آیا۔ تو یہ ملعون سب سے پیچھے رہ گیا اور عاجزی ہو گیا۔

چوں در پئے علم و عقل درکار شدم
گفتم کہ مگر محرمِ اسرار شدم
ہم عقل عقیلہ بود ہم علم حجاب
چوں دانستم زہر دو بیزار شدم

گزشتہ زمانے کے کفار بار بھی اسی خام خیال کے پندار میں ہدایت سے محروم رہے اور کہا کرتے۔ ابشر یھدوننا۔ یعنی ہم جیسے انسان ہمیں ہدایت کرتے ہیں۔ اور پیغمبروں سے کہا کرتے۔ ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمن من شیء۔ یعنی تم تو ہم جیسے انسان ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم پر کوئی چیز نہیں اتاری۔ اور نہ ہی تم ہم سے ان کے زیادہ مقرب رہو۔ اور کبھی کافر لوگ یہ اعتراض کرتے۔

ما لھذا الرسول یاکل الطعام و یمشی فی الاسواق

یعنی یہ کیسے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں کہ ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں۔ اور ہمارے ساتھ کوچوں اور بازاروں میں پھرتے ہیں۔ یعنی ہمیں ایک فوق

آنحضرت ورعلی مرتبہ ہستی ہونا چاہیے۔ ورگا ہے کہتے ہیں۔

لولا انزل علینا الملئکة او نری ربنا

ترجمہ۔ کیوں نہ ہم پر فرشتے اتارے گئے۔ یا ہم خود خدا کو کیوں نہ دیکھ لیتے۔ تاکہ ہدایت کا مقصد صاف ہو جاتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتے ہیں۔

ولو جعلنه ملکا لجعلنه رجلا وللبسنا علیھم ما یلبسون

ترجمہ۔ اگر ہم انسانوں کی بجائے فرشتے بھی مبعوث کر کے بھیجتے تو انہیں بھی بشری لباس پہنا کر بھیجتے۔ تاکہ تم ان کی باتیں سنتے اور انہیں دیکھ کر ان کی پیروی کرتے۔ غرض اس قسم کے شکوک و شبہات میں گرفتار ہو کر نہ ہدایت سے محروم رہے۔ قولہ تعالیٰ۔

وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاءھم الھدی الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا رسولا.

[illegible]

یعنی لوگوں کے پاس جب کبھی ہدایت آئی۔ تو صرف اس بات نے ان کو ایمان لانے سے روکا۔ اور ہدایت سے باز رکھا۔ کہ وہ یہی کہتے رہ گئے۔ کہ آیا اللہ نے ہم جیسے انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ کے خاص برگزیدہ بندے یعنی انبیاء اور اولیاء اگرچہ ظاہری صورت اور شکل و شباہت میں خاکی پتلے اور ہم عنصری انسان ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقت اور معنی میں نوری فرشتے بلکہ ان سے بھی اعلیٰ اور ارفع شخصیت کے مالک ہوتے ہیں۔ چنانچہ مولانا روم صاحب فرماتے ہیں۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

آں یکے شیر است کو مردم درد
ویں دگر شیر است کش مردم خورد

گر بصورت آدمی انساں بدے
احمدؐ و بوجہل ہم یکساں بدے

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی۔ یعنی کہہ دے اے محمدؐ میں تمہاری طرح انسان تو ہوں۔ لیکن میری طرف اللہ تعالیٰ کی وحی ہوتی ہے۔ انا بشر مثلکم میں ظاہری صورت کا اقرار ہے۔ اور یوحی الی میں حقیقت محمدی ﷺ کا اظہار ہے۔ فافہم من فہم۔ جس طرح شیطان آدم علیہ السلام کے خاکی جسے کو دیکھ کر اس کی تعظیم وتکریم اور سجود سے باز آیا اور انانیت اور خودپسندی کے سبب ملعون ہوا۔ اسی طرح ان لوگوں کی نظر انبیاء اور اولیاء کے ظاہری جسم پر پڑی اور ان کی حقیقت سے غافل رہ گئے۔ وہ ان کی ہدایت، برکت اور فیض سے محروم رہ گئے۔ غرض انسان کو ہدایت انسان سے ہے۔ انسان کو ہر قسم کی برکت، فیض، ارشاد اور تعلیم وتلقین انسان سے حاصل ہوتی ہے۔ اور بغیر استاد مربی اور مرشد کامل انسان کوئی چیز نہیں سیکھ سکتا۔

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ہیچ کس از خود بخود چیزے نشد
ہیچ آہن خنجر تیزے نشد
ہیچ حلوائی نشد استاد کار

تا کہ شاگرد شعر ریزے نشد

مولوی ہرگز نشد مولائے روم

تا غلام شمس تبریزے نشد

بعض اپنی شیطانی حسد اور کبر و انانیت کی وجہ سے مذہبی پیشواؤں اور روحانی رہنماؤں کی تعلیم و تلقین اور باطنی استمداد کا انکار کرتے ہیں اور اس کا نام توحید دھرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ شاہ رگ سے ہمیں زیادہ نزدیک ہے۔ اور وہ ہر جگہ حاضر ناظر اور سمیع و بصیر اور قریب و مجیب ہے۔ وہ خود ہادی ہے۔ ہمیں دوسرے واسطوں اور وسیلوں اور مرشدوں اور رہنماؤں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں اللہ کافی ہے۔ اور اس انانیت اور تکبر اور بزرگان دین کے ساتھ حسد و عناد کو شیطانی توحید کی آڑ میں چھپاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ ہم موحد ہیں۔ اور پیغمبروں اور پیروں کو ماننے والے معاذ اللہ مشرک ہیں۔ یہ لوگ براہ راست اللہ تعالیٰ سے معاملہ کرتے ہیں۔ ان کا حال اگلے زمانے کے منکران باری کی طرح ہے۔ جن کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لولا یکلمنا اللہ او تاتینا آیۃ کذلک قال الذین من قبلہم مثل قولہم

اور ایک دوسری آیت میں بھی اسی طرح کے الفاظ ہیں۔ لولا انزل علینا الملئکۃ او نری ربنا لقد استکبروا فی انفسہم وعتو عتوا کبیرا۔ پیغمبروں کے منکر کہنے لگے۔ کیوں اللہ تعالیٰ براہ راست ہم سے کلام نہیں کرتا۔ یا خود ہم پر آیتیں کیوں نہیں اترتیں۔ بتحقیق یہ لوگ اپنے نفسوں میں بڑے متکبر واقع ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے سخت سرکشی اختیار کر رکھی ہے۔ غرض دنیا میں کوئی علم و فن اور کوئی ہنر و کسب ایسا نہیں جو انسان نے دوسرے انسان کے واسطے کے بغیر براہ راست اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا ہو۔ یہ نفسانی کورچشم مردہ دل اور شقی ازلی لوگوں کا محض

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حسد اور تکبر ہے۔ جو انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلنے اور راہبر اور رہنما کے ملنے سے باز رکھتا ہے۔ شیطان نے آدم علیہ السلام کو حسد اور کبر کی وجہ سے سجدہ نہ کرتے ہوئے توحید کو بہانہ بنایا۔ اور کہا! سجد لغیر اللہ یعنی میں غیر اللہ کو سجدہ نہیں کرتا۔ اور میں موحد ہوں۔ اس طرح وہ ملعون گو توحید کا مدعی اور شرک کا منکر تھا۔ لیکن بسبب کبر اور انانیت خود خدا کا شریک ہو رہا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ایک حدیث قدسی میں فرماتے ہیں۔ الکبریاء ردائی لا اشرک فیہ غیری۔ یعنی میں اپنی کبریائی کی چادر میں کسی غیر کو شریک نہیں کرتا۔

چندان کہ با اہل کبر محشور شوی
از رحمت کردگار خود دور شوی
گر بادہ خوری و بعد ازاں توبہ کنی
بہتر کہ کنی نماز و مخمور شوی

ترجمہ۔ تو جتنا مغرور لوگوں کے ساتھ ملے گا۔ اتنا اپنے پروردگار کی رحمت سے دور ہوتا جائے گا۔ اگر تو شراب پئے اور اس کے بعد توبہ کرے۔ تو وہ نماز پڑھ کر مخمور اور مغرور ہونے سے بہتر ہے۔

اس توحید نما شرک کو کور چشم نفسانی لوگ کیا جانیں۔ اس مریض کا کون علاج کرے۔ جو مرض کو عین صحت خیال کرے۔ علم و فضل کے دودھ کے دریا کو سرکہ تکبر کی ایک بوند بگاڑ دیتی ہے۔ خرمن ہزار سالہ طاعت کو حسد کی ایک چنگاری راکھ سیاہ کر دیتی ہے۔ حدیث۔ من کان فی قلبہ ذرۃ من تکبر لا یدخل الجنۃ۔ یعنی جس شخص کے دل میں ایک ذرہ برابر کبر ہو۔ وہ بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ خودی

ور خد ہرگز کٹھے نہیں ہو سکتے۔ فسوس ہے ن لوگوں پر جو خودی کو بلند ور شیطان کو خورسند کرتے ہیں۔

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے سے
گر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے یک دفعہ اللہ تعالیٰ سے سو ل کیا۔ کیف الطریق ل وصول۔ یعنی تیرے وصال کا رستہ کونسا ہے۔ تو جو ب ملا۔ دع نفسک وتعال۔ یعنی پنے نفس کو چھوڑ دے ور چلا آ۔ مجھ سے واصل ہو جائے گا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے کسی کے آگے جھکتا ہے ور تو ضع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے سربلند کرتا ہے۔ ور جو شخص خودی ور غرور کرتا ہے۔ وہ سر کے بل گرتا ہے۔ د نہ ور تخم جس وقت زمین کے ندر پنی ہستی ور خودی کو مٹاتا ہے تو سرسبز ور بلند ہوتا ہے۔ س کی سلامتی ور صحت س کے نمو ور ترقی سے مانع ہے۔ وسیلے کی فلاسفی یہ ہے کہ کبر ور نانیت کثرت متاع دین و دنیا کے لیے لازمی چیز ہے۔ شر ب دنیا کے سکر سے جب نسان کا دماغ بدمست ہو جاتا ہے تو کوس نا ربکم الاعلیٰ بجانے لگ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کثر دنیوی بادشاہوں نے سی سکر ور بدمستی کی وجہ سے خد ئی دعوے کیے ہیں۔ شر ب سے بھی دنیا کا نشہ بہت سخت ہے۔

بادہ نوشیدن و ہشیار نشستن سہل ست
گر بدولت برسی مست نہ گردی مردی

نیز علم و فضیلت ور زہد و طاعت بھی باطنی ور دینی دولت ور متاع خروی ہے۔ لہٰذ س دولت خروی کے مالک کو بھی کبر کا گھن ور نانیت کا نقص لاحق ہو جاتا ہے۔ چنانچہ س دولت علم و طاعت کے سب سے بڑے دھنی شیطان نے سی سکر ور مستی کے سبب نا خیر منہ کہہ کر کبر ور نانیت کا ظہار کیا۔ (متاع آخرت کے سی قسم کے کثر زر درویشی دنیا میں آئے دن کثر ظاہری بے عمل ور زہد خشک ریا

کار کسی کتابی علم اور ظاہری طاعت کے غرور اور پندار میں پیغمبری، مہدویت اور مجددیت کے باطل دعوے بڑھتے رہتے ہیں۔ کسی سادہ ان پڑھ آدمی نے اس قسم کا جھوٹا دعویٰ نہیں کیا) لہٰذا اللہ تعالیٰ صرف حقیقی نے علم لدنی سے فرشتوں کے ذر عیار علم و طاعت میں کبر و انانیت کے اس آلائشی کھوٹ کو ملاحظہ فرمایا۔ اور چونکہ کبر کو اپنی مقدس اور غیور بارگاہ وحدت میں داخل ہونے سے سخت مانع پایا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے زر علم و طاعت کو کبر و انانیت کے آلائشی کھوٹ اور نقص سے صاف کرنے کے لیے آدم علیہ السلام کے آگے سجدے اور تعظیم و تکریم کی ذلت کی آگ میں ڈال کر پرکھنا اور صاف کرنا چاہا۔ اور سب کو حکم دیا کہ اسجدوا لادم یعنی آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔

[illegible]

[illegible]

اور یہ بات مسلم ہے کہ کبر اور ذلت ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ضدین ہرگز جمع نہیں ہوتے۔ اور نیز کل شی یعرف بضدہ ہر چیز اپنی ضد سے پرکھی اور پہچانی جاتی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے متی تا سجدے اور ذلت کی آگ میں ملائکہ کے زر علم و طاقت کو دیکھنا اور پرکھنا چاہا۔ سب ملائکہ نے متفقہ طور پر کبر و انانیت کی چادر کو اپنے کندھوں سے دور پھینک دیا۔ اور آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ کر دیا۔ لیکن شیطان لعین چونکہ کھوٹی متاع کا مالک تھا۔ اور اس کی فطرت میں کبر و خودی کی کھوٹ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اور کبر و انانیت کی چادر سے اس کا جسم اکڑا ہوا تھا۔ اس لیے وہ سجدے اور تعظیم کے لیے نہ جھک سکا۔ اور صاف انکار کر دیا۔ ابیٰ واستکبر وکان من الکفرین۔ غرض محض کبر کے سبب وہ لعنتی اور راندہ درگاہ ہوا۔ اگر اس نے اللہ تعالیٰ کے آگے لاکھوں برس سجدے کیے۔ اور توحید کا دم بھرتا رہا۔ لیکن بسبب کبر و انانیت وہ خود اللہ تعالیٰ کا شریک بن رہا تھا۔ لہٰذا توحید کے اس جھوٹے دعوے نے

سے کچھ فائدہ نہ دیا۔ وہ توحید کے عملی امتحان میں فیل ہو گیا۔ لاکھوں برس کے خزانِ علم و طاعت کو کبر کی ایک چنگاری نے راکھ سیاہ کر دیا اور ابدی لعنتی اور دوزخی ہوا۔ ہمیں اے طالبِ خدا، چند روزہ علم و طاعت کے جوتے اتار کر موسیٰ علیہ السلام کی طرح بارگاہِ قدس میں عجز و نیاز کے ننگے پاؤں سے داخل ہونا چاہیے۔ علم و فضل اور طاعت اور زہد کو خیال میں نہ لا۔ اس کے خزانے میں ان چیزوں کی بڑی فراوانی اور ارزانی ہے۔ اللہ تعالیٰ بندے سے عبودیت و شکستگی اور عجز و نیاز کا طلب گار ہے۔ اور اس متاعِ عزیز کا خریدار ہے۔

بہوش باش کہ ہنگامِ باد استغنا
ہزار خرمنِ طاعت بہ نیم جو نہ خرند

حدیث قدسی۔ انین المذنبین احب الی من تسبیح المقربین۔ یعنی گنہگاروں کا رونا اور گڑگڑانا میرے نزدیک مقرب لوگوں کی تسبیح سے بہت عزیز و پسندیدہ ہے۔

[illegible]

مشو اے عاصی بیچارہ نومید
کہ چوں پیدا شود اشراق خورشید
گر قند بہ قصر پادشاہی
ہم قند نیز بر کنج گدائی
کسے کو برہنہ است امروز در راہ
بروئے تا بد ایں خورشید درگاہ
چہ کار مخلصاں آمد خطرناک
گنہگاراں بر آمد ایں گوئے چالاک

شہ نہ بہد مرد خود بیں بادشدر
زمیں المذنبیں بہیہ خدر
دریں رہ نیست خود بینی فجستہ
تن اغر و ے بہیہ شکستہ

ترجمہ۔ ے مسکین گنہگار تو مایوں نہ ہو۔ کہ جب آفتاب کی روشنی ظاہر ہوتی ہے۔ تو جس طرح وہ شاہی محل پر پڑتی ہے۔ سی طرح فقیر کی جھونپڑی پر بھی پڑتی ہے۔ آج گر کوئی شخص زندگی کی رہ میں مفلس وقلاش ور برہنہ تن بھی ہے۔ تو اللہ کی بارگاہ کا یہ آفتاب س پر بھی چمکتا ہے جس روز مخلصوں کا کام بھی دشوار ہو جائے گا۔ تو میدان حشر میں گنہگار سب پر سبقت لے جائیں گے۔ خود پسند نسان بادشاہ کی بارگاہ کے لائق نہیں۔ اسی طرح رب العالمین کی بارگاہ میں بھی گنہگاروں کی آہ و زاری درکار ہے۔ س راستے میں خود پسندی موزوں نہیں۔ یہاں تن ناتواں ور دل شکستہ کی ضرورت ہے۔

آدم علیہ السلام کے آگے فرشتوں کا سجدہ بظاہر گرچہ شرک کی یک ناگوار شکل تھی۔ ور ملائکہ جیسے علم وطاعت کے پیکروں کے لئے بظاہر سخت کڑوی ور تلخ دوا کی طرح تھی۔ لیکن چونکہ کبر ور نانیت کے مرض کے لئے یہ تریاق کی مانند مفید ثابت ہوتی تھی۔ اس لئے اس حکیم زلی کے فرمان کو پہچان کر دانا ور دور ندیش ملائکہ نے وسیلے ور دولت کی اس تلخ ور ناگوار دوا کو آنکھیں موند کر ور دل کڑا کر کے پی لیا۔ ور کبرو نانیت کے اس مہلک مرض سے نجات پالی۔

گیرم کہ ہزر مصحف ز بروری
آں رچہ کنی کہ نفس کافر وری
سر ربہ زمیں چہ می نہی بہر نماز
آں رپہ زمیں بنہ کہ در سروری

ترجمہ۔ عرض کیا کہ یہ مقدس کتابیں تیری بغل میں ہیں۔ لیکن تیرا نفس جو کافر ہے ان کتابوں کو کیا کرے گا۔ تو ان سر کو نماز کے لئے زمین پر کیا رکھتا ہے۔ اس چیز کو زمین پر رکھ جسے تو اپنے سر میں رکھتا ہے۔

شیطان جب آدم علیہ السلام کے سجدہ نہ کرنے سے عتیق ہوا تو اس نے آدم علیہ السلام اور اس کی اولاد کی دشمنی اور گمراہی کا بیڑا اٹھایا۔ قال فبعزتک لاغوینھم اجمعین۔ ترجمہ۔ شیطان نے کہا کہ تیری عزت اور جلال کی قسم! میں آدم اور اس کی ساری نسل کو گمراہ کروں گا۔ چنانچہ پہلے پہل آدم علیہ السلام کو بہشت میں خودی کے شجرۂ تخلد کی طرف راغب کیا۔ جس سے ان میں خودی اور نفسانیت پیدا ہوئی اور اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ بہشت کے اندر پہلے پہل جب آدم علیہ السلام کا بت تیار ہونے لگا تو فرشتوں نے سوال کیا کہ اے اللہ! یہ تو کیا چیز بنا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ میں اپنا ایک خلیفہ بنا رہا ہوں۔ تو شیطان کو رشک اور حسد کی آگ لگ گئی۔ کہ خلافت کا حقدار میں ہوں۔ یہ کہاں سے خلیفہ بنایا جا رہا ہے۔ چنانچہ آدم کے قریب آ کر شیطان اسے دیکھنے لگا۔ اور جب اس کی عجیب و غریب خلقت اور اس کی آئندہ شان اور عظمت کو معلوم کیا تو جاتے وقت حسد اور نفسانیت کی وجہ سے اس کی لاش پر تھوک دیا۔ اور خودی و نفسانیت کی وہ شیطانی تھوک آدم کے مقام ناف پر جا پڑی۔ جس نے آدم کے وجود میں نفس کی بنیاد ڈال دی۔ اور یہاں سے آدم اور اس کی نسل کے ساتھ شیطان کا ایک رشتہ اور رابطہ قائم ہو گیا۔ اور گمراہی کا بیج اور تخم وجود آدم میں بویا گیا۔ پھر ایک دن بہشت کے اندر آدم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا عرش معلیٰ منکشف ہو گیا۔ اس حالت مکشف میں آدم علیہ السلام کو ساق عرش پر کلمہ طیب

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

لکھا ہوا نظر آیا۔ چنانچہ آدم نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ تیرے نام کے

ساتھ یہ دوسرا نام محمد صلعم لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دوسرا نام محمد صلعم آخر زمان
کا ہے۔ جو تیری نسل میں سے ہوگا اور میرا حبیب ہوگا۔ اور تمام پیغمبروں اور ان کی
امتوں کا پیشوا ۔سردار اور قیامت کے روز سب کا شفیع ہوگا۔ اس موقع پر شیطان نے
آدم علیہ السلام کے وجود کے اندر اپنی اس نفسانیت اور غیریت کی رگ کو بھڑکایا۔ اور
آدم علیہ السلام کے اندر ایسا خیال اور وسوسہ ڈالا۔ کہ عجیب انصاف ہے۔ کہ بیٹے کو
باپ کا شفیع بنایا جا رہا ہے۔ غرض یہاں سے شیطانی حسد، خودی، غیریت اور انانیت
کے رجعہ عنصر وجود آدم میں نمودار ہوئے۔ اور ان کے خمیر سے آدم علیہ السلام کے
اندر نفس کا وجود قائم ہوا۔ جس میں ابلیس ملعون نے اپنا مسکن، مورچہ اور کمین گاہ
بنایا۔ اسی سے آدم کو خودی اور شجرۃ الخلد کا فرضی سبز بہشت دکھا کر شجر ممنوعہ کا پھل
کھلایا اور بہشت بریں سے باہر نکالا۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کا امتحان مطلوب
ہے۔ اس سے شیطان کو روز قیامت تک مہلت دے دی۔ اور بڑا بھاری جرار جنود
ابلیس یعنی شیطانی لشکر اس کے ہمراہ کر دیا۔ اور گمراہی کے قسم قسم کے ہتھیاروں سے
سے مسلح کر دیا۔ جن میں زبردست اور کارگر ہتھیار خودی اور انانیت کا ہے۔ یہی اس
کا اصلی قدیمی فطرتی ہتھیار ہے۔ اور اس کے استعمال میں وہ بڑا ماہر ہے۔ یہی
خودی اور انانیت پہلے اس کی اپنی گمراہی اور لعنت کا موجب بنی۔ اور ہر بنی آدم کے
وجود میں نفس کے مورچے سے یہی زہر میں بجھے ہوئے تیر ہر وقت چلاتا ہے کہ
تیرے برابر اور کوئی نہیں ہے۔ اور بزرگان دین اور پیشوایان دین متین سے بدظن
اور بدگمان کرتا ہے۔ پہلے روز آدم کی نسبت حسد اور خودی و تکبر کے مہلک جراثیم
نے خود اس کا کام تمام کیا۔ اور پھر اسی سم قاتل کو آدم کے وجود میں اپنی تھوک کے
ذریعے ڈال کر اسے محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اعتراض اور غیریت کو خودی کی
شکل میں نمودار کیا۔ اور اسے بہشت قرب سے نکال کر زندان جہاں دنیا میں ڈال دیا۔
اور خودی و انانیت اور حسد کے یہی مہلک جراثیم نسلاً بعد نسل آدم کی اولاد میں چلے

آئے اور نہ رہا بدکار مشرک بے دین حاسد کور چشم قیامت تک اسی موروثی حسد اور انانیت کی وجہ سے پیغمبروں اور اولیاء اللہ سے بدظن اور بدگمان رہتے ہیں۔ چنانچہ آدم علیہ السلام سالہا سال اپنی خطا پر دنیا میں روتے رہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن پھر جب آپ کے اچھے دن آئے تو آپ پر اللہ تعالیٰ کا عرش دوبارہ منکشف ہوا۔ اور ساق عرش پر کلمہ طیب کو مرقوم دیکھ کر آپ کو اللہ تعالیٰ کا فرمان یاد آیا۔ اور اپنی خطا کی معافی کا ایک زریں موقع مل گیا۔ اس وقت آدم علیہ السلام کے وجود میں اللہ تعالیٰ کے قہر اور جلال کی آتش خوف اور اپنی خطا پر ندامت اور گریہ وزاری کے سبب خودی اور انانیت کے جراثیم کچھ تو جل گئے تھے۔ اور کچھ دل سے آنکھوں کی راہ آنسوؤں کی شکل میں بہہ گئے تھے۔ اس وقت آدم علیہ السلام نے خودی اور انانیت کی آتشیں چادر گلے سے اتار کر عجز اور نیاز کا خاکی جامہ پہنا اور زمین نیاز پر سر رکھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض پرداز ہوئے اے اللہ! اپنے اس حبیب کے صدقے جس کا نام مبارک تو نے اپنے اسم مبارک کے ساتھ عرش معلیٰ کے ساق پر مرقوم کیا ہے میری خطا معاف کر دے۔

قولہ تعالیٰ فتلقی آدم من ربہ کلمت فتاب علیہ انہ ہو التواب الرحیم

ترجمہ۔ پس آدم علیہ السلام کو اپنے رب سے چند کلمات کی تلقین حاصل ہوئی۔ جن کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ تحقیق وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کی خودی کی پرکھ کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اس طرح محک ثابت ہوا۔ جس طرح تمام ملائکہ کی خودی کا آدم علیہ السلام کے آگے سجود اور تعظیم و نیاز کے وسیلے سے امتحان ہوا تھا۔ اور جملہ اولیاء اللہ کی خودی کا امتحان حضرت سید الاولیاء قطب ربانی غوث صمدانی حضرت سید محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے فرمان حق ترجمان قدمی ہذہ

علی رقبۃ کل ولی اللہ کے آگے سرنیاز و تسلیم جھکانے سے بچ گیا۔ کیونکہ خودی اور خد

ہرگز یکجا نہیں ہو سکتے۔ انسان کے وجود میں شیطان کے مختلف مورچے اور کمین

گاہیں ہیں۔ چنانچہ نفس امارہ اور خودی کا مسکن مقام ناف میں ہے۔ اور دوسرا

مورچہ دل کے بائیں طرف خناس کا ہے۔ جو کہ شیطان کا معنوی خبیث طفل ہے۔

چنانچہ کبر و انانیت کا زہر شیطان اپنے فرزند عین یعنی خناس کے ذریعے انسان کے

دل میں ڈالتا ہے۔ خناس عین کی بنیاد بھی من یعنی میں کی منی اور تاثیر منہ خودی اور

انانیت کے خبیث نطفے سے پڑی ہے۔ اس کی مثال شکل ہاتھی کی سی ہے۔ اور مچھر

کی طرح اپنی زہریلی خرطوم اور کبر و انانیت کا سے یا تخت بخار چڑھ جاتا ہے۔ کہ

فرعون بے عون کی طرح کوس انا ربکم الاعلی بجانے لگ جاتا ہے۔ اور اولیاء اور

بزرگان دین کیا بلکہ انبیاء اور مرسلین کی بھی حقیقت نہیں سمجھتا۔ غرض یہ سفاک ازلی

دشمن انسان کو کبر اور میں کی چھری سے ذبح کرتا ہے۔

بکری کرے میں میں گلے چھری پھروے

مینا کرے میں نہ میں نہ سب کے من کو بھاوے

حدیث من مدح لاخیہ لمسلم فی وجھہ فکانما ذبحہ بلا

سکین

ترجمہ۔ جس شخص نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی اس کے منہ پر تعریف کی گویا اس

نے اسے چھری کے بغیر ذبح کر ڈالا۔ سو کبر و انانیت شیطان کا ایک کاری داؤ پیچ

ہے کہ اس سے بغیر مرشد کے وسیلے کے بچنا محال ہے۔ اور اس مہلک مرض کے لیے

بھی وسیلہ اولیاء تریاق کبر اور اکسیر اعظم ثابت ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ

ہر چیز حد اعتدال پر محمود اور مفید ہوتی ہے۔ افراط اور تفریط کی صورت میں درست

نہیں ہے۔ تواضع اور نیاز اگرچہ اچھی چیز ہے لیکن اس کی بھی حد ہونی چاہیے۔ یہ

نہیں چاہیے کہ پیغمبر کی تعظیم و تکریم خدا سے بڑھ کر کی جائے۔ اور اولیاء کو نبی سے بڑھ

دیا جائے۔ والدین اور استادوں کی تعظیم کی اپنی حد ہے۔ مرشد اور ولی کا اپنا مخصوص مقام ہے۔ اور اس مقام اور مرتبے کے موافق اس کی تعظیم لازمی ہے۔ اور نبی اور رسول کا مرتبہ اگرچہ تمام مخلوق خدا سے بڑھ کر ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے ہرگز نہیں بڑھانا چاہیے۔ اور جو تعظیم و تکریم یعنی سجدہ بغرض اظہار عبودیت اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لئے مخصوص ہے اس میں کسی بشر کو شریک نہیں کرنا چاہیے۔

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

اور ہر جگہ بے وجہ اور بے محل تواضع اور انکسار کو خواہ مخواہ اپنا شیوہ اور خو بنا لینا انسان کو اپنی اور غیر کی نظروں میں ذلیل کر دیتا ہے۔ اور خود اعتمادی اور خودداری کے مفید جذبے کو بھی فنا کر دیتا ہے۔ اور انسان کو پست ہمت اور بے غیرت بنا دیتا ہے۔

تواضع گرچہ محمود است و فضل بیکراں دارد
نباید کرد بیش از حد کہ ہیبت را زیاں دارد

تواضع اگرچہ پسندیدہ ہے۔ اور اس میں بے شمار فضیلتیں ہیں۔ لیکن حد سے زیادہ تجاوز نہیں کرنی چاہیے۔ ورنہ اس سے انسان کا وقار جاتا رہتا ہے۔

سوائے ازیں اور تواضع دو قسم کی ہے۔ ایک محمود، دوم مذموم۔ چنانچہ کسی بے دین دنیادار، مالدار دنیوی حاکم، فاسق، فاجر حاکم کی دنیوی طمع اور جلب منفعت کے لئے تعظیم و تکریم ناجائز اور ناروا بلکہ حرام مطلق ہے۔ حدیث میں آیا ہے من تکرم غنیا لغنائه فقد ذهب ثلثا دینه یعنی جس شخص نے کسی دنیادار کی محض دنیا کی خاطر عزت اور تعظیم کی اس کا دو تہائی دین جاتا رہا کتنی بڑی تہدید ہے۔ اہل سلف صالحین اس بارے میں بڑی احتیاط برتتے تھے اور کسی دنیادار کی عزت و تکریم کرنا بڑا بھاری گناہ سمجھتے تھے۔ بلکہ دنیاداروں اور اغنیاء و ملوک کے ساتھ سخت بے اعتنائی اور بے پروائی سے پیش آتے تھے۔ چنانچہ آیا ہے کہ التکبر مع المتکبرین عبادة یعنی متکبر اور مغرور لوگوں کے ساتھ تکبر کرنا اور خودداری سے پیش آنا ہی عبادت ہے اور محض اللہ

تعالٰی کی رضامندی ورخوشنودی کے لیے و لدین یا پنے سے بڑی عمر و لے خویش یا

رشتہ د ر سے تو ضع ور نیاز سے پیش آنا یا ستاد یا کسی بزرگ نیک صالح یا کسی شریف

النسب سید قریشی، بزرگ ز دہ یا پیر و مرشد کی عزت اور توقیر کرنا ور ن کے آگے

تو ضع ور نیاز سے پیش آنا محمود ور مبارک فعل ہے ور اللہ تعالٰی کے مسکین ور نادار

بندے کی اہانت ور تحقیر محض س کی ناد ری ور فلاس کی وجہ سے نسان کو اللہ تعالٰی

کی نظر سے گر دیتا ہے۔ ور س کا مغضوب ور مقہور بنا دیتا ہے۔ اس کی مثالیں

قرآن کریم ور احادیث نبوی کے ندر بے شمار موجود ہیں۔ ور سلف صالحین ور

بزرگان دین کی کتابیں س قسم کے و قعات سے بھری پڑی ہیں۔ مقام عبرت ہے

کہ حضرت محمد مصطفٰے صلعم اللہ تعالٰی کے حبیب ہیں۔ لیکن دو مقام پر اللہ تعالٰی نے

آپ سے بھی ناراضگی کا ظہار فرمایا ہے۔ ور قرآن کریم میں یسے و قعات کا ذکر آیا

ہے۔ یک و قعہ تو وہ ہے کہ حضرت سرور کائنات صلعم یک دن شر ف ور رؤسا

قریش کو دین سلام کی باتیں سنا رہے تھے۔ کہ یک شخص نابینا صحابی عبداللہ بن مکتوم

س مجلس میں آ گئے۔ ور بسبب نظر نہ ہونے کے آنحضرت صلعم کو تہا خیال کیا۔ ور

آپ کی بات کاٹ کر کچھ دین کی بات پوچھنے لگے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کو یہ نا گو ر

گذر ۔ ور حضرت عبداللہ کی بات کا کچھ جو ب نہ دیا ور منہ پھیر لیا۔ حضرت عبداللہ

مجلس سے نا میدو ملول ہو کر چلے گئے۔ جس پر جبریل بارگاہ یزدی سے یہ آیتیں

لے کر آ گئے۔

عبس و تولی ان جآءہ الاعمی وما یدریک لعلہ یزکی او یذکر

فتنفعہ الذکری، اما من استغنی، فانت لہ تصدی وما علیک الا

یزکی و اما من جآءک یسعی و ھو یخشی فانت عنہ تلہی کلا انھا

تذکرہ

ترجمہ۔ محمد صلعم نے تیوری چڑھالی ور منہ پھیر لیا۔ جب کہ ن کے پاس یک

ن د ر ن بین مسلم ن آی۔ ور ے میرے نبی! تجھے کی خبر تھی ش ید س ن د ر ندھے کی
صلاح ہو ج تی ور سے ہد یت نصیب ہوتی ی نصیحت ح صل کرت ۔ ور س نصیحت
سے سے ف ئدہ پہنچت ۔ لیکن جو شخص غنی ور بے پرو ہ ہے س کی طرف تو آپؐ خوب
متوجہ ہوتے ہیں۔ ح ل نکہ آپ کی نصیحت ور توجہ ن شقی ء غنی ء کو کچھ ف ئدہ نہیں
پہنچ تی۔ ور تیرے ذمہ کوئی ب ت نہیں ہے کہ کوئی ہد یت پر نہ آئے۔ لیکن جو شخص
(عبداللہؓ) تیرے پ س دوڑ کر آت ہے، در نح لیکہ وہ خد سے ڈرت ہے تو تو س سے
عر ض ور بے پرو ئی کرت ہے۔ جب یہ آیتیں آنحضرت صلعم پر تریں تو آپ ک
رنگ مب رک فق ہو گی ۔ ور آپؐ فور ً مجلس سے ٹھ کر حضرت عبداللہؓ کے پیچھے چلے
گئے۔ ور سے بغل میں پکڑ کر و پس مسجد نبویؐ میں لے آئے۔ ور ن کے لئے پنی
چ در مب رک بچھ کر نہیں عزت و حتر م کے س تھ بٹھ دی ۔ ور ن کی بڑی دلجوئی و
دلد ری فرم ئی۔ ور ہمیشہ ن کی عزت کی کرتے تھے۔ ور دو ب ر نہیں پنے پیچھے
مدینے ک خلیفہ ن ئب ور ح کم مقرر کر کے آپؐ سفر پر تشریف لے گئے تھے۔ آپؐ
فرم تے ہیں کہ جب جبر ئیل علیہ سل م مذکورہ ب لا آیتیں سن نے لگے تو میرے دل
پر اللہ تع لیٰ کے جلال کی بڑی ہیبت چھ گئی۔ ور میر دل خ ئف ور لرز ں رہ ۔ حتیٰ
کہ آیت کلا نہ تذکرۃ سنی ور دل کو سکون ح صل ہو ۔ ور آیت مذکور کے یہ معنی
ہیں کہ یہ قرآن تو ہر کہ ومہ کے لئے ع م اللہ تع لیٰ کی دعوت پند و نصیحت ہے ور س
میں کسی کے لئے خصوصیت ور متی ز نہیں ہے۔

یک دوسر و قعہ بھی سی قسم ک قرآن کریم میں مذکور ہے۔ ور وہ یہ ہے کہ مفلس ور
ن د ر صح ب کی یک چھی خ صی جم عت جنہیں صح ب صفہ کہتے تھے آنحضرت
صلعم کے پ س موجود تھی۔ یہ لوگ وطن ور گھر ب ر چھوڑ کر سلام لا ہی سکتے۔ ور سب
سلوک کے لئے آنحضرت صلعم کے پ س جمع ہو گئے۔ چونکہ ن کو رہ ئش ور سکونت
کے لئے کوئی مک ن میسر نہ تھ ۔ س لئے نہوں نے پنی رہ ئش کے لئے مٹی ک وسیع

چبوترہ بنا رکھا ہے چونکہ عربی زبان میں اس قسم کے چبوترے کو صفہ کہتے ہیں۔ اس
سے ان کا نام اصحاب صفہ پڑ گیا تھا۔ بعض بزرگان دین کا قول ہے کہ لفظ صوفی اسی
سے نکلا ہے۔ غرض یہ لوگ پورے تارک دنیا اور متوکل علی اللہ تھے۔ متاع دنیا میں
سے ان کے پاس کچھ نہیں تھا۔ بمشکل ستر عورت کے لئے ایک چادر یا گودڑی ہر ایک
کے پاس ہوتی تھی اور قوت لایموت پر ان کا گذر اوقات تھا۔ دن رات یاد الٰہی اور
دید ار محمدی صلعم اور آپ کی صحبت اور توجہ ان کی غذا تھی۔ آنحضرت صلعم جس وقت
ان کے درمیان تشریف لاتے تو یہ لوگ پروانوں کی طرح آپ کی شمع جمال پر گرد ا گرد
آپؐ کے ارد گرد جمع ہو جاتے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ دنیا داروں اور زرداروں کو ہمیشہ
فقراء اور ناداروں سے نفرت رہا کرتی ہے۔ اور ان کے ساتھ بیٹھنے میں اپنی ہتک
اور توہین خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ صنادید اور رؤسا قریش جب آنحضرت صلعم سے
ملنے آتے۔ اور آپ کو ژولیدہ موے اور گرد آلود درویشوں کے مجمع میں بیٹھا دیکھتے
تو ان کو ان کے ساتھ اکٹھا بیٹھنے میں عار اور شرم محسوس ہوتی۔ ایک دن ان رؤساء اور
امراء نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ ہم جب کبھی آتے ہیں تو آپ کو ان میلے کچیلے
اور ننگے ملنگوں میں گھرا ہوا پاتے ہیں۔ ہم آپؐ کے پاس آپ کی باتیں سننے کے
لئے جب کبھی آیا کریں۔ تو آپؐ ان سے اٹھ کر ہمارے ساتھ ایک الگ جگہ میں
بیٹھا کریں جہاں ان لوگوں کو آنے کی اجازت نہ ہو۔ یا کم از کم ان سے منہ پھیر کر
ہماری طرف متوجہ ہو جایا کریں۔ چونکہ آپؐ دین اور دعوت کے معاملے میں حریص
واقع ہوئے تھے۔ اس لئے آپؐ اس معاملے میں کوئی تجویز کرنے لگے تو اتنے میں
جبرئیل علیہ السلام یہ آیتیں لے کر آئے۔ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم
بالغدوۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عیناک عنھم ترید زینۃ الحیوۃ الدنیا ولا تطع من
اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھوٰہ وکان امرہ فرطا۔ اے محمد صلعم اپنے نفس کو ان
درویشوں (اصحاب صفہ) کی ظاہری میل کچیل اور گرد و غبار پر صابر اور قانع رکھ جو

دن رت پنے رب کی یاد میں محو ور مصروف ہیں۔ ور ہر حال میں ں کی رضامندی
وخوشنودی ورقرب ومشاہدہ ن کا مقصود و مدعا ہے ن وگوں سے نظر ور توجہ یک
محہ کے لیے بھی نہ ہٹا۔ گر یسا کیا تو گویا تو نے دنیا کی زیب و زینت کا ردہ کریا۔
ور ضا دیا ور رداس عقل و ہوش کی بات نہ مان جن کے دل میری یاد سے غافل ہیں۔ ور
دنیوی ور نفسانی خواہشیں ن کا مقصود ور مطلوب ہیں۔ گو ظاہری صورت میں ن کی
زندگی کامیاب معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ن کا معاملہ ہیچ در ہیچ ور
تباہ ہے۔ اس حالت کو دیکھ کر سلف صالحین اور بزرگان دین ودنیوی مرء ورؤساء
کی توہین وتحقیر ور خدا کے نیک، فقیر ور نادار بندوں کی تعظیم وتکریم میں بڑی بھاری کوش
کیا کرتے تھے۔ ور دنیا داروں ور زرداروں بلکہ بادشاہوں تک کو یک مکھی ور
جوں کے برابر بھی نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ وہ وگ پنی نیت میں صادق تھے۔ ور اللہ
تعالیٰ کے نام کی رفعت ور بلندی ن کا مقصود تھا۔ ن کی روحانی طاقتیں فلک
الافلاک پر پہنچی ہوئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے بادشاہوں کو ن کا حلقہ بگوش غلام
ور تابعدار بنا دیا تھا۔ کیونکہ س زمانے کے نیک بادشاہوں پر یہ بات ظاہر من
الشمس ہوگئی تھی کہ ن کی بادشاہی اور سلطنت کا قیام ور قوام ن قدسی نژاد ہستیوں
کے پاک دم سے ہے۔ لہذا س زمانے کے بادشاہ درویشوں کے درباروں میں
سائل ور گداگروں کی حیثیت سے جایا کرتے تھے۔ ور ان کے وسیلے ور دعا کے
طفیل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے پنی مشکلات حل کرتے تھے۔ تاریخ کی کتابیں یسے
واقعات سے بھری ہوئی ہیں۔ چنانچہ ہم ن میں سے چند یک مختصر واقعات ہدیہ
ناظرین کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ حضرت میاں میر صاحب یک دن پنے درویشوں کے ساتھ پنے
تکیے ور حجرے کی چھت پر صبح کے وقت رونق افروز تھے۔ س وقت آپ یک
درویش کی ران پر سر مبارک رکھ کر آرام فرما رہے تھے۔ ور باقی درویش پنی

گودڑیوں میں سے جوئیں نکالنے میں مصروف تھے کہ تتے میں آپ کے یک درویش نے شہنشاہ ہندوستان یعنی شاہجہان بادشاہ کو مع ن کے بڑے فرزند در شکوہ کے حضرت میاں میر صاحب کی زیارت کے لیے آتے دیکھا تو ہنس دیا۔ آپ نے س درویش سے ہنسی ور خوشی کی وجہ پوچھی تو س نے عرض کیا۔ کہ جناب بادشاہ شاہجہان ور در شکوہ آپ کی زیارت کے لیے آ رہے ہیں۔ س پر آپ نے فرمایا کہ رے نادان! میں تو یہ سمجھا کہ تجھے پنی گودڑی میں کوئی بڑی موٹی جوں مل گئی ہے۔ جس سے تو خوش ہو رہا ہے۔ بے وقوف تو بادشاہ کے آنے سے دانت دکھا رہا ہے۔ غرض ن لوگوں کی نظروں میں بادشاہ دنیا کی حقیقت جوں ور پسو سے بھی کم تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نام کی ہیبت ور حشمت ور عزت و عظمت ان کے وجود مسعود میں س قدر تھی کہ بادشاہ ن کے رعب وجلال سے تھر تھر کانپتے تھے ور ن کی کفش برداری کو پنی سعادت ور فخر سمجھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت میاں میر صاحب کی قدم بوسی سے فارغ ہو کر جب شاہجہان ور در شکوہ یک طرف کونے میں مسکینوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ تو حضرت میاں میر صاحب س وقت ا پچی خورد منہ میں چبا رہے تھے۔ ور س کا فضلہ پنے منہ سے نکال کر رکھتے جاتے تھے ور شاہجہان بادشاہ سے بطور تبرک پنی شاہی چادر کے یک کونے میں ہیروں ور جواہرات سے زیادہ قیمتی سمجھ کر جمع کرتے جاتے تھے۔

قدم بروں منہ از سرائے درویشی
کہ بار غم بود بوریائے درویشی
گر ز سیل حوادث جہاں شود ویراں
خلل پذیر نگردد بنائے درویشی
زباں دراز کنی تیغ و سناں بود چنداں
کہ از نیام نیاید عصائے درویشی

بکار ہر کہ فتد عقدۂ دریں عالم
شود کشادہ ز دست دعائے درویشی

بہشت گرچہ مقامات دلنشیں دارد
نمے رسد بمقام رضائے درویشی

گدائے فقر بہر کس نمے کند قبول
وگرنہ نیست سرے ہوائے درویشی

دو عالم ز نظرش چوں دو قطرہ شبنم فتد
بدیدہ ہر کہ کشد توتیائے درویشی

نشد چوں مرکز زیں حلقہ پیداں صاحب
کہ دل بپوید در آرزوئے درویشی

کتاب تذکرۃ الاولیاء میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک رات خلیفہ ہارون الرشید نے فضل برمکی سے کہا کہ آج ہمیں کسی مرد خدا کے پاس لے چلو۔ کیونکہ اس دنیوی طمطراق اور سلطنت کی سردردی سے دل بیزار ہو گیا ہے۔ شاید قلب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ سکون اور اطمینان حاصل ہو۔ فضل انہیں سفیان عیینہ کے دروازے پر لے گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو سفیان نے پوچھا کون ہے۔ کہا امیر المومنین دروازے پر تشریف لائے ہیں۔ سفیان نے کہا مجھے کیوں نہ پہلے اطلاع دی۔ کہ میں خود حاضر ہو جاتا۔ جب ہارون الرشید نے یہ سنا تو کہا یہ وہ مرد نہیں ہے جسے میں طلب کرتا ہوں۔ سفیان نے یہ سن کر کہا کہ اگر مرد خدا کی طلب ہے تو انہیں فضیل بن عیاضؒ کے پاس لے چلو۔ چنانچہ ہر دو وہاں سے شیخ فضیل بن عیاضؒ کی کٹیا پر گئے۔ شیخ صاحب اس وقت یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلھم کالذین آمنوا۔ ہارون نے کہا۔ کہ اگر میں پند چاہتا تو یہ آیت میرے لیے کافی تھی۔ اس آیت کے معنی ہیں۔ جن لوگوں نے بدکاری اپنا شیوہ بنایا

ہے۔ کیا نہوں نے سمجھ رکھا ہے کہ ہم نہیں نیکوکار مومنوں کے برابر کردیں گے۔ س
آیت نے ہرون کے دل پر تازیانہ عبرت کا کام کیا۔ پھر دروزے پر دستک دی تو
شیخ صاحب نے پوچھا کون ہے۔ کہا امیر لمومنین! جواب دیا۔ میر مومنین کا
میرے پس کیا کام ور مجھے س سے کیا مطلب؟ مجھے پنے کام سے نہ نکالو۔ ور میر
وقت ضائع نہ کرو۔ س پر فضل برمکی نے کہا ور اصرار کیا کہ جازت سے ندر آئیں
یہ حکم ہے۔ فرمایا۔ جازت نہیں ہے حکم سے آؤ تو تم جانو۔ ہرون ندر آئے تو شیخ
صاحب نے ینا چراغ گل کر دیا تاکہ ہرون کے چہرے پر نظر نہ پڑے۔ ہرون
ندھیرے میں آگے بڑھے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ن کا ہاتھ شیخ صاحب کے
ہاتھ پر جا پڑا۔ تو آپ نے فرمایا لین ھذ لکف ونجا من نار۔ یعنی یہ ہاتھ س
قدر نرم ہے۔ کاش دوزخ کی آگ سے بچ جائے۔ یہ فرما کر نماز کی نیت باندھ لی
ور نماز پڑھنے لگ گئے۔ ہرون رونے لگ گیا۔ ور عرض کی کہ آخر کچھ تو رشاد
فرمایئے۔ شیخ صاحب نے جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ تمہارے دادا نے آنحضرت
صلعم سے کسی علاقے کی مارت طلب کی تھی۔ تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ آپ کو
پنے نفس پر حاکم ور امیر بننے کی تلقین کرتا ہوں۔ یعنی پنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی
طاعت کا مر کرتا رہ، یہ ہزار سال تک خلقت کی مارت ور سلطنت سے تیرے سے
بہتر ہے۔ ن لامارۃ ندامۃ یوم لقیامۃ یعنی میری اور حکومت قیامت کے روز
جملہ حاکموں ور میروں کے حق میں موجب ندامت ور باعث شرمندگی ثابت ہو
گی۔ ہرون نے کہا کہ کچھ مزید رشاد فرمایئے۔ فرمایا۔ جب عمر بن عبدالعزیز تخت
پر بٹھائے گئے۔ تو انہوں نے سالم بن عبداللہ ور رجاء بن حیوۃ ور محمد بن کعب وغیرہ
کو بلا کر کہا کہ میں یک سخت آزمائش ور بڑے متحان کے معاملے میں پنے آپ کو
گھرا ہوا پاتا ہوں۔ مجھے نجات کا کوئی مختصر سا رستہ ور س پر چلنے کی آسان ترین
تدبیر بتاؤ۔ ن میں سے بوڑھے بزرگ نے فرمایا کہ ے امیر مومنین تدبیر یہ ہے

کہ پنی رعیت کے بوڑھوں کو پنے ب پ ور جو نوں کو مثل بھ ییوں کے ور چھوٹوں کو
پنے بچوں کی طرح سمجھو۔ ہ رون ز ر ز ر رونے لگ ور کہ کہ کچھ مزید رشد
فرم یئے۔ فرم ی میں تیرے س خوب صورت چہرہ پر ڈرتا ہوں کہ قی مت کے روز
برے عمل کے سبب بدنم ور خر ب نہ ہو ج ئے۔ کیونکہ بہت س رے امیر وہ ں
سیر ہو ج ئیں گے۔ ہ رون چل چل کر رونے لگ۔ ور پھر عرض کی۔ کہ کچھ مزید رشد
فرم یئے۔ فرم ی۔ خد تع لیٰ سے ڈرو ور روز قی مت کے حس ب کے لیے مستعد ور
تی ر رہو۔ کیونکہ قی مت کے روز حق تع لیٰ تم سے یک یک مسلم ن کی ب ز پرس کرے
گ۔ ور ہر یک ک نص ف طلب کرے گ۔ گر رعیت کو تیری س طویل ور عریض
سلطنت کے ندر یک بوڑھی عورت بھی بھوکی سوئے گی۔ تو کل تیر د من پکڑے
گی۔ ہ رون روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ س پر فضیل برمکی نے عرض کی کہ ے
شیخ بس کرو۔ آپ نے میر مومنین کو م ر ڈ ل ہے۔ شیخ نے فرم ی کہ ے ہ م ن!
خ موش رہ۔ کہ تو نے ور تیرے ہم نو ؤں نے سے ہلاک کی ہے۔ ہ رون ک گریہ
ن لف ظ سے ور زی دہ ہو گی ۔ جد ہ کہ کہ سچ ہے۔ ے فضیل! تو ہ م ن ہے۔ ور
میں فرعون۔ پھر ہ رون نے پوچھ ۔ کہ میں نے سن ہے آپ پر کچھ قرض ہے۔
جو ب دی کہ ہ ں! پنے م لک ک میں بڑ مقروض ہوں۔ گر س قرضے سے میں
زندگی میں سبکدوش نہ ہو تو مجھ پر فسوس ہے۔ ہ رون نے کہ ۔ میں مخلوق کے قرضے
کی ب بت پوچھت ہوں۔ آپ نے جو ب دی ۔ اللہ تع لیٰ ک شکر ہے۔ س کی نعمت ور
دولت میرے پ س بہت ہے۔ ہ رون نے ہز ر دین ر کی تھیلی س منے رکھ کر عرض کی
کہ یہ چیز مجھے بطور میر ث م ں سے ملی ہے۔ یہ حلال طیب ہے۔ گر آپ سے
پنے خر ج ت میں ستعم ل فرم ئیں تو حرج نہ ہو گ ۔ شیخ نے آہ سرد کھینچ کر فرم ی کہ
فسوس میری تم نصیحت ک رت گئی ور تجھ پر کچھ ثر نہ ہو ۔ یہ ں بھی تم نے ظلم شروع
کر دی ہے ور یذ رس نی کرنے لگ گئے ہو۔ میں تجھے نج ت ور مغفرت کی طرف

ادا کرتا ہوں۔ ورنہ میری ہلاکت اور تباہی کے سامان تیار ہو رہے ہیں۔ میں تمہیں کہتا ہوں کہ جو تم رکھتے ہو وہ اپنے حقداروں کو دے دو۔ اور تم پرایا مال ایسے آدمی کو دے رہے ہو جس کے لینے کا وہ کسی طرح حقدار نہیں ہے۔ اے ہارون! کچھ شرم کر! اور خدا سے ڈر۔ یہ کہہ کر شیخ صاحب ہارون کے سامنے سے اٹھے۔ اور دروازہ بند کر دیا۔ ہارون روتے ہوئے روانہ ہوئے اور فضیل برمکی سے کہا۔ کہ مردان خدا اس طرح ہوا کرتے ہیں جس طرح فضیل بن عیاض ہیں۔ بیت جامی

گلیمے زیر و تاجے بالا
نے غم رزق و نے غم کالا
گزکے بوریا و پوستکی
دلکے پر ز درد دوستکی
این قدر بس بود جامی را
عاشق رند لاابالی را

ترجمہ۔ درویش کے لئے احرام کی صورت میں صرف ایک چادر اوپر اور ایک چادر نیچے چاہیے۔ اس کا دل روزی اور کپڑوں کے غم اور فکر سے فارغ ہو۔ بچھونے کے لئے ایک چٹائی یا چمڑے کا ٹکڑا کافی ہے۔ اور اس کا دل دوست کے درد سے پر ہو۔ یعنی خندہ پیشانی اور دل معمور ہو۔ جامی کے لئے اور ہر عاشق رند لاابالی کے لئے دنیا میں اسی قدر سرمایہ اور سروسامان کافی ہے۔

غرض اگلے زمانے کے بزرگان دین اللہ تعالیٰ کے سچے طالب اور صادق سالک ہوا کرتے تھے۔ وہ باطنی دولت اور روحانی ثروت سے مالا مال تھے۔ اس واسطے ان کے دلوں میں نہ دنیا کی محبت اور نہ کچھ قدر و قیمت تھی۔ اور نہ دنیا داروں کی عزت اور حرمت تھی۔ وہ ہر وقت موت کے مطالعہ میں محو تھے۔ دنیا کی زندگی ان کی حقیقت شناس دوربین نظروں میں محض ایک فانی خواب و خیال کی سی معلوم ہوتی تھی۔

آخرت کی د رجاودانی زندہ. ید ر دنیا ت کی آنکھوں میں حقیقی طور پر جلوہ گر تھی۔ خوب کی خیوں ورفانی زندگی کو زندہ. ید رجاودانی زندگی سے کیا نسبت۔ خوب کی بادشاہی یک دمڑی کو بھی مہنگی ہے۔

لذت جہاں چشیدہ باشی ہمہ عمر
با یار خود آرمیدہ باشی ہمہ عمر
چوں آخر وقت زیں جہاں خواہی رفت
خوابے باشد کہ دیدہ باشی ہمہ عمر

یک حکایت مشہور ہے کہ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس یک شہزادہ آیا ور چند شرفیوں کی تھیلیاں نذر گذاریں کہ یا حضرت میں نے دنیا ترک کردی ہے۔ ور میری دنیا کی یہ سب پونجی آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ سے جہاں چاہیں خرچ کریں۔ ور مجھے پنا صاحب بنا کر اللہ تعالیٰ کا رستہ دکھائیں ور س محبوب حقیقی تک پہنچائیں۔ شیخ صاحب نے وہ تھیلیاں س شہزادہ کے سر پر لاد کر یک پنا درویش ساتھ کرکے فرمایا کہ جاؤ سے دریائے دجلہ میں ڈال آؤ۔ جب وہ تھیلیاں دریا میں ڈال کر شیخ صاحب کے پاس واپس آئے ور عرض کیا کہ حضرت وہ شرفیاں ہم دریا میں ڈال آئے ہیں۔ ب مجھے حضور حلقہ رادت میں داخل فرمائیں ور پنی غلامی میں منظور فرمائیں۔ شیخ صاحب نے پنے درویش سے دریافت فرمایا کہ شہزادہ نے شرفیاں س طرح ور کیونکر دریا میں ڈالیں۔ درویش نے عرض کیا کہ جناب شہزادہ یک یک تھیلی کا منہ کھولتا جاتا تھا ور مٹھیاں بھر بھر کر دریا میں ڈالتا جاتا تھا۔ س طرح سب دریا میں ڈال دیں۔ آپ نے شہزادے کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ گر بجائے شرفیوں کے ن تھیلیوں میں گندگی بھری ہوتی تو نہیں کس طرح دریا میں ڈالتے۔ شہزادے نے کہا کہ جناب سب کو تھیلیوں سمیت یکدم دریا میں پھینک دیتا۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ تیرے دل میں بھی تک دنیا کی محبت جاگزیں ہے۔ س

ے تو نہیں چ ہت تھ کہ وہ یک دم تجھ سے جد ہو۔ تو مٹھیں بھر بھر کر س و سطے نہیں

دری میں ڈ لت تھ کہ وہ یک مدت کے سے تیرے پ س ور بھی رہے۔ ور جب وہ تجھ

سے جد ہوتی ج ئے۔ تیر ہ تھ آخری ب ر محبوبہ دنی سے چھوٹت ج ئے۔ تیرے سے یہ

سز مقرر کرت ہوں کہ یک س ل تک بغد د کی گلیوں میں بھیک م نگت پھر۔ چن نچہ شہز دہ

زنبیل نے بغد د میں گد گری کرت رہ ۔ تقریب یک س ل گذر ہو گ کہ شہز دہ یک

روز

[illegible]

خ ن زنبیل نے کرخیؒ کی خدمت میں ح ضر ہو ور عرض کی کہ جن ب آج س ر

بغد د پھر ہوں۔ کسی نے یک ٹکڑ نہیں ڈ ۔ سب یہی کہتے رہے کہ تو بڑ بے حی ور

کم چور ہے۔ ہٹ کٹ موچھ ڈنڈ ہے۔ ک م نہیں کرت ۔ ہر روز درو زے پر آ دھمکت

ہے۔ س رے شہر کو گندہ کر رکھ ہے۔ شیخ ص حب نے فرم ی کہ ب تیر متح ن پور

ہو گی ہے۔ ب تجھے دنی و وں کی بے مروتی بھی معلوم ہو گئی ہے۔ کہ اللہ کے ن م پر

روٹی ک یک ٹکڑ بھی دین گو ر نہیں کرت ۔ ب مید ہے کہ گر تیرے پ س اللہ کے

ن م کی دو ت آ گئی تو س کی قیمت ج نے گ ۔ ور س در ف ن دو ت کو ہرگز کتوں کے

منہ میں نہ ڈ ے گ ۔ س کے بعد شیخ ص حب نے س شہز دہ کو حلقہ ر دت میں

دخل کر ی ۔ ور و صل ن حق میں سے ہو گی ۔ یہ مذکورہ ب چند حک یتیں بطور مشتے نمونہ

زخرو رے بی ن کر دی گئی ہیں۔ س سے ن ظرین ہل یقین بخوبی ند زہ لگ سکتے

ہیں۔ کہ س ری دنی کے ہل سلف صوفی ؤں ور فقیروں نے پنی روح نی س ئنس کی وہ

فوق ع دت کشف کر م ت ور حیرت نگیز کرشمے دنی کو دکھ ئے جنہیں دیکھ کر س

زم نے کے تم م وگ نگشت بدند ں رہ گئے۔ حتیٰ کہ یک گد گر سے ے کر ش ہ ن

جہاں تک ہر کہ و مہ اور خاص و عام ان کے عاشق اور شیدائی ہو گئے۔ اور ہر شخص ان
پر جان و مال تصدق کرنے اور لٹانے کے لئے تیار ہو گیا۔ اور معرفت اور فقر کے
گوہر بے بہا کا دل و جان سے خریدار ہو گیا۔ اگلے زمانے کے فقیر بھی اپنی متاع
عزیز کی قدر و قیمت خوب جانتے تھے۔ اور تمام دنیا کی بادشاہی کے عوض بھی اسے
کسی کے حوالے کرنا سخت گھاٹے اور خسارے کا سودا خیال کرتے تھے۔ اس زمانے
کے سالک فقیر اور معرفت کے اصلی مالک ان لعل و جواہر آبدار کے صراف حقیقی اور
سچے دوکاندار تھے۔ اور اس زمانے کے طالب مرید بھی اپنی طلب میں صادق اور
اس عزیز القدر متاع گرانمایہ کے دل، مال اور جان بلکہ دو جہان کے عوض بھی خریدار
تھے۔ چنانچہ وہ حضرت ابن یمین کے مصداق تھے۔ حضرت ابن یمین نے ان
ابیات میں اگلے زمانے کے سچے فقراء کا صحیح نقشہ پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

ابیات

نان جوین و خرقهٔ پشمین و آب شور
سی پارهٔ کلام و حدیث پیمبری

هم نسخه دو چار ز علمی که نافع است
در دین نه لغو بوعلی و ژاژ عنصری

تاریک کلبه که پی روشنی آن
بیهوده منت نه برد شمع خاوری

با یک دو آشنا که نیرزد به نیم جو
در پیش چشم همت شان ملک سنجری

این آن سعادت است که حسرت برد بر آن
جوینده تخت قیصر و ملک سکندری

ترجمہ۔ درویش اور فقیر کے لئے اس دنیا میں جو کی روکھی سوکھی روٹی، کھارا پانی اور اون اور پشم کا خرقہ اور گودڑی کافی ہے۔ اس سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔ مطالعہ اور پڑھنے کے لئے کلام اللہ کے تیس سیپارے اور حدیث نبویؐ کا شغل بس ہے۔ اور علم دین کے حصول کے لئے بوعلی سینا کی لغویات اور عنصری کی فضولیات سے قطع نظر دو چار مفید نسخے درکار ہیں۔ اور رہنے کے لئے ایک تاریک کوٹھڑی جو سورج کی روشنی سے بھی بے نیاز ہو کافی ہے۔ اور صحبت اور سوسائٹی کے لئے ایک دو ایسے مردان خدا ہوں جن کی بلند ہمت کے سامنے نمروز اور سنجر کا ملک آدھے جو کی قدر و قیمت نہ رکھتا ہو۔ اگر یہ حال کسے حاصل ہو تو وہ سعادت مند ہے کہ جس پر تخت قیصر کے طلب گار اور ملک سکندر کے مشتاق رشک اور حسرت کھائیں تو زیبا ہے۔

جب فقر و درویشی کی یہ رسم ہوئی اور اس میں دین و دنیا کی دوگنی عزت اور

سر و ری ہل خلف یعنی پچھلے زمانے کے وگوں کو نظر آئی تو محض دنیوی حصول اور عز

و جاہ کی خاطر کثر وگ س طرف دوڑ پڑے۔ چونکہ ہل سلف کے صادق سچے

سالک محبوبیت ور معشوقیت کے مجسم پیکر تھے۔ اس لیے ن کے سردری ہر د ، ن

کی گفتار کا ہر لفظ حتیٰ کہ ن کے مخصوص لباس تصوف یعنی صوف خرقے ور گودڑی

کے برتاؤ سے محبوبیت ٹپکتی تھی۔ ور تسبیح عصا ور سجادہ وکلاہ وغیرہ تقدس کے نیبل ور

سائن بورڈ سمجھے جاتے تھے س پچھلے ریاکار، مکار صوفیوں ور جھوٹے فقیروں نے

ن کی تجارت شروع کردی۔ ور ن چیزوں سے بڑ فائدہ ٹھایا۔ ور مرغان سادہ

لوح کو ان دموں میں خوب پھنسایا۔ ور نہیں نوچ نوچ کر کھایا۔ لیکن دروغ کو

ہمیشہ فروغ نہیں ہو کرتا۔ ور جھوٹ ور فریب کا پول آخر کھل جاتا ہے۔ چنانچہ ن

کی عیاریاں ور مکاریاں زمانے پر ظاہر ہوگئیں۔ اور ن کا پردہ چاک ہوگیا۔ ن

کے حول ور فعال کا تعفن ور بدبو عیاں ہوگئی۔

کامل فقیر ور سچے سالک صوفی گر دنیا میں مل جائیں۔ تو ن کی جس قدر عزت

ور تعظیم کی جائے کم ہے۔ ن کی خدمت میں جان و مال قربان کر دینا چاہیے۔ ن

کے قدموں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنایا جائے۔ ان کے حقوق تمام دیگر حقوق پر

مقدم ہیں۔ اور باقی تمام حقوق ان کے حقوق میں داخل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ

ور س کے رسول سے یہ وگ ملانے والے ہیں۔ ور ن کی بارگاہ میں مقبول ور

منظور کرانے والے ہیں۔ سعادت دارین ور گنج کونین کی کنجیاں ن وگوں کے

ہاتھوں میں ہو کرتی ہیں۔ جس شخص پر نگاہ لطف و کرم ڈالتے ہیں۔ سے دین و دنیا

میں مالامال کر دیتے ہیں۔ جس سے وہ تمام ہل حقوق کے حق دا کر دیتے ہیں۔

تمنا درد دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی

نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

نہ پوچھ ن خرقہ پوشوں کی، رادت ہو تو دیکھ ن کو

سلام میں خلافت اورامامت یعنی ملکی ،مذہبی ورروحانی پیشوائی نہایت لازمی ور ضروری چیز ہے۔اورکسی لیڈر،راہبر اور رہنما کے بغیر نہ کوئی دارہ قائم رہ سکتا ہے۔ ورنہ چل سکتا ہے۔ ورنہ اجتماعی زندگی بن سکتی ہے ورنہ کامیاب ہوسکتی ہے۔غرض یک کامل مرد کا وجود زندگی کے ہر شعبے میں مثل مرکز ہوتا ہے۔جس پر اس شعبے کا دائرہ دائر ور رواں ہوتا ہے۔یہ جس طرح چکی محور پر چلتی ہے۔غرض زندگی کے تمام جتماعی کاموں میں راہبر ،رہنما ورپیشوا کا وجود اس طرح ضروری ہے۔جس طرح ریل گاڑی ورموٹر لاری کے لیے انجن ہوتا ہے۔مسلمانوں کو سلام ،یمان ،یقات ورعرفان کے سلک میں منسلک کرنے کے لیے اہل کامل رہنما کا وسیلہ ور واسطہ اس طرح ضروری ہے جس طرح تسبیح کے دانوں کو یک لڑی ور سلک میں منسلک کرنے کے لیے یک تار ورتاگے کا وجود لازمی ہوتا ہے۔واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا میں سی وسیلے ورواسطے کی طرف اشارہ ہے۔یعنی مرد کامل کا وجود بمنزلہ یک رسی کے ہے۔اس کے ساتھ سب کٹھے چمٹ جاؤ۔وراس سے علیحدہ ورمتفرق مت ہوجاؤ۔نماز باجماعت پڑھنے کی اس لیے سخت تاکید ہے۔کہ اس میں یک امام وراس کے مقتدیوں کا امام کے حکم اشاروں پر کام کرنے میں واعتصموا بحبل اللہ جمیعا کا صحیح نقشہ کھینچ جاتا ہے۔قوله تعالیٰ۔وکل شیء احصیناه فی امام مبین۔یعنی ہم نے ہر چیز یک امام مبین کے وجود میں جمع کردی ہے۔قیامت کے روز بھی یہی نقشہ ہوگا۔کہ ہر قوم ،ہر گروہ ورہر امت اپنے یک پیشوا ورامام کے پیچھے چلے گی ورپیش ہوگی۔قوله تعالیٰ۔یوم ندعوا کل اناس بامامهم۔ ترجمہ۔جس دن ہم بلائیں گے ہر فرقہ لوگوں کے سرداروں کے ساتھ۔یعنی اس روز ہر گروہ یک امام کے پیچھے اور ہمراہ آئے گا۔اس لیے اللہ تعالیٰ کے نیک برگزیدہ بندوں کی تعظیم ورتکریم چونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کی جاتی ہے۔اس لیے یہ تعظیم بعینہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہوا کرتی ہے۔جتنا

دنی دروں ورزردروں کی محض دنیوی لالچ ورطمع کی غرض سے تعظیم وتکریم کرنا خد

کے نزدیک مکروہ معیوب ورحرم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی کے دوستوں کی تعظیم وتکریم

میں اللہ تعالی کی عزت وتوقیر مضمر ہے۔ ورد نیو د روں کی اللہ تعالی نے پنے

کلام پاک میں ہر جگہ مذمت فرمائی ہے۔ اور ن کی عزت وتعظیم ور ن کی متابعت

سے پنے رسول کو منع فرمایا ہے۔ حمد ورترمذی ور بن ماجہ نے سہل بن سعد سے یہ

حدیث روایت کی ہے۔

لو كانت الدنيا تعدل عند الله جناح بعوضة وما سقى كافرا منه

شربة ماء

ترجمہ۔ گر دنیا کی قدر وقیمت اللہ تعالی کے نزدیک یک مچھر کے پر کے بر بر بھی

ہوتی۔ تو کافر کو پانی کا یک ٹھنڈ گھونٹ بھی نصیب نہ ہوتا۔ ہل سلف بزرگان دین

خد کی برگزیدہ ہستیوں کی تعظیم وتکریم ور دنیو دروں کی ہانت ورتحقیر میں حد درجہ

مبالغہ ورغلو فرماتے رہے ہیں۔ ور س دستور العمل الحب لله والبغض لله

کو اللہ تعالی کی خوشنودی اور رضامندی کا باعث سمجھتے رہے ہیں۔ لہذ ولیاء اللہ ور

نبیاء اللہ کی تعظیم وتکریم محمود ہے۔ ور دولتمندوں ورغنیاء کی تعظیم مذموم ہے۔ بنی

آدم کے ساتھ شیطان بڑے زبردست داؤ کھیلتا ہے۔ ور جس طرح بن آئے نہیں

خد کی برگزیدہ ہستیوں سے بدظن ور بدگمان کرتا ہے۔ ور ن کی تعظیم کا منکر بنا کر ن

کا دشمن بنا دیتا ہے۔ حتی کہ گر کوئی شخص ن کا نام عزت ور تعظیم سے لینے بھی لگے تو

نہیں سخت چڑ لگتی ہے۔ بزرگان دین کے بغض ورعناد پر شیطان پنے ہم مشرب ور

ہم نو لوگوں کو طرح طرح کے باطل دلائل ورحجتوں سے مضبوط ورقائم رکھتا ہے۔

کبھی کہتا ہے کہ تو موحد ہے ورتوحید اصل کار ہے۔ ور کبھی کہتا ہے اللہ تعالی شہ رگ

سے نزدیک خود سمیع وبصیر ورقریب ومجیب ہے۔ نسانوں کے جیسے وسیلے ور

شفاعت کی کیا ضرورت ہے۔ نبیاء ور ولیاء اللہ بھی ہماری طرح نسان تھے۔ اللہ

تعالیٰ دل ہے۔ سفرش ورو سیلہ عدل کے منفی ہے۔ ورکبھی س کے دل میں یہ
وہم ڈلتا ہے کہ تو اللہ تعالیٰ حقیقی بدشہ کا منے ول ورطرفد رہے۔ ور تیرا یہ
بہر حال بھاری ورو وزن در ہے۔ ور نبیاء و ولیاء کے ماننے والے تو نسانوں کے
پرستار ہیں۔ ور نبیاء ور ولیاء خود کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے
آگے پر کاہ کے برابر بھی وزن نہیں رکھتے۔ غرض س قسم کے باطل خیالات ور فاسد
وہمات سے شیطان پنے ہم جنسوں کی رہ مارتا ہے۔ ور یریدون ان یفرقوا
بین اللہ و رسلہ کے طور پر اللہ تعالیٰ ور س کے رسول کے درمیان تفریق ڈلتا
ہے۔ ور نہیں یک دوسرے کی ضد ور غیر ثابت کر کے راہ رست سے بھٹکاتا ہے
ور کبر و نانیت ور حسد کی شیطانی راہ پر چلاتا ہے۔ ور شرک کا خوف دلا کر نہیں
بسبب کبر و تکبر خود اللہ تعالیٰ کا شریک بناتا ہے۔

بھلا جو لوگ خدا کے دوستوں کو مانتے ور ن کی تعظیم اللہ تعالیٰ کے لیے کرتے
ہیں۔ نہیں اللہ تعالیٰ کے رستے میں رفیق ور راہبر بناتے ور س راہ میں ن کی
تعظیم ور تابعداری کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو ن جھوٹے مدعیوں کی نسبت لاکھ
درجے بہتر مانتے اور جانتے ہیں۔ یک شخص بادشاہ کے مانے ور س کی تعظیم و تکریم
کا محض زبانی طور پر دور سے مدعی ہے۔ ور دوسرا س کی شمع جمال پر پروانہ وار مرتا
ہے س کی طرف بمقتضائے ففروا لی اللہ دوڑتا ہے۔ ور س راہ کے رفیقوں ور
راہبروں کی خدمت کر کے ن سے س راہ میں مدد طلب کرتا ہے۔ یہاں تک کہ س
کے کوچے کی خاک کو آنکھ کا سرمہ بناتا ہے۔ تو بتاؤ کہ پہلے آدمی کے دل میں بادشاہ
کی زیادہ عزت و عظمت ور توقیر ہے یا دوسرے کے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی نادیدہ تعظیم
و تکریم یعنی عبادت میں ن کے نفس کی سرکوبی ور تذلیل نہیں ہوتی۔ س لیے وہ بے
جاتے ہیں۔ ور س پر تراتے ور نفس و شیطان کو فربہ بناتے ہیں۔ لیکن گر س کی
مقدس ذات بھی کسی مرئی صورت میں جلوہ گر ہو ور ن کے سامنے آجائے۔ تو یہ لوگ

فوراً انکار کرنے لگ جائیں گے۔

يوم يكشف عن ساق و يدعون الى السجود فلا يستطيعون خاشعة ابصارهم

ترجمہ۔ جس دن اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی ظاہر فرمائیں گے اور ان لوگوں کو سجدہ کے لئے کہا جائے گا تو یہ لوگ سجدہ نہیں کر سکیں گے۔ اور ان کی آنکھیں شک و شبہ کے خوف سے خیرہ رہ جائیں گی۔ مختصر یہ کہ مرشد کے وسیلے کے بغیر نفس کی انانیت اور فرعونیت ہرگز دور نہیں ہو سکتی اور نفس نہیں مرتا۔

نفس نتوان کشت الا ظل پیر
دامن آن نفس کش را سخت گیر
کیمیا پیدا کن از مشت گلے
بوسہ زن بر آستان کاملے
گر تو سنگ خارہ مرمر شوی
چون بصاحب دل رسی گوہر شوی
یک زمانہ صحبتے با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ترجمہ۔ پیر کی مہربانی کے سوا نفس کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ اس نفس کو مارنے والے کا دامن مضبوطی سے پکڑ۔ اپنی مٹھی بھر مٹی یعنی جسم سے کیمیا بنا۔ اور اس کے لئے کسی کامل کی چوکھٹ کو بوسہ دے۔ اگر تو سنگ خارا یا سنگ مرمر کی طرح ناقص ہو جائے تو جب کسی صاحب دل کے پاس پہنچے گا تو گوہر بن جائے گا۔ کسی ولی اللہ کی ایک لحظہ کی صحبت سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔

طالب کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مرشد راہبر کا دامن ضرور پکڑے۔ کیونکہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔ جو لوگ محض زبانی اقرار کو سب کچھ سمجھتے ہوئے اپنی

کورچشمی پر صابر ہیں۔ اور چمگادڑ کی طرح تاریکی میں مگن اور خوش ہیں۔ وہ آفتاب عالمتاب کی نہیں ضرورت نہیں ہے۔ وہ مجبور اور معذور ہیں۔ کیونکہ ان کے دل پردے کی ظلمت میں محصور اور غفلت کے غلاف میں مستور ہیں۔ مرشد کے وسیلہ کے بغیر اس راہ میں چلنا محال ہے۔

قولہ تعالی یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ و جاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون

ترجمہ۔ اے لوگو جو ایمان لے آئے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ پکڑ کر اس کی راہ میں سعی اور کوشش کرو۔ شاید تم چھٹکارا پاؤ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وسیلے سے مراد نیک عمل ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا خطاب ایماندروں سے ہے۔ کہ تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرو۔ اور اس کی راہ میں مجاہدہ اور ریاضت کرو۔ لیکن اس کے علاوہ اس کی طرف وسیلہ پکڑو۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ وسیلہ ایمان، پرہیز گاری اور مجاہدے کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔ جس کا خاص طور پر اللہ تعالیٰ امر فرماتے ہیں۔ اور اسے ایمان اور تقویٰ وغیرہ پر عطف کرتے ہیں۔ سو یہاں صاف طور پر معلوم ہے۔ کہ یہاں وسیلہ سے مراد نہ ایمان، نہ علم اور نہ نیکی و تقویٰ ہے۔ بلکہ اس سے مراد مرشد اور شیخ کامل رفیق، رہبر اور مولی ہے۔ سو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کا امر فرمایا ہے۔ اول ایمان لانا دوم تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرنا۔ سوم وسیلہ پکڑنا، چہارم مجاہدہ کرنا۔ سو وسیلہ پکڑنے کے بعد اس سے مجاہدے اور ریاضت کا امر ہے۔ کہ بعض لوگ محض جیسے، وسیلے اور شفاعت کے پندار اور گھمنڈ میں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر عمل کرنے سے رہ جاتے ہیں۔ اور محض مرشد پکڑنے یا کسی مذہبی پیشوا کی شفاعت کو اپنی نجات کا سرٹیفکیٹ اور پروانہ سمجھ کر خود عمل نہیں کرتے۔ جیسے کہ عیسائیوں نے کفارے کا مسئلہ گھڑ رکھا ہے۔ اور شیعہ لوگ محرم کے دنوں میں صرف تعزیہ نکالنے اور اس روز ماتم کے محافل میں شامل ہونے اور رونے دھونے کو

موجب نجات بدی خیال کرتے ہیں۔ لیکن بغیر وسیلہ علم، عمل، تقوی ورمجاہدہ کے
خشک خرمن کو شیطان کبرو نانیت کی یک چنگاری سے جل کر خاکستر کر دیتا ہے جیسے
کہ س کے پنے خرمن علم وعمل کا حشر ہو۔ ور بغیر علم وعمل ومجاہدہ خود وسیلے پر عتماد
کر بیٹھا گمر ہی کے گڑھے میں گر دیتا ہے۔ سو رہ سلیم ور صر ط مستقیم ن ہر دو کے بیچ
میں سے بال سے باریک ور تلو ر سے تیز پل صر ط کی طرح ہے۔ ور متحان کا پردہ
ور آزمائش کی سخت تاریکی س پر چھائی ہوئی ہے۔ سو یہ صر ط مستقیم یاک نعبد کی
کوشش ور یاک نستعین کی کشش کے درمیان ہے۔ ور یہ ر زعوم تو یہ خواص
سے بھی پنہاں ہے۔ یاک نعبد و یاک نستعین اہدنا صر ط مستقیم خود یاک
نعبد پر عمل کرنے و لا شیطان کی مغضوب ور مقہور ہو جاتا ہے۔ ور خود یاک
نستعین کے گھمنڈ ور پندار میں بزرگوں کے آستانوں پر آتی پاتی مار کر دھرنا لگا بیٹھا
گمر ہی کے گڑھے میں گر دیتا ہے۔ س سے اللہ تعالی کے برگزیدہ ور مقبول لوگوں
کا رستہ جن پر اللہ تعالی نے نعام کیا ہے۔ سو نہ مغضوبوں کا رستہ ہے ور نہ گمر ہوں
کا۔ صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا
الضالین۔ ن لوگوں کی رفاقت ور متابعت اصل صر ط مستقیم ور نجات کا رستہ
ہے۔ ور وہ لوگ یہ ہیں۔ جن کا ذکر للہ تعالی فرماتے ہیں۔

فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین و الصدیقین
والشہداء والصالحین و حسن اولئک رفیقا

ترجمہ۔ وہ لوگ جن پر اللہ تعالی نے نعام کیا ہے وہ نبیا علیہم سلام کا گروہ،
صدیقین کا فرقہ، شہیدوں کا لشکر ور صالحین کا ٹولہ ہے۔ ور رفاقت ور رہبری کے
لیے یہ بہت عمدہ ور چھے لوگ ہیں۔ سو اللہ تعالی کی بارگاہ قدس میں پرو ز کے لیے
سالک کو یاک نعبد و یاک نستعین کے ہر دو بال و پر لازمی ور ضروری ہیں۔

افمن یمشی مکبا علی وجہہ اہدی امن یمشی سویا علی صراط

قاعدے کی بات یہ ہے کہ جو پرندہ ایک پر سے اڑتا ہے۔ وہ سرنگوں ہو کر تھوڑا سا اڑتا ہے۔ اور جلد ہی گر جاتا ہے۔ اور دو پروں والا پرندہ سیدھا اڑ جاتا ہے۔

ایں زہد فروشاں ز خدا بے خبر اند
ایں دست و دامن آب کشاں پاک برند
ز مردم قدوہ مدد جوے کہ ایں قوم
با بے پر و بالی پر و بال دگر اند

جس قدر طالب مولیٰ کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مرشد کامل کی ضرورت ہے۔ اس سے کہیں زیادہ اسے جانچ پڑتال اور حق و باطل اور کامل و ناقص کے درمیان تمیز کی ضرورت ہے۔ کیونکہ گندم نما جو فروش آدم صورت دیو سیرت، جھوٹے اور ریاکار دکاندار مشائخ دنیا میں حشرات الارض کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ طالب کو تاریکی میں لکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح نہیں ہونا چاہیے۔ ورنہ کبھی سانپ کو لکڑی سمجھ کر اٹھا لے گا اور ہلاک ہو جائے گا۔ خدا کے خاص کامل بندے دنیا میں مثل عنقا بہت کم یاب ہیں۔ اور جھوٹے دکاندار، مکار، ریاکار شکاری بے شمار ہیں، جو دام تزویر پھیلا کر مسلمانان سادہ لوح کو شکار کرتے ہیں۔

[illegible]

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

ترجمہ۔ (اے طالب) بہت سے ابلیس آدمی کی شکل میں پھرتے ہیں۔ لہٰذا ہر ایک ہاتھ میں ہاتھ نہیں دے دینا چاہیے۔

بلکہ آج کل تو جھوٹ کو فروغ ہے۔ جب لوگوں کی مذہبی ذہنیت کا دیوالیہ نکل
چکا۔ اور ان میں حق و باطل اور کھرے کھوٹے اور اصلی و نقلی کے درمیان تمیز کرنے کی
سمجھ ہی نہ رہی اور لوگ نقلی پوتھ اور جھوٹے شیشے کے ٹکڑوں کو ہیروں کی قیمت پر
خریدنے لگ گئے تو اصلی ہیروں کے مالکوں اور جوہریوں نے اپنی دکانیں سمیٹ
لیں اور جھوٹے نقل فروش دکانداروں نے اپنی دکانیں سجا لیں۔ اور انہوں نے بے
وقوف خریداروں کو خوب لوٹا۔ افسوس ہے کہ ان جھوٹے دکانداروں نے صرف
ولایت اور نبوت تک اپنے جھوٹے دعووں کو محدود رکھا۔ ورنہ اگر ذرا جرأت سے کام
لے کر اس مذہبی آزادی کے زمانے میں ان عقل کے دشمنوں کے سامنے خدائی دعوی
بھی پیش کر بیٹھتے۔ تب بھی ان کو ماننے کے لیے لاکھوں بے وقوف تیار ہو جاتے۔
افسوس صد افسوس! ان لوگوں کو اپنے ایمان کا بھی پتہ نہیں۔ انہیں علی کرم اللہ وجہہ کا
اوتار اور ایک ہی وقت میں نبی، مجدد اور مسیح موعود اور کرشن وغیرہ سب بے سروپا
دعووں میں سچا اور حق بجانب سمجھا جاتا ہے۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

امروز قدر گوہر و خار برابر است
باد سموم و باد مسیحا برابر است
چوں در مشام اہل جہاں نیست تمیز
سرگین گاؤ و عنبر سارا برابر است

[illegible]

انسان بڑا حیلہ جو اور کم چور واقع ہوا ہے۔ اور ہر کام میں آسانی پیدا کرنے کا خوگر
ہے۔ ہر مذہب اور ملت میں چڑھاؤ اور تاریخی ترقی و تنزل کا دور ہوتا ہے۔ اور

جب کسی مت کے تنزل کا دور شروع ہوتا ہے۔ تو س کے پیرو ضعیف ا عتقد ور
ناقص لیقین ہو جا تے ہیں۔ س وقت ن کے دو گروہ بن جا تے ہیں۔ یک تو وہ
گروہ جو بسبب پنے زہد خشک کے مذہب کے خالی پوست ور چھلکے کو ختیار رہتا
ہے۔ تمام مذہبی رکان کو محض رسمی ور رو جی طور پر د کرتا ہے۔ یہ وگ صرف قر ر
زبانی ور معمولی ورزش جسمانی ور خفیف مالی قربانی کو بہشت جا ودانی ور معرفت و
دید ر ربانی کی کافی قیمت سمجھتے ہیں۔ ور اس تھوڑے سے عمل کے بدلے بہشت
کے پکے میدو ر اور بے دام خرید ر بن جا تے ہیں۔ لیکن چونکہ دین کا چھلکا محض
پھیکا ور بد مزہ معلوم ہوتا ہے۔ ور س میں وہ کوئی پائدر حظ ور ترقی نہیں پا تے۔ لہذ
وہ رفتہ رفتہ آخر میں س سے بیز ر ہو جا تے ہیں۔ یہ وہ س کا م کو محض ریاء ور
دکھاوے کے طور پر کرتے ہیں ور دینی رکان کی د ئیگی میں بھی دنیوی مفاد کو مد نظر
رکھتے ہیں۔ ن وگوں میں خاص خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ن کی آنکھ میں تجسس ور
دل میں چوں چر کا مادہ غالب ہوتا ہے۔ ن کی آنکھ سخت عیب بین ہوتی ہے۔ یہ
وگ پیغمبروں ور ولیاء ور تمام بزرگان دین کو پنے بر بر سمجھتے ہیں۔ کسی کو پنے سے
بہتر نہیں سمجھتے۔ س و سطے یہ وگ مذہبی پیشو ؤں ور روحانی رہنماؤں کو ہمیشہ عیب
کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ور ن کے ساتھ بغض و عناد رکھتے ہیں۔ ور پیغمبروں کے
معجز ت ور ولیاء کے کشف و کر مات ور تمام مافوق عادت روحانی حالات کا نکار
کرتے ہیں یہ ن کی مادی رنگ میں سخت نارو تاویلیں کرتے ہیں۔ چونکہ دین ن
پاک ہستیوں یعنی نبیاء اور ولیاء کے ذریعے ور و سطے سے ہم تک پہنچا ہے۔ لہذ
ن بزرگ ہستیوں کی عزت ور توقیر دین کی عزت ور توقیر سے و بستہ ور متعلق
ہے۔ یہ وگ جب دین کے ن بانیوں ور مبلغوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں تو
خو ہ مخو ہ س دین کو بھی سبک ور حقیر جاننے لگ جا تے ہیں جو ن کے و سطے ور
ذریعے سے ہم تک پہنچا ہے۔ ور رفتہ رفتہ یہ حقارت ور نفرت دین کے نکار پر منتج ہو

جاتی ہے۔ ور نہیں کفر و ر ح د کے ڑھے میں گر دیتی ہے۔ دوسرے گروہ پر چونکہ
حسن ظن غ ب ہوتا ہے۔ وہ خوہ مخوہ معمولی ب ت کو بڑی ہمیت دینے لگ ج تے
ہیں۔ ن کی آنکھ بڑی ہمہ ر جین ہوتی ہے۔ و ر ہر ب ت کو خو ہ وہ عقل و ر سمجھ کے ب کل
بر خلاف ہی کیوں نہ ہو، م ننے کے ے تی ر ہو ج تے ہیں۔ یہ وگ مذہبی پیشو ؤں
و ر روح نی ر ہنم ؤں کو دین و ر دنی کے ظ ہری و ب طنی خز نوں کے مطلق عن ن مختار
و ر بہشت بریں و ر تم م نعم ء آخرت کے و حد ج رہ د ر و ر ٹھیکہ د ر خی ل ر تے
ہیں۔ س سے ن کی شف عت و ر سف رش کے غرور و ر پند ر میں بہشت کے پچے
دعوے د ر بن ج تے ہیں۔ و ر تم م دینی رکان کو ب ا ے ط ق رکھ ر پنے آپ کو
جملہ مذہبی قیود و ر دینی پ بندیوں سے آز د سمجھتے ہیں۔ بلکہ شف عت کے پند ر و ر
سف رش کے گھمنڈ میں وہ ہر قسم کے گن ہ و ر نو ہی کے رتک ب میں دلیر ہو ج تے
ہیں۔ شیط ن س گروہ کی کمزوری سے ف ئدہ ٹھ ر نہیں کثر عم ء بےعمل و ر ن قص
جھوٹے مش ئخین کے د م تزویر میں پھنس دیت ہے۔ و ر یہ ک ر مش ئخ و ر عم ء بے
عمل چونکہ دین کی آڑ میں دنی ک شک ر رتے ہیں، س سے یہ جھوٹے دک ند ر پیر کثر
یسے بےوقوف وگوں ک دل بہ نے و ر فریفتہ کرنے کے ے نہیں جھوٹی تسلی ں
دی ر تے ہیں۔ و ر جھوٹے کشف ر م ت و ر خو ر ق و گز ف سن ر نہیں
پھنس ے رکھتے ہیں۔ نہیں کہتے ہیں کہ بس س ل کے س ل ہم ر خرچ و ر نذر نہ د
ر دی ر و و ر ہم ری زی رت ر ی ر و۔ بس ہم رے د من لگ گئے ہو۔ ہم رے
ہوتے ہوئے تمہیں آخرت ک کوئی فکر نہیں کرن چ ہیے۔ ہم تمہ رے ذمہ د ر ہیں۔
تمہیں عمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ وگ بھی نذرے کی س آس ن
صورت کو غنیمت سمجھ کر س ل کے س ل نہیں و ر نذر نہ د کرنے و ر س ل کے بعد
یک دفعہ پیر کے پ ؤں چومنے کو سب کچھ سمجھ یتے ہیں۔ ہر روز پ نچوں وقت نم زیں
د رنے و ر س ل میں تیس روزے رکھ ر حج ک پیس ب مرنے، ہر س ل زکوۃ د رنے

ور حج کے سے دور دراز پُر خطر سفر اختیار کرنے اور ہر وقت دینی قیود اور پابندیوں میں جکڑے رہنے اور ساری عمر موت تک عمل مجاہدے اور ریاضت شاقہ کے مقابلہ میں بس پیر کے اس آسان وسیلے اور شفاعت وسیلے کو اخروی نجات اور حصول بہشت کیلئے بہت آسان اور مفت کا سودا سمجھ لیتے ہیں۔ لہذا تمام عمر اس امید میں ہاتھ پہ ہاتھ دھر کر بیٹھ جاتے ہیں۔ دراصل انسان کی فکری اور ذہنی گمراہیوں کا سرچشمہ یہی دو باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ انسان عقل اور علم سے اس قدر عاری اور غافل ہو جائے کہ ہر بات کو بے سوچے سمجھے قبول کرلے۔ اور اندھوں کی طرح ہر ایک راہ پر چلنے لگے۔ دوم یہ کہ جو حقیقت بھی عقل سے بالا نظر آئے یا مادی عقل پر منطبق نہ ہو سکے اسے فوراً جھٹلا دے اور یقین کرے کہ جس شے کو اس کی عقل یا چند انسانوں کی سمجھ ادراک نہیں کرسکتی وہ شے حقیقتاً وجود نہیں رکھتی۔ اول الذکر کو ضلال اور گمراہی کہتے ہیں۔ اور مؤخر الذکر کو کفر اور الحاد۔ اے انسان اللہ تعالیٰ تجھ سے خالی رہنے کا طالب نہیں۔ اس کا امر ہے ففروا الی اللہ یعنی اللہ کی طرف دوڑ جاؤ۔ اور نیز ارشاد ہے۔ اتصبرون وکان ربک بصیرا۔ یعنی آیا تم صبر کئے بیٹھے ہو۔ حالانکہ تمہارا رب تمہاری طرف دیکھ رہا ہے۔ اور تمہارا منتظر ہے۔

یا ایہا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملقیہ

ترجمہ۔ اے انسان تو اللہ تعالیٰ کی طرف کوشش اور سعی کرنے والا اور آخر کار اس سے ملنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور انسان کے درمیان نہ کوئی دور دراز مسافت ہے اور نہ پہاڑ جنگل اور دریا حائل ہیں۔ بندے اور رب کے درمیان نہ کوئی مسافت مکانی ہے اور نہ بعد زمانی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ میں انسان کی شہ رگ اور اس کی جان سے زیادہ اس کے قریب ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ اور اس بندے کے درمیان محض ظلمت کے معنوی حجاب حائل ہیں۔ جیسے کہ انسان سو جانے اور خواب غفلت میں پڑ جانے سے تمام دنیا اور اپنے قریبی ہم نشین بلکہ تن بدن سے بھی بے خبر اور غافل ہو

جاتا ہے۔ اسی طرح انسانی روح ازل کی گہری نیند میں پڑی ہوئی اپنے قریبی، مالک اور حقیقی رب سے دور ہے۔ یہ مسافت اور بعد محض قلبی اور معنوی قدموں سے طے ہوتی ہے اور بس۔ یہ جسد عنصری کی تگ و دو کا کام نہیں۔

آج کل سخت قحط الرجال ہے۔ کامل عارف اور صاحب صدق کا وجود عنقا مثال ہے۔ زمانے سے مذہب اور روحانیت کی روح نکل گئی ہے۔ مغز ضائع ہو گیا ہے۔ دین اور مذہب کا محض چھلکا اور پوست رہ گیا ہے۔ ظلمت کی کالی گھٹائیں دلوں پر چھا گئی ہیں۔ اس اندھیری اور اندھی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے سچے صادق سالکوں نے خمول اور گمنامی کی چادر اوڑھ کر اپنے آپ کو چھپا لیا ہے۔ اور دیو سیرت اور عفریت صفت لوگ سلیمانی لباس پہن کر تخت مشیخت پر جلوہ افروز ہو گئے ہیں۔ اور نادان و سادہ لوح لوگوں کے دلوں پر حکومت کر رہے ہیں۔ یہ مکار دکاندار طرح طرح کے ناز اور کرشموں سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں۔ بعض نے فقر کے خاص لباس سے، بعض نے صوفیانہ شکل و شباہت اور طرز ادا سے۔ بعض نے زبانی قیل و قال مثل مسائل تصوف اور پرانے بزرگوں کے قصے کہانیوں سے اور بعض نے اپنے خاندانی تقدس اور نسب و نسل کے بل بوتے پر مشائخی اور بزرگی کی دکان کو گرم کر رکھا ہے۔ غرض بزرگی اور مشائخی کے بیت المقدس کی تعمیر کی خاطر بعض نے سلیمان کی ہڈیوں کے ڈھانچے کو کھڑا کر رکھا ہے۔ بعض نے اسے لباس پہنا رکھا ہے۔ بعض نے تسبیح لٹکا رکھی ہے۔ بعض نے سامنے سجادہ بچھا دیا ہے تاکہ وہ زندہ سلیمان دکھائی دے اور بھولے بھالے سادہ لوح اور خوش عقیدہ طالب مسخر جنات کی طرح اس تماشائی بیت المقدس کی تعمیر میں تن دھن سے خدمت بجا لائیں۔ یہ دل کے اندھے دن رات مشیخت کی مردہ لاش کو زندہ سلیمان خیال کر کے اس کی خدمت دل و جان سے بجا لاتے ہیں۔ آخر مرور زمانہ سے جب عصائے مشائخی کو دیمک کھا جاتی ہے اور بے جان ہڈیوں کا سلیمان گر پڑتا ہے۔ تب جا کر کہیں ان نادان احمق جنوں کو سمجھ آتی

ہے کہ ہم تو ایک بے روح اور بے جان میت کی حالت میں عمر گراں مایہ صرف کرتے رہے ہیں۔ اور اس وقت ان بھولے بھالے سادہ لوح جنات کو تسخیر کی اس زنجیر تزویر سے نجات ملتی ہے۔

در جامہ صوف بستہ زنار چہ سود
در صومعہ رفتہ دل بہ بازار چہ سود
زآزار کسان راحت خود می طلبی
یک راحت و صد ہزار آزار چہ سود

[illegible]

غرض طریقت کی راہ بہت نازک، باریک اور سخت تاریک پل صراط پر صحیح اور سلامت چل کر بہشت قرب و وصال میں داخل ہونا نہایت مشکل اور دشوار کام ہے۔ انسان اس دنیا کے اندر سخت آزمائش اور کٹھن امتحان میں مبتلا ہے۔ ہزاروں لاکھوں میں سے کوئی ایک آدھ صاحب بلند ہمت اور سعادت مند اس میدان سے گوئے سبقت لے جاتا ہے۔

گہ ناز کند فرشتہ بر پاکی ما
گہ دیو کند خندہ ز ناپاکی ما
ایمان چو سلامت بلب گور بریم
احسنت بریں چستی و چالاکی ما

[illegible]

---------- ختم ---- حصہ اول ----------

عرفان

حصہ دوئم

حضرت فقیر نور محمد سروری قادری کلاچویؒ

اہل سلف اور اہل خلف

آج کل دنیا میں مغربی تعلیم اور نئی روشنی نے اکثر لوگوں کے دلوں میں الحاد اور دہریت کا زہر پھیلا دیا ہے۔ لوگ سرے سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے منکر ہو گئے ہیں۔ اور یوم آخرت، حشر نشر، سزا، جزا، بہشت دوزخ، ملائکہ، روح غرض تمام غیبی مخلوق اور موت کے بعد زندگی کو نہیں مانتے۔ ان کا خیال ہے کہ دنیا قدیم سے چلی آتی ہے۔ اور اسی طرح ہی چلی جائے گی۔ اس سلسلہ آب و گل کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ مادے کے اندر خود بخود یہ طاقت اور خصوصیت موجود ہے کہ جمادات سے نباتات اور نباتات سے حیوانات اور حیوانات سے انسان بتدریج پیدا کرتا ہے۔ یہ لوگ مسئلہ ارتقاء عالم میں ڈارون کی تھیوری اور نظریے کے قائل ہیں۔ ان کا محکمہ ماہرین طبقات الارض اس نظریے اور مسئلے کے ثبوت میں کچھ عقلی دلائل اور سائنس کے تجارب اور مشاہدے پیش کرتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ بندر معاذ اللہ آدم علیہ السلام کے بابا ہیں۔ چنانچہ اس مسئلے کے ثبوت اور تائید میں بہت شد و مد اور زور و شور سے دلائل اور براہین پیش کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے چونکہ اپنا فطرتی انسانی جوہر ضائع کر دیا ہے۔ اور غفلت اور بد عملی کی وجہ سے اس نوری استعداد کو کھو بیٹھے ہیں۔ اور انسانیت کے اعلیٰ مرتبے سے گر کر معنوی اور خلقی طور پر حیوانات اور بندروں کے درک اسفل میں گر آئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اولٰئک کالانعام بل ہم اضل۔ یہ لنگوری دماغ والے اپنے پیشوا ڈارون کے ارتقاء عالم کے بیہودہ اور بے بنیاد مضحکہ خیز نظریے کے بل بوتے پر اپنے آپ کو بڑے فیلسوف، دانا اور مدبر سمجھتے ہیں۔ اور اگلے لوگوں کو سادہ لوح توہم پرست اور نادان خیال کرتے ہیں۔ ارتقاء عالم کا یہ نظریہ اس زمانے کی عقلی جدت طرازی اور علمی موشگافی کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ ابتدا ہی سے آج تک دہری اور نیچری خیالات کے لوگ دنیا میں چلے آتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم اس زمانے کے دہریوں کے اس مشہور قول کو یوں دہراتا ہے کہ وہ لوگ بھی یہی بات کہا کرتے تھے کہ وما یھلکنا

اِلا الدھر۔ ہم کو نہیں مارتا مگر زمانہ۔ یعنی زمانہ خود بخود ہمیں پیدا کرتا، پالتا اور پھر مارتا ہے۔ دہری لوگوں کا خیال ہے کہ ابتدائی زمانہ میں لوگ وحشی جانوروں کی طرح پہاڑوں کے غاروں اور درختوں کی کھوؤں میں رہتے تھے اور ننگے پھرتے تھے۔ یا درختوں کے پتوں اور جانوروں کے چمڑوں سے اپنے آپ کو ڈھانپتے تھے۔ اور جس طرح لوگ مادی صنعت وحرفت اور مادی فنون اور ہنروں سے بے بہرہ تھے۔ اسی طرح وہ سادہ لوح، کم عقل اور توہم پرست واقع ہوئے تھے اور بے سمجھ اور نادان تھے اور مذہب اور روحانیت ان توہم پرست اور کم فہم نادان زمانے کی اختراع اور خود ساختہ باطل اور فرضی خیالات کا مجموعہ ہے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت کو پہلے دن سے قدرت کے ایک خاص سانچے میں ڈھالا ہے۔ ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک انسان کی عنصری بناوٹ یکساں چلی آتی ہے۔ اس کے اعضاء، قویٰ وحواس میں کوئی فرق نہیں آیا کیونکہ تین چار ہزار سالوں سے مردہ فرعون مصر کی جو لاشیں مصر کے میناروں سے برآمد ہوئی ہیں۔ ان سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ وہ بھی ہماری طرح وضع قطع کے انسان تھے۔ ان کی اور آج کل کے انسانوں کی وضع قطع میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی طرح انسانی دل ودماغ بھی ابتدائے آفرینش سے یکساں چلا آتا ہے۔ ہاں اتنا فرق ضرور رہا ہے کہ جس طرح بچے کی پیدائش اور سرشت فطرت دین اسلام کے موافق ہوتی ہے۔ اسی طرح زمانے کے بچپن کی حالت یعنی اہل سلف کا ابتدائی دور فطرت دین کی موافقت اور مطابقت کے باعث مذہب اور روحانیت کی طرف قدرتی طور پر زیادہ راغب اور مائل تھا۔ پس وہ سطے اہل سلف نے قدرتی و فطرتی طور پر مادے کے عارضی اور سطحی علوم وفنون کی بجائے مذہب اور روحانیت کے اصلی اور ضروری معارف وعلوم کی طرف رخ کیا۔ چونکہ انسان کے جوف میں اللہ تعالیٰ نے ایک ہی دل اور دماغ رکھا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ۔ یعنی اللہ

تعالیٰ نے نسان کے جوف میں دو دل نہیں رکھے کہ وہ یک وقت میں دو باتیں سوچ
سکے ور دو متضد علوم یکج حاصل ر سکے۔ علم ادیت ور علم ابد ن کے دو متضد رخ
جسم ور روح کی ملاوٹ نسان کے سے قدرتی طور پر یسی پیچیدگی ور جھاہٹ پید
کر دیتے ہیں کہ یک وقت میں ن دونوں سے عہدہ برآ ہونا س کے سے محال ہو
جاتا ہے۔ گر یک طرف منہ کرتا ہے تو دوسرے سے رہ جاتا ہے۔ چنانچہ گلے وگوں
کے دل و دماغ پر مذہب اور روحانیت کے ضروری علم نے قبضہ جما یا تھا۔ ور سی
یک خاق کے خیال نے نہیں مادے کے عارضی سطحی علوم سے بے نیاز ور مستغنی کر
دیا تھا۔ ور اللہ تعالیٰ کے شوق ور شغف میں س قدر محو ور منہمک تھے کہ نہیں مادی
ترقی کی طرف توجہ و لتفات کرنے کی مطلق فرصت نہ تھی۔ بلکہ وہ اصل کار یعنی
روحانیت کی طرف لگ گئے۔ نہیں مادے کے چند روزہ عارضی علوم و فنون کی طرف
چنداں خیال نہ تھا ورنہ نسان عامل بر مات اور اللہ تعالیٰ کا برحق خلیفہ بتدے
آفرینش سے وہ غضب کا پرکالہ چلا آتا ہے کہ س نے ہر زمانے میں نفس ور آفاق
یعنی عالم غیب و شہادت کے جس ظاہری باطنی میدان میں پنی عملی ور علمی ہمت
کے گھوڑے دوڑائے ہیں وہاں اس نے وہ مالات کر دکھائے ہیں کہ فرشتے عش عش
کرتے رہ گئے ہیں۔ ہل سلف نے مادی چھلکے یعنی سطحی علوم کی بجائے یک مخ العلوم
ور صل الفنون مذہب ور روحانیت کی طرف رخ کیا ہو تھا۔ ور جس طرح آج
کل کے نقد پسند، کوتاہ ندیش ور ظاہر بین ہل یورپ نے پنی عزیز زندگی ور ساری
حاقتیں مادے کی موشگافیوں ور سطحی علوم کی دقیق آریوں میں وقف کر دی ہیں ور
س کی ترقی کر کے مادے کے فق اعلیٰ پر پرو ز کر رہے ہیں۔ سی طرح فطرت
کے موفق بتدئی زمانے کے دور ندیش و و اہب ہل سلف نے پنے دل و
دماغ کو زندگی کے صرف و حد اور ضروری نصب لعین ور نسانی حیات کے یک ہی
لازمی غرض و غایت یعنی پنے خالق حقیقی کی معرفت قرب ور حصول میں لگا دیا تھا۔

ور س ضروری ور اصل کار کے سے فرغت ور فرصت حاصل رنے کے سے بل
سلف ظاہری ور مادی علوم کی طرف بہت کم توجہ ور اتنت دیتے رہے۔ یہاں تک
کہ شارع سلام علیہ سلام نے مادی آفاقی غیر ضروری محیر العقول عجائبات ور لمبے
فلسفی خیالات پر غور وخوض رنے سے بھی ممانعت فرمادی ہے۔ چنانچہ یک حدیث
شریف میں آیا ہے کہ جب تمہارے سامنے سورج، چاند ور ستاروں کی ماہیت ور
مانیت ور ن کے دوریہ چال یا ن کے سعد ونحس وغیرہ کیفیتوں کا ذکر چھڑے تو
خاموش ہوجایا رو۔ ور جب بھی تقدیر کا مسئلہ آن پڑے۔ تو س میں غور وخوض ور
بحث مباحثہ رنے سے مطلق باز آجاؤ۔ یا جب بھی میرے صحاب کے آپس میں
خلافت کے خانگی ختلاف یا تنازعات یا ن کی تفضیل وتکفیر وغیرہ کا ذکر مذکور ہو تو
ن بحث مباحثوں سے جتناب واحتراز رو۔ ور ن غیر ضروری علوم کی بجائے م
العلوم ور اصل الفنون یعنی کلید ذکر للہ کو حاصل رو۔ س سے تمام ظاہری ور باطنی
علوم کے دروازے کھول وگے۔ ور کائنات کے جملہ معارف واسرار تم پر واضح ور
ہویدا ہوجائیں گے۔ ما قال عز ذکرہ ومن یعتصم باللہ فقد ھدی لی صراط مستقیم۔
یعنی جس نے سم للہ کو مضبوط پکڑ۔ پس وہ صراط مستقیم کی طرف ہدایت پا گیا۔ جس
یک کے جاننے سے تمام نہ جانی ہوئی شیء جانی جاتی ہیں۔ تمام نہ سنی ہوئی سنی جاتی
ہیں۔ نہ دیکھی ہوئی دیکھی جاتی ہیں۔ جس سے لوح محفوظ کے سب نقش شیشہ دل
میں نظر آتے ہیں۔ جس سے حیات کے سر عظیم ور رز غیب قدیم کا نکشاف ہوجاتا
ہے۔ سی ذات جامع صفات کی معرفت سے دیدۂ دل کو روشن رنا چاہیے۔ کیونکہ
عالم شہادت ور عالم کثرت میں سطحی علوم کے شعبے بے شمار ہیں۔ ور ظاہری علوم کا
سلسلہ بہت طول طویل ور بے نتیجہ و بے بقا ہے۔ لیکن نسانی عمر س دار فانی میں
بہت کوتاہ ہے۔

علم کثیر آمد و عمرت قصیر
آنچہ ضروری است بدان شغل گیر

ترجمہ۔علوم بہت ہیں ور تیری عمر چھوٹی ہے۔ ن میں سے جو ضروری ہے سے پنا شغل بنا۔

پس دور ندیش ور دونا شخص وہ ہے جو صل ور ضروری کام کو ختیار کرے ور غیر ضروری، عارضی ور فانی شغل سے جتناب کرے۔

کار دنیا درازی درد
ہ چہ گیرد مختصر گیرد

اس لئے سلام نے پہلے روز سے نسان کو مادی خاک رانی کی بجائے پنے اصل روحانی کام کی طرف لگایا ہے۔ یعنی مخلوق ور مادے کے مشاہدے میں بھی خالق کا خیال یاد دلایا ہے۔ ور صنعت کائنات میں صانع حقیقی ور مصور صلی کا تصور جمایا ہے۔

قوله تعالی ان فی خلق السموت والارض واختلاف الیل والنهار لایت لاولی الالباب الذین یذکرون الله قیما و قعودا و علی جنوبهم و یتفکرون فی خلق السموت والارض ربنا ما خلقت هذا باطلا سبحنک فقنا عذاب النار

ترجمہ۔ تمام فلکی جرم یعنی آفتاب، ماہتاب و نجوم ور جملہ رضی و سفلی شیء جمادات، نباتات، حیوان ور نسان وغیرہ ور دن رات کے بدلنے ور ن کے تغیرات ور ہیر پھیر کے مشاہدے میں بیدار مغز ور دولباب لوگوں کے لئے بہتیری نشانیاں موجود ہیں۔ جنہیں ن مخلوق کے نظارے میں خالق یاد آتا ہے۔ ور ن صنعت کے مشاہدے میں صانع حقیقی کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اور نقش سے نقاش کا تصور دل پر منقش ہوتا ہے۔ س سے وہ کھڑے بیٹھے ور سوتے بیٹھے ہر حال میں اللہ

تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور زمین و آسمان کی اشیاء میں ذکر فکر کرنے سے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار۔ یعنی اے اللہ تو نے مخلوق کو عبث اور رائیگاں نہیں پیدا کیا۔ بلکہ محض اپنی ذات کی عبادت، معرفت اور قرب و وصال کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور ہمیں ان مادی فانی اشیاء کی محبت کی آگ اور تاریکی سے بچا۔ قولہ تعالیٰ۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ بعض نادانوں نے اس پچھلی آیت میں عبادت سے یہ مراد لی ہے کہ دنیوی زندگی میں اپنے اور اپنے اہل بچوں کے خورد و نوش کے سامان مہیا کریں۔ اور حیوانوں کی طرح چند روز پیٹ بھر کر کھائیں پئیں۔

اور خوب عیش و عشرت کریں۔ اور بس اسی کو خدمت خلق اور غرض و غایت زندگی سمجھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی اصل عبادت، ذکر فکر، نماز روزہ، اوراد و وظائف، مراقبہ اور مکاشفہ وغیرہ باطنی شغل اور طریقت کے روحانی احوال اور مقامات و منازل، قرب اور وصال کو ایسی شغل تضیع وقت اور محال خیال کرتے ہیں۔ مگر اسلام نے انسان کو زندگی کی اصلی غرض و غایت اور حقیقی مقصد حیات عبادت و معرفت مولےٰ کی طرف لگایا ہے۔ اسلام کی پاک تعلیم نے بنی نوع انسان کو مادے کی ظلمت اور تاریکی سے بچا کر اپنے اصل الاصول اور معدن العلوم، علت العلل، مسبب الاسباب، رب الارباب، اول، آخر، ظاہر، باطن، عالم الغیب والشہادت اور خالق الارض والسموات یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی وحدہ ذات پاک کی عبادت، معرفت، قرب، وصال، محبت، عشق، فنا، بقا کے اعلیٰ مراتب اور مدارج کے حصول کی طرف لگایا ہے۔

قولہ تعالیٰ ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار

یعنی اے میرے نبی! تم ان لوگوں کو اپنی طرف سے میرے نام کی حقیقت اور ماہیت بتا دے۔ پھر انہیں چھوڑ دے کہ جس طرف چاہیں کھیلیں۔ تصور اسم اللہ

ذ ت جب سالک کے دل پر قائم ہو جاتا ہے تو صاحب تصور کا دل ور دماغ سم اللہ کے صبغۃ اللہ سے رنگا جاتا ہے۔ ور س کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ سے ہر نقش میں نقاش کا نقش نظر آتا ہے۔ ور ہر صنعت میں صانع حقیقی کی صورت دکھائی دیتی ہے۔ چنانچہ کتاب کائنات س قرآن ور مصنوعات ور س کی آیت بینات بن جاتے ہیں۔

مادہ پرست عقل کے ندھے یہ سمجھتے ہیں کہ گلے وگ غیر مہذب، نادان، سادہ وح ور توہم پرست تھے ور مادی علوم وفنون سے بے بہرہ تھے۔ گو آج کل کے ماہرین طبقات ارض کو پہاڑوں کے بعض غاروں میں گلے زمانے کے وگوں کے پتھروں کے وزار ور بھدے برتن وغیرہ مل رہے ہیں تو س سے یہ نہیں سمجھ جا سکتا کہ س زمانے کے تمام وگ اسی طرح غاروں میں رہتے ہوں گے۔ کیا آج کل اس ترقی یافتہ ور مہذب دنیا میں بعض وحشی ور جنگلی وگ پہاڑوں کے غاروں میں رہائش نہیں رکھتے۔ پرانی طرز کی زندگی بسر نہیں کرتے۔ حالانکہ س زمانے میں عالی شان محلوں کے ندر رہنے و ے مہذب نسان بھی آباد ہیں۔ سو گر ن وگوں کو پہاڑوں کے غاروں ور زمین کے ندر دبے ہوئے تہہ خانوں میں پرانی طرز کے بھدے برتن و وزار مل رہے ہیں تو یہ س زمانے کی بعض وحشی قوم کی ستعمال کی چیزیں ہوں گی۔ نہ کہ س زمانے کے مہذب ور شائستہ وگ یہ چیزیں ستعمال کرتے ہوں گے۔ کیوں کہ جس زمانے کے یہ غاروں و ے وزار ور برتن بتائے جاتے ہیں۔ ماہرین طبقات ارض کو بعض دیگر مقامات سے س زمانے کی عالی صنعت وحرفت کے آثار بھی ملتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ س زمانے کے نہایت نفیس و عمدہ آلات ور سامان پاتے ہیں تو ن کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں۔ غرض گلے زمانے کے بچے پرکھ زوگ باوجود مذہبی ور روحانی مصروفیتوں کے کسی علم وفن میں آج کل کے بوالہوس، طفل مزاج ور نفسانی وگوں سے کم نہ تھے۔ گر ذری تحقیقت غور

کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ آج کل کے تمام مادہ پرست ہر قسم کے علوم معارف و صنعت و حرفت میں اگلے لوگوں کی قائم کردہ بنیادوں اور اصولوں پر چل کر ترقی کر رہے ہیں۔ کیونکہ ہر علم و فن کی ابتدائی ایجاد اور نئی بنیاد قائم کرنی مشکل ہوا کرتی ہے۔ اس پر چل کر آگے ترقی کرنا محض آسان اور قدرتی بات ہے۔ اگلے لوگوں کے ہر علم و فن میں ان کی معرکۃ الآرا تصانیف ان کے دماغی علو اور عقل و فہم کی بلندی پر صاف دلالت کر رہی ہیں۔ آج کل کے لوگ محض ان کے خوشہ چین ہیں۔ ہم اہل سلف لوگوں کے علوم و فنون میں ابتدائی ایجادات کی یہاں چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ کتاب علم عرب کے صفحہ ۲۲۷ پر جارجی زیدان ایک مستند عیسائی مورخ کا اقرار ہے کہ الجبرا مسلمانوں کی ایجاد ہے۔

۲۔ عیسائی مورخ ڈاکٹر ڈریپر لکھتے ہیں کہ گھڑی مسلمانوں کی ایجاد ہے اور خلیفہ ہارون الرشید نے ۸۰۷ھ میں بادشاہ شارلیمین کے دربار میں ایک گھڑی بطور تحفہ بھیجی تو درباریوں نے حیرت سے اسے طلسم اور جادو خیال کیا۔ (از کتاب زبدۃ الصحائف فی اصول المعارف صفحہ ۶۹)

۳۔ عیسائی مورخ ڈاکٹر لیبان کا قول ہے۔ کہ قطب نما جس کے بغیر سمندر کا راستہ طے کرنا ناممکن ہے مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ (کتاب تمدن عرب صفحہ ۴۰۴)

۴۔ مشہور فرانسیسی مورخ موسیو سدیو لکھتے ہیں کہ یوسف بن عمر نے ۷۰۲ھ میں روئی کا کاغذ تیار کیا۔ اور اسی طرح اسی مورخ کا کہنا ہے کہ علم ہندسہ عربوں نے یورپ کو سکھایا ہے۔ (ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۸ صفحہ ۲۷۵)

۵۔ ڈاکٹر ڈریپر لکھتا ہے کہ تیزاب عربوں کی ایجاد ہے۔ (انٹلیکچول ڈویلپمنٹ آف یورپ جلد ۱ صفحہ ۴۰۸)

۶۔ عیسائی مورخ جارجی زیدان کا قول ہے کہ بارود مسلمانوں کی ایجاد ہے۔

(تمدن عرب جلد ا صفحہ ۹۹)

۷۔ عملی ملکلس کے بارے میں ڈاکٹر لیبان کہتے ہیں کہ عربوں نے عملی ملکلس کے آلات ایجادات کر کے یورپ کو ان کا استعمال سکھایا ہے۔ جن کو یورپ اور امریکہ آج کام میں لا رہے ہیں۔ (منزم صفحہ ۳۵۹)

۸۔ مشہور مورخ مارکوپیتھ لکھتے ہیں کہ صرف مسلمانوں کی بدولت یورپ میں فلسفہ یونان پھر زندہ ہوا۔

۹۔ پروفیسر نکلسن لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے بڑی فیاضی سے یورپ کو مختلف علوم وفنون سکھائے۔ (لٹریری ہسٹری آف دی عرب صفحہ ۳۵۹)

۱۰۔ مشہور مورخ ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں کہ تمدن اسلام کا بڑا زبردست اثر دنیا پر رہ چکا ہے۔ مسلمانوں نے یورپ کی وحشی قوموں کو انسان بنایا۔ مسلمانوں نے یورپ میں علوم وفنون اور ادب وفلسفہ کا وہ دروازہ کھولا جس سے ہم یورپین قطعی ناواقف تھے۔ اور مسلمان چھ سو برس تک مشرق سے مغرب تک ساری دنیا کے استاد رہے۔

۱۱۔ بندوق سب سے پہلے بابر بادشاہ کے ہاتھ میں دیکھی گئی۔ یہ یا تو اس کی ایجاد تھی یا کسی ترک کی۔

۱۲۔ ڈاکٹر گستاولی لکھتے ہیں کہ عربوں کی بدولت یورپ نے تمدن اور تہذیب حاصل کی ہے۔ (تمدن عرب صفحہ ۵۲۴)

۱۳۔ فرانسیسی مورخ موسیو سدیو لکھتا ہے کہ مسلمانوں نے نویں صدی عیسوی سے پندرھویں صدی تک مختلف بیش بہا ایجادات کئے ہیں۔ جن میں سے بعض چیزیں کی کے ہم انکشافات نئیں کی ایجاد ہیں۔ (ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۲ صفحہ ۲۷۵)

۱۴۔ ڈاکٹر گیبن کا کہنا ہے کہ عرب کی تقلید معاشرت نے ساری دنیا کے امراء کی عادتوں کو درست کیا اور انہیں بہتر انسانی اخلاق و عادات سکھائے۔ (تمدن عرب صفحہ ۵۲۴)

علوم و فنون اور صنعت و حرفت میں اہل سلف کے ذہنی کمالات اور دماغی قابلیتوں کا حال جو راستے نمونہ از خروارے تو ناظرین نے پڑھ لیا۔ اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اگلے لوگوں کا اخلاقی معیار کس قدر رفیع، اعلیٰ اور بلند تھا۔ کہ اگر بالفرض اہل سلف اور اہل خلف کو ایک وسیع میدان میں اکٹھا کیا جاوے۔ اور ان سے لباس عنصری اتار کر اخلاق اور اعمال کی باطنی صورت میں نمودار کر کے دکھایا جاوے۔ جیسا کہ قیامت کے روز ہوگا۔ تو اہل سلف فرشتے نظر آئیں گے۔ اور اہل خلف حیوان اور درندے دکھائی دیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اولٰئک کالانعام بل ھم اضل۔ غرض انسان کی ظاہری صورت پر نہیں جانا چاہیے۔ اور اس مادی خوب صورت زرق برق لباس۔ ظاہری شکل و شباہت اور رخ کی خوبصورت خد و خال کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور نہ ہی مادی عقل، ظاہری زیرکی اور دنیوی کروفر اور جاہ و حشمت کوئی چیز ہے۔ بسا اوقات بہت بے سرو سامان، بے نوا، غبار آلودہ، ژولیدہ موئے، پھٹے پرانے چیتھڑوں میں ملبوس درویش جسے تمہاری ظاہر بین آنکھیں حقارت سے ٹھکرا دیا کرتی ہیں۔ باطن میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مہذب، خوبصورت، دانا، غنی اور مدبر، بلکہ ان میں بعض امراء، رؤسا اور بے تاج شاہان وقت بھی ہوتے ہیں۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

ترجمہ۔ دنیا کے خاکساروں یعنی فقیروں کو حقارت سے مت دیکھ۔ تجھے کیا پتہ ہے کہ اس گرد میں شاید کوئی سوار یعنی ولی اللہ ہو۔

وہ دل کی باطنی آنکھ اور ہے جس سے انسان کی اصلی باطنی صورتیں نظر آتی ہیں جو حقیقی و اصلی بادشاہ اور گدا میں تمیز کرتی ہے۔

مرد آں باشد کہ باشد شہ شناس

مے شناسد شاہ را در ہر لباس

اس کے برخلاف تم ایک شخص کو دیکھو گے جو زرق برق لباس میں ملبوس ہوگا۔ اور عمدہ خوبصورت شکل و شباہت والا ظاہر میں وجیہہ ہوگا۔ دنیوی دولت اور ظاہری جاہ و حشمت میں کوئی شخص اس کی برابری نہیں کر سکے گا۔ دنیوی اور مادی عقل میں افلاطون زمان اور جالینوس وقت شمار کیا جائے گا۔ لیکن اخلاقی مذہبی اور روحانی حیثیت میں وہ ایک لایعقل حیوان اور خونخوار درندہ ثابت ہوگا۔ لوگوں میں دنیوی لحاظ سے بڑا معزز اور مکرم ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک جوں اور مکھی سے بھی کمتر اور ادنیٰ درجہ رکھتا ہوگا۔ غرض انسان کی ظاہری صورت، دنیاوی حیثیت اور مادی عقل کوئی اور چیز ہے۔ اور انسان کے اخلاق اور اعمال کی باطنی صورت، دینی حیثیت اور مذہبی و روحانی سمجھ علیحدہ چیز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واسطے فرمایا ہے کہ اکثر اهل الجنة بله۔ ترجمہ یعنی جنت کے لوگ اکثر و بیشتر سادہ لوح ہوں گے۔ اکثر اہل جنت ایسے لوگ ہوں گے جن کے ہاتھ دنیوی عقل کی چالاکیوں اور شیطانیوں سے کوتاہ ہوں گے۔ اور دنیوی دولت کو کچھ وقعت اور اہمیت نہیں دیں گے۔ اور اس کے نفع و نقصان کی چنداں پرواہ نہیں کریں گے۔ اسی سے آنحضرت ﷺ کو امی یعنی ان پڑھ کہا گیا ہے کہ آپؐ دنیا کے شیطانی علم اور اس کے حصول کے مکروں، فریبوں اور منصوبوں سے ناواقف تھے۔ اسی دنیوی عقل کے لحاظ سے اکثر مادہ پرست اور فیلسوف، کافر پیغمبروں کے ماننے والے سادہ لوح سچے صاف دل مسلمانوں کو سفہاء اور بیوقوف یعنی کم عقل اور نادان کہا کرتے تھے جیسے کہ

[illegible]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قالوا انؤمن کما امن السفھاء الا انھم ھم السفھاء

ترجمہ۔ کافر کہنے لگے کہ آیا ہم اس طرح یمان لے آئیں جس طرح یہ حمق ناد ن وگ یمان لائے ہیں۔ ن کے جو ب میں فرماتے ہیں کہ خبرد ر دنیوی دو ت ور مادی عقل پر مغرور کافر خود حمق ور کمینے ہیں لیکن وہ س بات کو نہیں جانتے۔

غرض ہل سلف صالحین کا معیار خلاق اس قدر رفیع ور بلند تھا کہ گلے زمانے کے دنیا د ر امر ء ور شاہان وقت بھی اس پچھلے زمانے کے صوفیاء ور مشائخین سے زیادہ نیک، متقی، پارسا ور زاہد و عابد تھے۔ حضرت خواجہ قطب لدین بختیار کاکی و لی کا جس وقت وصال ہو تو ن کی حسب وصیت یہ علان ہو کہ آپ کا جنازہ وہ شخص پڑھائے کہ جس سے ساری عمر کبھی تکبیر ولی ور عصر کی سنتیں فوت نہ ہوئی ہوں۔ ناظرین کو س بات کا یقین مشکل سے آئے گا کہ ن کے جنازہ کو حسب وصیت پڑھانے کے قابل نہ کوئی عام فاضل نہ کوئی متقی ور زاہد صوفی درویش ور نہ صاحب نسب سید و قریشی نکلا۔ بلکہ یک مکرم معزز ور ممتاز ہستی کے حسب وصیت نماز جنازہ پڑھانے کے قابل ہندوستان کی وسیع سلطنت کے فرمانروا سلطان شمس لدین التمش نکلے۔ نیز شہنشاہ ورنگ زیب پنے دور حکومت میں باون ۵۲ سال تک ور سلطان نصیر لدین نمیں ۱۹ سال تک قرآن شریف کی کتابت کرتے رہے۔ یعنی کہتر سال تک ہندوستان نے یہ تماشہ دیکھا کہ ورنگ حکومت پر ور چتر شاہی کے نیچے قرآن لکھا جا رہا ہے۔ یہ تو س زمانے کے بادشاہوں کا حال تھا جو سب سے زیادہ دنیوی تعلقات میں پھنسے ہوئے دنیوی دھندوں میں سر تا پا ڈوبے ہوئے ور ملکی و سیاسی جھگڑوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ س سے آپ ندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس زمانے کے پاک باز ور پاک طینت درویشوں ور فقیروں کا معیار زندگی کس

قدر بلند ہوگا۔ گر ن کے پک خدق ور نیک طو ر کی مثالیں یہاں پیش کی
جائیں تو یک یحدہ دفتر درکار ہوگا۔ غرض ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ ہل سلف
صالحین باطنی مذہبی ور روحانی مصروفیتوں کے باوجود کسی علم وفن میں پچھلے وگوں
سے کم نہ تھے۔ آگرے کا تاج محل مصر کی مینار یں قصر جمشید تخت طاؤس ور دیو ر
چین وغیرہ گلے وگوں کے علو ہمت وطاقت ور کمال صنعت وحرفت پر شاہد ہیں۔
مصر کی میناروں سے فرعنہ مصر کی تین چار ہزار سالوں سے جو مدفون اشیں ور
ممیوں برآمد ہوئی ہیں۔ ور جب نہیں تنے عرصہ در ز سے صحیح سلامت پایا گیا۔ تو
س زمانے کے سائنس دان کمال حیرت ور تعجب میں پڑ گئے ور نہوں نے یقین کر
یا کہ یہ فرعنہ مصر کی صلی اشیں نہیں ہیں۔ بلکہ کسی دھات کے ڈھلے ہوئے بت
ہیں۔ لیکن جب وہ تمام کیمیاوی عملوں ور سائنس کے تجربوں میں صلی اشیں ثابت
ہوئیں۔ تو ن کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی ور آج تک س ر ز ور مسٹری کو یہ وگ
نہیں کھول سکے کہ یہ اشیں س مصالحے ور س عمل ور ہنر کے طفیل آج تک محفوظ
چلی آئی ہیں۔ کیونکہ آج کل کے سائنسدان ور کیمسٹس کے پاس یسی چیزوں کے
دیر تک محفوظ رکھنے کے لئے صرف دو چیزیں ہیں۔ یک برف ور دوم سپرٹ، سو
معلوم ہو گیا کہ آج سے تین چار ہزار سال پہلے کے وگ جنہیں یہ وگ وحشی، جنگلی
ور حمق خیال کرتے ہیں۔ آج کل کے نام نہاد مہذب ور عقل مند روشن خیال
وگوں سے ہر قسم کے علم وہنر میں بہت آگے بڑھے ہوئے تھے۔ دیب، منطق،
شعر، علم ہیئت، فلسفہ، ریاضی، علم کلام وغیرہ ظاہری علوم میں گلے وگوں مثلاً بوعلی
سینا، فلاطون، جالینوس، رسطو، فخر رازی، مام غز لی، حافظ شیرازی، فیضی، فردوسی
ور مولانا روم وغیرہ کی مثل ور مثال پیش کرنے سے زمانہ پیش رستا ہے۔ آج ل مہذب دنیا
میں جس قدر دانائی کی باتیں ضرب المثل، عمدہ مشہور شعر، خلاقی، مذہبی ور
روحانی قو عد ور قو نین آج تک دنیا میں ر ئج ور جاری چلے آتے ہیں۔ سب گلے

زمانے کے روشن ضمیر اور عالی دماغ لوگوں کے بنائے ہوئے اور وضع کئے ہوئے ہیں۔

مسمریزم، ہپناٹزم، اینمل میگنیٹزم یعنی قوت جاذبہ مقناطیسیہ، جیو نیا اور سپر چوئزم کے مشاہدوں اور تجربوں سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ انسان میں ایک زبردست روحانی قوت اور ایک بڑی باطنی طاقت موجود ہے۔ اگر اس کی باقاعدہ مشق اور تربیت کی جاوے تو اس کے ذریعے انسان اس مادی دنیا میں ایسے محیر العقول اور حیرت انگیز کرشمے دکھا سکتا ہے کہ وہ بڑے بڑے دانا، فیلسوف اور مادی عقلمندوں کا ناطقہ بند کر دیتا ہے اور سائنس اور فلسفہ اس کی توجیہہ سے صم بکم رہ جاتا ہے۔ اور کوئی جواب ان سے نہیں بن سکتا۔ یہ روحانی طاقتیں باصطلاح متقدمین متصوفین خوارق عادات کرامات کہلاتی ہیں۔ اس قسم کی خلاف عادت فوق الفطرت غیر معمولی طاقتیں دو قسم کی ہوا کرتی ہیں ایک علوی، دوم سفلی۔ علوی طاقتوں کے کرشمے چونکہ علوی غیبی مخلوق یعنی ملائکہ، فرشتوں اور مقدس ارواح کے ذریعے اور واسطے سے ظہور پذیر ہوا کرتے ہیں۔ اس لیے اس کا ذکر ہم کسی دوسرے موقعے پر کریں گے۔ یہاں پر ہم اہل سلف کے سفلی لیکن نہایت نادر، محیر العقول اور ہوشربا کرشموں کی آج سے تین سو سال پہلے کی ایک مستند تاریخی شہادت پیش کرتے ہیں۔ جس کی صحت کا انکار کسی صورت میں نہیں کیا جا سکتا۔ جس سے ایک سلیم عقل منصف مزاج انسان اندازہ لگا سکتا ہے کہ جہانگیر بادشاہ کے دربار میں بنگال کے چند مداریوں اور جادوگروں نے حاضر ہو کر جو کرشمے دکھائے تھے۔ آج تک دنیا اس سے انگشت بدنداں ہے۔ ان میں سب سے ہوشربا رسیمان اور آسمان والا معمہ ہے۔ جس نے آج تک اہل یورپ کو ششدر و حیران بنا رکھا ہے۔

کتاب تزک جہانگیری جو جہانگیر بادشاہ کے زمانے کی اس کی اپنی بنائی ہوئی تاریخ ہے۔ اس میں یوں مذکور ہے کہ بنگال کے چند مداری اور جادوگر جہانگیر

بدشہ کے دربر میں حضر ہوئے۔ علوہ دیگر حیرت نگیز تمشوں ور رشموں کے
ریسمان ور آسمان و ! رشمہ سب سے زیدہ ہوشربا تھا۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ
ن جادوگروں میں سے یک نے بڑھ کر بدشہ کو سلم کیا ور عرض کی کہ جہاں پنہ
میر یک دشمن آسمان پر چڑھ گیا ہے۔ میں سیڑھی لگا کر آسمان پر س کے ساتھ لڑنے
کے لیے جا رہا ہوں۔ نشاء اللہ میں سے قتل کر کے ور فتحیب ہو کر وپس آ جاؤں گا۔
ور یک خوب صورت نوجون عورت کو بدشہ کی رسی کے قریب بٹھا کر کہا کہ یہ میری
پیاری خوب صورت بیوی ہے۔ یہ حضور کے پس میری مانت ہے۔ سے میری
وپسی تک پنے پس محفوظ رکھیں۔ چنانچہ جادوگر نے میدن میں کھڑے ہو کر یک
ڈوری کو آسمان کی طرف پھینکا کہ س کا یک سر نظروں سے غئب ہو گیا ور ڈوری
ہوا میں معلق ہو گئی۔ چنانچہ جادوگر مذکور ہتھیروں سے مسلح ہو کر سیڑھی کی طرح س پر
چڑھ گیا۔ ور تماشیوں کی نظروں سے غئب ہو گیا۔ یک لمحے کے بعد وہ ڈوری
ہلنے لگی ور بعد ز ں پر آسمان کی طرف سے خون کی دھار بندھ گئی۔ ور س میں سے
خون ٹپکنے ور بہنے لگا۔ تماشائی س ڈوری کی عجیب وغریب حرکت ور س میں خون
کے زمین پر جاری ہونے کو نہیت حیرت ور تعجب سے دیکھ رہے تھے کہ تنے میں
جادوگر کے ہاتھ پاؤں ور ہفت ندم یعنی سب عضاء یکے بعد دیگرے کٹ کٹ کر
خون آلودہ حالت میں ڈوری کے قریب میدن میں آ کر آسمان سے گرنے لگے ور
آخر میں س کا سر دھڑم سے میدن میں آ گرا۔ س پر جادوگر کی عورت جو بدشہ
کی رسی کے پس بیٹھی تھی، چلاتی ور زر زر روتی ہوئی س جادوگر کی لاش کے
پس آ کر کہنے لگی کہ یہ تو میرے خاوند کی لاش ہے۔ آسمان پر دشمن نے سے قتل کر دیا
ہے۔ ور سے ٹکڑے کر کے نیچے پھینک دیا ہے ور پنے قبیلے کے جادوگروں کو
مخاطب کر کے کہنے لگی کہ یندھن وغیرہ کا سامان کرو۔ میں پنے پیارے خاوند کے
ساتھ ستی ہو کر زندہ جل مروں گی۔ چنانچہ جادوگروں نے فوراً یندھن تیار کر کے یک

چتا بنایا۔ب دشاہ ور مر ءووزر ءنے نہیں س کام سے بہتیر روکا۔لیکن جادوگروں

نے اس عورت کو چتا میں بٹھ راس کے خاوند کی لاش کے ساتھ آگ لگادی وروہ

چتا عورت سمیت یک ر کھ کا ڈھیر بن گی۔ب دشاہ ورتم شائی س خوفن ک منظر کو نہ یت

حیرت ور ستعجب سے دیکھ کر دم بخود بیٹھے تھے کہ تنے میں جادوگر مذکور تھیا ر

گائے زندہ ور صحیح سلامت س ڈوری پر سے اترتے ہوئے نمود رہو۔ ور یک لمحہ

میں جہ نگیر کے سامنے آ کر بادشاہ سے یوں مخ طب ہو کہ جہ ں پن ہ! حضور کے

بخت و قبال سے میں نے س دشمن کو قتل کردیا ہے اور جو لاش یہ ں ٹکڑے ٹکڑے ہو

کر گری تھی۔وہ میرے دشمن کی لاش تھی۔بعد ہ بادشاہ سے پنی بیوی کا طلب گار ہو

کہ میری م نت مہربانی کر کے مجھے و پس کی ج ئے۔ب دشاہ نے بہت معذرت کا

ظہ ر کر کے کہ کہ ے تو تیرے بھ ئیوں ور ہم ہیوں نے تیری لاش کے ہمر ہ زندہ

جلا کرتی کردیا ہے۔ہم س کا خوں بہ دینے کو تی ر ہیں۔چن نچہ خون کا بھی فیصلہ ہو

رہ تھ کہ تنے میں دھکتی ہوئی ر کھ میں سے جادوگر کی عورت زندہ ور صحیح سلامت

نکل آئی ور پنے خ وند کے پہلو میں کھڑے ہو کر ب دشاہ سے عرض کی۔جہ ں پن ہ

خوں بہ کی تکلیف نہ فرم ئیے میں زندہ ور صحیح سلامت ہوں۔یہ ہوش رب ور حیرت

افز منظر دیکھ کر ب دشاہ ور مر ءووزر ءنے ن جادوگروں کو بڑے بھ ری نع م و

کر م دیئے ور تم شائیوں نے بھی دل کھول کر نقد وجنس پیش کئے۔پچھلے چند س لوں

کی ب ت ہے کہ لندن میں تم م دنی کے مد ریوں، جادوگروں، شعبدہ ب زوں ور

جگلروں کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ س کانفرنس کے پروگر م میں یہ ب ت بھی ش مل تھی

کہ جو مد ری یہ جادوگر جہ نگیر ب دشاہ کے درب ر کا مذکوری ب لا ریسم ن ور آسم ن و لا

کرشمہ دکھ ئے گا سے ۲۰ ہز ر پونڈ نع م دی ج ئے گا۔چن نچہ س نع م کو ح صل

کرنے کے لئے دنی کے تم م جادوگروں ور مد ریوں نے یڑی چوٹی کا زور لگ یا ور

س ئنس ور کیمسٹری کی بدولت س کرشمے کے ظہ ر کے لئے بہتیرے ہ تھ پ ؤں م رے

آ ات مہیا ئے۔ لیکن سی سے کامیابی کی صورت نہ بن آئی۔ س سے آپ ندازہ
گا سکتے ہیں کہ متقدمین ور متاخرین کے علمی ور ظاہری و باطنی مالات میں س قدر
فرق ہے۔ افریقہ کے موجودہ حبشی ور جنگلی اقوام کے روحانی مالات کے جو ریکارڈ
یورپین سیاحوں نے جمع ئے ہیں، نہیں دیکھ کر نسان کو حیرت ہوتی ہے کہ آج تک
قدیم زمانے کے روحانی مالات کا اثر پرانی اقوام میں چلا آتا ہے۔ جو س نئی روشنی
کی تاریکی ور جدید تہذیب کی لعنت سے محفوظ ہیں۔ مصر کے قدیم مقبروں ور تہہ
خانوں سے جو پرانی ہڈیاں، تسبیح یعنی مالے ور دیگر ستعمال کے برتن ور زیور برآمد
ہوئے ہیں ن بے جان شیاء میں بھی س زمانے کے لوگوں کی یک روحانی
تاثیرات اور باطنی مالات وابستہ ہیں کہ جنہیں دیکھ کر نسانی عقل دنگ رہ جاتی
ہے۔ ور یک سلیم لعقل منصف مزاج شخص اس سے یہ نتیجہ نکالے بغیر نہیں رہ سکتا کہ
جب ن قدیم لوگوں کی ن جامد بے جان شیاء میں س قدر روحانی طاقتیں پنہاں
ہیں تو ن کی پنی روحانی طاقتوں کا کیا حال ہوگا۔

س سچے تاریخی واقعے کے بیان کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ اہل سلف کے
باطنی علوم ور روحانی طاقتیں س وقت فوق العادی پر پہنچی ہوئی تھیں۔ ور جس طرح
آج سے سو سال پہلے کے لوگ آج کل کے سائنس کی مادی ترقیوں کا ندازہ نہیں گا
سکتے۔ سی طرح آج کل کے ن دزدہ مادہ پرست لوگ قدیم زمانے کے اہل سلف
بزرگان دین کے روحانی کرشموں ور باطنی مالات کا ندازہ نہیں گا سکتے۔ کتنے تعجب
کی بات ہے کہ یہی ن دزدہ مہذب دنیا آج بھی لگے زمانے کے پیشوایان مذہب
ور بانیان دین یعنی پیغمبروں ور اولیاؤں کی پنی عبادتگاہوں ور معبدوں میں دن
رات مدح ور ثناخوانی ظر آتی ہے۔ ور سی کو ذریعہ نجات سمجھتی ہے۔ سبحان اللہ!
وہ ن دزدہ یورپ جس کو پنی مادی طاقت پر س قدر ناز ور گھمنڈ ہے آج بھی پنے
اسمر یہی پیغمبروں کا وہ طوت ور بہ مات رہا ہے۔ جس کی تعریف و توصیف کے گیتوں

ے دن رت یورپ کے گرجے ورکلیس ئیں گونج رہی ہیں۔وجہ یہ ہے کہ گلے
وگوں کے روحانی پنجوں نے س زمانے کے مادی وگوں کے قلوب کو پکڑ رکھا ہے۔
ورنہیں باطن میں زنجیر تسخیر سے جکڑ رکھا ہے۔گو وہ نہیں سمجھتے کہ ن کی گردنوں میں
یہ باطنی ڈوریں کس طرح پڑی ہوئی ہیں۔ ن سے نکلنا چاہتے ہیں لیکن نکل نہیں
سکتے جیسے کہ ہاتھی، ونٹ ،بیل وغیرہ گرچہ مادی طاقت ورظاہری قوت میں نسان
سے زورآور ورطاقت ور ہیں۔لیکن عقل فہم ورعلم کی بدولت نسان نے پنے
سے طاقتور ورشہ زور حیوانوں کو مسخر ورقابو کیا ہو ہے۔ ور ن سے پنے کام لے رہا
ہے۔سی طرح مردہ دل نفسانی وگ گرچہ مادی عقل ورظاہری علم میں کتنے ہی د نا
ورفیلسوف کیوں نہ ہوں لیکن باطنی علم ور روحانی طاقت و وں کے سامنے
حیوانوں کی طرح ہیں۔جن کو یہ وگ سر کے باطنی بالوں سے نوری ہاتھ ڈ ل کر پکڑ
لیتے ہیں۔قو تعالی۔ ما من دآبة لاهوآخذ بناصیتها۔ ترجمہ۔ ورنہیں ہے کوئی
حیو ن زمین میں مگر اللہ تعالی نے سے پیشانی کے بالوں سے پکڑ رکھا ہے۔جس
طرح حیو نوں کو سینگوں یا پیشانی کے بالوں سے پکڑ جاتا ہے ورحسب خو ہش ہر
طرف لے جایا جاتا ہے۔سی طرح ملکوتی روحانی علوم و لے وگ ن مادی
حیو نات ناطق کو باطنی طور پر بہت آسانی سے دماغی بالوں سے پکڑ کر جس طرف
چاہتے ہیں لے جاتے ہیں۔رباعی

ے ز پئے علم و عقل پر پا شدہ
تحصیل علوم ر مہیا شدہ
ز دفتر عشق تا نخو نی ورقے
با جہلی گرچہ ن سینہ شدہ

ترجمہ۔ ے نسان تو جو علم کے لیے ٹھ کھڑ ہو ہے۔ ورمختلف علوم کو حاصل
کرنے کے و سطے تیار ہو ہے۔عشق کے دفتر سے جب تک تو چند ورق نہیں پڑھے گا

تب تک ابوجہل یعنی جاہل مطلق ہے۔ چاہے ابن سینا کی طرح دانا کیوں نہ ہو۔

آج اگرچہ سائنس اور مادی ترقی یورپ کو فرعونیت کے بام بلندی پر چڑھا رہی ہے۔ لیکن اخلاقی اور روحانی انحطاط اس کو نفسانی ظلمت اور شہوانی غفلت کے اسفل اور جہالت کے تحت الثریٰ کی طرف نہایت تیزی سے گھسیٹ رہا ہے۔ ہمیں آج اپنی مادیت پر فخر کی بجائے اپنی روحانیت کے فقدان پر ماتم کرنا چاہیے تھا۔ مادی اور سیاسی عروج اگر ہمیں ایک انچ ابھار رہا ہے۔ تو روحانی جہالت ہمیں کوسوں نیچے دبا رہی ہے۔ اگر یورپ آج مادی عیش و عشرت اور دنیوی سازوسامان کی وجہ سے شداد کی بہشت کا نمونہ بنا ہوا ہے۔ مگر اخلاقی اور روحانی لحاظ سے تمام دنیا میں سخت مفلس ترین، نہایت نادار اور قحط زدہ علاقہ ہے۔ اگرچہ مادی سازوسامان اور ظاہری خوراک کی بڑی فراوانی اور بہت بہتات ہے۔ لیکن باطنی خوراک اور روحانی غذا ذکر فکر، طاعت اور عبادت یہاں عنقا کی طرح نادر و نایاب ہے۔ ہر جگہ دن رات ناچ و رنگ کی محفلیں قائم ہیں۔ شراب کے دور چل رہے ہیں۔ زنا، بدمعاشی، فسق و فجور کا دور دورہ ہے۔ خمر اور خنزیر عام خوردونوش ہے۔ ایک طرف کتوں کو اور دوسری طرف لیڈیوں کو بغل میں دبائے بیٹھے ہیں۔ شیطانی لہو و لعب اور نفسانی کھیل کود کے سوا وہاں اور کوئی شغل نہیں ہے۔ جہلا کی جہالت کا جہاں یہ جوبن اور شیطانی شہوت کا یہ شباب ہو وہاں اللہ کا نام لینے کی کسے مجال ہو۔

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

جس روز سے زمانے نے مادی ترقی اور دنیوی عروج کی طرف قدم اٹھایا ہے۔ اور بالکل اسی ایک ہی طرف رخ کر ڈالا ہے اسی روز سے اخلاقی، مذہبی اور روحانی پستی کا انحطاط شروع ہوا ہے۔ اور دین کے ضروری، حقیقی اور اصلی پہلو سے لوگ غافل اور بے پرواہ ہوتے چلے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ زمانہ گو آج مادی ترقی کے

فلک الافلاک پر پہنچ چکا ہے۔ مگر روحانی اور اخلاقی پستی کے تحت الثریٰ اور درکِ اسفل میں گر رہا ہے۔

عقلیں جتنی ہو رہی ہیں دل اتنے ہی ہو رہے ہیں سیاہ
اندھیرا چھا جائے گا جہاں پر اگر یہی روشنی رہے گی

افسوس مادہ پرست علم الابدان کی موشگافیوں میں عمریں صرف کر رہے ہیں۔ اور عزیز جانیں تلف کر رہے ہیں۔ مگر علم الادیان کی طرف مطلق توجہ نہیں ہے۔ دنیا کی چند روزہ زندگی کی آرائش و آسائش کے سامان مہیا کرنے کا شغف ان کے نزدیک ازحد ضروری ہے۔ لیکن ابدی سرمدی حیات اور باطنی نوری دولت کے حصول کا مطلق خیال نہیں۔ خانہ عنکبوت کی آرائش اور اس میں سامان کی فرمائش کا کمال بندوبست ہے۔ مگر دارِ عالمِ ملکوت کا کچھ فکر نہیں ہے۔

ابیات

چند در فکر سرای و غم منزل باشی
گذرد قافلۂ عمر تو غافل باشی

کعبہ در گام نخستین شود مستقبلت
ز سر صدق اگر ہمسفر دل باشی

گر در آرائش ظاہر دگران می کوشند
تو در آن کوش کہ فرخندہ شمائل باشی

کشتی تن بشکن چند درین قلزم خون
تختۂ مشق صد اندیشۂ باطل باشی

ترجمہ۔ تو کب تک جائے قیام اور منزل کی فکر کرتا رہے گا۔ اسی فکر میں عمر کا قافلہ گذر جائے گا اور تو غافل رہے گا۔

۲۔ کعبہ پہلے قدم پر ہی تیرا مستقبل رہے گا۔ اگر تو حقیقی طور پر دل کا ہمسفر بن جائے۔

۳۔ اگر دوسرے لوگ ظاہری آرائش کی کوشش کریں۔ تو تو صرف اس بات کی کوشش کر کہ تیرے اعمال نیک ہوں۔

۴۔ اس تن کی کشتی کو توڑ ڈال۔ کب تک تو اس خون کے سمندر میں صدہا باطل اندیشوں کا تختۂ مشق بنا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ حکیم و حکمین کی بڑی مہربانی اور کمال حکمت ہے کہ اس نے قاہر و قوی اور جابر و جزی یورپ کو مذہبی احساس، روحانی ذہنیت اور باطنی بصیرت سے خالی اور

بے بہرہ کردیا ہے۔ اور دجال کی طرح سے دینی و مذہبی آنکھ سے کانا کر کے محض دنیوی جوع الارض اور سیاسی علو کی طرف لگا دیا ہے۔ ورنہ اگر انہیں علاوہ مادی قہر مانیت کے مذہبی اور دینی احساس بھی ہوتا تو آج تمام دنیا کو کفر و الحاد کے باطل عقیدے کے ماننے پر مجبور کرتا۔

یورپ والے پہاڑوں کی چوٹیاں اور سمندروں کی گہرائیاں ناپتے پھریں۔ وہ دریاؤں کے دہانے اور عمق اور طول وعرض جانتے پھریں۔ قطب شمالی اور قطب جنوبی میں تحت الارض سٹیشن بنا کر موسمی حالات معلوم کرتے پھریں۔ ہوا، پانی اور خشکی کو مسخر کرتے رہیں۔ خلائی جہازوں کے ذریعے ستاروں تک پہنچنے کے خیال اور دھن میں خوش ہوتے رہیں۔ انہیں یہ مادی خاک رانی مبارک ہو۔ ہمارے اشہیدان نازو ادا کشتگان غمزہ وجفا کہ وہ نیر اعظم، نور جمال وجلال کہ جس کے ایک ذرہ شعاع سے آفتاب، ماہتاب منور ہیں۔ پھولوں کا رنگ وبو جس کے دم سے ہے۔ بتان جہاں کے لبوں کا تبسم جس کے کرم سے ہے وہ ہمہ خیر، وہ ہمہ دان، ہمہ بین، ہمہ نور، خوبی کی جان اور حسن کی روح رواں، حق سبحانہ تمہارا مقصود اور مطلوب ہے۔ رندان جام وحدت تو روضہ رضوان کو، جحیم سوزاں کو اور آسمان وزمین گردان کو تین نوا سے بنا کر آپ ہی آپ رہ جاتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ مسعود وجود جن کے مبارک دم سے آسمان سے بارشیں ہوتی ہیں۔ زمین بار آور ہوتی ہے۔ دنیا سے طرح طرح کی آفات اور مصائب ٹلتی ہیں۔ ان کے ابرو کے ایک ادنی اشارے سے دنیا کی بڑی بڑی مہمیں سر ہوتی ہیں۔ ان کے باطنی ہاتھ کی ایک جنبش بادشاہوں کے تاج اور تخت الٹ دیتی ہے۔ ان کے لطف کی نیم نگاہ مفلس گداگروں کو تاج اور تخت کا مالک بنا دیتی ہے۔ وہ اگر دنیا میں بے کار نظر آتے ہیں تو اس لیے کہ وہ عالم جاودانی کے بے تاج بادشاہ ہیں۔ دنیا میں جس قدر کوئی بڑا ہوتا ہے تباہی اس کا کام تھوڑا ہوتا ہے۔ بادشاہ ہمیشہ اشاروں سے کام کیا کرتے ہیں۔ عام مدرسوں

کی طرح دن رات دفتر سیاہ نہیں کرتے۔ اگرچہ یہ لوگ مفلس اور بے نوا نظر آتے ہیں۔ لیکن باطن میں روئے زمین کے حقیقی مالک ہوتے ہیں۔

خشت زیر سر و بر تارک ہفت اختر پائے
دست قدرت نگر و منصب صاحب جاہی

افسوس کہ زمانے سے روحانی علوم اور باطنی فنون مٹ گئے ہیں اور باطنی امراض کے طبیب اور روح اور معالج القلوب دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ اسلام در کتب و مسلمان در قبور والا نقشہ نظر آتا ہے۔ مذہبی تعلیم اور روحانی تلقین کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔ آج کل کے مدرسے اور کالج گویا ہیں۔ انسانی فطرت اور مذہبی ضمیر کے لئے گویا قصاب خانے اور بوچڑ خانے ہیں۔ جہاں لاکھوں انسانی قلوب کے معصوم ریوڑ کفر اور الحاد کی کالی دیوی کی بھینٹ چڑھائے جاتے ہیں۔ اور بے شمار پاک ارواح دہریت اور بے دینی کی دیوی کی دہلیز پر قربان ہوتی ہیں۔ ظاہر طور پر اگرچہ تعلیم پاتے نظر آتے ہیں۔ مگر درحقیقت معنوی طور پر ذبح ہوتے رہتے ہیں۔

کما قال اللہ تعالی ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقہم وایاکم ان قتلہم کان خطاء کبیرا

ترجمہ۔ بھوک اور افلاس کے خوف سے اپنی اولاد اور بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہم ہی انہیں اور تمہیں رزق پہنچانے والے ہیں۔ بے شک انہیں قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے"۔ یاد رہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اکثر لوگ اپنے بچوں کو دینی اور مذہبی تعلیم کی بجائے دنیوی تعلیم صرف اس لئے دیتے ہیں کہ دین اور مذہب کی تعلیم میں انہیں دنیوی دولت کے حصول کی کوئی امید اور صورت نظر نہیں آتی۔ اور سکول یا کالج میں داخل کرکے انہیں اس بات کی توقع ہوتی ہے کہ لڑکا اس تعلیم کے ذریعے کسی اچھے عہدے پر فائز ہو جائے گا۔ اور خوب روزی کمائے گا۔ یہاں اس آیت کا وہ پرانا مفہوم ہرگز منطبق نہیں کھاتا کہ پرانے زمانے میں عرب اپنی لڑکیاں زندہ

دفن کیا کرتے یا انہیں ذبح کر ڈالتے۔ کیونکہ وہ لوگ یہ کام محض عار کی وجہ سے کیا
کرتے تھے۔ تاکہ کوئی شخص ہمارا داماد نہ ہو ہرگز بھوک اور افلاس کے خوف سے یہ
کام نہیں کرتے تھے۔ یہ ذکر ایک دوسری آیت میں یوں آیا ہے۔ واذا الموءودة
سئلت بای ذنب قتلت۔ غرض بہت لوگ ہیں جو اپنے معصوم بچوں کو بھوک اور افلاس کے
خوف سے سکولوں اور کالجوں میں داخل کر کے معنوی اور باطنی طور پر انہیں اپنے
ہاتھوں قتل کر ڈالتے ہیں اور ان کی فطرت دینی اور استعداد مذہبی کو ضائع کر دیتے
ہیں۔ اکبر مرحوم نے اس مضمون کو اپنے اس شعر میں کس خوبی سے ادا کیا ہے۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

کالج کفر و الحاد کے ٹکسال ہیں۔ جہاں ضمیر اور فطرت کے زر عیار میں بے دینی
اور بد اخلاقی کا کھوٹ ملا کر انسانی قلوب کے سادہ لوحوں پر کفر، الحاد اور دہریت کی
مہریں لگ رہی ہیں۔ اور مغربی رسم و رواج کے موافق رائج الوقت سکے اور کام کے
مطابق دھڑا دھڑ تیار ہو رہے ہیں۔ اور یوں ہزاروں یوسف ان کھوٹے داموں کے عوض
بکے جا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی مذہبی ذہنیت مفقود ہو گئی ہے۔ اور اگر دنیا
میں کہیں خال خال مذہبی خیال موجود ہے تو مغربی تعلیم اور یورپین تہذیب نے اسے
بگاڑ کر مسخ کر دیا ہے۔ اکثر قلوب مذہبی اور روحانی لحاظ سے مر چکے ہیں۔ ان میں
کوئی مذہبی حس ہی باقی نہیں رہی۔ اگر کچھ تھوڑے سے قلوب کسی قدر زندہ رہ گئے
ہیں تو وہ سخت مہلک باطنی امراض میں مبتلا ہیں۔ ان باطنی امراض کے زیر اثر سب
مذہب کی نسبت آئے دن سخت کفر انگیز خیالات اور ملحدانہ شکوک اور اعتراضات کی
شکل میں ان لوگوں کے دلوں میں ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔ اب دنیا میں نہ معالج
القلوب ہیں اور نہ طبیب الارواح۔ اکثر کو تو اپنے مرض کا احساس ہی نہیں۔ بھلا جو
مریض اپنے آپ کو تندرست اور صحت یاب سمجھے، اس کا علاج کون کرے۔ یہاں پر

ہم اس قسم کے چند دہریانہ شکوک و شبہات اور ملحدانہ خیالات و اعتراضات بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کرتے ہیں جو مغربی تعلیم کے اثرات سے دنیا میں پھیل گئے ہیں۔ جس سے تقریباً مذہبی دنیا متعفن اور مسموم ہو گئی۔ ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو سرے سے خدا کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ایسے خدا کو کیونکر مانیں جو نہ خود دنیا میں محسوس اور معلوم ہوتا ہے۔ اور نہ اس کا کوئی عمل اور فعل دکھائی دیتا ہے۔ بھلا جو خدا سمجھ میں نہ آئے اسے کیونکر جانا اور مانا جائے۔ یہ لوگ دل کے اندھے ہیں۔ مادرزاد اندھے کو سورج کی اور اشیاء کی رنگت کا احساس کرانا ناممکن ہے۔ سورج تمام دنیا کو روشن کر رہا ہوتا ہے۔ سارا جہان اس کی روشنی سے تاباں و درخشاں اور تمام اشیاء کی صورتیں اور رنگتیں اس سے نمایاں ہوتی ہیں۔ لیکن اندھوں کے نزدیک نہ دنیا میں سورج کا کوئی وجود ہے نہ دنیا میں اس کی روشنی اور حرارت کو کوئی فعل موجود ہے۔ ایسے لوگ اگر سورج کی روشنی اور حرارت اور اشیاء کی صورت اور رنگت کو نہ سمجھیں اور جانیں تو قصور اس کا ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

ترجمہ: اگر دن کے وقت چمگادڑ کچھ نہ دیکھ سکے تو اس میں چشمہ آفتاب کا کیا قصور ہے۔

جب کہ کائنات عالم کا ذرہ ذرہ اس کا آفتاب عالم تاب کے نور سے زندہ اور تابندہ ہے۔ اور تمام دنیا کے اولو الالباب، دانایانِ جہان اور اولو الابصار بینایانِ زمان اس کی ذات والا صفات اور دنیا میں اس کی قدرت کے افعال جمال کے مشاہدہ اور عمل باکمال کے مشاہد ہیں۔

ان میں بعض سیاسی ملحد ہیں۔ جن کے سر پر سیاسی شیطان مسلط ہوتا ہے۔ شیطان ان کے دماغ میں یہ باطل خیال جما دیتا ہے کہ مذہب اور دین محض ایک نوع

نس ن کی ظ ہری ور دنیوی بہبودی ور قتص دی و سی سی ترقی ور تہذیب وتمدن ور

طرز معشرت کی صلح کے سے وضع یے گے ہیں۔ ور تم مذہبی پیشو یعنی گلے

پیغمبر ور ولی ءوغیرہ پنے پنے زمانوں میں پنی قوموں کے محض دنیوی ریفا رمر ور

ملکی مصلح ور سی سی لیڈر ہوئے ہیں۔ اور نہوں نے پنی دم غی قابلیت ور عقلی ذہنت

سے س زمانے کی محض دنیوی صلح ور سی سی ترقی کے سے مذہب یجاد ئے

تھے۔ ور بہشت کے خی لی بہلو ے ور دوزخ کے وہمی ڈر کے ڈنڈے سے س

زمانے کے سادہ لوح لوگوں کو بچوں کی طرح پنی خود س ختہ مذہبی پگڈنڈیوں ور شرعی

رہوں پر چل تے رہے ہیں۔ ور نعم ء بہشت، حور و قصور محض طفل تسلیاں ور بھول

بھلیاں تھیں۔ ور عذ ب دوزخ محض یک فرضی ہو تھ جو س زمانے کے سادہ ور

توہم پرست دم غوں کے سے کھڑ کیا گی تھ۔ دراصل سی سی ترقی ور ملکی فتح کی نقد

بہشت مقصود ور مطلوب تھی۔ چن نچہ آج دور فاتح قومیں حکومت ور سلطنت کی

بہشت میں یہ ں ر حت ور آرام پ تی ور عیش وعشرت کرتی ہیں۔ ور محکوم و مغلوب

قومیں غلامی و ذلت ور فلاس و مسکنت کی دوزخوں میں دکھ ور عذ ب پ تی ہیں۔

پس مذہب کا مدع یہی کچھ ہے۔ سو ے س کے نہ کوئی بہشت ہے اور نہ دوزخ۔ نہ

موت کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے ور نہ حس ب کت ب ہے۔ نہ سز ہے ور نہ جز ۔

سی سی حد ور دنیوی مفد کی ت ئید میں وہ مفصلہ ذیل ب طل خی لات ور بیہودہ

خرافت بھی گھڑ تے ہیں کہ یہ سب ظ ہری شرعی شع ئر ور مذہبی رک ن سی دنیوی

بہبودی ور سی سی بہتری کیلیے وضع یے گئے ہیں۔ ہر شرعی حکم ور دینی رکن میں کوئی نہ

کوئی دنیوی مفد ور سی سی بہتری کا ر ز مضمر ہے۔ مثلاً کلمہ شہ دت صرف قومی تح د

ور یک توحید کا یک رسمی ظہ ر ہے۔ صوم ور روزہ م ہ رمضان جہ د نفس ور تہذیب

خلاق کی یک پریکٹس ہے۔ یعنی نفس کو بھوک ور پی س کی ع دت ڈ لنے ور شہوت

و خو ہشات کی ضبط کا خوگر بن نے کی مشق ہے۔ ت کہ لڑ ئیوں میں خرچ ور خور ک

وغیرہ دینے کے موقع پر کام آئے۔ نماز با جماعت صرف اطاعت امیر ہے۔ اور نماز ایک قسم کی ورزش ہے۔ اور وضو کا مطلب محض صفائی ہے۔ اور مساجد سیاسی اجتماع اور ملکی معاملات اور دنیوی مصالحت کی اصلاح اور مشوروں کی پنج وقتہ انجمنیں ہیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ جملہ علماء و فقہاء متقدمین و سلف صالحین و ائمہ دین متین و محدثین اور کل فقہاء مفسرین نے قرآن و احادیث کے اصل مدعا اور مفہوم کے سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ اور غرض و غایت دین کا وہی ہے۔ جو ہم نے سمجھا ہے۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست۔ قاتلهم الله انی یوفکون۔ غرض یہ لوگ سب دینی ارکان اور تمام مذہبی شعائر کے تحت کسی نہ کسی دنیوی اور سیاسی مفاد کو مضمر سمجھتے ہیں۔

بعض کور چشم ملحد نبوت۔ رسالت اور حقیقت وحی کی توجیہہ کرتے ہیں کہ پیغمبر اور رسول اپنی قوم کے ایسے ہمدرد لیڈر اور خیر خواہ مصلح ہوئے ہیں کہ جن میں فطرتاً اپنی قوم کی بہبودی اور ہمدردی کا جوش اور جذبہ ہوا کرتا تھا۔ اس جوش اور جذبے کے سبب ان پر اس قسم کے خیالات کا غلبہ رہا کرتا تھا۔ اور غلبہ تخیلات سے بعض مضامین کو ان کی قوت متخیلہ مہیا کر دیتی تھی۔ حتیٰ کہ بعض اوقات اس غلبے کی حالت میں ان کو کوئی نہ کوئی آواز بھی سنائی دیتی تھی۔ جس کو وہ وحی و الہام سے موسوم کرتے تھے۔ حالانکہ خارج میں نہ کوئی اس قسم کا غیبی وجود ہے اور نہ کوئی فرشتہ ہے۔ یہ سب ان کی فطرتی قوت متخیلہ کی موہوم کارستانیاں ہیں۔ غرض یہ عقل کے دشمن پیغمبروں کو بیوقوف یا فریب خوردہ تصور کرتے ہیں۔ اور جملہ انبیاء و مرسلین و اولیاء کاملین کی وحی و الہامات اور معجزات و کرامات کو ان کے غلبہ اوہامات اور خیالات کی پیداوار خیال کرتے ہیں۔ اور اپنے کو بڑے فیلسوف اور دانا محقق سمجھتے ہیں۔ سبحانہ و تعالیٰ عما یقولون علواً کبیرا۔

فلسفی گشتی و آگہ نیستی
خود کجا و از کجا و کیستی

ز خود آگہ چوں شد بے شعور
پس نباید بر چنیں علت غرور

ملحدوں اور دہریوں کا خیال ہے کہ مذہب دورِ جاہلیت کی پیداوار ہیں۔ اب روشنی اور علم کا زمانہ ہے۔ پرانے مذہب اور قدیم طریقے اسی پرانے توہم پرست زمانے کے لیے موزوں اور مناسب تھے۔ وہ اسی زمانے کے ساتھ رہ جانے چاہئیں۔ اب زمانہ ماشاءاللہ بہت ترقی کر گیا ہے۔ پرانے مذہب اور قدیم طریقے اس مہذب اور بیدار زمانے کو سنبھالنے اور شاہراہِ ترقی پر چلانے کے لیے کافی نہیں ہیں۔ اس کے لیے نئے ریفارمروں اور نئے فیشنوں کی ضرورت ہے۔ چنانچہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا۔ منہ سے ہر وقت اٹھتے بیٹھتے دھواں نکالنا۔ سیٹیاں بجانا۔ لہو و لعب اور کھیلوں میں بندروں کی طرح ناچنا اور مینڈکوں کی طرح پھدکنا ان کے نزدیک تہذیب کی علامتیں اور شائستگی کے آثار ہیں۔

اب نظر آتی نہیں ہے مسجدوں کے فرش پر
قوم نے کی ترقی کر پہنچی عرش پر

[illegible]

اگر ان کے سامنے مذہب اور اخلاق کا نام لیا جائے تو کہتے ہیں کہ یہ لوگ ہم کو پرانے فرسودہ دقیانوسی زمانے کی طرف پیچھے دھکیلنا چاہتے ہیں۔ زمانہ بہت آگے بڑھ گیا ہے۔ یہ لوگ عورتوں کی آزادی اور بے پردگی کا بڑا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں۔ اور یورپ کے جاہلوں اور بے دینوں کی طرح عورتوں کو محفلوں اور مجلسوں میں مردوں کے دوش بدوش عریاں اور رقصاں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس بے شرمی، بے حیائی اور بے غیرتی کو ترقی، آزادی اور تہذیب کا نام دیتے ہیں۔ اے مغرب پرستو! اگر اسی دیوثی کا نام ترقی اور آگے بڑھنا ہے۔ تو یہ آگے بڑھنا تم کو مبارک ہو۔ ہم

پیچھے ہی تی۔

ہم سمجھتے تھے کہ ے گی فرغت تعلیم

کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا د بھی ساتھ

بعض وگ ہیں کہ جملہ نبیاء کے معجزت ور تمام ولیاء کی کرمات ور خوارق عادت کا نکار کرتے ہیں ور کہتے ہیں کہ قانون قدرت کے خلاف کبھی وقع نہیں ہو سکتا۔ ور دنیا میں جو علت ومعلول، شرط وجز اور سبب و اثر کا سلسلہ جاری نظر آتا ہے۔ س کے سو نہ کوئی علت ہے ور نہ کوئی غیبی محرک وفعل قدرت موجود ہے۔ دنیا محض یہی عالم سباب ہے جو ہر ذرہ حوس کے ندر معلوم ور محسوس ہے۔ جس طرح کسی چیز کی ذلت وقع ہوئی ہے۔ س کے برخلاف کبھی وقع نہیں ہوسکتا۔ سورج مشرق سے نکلتا ہے۔ آگ جلاتی ہے۔ پانی ڈھلوان کی طرف بہتا ہے ور اس عتقاد ور دہریت کی تائید میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

فطرت الله التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق الله ذالک الدین القیم

جس کی تفسیر ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ س فطرت سے مر د فطرت دینی ہے۔ ور لاتبدیل لخلق الله سے مر د یہ ہرگز نہیں ہوسکتی کہ مادے کی خلقت میں تبدیلی وقع نہیں ہوسکتی۔ بلکہ س کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ مادہ ہر وقت ور ہر لمحہ بدلتا رہتا ہے۔ ور ہر چیز میں تغیر وتبدل رونما ہے۔ اور یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ قانون قدرت کے برخلاف کچھ وقع نہیں ہوسکتا۔ بلکہ الله تعالیٰ علی کل شی قدیر ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ ہرگز پنے قانون کے تابع اور پابند نہیں ہے۔ گر وہ پنے بنائے ہوئے صول ور قوعد کا پابند ہوتو وہ خدا کس بات کا رہا۔ پھر تو کائنات میں مادے ور س کے قونین ور قوعد کا عمل ودخل رہا۔

خدا نہ فہم سے اور وہم سے دور
سمجھ آئے جس کو بندہ وہ خدا کیا

اس دنیا کی چند روزہ مادی حکومتوں کو بھی گاہے گاہے بطور ضرورت قانون
آرڈیننس جاری کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ حکیم و کمین
اور فعال لما یرید کو اپنے قانون اور قاعدے میں اسیر و مقید رکھا جائے۔
اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں صاف فرما رہے ہیں۔

یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب

یعنی اللہ تعالیٰ اپنی لوح قدرت اور لوح محفوظ میں جس امر کو چاہتا ہے مٹاتا ہے
اور جسے چاہتا ہے قائم رکھتا ہے۔ اور اس کے پاس لوح علم کی ام الکتاب ہے۔ اور
مسلمہ مسئلہ ہے کہ الامر متغیر و العلم لا یتغیر یعنی امر اللہ بدلتا ہے اور علم اللہ نہیں
بدلتا۔ بلکہ علم کے ذریعے امر کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً پانی ڈھلان کی طرف بہتا
ہے۔ لیکن علم پمپ وغیرہ کے ذریعے پانی نیچے سے اوپر کی طرف لایا جا سکتا ہے۔
وعلیٰ ہذا القیاس باقی سب امور کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد
ہے۔ فعال لما یرید اور یحکم ما یرید یعنی اللہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور جس
چیز کا ارادہ کرتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرے اپنے حکم سے پورا کرتا ہے۔ کوئی اسے
روک نہیں سکتا۔ اور پھر صاف طور پر فرماتے ہیں۔ واللہ غالب علیٰ امرہ ولکن اکثر
الناس لا یعلمون۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ہر امر و قانون پر غالب ہے۔ اور اس کے
تغیر و تبدل پر قادر ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔ بلکہ اگر غور سے
دیکھا جائے تو کائنات کی ہر چیز میں طلوع و غروب تغیر و تبدل اور ہر اصول و قاعدے
میں نقیض اس کے قہرمانیت قدرت اور غلبہ امر کا صاف پتہ دے رہے ہیں۔
اور کوئی بات ہماری توقعات اور قیاس کے مطابق وقوع ہوتی نظر نہیں آتی۔ اور کسی امر
کے وقوع کے لئے صحیح رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ اسباب کی آستین میں قدرت

کا ہاتھ کارفرما ہے۔ اور اکثر اسباب کے پردے میں کام کرتی رہتی ہے۔ لیکن گاہے بوقت ضرورت اسباب کی آستین چڑھا کر اور اتار کر کام کرنے لگ جاتی ہے۔ لہٰذا انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اولیاء کرام کی کرامات اور خوارق عادات محض قدرت کے ننگے ہاتھ کے کرشمے ہوا کرتے ہیں۔ اور قانون جاریہ کے برخلاف وقتی ضرورت کی تکمیل کیلئے گویا آرڈی ننس ہوا کرتے ہیں۔ جن نادان نفسانی کورچشم لوگوں کی نظریں مادی اسباب تک محدود ہوا کرتی ہیں۔ اور کوئیں کے اندھے مینڈک کی طرح وہ مادی کوئیں کو ساری کائنات سمجھتے ہیں۔ وہ قدرت کی فوق الفطرت غیر مادی کارفرمائیوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ اور قرآن میں جہاں کہیں اس قسم کے غیر فطری خلاف قیاس اور مفہوم میں عجیب قطع و برید اور سخت ناروا کفر انگیز تاویلیں کیا کرتے ہیں۔ ہم ان کورچشموں کو معذور اور مجبور سمجھتے ہیں۔

ز اہل مدرسہ اسرار معرفت مطلب
کہ نکتہ داں نشود مرد از کتاب خورد

ترجمہ۔ مدرسہ اور مکاتب والوں سے معرفت کے اسرار نہ پوچھ۔ کیونکہ کیڑا چاہے کتاب بھی کھالے وہ نکتہ داں نہیں بن سکتا۔

نہیں ہے سائنس واقف کار دیں سے
خدا ہے دور حد دوربیں سے

بعض مذہب کو سیاست سے علیحدہ سمجھتے ہیں۔ اور مذہب کو محض عبادات اور اعتقادات میں محدود خیال کرتے ہیں۔ کہ بندے کا خدا کے ساتھ تعلق انفرادی معاملہ ہے۔ سیاست کا معاملہ بندوں کے درمیان آپس کا ہے۔ دنیوی اور سیاسی ترقی میں مذہب رکاوٹیں پیدا کرتا ہے۔ اس لیے اس کو عملی دنیا میں جگہ نہیں دیتے۔ اسے ایک خیالی چیز سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مذہب کا مدعا اور غرض و غایت توحید یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا اور جاننا ہے۔ اور یہ چیز ہمارے خیالات میں حاصل ہے تو

پھر عملی ورشرعی تکلیفات کی کیا ضرورت ہے۔ وربعض کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ سلام کے زمانے تک تقریباً پانچ سو سال کے عرصے میں حکام ورقوانین میں تبدیلی کی ضرورت پڑی۔ مگر تیرہ سو سال تک وہی یک مذہب وریک ہی قسم کے قوانین ور حکام جاری ہیں۔ یہ بڑ ظلم ہے۔

بعض منکر نبوت نجات کے قائل ہیں۔ ورکہتے ہیں کہ نبیاء توحید کے وسطے مبعوث ہوئے ہیں۔ ورنہیں بھی سی توحید کے علم ورعمل کا حکم تھا۔ پس جس کو اصل مقصود حاصل ہو غیر مقصود کا نکار سے نقصان نہیں دیتا۔ پس توحید عتقادی طور پر ہمیں حاصل ہے۔ عبادت ورعمل سی عتقاد کے مختلف مظاہر ہیں یا س کی صحت کے لوازمات ورذرئع ہیں۔ جب صل مقصود حاصل ہو جائے تو ذرئع وروسائل کی کچھ ضرورت نہیں رہتی۔ سی طرح یہ بدبخت یریدون ن یفرقوا بین اللہ ورسلہ کے مصداق بن کر پنے آپ کو نبی ورس کی شریعت سے بری سمجھتے ہیں۔

یک ورفرقہ ہے۔ جو پنے آپ کو ہل قرآن کہتا ہے ور حکام کو محض قرآن میں محدود سمجھتا ہے۔ ورکہتا ہے کہ حدیث غلطی سے محفوظ نہیں ہیں۔ سلئے ن کا کوئی عتبار نہیں ہے۔ قرآن خود مکمل چیز ہے۔ س کے ہوتے ہوئے ورکسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ ور آیات قرآن کی پنے مطلب کے موفق تاویلیں کر کے یضل بہ کثیرا کے مصداق ہوتے ہیں۔ بعض ئمہ دین کے جتہاد ورفقہ کا نکار کرتے ہیں۔ ور پنے آپ کو ہل حدیث کہتے ہیں۔ قرآنی آیات ور حادیث میں سے پنے مطلب کے موفق جس کا جس طرح جی چاہے پنے سے یک ڈیڑھ ینٹ کی مسجد بنا کر لیحدہ دین بناتے ہیں۔ ور دین قیم کی وحدت ور جماع مت میں بگاڑ تفرقہ ورتشتت ڈلتے ہیں۔ نسان چونکہ فطرتاً ورقدرتاً جھگڑ ہو جلد باز، سہل نگار، ست ورکم چور وقع ہو ہے۔ س وسطے وہ خود مختار دینی قیود ور مذہبی پابندیوں سے آزادی حاصل کرنے ور س میں قطع برید کر کے آسانی پیدا کرنے

کے ے ہز روں مکر ور لاکھوں بہا نے ور حیلے بناتا ہے۔ ورخد ئی حکام کو کسی نہ کسی طرح توڑ مروڑ کر پنی خو ہش نفسانی کے موفق ور مطابق کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ لوگ نفس کے بندے ہیں۔ ور ہو ئے نفس کے تابع ہیں۔ ور جملہ حکام کو پنے نفس کے موفق بنانے میں حیلے بہا نے تر شتے ہیں۔

قولہ تعالی افرءیت من اتخذ الھہ ھوہ و اضلہ اللہ علی علم و ختم علی سمعہ و قلبہ وجعل علی بصرہ غشاوہ ط فمن یھدیہ من بعد اللہ افلا تذکرون

ترجمہ۔ کیا تو نے دیکھا اس شخص کو جس نے پنی خو ہش کو پنا معبود بنایا۔ ور باوجود علم کے اللہ نے س کو گمراہ کیا۔ ور اس کے کانوں ور دل پر مہر لگا دی ہے ور اس کی آنکھوں پر پردے ڈ ل دیے ہیں۔ پس کون ہے جو یسے شخص کو ہد یت کرے سو ے اللہ کے۔ کیا تم نہیں سمجھتے ہو۔

مختصر یہ کہ مغربی تعلیم نے حاد ور دہریت کا زہر تعلیم یافتہ طبقے کے دلوں ور دماغوں میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ کثر دل مذہبی نقطہ نگاہ سے مر چکے ہیں۔ ن کے ندر کوئی مذہبی حس باقی نہیں رہی ور نہ نہیں ہدایت کی طرف لانے کی کوئی مید ہو سکتی ہے۔ باقی گرچند دل رہ گئے ہیں۔ تو سخت مہلک مر ض میں مبتلا ہیں۔ ور مذکورہ بالا شکوک ور شبہات ن کے قلوب کو بری طرح گھیرے ہوئے ہیں۔ کثروں کو تو دنیوی ضرو ت ور نفسانی خو ہشات سے تنی فرصت ہی نہیں ملتی کہ وہ دین ور مذہب کے معاملے پر تہہ دل سے غور کریں ور سوچیں کہ آخر ہم کیا ہیں؟ کیوں ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں ور کہاں جا رہے ہیں؟ موت کی ضروری، ٹل ور ہم مہم کو اس طرح بھولے ہوئے ہیں کہ گویا نہیں یہ دور ور سخت کٹھن، جاں گد ز ور روح فرسا سفر در پیش ہی نہیں۔ بعض کو گر بھولے سے بھی کبھی چانک موت کی یہ بڑی بھاری مہم یاد بھی آجاتی ہے تو سے یوں ٹال دیا جاتا ہے کہ موت جب آئے گی

تو اس وقت دیکھا جائے گا۔ اس سے پہلے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ کتنے لوگ چلے گئے ہیں۔ وہ گزارہ کریں گے ہم بھی کر لیں گے۔ اس قسم کی طفل تسلیوں سے شیطان ان نادانوں کو تھپکا تھپکا کر خواب غفلت میں سلا دیتا ہے۔ اور اس سفر آخرت کے لئے زاد راہ اور توشہ و سامان بنانے سے باز رکھتا ہے اور اس وقت ہوش آتا ہے جب پانی سر سے گزر جاتا ہے اور خالی ہاتھ محتاج، نادار، اپاہج، اندھا، لولا، لنگڑا، سخت مصائب و آلام میں مبتلا اور گرفتار ہو کر دار آخرت کی طرف دھکیل دیا جاتا ہے۔ اس وقت حسرت، ندامت اور افسوس سے ہاتھ ملتا ہے۔ لیکن پھر پچھتاوے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

حشمت میں ہو تو اگرچہ سکندر سے زیادہ
اور عمر تری نوح پیمبر سے زیادہ
روز پسیں نہ کچھ بھی رہے گا بجز دریغ
ہر چند کہ ہووے تو سمندر سے زیادہ

ہماری اس کتاب کے مطالعہ سے بعض لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوگا۔ کہ اس کتاب کا مفہوم تو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسان بس دنیا کے تمام کام کاج چھوڑ کر جنگل میں جا بیٹھے۔ یا کسی حجرے یا گوشے میں بیٹھ کر تمام عمر اللہ اللہ ہی کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور تصور میں محو اور غرق ہو کر رہے۔ سو اس کتاب کی غرض و غایت تو رہبانیت کی تشویق معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ لا رہبانیۃ فی الاسلام آیا ہے۔ یعنی اسلام میں رہبانیت کی تعلیم نہیں ہے۔ یہ تعلیم تو عیسوی دین کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے جنگلوں اور پہاڑوں کے غاروں میں جا رہتے۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام صاحب غار تھے۔ اور ہمارے پیغمبرؐ صاحب سیف اور صاحب جہاد ہوئے ہیں۔ آج اقوام عالم خصوصاً یورپین اقوام سیاسی اور دنیوی ترقی کے فلک الافلاک پر پرواز کر رہی ہیں۔ اور مسلمان ذلت اور ادبار کے گڑھے میں گرے جا رہے ہیں۔ اسلام کو تنظیم،

اتحاد، تعلیم، دولت دنیوی، عروج و سیاسی علو وغیرہ کی ضرورت ہے۔ افسوس! مسلمانوں میں سے اکثر نیا لائے سیاست و دولت کے مجنون چندھیائی ہوئی نظروں سے یورپین قوموں کی چند روزہ حیوانی لذتوں اور نفسانی دولتوں اور نفسانی مسرتوں کی طرف دیکھ دیکھ کر للچاتے ہیں۔ اور جب خدا اور رسول اور اسلام کو اپنی نفسانی اغراض میں مؤید اور معاون نہیں پاتے تو دل ہی دل میں بگڑتے اور اسلام کے برخلاف طرح طرح کی خرافات بکنے لگتے ہیں۔ اس کتاب کے لکھنے سے ہماری غرض یہ ہرگز نہیں ہے کہ مسلمان جنگلوں اور پہاڑوں کی طرف نکل جائیں۔ یا حجروں میں بیٹھ کر ساری عمر اللہ اللہ ہی کریں۔ اور دنیا کا کوئی کام نہ کریں۔ یہ تو ہو نہیں سکتا۔ ہاں البتہ مسلمانوں کو ذکر اللہ اور اسم اللہ ذات کی طرف راغب اور مائل کرنے سے ہماری غرض اور غایت یہ ہے کہ مسلمان پکے اصلی اور حقیقی معنوں میں مسلمان ہو جائیں۔ ذکر اللہ اور اسم اللہ ذات سے نور ایمان اور روشنی ایقان و معرفت حاصل کر کے اسلام کے پاک اخلاق سے متخلق اور ایمان کی نوری صفات سے متصف ہو جائیں۔ اس کے بعد جب وہ اصلی اسلامی شان کے ساتھ میدان عمل میں نکلیں گے تو زندگی کے ہر شعبے اور دنیا کے ہر فعل اور عمل میں تائید ایزدی ان کے شامل حال ہوگی۔

کما قال اللہ تعالیٰ اولئک کتب فی قلوبھم الایمان و ایدھم بروح منه

وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان لکھ دیا گیا ہے۔ اور انہیں اپنی روح سے تائید فرمائی ہے۔ ایسے اہل ایمان لوگوں کی زندگی کے دونوں دینی و دنیوی، ظاہری و باطنی، صوری و معنوی، سیاسی و اخلاقی اور بدنی و روحانی پہلو ہر طرح سے نہایت کامیاب اور خوشگوار ہو جاتے ہیں۔ ایسا شخص اپنے اور غیر کے لئے، گھر کے لئے اور قوم کے لئے غرض تمام دنیا کے لئے اور آخرت میں باعث صد رحمت اور موجب ابر رحمت ہو جاتا ہے۔ جس طرح جانور اللہ کے نام کی تکبیر سے ذبح

کے وقت پ ک ور حلال ہو ج تا ہے۔ سی طرح نس ن ذکر للہ ور سم اللہ ذ ت کے
نور سے پ ک ور طیب ہو کر صحیح طور پر سل م، یم ن، یق ن ور عرف ن وغیرہ کے
درج ت ور مر تب سے مشرف ور سرفر ز ہو ج تا ہے۔ جب تک کسی قوم کے افر د
فرد فرد پنے نفس کا تزکیہ ذکر اللہ ور سم اللہ سے نہ کرلیں ور پنے نفسوں کی ح لت
ور کیفیت کو اللہ کے سے بدل نہ ڈ لیں۔ ہرگز اللہ تعالیٰ اس قوم کی مجموعی ح لت کو
نہیں بدلت ۔

کما قال عزذکرہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

یہی ہم رے آق ئے ن مد ر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تزکیہ نفس، تصفیہ
قلب، تجلیہ روح ور تخلیہ سر کی خ طر بتد ئے وحی کے زم نے میں رہب نیت ختی ر
کر کے کئی دفعہ کئی پہ ڑ میں نہیں ج رہتے تھے۔ ور متو تر کئی ہفتوں تک غ رِ حر
میں تصور سم اللہ ذ ت کے پ ک شغل کی خ طر د ن ر ت معتکف نہیں رہتے تھے۔ سو
ہر مسلم ن پر جو صلی ور حقیقی معنوں میں مسلم ن ور مومن ب یم ن بننے کا خو ہش مند
ہو۔ فرض عین ور سنت عظیم ہے کہ وہ پنی زندگی میں یک دفعہ ضرور پنے دل کو سم
اللہ ذ ت کے صبغۃ اللہ سے پوری طرح رنگ لے ور جب ور کتب فی قلوبہم
الایم ن پنی لوح قلب پر نقش سم اللہ ذ ت کو نقش ور مرقوم کر لے۔ س کے بعد
وہ عملی دنی میں گر نکلے گ ۔ تو ت ئید یزدی س کی ہر جگہ ور ہر فعل میں دستگیری کرے
گی۔ قوم کا ہر فرد جب س ش ن سے نصیب ہو ج ئے گ ۔ تو س وقت قوم کی مجموعی
ح لت بھی بدل ج ئے گی۔ ور الاسلام یعلو ولا یعلی کی صفت سے جلوہ گر ہو
ج ئے گی۔ ورنہ صرف سلامی ن م کے رکھے ج نے ی مسلم نوں کے گھر پید ہونے
سے نس ن کی نج ت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ور نہ دینی ور دنیوی ترقی ح صل ہو سکتی ہے۔
بلکہ صرف ظ ہر صورت سلامی ور رسمی روحی عمل سے بھی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ جب
تک صحیح سلامی سیرت ور کرد ر ور یم نی قلب ور خ لص نیت پید نہ کرے۔ جیس

کہ حدیث نبویؐ میں ہے۔

ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم ولکن ینظر فی قلوبکم و نیاتکم

ترجمہ۔ ور یہ تمہارے عمل ور فعل بلکہ تمہارے دوں ور نیتوں کو دیکھتا ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورت کو دیکھتا ہے۔ مختصر یہ کہ مسمانوں کا جب بطن صحیح وردرست ہو جے گا تو ن کا ظاہر بھی صح پذیر ور ترقی یفتہ ہو جے گا۔ جب دل کی صح ہو جاتی ہے تو جسد ور تن بھی درست ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ حدیث شریف میں ہے۔

ان فی جسد بنی ادم مضغۃ اذا صلحت، صلح الجسد کلہ الا وھی القلب

ترجمہ۔ بنی آدم کے جسد میں گوشت کا یک لوتھڑ ہے۔ جب س کی صح ہو جاتی ہے تو تمام جسد ور بدن کی صح ہو جاتی ہے۔ خبرد ر وہ گوشت کا لوتھڑ دل ہے۔ غرض جس وقت قوم کے فرد کے قلوب ور نفوس صح پذیر ہو کر بدل جائیں تو قوم کی ظاہری، دنیوی، سیسی، قتصدی ور بطنی مذہبی ور روحانی حالت بھی بدل جاتی ہے۔ جس زمانے میں اللہ تعالیٰ ور س کے رسول کے فرمانبردار ور قرآن ور حدیث پر عمل کرنے و لے یعنی مسمان متقی ور پرہیزگار تھے۔ دنیا کی حکومت ور بادشاہی بھی ن کے قدم چومتی تھی۔ لیکن جس وقت مسمانوں نے اللہ تعالیٰ ور اس کے رسولؐ کی طاعت ور فرمانبرداری چھوڑ دی۔ ور نفس ور ہو کے پیچھے پڑ کر قرآن ور حدیث پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ن نافرمانی کی سز میں ن پر ذلت ور مسکنت کو مسلط کر دیا۔ ور ن سے سلطنت ور حکومت چھین کر غیار کے حوالے کر دی۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب قریش نے جب شاعت دین ور

تبلیغ حق کے جر ء سے روکنے کی انتہائی کوشش کی۔ حتیٰ کہ آپ کو قتل کرنے اور دین اسلام کے مٹانے کا تہیہ کر لیا۔ اور آپ کو اپنے وطن مالوف مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینے کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ تو آپ نے وہاں جا کر تبلیغ اسلام اور اشاعت دین حق کا کام شروع کر دیا۔ مگر ان بدکاروں کو جب معلوم ہو گیا کہ آپ نے اپنا مشن وہاں بھی جاری کر دیا ہے۔ اور آپ کو وہاں اس میں زیادہ کامیابی ہو رہی ہے تو ان ہی دشمنوں نے آپ کو وہاں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ اور آپ کے مشن کو مٹانے کے لیے کوششیں جاری رکھیں اور وہاں جا کر حملے شروع کر دیے۔ تو آپ کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان معاندین اور مخالفین کے خلاف مجاہدانہ کاروائی شروع کرنے اور علم جہاد بلند کرنے کا اذن عام مل گیا۔ چنانچہ آپ نے اور آپ کے اصحاب کبار نے محض اعلاء کلمۃ الحق اور تبلیغ دین حق کے لیے بمصداق حتیٰ لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ۔ تمام مخالفین اور جملہ کفار و مشرکین کے خلاف تلوار اٹھا لی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی نصرت آپ کے شامل حال رہی۔ اور آپ کو اپنے جہاد اور حقیقی مشن میں پوری کامیابی حاصل ہوئی۔ اور آپ کو اور آپ کے جانشینوں اور دین حق کے سچے پیروؤں کو دین حق کی تبلیغ میں دنیا کی بادشاہی اور سلطنت بھی حاصل ہو گئی۔ اور جہاں کہیں خدا کے ان صادق بندوں کے مبارک قدم پہنچے۔ وہاں توحید اور دین حق کا آفتاب چمک پڑا۔ اور کفر، شرک اور نفاق کی ظلمتیں دلوں سے کافور ہو گئیں۔ اور تمام دنیا کی کایا پلٹ گئی۔ دل صاف ہو گئے اور نیتیں بدل گئیں۔ ہر شخص اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے برائی سے رک گیا۔ اور رجاء رحمت کے ارادے سے نیک کام کرنے لگ گیا۔ اور اسی طرح تمام دنیا اسلام کی سلامتی، ایمان کے امن اور عرفان کی عافیت میں راحت اور آرام کی زندگی بسر کرنے لگ گئی۔ دنیا میں ہر جگہ عدل اور انصاف کا دور دورہ ہو گیا۔ نخوت اور مساوات قائم ہو گئی۔ اور اسی طرح اسلام کی نوری فضا میں دنیا نے اطمینان اور تسکین کا سانس لیا۔

ہمارے س زمانے کے لیڈروں میں جب تک مذہبی ور روحانی سپرٹ پید نہ ہوگی۔ ن کی نیت نیک ور دل صاف نہ ہوں گے۔ وہ قوم کو دینی ور دنیوی نجات کا رستہ دکھانے میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔ لیکن افسوس کہ ہمارے آج کل کے لیڈروں کو اللہ تعالیٰ ور روز آخرت پر یمان نہیں ہے۔ وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں سی دنیا کے لیے کرتا ہیں۔ وہ گویا یک قسم کے تاجر ہیں۔ وہ گر کبھی مصلحت وقت کی خاطر قوم کے لیے کوئی تھوڑی سی وقتی جانی یا مالی قربانی پیش بھی کرتے ہیں۔ تو س کے عوض تمام قوم سے بحیثیت مجموعی وسیع پیمانے پر دگنی عزو جاہ ور دولت دنیا کے حاصل ہوتے ہیں۔ ملحد ور بے دین لیڈر کسی صورت میں قوم کا حقیقی رہنما ور صحیح نجات دہندہ نہیں بن سکتا۔ ور نہ س کی نیت صاف ہوسکتی ہے۔ وہ تھوڑے سے شخصی سرمائے کے ذریعے قوم کی ساری پونجی پر ہاتھ صاف کرنا چاہتا ہے۔ وہ تو یک قصاب ہے۔ جس نے پنی نیت کی چھری من کے میان میں چھپا رکھی ہے ور گڈریے اور پاسبان کا لباس وڑھ رکھا ہے۔ قوم کا سچا رہنما ور صحیح نجات دہندہ وہی شخص ہوسکتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ ور س کے رسولؐ پر یمان رکھے۔ جسے یوم آخرت حساب کتاب ور سزا ور جزا کا صحیح یقین ہو۔ جس کا ہر فعل ور عمل اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔ یسا شخص قوم کا حقیقی خیر ندیش ور سچا بہی خواہ ہوتا ہے۔ وہ لوگوں سے کسی چیز کا طالب نہیں بنتا۔ وہ لوگوں کو پنے لیے نہیں بلکہ نہیں کے فائدے کے لیے چاہتا ہے۔ اس کا سچا سودا اور لین دین اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ وہ پنی متاع پنے خالق کے ہاتھ بیچتا ہے ور روز آخرت میں س کی قیمت ور معاوضے کا طالب گار ہے۔ نہ مخلوق سے کوئی دنیوی غرض ور نہ نفسانی سروکار ہے۔ دنیا کے تمام ملحد ور بے دین لیڈر چور، چکے، ڈاکو ور رہزن ہیں۔ یہ لوگ کبھی دنیا میں امن قائم نہیں رکھ سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مہذب ڈاکو مذہب ور روحانیت کو ٹا موجب باہمی نزاع و نفاق قرار دے کر دنیا سے مٹانا چاہتے ہیں ور اس کے ستیصال ور بیخ

کنی کے درپے ہیں۔ یہ نادان الحاد و دہریت کی رو میں بہے جا رہے ہیں۔ ان کا
گمان ہے کہ اگر مذہب اور روحانیت دنیا سے نکل جائے تو دنیا میں امن قائم ہو
جائے گا۔ لیکن یاد رہے کہ اگر مذہب اور روحانیت کا [illegible] دنیا میں امن قائم
کرنے کے سے نہ رہا تو دہریت کے عفریت سے یہ بھی امید نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ دنیا
میں امن قائم کر سکے۔ ہاں دہریت اور بے دینی کے دور سے یہ فائدہ ضرور رہے گا
کہ انسانی جبر و استبداد سے آزادی نہ سہی۔ خدا اور رسول سے تو آزادی مل جائے
گی۔ ایک قوم کی اصلی ترقی یہ ہے کہ وہ ظاہری و باطنی، صوری و معنوی، دینی و دنیوی،
مادی و روحانی اور سیاسی و مذہبی دونوں طریقوں پر ترقی کرنے میں گامزن ہو۔ ورنہ
اگر دین اور مذہب کو سیاست کی بھینٹ چڑھا کر بغرض محال دنیوی ترقی حاصل بھی
کر لی جائے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ ایک شخص نے سر دے کر ٹوپی حاصل کر لی اور
پاؤں کٹوا کر جوتے پائے۔ اور انسان کی چند روزہ زندگی سے نجات پانے کی خاطر
نفس اور شیطان کی ابدی زندگی میں گرفتار ہو۔

رباعی

گیرم چہ کہ رستم و سام شدی
یا خسرو نیمروز و شام شدی
از زور بہ گوری تو بردہ زر
افسوس کہ بے نیمہ رہ تمام شدی

[illegible]

جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت کا منکر ہو۔ اور اس کی تمام اغراض دنیا تک
محدود ہوں۔ اور مخلوق سے اس کی تمام امیدیں وابستہ ہوں وہ بھلا اس دنیوی

ردوبدل ورمادی سود و زی کے سو اور کیا کر سکتا ہے۔

بتوں سے تجھ کو میدیں خد سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی ور کافری کیا ہے؟

جو وگ دنیا میں حیو نی زندگی بسر کر تے ہیں۔جن کا مشغلہ کھانا پینا ور ڈی مرنا ہے۔دنیا میں آئے اور چند روز حیو نوں کی طرح کھاپی کر چلتے بنے۔جن کے حق میں اللہ تعالیٰ فرما تے ہیں۔

ولقد ذرانا لجھنم کثیرا من الجن والانس لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا اولئک کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم الغفلون

ترجمہ ن کے دل تو ہیں لیکن ن سے کچھ سمجھتے نہیں۔ ن کے کان ہیں لیکن ن سے سنتے نہیں۔ ور ن کی آنکھیں ہیں لیکن ن سیب دیکھتے نہیں ہیں۔ یہ وگ حیو نوں کی طرح ہیں۔ بلکہ ن سے بدتر ور گمر ہ ہیں۔ یہ وہ وگ ہیں جو اللہ تعالیٰ ور روز آخرت سے غافل ہیں۔

بیت

خوجہ ر بیں کہ ز سحر تا شم
ورد ندیشہ ۔ شرب طعم
شکم ز خوشدن ۔ خوشدن
گاہ پر مے کند گہے خلی
فرغ ز خمد ۔ یمن ز دوزخ
جاے ۔ مزبلہ است یا مطبخ

جو کور چشم نفسانی محض گوشت ور ہڈیوں کے ڈھانچے ہیں۔ ور جو خاص آب گل۔

یعنی مادی دنیا میں سب کچھ جانتے ہیں۔ جو باطنی حواس سے محروم اور نور ایمان سے خالی ہیں۔ ایسے لوگ اگر اللہ تعالی اور روز آخرت کا انکار کریں تو وہ معذور ہیں۔ کیوں کہ ان کے قلوب مادے کے غلاف میں مستور ہیں۔ بھلا ایسے لوگ روح اور روحانی دنیا کو کیا جانیں۔ روحانی اور باطنی دنیا میں موجود ہیں۔ لیکن جن کے سر میں نہ باطنی آنکھیں ہوں اور نہ باطنی کان وہ کیا خاک دیکھیں اور سنیں۔ اللہ تعالی کے ذکر سے باطنی حواس کھلتے ہیں۔ لیکن نہ وہ اس طرف کبھی آئے اور نہ انہوں نے کوشش کی۔ تو قصور کس کا ہے۔ اللہ تعالی کے ذکر سے اعراض اور کنارہ کشی باطنی کور چشمی کا موجب ہے۔

قولہ تعالی و من اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا و نحشرہ یوم القیمۃ اعمی

اور مشاہدہ کے لئے مجاہدہ شرط ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ ترجمہ۔ جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ اور کوشش کرتے ہیں۔ ہم انہیں اپنے راستے دکھاتے ہیں۔ یہ لوگ قلبی امراض میں مبتلا ہوئے۔ لیکن وہ کبھی طبیب القلوب کے پاس علاج کے لئے نہ گئے۔ ان کی آنکھیں آئیں اور اندھے ہو کر رہ گئے۔ لیکن کبھی سلیمانی سرمے کی تلاش میں نہ نکلے۔ ہم اس جگہ مادی دنیا میں باطنی شخصیتوں اور روحانی جسموں کے افعال اور آثار بطور مشتے نمونہ از خروارے بیان کرتے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے ناظرین اہل یقین کو پتہ لگ جائے گا کہ ہماری اس مادی دنیا کے علاوہ ایک باطنی اور روحانی دنیا بھی موجود ہے۔ جس کے آثار گاہے گاہے اس مادی دنیا میں بھی نمودار ہو جایا کرتے ہیں۔ کیونکہ باطنی اور روحانی دنیا اس مادی اور عنصری

دنیا کے ساتھ اس طرح متحد و پیوست ہے۔ جس طرح روح جسد عنصری کے ساتھ متصل و مربوط ہے۔

مادی دنیا میں باطنی حسوں کے آثار و افعال

اس مادی دنیا میں انسان پر صرف خواب کے ذریعہ عالم غیب اور روحانی دنیا کے واردات یقینی گاہے گاہے وقوع ہوتے ہیں۔ اور محض خواب ہی میں غیر مرئی شیء کا ظہور ہو سکتا ہے۔ اور نیند میں دوسری زندگی کے تاثرات کسی قدر باطنی حواس پر رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اور عالم مرئی یعنی لطیف دنیا کی شیء کو محض خواب کے وقت انسان گاہے گاہے بطور رشحے نمونہ ذرہ ذرہ سے محسوس کر کے اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس مادی دنیا کے علاوہ کوئی اور لطیف دنیا بھی موجود ہے کیونکہ خواب کے وقت انسان کے ظاہری حواس بند ہو جاتے ہیں۔ اور تمام مادی اعضاء اپنے کام سے معطل ہو جاتے ہیں۔ گویا انسان پر ایک گونہ بے ہوشی اور موت وقوع ہو جاتی ہے۔ اگر خواب کو موت صغریٰ یعنی چھوٹی موت کہیں تو بجا ہے اس واسطے النوم اخ الموت آیا ہے۔ یعنی نیند موت کا بھائی ہے۔ جیسے کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

اے برادر من ترا از زندگی دادم نشاں
خواب را مرگ سبک دان مرگ را خواب گراں

چنانچہ موت بھی ظاہری حواس اور قویٰ اور جسمانی اعضاء کے معطل اور بے کار ہو جانے کا نام ہے۔ اور جو کچھ موت کے بعد وقوع ہو گا اس کا نمونہ کسی قدر خواب میں ضرور پیش آ جانا چاہیے۔ موت کے بعد کی کیفیت کے اثرات کچھ نہ کچھ خواب میں پیش آنے بہت ہی قرین قیاس ہیں۔ عوام کے لئے عالم غیب اور عالم مرئی کی طرف جھانکنے کے لئے یہی خواب کا ایک روزن رکھا گیا ہے۔ اور سچے خوابوں سے ایک سلیم عقل انسان اور آخرت کے ثبوت کے لئے بہت اچھے نتیجے نکال سکتا ہے۔ اس واسطے رؤیائے صادقہ یعنی سچے خوابوں کو نبوت کا ایک جزو قرار دیا گیا ہے۔ پس خواب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ کہ جب خواب کے وقت انسان پر نفس کی قوت متخیلہ غالب ہوتی ہے۔ اور حواس ظاہرہ کے مدرکات خزانہ خیال میں مجتمع ہو جاتے

ہیں۔ ور ن کا عکس دل کے آئینے پر پڑتا ہے۔ س وقت بعینہ وہی مادی خیالات

ورتصورات خوب میں متشکل ہو کر نظر آتے ہیں۔ یہ ضغث حلام یعنی خیالات

پریشان کہلاتے ہیں۔ جن کا کوئی عتبار نہیں ہے۔لیکن کبھی نفس ناطقہ جب کہ وہ اس

عالم محسوس سے بسبب تعطل حواس خمسہ ورقوی ظاہری عالم غیر محسوس یعنی عالم روح

کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، تو س جوہر صافی پر عالم غیب کے و قعات س طرح

منعکس ہوتے ہیں جس طرح صاف آئینے میں محسوسات کی صورتیں نظر آتی ہیں۔

پھر عالم بیداری میں وہ ہو بہو سی طرح وقوع ہوتی ہیں۔ یسے خوابوں کو ضغث

حلام قرار دینا اور پریشان خیالات کہنا پرلے درجے کی حماقت ور سچے و قعات کا

نکار ہے۔ہاں کبھی جب دل کے آئینے کو عالم محسوس کے مادی خیالات نے مکدر نہیں

ہوتا ہے۔ ور س پر عالم غیب کے و قعات کا عکس ماحقہ نہیں پڑسکتا۔ س وقت

دل پر رویائے صادقہ ور پریشان خیالات کی مٹھ بھیڑ ہو جاتی ہے۔ س وقت یک

تیسری شکل پیدا ہوتی ہے۔ یسے خواب کے بعض حصے سچے خواب ہوتے ہیں ور

بعض پریشان خیالات، سو یہ حالت بھی چنداں قابل و قعت نہیں۔مگر بعض دفعہ

نسان خواب کے ندر یسی باطنی وادی میں چلا جاتا ہے۔کہ جہاں روز نہ مادی

خیالات، نفسانی ر دات ور دنیوی خطرات کا دخل ہی نہیں ہوتا۔ ور نسان خواب

میں صبح صادق کی طرح شک اور شبہ کے غبار سے پاک ور صاف مطلع دیکھتا ہے۔

س وقت دل کے آئینے پر عالم ملکوت یعنی عالم غیب کے حالات س طرح منعکس

ہوتے ہیں۔جیسے کہ فلم کے پردے پر متحرک ور متکلم صورتیں بعینہ ہو بہو صاف طور

پر نمودار ہوتی ہیں۔ س قسم کے و قعات جب خواب میں نسان دیکھتا ہے تو بیداری

میں ہو بہو سی طرح یا گاہے ہفتہ یا مہینہ یا گاہے سال ور کبھی برسوں کے بعد ضرور

رونما ہو جاتے ہیں۔سو یسے خواب دل کے سچے حقائق کا نمونہ ہوتے ہیں۔ قولہ

تعالیٰ۔ ما کذب الفؤاد ما رای۔ یعنی دل جو کچھ دیکھتا ہے اس میں کبھی جھوٹا ثابت

نہیں ہوتا۔ دنیا میں تقریباً ہر انسان کو کسی نہ کسی سچے خواب کا واقعہ ضرور پیش آیا ہوگا۔ جس سے اس بات کا کافی ثبوت مل سکتا ہے کہ انسان کے اندر مادی عقل اور ظاہری حواس کے ماسوا ایک اور چیز بھی مدرک ہے۔ جس کو باطنی شخصیت یا نفس، قلب اور روح کہتے ہیں۔ اور موجودات کا سلسلہ صرف محسوسات تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس مادی دنیا کے علاوہ ایک اور لطیف روحانی دنیا بھی موجود ہے۔ جس کے آثار کبھی کبھار اس مادی دنیا میں اس عنصری جسم پر نمودار ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ ہر انسان نے عمر بھر میں کوئی نہ کوئی سچا خواب دیکھا ہوگا۔ جو ہو بہو جلدی یا بدیر واقع ہو ہوگا۔ یا اگر کوئی شخص خود نہیں دیکھ سکا تو کسی قریبی خویش یا دوست اور رفیق کے خواب کی صداقت ضرور آزمائی ہوگی۔ کیونکہ اس قسم کے واقعات نہایت معمولی باتیں ہیں۔ چھوٹے بچے، کمزور، ناقص العقل عورتیں، فاسق، فاجر انسان حتیٰ کہ کفار مشرکین اور منافقین تک ہر قسم کے سچے خواب دیکھ سکتے ہیں۔ اور یہ امر روزانہ ہر خاص و عام کے سامنے کھلا ہوا ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ ایک واقعہ خواب میں دیکھا گیا ہے۔ اور صبح کو ہو بہو اسی طرح واقع ہوگیا ہے۔ یا کبھی کسی گمشدہ چیز کی بابت خواب میں اطلاع کے مطابق وہ چیز مل گئی۔ یا کبھی کسی مرض کی دوا بتائی گئی ہے۔ اور اس پر عمل کرنے سے صحت کلی حاصل ہوگئی ہے۔ یا کبھی کسی موت یا فوت کی خبر سنائی گئی ہے۔ یا کسی اولاد نرینہ کی پیدائش کی بشارت مل گئی ہے۔ اور اسی طرح ظہور پذیر ہوگیا ہے۔ یا کبھی کسی مقدمے کی فتح یا کسی سفر پر گئے ہوئے خویش یا دوست کی آمد کی خبر مل گئی ہے۔ یا کبھی آئندہ رنج یا خوشی کا واقعہ خواب میں نظر آ گیا۔ یا کوئی اجنبی شخص یا نادیدہ مکان یا نیا شہر خواب کے اندر دیکھا گیا۔ بعد میں بیداری پر ہو بہو ان سب کا وقوع اور ظہور ہوگیا۔ سو یہ امر بدیہی ہے کہ یہ حواس ظاہری اور بدنی ادراکات کا کام تو ہرگز نہیں ہے۔ مجرد مادہ پرست، کور چشم اس قسم کے سچے حقائق اور دیگر غیبی ادراکات اور روحانی واردات کی جو ان کی مادی عقل کے

میزن میں پوری نہ ترسکیں۔کوئی نہ کوئی تاویل ورتو جیہہ ریتے ہیں۔لیکن کچھ عقل
سیلیم ورذر بطنی حوس کے ملک اس قسم کے وقعت سے ضرور ندزہ لگاتے ہیں
کہ ہماری س مادی دنیا کے علاوہ ضرور یک روحانی لطیف دنیا بھی آبد ہے۔جو گاہ
بگاہ بطنی حوس سے معلوم ورمحسوس ہوتی رہتی ہے۔ورنہ نیک لوگ تو یسے سچے
خوب ہر روز دیکھتے ہیں ورنہیں ہمیشہ سچ پتے ہیں۔ورکبھی خطا نہیں کرتے۔
بعض زندہ دل لوگ مستقبل کے آئندہ وقعت مرقبے کے ندر گاہے بید ری میں
دیکھ رتے ہیں۔ورنبیاء ور ولیاء کا تو کہنا ہی کیا ہے ن کا دل تو جام جمشید ور
آئینہ سکندری ہوتا ہے۔جس میں تمام دنیا کے حالات ورو قعات رونما ہوتے
ہیں۔نسانی دل اللہ تعالیٰ کی لوح محفوظ کا یک ماڈل ورنمونہ ہو رتا ہے۔ور ہر
شخص بقدر وسعت و ستعد د اس میں حال، ماضی ورمستقبل کے حالات ور
وقعت کا نظرہ رستا ہے۔جس طرح نسن کو ظاہری حوس سے متمتع کیا گیا ہے
کہ جس وقت چاہے۔ن سے عالم محسوسات کی شیاء معلوم ورمحسوس رستا ہے۔
سی طرح جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے بطنی حوس عطا ردیئے ہیں۔وہ جس وقت
چاہیں ن سے بطنی وروحانی دنیا کی شیاء ورعالم مرکے وقعت ورحالات کا
مشاہدہ ررسکتے ہیں۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ور
جس کے دل کی دوربین کا آئینہ جس قدر وسیع ہے۔س میں غیبی حقائق وروحانی
شیاء وسیع پیمانے پر رونما ہوتی ہیں۔حال ہی میں ماہیت دنوں ورسائنس د نوں
نے یک سی بھاری ور وسیع دوربین یجاد کی ہے جو کیلیفورنیا کی رصد گاہ ور
آبزرویٹری میں نصب کی گئی ہے جس سے روشن یسے سیارے ورستارے نظر آگئے
ہیں جو پہلی دوربینوں سے نظر نہیں آسکتے۔ورآئندہ س سے زیدہ بڑی ور وسیع
ترین دوربین عالم وجود میں آنے ولی ہیں۔جب س مادی وسعت نظری پر کسی قسم
کا کوئی کنٹرول نہیں ہے۔سی طرح گر اللہ تعالیٰ کسی ولی یا نبی کے دل کی دوربین کو

وسعت بخشے۔ اور اس میں تمام جہان کا نظارہ کرے۔ تو اس میں سے حسد و اظہار کیا بگڑتا ہے۔ یعلمون ظاہرا من الحیوۃ الدنیا وہم عن الآخرۃ ہم غافلون۔

آئینہ سکندر جام جم است بنگر
تا بر تو عرضہ دارد احوال ملک دارا

ترجمہ۔ دل آئینہ سکندر جام جمشید کی طرح ہو۔ اس میں دیکھ، تاکہ یہ تجھے دارا کے ملک کے حالات بتائے۔

[illegible]

یہاں کل علم غیب اور علم امر اور علم خلق کو ہر وقت اور ہر آن انفرادی اور مجموعی، اجمالی اور تفصیلی، اندرونی اور بیرونی طور پر معلوم اور محسوس کرنا اور تمام کائنات اور اس کے ہر ایک ذرے کا علم ہمیشہ کے واسطے رکھنا اور اس علم میں کسی وقت نقص اور کمی نہ آنا یہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود عالم الغیب والشہادۃ کو مسلم ہے اور اس کی مخصوص اور مختص صفت ہے۔ جس میں اور کوئی ذات اس کی شریک اور سہیم نہیں ہو سکتی۔

هو الاول و الاخر و الظاهر و الباطن و هو بكل شيء عليم

اول و آخر توئی کیست حدوث و قدم
ظاہر و باطن توئی چیست وجود و عدم
اول بے انتقال آخر بے ارتحال
ظاہر بے چند و چوں باطن بے کیف و کم

تمام کائنات اور اس کا علم بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اگر تمام کائنات کا علم کسی کو عطا کر دے۔ اور مخلوق کو مخلوق اور حادث کا علم بخش دے۔ تو اس واجب الوجود غیر مخلوق ذات کی لاتناہی صفت علم میں ایک ذرہ برابر دخل اور شرک لازم نہیں آتا۔

کیونکہ ہمری تم م کائنات کا ہمہ گیر ور ہمہ د ن علم ہر ح ل میں تحقق ہے۔ ور سے
خ لق غیر مخلوق کے س تھ کوئی و سطہ نہیں ہے۔ وہ ذ ت ور ء ور ء ور شم ور ء ور ء
مخلوق کے علم ور جہل سے ب لا تر ہے۔

ول و هم ور ب آخری
ب طنی و هم ور آں د ظ هری
تو محیطی بر همه مدر صفت
و ز همه پ کی و مستغنی بذ ت

ترجمہ۔ تو ول بھی ہے ور آخر بھی ہے ور تو ب طن بھی ہے ور اسی وقت ظ ہر
بھی ہے تو پنی صفت کے ل ظ سے سب مخلوق پر محیط ہے۔ لیکن پنی ذ ت کے ل ظ
سے سب سے پ ک ور مستغنی ہے۔

ے دوست یقین کر لے کہ ن ن ک مل اللہ تع لی کی عط کردہ چشم بص رت
ظ ہری ور چشم بصیرت ب طنی سے ک ئن ت کی ظ ہری ور غیبی شی ء کو دیکھ سکت ہے۔ ہر
برتن ور ظرف میں سی قدر چیز آتی ہے۔ جس قدر س میں وسعت ہوتی ہے۔ ت ہم
گر حدین ور مخ لف ن نہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب س خ لق ذو جلال کی
بے مثل و بے مث ل رویت ولق ور وصل کو قبل ز بعد ز موت شریعت نے (س خ ک
ن ن کے لیے) ج ئز کر دی ہے۔ تو مخلوق کے مخلوق ور محدود علم میں کون س خ ب ک
پ ی ج گ ہے کہ وہ س کے لیے ج ئز نہ ہو۔

ظہور تو بمن ست و وجود من ز تو
فلست تظہر لو لی م کن لو ک

ترجمہ۔ ے اللہ تیر ظہور مجھ سے ہے ور میر وجود تجھ سے ہے۔ پس تو ظ ہر نہیں
ہوت جب تک میں نہ ہوں۔ ور میں موجود نہیں ہوت گر تو نہ ہو۔

ہم یک طویل ور غیر مختتم بحث میں پڑ گئے ہیں۔ ہم پھر پنے صلی موضوع کی

جانب رجوع کرتے ہیں۔

غرض خواب کے اندر بعض اشخاص کو بڑے بڑے علوم اور معارف حاصل ہوئے ہیں۔ چنانچہ بعض اشخاص کو خواب کے اندر قرآن کی کئی سورت یاد کرا دی گئی۔ اور جب وہ صبح کو اٹھتے ہیں۔ تو انہیں وہ سورت ہمیشہ کے لئے یاد رہ گئی۔ بلکہ یہ بھی ہوا کہ بعض سعادت مند اشخاص کو خواب میں سارا قرآن ایک رات کے اندر حفظ کرا دیا گیا ہے۔ اور جب صبح کو اٹھے ہیں۔ تو ہمیشہ کے لئے قرآن کے حافظ بنے رہے ہیں۔ بعض لوگوں کی نسبت یہ روایت صحیح سنا گیا ہے کہ رات کو سوتے وقت عجمی تھے اور انہیں خواب کے اندر عربی زبان بولنے کا ملکہ عطا کیا گیا۔ جب وہ صبح کو اٹھے تو فصیح عربی زبان بولنے والے پائے گئے اور ہمیشہ عربی زبان بولتے رہے۔ چنانچہ ان کا قول ہے۔ مسیت عجمیا واصبحت عربیا یعنی میں سوتے وقت عربی زبان سے بے بہرہ محض عجمی تھا۔ لیکن صبح کو اٹھا تو عربی بنا ہوا تھا۔ بعض لوگ جاہل سوئے اور عالم ہو کر اٹھے۔ کئی دفعہ دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی کے خواب میں چوٹ لگی ہے اور بیداری میں اس کا اثر اس کے وجود پر نمایاں طور پر پایا گیا۔ چنانچہ ایک شخص کو اس راقم الحروف نے دیکھا کہ رات کو خواب میں کسی نے اس کی ٹانگ پر چوٹ لگائی۔ صبح کو وہ ٹانگ سے لنگڑا ہو گیا۔

راقم الحروف کا اپنا واقعہ ہے کہ جب میری عمر تقریباً ۳۵ سال کی ہوگی۔ اور جب کہ ماہ رمضان شریف جون جولائی کے گرم مہینوں میں پڑتا تھا۔ میری طبیعت ناساز ہوگئی۔ اور روزہ رکھنے کے لئے پاس کے مغربی پہاڑ کے ایک سرد مقام پر چند احباب کے ہمراہ چلا گیا۔ مگر وہاں بسبب چند وجوہات کے رہنے کا اتفاق نہ ہو سکا۔ مجبوراً رمضان کی پہلی تاریخ سے ایک دو روز پہلے گھر کو روانہ ہوا۔ ہمارے شہر سے چند میل کے فاصلے پر ایک گاؤں میں رات آ پڑی۔ اتفاقاً شام کو رمضان کا چاند نظر آ گیا۔ طبیعت گو ناساز تھی۔ لیکن صبح روزہ بھی تھا اور پیدل کافی سفر بھی۔ رات کو شش و

پنچ میں تھا۔ کہ روزے کی نیت کی جائے یا نہ۔ آخر دل مضبوط کر کے روزے کی نیت
کر ہی لی۔ اور صبح کو گھر پیدل روانہ ہو گیا۔ راستے میں اس شدت کی پیاس لگی کہ دل
بیٹھا جاتا تھا۔ اور منہ میں لعاب خشک ہو گیا۔ گھر پہنچ کر غسل کیا اور پیاس بجھانے
کے بہتیرے بیرونی جتن کیے۔ لیکن کسی طرح پیاس کا غلبہ کم نہ ہوا۔ دوپہر کو چارپائی
پر لیٹ کر سونے کی بہتیری کوشش کی۔ لیکن بسبب شدت پیاس نیند نہیں آتی تھی۔
آخر تھوڑی سی آنکھ جو لگی تو کیا دیکھتا ہوں کہ خواب میں بھی اپنی پیاس بجھانے کے
لیے پانی تلاش کر رہا ہوں۔ اتنے میں اسی خواب کے اندر کسی شخص نے شربت کا
ایک گلاس پیش کیا۔ جسے میں پی گیا۔ جب آنکھ کھلی تو پیاس کا نام و نشان نہ تھا گویا
بیداری میں پی گیا ہوں۔ حتیٰ کہ شام کے وقت بھی پیاس نہیں تھی۔

اس فقیر کے ابتدائی زمانے کا ایک واقعہ ہے کہ جب ابتدائے حال میں اس فقیر
نے کاج چھوڑ کر فقر اختیار کیا تو ان دنوں اپنے روحانی مربی حضرت سلطان باہو
صاحب کے دربار پر مقیم تھا۔ مجھے رات کو سانپ نے پیر پر کاٹ کھایا۔ سانپ کو تو
میرے ساتھ کے ایک درویش نے اسی وقت مار ڈالا۔ اس واقعہ کو سن کر دربار شریف
کے چند درویش اظہار ہمدردی کیلئے میرے پاس آئے۔ ان میں بعض مجھ سے
سانپ کے زہر چڑھ جانے کی یوں علامات دریافت کرتے رہے کہ آیا تمہارا گلا تو
نہیں گھٹتا؟ یا غنودگی تو طاری نہیں ہو رہی وغیرہ وغیرہ۔ اس سے قبل گو میں بالکل
مطمئن اور بے فکر تھا۔ لیکن ان کی اس قسم کی باتوں سے مجھے تشویش لاحق ہو گئی۔ اس
وقت بیٹھے ہوئے میری تھوڑی سی آنکھ لگ گئی۔ تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ خواب کے
اندر میرے منہ، ناک اور کانوں سے خون جاری ہے اور گھبراہٹ کی وجہ سے میرا دل
دھڑک رہا ہے۔ اتنے میں ایک شخص میری طرف بھاگتا ہوا نظر آیا۔ قریب آ کر اس
نے مجھے ایک گلاس دودھ کا پینے کو دیا۔ اسے پیتے ہی لہو بند ہو گیا۔ اور دل ساکن اور
مطمئن ہو گیا۔ میری آنکھ کھلی پاس بیٹھے ہوؤں کو کہا کہ آپ چلے جائیں۔ مجھے

خیریت ہے۔ چنانچہ بالکل خیریت و عافیت سے رات گزر گئی۔ اور سانپ کے زہر کا
کچھ اثر نہ ہوا۔ یہ واقعہ دربار شریف کے درویشوں کو ابھی تک یاد ہوگا۔

اسی طرح اس فقیر کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ میں بیمار ہوگیا۔ اور میرے
کان سے سفید بدبودار پیپ بہنے لگی۔ جب میرے کان کا سوراخ اس پیپ سے بھر
جاتا تھا۔ تو میں اپنی انگلی سے اسے نکال لیتا تھا۔ چنانچہ چند روز یہ معاملہ رہا۔ اس کے
بعد شاید اس پیپ کے بہنے کی وجہ سے یا میری انگلی کی بار بار رگڑ سے کان کے اندر
سوراخ کے قریب ایک چھوٹی سی رسولی سی بن گئی۔ کان سے پیپ بہنی تو بند ہوگئی۔ مگر
اس پھوڑے کی یہ حالت ہوگئی کہ ایک پیالی سی بن گئی۔ اس میں ایک باریک سوراخ
تھا۔ جب میں اس کو انگلی سے دبا لیتا تھا تو اس کی پیپ نکل جاتی تھی۔ لیکن تھوڑی دیر
بعد پھر اس میں پیپ جمع ہو جایا کرتی تھی۔ میں اسے روزانہ چند بار دبا کر خالی کیا
کرتا تھا۔ لیکن اس کی پیپ ختم ہونے میں نہ آتی تھی۔ اس میں سخت جلن اور درد تھا۔
اور میں اس سے نہایت بے چین اور بے آرام تھا۔ وہ کسی طرح علاج پذیر نہ ہوتا
تھا۔ اس کے اندر مرہم وغیرہ نہیں جا سکتا تھا۔ اس نے میرا بہت برا حال کر دیا تھا۔
رات کو اس کی سوزش سے مجھے نیند نہ آتی تھی۔ چنانچہ میں نے تنگ آکر باطنی علاج
کی طرف رجوع کیا اور ایک روحانی اہل قبر سے استعانت طلب کی۔ کیونکہ حدیث
میں آیا ہے۔

اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اهل القبور

یعنی جب تم کسی معاملے میں حیران ہو جاؤ تو اہل قبور سے استعانت اور مدد
طلب کرو۔ چنانچہ میں رات کو ایک بزرگ کی قبر پر گیا۔ اور اس جگہ دعوت قرآن مجید
پڑھی۔ دعوت کا علم ایک نہایت نادر الوجود اور عزیز القدر علم ہے۔ جس کا بیان انشاء
اللہ اسی کتاب میں آگے کسی موقع پر کیا جاوے گا۔ میں دعوت قرآن پڑھ کر سو گیا۔
خواب میں میں نے دیکھا کہ کسی جگہ زمین کے اندر ایک نہایت عالی شان ہسپتال

ہے ور س میں یک خوب صورت خوش بو ں ڈ کٹر کھڑ ہوگوں کو دو ئیں دے رہ
ہے۔ چنانچہ میں نے بھی پنا کان دکھا کر عرض کی کہ میرے کان میں یہ پھوڑ ہے۔
س کا معائنہ فرما دیجیے۔ وہ یہ سن کر آتشی شیشی کی مانند یک برق سفید بھی گردن و ی
شیشی یک ماری سے نکال لی۔ ور مجھ سے فرمایا کہ پنا کان سامنے کرو۔ میں نے
کان سامنے کیا۔ آنکھ کے گوشے سے مجھے پنا کان یسا نظر آیا۔ گویا سے آگ لگی
ہوئی ہے۔ ور چراغ کی لو کی طرح یک سرخ شعلہ س سے نکل رہا ہے۔ ور میر
کان گویا جل رہا ہے۔ غرض اس روحانی ڈاکٹر نے س شیشی سے کچھ سفید عرق
میرے کان پر چھڑکنا شروع کیا۔ اس کے کان پر پڑنے سے آگ بجھنے کی چٹ چٹ
کی سی آواز مجھے سنائی دے رہی تھی۔ آخر وہ بجھ گئی ور میر کان برف کی مانند ٹھنڈ
ہوگیا۔ ور سی وقت میں خواب سے جاگ ٹھا۔ آپ یقین جانیں کہ میں نے سی
وقت پنا کان ٹٹو۔ تو نہ پھوڑ تھ ور نہ درد۔ بلکہ ڈھونڈنے سے بھی پتہ نہ لگتا تھا کہ
پھوڑ کس جگہ تھ۔ یہاں پر س فقیر نے پنے چند یک و قعات بطور مشتے نمونہ ز
خرو رے محض ناظرین کے طمینان قلب، تسکین خاطر ور زیادتی یقین کے لیے بیان
کر دیے ہیں۔ اللہ شاہد حال ہے کہ س میں خودنمائی ور خودفروشی کو مطلق دخل نہیں
ہے۔ کیونکہ فقیر ور درویشوں کے لیے یہ بہت معمولی باتیں ہیں۔ س سے بڑی
باتیں چونکہ عوام کی سمجھ سے باہر ور ن کے درجۂ یقین سے بالاتر ہیں۔ ور خوف
طو لت ور ندیشہ خودستائی بھی د من گیر ہے۔ س لیے یک دو و قعات پر کتفا کیا
جاتا ہے۔ ورنہ روحانی دنیا میں یسے عجیب و قعات کی کوئی کمی نہیں ہے۔

من ز فریب عمدرت گد شدہ ورنہ
ہزر گنج بہ ویرنہ دل فتادہ ست

ترجمہ۔ میں صرف (ظاہری) فریب مقات کے طور پر بھکاری بن گیا ہوں۔
ورنہ دل کے ویرنے میں ہزروں خزنے پڑے ہیں۔

جو لوگ خواب کی حقیقت کا انکار کرتے ہیں۔ اور اسے بدہضمی اور محض عادی خیالات کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ وہ نہایت نادان ہیں۔ خواب کی اہمیت اور وقعت سے صرف ایسے مردہ دل نفسانی لوگ بے خبر اور غافل ہیں۔ جن کے دل پتھر کی طرح بے حس اور مردہ ہو گئے ہیں۔ جنہوں نے عمر بھر کوئی سچا خواب نہیں دیکھا۔ بھلا وہ خواب کی حقیقت کیا جانیں۔ اہل سلف علماء کاملین نے اپنے شاگردوں کو خواب میں ایک رات کے اندر بڑے بڑے عجیب و غریب علوم سکھائے ہیں۔ یہ علوم بلا واسطہ سینہ بسینہ ایک دم منتقل کئے گئے ہیں۔ حالانکہ اگر کسی طور پر سکھائے جاتے تو ان کی تحصیل میں سالہا سال صرف ہوتے۔ اسی طرح اولیاء کاملین نے موت کے بعد قبروں سے اپنے طالبوں اور مریدوں کو ایک ہی نگاہ اور توجہ سے سلوک کی کٹھن منازل اور باطنی مقامات طے کرائے ہیں کہ اگر انہیں بیان کیا جائے تو عقل باور نہیں کرے گی۔ بلکہ فقراء اپنی زندگی میں بعض مصلحتوں کی بناء پر روحانی طاقت کا چنداں مظاہرہ نہیں کرتے۔ لیکن موت کے بعد اپنی قوتوں کو بروئے کار لا سکتے ہیں۔ عوام کالانعام اور اولیاء کرام کے خوابوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نفسانی مردہ دل لوگوں کے خواب بے حقیقت، ہیچ، خالی، بے مغز، ناکارہ اور فضول ہوتے ہیں۔ لیکن خدا کے خاص بندوں کے خواب ٹھوس حقیقت کے حامل، بہت بھاری، وزنی، سنگین نور باطن سے منور اور ہر دو خالق اور مخلوق کے آگے مقبول اور معقول ہوتے ہیں۔ اس میں شیطانی شرارت کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ اور نہ اس میں نفسانی خطرات کا دخل ہوتا ہے۔ کامل مرد کا خواب تو ایسے ٹھوس حقائق کا نمونہ ہوتا ہے۔ کہ جس کے

مقابلے میں نفسانی مردہ دل لوگوں کی ساری عمر بے معنی اور بیہودہ بیداریاں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ اس لیے خاصانِ حق کے خوابوں کو اپنے اوپر ہرگز قیاس نہیں کرنا چاہیے۔

چراغ مردہ کجا زندہ آفتاب کجا
ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

حضرت پیر سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز اپنے آغاز وعظ کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ مجھے خواب میں ایک دفعہ اپنے جد اعظم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ بیٹا وعظ کیا کر۔ میں نے عرض کی۔ حضور! میں ایک عجمی شخص ہوں۔ عراق عرب کے فصحاء اور بلغاء کے سامنے کیوں کر زبان کھولوں گا؟ آپؐ نے فرمایا۔ منہ کھول۔ منہ کھولا۔ تو آپؐ نے سات دفعہ میرے منہ میں پھونک مار کر دم کر دیا۔ اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ملے۔ آپؓ نے بھی یہی فرمایا کہ بیٹا وعظ کیوں نہیں کرتا؟ میں نے وہی عرض کی۔ تو آپؓ نے بھی منہ کھولنے کا حکم دے کر اس میں چھ مرتبہ پھونک دیا۔ اس پر میں نے عرض کی کہ جناب حضرت رسالت مآب صلعم نے تو سات مرتبہ دم دیا تھا۔ آپؓ نے چھ مرتبہ پر کیوں اکتفا فرمایا۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ حضور کے پاس ادب کی خاطر ایک عدد گھٹا دیا۔ حضرت محبوب سبحانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس کے بعد میرے قلزم قلب میں توحید و معرفت کے بے پناہ طوفان اٹھنے لگے۔ اور طبیعت کی روانی گویا ایک مد ہو رہا تھا جو حقائق اور معارف کے موتی ساحل زبان پر لا کر حاضرین پر نثار کرتی تھی۔ آپ کا وعظ فتوحاتِ ربانی و الہاماتِ یزدانی کا ایک بحرِ بیکراں یا نور کا بادل ہوا کرتا تھا۔ جس وقت یہ خدائی بحر جوش میں اور ربانی ابر خروش میں آتا تھا۔ تو سامعین کی مجلس میں اطراف عرب و عجم کے بڑے بڑے علماء و فضلاء شامل ہوتے تھے۔ اور ان کی تعداد قریباً ستر ہزار تک پہنچ جایا کرتی تھی، عجیب حالت ہو جایا کرتی تھی۔

بعض پر وجد کی حالت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ بعض مضطرب اور بے اختیار ہو کر
چیخیں مارنے اور کپڑے پھاڑنے لگ جایا کرتے تھے۔ بعض بالکل بے خود اور بے
ہوش ہو جاتے تھے۔ بعض عاشقان الٰہی تجلیات انوار ذات ذوالجلال کی تاب نہ لا
کر قوم موسیٰ کی طرح جاں بحق ہو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے صاحبزادے شیخ
ابو عبداللہ کی روایت ہے کہ آپؒ کی مجلس وعظ میں دو چار آدمی ضرور مر جایا کرتے
تھے۔ بعض صاحب استعداد سامعین پر جب آپؒ کی برق توجہ کی تجلی پڑتی۔ تو مجلس
میں سے آسمان کی طرف پرواز کر جاتے۔ بعض کے سینے معارف و اسرار سے کھل
جاتے۔ عین کرسی وعظ پر آپؒ کے وجود باجود سے بے شمار کشف و کرامات بے
اختیار صادر ہوتے۔ یہ معلوم ہوتا تھا۔ گویا تمام سامعین کے قلوب آپؒ کی انگلیوں
میں ہیں۔ اور ان میں جس طرح چاہتے ہیں تصرف کر رہے ہیں۔ کبھی ان کے خطرات پر
آگاہی پا کر ان سے خطاب فرماتے۔ بعض کو خلعت ولایت پہناتے۔ غرض آپ کا
وعظ ظاہری اور باطنی جود و کرم کا ایک بحر ناپیدا کنار تھا۔ جس سے ہر شخص حسب
وسعت ظرف بھرپور اور سرشار ہو جاتا تھا۔ ہزارہا کافر یہود و نصاریٰ اور مجوس آپؒ
کی مجلس وعظ میں مشرف باسلام ہو جایا کرتے۔ اور بے شمار فساق و فجار، چور، ڈاکو
تائب ہو کر اہل رشد و ہدایت بن جاتے۔ آپؒ کے وعظ میں جن، ملائکہ، ارواح
رجال الغیب بلکہ انبیاء و مرسلین کی ارواح تک حاضر ہوتے۔ اور کئی دفعہ حضرت
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف لائے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپؒ
اثناء وعظ میں کرسی وعظ سے اتر آئے۔ اور ہاتھ باندھ کر دیر تک سر جھکائے رہے۔
اور آپؒ کے ہمراہ بہت سے صاحب حال اہل کمال فقراء کی ہیبت میں کھڑے
رہے۔ وعظ کے خاتمہ پر آپؒ سے عرض کی گئی کہ جناب! آج کیا بات تھی؟ تو آپؒ
نے فرمایا کہ حضور انور ہمارے جد اکبر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس وعظ
میں تشریف لائے تھے۔ فرمایا۔ بیٹا! تیرا وعظ سننے آیا ہوں۔ میں نے کرسی وعظ سے

تر عرض کی۔ حضور اس امر کی کیا مجال ہے کہ آں ذات مجمع جملہ کمالات کے سامنے لب کشائی کروں۔ چنانچہ حضور واپس تشریف لے گئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ دنیا میں کوئی جن، کوئی فرشتہ، کوئی ولی اور کوئی نبی نہیں ہے جو میری مجلس وعظ میں نہ آیا ہو۔ زندہ ظاہری جسموں سے اور روحانی باطنی جسموں سے میرے وعظ میں حاضر ہوئے ہیں۔ گاہے گاہے آپ کے وعظ میں خضر علیہ السلام تشریف لاتے۔ تو آپ ان سے یوں مخاطب فرماتے۔ یا اسرائیلی قف واسمع کلام محمدی صلعم۔ یعنی اے اسرائیلی پیغمبر ٹھہر محمدی کا کلام سن۔ مختصر آپ کا وعظ کیا تھا۔ گویا اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشموں کا ایک غیر مختتم اور لازوال سلسلہ تھا جو آپ کے وجود مسعود سے ظہور پذیر ہوتا تھا۔

اس موقع پر فقیر ایک واقعہ بیان کرتا ہے۔ کہ ایک دفعہ اثنائے سلوک میں مجھے چند روز علم جفر سیکھنے کا خیال پیدا ہو گیا۔ ان دنوں میں اپنے روحانی مربی حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہو صاحب کے مزار پر انوار پر مقیم تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت کی خانقاہ مقدس پر ایک شیروانی پہنے ہندوستانی وضع کے ایک لمبے قد والے بزرگ تشریف لائے ہیں۔ اور لوگ ان کی طرف انگلیوں سے اشارہ کرتے ہیں کہ یہ شخص آج دنیا میں سب سے بڑے جفاری یعنی علم جفر کے ماہر ہیں۔ چنانچہ وہ بزرگ میرے پاس آئے۔ جب میں ان کو سلام کر کے ملا۔ تو انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کا ارادہ علم جفر سیکھنے کا ہے؟ میں نے کہا بے شک میرا خیال تو ہے کہ میں علم جفر سیکھ جاؤں۔ اس بزرگ نے کہا۔ کہ آؤ تا کہ میں سارا علم جفر آپ کو سکھا دوں۔ چنانچہ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر حضرت سلطان العارفین کے مزار اور مسجد کے سامنے بڑے چبوترے پر لے گیا۔ جہاں ایک بڑی الماری کھڑی تھی۔ وہاں اس بزرگ نے جب الماری کا دروازہ کھولا تو اس میں ایک بڑی لوح یعنی ایک عجیب و غریب منقش تختی نمودار ہوئی جس میں رنگ برنگ کے جلی قلم

سے خوشخط ابجد کے حروف مرقوم تھے۔ اور نیز اس میں اپنے اپنے مناسب موقعوں

پر بارہ بروج اور سات ستاروں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ اور ان کے اوپر مدہم یہ

ستاروں کی طرح آر پار تاریں لگی ہوئی تھیں۔ غرض قدرت کا ایک نہایت خوشنما نقشہ

تھا۔ جو اس مداری میں جگمگا رہا تھا۔ اس بزرگ کے ہاتھ میں ایک پوائنٹر یعنی لکڑی

تھی۔ جس سے انہوں نے اس تختے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ وہ لوح

قدرت ہے جس میں تمام علم جفر مندرج ہے۔ اب دیکھو میں تمہیں اس سے ایک عمل

کر کے دکھاؤں۔ بعد ازاں تجھے یہ سارا علم لکھ دوں گا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ

ایک آٹھ دس سال کا لڑکا سامنے کھڑا تھا۔ انہوں نے فرمایا۔ دیکھو علم جفر کے ذریعے یہ

لڑکا میں گم کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ہاتھ کی لکڑی اس لوح کے تار پر

جہاں عطارد کا لفظ (مجھے یاد ہے) مرقوم تھا، دے ماری۔ جس سے ایک عجیب آواز

نکلی۔ اور میں نے دیکھا کہ وہ لڑکا غائب ہو گیا۔ تب وہ میرا ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے

کہ آؤ میں آپ کو سارا علم جفر القاء کر دوں۔ چنانچہ وہ مجھے چبوترے کی مشرق کی

طرف جہاں اب تالاب بنا ہوا ہے، لے گئے۔ اس وقت انہوں نے ایک ہاتھ سے

میرا ہاتھ پکڑ لیا اور دوسرا ہاتھ اپنی داڑھی پر رکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ اور مجھے توجہ

دینے لگے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ حضرت سلطان العارفین اپنے مزار مقدس

سے گھوڑے پر سوار نورانی چہرے اور لال داڑھی کے ساتھ نمودار ہوئے۔ حضور نے

مجھے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے بلایا۔ ایسا معلوم ہوا کہ میں پرندے کی طرح اڑ کر

حضور کے پاس چلا گیا۔ آں حضرت نے گھوڑے سے اتر کر اس عاجز کا ہاتھ پکڑ کر

فرمایا۔ کہ بیٹا علم جفر حساب کتاب اور جھگڑوں کا کام ہے۔ آؤ تاکہ میں تمہیں ایک

جامع اور بہترین علم سکھا دوں۔ میں نے عرض کی کہ مالا ذرہ نوازی ہو گی۔ اس

وقت حضور نے فرمایا کہ دیکھو وہ لڑکا جو علم جفر کے ذریعے گم اور غائب ہو گیا۔ میں

ایک نظر سے پیدا کرتا ہوں۔ اس وقت میں نے آں حضرت کے چہرے مبارک کی

طرف نگاہ کی۔تو آپ کی آنکھوں کے اوپر یعنی دونوں ابرو کے برابر حرف ک اور حرف ن نوری آفتابی رنگ سے مرقوم دو ستاروں کی طرح چمک دمک دکھا رہے تھے۔جس وقت آں حضرت نے اس زمین کی طرف جہاں وہ اژدہا غائب ہوا تھا، نگاہ ڈالی تو آپ کی آنکھوں سے ایک شعلہ نکلا اور اس زمین پر نوری حروف سے مرقوم لفظ کن نظر آیا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوا کہ اس زمین میں حرکت آ گئی۔ اور اس پر سے پے در پے پردے اٹھ رہے ہیں۔ اور ایک دم وہ اژدہا نمودار ہو گیا۔ آں حضرت نے فرمایا کہ کیا یہ علم جفر سے بہتر نہیں ہے؟ میں نے عرض کی کہ جناب یہ تو اعلیٰ ترین علم ہے۔ اس کے بعد حضور میرا ہاتھ پکڑ کر خانقاہ کے اندر لے گئے۔ اس وقت میں بے ہوش ہو گیا۔ بعدہٗ جب مجھے ہوش آیا۔تو میں نے اپنے آپ کو اس حجرے کے اندر لیٹا ہوا پایا۔ جہاں میں سویا پڑا تھا۔اس وقت مجھے اپنا چہرہ نظر آیا۔ اور مجھے اپنی آنکھوں کے اوپر اور ابرو کے برابر بعینہٖ آں حضرت قدس سرہٗ کی طرح حرف ک اور حرف ن نوری آفتابی رنگ سے مرقوم نظر آئے۔اس وقت مجھے اپنے چند ضروری اور مشکل کام یاد آ گئے۔ چنانچہ میں جس کام کی طرف خیال کرتا تھا۔ اس کام کے ہونے والے محل اور مقام پر لفظ کن مرقوم نظر آتا تھا۔ اور وہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل اور اپنے مربی کی نظر عنایت سے حل ہوتا ہوا نظر آتا تھا۔ اور بعدہٗ وہ سب کام اپنے اپنے وقت پر نہایت آسانی سے بااحسن وجوہ سرانجام پائے۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ اور اپنے فیض اور جود و رحمان باپ سے زیادہ مہربان مربی کے بے شمار احسانات ہیں۔ جن کی ادائیگی شکرہ امتنان سے زبان قاصر ہے۔

گر بر تن من زبان شود ہر موئے
یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

ایک اور واقعہ سنیے۔ کہ ایک دفعہ خواب میں راقم الحروف نے دیکھا کہ ایک بڑی شان کی مسجد ہے۔ جس میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم امامت فرما رہے ہیں۔ اور یہ عاجز مع چند انبیاء و اصحاب کبار حضورؐ کے پیچھے مقتدی بن کر نماز ادا کر رہے ہیں۔ اور اس نماز میں ایسی لذت آ رہی ہے۔ کہ ہم وجد و سرور سے درخت کی ٹہنیوں کی طرح کھڑے جھوم رہے ہیں۔ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے۔ تو آپؐ نے ہماری آج کل کی رسم کے خلاف دائیں اور بائیں پھر کر نہیں بلکہ اسی طرح بدستور قبلہ کی طرف رخ کیے ہوئے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اور جب آں حضرت صلعم دعا سے فارغ ہوئے تو راقم الحروف نے اٹھ کر عرض کی کہ حضورؐ اس جماعت میں چند انبیاء اور اصحاب کبار موجود ہیں۔ حضورؐ اللہ تعالی کی بارگاہ میں اس عاجز کے لیے دعا فرما دیں۔ کہ تمام انبیاء کی زیارت اور ملاقات کا شرف اس عاجز کو نصیب ہو جائے۔ چنانچہ حضورؐ نے دوبارہ اپنے دست مبارک کھڑے کیے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ مسجد کے باہر والے چبوترے پر قبلہ رخ کھڑا ہوں۔ اور دائیں طرف سے تمام انبیاء ایک قطار بن کر میری طرف آ رہے ہیں۔ اور اس ناچیز سے مصافحہ کرتے گذر رہے ہیں۔ چنانچہ ہر نبی کو آں حضرتؐ کے طفیل قدرت کی الگ الگ شان اور آن، اپنی اپنی صفت کے علیحدہ رنگ ڈھنگ اور حسن اعمال و افعال کی جدا جدا چال اور ڈھال میں دیکھا۔

ترا نوالہ دوام از خوانِ یطعمنی
ترا پیالہ مدام از شراب یسقینی
مرا تو قبلۂ دینی ازاں سبب نقتم

خوب کے علاوہ قلبی ثرت ور دل کی آ گاہی کے ور بھی رستے ور طریقے ہیں۔ جن سے نسان کبھی کبھی زندگی میں دوچار ہوتا ہے۔ نسان کے وجود میں دل کے ندر یک لطیف روزن ہے جس سے نسان کبھی کبھی عالم غیب ور عالم مر کے لطیف جہان کی طرف جھانک سکتا ہے۔ جو ظاہری حواس سے معلوم ور محسوس نہیں ہوتا۔ س قسم کے قلبی و ردت ور باطنی در کات نسان کو زندگی میں گاہے گاہے پیش آ جایا کرتے ہیں۔ لیکن بسبب کثرت مادی مشاغل معلوم نہیں کرتا۔ چنانچہ بعض دفعہ نسان پنے ندر یک بے وجہ گھبراہٹ یا بے سبب رنج یا د سی محسوس کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چند روز بعد کوئی ہولناک ور رنجدہ و قعہ پیش آ جاتا ہے۔ و قعہ کے رونما ہونے سے پہلے جس قدر دل کی گھبراہٹ زیادہ سخت یا دیرپا ہوتی ہے۔ سی قدر پیش آنے و لا و قعہ صعب، سخت ور طویل ہوتا ہے۔ ور گاہے اس کے برعکس دل میں بے وجہ خوشی ور خرمی پید ہوتی ہے۔ ور چند روز کے بعد کوئی خوشگو ر ور فرحت بخش و قعہ رونما ہو جاتا ہے۔ جس قدر کسی کے باطنی حو س تیز ور قوی ہوتے ہیں۔ سی قدر نسان کو ن باتوں کا حس س جلدی، صاف ور و ضح تر ہوتا ہے۔ جن لوگوں کو ن باتوں کا حس س دل میں نہیں ہوتا۔ تو ن کے ظاہری جسم پر آنے و لے و قعات کا یوں ثر ہوتا ہے کہ بعض دفعہ نسان کی بائیں یا د ئیں آنکھ پھڑکتی ہے۔ بعض دفعہ جسم کا کوئی حصہ پھڑکنے لگتا ہے۔ گاہے ہاتھوں سے چیزیں گرتی ہیں۔ کبھی کسی چیز سے ٹھوکریں آتی ہیں۔ ور کسی وقت بے وجہ غصہ آتا ہے۔ ور

گا ہے نیند نہیں آتی۔ گا ہے گھر کے بچے بے وجہ سوتے میں ٹھ ٹھ رچ تے ہیں۔
ور گا ہے گھر کے کتے بے وجہ بھونکتے ہیں۔ ور عجیب آو زیں نکا تے ہیں۔ غرض
س قسم کی باتیں بھی گا ہے آ ندہ برے ور رنجدہ و قعات کا پیش خیمہ ہو تے ہیں۔
گا ہے گھر یا مکان میں کوئی خوشی آ نے و ی ہوتی ہے۔ تو س گھر یا مکان کا منظر ور
ماں پہلے کی نسبت بہت خوب صورت بن جا تا ہے۔ ور در و دیو ر سے یک با طنی
طف ور جمال ٹپکتا ہے۔ یہ معوم ہوتا ہے کہ گویا وہ مکان خوشی سے تر رہا ہے ور
رقص ر رہا ہے۔ لیکن یہ چیز بہت باریک بین آ نکھ محسوس رتی ہے۔ ور گا ہے س
کے برعکس جس گھر میں کوئی صعب ور سخت و قعہ رونما ہو نے و ا ہوتا ہے تو س گھر کا
منظر پہلے کی نسبت بگڑ ہو ور ویر ن س معوم ہوتا ہے۔ در و دیو ر سے ویر نی ور
د سی ٹپکتی ہے۔ سی طرح گر کسی شہر یا ملک پر کوئی عام گیر آفت یا مصیبت آ نے
و ی ہوتی ہے تو س رے شہر ور ملک کی یہی حا ت یک خاص وقت کے ئے ہو جاتی
ہے۔ ور گر کسی شخص کو کوئی خوشی یا رنج کا و قعہ پیش آ نے و ا ہوتا ہے تو با طن میں
آدمی س و قعہ کا عکس س کے چہرے ور جسم پر س طرح معوم ور محسوس رتا ہے
جس طرح پردہ فہم پر کسی و قعہ کو دکھایا جاتا ہے۔ لیکن عوام س کا چہرہ تر ہو ، پھیکا ور
بے رونق معوم ر سکتے ہیں۔

جب کوئی نیا مکان تعمیر ہوتا ہے۔ یا کوئی قبر تیار ہوتی ہے تو س میں بھی آ ندہ
خوشی یا رنج کے آ نے و ے و قعات کے آثار معوم ہو تے ہیں۔ یا کوئی شادی
رچنے و ی ہوتی ہے۔ یا کسی معاملے کی رسم یا تقریب منائی جاتی ہے۔ یا کسی بادشاہ
کی تاجپوشی ہوتی ہے تو ن میں بھی سعادت اور نحوست کے آثار نمایاں طور پر دکھائی
دیتے ہیں۔ گا ہے یہ ہوتا ہے کہ نسان پنے کسی کام میں مصروف اور منہمک ہوتا
ہے۔ یا کسی غور فکر اور خیال میں مگن ہوتا ہے کہ چانک وہم عترض کے طور پر س کے
دل میں پنے دوست آشنا یا کسی رشتہ دار کا خیال بے و سطہ گذر جاتا ہے۔ ور یہ

خیول گلے مسد خیول کو بیچ میں سے توڑ کر آتا ہے۔ بعدہ وہی دوست یا آشنا یا
رشتہ دار کہیں سے آنکلتا ہے یا ں کا کوئی خط یا پیغام آ جاتا ہے۔ گر کسی کے حوس
باطنی ذرا زیادہ تیز ور قوی ہوتے ہیں۔ تو س کی یادداشت کے ساتھ یک باطنی
آواز بھی سنائی دیتی ہے۔ کہ فلاں شخص آ رہا ہے یا بد رہا ہے۔ ور کبھی س کی شکل بھی
سامنے دکھائی دیتی ہے۔ ور گاہے یہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص نسان کو کوئی بات کہنے
وال ہوتا ہے۔ ور بھی تک وہ بات کہنے نہیں پاتا کہ سننے وال گر باطنی طور پر قدرے
حساس ہوتا ہے تو اس کے دل کی بات کا عکس پنے دل میں معلوم کر لیتا ہے۔ کہ یہ
شخص مجھے فلاں بات کہنے وال ہے۔ نگریزی میں س علم کو ٹیلی پیتھی کہتے
ہیں۔ یورپین اقوام میں بھی اس علم کا مطالعہ شروع ہے۔ گو بھی تک نہیں س علم
میں چنداں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ ور نہ وہ خیالات کو صحیح طور پر معلوم کر سکتے
ہیں۔ لیکن جس طرح ریڈیو کے ذریعے ہزاروں کوس سے گانے بجانے ور تقریریں
سننے میں آتی ہیں۔ اور حرارت آواز ور روشنی وغیرہ بذریعہ بجلی یک جگہ سے دوسری
جگہ منتقل ہوتی ہے سی طرح دل کی باتیں ور خیالات بھی حساس ور زندہ دل لوگوں
کو معلوم ور محسوس ہو جاتے ہیں۔ ب یک شخص نے یک قسم کا آلہ حال ہی میں
یجاد کیا ہے، جس میں خیالات کی لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ یعنی جو شخص سے دل پر لگاتا
ہے تو مختلف قسم کی لکیریں س میں پیدا ہوتی ہیں۔ س بات کے تجربے جاری ہے
ہیں۔ سینکڑوں کوس کی دوری پر مختلف مقامات پر وقت مقررہ پر چند آدمیوں نے
خیالات کی لہروں کو پیدا کیا ور ہر یک نے دوسری جگہ سے آئی ہوئی لہروں کو حوالہ
تحریر کیا۔ تو ہم جنس خیالات کی لہریں ہم جنس شکل ور نوعیت کی معلوم ہوئیں۔ جنہوں
نے یسے تجربات کئے وہ بھی تک خیالات کی صحیح طور پر ترجمانی کرنے ور ن کو
ٹھیک طور پر حیطہ تحریر میں لانے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ لیکن نہوں نے س بات
کو ثابت کر دیا ہے کہ خیالات کی لہریں سینکڑوں ہزاروں میلوں کی دوری پر جسد پہنچ

جاتی ہیں۔ غرض دل کو دل کی طرف رستہ ہے اور زندہ دل روشن ضمیر وگوں کے سے
کشف القلوب یعنی خیا ات پر آ گاہی حاصل رنا بہت ہی معموں بت ہے۔ ن کا
دل بھی ٹیلی پیتھی کا یہ زبردست آ ہ ہوتا ہے کہ تمام وگوں کے دل کے خیا ات ں
میں صاف طور پر معوم ور محسوس ہوتے ہیں۔ لیکن یسے وگوں کی زبان پر قدرت کی
مہر لگی ہوئی ہوتی ہے۔ ور پنے آپ کو چھپائے رہتے ہیں۔ خودفروش یا ریاکار
دکاندار بننا ہرگز قبول نہیں رتے۔ عارف سالک کے سے یہ بت بہت آسان ہے
کہ کوئی شخص دور سے سے یا ذکر رہا ہو۔ ور اس وقت وہ س کے دل کے خیا ات گھر
بیٹھے معوم ور محسوس کرے۔ لیکن یہ بات ذرا مشکل ہے ور بہت کامل عارف کا
کام ہے کہ وہ جس شخص کے دل کی طرف جس وقت بھی خواہ کتنی دوری سے متوجہ ہو
س کے دل کے خیا ات معوم کرے۔ اس سے تعجب ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ
یہ علم ہے۔ ور دل کی یہ ہریں ہوا کے ذریعے پہنچتی ہیں۔ س سے تو جب بھائی
پیر ہن یوسف ے ر مصر سے کنعان کی طرف روانہ ہو تو یعقوب نے وقوف قبل
سے س بات کو معوم رکے فرمایا کہ بی! جدرتی یوسف وا ن تفندون کہ مجھے
تو یوسف کی بو آ رہی ہے۔ گر تم میرا مذاق نہ اڑاؤ۔

ور گا ہے یہ ہوتا ہے کہ نسان کو یک خاص شخص بے وجہ برا معوم ہوتا ہے جس
سے کبھی سے سی قسم کا نقصان بھی نہیں پہنچا ہوتا۔ ور نہ س کا وہ برا معوم ہونا س کی
بری شکل و شباہت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ محض بے وجہ ور بے واسطہ س کے دل کو برا
معوم ہوتا ہے۔ تو کثر یہ ہوتا ہے کہ س شخص سے کبھی سی وقت سے ضرور کوئی
گزند یا نقصان پہنچ جاتا ہے۔ ور گا ہے س کے برعکس کوئی شخص بے وجہ چھا معوم
ہوتا ہو۔ تو اس سے س کو ضرور جد یا بدیر کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ ور یہ حسد کبھی وا د
تک جا پہنچتا ہے۔ یعنی گر باپ برا معوم ہوتا ہے۔ تو گر سے خود کوئی برائی نہیں
پہنچتی س کی وا د سے دیکھنے وا ے کو یا س کی وا د کو برائی پہنچتی ہے ور س کے

برعکس سی طرح نیکی ور بھلائی کو قبول کر لینا چاہیے۔

دل ز دل بدل ریست دریں گنبد سپہر
ز کینہ کینہ خیزد و ز مہر مہر

ترجمہ۔ اس آسمانی گنبد یعنی دنیا میں یک دل کو دوسرے دل سے راستہ ہے۔ کینہ کینے سے اٹھتا ہے ور دوستی دوستی سے۔

دں کو دل سے عدوت ور دوستی کی بو آتی ہے۔

جس طرح مادی آئینے میں شیاء منعکس ہو کر نظر آتی ہیں۔ سی طرح دل یک لطیف معنوی آئینہ ہے۔ تمام لطیف معنوی شیاء جب س کے سامنے آجاتی ہیں۔ گر وہ غبار آلودہ نہیں ہے ور دیکھنے والا صاحب بصیرت ہے تو س میں صاف طور پر نظر آجاتی ہیں۔ نسانی دل للہ تعالیٰ کی لوح محفوظ کا یک ماڈل ور نمونہ ہے۔ س سے روشن ضمیر شخص کو پیش آنے والے واقعات س میں نظر آجاتے ہیں۔ نسان کا مادی ور عنصری جسم مکان ور زمان کی قید میں ہے ور وقت ور مکان میں ہر طرف سے گھرا ہوا ہے۔ مگر دل یک مکانی لطیفہ ہے جو مکان ور زمان کی قید سے بری ہے۔ س سے جب دل للہ تعالیٰ کے ذکر سے زندہ ہو کر تصفیہ پا لیتا ہے۔ اس وقت قرب ور بعد زمانی ور مکانی س کے لیے یکساں ہو جاتے ہیں۔ ور دور ور نزدیک کی چیزیں س کے لیے برابر ہو جاتی ہے۔ ور ماضی و مستقبل س کے لیے حال کا حکم رکھتے ہیں۔ غرض دل کا باطنی لطیفہ مشرق، مغرب، جنوب، شمال ور تحت و فوق ن سب مکانی شش جہت ور ماضی۔ حال ور مستقبل کے زمانی وقت سے باہر ہو جاتا ہے۔ س کا علم بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ ور س کی نظر بہت دور تک پڑتی ہے۔ جیسے کہ حدیث میں آیا۔ تقو فراسۃ مومن فنہ ینظر بنور اللہ۔ یعنی مومن کی فراست سے ہوشیار رہو۔ کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ بعض لوگ خواب میں جن، ملائکہ یا ل تو ر روحانیوں سے ملاقی ہوتے ہیں۔ بعض نبیاء و ولیاء، غوث،

قطب، ابد ل، اصحاب ب رحتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ ہر متی کے سے یہ ضروری ہے کہ کم از کم یک دفعہ تمام عمر میں اپنے آقا ے نامد ر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دید ر پر نو ر سے مشرف ہو۔ بعض خواص ہر سال، بعض ہر ماہ، بعض ہر جمعر ت، بعض عارف کامل ہر ر ت، بعض جامع نور الہدیٰ، خد کے منظور ور مقبول فنافی رسول پاک ہستیاں ہر وقت ور ہر آن جس وقت چاہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پہنچ کر آپ کے دید ر سے مشرف ور آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

بعض لوگوں کو مؤکلات نماز کے سے جگاتے ہیں۔ بعض کو کسی خطرے یا نقصان کے وقوع سے مؤکلات بید ر ور خبرد ر کر دیتے ہیں۔ مثلاً کسی مکان کو آگ لگتی ہے۔ یا کوئی مکان گرنے لگتا ہے۔ یا مکان کو چور نقب لگاتے ہیں۔ یا کوئی دشمن یا جانور درندہ حملہ کرنے والا ہوتا ہے۔ اس قسم کے مختلف خطرناک واقعات سے بعض لوگوں کو مؤکلات آواز سے یا دل میں وہم ڈال کر آگاہ کرتے ہیں۔ ہر سچے خواب کی یک علامت یہ ہے کہ اس خواب کا معاملہ ور اس کا اثر دل پر بہت واضح ور دیرپا ہوتا ہے۔ ور عموماً ایسے سچے خوابوں کے دیکھتے ہی آنکھ کھل جاتی ہے۔ ور طبیعت ہلکی پھلکی ہوتی ہے۔ ور وجود میں کسی قسم کی کسالت ور غفلت نہیں ہو کرتی۔ بلکہ اس کے بعد دیر تک نیند نہیں آتی۔ بعض دفعہ یک ہی رات میں کئی بار یک ہی خواب آتا ہے۔ بعض لوگ ساری عمر کوئی خواب نہیں دیکھتے۔ بعض ساری رات خواب دیکھتے ہیں۔ بعض بہت کم مگر سچے خواب دیکھتے ہیں۔ بعض رات کو بہت پریشان ور ڈراؤنے خواب دیکھتے ہیں۔ بعض خواب دیکھتے ہیں لیکن بسبب نسیان نہیں خواب یاد نہیں رہتے۔ گاہے انسان تاریک مکان میں لحاف اوڑھے ہوئے ور آنکھیں بند کئے لیٹا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ اس مکان کی طرف خیال کرتا ہے۔ تو سے مکان کے اندر کی سب چیزیں نظر آتی ہیں گویا کہ مکان روشن ہے۔ بعض کی چ

نظر وسیع ہوتی رہتی ہے اور بہت دور چلی جاتی ہے۔ بعض اوقات کو بیٹھے اور حروف
وڑھے ہوئے آسمان پر چاند اور ستارے وغیرہ نظر آتے ہیں۔ کبھی انسان بہت قلیل
عرصہ میں بہت لمبے خواب دیکھتا ہے۔ اور بظاہر گو ایک منٹ نہیں گذرا ہوتا باطن میں
یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت عرصہ گذر گیا ہے۔ اور گاہے اس کے برعکس ظاہر میں
ساری رات گذر جاتی ہے۔ لیکن باطن میں ایسے ایک پلک مارنے کا وقت معلوم ہوتا
ہے۔

اگر کوئی بیمار شخص اپنے آپ کو یا کوئی کسی دوسرے بیمار شخص کو غسل کرتے دیکھے۔
تو یہ صحت کی علامت ہے۔ اگر کوئی شخص بیمار کے گھر میں قصابوں کو چھریوں سے یہ
چھریاں تیز کرتے دیکھے تو بیمار جلدی مرنے والا ہوتا ہے۔ اور رمضان کا گزرنا موت کی
علامت ہے۔ لیکن بعض دفعہ جب کوئی نمازی رات کے وقت نماز عشاء کو ترک کر
کے یا تہجد قضا کر کے سو جائے۔ تو اسی حالت میں اگر رمضان گزرتا ہوا دیکھے۔ تو اس
سے مراد رمضان نماز کا نہ ادا ہوتا ہے۔ یا کسی گھر میں سے کسی شخص کو سفر پر جاتا ہوا
دیکھا جائے اور منزل مقصود معلوم نہ ہو، یا کسی گھر میں شادی رچی ہوئی اور گانا بجانا
خواب میں نظر آئے اور دلہن معلوم نہ ہو تو ایسے گھر میں موت واقع ہوتی ہے۔ اور
اگر دلہن موجود اور معلوم ہو تو حصول دولت کی علامت ہے۔ اگر کسی گھر میں چیل
جھپٹ رہی یا حملہ کر کے کسی مرغی کے بچے یا چھوٹے پرندے کو خواب میں اٹھائے تو
ایسے گھر میں کوئی چھوٹا بچہ مر جاتا ہے۔ اگر کوئی مقدمہ درپیش ہو۔ اور کمرہ عدالت
میں یا عدالت کی میز پر کسی ہاتھ سے یا کسی اور طرح گانے کی عمدہ آواز سنائی دے تو یہ
علامت فتح اور کامرانی کی ہے۔ خواب میں سانپ یا بچھو وغیرہ موذی جانوروں کا
مارنا دشمنی اور عداوت کے مٹنے پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس کا بچ نکلنا دشمنی کے قائم رہ
جانے کی علامت ہے۔ خواب میں کتے یا درندے کا حملہ کرنا کسی اہل دنیا اور سرکاری
بدکار سے نقصان پہنچنے کی علامت ہے۔ خواب میں اگر کوئی مرہم خوشبو یا آتش کوئی

چیز دے تو فائدے اور نفع کی علامت ہے۔ اور اگر مردہ خواب میں کوئی چیز مانگے یا لے تو بری علامت ہے۔ خواب میں غلہ، قسم گندم، باجرہ، جوار کا گھر میں آنا یا دیکھنا سختی اور مصیبت کا پیش خیمہ ہے۔ اور گندگی، بھنا ہوا اور پکا ہوا گوشت اور پکی روٹیاں دیکھنا دولت اور نعمت پر دلالت کرتا ہے۔ خواب میں گھوڑے، اونٹ، ہاتھی اور کشتی پر سوار ہو کر منزل مقصود پر پہنچنا یا بلندی اور بلند مقامات پر چڑھنا کسی مہم اور کام میں کامیابی اور سرداری اور بلندئ مرتبہ کی نشانی ہے۔ خواب میں آندھی، بجلی کی کڑک، بندوق کی آواز خطرے کا اندیشہ ہے۔ اور آسمان ابر آلود، بارانِ رحمت اور بہتا ہوا صاف پانی بہتری کی علامت ہے۔ سبز اور سفید پوشاک خواب میں اچھے ہیں۔ اور زرد، سرخ اور سیاہ لباس برے ہیں۔ زلزلہ سے ملکی انقلاب مراد ہے۔ موٹے اور خوشنما جانور ملک کی آبادی پر دال ہیں۔ اور دبلے لاغر اس کے برعکس۔ خواب میں کسی پرندے کا پکڑنا کامیابی کی علامت ہے۔ یہ چند مذکورہ بالا خواب کی علامتیں اور تعبیریں اس فقیر نے جلدی میں اپنے مشاہدے اور تجربے کی بناء پر لکھ دی ہیں۔ شاید اس سے ناظرین کو اپنی زندگی میں کچھ فائدہ حاصل ہو۔ یہ کتاب چونکہ تعبیر نامہ نہیں ہے، اس لئے ان چند تعبیرات پر اکتفاء کی جاتی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ موت کے وقت خوف و رجاء کا غالب آنا یعنی اس وقت دل کا مطمئن ہونا ایمان کی علامت ہے۔ جیسا کہ آیا ہے کہ الایمان بین الخوف و الرجاء۔ لیکن موت کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید کا زیادہ ہونا اور دل کا مطمئن ہونا ایمان کی سلامتی کی نشانی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مومن کی روح موت کے وقت آئندہ عالم برزخ میں پیش آنے والی خوشی، راحت اور آرام کو معلوم کر لیتی ہے۔ لیکن خدا کے بعض نیک برگزیدہ بندوں کو بہشت کی خوشخبری بھی مل جاتی ہے۔ اور بعض کو بہشت کا مقام بھی نظر آجاتا ہے۔

قوله تعالى تتنزل عليهم الملئكة الا تخافوا ولا تحزنوا

ابشروا بالجنة التی کنتم توعدون

یعنی روح اور ملائکہ انہیں بشارت دیتے ہیں کہ خوف اور غم نہ کرو۔ اور خوش رہو۔ کہ اب عنقریب تمہیں وہ بہشت ملنے والی ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا۔ اور برخلاف اس کے کافر، مشرک اور منافق کی روح موت کے وقت اپنے آئندہ آنے والے برزخی عذاب کو معلوم کر لیتی ہے۔ اس لئے اس وقت اس کا پریشان اور مضطرب ہونا یقینی ہے۔

خدا کے نیک بندے جب کسی بات یا آئندہ واقعات یا کسی کام کے نیک و بد انجام کو معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے استخارہ کرتے ہیں۔ یعنی کچھ عمل اور کلام پڑھ کر سوتے ہیں تو خواب میں صاف جواب باصواب پاتے ہیں۔ یا بعض قرآن یا کسی کتاب سے فال لیتے ہیں۔ اور گاہے گاہے فال بھی صحیح اور موافق ہو جاتے ہیں۔ بعض عارف زندہ دل لوگ بیداری میں اپنے دل کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور طرفۃ العین میں آگاہی پا لیتے ہیں۔

آئینہ سکندر جام جم است بنگر
تا بر تو عرضہ دارد احوال ملک دارا

ترجمہ۔ دل آئینہ سکندر اور جام جمشید کی طرح ہے۔ اس میں دیکھ۔ تاکہ یہ تجھے دارا کے ملک کے حالات بتائے۔

ایسے لوگوں کے حق میں آیا ہے۔ حدیث۔ استفت قلبک یعنی جب کوئی کام شروع کرو تو اس کی صحت اور غلطی کے لئے اپنے دل سے فتویٰ لے لیا کرو۔ اور یہ خواص کا کام ہے۔ عوام صرف اس قدر کر سکتے ہیں۔ کہ کسی کام کے شروع کرنے سے پہلے اگر کسی شخص کو تردد اور پریشانی لاحق ہو کہ آیا یہ کام میرے حق میں مفید ہے یا مضر۔ پہلے تو نوافل پڑھ کر اور اللہ اللہ کر کے دل کو صاف کر لیا جائے۔ اس کے بعد دل کو تمام غیر خیالات سے صاف اور خالی کر کے تصور اسم اللہ ذات یا تصور اسم

حضرت سرورکائنات صلعم کے ذریعے بارگاہ ہی یا بزم نبوی کی طرف متوجہ ورقتی ہو جائے۔ ورمر قبہ کرتے یا سو جائے۔ گر مر قبہ یا خو ب کے ندر کچھ شارت یا بشارت ہو جائے تو فبہا ورنہ گر جین مر قبہ سے فر غت یا خو ب سے بید رہو تے وقت دل کو مطمئن وراس کی طرف مائل ورر غب پائے تو جانے کہ س کام کے کرنے میں نفع ورفائدہ ہے۔ ور گر دل کو پریشان، خائف ورمتنفر پائے۔تو جانے کہ س کام میں ضرر ورخطرہ ہے۔کیونکہ دل خو ب ورمر قبے کے ذریعے کام کے ضرر ور نفع معلوم ورمحسوس کر لیتا ہے۔ بتد ءمیں جب صاحب مو ، کالطیفہ دل زندہ ہونے لگتا ہے۔تو س میں بعض علامات یہ ہوتی ہیں کہ پہلے س کو خو ب میں بید ری حاصل ہوتی ہے۔یعنی خو ب میں ہوش ورشعور حاصل کر لیتا ہے۔ ور سمجھتا ہے کہ یہ جو س وقت میں دیکھ رہا ہوں۔خو ب کی حالت ہے۔ ور گر یہ حالت زیادہ ترقی پکڑے ور ہر خو ب میں سے ہوش ورشعور حاصل ہو جائے تو س نے گویا مر قبے کی حالت کو پالیا ہے۔ ورجب وہ ہوش اور حو س کے ساتھ خو ب کی حالت میں پنے ختیار سے چلا جائے۔اور پھر پنے ختیار سے و پس آ سکے۔تو س شخص نے مر قبے کو گویا حاصل کر لیا ہے۔

بعض لوگوں کو جب کشف ہونے لگتا ہے، تو خو ب یا مر قبے کے ندر نہیں پنے گھر کے آئندہ و قعات نظر آتے ہیں۔چنانچہ وہ سی طرح ظہور پذیر ور نمودار ہوتے رہتے ہیں۔اسی طرح جب اس کی نظر وسیع ہوتی جاتی ہے تو پنے محلے ور تمام شہر ورضلع حتیٰ کہ صوبے ورملک کے مختلف حالات ور و قعات معلوم ہوتے ہیں۔ گاہے ہفتے، مہینے اور سال حتیٰ کہ بعض کو عمر بھر کے حالات ور و قعات بھی معلوم ہو جاتے ہیں۔ یسے مبتدی صاحبوں کو چاہیے کہ س قسم کی غیبی آگاہیوں کو پنے دل میں مخفی رکھے۔ ورخاص و عام کے سامنے بیان کر کے شہرت کا طالب نہ بنے۔کیونکہ اس قسم کی خودنمائی ورخودفروشی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔کہ یہ حالت اس سے سلب ہو جاتی

ہے۔ ور پھر یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔ یسے صاحب کشف گر پنے ر ز کو مخفی رکھیں ور مستقل مزج رہیں تو بعد میں نہیں ہل تکوین متصرفین غوث، قطب، اوتاد، ابدل ور خیو ر وغیرہ کے زمرے میں شامل کر یا جاتا ہے۔ ور سے کشف تام ور مکاشفہ دو م حاصل ہو ر باطن میں صاحب منصب ور روحانی مدزم بنایا جاتا ہے۔

یاد رہے کہ مت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ندر باطنی وگوں کا یک گروہ ہوتا ہے جنہیں ہل تکوین متصرفین کہتے ہیں ور نہیں رجال لغیب بھی کہتے ہیں۔ ور یہ گروہ درجہ و ر غوث، قطب، وتاد، ابدل، نجبء، نقبء ور خیو ر پر مشتمل ہوتا ہے۔ غوث یا قطب ا قطاب ن سب کا سر د ر ہوتا ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باطنی جانشین یا نائب ور خلیفہ ہو کرتا ہے۔ غوث ہمیشہ دنیا میں یک ہوتا ہے۔ وہ خود قطب رشاد کا کام بھی کرتا ہے۔ ور س کے نیچے تین قطب کام کرتے ہیں۔ ن کے ماتحت سات وتاد ہوتے ہیں۔ ور وتاد کے نیچے چالیس بدل کام کرتے ہیں۔ ن کے ماتحت نجبء، نقبء ور خیو ر ہو کرتے ہیں۔ یہ کل تین سو ساٹھ ولیاء اللہ کا باطنی محکمہ ہوتا ہے۔ ور دنیا کے چپے چپے پر ن کا تصور ہوتا ہے۔ حتی کہ ن میں سے دنے درجے کا تصرف جسے متصرف دہقانی کہتے ہیں۔ بارہ بارہ کوس تک زمین ور ہل زمین کا نگران ور پاسبان ہوتا ہے۔ وہ پنے علاقے میں یک چڑیا کے نڈے تک کو پنی نگرانی ور تصرف میں رکھتا ہے۔ سے پنے زیر تصرف علاقے کے ندر عورتوں کی ہنڈیوں ور آٹے میں ڈ لے ہوئے نمک تک کا ندازہ ور حال معلوم ہوتا ہے۔ وہ پنے زیر تصرف علاقے کی تمام چھوٹی موٹی باتوں ور کل دنیاوی علم وقعات سے اللہ تعالی کے خد د علم کے ذریعے وقف ور آگاہ ہوتا ہے۔ یہ وہ وگ ہیں۔ جن کے حق میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔

ولقد كتبنا في الزبور من بعد الذكر ان الارض يرثها عبادى الصالحون ان في هذا لبلغا لقوم عبدين

ترجمہ۔ ور تحقیق ہم نے د ؤد علیہ سلام کی کتاب زبور کے ندر ذکر کی تعریف کے بعد یہ بات لکھ دی تھی کہ بے شک میری زمین کے حقیقی و رث میرے نیک و رصالح بندے رہا کریں گے۔ چنانچہ س م میں میرے عبادت گذ ر بندوں کیلیے عام پیغام ہے۔ یعنی میرے تمام بندوں کے لیے عام پیغام ہے کہ کثرت ذکر ور عبادت سے جو لوگ پنے آپ کو صالحون یعنی اللہ تعالی کے نیک برگزیدہ بندوں میں شامل کر لیتے ہیں۔ وہی اصلی ولی الامر ور وارثین فی الارض بن جاتے ہیں۔ جیسے کہ آیہ ہے

واطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم

یعنی اللہ تعالی ور س کے رسول ور ولی الامر کی طاعت کرو۔ ن ولی الامر سے مر د ہرگز یہ دنیا کے ظاہر، کافر، جابر، ملحد ور بے دین حکمر ن نہیں ہیں۔ جنہوں نے مکروفریب، ظلم ور تشدد سے اللہ تعالی کی مظلوم ور عاجز خلقت پر ناروا قبضہ ور بے جا تصرف جما لیا ہے۔ جن کے جابر، مستبد حکومت کی مشینری غریبوں ور مسکینوں کو دن رات روندتی ور پیستی رہتی ہے۔ ور بے س محتاج ور مظلوم رعایا کا خون چوستی ہے۔

دراصل س ظاہری، مادی حکومت کے وپر عالم مر کی یک لطیف روحانی حکومت قائم ہے۔ ور یہ مادی حکومت س باطنی حکومت کے لیے بمنزلہ ظل ور سایے کے ہے۔ ظاہری دنیوی حاکموں کی حکومت ظاہری جسام ور مادی بد ن پر ہے۔ لیکن باطنی ولی الامر و حانین کاملین کا تصرف باطنی قلوب ور رو ح کے جہان پر ہے۔ ظاہری بدن چونکہ باطنی دل ور روح کی قید ور تصرف میں ہے۔ دل ور روح جو کچھ چاہتے ہیں۔ جسم ور بدن بے ختیار وہی کام کرتے ہیں۔ جسم دل کے قبضے میں س طرح ہے جس طرح کاتب کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے کہ جو کچھ کاتب چاہتا ہے وہی قلم سے لکھواتا ہے۔ پس اصل حاکم وہ ولی الامر وہی لوگ ہیں جن کا تصرف عالم مر

کے لطیف جہت پر ہے۔ ور جو قلوب ور روح پر حکومت کر رہے ہیں۔ پس اصل
حقیقی حاکم یہی رجال غیب، وو امر، ہل تکوین ور متصرفین کا محکمہ ہے۔ ور در
اصل نہی کا تصرف دنیا میں جاری ور ساری ہے۔ ور ظاہری حکام ور مادی سلاطین
ن کے زیر ثر ور زیر فرمان اس طرح ہیں جس طرح نسانی جسم دل ور جان کے
تصرف ور قید میں ہے۔ ظاہر حاکم جس وقت پنے قلم سے کسی مقدمے کا فیصلہ لکھ رہا
ہوتا ہے تو س حاکم کا دل س وقت ن باطنی حاکموں کی نگلیوں میں س طرح ہوتا
ہے جس طرح حاکم کی نگلیوں میں قلم ور پر ہوتا ہے۔ پس در صل فیصلہ لکھنے و لے
ور حکم کرنے و لے یہی لوگ ہوتے ہیں۔ گو ہمیں بظاہر یہی مادی لوگ حکومت
کرتے ور چلاتے نظر آتے ہیں۔ گو بظاہر ہمیں نہ ن لوگوں کی شکل نظر آتی ہے ور
نہ ن کا فعل ور عمل محسوس ہوتا ہے۔ کیا دنیا میں ہر فعل دل ور روح نہیں کرتے۔ ور
دل ور روح کی صورت ور ن کا فعل ور عمل نظر آتا ہے؟ ندھے مردہ دل خو بیدہ
نفسانی لوگوں کو ن روحانی، نورانی لوگوں کا عمل ور پتہ نہیں ہے۔ یہ مادی جہان گویا
یک بڑ طویل ور عریض مکان ہے۔ ور جس کا فرش زمین ور چھت آسمان ہے۔
س وسیع مکان کے مردہ دل نفسانی مکین سوئے ہوئے مادے کا لحاف وڑھے ہوئے
غفلت کی نیند سو رہے ہیں۔ لیکن روحانی زندہ دل لوگ اس مکان دنیا کے ندر
جاگتے ہوئے بیدار رہتے ہیں۔ سو نفسانی سوئے ہوؤں کو نہ نپنا پتہ ہے ور نہ غیر کا۔ لیکن
بیدار روحانیوں کو س مادی مکان کے چپے چپے ور س کی تمام شیاء ور س کے جملہ
سوئے ہوئے بیدار مکینوں کا ہر طرح علم رہتا ہے۔ وہ س مادی دنیا میں باطنی
سپاہیوں ور چوکیداروں کی طرح چکر لگاتے ور پنے زیر تصرف ور زیر نگرانی زمین
کی خبر رکھتے ہیں۔ ور س کی ظاہری باطنی حفاظت و نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ یہ
لوگ آپس میں باطنی طور پر یک دوسرے کے ساتھ ملتے جلتے، بات چیت کرتے،
ور پنے باطنی منصبی کام کرتے رہتے ہیں۔ ظاہری نفسانی لوگ ن کی چال، فعل

ور حول سے بلکل بے خبر ہیں۔ ن رجال غیب او امر متصرفین وگوں کی باطن
میں پنی مجلسیں ور کانفرنسیں ہو رتی ہیں۔ ور دنیا کے تمام کاروبار پہلے عالم مر میں
ن کے ہاتھوں طے ہوتے ہیں۔بعدہ مادی دنیا کے عالم خلق میں ن کا جرء ور نفاذ
ہوتا ہے۔ ن وگوں کی تعداد ہمیشہ تقریباً تین سو ساٹھ رہتی ہے۔کبھی کام کی کثرت
سے ن کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔لیکن گھٹتی نہیں ہے۔جب غوث دنیا سے گذر جاتا
ہے تو تین قطاب میں سے یک س کی جگہ متعین ہو جاتا ہے۔ ور گر قطب دنیا
سے رحلت رجاے تو س کی جگہ وتاد میں سے یک شخص مقرر ہوتا ہے۔ ور وتاد کی
جگہ بدل وغیرہ بدلتے ہیں۔ س محکمے میں سالک ور مجذوب ہر قسم کے وگ شامل
ہوتے ہیں۔لیکن جب اس میں مجذوب کی کثرت ہوجاتی ہے تو دنیا میں بتری ور
افرتفری ور فسادات رونما ہوجاتے ہیں۔ ور جب سالکین کی کثرت ہوتی ہے تو
دنیا میں امن وامان ور ہر طرح سے آرام رہتا ہے۔ کثر غوث یک جگہ قیام رکھتا
ہے۔ ور باقی متصرفین پھرتے ور بدتے رہتے ہیں۔ شاید ۱۹۰۹ یا ۱۹۱۰ء کا
وقعہ ہے۔کہ جن دنوں اس فقیر نے کالج چھوڑ رفقیری ختیار ر کی تھی۔تو ن دنوں
پنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ میرا ارادہ حج کو جانے کا ہوگیا تھا۔ ن دنوں مجھے خواب
میں کہا گیا کہ س زمانے کے غوث آج دل جدہ میں رہتے ہیں۔ گر تمہیں حج کے
لیے جانے کا تفاق ہو تو ن سے ملتے جائیں۔لیکن اس سال مجھے حج پر جانے کا تفاق
نہ ہوسکا۔ کثر دفعہ دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی کامل عارف فقیر سفر کا رادہ رتا ہے تو
جس علاقے میں داخل ہوتا ہے تو س علاقے کا متصرف سے باطن میں آملتا ہے۔
ور پنے علاقے کی کنجیاں سکے سامنے پیش رتا ہے۔ ور س کے ہر کام میں معاون
ور مددگار ور س کے ظاہر باطن کا محافظ ور چوکیدار رہتا ہے۔ ن وگوں میں خاص
بات یہ ہے کہ یہ پنا راز بہت پوشیدہ رکھتے ہیں اور کسی کو پنا بھید نہیں دیتے۔ ظہار
ور شہرت ن کے حق میں سم قاتل کا حکم رکھتی ہے۔ گر ن کی کوئی بات ظاہر ہو

آؤٹ ہو جائے تو بس اپنے منصب سے سلب ہو جاتے ہیں۔ ہر وقت گمنامی کی چادر اوڑھے رہتے ہیں۔

ذیل میں ہم چند احادیث جو رجال غیب کے ثبوت میں وارد ہوئی ہیں۔ بیان کرتے ہیں۔

ابونعیمؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے بعض ایسے خاص خاص مقبول بندے ہوتے ہیں کہ جن کی دعا اور برکت سے اللہ تعالیٰ لوگوں پر رحمت فرماتا ہے۔ آسمان سے بارشیں برساتا ہے اور زمین سے پیداوار اگاتا ہے۔ یہ لوگ دنیا میں باعث امن و امان ہیں۔ اور بمنزلہ روح و روان ہیں۔ یہ تین سو ساٹھ آدمی ہوتے ہیں۔ ان میں بعض کے قلوب آدم علیہ السلام کے قلب کے مشابہ ہوتے ہیں۔ اور بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے قلوب موسیٰ علیہ السلام کے قلب کی طرح ہوتے ہیں۔ اور بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں۔ جن کے دل ابراہیم علیہ السلام کی مانند ہوتے ہیں۔ اور بعض کے دل ملائکہ مقربین اور دیگر ملائکہ کے مشابہ ہوتے ہیں۔

کتاب کرامات اولیاء میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روئے زمین کبھی ایسے چالیس آدمیوں سے خالی نہیں رہتی۔ جن کی برکت سے آسمان سے بارشیں ہوتی ہیں۔ اور نباتات اگاتی ہے۔ یہ لوگ میری امت کے ابدال کہلاتے ہیں۔

امام احمدؒ عبادہ بن صامتؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں قیامت تک چالیس آدمی ایسے رہیں گے۔ جن کی وجہ سے زمین و آسمان کا نظم و نسق قائم رہے گا۔ آنحضرت صلعم سے دریافت کیا گیا کہ ان کی صفت کیا ہوگی؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ ان پر کوئی ظلم کرے تو معاف کرتے ہیں۔ اور برائی کے بدلے احسان کرتے ہیں۔

جلال لدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ ابدال کی خبر حدیث میں صحیح ہے۔ بلکہ معناً
یہ متواتر ہے۔ کہ ن کا وجود درجہ یقین تک جا پہنچا ہے۔

سخاوی نے لکھا ہے کہ سب سے وضح روایت بدال کی وہ ہے جو مام حمدؒ نے
شریح بن عبید سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ ہل
شام پر لعنت نہ کرو۔ کیونکہ ن میں چالیس ابدال رہتے ہیں۔ کہ ن کی برکت سے
بارشیں ہوتی ہیں ور ن سے دین کو مدد پہنچتی ہے۔ مام سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کی یہ روایت جو مام حمدؒ نے نقل کی ہے س کی سند کے طریقے دس
سے زیادہ ہیں۔

خطیب نے تاریخ بغداد کتابی سے نقل کی ہے۔ نقبا سو ہوتے ہیں۔ ور نجبا ستر
ور بدال چالیس ور سات عمود یعنی وتاد ہوتے ہیں۔ ور قطب زمین میں تین ور
یک قطب اقطاب یا غوث ہوتا ہے۔ ور یہ بھی لکھا ہے کہ بدال عمدتہ کی مثل
ہوتے ہیں۔ وتاد نبیاء مرسلین کی مانند ہوتے ہیں۔ نقبا ور نجبا نبیاء بنی اسرئیل
کی طرح۔ چار قطب خلفاء راشدین جیسے، ور قطب اقطاب یا غوث حضرت محمد
مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہوتا ہے۔ یہ شخص آپ ﷺ کا ظل ور دنیا میں آپ ﷺ کا
جانشین ور نائب ہوا کرتا ہے۔

مذکورہ بالا سند سے ثابت ہوتا ہے کہ رجال غیب کا وجود متواتر صحیح حدیث
سے ثابت ہے۔ یہ متاخرین کی پنی ختراع نہیں ہے۔ س سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ
بس دنیا میں یہی مذکورہ بالا تین سو ساٹھ ولیاء اللہ ہی ہوا کرتے ہیں۔ نہیں بلکہ ن
کے علاوہ ن سے بڑھ چڑھ کر بھی دنیا میں بہت ولیاء ہوتے ہیں۔ مذکورہ بالا طبقہ تو
ولیاء کا یک خاص شعبہ ہے جو دنیوی کاروبار کے باطنی نظم و نسق کے لئے قائم ہوتا
ہے۔ نہیں طالبوں کے رشد و تلقین سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ن میں صرف غوث
کامل پیر ور صاحب رشاد ہوتا ہے۔ ور قطب آدھے پیر کا درجہ رکھتا ہے۔ باقی جس

قدر بھی اہل تکوین متصرفین دنیا میں ہوتے ہیں۔ وہ ملکی معاملات اور دنیوی کاروبار اور نظم ونسق کے کارکن اور چلانے والے ہوتے ہیں۔ ان کی تائید سے کاروبار میں رونق آجاتی ہے۔ مشکلات حل ہو جاتے ہیں۔ بگڑے ہوئے کام سنور جاتے ہیں اور مرادیں پوری ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اگر کوئی شخص ان رجال الغیب کی تائید حاصل کرنی چاہے تو کام شروع کرتے وقت یا سفر یا کسی مہم پر جاتے وقت یا ورد وظیفہ یا دعوت یا کلام شروع کرتے وقت اول آخر درود شریف پڑھ کر ان رجال الغیب پر یوں سلام کہے اور ان سے استمداد حاصل کرے۔

السلام علیکم یا رجال الغیب و یا ارواح المقدسة اعینونی بقوة انظرونی بنظرة یا نقباء یا نجباء یا ابدال یا اوتاد یا اقطاب و یا غوث اعینونی بحرمة محمد صلی اللہ علیه و علی آله و اصحابه و اهل بیته اجمعین و بارک وسلم تسلیما کثیرا

اور اس سے پہلے اگر اول آخر درود وفاتحہ اور تین بار اخلاص پڑھ کر ان ارواح مقدسہ کو بخشے تو اور بہتر ہے۔ بعض لوگوں نے چہل ابدال کی نسبت عجیب وغریب باتیں مشہور کر رکھی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ رات کے وقت سر پر سے بہت تیزی کے ساتھ کوئی چیز اڑتی ہوئی گذر جاتی ہے۔ عوام گمان کرتے ہیں کہ یہ چہل ابدال ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بات غلط ہے۔ یہ ایک قسم کا پرندہ ہوتا ہے جو رات کو نکلتا ہے اور بہت تیزی سے پرواز کرتے ہوئے گذر جاتا ہے۔ بعض لوگوں نے کتابوں میں چہل ابدال کا نقشہ بھی دیا ہے کہ وہ چاند کی خاص تاریخوں میں اپنے مقام بدلتے ہیں اور ہر تاریخ کو ایک خاص طرف ہوا کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں اس بات کی صحت میں شک ہے۔ رجال الغیب جیسا کہ ان کے نام سے ظاہر ہے۔ غیبی لطیف وجود سے دنیا میں چکر لگاتے ہیں اور کاروبار کرتے ہیں۔

عام نفسانی لوگ انہیں آتے جاتے نہیں دیکھ سکتے۔ حج کے موقع پر بیت اللہ

شریف میں سب وگ یک خاص وقت میں جمع ہوتے ہیں۔ ورلیلۃ قدر کی رت
ورلیلۃ رغئب یا شب برت کی رت ور دیگر مبارک راتوں میں یہ وگ
روحانیوں کے بطنی جلسوں میں شامل ہوتے ہیں۔ کامل عارف وگ دنیوی
کاروبار میں صرف ن کی حاضرت کرکے ن سے مدد لیتے ہیں۔ یہ مت محمدی میں
گویا یک بطنی پولیس کا محکمہ ہوکرتا ہے۔ جن کے ذمے ظاہری کاروبار کا نظم ونسق
ہوکرتا ہے۔ ن وگوں کو کاروبار چلانے کیلیے بطنی موکلات کی تائید ورخدمات
حاصل ہوتی ہیں۔ ور یہ وگ پنے کاروبار میں ن سے چپڑ سیوں ور پیادوں کا
کام لیتے ہیں۔ رجال غیب کی نسبت ہم اسی پر کتفی کرتے ہیں۔

مصلحت نیست کہ ز پردہ بروں فتد رز
ورنہ در مجلس رندں خبرے نیست کہ نیست

ترجمہ۔ اس بات میں کچھ فائدہ نہیں کہ رز ظاہر ہو۔ ورنہ رندوں کی مجلس میں
کوئی بات یسی نہیں جو موجود نہ ہو۔

گر کسی شخص نے تمام عمر کبھی کوئی سچا خوب نہ دیکھا ہو۔ ورنہ ن مذکورہ بالا قلبی
واردات میں سے کچھ بھی سے پنی ساری زندگی میں محسوس ہوا ہو۔ تو یسے وگوں کو
چاہیے کہ اپنے دل کا علاج کریں ور کسی معالج قلوب کے پاس جاکر ور پنے بیضۂ
ناسوتی کو ذکر اللہ کی حرارت سے گرم کرکے سے پھوڑنے کی جدوجہد ور سخت کوشش
جاری رکھیں۔ ورنہ شقاوت ور حرمان ن کے گلے کا ہار ہوگی۔ ور کسی کا یہ بیت ن
کے حسب حال ہوگا۔

نہ گلم نہ سبزہ زرم، نہ درخت میوہ درم
ہمہ حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مر

رابطۂ شیخ و طالب

مبتدی طالب کو مرشد کامل کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ جس طرح عورت بچہ جننے میں مرد اور خاوند کی محتاج ہے۔ اسی طرح محض مرشد کی صحبت اور توجہ ہی سے طالب کے دل کا معنوی بچہ یعنی لطیفۂ قلب زندہ ہوتا ہے۔ اس کی کیفیت اور صورت یہ ہوتی ہے کہ مرشد کامل طالب کے رحم قلب میں اپنے زندہ کامل باطن دل سے نور اسم اللہ ذات کا نوری لطیفہ ڈال دیتا ہے۔ اور وہ نوری لطیفہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زندہ ہو کر ایک جنین اور معنوی لطیف بچے کی صورت میں بڑھتا رہتا ہے۔ وہ معنوی بچہ مرشد کے بطن باطن یعنی قلب کے ساتھ ایک باطنی رشتے کے ذریعے وابستہ ہوتا ہے۔ جیسے کہ مادی بچہ ناف یعنی ناڑ کے رشتے سے ماں کے پیٹ کے ساتھ متعلق ہوتا ہے۔ اور اس کی ناف کے رشتے سے بچے کو غذا پہنچتی رہتی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح طالب کا باطنی، معنوی نوری طفل اپنے مربی کے باطنی بطن کے ساتھ ایک نوری رشتے کے ذریعے بندھا ہوا ہوتا ہے۔ اور اسی باطنی رابطے اور روحانی رشتے سے باطنی غذا پاتا رہتا ہے۔ اس کو اصطلاح تصوف میں رابطۂ شیخ کہتے ہیں۔ شیخ مربی کے بغیر لطیفۂ قلب کا زندہ ہونا ناممکن ہے۔ محض اپنی کوشش اور خود اوراد وظائف سے بے راہبر چلوں چلیوں سے ہرگز دل کی زندگی حاصل نہیں۔ اسے محض تزکیۂ نفس ہو کر کچھ عارضی صفائی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور بعض وقت تھوڑا سا سفلی کشف اور رجوعات خلق بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر دل کی زندگی کا راستہ ہی اور ہے۔

وظیفوں، وردوں چلوں سے اگر حاصل خدا ہوتا
گلشتوں سے حصول ہوتا تو شوہ کب رہ ہوتا

جس طرح ایک روشن چراغ سے دوسرے بے شمار چراغ روشن کیے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح مرشد کامل اپنے دل کے باطنی چراغ سے ہزاروں لاکھوں طالبوں کے قلبی چراغ روشن کر دیتا ہے لیکن چراغ کے اندر اگرچہ تیل بتی وغیرہ کا تمام سامان

موجود ہو، لیکن سے روشن ہونے کے لئے یک دوسرے روشن چر غ سے روشنی لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ سی طرح دل کے باطنی چر غ روشن کرنے کے لئے یک باطنی روشن چر غ کی سخت ضرورت ہے۔ ور سو ئے س کے ور دوسر رستہ ہی نہیں ہے۔

یک نسان کامل کے وجود کی مثال جس میں سم اللہ کا نوری چر غ روشن ہوتا ہے۔قر ن کریم میں اللہ تعالی یوں بیان فرماتے ہیں۔

اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ ط الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبرکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ و لا غربیۃ یکاد زیتھا یضی ولو لم تمسسہ نار ط نور علی نور یھدی اللہ لنورہ من یشاء و یضرب اللہ الامثال للناس ط واللہ بکل شی علیم ط

ترجمہ۔ (سم) اللہ زمین ور آ سمانوں کا نور ہے۔ س کی مثال یوں ہے کہ گویا یک دریچہ ہے جس میں چر غ رکھا ہو ہے۔ ور وہ چر غ یک شیشے کی چمنی کے ندر ہے جو یک روشن ستارے کی طرح چمک رہا ہے۔ ور یک مبارک درخت زیتون سے آویز ں ہے۔جس کا تیل نہ شرقی ہے ور نہ غربی۔ یعنی اس کی نہ کوئی جہت ہے ور نہ کیف۔یعنی یک بے مثل غیر مخلوق نوری جوہر ہے۔نزدیک ہے کہ س کا تیل جل ٹھے ور روشن ہو جائے۔چاہے سے مادی آگ تک چھوئے بھی نہیں۔ یعنی یہ کوئی مادی چر غ نہیں ہے کہ مادی آگ سے روشن ہو۔ بلکہ یہ تو س کے ظاہری نور کے و پر یک باطنی غیر مخلوق نور ہے۔ہاں اللہ تعالی جسے چاہتا ہے سے پنے نور کی طرف ہد یت فرماتا ہے۔ ور اللہ تعالی لوگوں کو مثالیں پیش کر کے سمجھاتا ہے۔ ور اللہ تعالی ہر چیز سے و قف ہے۔ یہاں پر لفظ اللہ سے مر د ذ ت اللہ ہر گز نہیں ہے۔ کیونکہ گر اللہ تعالی کو زمین ور آسمان کا نور کہا جائے۔ ور سے چر غ

کی طرح آسمان اور زمین کو روشن کرنے والا سمجھا جائے تو معاذ اللہ اس کی ذات پر سورج کی طرح ظرفیت لازم آتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ زمین اور آسمانوں اور مافیہا اور اس کے ماسوا تمام کائنات کا خالق ہے۔ جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں۔ سو یہاں ایک کامل انسان کے وجود میں اسم اللہ ذات کا چراغ اللہ تعالیٰ نے روز ازل سے بطور ودیعت رکھ دیا ہے۔ اس میں استعداد اور توفیق ہدایت اور نوری قابلیت تیل کی مانند ہے۔ اور چراغ کو باد مخالف سے محفوظ رکھنے کے لئے انسان کے وجود میں قلب صنوبری چمنی کی طرح لٹک رہا ہے۔ اور چمنی کے رکھنے کے لئے مشکوٰۃ یعنی دریچہ انسان کامل کا سینہ ہے۔ اور انسان کامل کا عنصری وجود ایک درخت زیتون کی مانند ہے۔ جس سے یہ نوری چراغ آویزاں ہے جو بشکل شجر طور کے قائم ہے۔ سو اسی طرح اس نوری چراغ کے تمام لوازمات انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے ازل سے رکھ دیئے ہیں۔ اب اگر ضرورت ہے تو صرف ایک دوسرے روشن چراغ کی ہے۔ جس کی لو اور روشنی سے اس نے روشنی لے کر روشن ہونا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ خود اسی آیت کے اگلے حصے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیھا اسمہ

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے امر اور اذن دے دیا ہے کہ اس کے نام کو گھروں کے اندر بلند کیا جائے۔ اور اس کے اسم کا ان میں ذکر کیا جائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اسم اللہ ذات کو ایک بجلی گھر اور پاور ہاؤس کی طرح وجود محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں قائم کر دیا ہے جو کہ زمین اور آسمانوں کو اپنے نور سے روشن کئے ہوئے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اذن اور امر فرما دیا ہے کہ ایک بجلی اور روشنی کا ایک ایک ستون ہر گھر میں قائم کیا جائے۔ اور ہر شخص اس نور اور بجلی کا تار اپنے دل کے گھر میں لگا لئے تاکہ ہر دل کا گھر نور اسم اللہ ذات سے روشن اور منور ہو اور یوں تمام جہان اسم اللہ ذات کے عالمگیر نور سے جگمگا اٹھے۔

بیعت مصنف

اے خدا نورِ محمدؐ کو درخشاں کر دے
نورِ عرفاں سے دنیا میں چراغاں کر دے
سینہ سینا ہو ہر اک آنکھ ہو بینا جس سے
خود مشعلِ یدِ بیضا مہرِ تاباں کر دے

غرض طالب یہ باطنی بجلی اپنے مرشد مربی سے بذریعہ تار باطنی حقیقی رابطہ شیخ لیتا ہے۔ اور وہ مرشد اپنے شیخ اور مربی سے، اور اس کا شیخ اپنے شیخ سے مستفید رہتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ اپنے اصلی ہیڈ کوارٹر اور حقیقی پاور ہاؤس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات تک منتہی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کل باطنی بجلی کے تار ایک دوسرے سے پیوست اور مربوط ہیں۔ اور تمام اہل اللہ باطن میں اسی نوری رشتے سے آپس میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اور اسی سلک میں منسلک ہیں۔ اور ان تمام سلاسل و روابط یعنی باطنی برقی تاروں کا ہیڈ کوارٹر، مرکز عالی اور پاور ہاؤس وجود مسعود حضرت سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ذات بابرکات و مجمع جمیع فیوضات ہے۔ وہاں سے تمام سلاسل اور روابط اور سب باطنی برقی تار نکلتے ہیں اور وہاں جا کر ختم ہوتے ہیں۔ آپ سب کے مبداء و معاد ہیں۔ اور آپ کا وجود مبارک ہی باعث کون و مکان اور مظہر وجود بیچون ہے۔ باطن میں ان سلاسل و روابط کا ایک نوری جال بچھا ہوا نظر آتا ہے۔ اور تمام باطنی شیرانِ زمانہ انہی سلاسل سے وابستہ ہیں۔

ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

ترجمہ۔ دنیا کے تمام شیر یعنی اولیاء اللہ اس سلسلے سے وابستہ ہیں۔ یہ لومڑ مزاج لوگ اس سلسلے کو کب اپنے حیلوں سے توڑ سکتے ہیں۔

ابیات حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ

سروریاں چو اسپ برق براقے دارند
کہ بیک طرفہ بمنزل ببرند قافلہ را

خفتہ بناز ہیں مرکب برقی اے دل
چشم بکشا ، ببیں طے شدہ صد مرحلہ را

واقف نکتہ ایں غیب نہ عیب ممکن
راز محرم نہ دہد محرم اہل گلہ را

جذب حق ست کہ از سینہ پاکاں خیزد
تو کجا دیدہ ایں جنبش و ایں زلزلہ را

ترجمہ۔ اے صاحبان طریقہ سروری قادری ایسے عجیب براق برق پر سوار ہوتے ہیں جو آنکھ جھپکنے کے اندر قافلے کو منزل پر پہنچا دیتے ہیں۔ اے دل! اس برقی سواری پر ناز سے سو جا۔ اور پھر جب آنکھ کھول کر دیکھے گا تو تیرے سینکڑوں منزل طے ہوئے ہوں گے۔ جب تو اس غیب کے نکتے سے واقف نہیں ہے تو اسے عیب کی نظر سے نہ دیکھ۔ محرم لوگ ایسے غیب میں مجرموں کو یعنی نامحرموں کو راز نہیں بتاتے۔ یہ ایک حق کا جذبہ ہے جو پاک لوگوں کے سینے سے نکلتا ہے۔ تو نے اس جنبش اور اس زلزلے کو نہیں دیکھا۔

غرض جب طالب کے اندر یہ نوری بچہ شیخ کی توجہ سے زندہ اور قائم ہو جاتا ہے تو پہلے پہل طالب خواب میں ایک گونہ شعور اور بیداری حاصل کر لیتا ہے۔ یعنی جس وقت وہ خواب دیکھتا ہے تو ساتھ ہی یہ علم اور شعور بھی رہتا ہے کہ یہ جو میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ خواب کی حالت ہے۔ یہ مراقبے کی ابتدائی حالت ہے۔ بعدہ وہ ترقی حاصل کر کے اپنے اختیار سے خواب کے باطنی لطیف عالم میں ہوش اور حواس کی حالت میں آتا اور جاتا ہے۔ بعد ازاں طالب اپنے سینے کے اندر ایک گونہ زندگی کی

حرکت،تموج ورشادت محسوس رتا ہے۔کچھ مدت کے بعد وہ نوری بچہ سم اللہ ذ ت
کی حرارت سے بیضۂ ناسوتی کو توڑ کر مرغ اہوتی کی طرح جکم پروردگار بہر آ جاتا
ہے۔یہ قدسی لطیفہ عالم مرکا طیف جسہ رکھتا ہے ور عالم روحانی ور عالم ملکوت میں
پرو ز رتا ہے۔جب یہ مرغ اہوتی عنقائے قاف قدس کی طرح آشیانہ عالم
شہادت سے فضائے عالم غیب کی طرف پرو ز رتا ہے۔تو س کا پہلا قدم تمام عالم
آب و گل یعنی شش جہت سے بہر پڑتا ہے۔تمام نبیاء کے معجزات ور جملہ ولیاء
اللہ کے کشف کرامات ورطے سیر کل سفلی ور علوی مقامات ور اس نوری لطیف وجود
کے کرشمے ہوتے ہیں۔اس نوری وجود پر ہمیشہ ہر وقت نئی و ردات غیبی ور فتوحات
لاریبی کا نزول ہوتا ہے۔ س نوری وجود سے سالک کا دل یسے نئے علوم باطنی و
غیبی معانی ور چھوتے معارف و اسرار سے گویا لبریز ہو جاتا ہے۔جو کتابوں میں ہر
گز نہیں ملتے۔نہ حیطۂ تحریر و تقریر میں آ سکتے ہیں۔ س قسم کا نوری وجود خواب،
مراقبے ور بیداری میں ہر وقت ذکر فکر، نماز، تلاوت، عبادت ور طاعت میں
مشغول رہتا ہے۔یہی س کی قوت ور قوت ہوتی ہے۔یہ نوری وجود ہمیشہ مجلس
نبیاء و ولیاء اللہ میں حاضر رہتا ہے۔مگر صاحب مبتدی کو گاہے یہ جسہ معلوم ہوتا
ہے۔ور گاہے س کے علم سے وہ جسہ معدوم ہوتا ہے۔گر صاحب کسی گناہ کی طرف
رجوع کرتا ہے تو وہ نوری جسہ مانع ہوتا ہے۔ور سخت محاسبہ ور مذمت رتا ہے۔ور
گر تفاقاً گناہ سرزد ہو جائے تو باطن میں وہ جسہ س قدر ندامت، پشیمانی، سوز ور
گداز رتا ہے۔کہ صاحب توبہ و ستغفار ور گریہ، آہ و نالہ سے گناہ کے وجود کو جلادیتا
ہے۔وہ نوری وجود مقام رشاد میں شیخ کی صورت اور مقام طلب میں صاحب کی
صورت میں نظر آتا ہے۔مگر اس کی صلی صورت شیخ ور صاحب کی صورت سے آمیختہ
یک تیسری صورت ہوتی ہے۔وہ صلی صورت میں بہت کم نظر آتا ہے۔جیسے کہ
نسان پنا چہرہ بہت کم دیکھتا ہے۔ور دوسروں کی شکل ہمیشہ ہر وقت نظر آتی ہے۔یہ

لطیفۂ نفی شیخ کہلاتا ہے۔ جس قدر شیخ کامل اور صاحب استعداد ہوتا ہے اتنا ہی طالب کا یہ باطنی نوری وجود قوی، طاقت ور، صاحب جمال و صاحب کمال ہوتا ہے۔ غرض جب طالب کا یہ نوری وجود شیخ کی تربیت اور پرورش سے پل کر اور بڑھ کر بالغ ہو جاتا ہے تو اس وقت اسے مرتبہ ارشاد حاصل ہوتا ہے۔ اور اس میں دوسرے طالبوں کے قلوب کو زندہ کرنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اور شیخ مربی کی طرف سے باطن میں خلق خدا کو تلقین و ارشاد اور فیض پہنچانے کا اذن اور امر ہو جاتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے امر سے لوگوں کے قلوب کو فیض باطنی سے مالا مال کرتا ہے۔ خواہ لوگ اسے جانیں یا نہ جانیں۔

اکثر خدا کے سچے صادق بندے لوگوں کو فیض پہنچاتے ہیں۔ لیکن اپنے آپ کو درمیان میں نہیں لاتے۔ قولہ تعالیٰ۔ قل ما اسئلکم علیہ من اجر۔ کہہ دے اے میرے نبی صلعم کہ میں اس ہدایت کے بدلے جو تمہیں کرتا ہوں۔ تم سے اجرت نہیں مانگتا۔ ان کی حالت ایسی ہرگز نہیں ہوتی۔ جیسے کہ آج کل کے ریاکار دکاندار ناقص نفسانی پیر دامِ تزویر پھیلا کر لوگوں کو دست بیعت اور مرید محض اس لیے کرتے ہیں کہ ان سے نذر و نیاز اور روپیہ فراہم کر کے اپنی جائداد بنائیں۔ اور دن رات عیش اڑائیں۔ مریدوں کے گھروں میں چراغ جلانے کو تیل نہیں ملتا اور پیر کے گھر میں بجلی کے قمقمے جگمگاتے ہیں۔ بجلی کے پنکھے چلتے ہیں۔ مرید بے چارے پیدل چل کر پیر کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی اس طرح بچا کر پیر کی خدمت میں حاضر کرتے ہیں۔ لیکن پیر صاحب عالیشان کاروں اور ہوائی جہازوں میں سفر کرتے ہیں۔ گھر میں ریڈیو لگے ہوئے ہیں۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھاتے ہیں۔ اور وہ عیش و عشرت اور گلچھرے اڑاتے ہیں کہ نوابوں اور رئیسوں کو بھی میسر نہیں۔ یہ بہشتی ٹھیکیدار اپنے گھروں میں دوزخ کا سامان مہیا

کرتے ہیں ورخود دوزخ کا یندھن بننے و ے ہیں۔لیکن مریدوں کوخ لی جھوٹی تسلیاں دے کر قیامت کے دن نہیں بہشت میں دخل کرنے کے لیے ذمہ د ربن جاتے ہیں۔

قولہ تعالی یا یھا الدیں امو ان کثیرا من الاحبار والرہبان لیاکلون اموال الناس بالباطل و یصدون عن سبیل اللہ ط والدین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمی علیہا فی نار جہنم فتکوی بہا جباھہم و ظہورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون ط

ترجمہ۔اے ایمان والو!بہت سے علماء بے عمل اور جھوٹے مشائخین مکرو فریب سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں (اور نہیں اپنے دام تزویر میں پھنسا کر) خدا کے رستے سے روک دیتے ہیں۔(یہ ریاکار رہنما ہیں) جو سونا چاندی اور نقدی وغیرہ اللہ کے نام پر جھوٹ موٹ نیوزے کر جمع کرتے ہیں اور نہیں راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے۔(اے میرے نبیؐ) ان لوگوں کو دردناک عذاب کی بشارت دے دے۔ اور وہ یوں ہوگا کہ وہ سونا، چاندی اور نقدی دوزخ کی آگ میں گرم کر کے لال کی جائے گی۔ اور اس سے ان کے ہردو پہلو اور سینے اور پشت کو غرض چاروں طرف سے جسموں کو داغا جائے گا۔ اور ساتھ ہی ان سے خطاب کیا جائے گا کہ یہ وہ نقدی ہے، جن کو تم مکروفریب سے اللہ کے نام پر اپنے نفسوں کے لیے جمع کرتے تھے۔ اب اس نقدی کی لذت چکھو۔

طالب کو چاہیے کہ پیر اور مرشد کو دنیا کے لین دین میں دیکھے۔ اگر وہ دنیا کے لین دین میں حریص طامع اور دنیا کو فراہم کرنے والا جامع ہے تو اسے فوراً طلاق دے دے۔ دوم دیکھے کہ اگر وہ نفس پرست، عیش وعشرت کرنے والا، خوب موٹا اور فربہ بنا ہوا ہے کہ اس سے اپنے چوتڑ نہیں سنبھالے جاتے تو ایسے مرشد سے جدا ہو جائے۔

کیونکہ دناؤں نے کہ ہے کہ حکیم فربہ بیدہ و پیر لاغر۔ یعنی حکیم موٹا ورتندرست تلاش

کرو، ورپیر دبلا پتلا۔ حکیم جب خود بیمار ور لاغر ہے تو وہ تیر کیا علاج کرے گا۔ ور

پیر جب خود نفس کا ٹٹو، بیل ور دنبے کی طرح موٹا ور فربہ نفس پرور ہے تجھے خدا کا

رستہ کیا دکھائے گا۔ سو رسمی یا خاندانی پیر نہ ہو بلکہ کسی کامل کی خدمت میں ریاضتیں

ور مجاہدے کرکے باطنی مقامات طے کئے ہوں ور سلوک کی جملہ منازل ور مراتب

سے وقف ور آگاہ ہو۔ دیگر صرف تصوف کی کتابیں پڑھنے یا ظاہری فقہ، منطق

معانی کے علوم حاصل کرنے یا بزرگوں کے گھروں میں پیدا ہونے یا رسمی طور پر کسی

دکاندار پیر سے خلافت لینے سے ہرگز نسان پیر ور مرشد نہیں بن سکتا۔ ور نہ یسے

رسمی رواجی پیروں سے کبھی ہدایت ور فیض حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ خود خائن ور عاری

ہوتے ہیں۔ دوسروں کو کیا خاک دیں گے۔ آج کل دنیا میں ناقص پیروں نے وہ

ودھم مچا رکھا ہے کہ خدا پناہ دیوے۔ اللہ تعالیٰ ن پیروں کو ہدایت کرے ور

مریدوں کو عقل ور تمیز عطا کرے۔

خدا کے خاص بندے لوگوں کو محض اللہ تعالیٰ کے حکم سے ور ن کے فائدے کی

خاطر تلقین ور رشاد کرتے ہیں۔ اور گر کبھی کچھ لیتے ہیں تو ن کے سے اللہ کی راہ

میں دیتے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امر تھا کہ

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم و ترکیھم بھا ط

۔ یعنی اے رسول صلعم! ن کے مول سے صدقے لے یہ چیز نہیں پاک کرے

گی۔ ور ن سے ن کے نفوں کا تزکیہ ہوگا۔ غرض مرشد کامل طالبوں کا تزکیہ نفس۔

تصفیہ قلب، تجلیہ روح ور تخلیہ سر محض اللہ کے لئے کرتے ہیں۔ ن کی غرض ور

مراد یہ ہوا کرتی ہے کہ کسی طرح طالب اللہ کا بندہ بن جائے ور ہدایت پر کر اللہ تعالیٰ

سے وصل ہو جائے۔

یاد رہے کہ ہر چیز بنانے سے بن جاتی ہے ور سنوارنے سے سنور جاتی ہے۔ مگر نسان کا

بناؤ سنگار نہیت مشکل ورشو رکام ہے۔لیکن بزروں انکوں میں سے جب کوئی

یک آدھ طاب صی کامل آدمی وربطنی نسن کی صورت میں کسی کامل مشطے کے

ہاتھ سے دلہن کی طرح بن ٹھن کر سنور جاتا ہے تو سکے بناؤ ورسنو رپر فرشتے عش

عش کرتے ہیں ور اس پر فیفتہ ہوتے ہیں ور اس کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔قو لہ

تعالی

حاذا سويته و نفحت فيه من روحي فقعوا له سجدين

ربعی

ہر پ کہ بخدمت رسید سر گردد

مقصود دو عالمش میسر گردد

با جملہ مسیم تو نیمیلی شد

ہر مس کہ بہ کیمیا رسد زر گردد

ترجمہ۔ ے محبوب ہر پاؤں جو تیرے کوچے میں دخل ہوتا ہے،سر کی حیثیت

ختیار کر لیتا ہے ور سے دونوں جہان کے مقصود حصل ہو جاتے ہیں۔ ورہم سب

بمنزلہ تانبے کے ہیں۔جو تانبا کیمیا کسیر سے ملتا ہے۔وہ سونا بن جاتا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تصوف محض توہمات ورخیالات کا مجموعہ ہے۔ ور

ہل تصوف کو اپنے خیالات ورتوہمات خوب پیرا مر تبے میں متشکل ہو کر نظر آتے

ہیں۔مگر یاد رہے کہ تصوف کا اصل معدمخوب وخیال سے دور،شک وشبہ سے

بالکل پاک ور وہم وگمان سے منزہ ہے۔وہاں صبح کی طرح یک روشن ٹھوس جہان

ہے۔جہاں تمام وہم وگمان،خطرات ور دوت کی ظلمت کو دور ورکافور کرنے ول

شمس حقیقی درخشاں ہے۔جو شخص رحم کی مانند س تنگ وتاریک نفسانی ظلماتی مادی

جہان میں معنوی طور پر مر جاتا ہے تو س صی روحانی،جاودانی اورنورانی جہان میں

بصورت طفل نورانی پید ہو جاتا ہے۔مدت کے بعد جب س کاوہ نوری اور معنوی

جسے بڑھ کر عقل کلی سے واصل ہو جاتا ہے۔ اور مادر باطنی سے باطنی زبان سیکھ جاتا
ہے۔ تو وہاں کی اشیاء کے اسماء اور حقائق سے واقف ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ وہاں
کے روحانی اور باطنی لوگوں کی باتیں سنتا اور سمجھتا ہے۔ وہاں باطنی مدرسوں اور
کالجوں میں باطنی علوم بے واسطہ سینہ بسینہ اور نظر بہ نظر حاصل کرتا ہے۔ اس وقت
اس کا معاملہ شک اور شبہ سے گذر جاتا ہے۔ اور اس کا درجہ یقین علم الیقین سے گذر
کر عین الیقین تک پہنچ جاتا ہے ایسے سالک کا معاملہ شنید سے دید، دید سے رسید اور
رسید سے یافت تک پہنچ جاتا ہے۔ جس کو حق الیقین کہتے ہیں۔

جن لوگوں نے ساری عمر حیوانی زندگی بسر کی ہو۔ اور سوائے کھانے پینے کے اور
کوئی شغل اور مقصد زندگی نہ رکھا ہو۔ کوئیں کے اندھے مینڈک کی طرح تمام عمر اس
مادی دنیا میں گذاری ہو۔ اسے لامحدود وسیع روحانی دنیا کا کیا پتہ ہے اے صاحب
سعادت مند! اگر تجھے ابدالابادی زندگی درکار ہے۔ اور تیری قسمت میں اللہ تعالیٰ کی
معرفت، قرب، مشاہدہ اور وصال و دیدار ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو
جا۔ اور کسی استاد کامل سے یہ ضروری اور دقیق علم سیکھ۔ تاکہ تو دنیا میں زندگی کے
مقصد کو حاصل کرے۔ اور اپنی اصلی منزل کو پہنچ جائے۔ اور اس دار نعیم میں ابدی
حیات پا کر ایسے درجات اور باطنی لذات سے بہرہ ور ہو جائے جو نہ کبھی آنکھوں
نے دیکھی ہیں اور نہ کانوں نے سنی ہیں۔ اور نہ کسی کے دل پر کبھی ان کا خیال اور
قیاس گذرا ہے۔ یاد رہے کہ تصور اسم اللہ ذات کے بغیر نہ دل زندہ ہوتا ہے۔ اور نہ
باطنی راستہ کھلتا ہے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کا قرب، مشاہدہ وصال اور دیدار حاصل ہوتا
ہے۔ اگرچہ کوئی شخص تمام عمر سخت مجاہدے اور ریاضتیں کرتا پھرے۔ اور ہمیشہ قائم
اللیل اور صائم الدہر رہے۔ کیونکہ ظاہری بدنی اعمال اور طاعت و بندگی سے محض
نفس کا تزکیہ تو ہو جاتا ہے۔ مگر دل ویسا تاریک اور مردہ رہتا ہے۔ پس عبد کو معبود
تک اور مخلوق کو خالق تک پہنچنے کا واسطہ اور ذریعہ اور اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب

ور وصل کی کلید محض ذ ر ہے۔ ور جملہ ذکار میں سے سم اللہ ذ ت کا ذ ر جامع ترین ور افضل ترین ذ ر ہے۔ ور طریقہ تصور ذ ر کے تم م طریقوں سے فضل، علی، کمل، سہل ور پر امن طریقہ ہے۔ یعنی سم اللہ کے نقش کو نگشت تفکر سے بذ ریعہ خیال و تصور تحریر و مرقوم کرنا ور ذکر کے مقامات میں سے بہترین مقام ذ ر آنکھ ہے۔ جس سے دید ر ور مشاہدے کا ر ستہ کھلتا ہے۔ ور جملہ عبادت ور طاعات، ریاضت ور جملہ حکام و رکان، شریعت، طریقت، حقیقت ور معرفت ور تم م سلوک و تصوف کی غرض و غایت اللہ تعالیٰ کی رویت، لقاء ور دید ر ہے۔ ور کوئی نعمت درجہ و مرتبہ دید ر کے مرتبے سے فضل ور علی نہیں ہے۔ اس سے طالب کو چاہیے کہ سم اللہ ذ ت کے ذریعے علم دیدار پڑھے۔ دین اور دنیا کے تمام مر تب ور دنیا و آخرت کے جملہ ظاہری و باطنی خز نے علم دید ر میں حاصل ہو جاتے ہیں۔

مَن ر موز فد ئل   جب طالب تصور سم اللہ ذ ت کا شغل شروع کرتا ہے تو شیطان س کی رہ مارتا ہے۔ ور قسم قسم کے وسوسوں ور خطر ت کے ذریعے طالب کے دل میں یہ خیال ڈ لتا ہے۔ کہ یہ تصور کا کام بننے و لا نہیں ہے۔ ور سم اللہ ذ ت دل پر جمنے و لا نہیں ہے۔ س طرح س شغل میں گا ہنا تضیع وقت ہے۔ اس سے تو بہتر ہے کہ کچھ ور د وظائف، نفل نوافل ور تلاوت وغیرہ کا شغل ختیار کر لیا جائے۔ کیونکہ س میں کم ز کم ثو ب تو ہو گا۔ اور جب طالب ظاہر عمل عبادت و طاعت میں مشغول ہوتا ہے۔ ور دن رات حجرے میں عبادت، ذ ر، تلاوت، نفل نوافل، پاس نفاس اور حبس دم میں لگ جاتا ہے تو شیطان س کے دل کے حجرے پر جو ذ ر کا صلی ور حقیقی محل ہے قبضہ جما لیتا ہے۔ چنانچہ س کی زبان ور دیگر عضاء وغیرہ تو ذکر ذکار ور عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن دل پر نفسانی خیالات، دنیوی خطر ت ور شیطانی شہوات میں مار مار پھرتا ہے۔ ور اس میں ذ ر کا کچھ ثر نہیں ہونے دیتا۔

دں پریشان • مصلی در نماز

یں نمازے کے پذیرد بے نیاز

ورنیز سے شیطان وگوں کی نظروں میں مشہور ومعروف کردیتا ہے کہ فلاں شخص بڑ دیندر ور عابد شب زندہ در ہے۔ ور رجوعات خلق سے فریفتہ کر کے س کی مالی کو برباد کرتا ہے۔ ور کبرو نانیت کی چھری سے سے ذبح ور ہلاک کردیتا ہے۔ وہ دل میں سمجھتا ہے کہ میں نے تنی عبادت کی ہے۔ ور کولھو کے بیل کی طرح چلتے چلتے خیال کرتا ہے کہ میں نے بہت منزل طے کری ہے۔ لیکن جب آنکھیں کھولتا ہے تو وہیں کا وہیں رہتا ہے۔ جب کوئی شخص ظاہری طاعت، ذکر فکر ور عبادت میں مشغول ہوتا ہے۔ ور خناس اس کے دل کو قابو کر لیتا ہے۔ تو شیطان پاس کھڑ ہنس رہا ہوتا ہے ور خوش ہوتا ہے۔

ربعی

ے فسق و فجور کار ہر روزۂ •

وے پر ز شرب کاسۂ و کوزۂ •

مے خندد روزگار مے گرید عمر

بر طاعت و نماز و روزۂ •

ترجمہ۔ باوجودیکہ نیکوکاروں کی شکل ورصورت ور ظاہری نیک عمل کے خیال فسق ور فجور ہمار مشغلہ ہے۔ ور ہمار کاسہ ور کوزۂ دل محبت شرب دنیا سے پر ہے۔ سو ہماری اس طاعت، نماز ور روزے پر زمانہ ہنس رہا ہے ور عمر رو رہی ہے۔

پس طالب کو چاہیے کہ تصور سم اللہ ذ ت کے شغل کو جاری رکھے۔ خوہ سم اللہ ذ ت بتد ء میں دل پر قائم نہ بھی ہو۔ کیونکہ مبتدی طالب کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ تصور سم اللہ ذ ت کا مطلب یہ ہے کہ سم اللہ ذ ت کا نقش دل پر قائم ہو جائے۔ ور ہمیشہ سم اللہ ذ ت متجلی رہے تاکہ جس وقت دل کی طرف متوجہ ور ملتفت ہو۔ سم

اللہ ذ ت نقش و مرقوم نظر آ ئے۔

مں ں م ے ہ ء ہ ں ن ب شب ۔ ہ ہ ے ب ء ت ں نفس م ء ب ب

تب ش ب ب ۔

یعنی س کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سم اللہ ذ ت س کی قید میں آ ج ئے۔ مگر یہ بڑی بھاری غلطی ہے۔ سی وجہ سے کثر طالب س مبارک شغل کو ترک کر دیتے ہیں۔

یاد رہے کہ سم اللہ ذ ت غیر مخلوق ہے۔ ور نسان ور س کا خیال ور تصور مخلوق ہے۔ غیر مخلوق چیز مخلوق کی قید میں نہیں آ سکتی۔ بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ یعنی طالب کا دل ور دماغ ور حو س ور سب عضا تصور سے سم اللہ ذ ت کی قید میں آ جاتے ہیں۔ نسان جب جسم کو سم اللہ کے تصور میں غرق کرتا ہے۔ تو جسم سم کے ندر گم ہو جاتا ہے۔ چونکہ سم اللہ ذ ت پاک ور حق ہے۔ اس واسطے صاحب تصور کے جسم کی ناپاکیاں نجس، غفلت، نا خستیں ور تمام کدورتیں، ظلمتیں ور بلائیں سم اللہ ذ ت کے نور سے دفع ور دور ہو جاتی ہیں۔ سی طرح بار بار مشق تصور سم اللہ ذ ت سے طالب سم اللہ ذ ت کے صلی حقیقی دروازے پر جو آفتاب کی مانند نسان کے وجود میں مخفی ور پنہاں بطور امانت موجود ہے جا پہنچتا ہے۔ س وقت اللہ تعالیٰ پنے فضل ور کرم سے طالب کو سم اللہ ذ ت حقیقی کے بحر نور میں جذب کر لیتا ہے۔ گر مرشد کامل، رفیق، راہبر ہمراہ شامل ہے تو اس وقت طالب پختہ وجود صاحب ستعداد کو یک ہی توجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ واصل کر دیتا ہے۔ یا دائمی حضوری حضرت سرور کائنات صلعم میں داخل کر دیتا ہے۔ مگر بتدا میں طالب سم اللہ ذ ت کو پنی قید میں لانے ور سے جلدی پنے صفحۂ دل پر نقش اور مرقوم دیکھنے کی آرزو ور ہوس نہ کرے۔ جب تک سم اللہ ذ ت کے تصور سے طالب کا نفس ور نفسانیت فنا نہ ہو۔ اور س کے س بیضۂ ناسوتی کے ندر سم اللہ ذ ت کی حرارت ور مرشد کامل

کی توجہ سے لطیفہ قلب کا غیر مخلوق مرغ ا ہوتی سر نہ نکا ے۔ سم اللہ ذ ت دل پر

نقش ور رقام و تجلی دیکھنے کے خیال ور ہوس کو ہرگز دل میں نہ ا ے ور پنے کام دن

رت خوب زور شور سے جاری رکھے ور نیز مر قبے، مکاشفے، طیر سیر علوی، کشف

کرامات یا دیگر روحانی نظارے ور باطنی تماشوں ور رشموں کے خیال میں بچوں کی

طرح نہ پڑ رہے۔ بلکہ ہمت ور ستقلال سے ہر وقت سم اللہ ذ ت کے نقش کو دل

ور دماغ میں س طرح جمائے کہ آفتاب سم اللہ ذ ت کی حر رت ور نور سے

طالب کے وجود سے غفلت نفسانی، ظلمت شیطانی ور کدورت خیالات دنیا ے

پریشانی ہٹ کر دور ور کافور ہو جا ے۔

جس وقت تصور سم اللہ ذ ت صاحب تصور کے وجود میں ثر کر نے لگتا ہے۔ تو

ول ول طالب کے ندر یک قسم کی حر رت پید ہو جاتی ہے۔ جس سے طالب کو یہ

معلوم ہوتا ہے۔ گویا تپ لازمی کی حر رت ور تپش جسم میں پید ہو گئی ہے۔ رات کو

سے نیند نہیں آتی۔ خصوصاً بائیں پہلو پر لیٹنے سے سے درد محسوس ہوتا ہے۔ س

حالت میں طالب کو گھبر نا نہیں چاہیے۔ بلکہ یہ بدی سرمدی صحت کلی کے آثار ہیں۔

یسے وقت میں طالب کے دل میں ترک توکل کے خیالات پید ہوتے ہیں۔ لوگوں

سے وحشت پید ہوتی ہے۔ یہ خیال آتا ہے کہ گھر بار چھوڑ بیوی کو طلاق دے کر جنگل

کو نکل جائے ور گودڑی پہن کر فقیر بن جا ے۔ لیکن خبر د ر ظاہر یسا کام نہ کرے

جب تک سے باطن میں صحیح طور پر ید سے مرشد کامل کی طرف سے یسی باتوں کا

ذن ور مر نہ ہو۔ بلکہ فقر محمدی صلعم کا طریقہ ور طرز یہ ہے کہ لوگوں میں مل جل

رہے ور پنے ر ز کو پوشیدہ رکھے ور گمنامی کو پنا شیوہ بنائے رکھے۔ ہرگز ننگا ور

نگشت نما پنے آپ کو نہ ہونے دے۔ کیونکہ بعض وقت طالب کے دل میں محض

عارضی ور تقلیدی طور پر کچھ تھوڑے عرصے کیلیے ترک توکل ور گھر بار چھوڑنے کا

خیال پید ہوتا ہے۔ جب بیوی کو طلاق دے کر ور بال بچے ور گھر بار چھوڑ کر جنگل

کی طرف نکل جاتا ہے۔ ورگودڑی پہن کر فقیر تارک دنیا ہو جاتا ہے۔ چونکہ ں
قسم کے خام خیول جذبز تقلیدی، رمی، مبتدی حاحب کو بطنی رستہ بھی نہیں کھلتہ۔
بلکہ بتدء میں جوش آزمائش سخت ٹھوکریں کھاتا ہے۔ ورجب سے بھوک پیوں ور
راہ میں طرح طرح کی تکالیف پیش آتی ہیں تو ں کے عارضی تقلیدی ترک توکل کا
نشہ تھوڑے عرصے میں ہرن ہو جاتا ہے۔ ں وقت ں کے نفس کو پشیمانی لاحق ہوتی
ہے۔ لیکن چونکہ وگوں میں فقیر تارک دنیا مشہور ہو جاتا ہے۔ ں لئے وپس سے
وگوں میں شامل ہونے ور دنیوی کام کرنے سے شرم آتی ہے۔ ہذ وہ یک سخت
کشمکش ور تذبذب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ وہ دھوبی کے کتے کی طرح نہ گھر کا رہتا
ہے ورنہ گھاٹ کا۔ یسے رنج ور رجعت کی حالت سے اللہ تعالیٰ امان دیوے۔ ں
لئے مبتدی صاحب کو پنے خیول خام سے بیوی، بال بچوں کو چھوڑ کر جنگل کی طرف
ہرگز نہیں نکلنا چاہیے۔ کسی نے کیا چھا کہا ہے۔

بیت

یک شخص چلا گھر سے نکل کر سوئے صحرا
مولا کی طلب میں زن و فرزند کو چھوڑ
سمجھا زن و فرزند ہی ہیں مانع دیدار
ہے منزل مقصود میں حائل یہی دیوار
صحرا میں سمندر میں سے ڈھونڈ رہا تھا
ہر بحر میں ہر بر میں سے ڈھونڈ رہا تھا
کھویا گیا خود آپ مگر اس کو نہ پایا
سب کھو کے بھی پیچھے رہے کو کچھ ہاتھ نہ آیا
مایوسی سے دل ٹوٹ گیا پاؤں کی مانند
ڈھلتی رہی عمر اس کی یونہی چھاؤں کی مانند

بے چرے چ جس وقت ٹٹ موت کی چھلی
اس وقت کسی کی یہ صد کانوں میں آئی
ے حاب حق! حق تو ترے گھر میں مکیں تھ
جس جا سے تو نکلا تھ رے میں تو وہیں تھ

ہذ حا ب کو یُ حا ت ہرگز پڑے وہم وخیال سے نہیں بدلنی چاہیے۔ بلکہ سے نتظار کرنا چاہیے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خود س کے لئے حالت مساعد ور وقعت سازگار کر کے بدل ڈ لے۔

پس حا ب کو چاہیے کہ سم اللہ ذ ت کی حر رت سے جب یسی حا ت پید ہو جائے ور وحشت ترک وتوکل کے خیا ت رونما ہو جائیں تو سم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور یا درود شریف کی کثرت سے اس جلیت ور حر رت کو ٹھنڈ ور فرو کرے۔ کیونکہ سم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سم جمال ہے۔ س کی ٹھنڈک ور رحمیت سے حا ب کے وجود میں صبر، تحمل ور حوصلہ وسیع پید ہو جاتا ہے۔ ور سم اللہ ذ ت کے جلال ور ثر س کو ہر طرح برد شت کر لیتا ہے۔ ور بے حوصلہ، بے صبر ور بے قر ر نہیں ہوتا۔

بعض وقت تصور سم اللہ ذ ت کے غلبہ حر رت سے ظاہری عبادت میں کوتاہی پید ہو جاتی ہے۔ ور ظاہری نوفل ور زبانی ذکر ور بدنی شغل میں سستی و قع ہو جاتی ہے۔ ور ن کی ہمیت ور وقعت حا ب کی نظر میں س قدر گر جاتی ہے کہ وہ فرض نماز کو بھی ترک کر دیتا ہے۔ سو حا ب کو چاہیے کہ یسی حا ت سے بچا رہے۔ ور ہرگز فرض نماز ور شریعت ظاہری کی پابندی سے باہر نہ نکلے۔ یہ بھی شیطان کا یک بڑ د ؤ ور دھوکا ہے۔ حتیٰ کہ بعض وگوں کو بتد ءِ تصور میں خوب ور مر قبے کے ندر شیطان بڑے عمدہ تماشے ور باطنی نظارے دکھایا کرتا ہے۔ ور جب وہ ظاہری عبادت ور فرض نماز کی طرف رجوع کرتا ہے تو ن باطنی شیطانی ور تماشوں میں کمی ور کوتاہی نظر آنے لگتی ہے۔ ہذ حا ب خام خیال شیطان کے د م میں پھنس

کرفرض نماز ور شریعت کی پابندی چھوڑ دیتا ہے۔ سی طرح وہ ہمیشہ کے سے طریقے کا مردود ور مرتد ہو جاتا ہے۔ بزرگوں حاجیوں کو س قسم کی گمرہیوں ور رجعتوں میں دیکھا گیا ہے۔ جو یک دفعہ ن طریقت کے گردابوں میں غرق ہو جاتا ہے۔ پھر ساری عمر ساحل نجات کا منہ نہیں دیکھ سکتا۔

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ صاحب جب تصور سم اللہ ذات کرتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا کسی شکنجے میں سب عضاء کے جوڑ رہے ہیں یا کولھو میں بھینچا جا رہا ہے۔ ور شغل کے وجود کو سخت کوفت ور ماندگی معلوم ہوتی ہے۔ بدن گھائل ور مضمحل ہو جاتا ہے۔ گر یسی حالت پیش آئے تو صاحب کو ظاہری عبادت کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ سی طرح ظاہر باطن دونوں طرح صاحب کسی طرح نفس کو اللہ کے ذکر سے فارغ نہ رکھے۔ کیونکہ نفس کی مخالفت ذکر اللہ ہے۔

[illegible]

گاہے مبتدی صاحبوں کو س قسم کے خیالات وہمات ترک توکل اور فقیری کی طرف سے آتے ہیں۔ کہ جب میں فقر میں قدم رکھوں گا تو مجھے دولت دنیا ظاہری کی پروہ نہ رہے گی۔ کیونکہ میں س طرف قدم رکھتے ہی خدا کا مقرب ور ولی بن جاؤں گا۔ مجھے غیب سے روزی ملے گی۔ جن ور فرشتے میرے تابع فرمان ہو جائیں گے۔ ور جو کچھ ن سے مانگوں گا۔ مجھے لا کر دے جائیں گے۔ میرا روزینہ مقرر ہو جائے گا۔ یا میرا دست غیب جاری ہو جائے گا۔ یا مجھے زمین کے نیچے خزانے ور دفینے نظر آنے لگ جائیں گے۔ یا کیمیاء کسیر کے نسخے حاصل ہو جائیں گے۔ یا سنگ پارس مل جائے گا۔ غرض س قسم کے بزرگوں فضول وہمات ور خیالات صاحب کے دل میں جاگزیں ہو جاتے ہیں۔ شیطان س قسم کے خیالی سبز باغ دکھا

دکھ کر طا ب کو ظاہری کسب معاش ور روزگار چھڑ ر فقیر بنا دیتا ہے۔ بعض خام خیال

طالب نوکریوں سے استعفے دے دیتے ہیں۔ بعض پنی جائیداد یں فروخت ر کے لٹا

دیتے ہیں۔ یسے طا بوں کی نیت چونکہ خا ص نہیں ہوتی۔ س سے جب کچھ مدت

بھر ان چیزوں میں سے نہیں کچھ حا صل نہیں ہوتا تو پھر پھر ر پنے سامنے سے ر

وپس آتے ہیں۔ ور تمام عمر افسوس ور ندامت کی وجہ سے دست حسرت ملتے رہتے

ہیں۔ یسے خام خیال طا ب جب ناقص دکاندار جھوٹے پیروں کے ہاتھ چڑھتے

ہیں تو وہ س قسم کے ور سبز باغ دکھا ر ور جھوٹے وعدے دلا ر نہیں لوٹتے رہتے

ہیں۔ ور پنی خدمت میں لگائے رکھتے ہیں اور مروز وفرد کے جھوٹے وعدوں میں

ن کی عمر گر ں مایہ ضائع ور برباد ر دیتے ہیں۔ بعض طا ب جب ن دکاندار مکار

پیروں کو وعدہ یفائی کے سے بار بار تنگ ر تے ہیں تو جھوٹے پیر یسے طا بوں کو

چلوں، خلوتوں ور مجاہدوں میں ڈ ل دیتے ہیں۔ چنانچہ کثر طالب تو ن چلوں میں

پاگل ہو جاتے ہیں۔ بعض بیمار ہو جاتے ہیں۔ ور بعض بے فائدہ ٹکریں مار مار ر کسی

طرف منہ ر جاتے ہیں۔ ور یوں پیر صاحب ن سے پیچھا چھڑ لیتے ہیں۔ سو

طا ب کو ن خام خیالیوں ور بے ہودہ مالیخو یا سے بچنا چاہیے۔

شق تصور سم اللہ ذ ت ذ ر کے تمام طریقوں سے بہتر، فضل، آسان ور

پر من طریقہ ہے۔ موت کے وقت نسان کی زبان خشک ہو جاتی ہے۔ ور باقی تمام

عضا ء ور حو س کام سے رہ جاتے ہیں۔ س وقت ذ ر کے سے نسان کے پاس

صرف تصور ور تفکر کا آلہ باقی رہ جاتا ہے۔ گر زندگی میں طا ب نے تصور ور تفکر

سے سم اللہ ذ ت کی شق کی ہے۔ ور سم اللہ ذ ت کو پنے ندر قائم یا ہے۔ ور

پنے وجود کو سم اللہ ذ ت میں لے ور دل کو سم اللہ ذ ت سے زندہ کیا ہے تو موت

کے آخری نازک وقت میں اسے پنے س مبارک شغل کی قدر و قیمت معلوم ہو

جائے گی۔ جب کہ تصور سم اللہ ذ ت کی باطنی برق سے س کے تمام باطنی لطائف

ورگوشت پوست، تمم عضء ورجسم کے تمم بل ذکر سے گویہ ہو جئیں گے۔ ور
جوش وخروش میں آکر للہ للہ پکرنے لگ جئیں گے۔ ورتمم جسم بجے کی طرح
ذکر اللہ سے بجنے لگ جئے گا۔ ورجسم کے ہر رگ ور ریشے سے بجوں کی تاروں
کی طرح ذکر اللہ کے بطنی نغمے سنئی دیں گے۔ یسے آدمی کا خاتمہ بخیر ہو جاتا
ہے۔ کیونکہ موت کے وقت شیطن یسے آدمی کے نزدیک نہیں پھٹک سکتا۔ صحب
تصور سم اللہ ذت کو جس وقت منکر نکیر قبر میں سول وجوب کے لیے جگا کر ٹھاتے
ہیں۔ جس وقت صحب تصور قبر میں ٹھتا ہے تو اس کے ماتھے، س کے سینے ور اس
کی دونوں ہتھیلیوں پر سم للہ ذت نوری حروف سے مرقوم سورج کی طرح شعلے ور
تجلے مارتا ہے۔ ور کرما کاتبین یہ دیکھ کر حیرت میں آجاتے ہیں۔ ور دب سے
ہتھ بندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ور کہتے ہیں۔ کہ یا عبد للہ نم کنومۃ العروس
جزک للہ فی لدرین خیر۔ یعنی اے بندۂ خدا تو سو جا جس طرح دلہن سوتی
ہے۔ اللہ تعلی تجھے جزے خیر دے۔ تجھے سول ورجوب کی حاجت نہیں رہی۔
تیرا وجود مسعود خود گوہی دے رہا ہے۔ آفرین تیری ہمت پر ور شاباش تیری مالی پر
، تیرے ہاتھ پاؤں ورتمم عضء صبغۃ اللہ یعنی سم اللہ ذت کے رنگ سے رنگین
ہیں۔ ہمیں تجھ سے سول کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے۔ ب تو پنے خداوند اللہ
تعلی کے دیدر ور وصل کے نتظار میں دلہن کی سی نیند سو جا۔

بیٹھ جاؤں میں کہیں چھپ کے یوں حشر کے دن
وگ دیکھیں تو کہیں وعدہ وفا ہوتا ہے

نسان کا عنصری وجود غار کی طرح ہے۔ ور نفس و شیطان مار یعنی سانپ کی طرح
س میں گھسے ہوئے ہیں۔ ظاہری بدن ور جسمانی عضاء جو خارج سے عبادت، ذکر
فکر کرتا ہے گویا سانپ کے غار پر ڈنڈے ور لاٹھیاں چلاتا ہے۔ جس سے غار کے
ندر نفس ور شیطان کو کوئی یذا نہیں پہنچتی۔ بلکہ سے آگاہی تک بھی نہیں ہوتی۔ مگر

تصور اسم اللہ ذات گویا اندر کھولتا ہوا پانی یا جلتے ہوئے تیل کی دھار اندر داخل کرنا ہے۔ جس سے نفس اور شیطان جل کر خاکستر ہو جاتے ہیں۔ اگر جان و مال خرچ کرنے اور سالہا سال کی محنت و مشقت کے بعد بھی یہ دولت ہاتھ لگ جائے تو اسے نہایت سستا اور ارزاں سودا خیال کرنا چاہیے۔

پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی
کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

ترجمہ۔ خاقانی کو تیس سال کے بعد اس حقیقت کا علم ہوا کہ ایک دم با خدا رہنا سلیمانؑ کے ملک سے بھی بہتر ہے۔

اس مبارک اور عزیز شغل سے روکنے اور باز رکھنے کے لیے شیطان ہزاروں الجھن بکھیڑے اور طرح طرح کے مکر اور حیلے پیش کرتا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ مرشد کامل کی توجہ کے بغیر اسم اللہ ذات قائم نہیں ہونے کا۔ اس سے کوئی ظاہری بدنی عبادت کرنی چاہیے۔ لیکن یاد رہے کہ مرشد کامل اس طالب کو توجہ کرتا ہے۔ جس کے وجود کا ظرف پختہ ہمت قوی اور استعداد وسیع ہو۔ سو یہ باتیں سوائے تصور اسم اللہ ذات کے حاصل نہیں ہوتیں۔ تصور اسم اللہ ذات طالب کو اللہ تعالیٰ کے فضل اور مرشد کے فیض کے قابل بنا دیتا ہے۔ اور تصور اسم اللہ ذات کے ذریعے طالب مرشد کے باطنی دروازے پر پہنچ جاتا ہے اور مرشد کو اس پر مہربان کر دیتا ہے۔ لیکن نفس اور شیطان ہر حیلے سے طالب کو اس مبارک شغل سے باز رکھتے ہیں۔ کیونکہ نفس کے لیے تصور اسم اللہ ذات سم قاتل کی طرح ہے۔ اس سے جلدی نفس نامراد مر جاتا ہے۔ جس وقت صاحب تصور اسم اللہ ذات شغل تصور اختیار کرتا ہے تو شیطان کے گھر کو گویا آگ لگ جاتی ہے اور شیطان ابلیس جن میں ایک کہرام مچ جاتا ہے۔ اور جنود ابلیس فوج در فوج مقابلے کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ جو اسے کسی طرح اس شغل سے باز رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب صاحب تصور پے بہ پے مقامات طے کرتا ہو

اللہ تعالیٰ کے قرب میں داخل ہونے کو ہوتا ہے تو خود بہ نفس خبیث مقابے کے سے آ
موجود ہوتا ہے۔ سو ے حا ب سعادت مند ا حوصلہ وسیع و رہمت بلند رکھ۔ پنی تمام
عمر س مبارک شغل میں وقف ردے۔ کسی طرح اس پ ک شغل کو یک محہ کے سے
بھی ترک نہ ر۔ نشاء اللہ بہت جلد تو یہ کلید خز ن د رین و رمفتاح کنز کونین حاصل
کرے گا۔

مبتدی صاحب تصور چونکہ شق و جودیہ کے وقت نہایت شش و پنج میں ہوتا ہے
کہ تصور سم اللہ دل و ردماغ و روجود کے دیگر عضاء پر کیوں ر ئیا جائے۔ ور س
طرح ور کیوں کر سم اللہ ذ ت کے نقش کو پنے ندر مرقوم رے۔ آیا پنے آپ کو
یک علیحدہ ن ن کی شکل میں پنے س منے لا کر کھڑ کیا جاوے۔ ور خیال و رفکر سے
س کے دل و ردماغ و رسینے و ردیگر عضاء پر سم اللہ ذ ت کے نقش کو مرقوم
رے۔ یہ دوسرے شخص کو پنے عضاء پر لکھنے و ا خیال رے یہ خود پنے وجود پر
کیوں ر و ر س طرف سے سم اللہ تحریر و ر نقش کرے۔ یہ باتیں چونکہ نہایت
ضروری ہیں ور کتابوں میں نہیں ملتیں س سے ہم پنے تجربات و رمشاہدات کی بناء
پر چند ہم و ر آسان طریقے بیان رتے ہیں۔ گر صاحب شق و رصاحب تصور
نے ن پر عمل کیا تو نہیں سم اللہ ذ ت کے نقش و ر مرقوم رنے میں بہت مدد ملے
گی۔ ور بہت جلدی س مبارک شغل میں کامیاب ہو جائے گا۔ تصور سم اللہ ذ ت
کے متعلق یہ نہایت بچی، مفید و رقیمتی معلومات ہیں۔ ہم ہدیہ ناظرین رتے ہیں۔
یہ مدت مدید ور سہا سال کی جانفشانی و رجانکاہی کے بعد حاصل کیے گئے ہیں۔

صاحب تصور سم اللہ ذ ت کو چاہیے کہ وضو کرکے و رپ ک پڑے پہن کر کسی
پ ک جگہ میں مربع ہو کر بیٹھے۔ و ر دل کو تمام غیر خیالات یعنی دنیوی تفکرات و ر
نفسانی وہمات سے خالی و رفارغ رکھے و رظاہری وسوس شیطانی و رخطرات
نفسانی کا رستہ بند رنے کے سے پنے و پر ذیل کا حصار رے۔ یعنی مفصلہ ذیل

کلاموں کو پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے۔

محمد شریف ۔ آیۃ الکرسی ۔ چہار قل یعنی قل یا ایہا الکافرون ۔ قل ھو اللہ احد ۔ قل اعوذ برب الفلق ۔ اور قل اعوذ برب الناس ۔ ہر ایک سورت کو تین تین دفعہ پڑھے ۔ اس کے بعد درود شریف ۔ استغفار، آیت سلام قولا من رب الرحیم ۔ آیت واللہ المستعان علی ما تصفون ۔ کلمہ تمجید یعنی

سبحان اللہ و الحمد للہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

کلمۂ توحید، لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و یمیت و ھو علی کل شئی قدیر

اور کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک تین بار پڑھ کر سینے پر دم کرے۔ اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر دم کر کے تمام بدن پر ہاتھ پھیرے ۔ اس کے بعد آنکھیں بند کر کے اللہ تعالی کے مشاہدے اور مجلس حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم و مجلس انبیاء و اولیاء و اور یاد موت اور یاد آخرت و قبر حشر نشر وغیرہ کی فکر ات کو دل میں جاگزیں کرے ۔ اور اسم اللہ ذات کو ماتھے اور دل پر اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تفکر کی انگشت شہادت سے خیال کے ذریعے اپنے سینے پر بار بار لکھنے کی کوشش کرے ۔ اور اگر کسی کا نفس سرکش ہو اور معصیت سے باز نہ آئے تو اسم اللہ ذات کو تصور سے مقام ناف پر مرقوم اور تحریر کرے ۔ صاحب تصور اپنی انگشت شہادت کو قلم خیال کرے اور اپنے سامنے آفتاب کو مثل دوات کے خیال کرے ۔ اور اپنی انگلی کو آفتاب کی دوات میں ڈال کر اپنے ماتھے اسم اللہ ذات اس طرح لکھے کہ سر کو ایک بڑی قندیل اور لالٹین خیال کرے ۔ اور اس کے اندر بیٹھ کر اپنے سامنے والے شیشے کے رخ پر اسم اللہ ذات تحریر کرے ۔ اس سے جذب جلد پیدا ہوگا ۔ اور اسم محمد کو سبز کر کے سینے پر لکھے ۔ اس طرح کہ اسم محمد صلعم کے دونوں میم

پستانوں پر آ جائیں۔ ورغرض دل دل پر آ جائے۔ س سے جذب جمدی حاصل
ہوگا۔ ور سم محمد صلعم کو سفید ماہتابی رنگ سے لکھے۔یہ ن دونوں مذکورہ با مقامات
یعنی ماتھے ور سینے پر گر سم اللہ ذ ت ور سم محمدؐ سرور کائنات زبر نو لکھنے میں دشو ری
محسوس ہوتو سم اللہ ذ ت نگشت شہ دت کی طرح موٹے ور خوشخط سرخ آفتابی
رنگ کے حروف میں مرقوم پنے ماتھے یا دل پر لکھا ہو خیال کرے۔ ورخود سے پنی
شہ دت کی انگلی سے ڑیں رتا جائے۔یعنی نگلی س پر قلم کی طرح پنے خیال ور
تصور میں پھیرتا جاوے۔ ور سی طرح سم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پنے سینے پر ماہتابی
سفید رنگ سے مرقوم خیال رے۔ ور س کے وپر نگشت شہ دت پھیر نے کی
کوشش رے۔بعض کو س دوسری صورت میں آ سانی ہوتی ہے۔ ور سا تھ ہی دل
سے پ س نفاس جاری رکھے۔یعنی جب سانس ندر کو جائے تو سا تھ دل میں لفظ
اللہ کہے۔ ور جب سا نس باہر کو نکلے تو دل میں خیال سے لفظ ھو کہے۔ ور جب سم
محمد صلعم کی مشق رے تو سا نس ندر جاتے وقت محمد رسول اللہ کہے اور سا نس باہر
آتے وقت صلی اللہ علیہ وسلم خیال سے دل میں کہے۔ س طرح بار بار مشق رنے
سے سم اللہ ذ ت اور سم محمدؐ سرور کائنات صلعم حاصب کے ندر متجلی ہو جائے گا۔ ور
گر حاصب شیخ کامل رکھتا ہے۔تو یوں خیال رے کہ میرے سر ور سینے ور دل کے
ندر شیخ بیٹھا ہو سم اللہ ذ ت ور سم حضرت سرور کائنات صلعم لکھ رہا ہے۔ س سے
ور بھی زیادہ آ سانی ہوتی ہے۔ ور ساتھ ساتھ پ س نفاس بھی جاری رکھے۔ س
طرح حاصب بہت جلدی کامیاب ہو جاتا ہے۔جس وقت حاصب کے تصور ور تفکر
ور مرشد کامل کی توجہ ور تصرف ور حاصب کی کوشش ور مرشد کی کشش سم اللہ ذ ت
ور سم حضرت سرور کائنات صلعم پر مرکوز ور متحد ہو جاتی ہیں۔ س وقت باطنی
و ردت پید ہوتیں ہیں۔ ور گر سے جذب جمدی کی بجلی نے کھینچ یا ہے۔تو اس کو
باطنی و ردت خوب پیدا مر تبے میں پید ہوتی ہیں۔ س وقت مجلس نبیہ وویہ ور ذ ر

ذکار کھل جاتے ہیں۔ ور صاحب مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں یا مجلس نبیاء و ولیاء

میں حاضر ہو جاتا ہے۔ یہ ذکر نفسی، قلبی، روحی سری وغیرہ جاری ہو جاتے ہیں۔ یہ

اللہ تعالیٰ کی تجلیات ذاتی، صفاتی یا نعمی صاحب تصور پر وارد ہو جاتی ہیں۔ یہ صاحب

کو طے سیر مقامات علوی یا سفلی حاصل ہو جاتا ہے۔ گر نقش سم اللہ ذات ور سم

حضرت سرورِ کائنات صلعم بسبب کثرت ہجوم وساوس شیطانی و ظلمات نفسانی دل پر

قائم نہ ہوں تو صاحب کو چاہیے کہ مشق وجودیہ شروع رے۔ تا کہ تمام وجود سم اللہ

ذات سے منقش ہو کر پاک ور مزکی ہو جائے۔ ور حضور سرورِ کائنات صلعم ور مشاہدۂ

حق ذات کے قابل ہو جائے۔ سم اللہ شی حاضر استقرار بمکان حاضر۔ سم اللہ

پاک چیز ہے۔ وہ پاک جگہ میں قیام ور ستقرار پکڑتا ہے۔ شغل تصور سم اللہ ذات

کے لیے وقت کا تعین نہیں ہے جس وقت چاہو کیا جا سکتا ہے۔ لیکن سب سے بہتر

وقت صبح صادق سے لے ر طلوع آفتاب یا چاشت تک کا ہے۔

(نقش سم اللہ ذات ور سم حضرت سرورِ کائنات صلعم سامنے صفحہ پر مرقوم ہے)

صاحب تصور کو چاہیے کہ دماغ میں نقش سم اللہ ذات تصور ور تفکر سے مرقوم

رتے وقت دماغ کو یک مربع قندیل یا لالٹین کی طرح خیال رے کہ گویا س کے

چاروں طرف ور وپر کے شیشے ظلمت کے سیاہ دھوئیں سے آلودہ ہیں۔ ور صاحب

تصور ندر بیٹھ ر سامنے والے شیشے پر شہادت کی انگلی سے نقش سم اللہ ذات یوں بنا

رہا ہے۔ کہ س کی نگلی کی تحریر سے سیاہی دور ہوتی جا رہی ہے ور سم اللہ ذات کی

تحریر سے بیرونی روشنی کے لیے راستہ ور روزن بنتا جا رہا ہے۔ ور سم اللہ ذات

تاباں ور نمایاں ہو رہا ہے۔ سی طرح یہی تحریر دائیں، بائیں، پیچھے ور وپر والے

شیشے پر رے۔ سی طرح دماغ نور سم اللہ ذات سے منور ہو جاتا ہے۔

یاد رہے کہ مبتدی کو آنکھوں میں تصور اسم اللہ ذات مشق کرتے وقت حیرانی

ہوتی ہے۔ کہ آنکھوں میں سم اللہ کیونکر مرقوم ہو۔ س کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی

آنکھوں کو عینک کے دو گول شیشوں کی طرح خیل ر کے ندر کی طرف سے ن پر سم
اللہ ذ ت نقش ور مرقوم ر ے۔ ور علی ہذ قیس بدن کے ہر عضو ور خ نے پر ندر کی
طرف سے سم اللہ ذ ت فکر ور خیل کے قلم سے تحریر ر ے۔ نیز ید ر ہے کہ دم غ
میں سم اللہ ذ ت مرقوم ر نے کے پ نچ مق م ہیں۔ ور م تھے پر ور ہر دو آنکھوں پر
ور دونوں کانوں پر ور یک ن ک پر ور یک زب ن پر سم اللہ ذ ت تصور سے مرقوم
ر ے۔ ور دل پر سم اللہ ذ ت تحریر ر نے ک یہ طریق ہے کہ دل کو یمپ کی چمنی کی
طرح پنے ب ئیں پہلو پر لٹک ہو خیل ر ے ور اس کی سطح پر سم اللہ ذ ت ور سم
حضرت سرور ک ئن ت صلعم خیل ور فکر سے تحریر ر ے۔ جیس کہ مذکورہ ب لا نقشے میں
مرقوم ہے۔ ور بعض س طرح دل پر تصور سم اللہ ذ ت مرقوم ور تحریر ر تے ہیں کہ
دل کے موٹے سرے پر چمنی کی طرح گول سور خ کو گول د ئرہ خیل ر کے س میں
سم اللہ مرقوم ر تے ہیں۔ یعنی دل صنوبری کو یک گل ب کے نیم شگفتہ پھول کی طرح
تصور کر کے اس کے گول کش دہ منہ کے د ئرے میں سم اللہ ذ ت مرقوم ر تے
ہیں۔ جب سم اللہ ذ ت دل پر مرقوم ہو ج ت ہے تو دل ک لطیفہ گل گل ب کی طرح
کھل ج ت ہے۔ جس سے س ت نوری لطیفے س ت نوری پتیوں کی طرح سرخ رنگ
معطر و منور دل کے رد گرد نمود ر ہو ج تے ہیں۔ اور ہر لطیفہ نور اسم اللہ ذ ت کی
س ت ذ تی صف ت کے نو ر سے جگمگ تھت ہے۔ دل کے د ئرے پر سم مرقوم ور
مثل گل گل ب شگفتہ بمع رد گرد س ت صدف مرقوم ب سم اللہ ک نقشہ مندرجہ ذیل
ہے۔

---------------------------نقشہ-----------

سم اللہ ذ ت جب کسی عضو پر مرقوم ہو ج ت ہے۔ تو س سے نوری تجلی نمود ر ہو
ج تی ہے۔ ور وہ مق م جس ک وہ لطیفہ ہے۔ ذ کر اللہ ی کلمہ طیب سے گوی ہو ج ت
ہے۔ ور وہ عضو سم اللہ ذ ت میں ملے ور س کے ندر لطیفہ ذ کر اللہ سے حی و ر زندہ

ہو جاتا ہے۔

نیز صاحب ہاتھ کی دونوں ہتھیلیوں پر اور ہر دو پہلوؤں پر اسم اللہ مرقوم کرے اور مقام ناف پر اسم اللہ مرقوم کرے۔ صاحب کو چاہیے کہ اپنے عنصری جسم کو باطن خیال کرے۔ جیسے روح اور جان سر سے لے کر قدم تک اوڑھے ہوئے ہے۔ اور اندر سے ان باطن کے مقامات تصور پر گویا اسم اللہ ذات کی چھینٹ لگی ہوئی ہے۔ اور صاحب ان باطن کے اندر اپنے آپ کو گھسا ہوا اور بیٹھا ہوا خیال کرے۔ اور ہر مقام تصور پر اندر سے اسم اللہ ذات مرقوم پر انگشت شہادت پھیرنے کی مشق کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فاذکرونی اذکرکم۔ یعنی تم مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا۔ سو ہم اس آیت کی تشریح اور تفسیر پہلے کافی بیان کر چکے ہیں۔ کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کو جس صفت اور جس اندام سے یاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی اندام اور عضو کے اندر اپنے اسی نام کے نور کی بجلی پہنچاتا ہے۔ اور وہ عضو اور اندام اللہ تعالیٰ کے نور سے زندہ روشن اور منور ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ یتقرب العبد الی بالنوافل حتی اکون عینیہ ینظر بی و اذنیہ یسمع بی و یدیہ یبطش بی و رجلیہ یمشی بی۔ الخ۔ یعنی بندہ میری طرف کثرت اذکار اور نوافل سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ میں اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں۔ وہ مجھ سے دیکھتا ہے۔ میں اس کے کان ہو جاتا ہوں۔ وہ مجھ سے سنتا ہے۔ میں اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ ہو جاتا ہوں۔ وہ مجھ سے پکڑتا اور چلتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ کا اپنے ذاکر اور عابد بندے کے اعضاء اور اندام ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ عارف سالک کے تمام اعضاء دماغ نور اسم اللہ ذات سے زندہ اور منور ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ذیل کے نقشہ میں دکھایا گیا ہے۔

(نقشہ سامنے والے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

نقش اسم اللہ ذات اگر جسم کے ہر اندام پر مرقوم کرنے میں دقت ہو۔ تو جس

مقام پر آسانی سے مرقوم ہو۔ ور جو سم کامیابی کے ساتھ ور سہل طریقے سے لکھ ج سکے پہلے سی کی مشق کی جائے۔ ور آنکھیں بند کر کے جس جگہ ہو سکے۔صرف سم اللہ ذ ت کی تحریر ور س کے نقش پر پنی توجہ ور فکر مبذول رکھے۔ سم اللہ ذ ت جس وقت صاحب تصور کے ندر نوری حروف سے مرقوم ہو جاتا ہے۔تو وہ خود بخود پنے مخصوص مقام جسم کو پکڑ لیتا ہے۔نیز ید رہے کہ گر کسی طالب کی طبیعت کند ور غبی ہو۔ ور سم اللہ ذ ت کا تصور س سے نہ بن سکے۔تو مقابلے کے لیے یک سم اللہ ذ ت خوشخط تابی شیشے یا کاغذ پر لکھ ہو سامنے رکھے۔ ور تصور کرتے وقت سے پنے ندر قائم کرے۔ ور دوسرے وقتوں میں سی سم اللہ ذ ت کا خیال ور تصور کیا کرے۔ سی طرح بار بار کرنے سے نقش سم اللہ قائم ہو جاتا ہے۔ گر س سے زیادہ آسانی مطلوب ہو تو سلیٹ پر موٹی پنسل یا چاک کے ذریعے رات کو یا دن کو فرصت کے وقت بار بار سم اللہ لکھے۔کم زکم روزانہ ۶۶ دفعہ لکھے۔ س طرح بھی تصور سم للہ ذ ت جلدی آ جاتا ہے۔رات کو یا دن کو سونے سے پہلے ضرور تصور سم اللہ ذ ت کی مشق کرے یا نقش سم للہ ذ ت کاغذ یا شیشے پر خوشخط لکھا ہو، پنے سامنے رکھ کر سوتے وقت س کی طرف دیکھے۔ ور بار بار سے ندر جمانے کی کوشش کرے ور س حالت میں سو جائے۔ یسا کرنے سے خواب میں بھی سم اللہ تجلی ور مرقوم ہوتا ہے۔

تصور کے لیے سات سماء ہیں۔ کہ جو ہفت گنج باطنی کے لیے بمنزلہ کلید ور کنجیوں کے ہیں۔ ور سات لطیفوں کے لیے ہر سم علیحدہ علیحدہ ہے۔وہ سماء ذیل ہیں۔

الله لله له هو محمد فقر، لا اله الا الله محمد رسول الله صلعم

اللہ تعالیٰ کے ننانوے سماء ور حروف تہجی کے تئیس حرفوں کا بھی تصور کیا جاتا

ہے۔ ور ن کے عل وہ مختلف نقش وجود یہ مرقوم ہیں۔ جن کا تحریر کرنا موجب طو ت ہے۔ ن کے تصور سے بھی بڑے بھ ری ب طنی فو ئد ح صل ہوتے ہیں۔ گر ح ب کو ن ب طنی خز ئن کی تفصیل درک ر ہو تو کت ب نور ہدی ی عقل بید ر شریف ردو مصنفہ حضرت سلط ن ع رفین حضرت سلط ن ب ھو قدس سرہ منگو کر مط لعہ کریں۔

سم اللہ ذ ت کے صحیح طور پر تصور کے ذریعے نقش ور مرقوم ہونے کی عل مت یہ ہے کہ سم اللہ ذ ت مرقوم ہو کر آفت ب کی طرح تجلی کرت ہے۔ ور ص حب تصور کو فور ً ستغر ق ور محویت ح صل ہو ج تی ہے۔ اور دل، روح ی سر ک لطیفہ ذ کر اللہ ی ذ کر کلمہ طیب سے گوی ہو ج ت ہے۔ ور ح ب کو س ستغر ق کے ندر کوئی نہ کوئی مش ہدہ ور مک شفہ ح صل ہو ج ت ہے۔

ے ح ب سع دتمند! ہم نے تصور سم اللہ ذ ت کے یہ مذکورہ ب لا چند نہ یت مفید آس ن پر امن، صحیح ور سچے طریقے ور ستے بی ن کر دیے ہیں۔ جو مدت مدید کے خون جگر پینے کے بعد ح صل ور معلوم کیے گئے ہیں۔ گر تو نے ن کی قدر ج نی ور ن پر عمل کی ۔ تو یقیناً بہت جلدی سلوک ب طنی ور روح نیت کے فلک ال فل ک پر پہنچ کر پنے محبوب حقیقی سے و صل ہو ج ئے گ ۔ ور بزم نبی ء و ولی ء میں د خل ہو کر وہ ں کی ب طنی لذتوں ور روح نی مسرتوں سے حظ ندوز ہو گ ۔ جو کبھی نہ آنکھوں نے دیکھی ہیں ور نہ ک نوں نے سنی ہیں۔ ور نہ کسی کے دل پر ن ک خی ل گذر ہے۔

تصور کے فو ئد یہ ہیں کہ یہ یک نہ یت پوشیدہ، بے ری ، بے رجعت ور زود ثر طریقہ ذکر ہے۔ س میں نہ کسی وقت ی ج ئے معین کی ضرورت ہے۔ نہ س میں وضو ی پ ک کپڑوں ی پ ک جگہ وغیرہ کی پ بندی ہے۔ ور نہ س میں ذکر کی خ ص گنتی ور شم ر وغیرہ کی ح جت ہے۔ ور س کے بغیر ب طنی طے کر ن مح ل ور ن ممکن ہے۔ ور مق م ور روح نی منزل ح ب بغیر تصور کے ہرگز طے نہیں کر سکت ۔ سل م، یق ت، معرفت، قرب، مش ہدہ، وصل، فن ور بق کی جو ب طنی من زل اور مد رج ہیں۔

ن سب کے حصول پر گر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ن کی غرض و غایت نسان کی توجہ، تصور، تفکر و تصرف کو یک مرکز و یک نکتے پر لانا ہے۔ جسے نگریزی زبان میں (CONCENTRATION) کہتے ہیں۔ مثلاً دیکھو سلام میں توحید اصل کار ہے۔ ور سی توحید پر تمام سلامی فعل و عمل کا دارومدار ہے۔ یعنی متفرق و مختلف معبودوں کی عبادت سے توجہ ہٹا کر یک ہی واحد معبود کی طرف نسان مائل و ملتفت ہو جاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ ء رباب متفرقون خیر م اللہ وحد القہار۔ یعنی آیا متفرق و مختلف رب و معبود بہتر ہیں یا یک اللہ کی واحد ذات قہار۔ سو نسانی توجہ یک ہی معبود برحق کی طرف مبذول کرنے کے لیے سلام نے ذکر کو ہر فعل و ہر عمل میں لازمی و ضروری ٹھہرایا ہے جیسے کہ ہم کتاب کے گلے حصوں میں بیان کر آئے ہیں۔ ور تمام ذکار کو یک ہی ذکر سم اللہ ذات میں جمع کر دیا ہے۔ ور ذکر سم اللہ ذات کے تمام طریقوں میں سے تصور کا طریقہ نسان کی توجہ کو یک مرکز پر لانے کے لیے بہترین طریقہ ہے۔ سی لیے س کو ختیار کیا گیا ہے۔ الغرض گر غور سے دیکھا جائے تو تصور سم اللہ ذات کا طریقہ سلام، یمان، عرفان، یقان، قرب، مشاہدہ، وصل، فنا و بقا کے مدارج و منازل کے حصول کے لیے صلی، آخری ور جامع کلید ہے یعنی یک مقصد تو تصور سم اللہ ذات کا سالک کو عالم کثرت سے صرف جملہ وحدت کی طرف لانا ہے۔ دوم مقصد صاحب تصور کا علم دعوت کے ذریعے طالب کو ظلمت کثرت سے نور معرفت کی طرف لے جانا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا رشاد ہے۔ اللہ ولی الذین منو یخرجہم من الظلمت لی النور۔ یعنی اللہ تعالیٰ ن لوگوں کا دوست ہے جو یمان لے آئے ہیں۔ نہیں عالم ظلمت سے نکال کر عالم نور کی طرف لے جاتا ہے۔ سو وحدت حضور و معرفت نور کے دو علی مقامات پر پرواز کرنے کے لیے سالک کے لیے دو لازمی پر و بال ہونے چاہئیں۔ یک تصور سم اللہ ذات دوم دعوت۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا رشاد گرامی ہے۔

الم نجعل له عينين و لسانا و شفتين و هديناه النجدين

ترجمہ۔ آیا نہیں بنائی ہم نے انسان کے لئے دو آنکھیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ۔ اور دکھا دیئے ہم نے اس کو دو راستے۔ سو آنکھوں کا راستہ تو تصور اسم اللہ ذات کا راستہ ہے۔ اور زبان اور دونوں لبوں یا ہونٹوں کا راستہ ورد وظائف یعنی دعوات کا راستہ ہے۔ جس سے سالک عالم کثیف کی ظلمت سے نکل کر عالم لطیف کی نورانی دنیا میں داخل ہوتا ہے اور عالم غیب کی نورانی لطیف مخلوق سے مل کر ان سے استفادہ حاصل کرتا ہے۔ سو نور اور آنکھیں جس طرح لازم و ملزوم ہیں۔ یعنی اگر نور اور روشنی موجود نہ ہو تو آنکھوں کے سامنے دنیا تاریک ہے۔ اسی طرح تصور اسم اللہ ذات اور دعوات کے دونوں راستے اور طریقے لازم و ملزوم ہیں۔ اور عارف سالک کے لئے بمنزلہ پر و بال کے ہیں۔ تصور اسم اللہ ذات کا طریقہ تو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ اب ہم ناظرین اور سالکین کے لئے دوسرا اہم راستہ دعوت کا بیان کرنے والے ہیں۔

علم دعوات

دعا اور دعوت کے معنی ہیں دعا کرنا یا کسی کو بلانے کے۔ دعا یا کلام کے ذریعے جب غیب کی باطنی لطیف نوری مخلوق کو بلایا جائے اور اسے اپنے پاس حاضر کر کے اس سے استمداد اور اعانت حاصل کی جائے۔ اور ان کے ذریعے دینی اور دنیوی امور، مشکلات اور مہمات حل کئے جائیں۔ اس کو دعوت کہتے ہیں۔ تمام دعوتوں اور دعاؤں کا اصل مرجع اور منبع اللہ تعالیٰ مجیب الدعوات کا عالی دربار اور عالی سرکار ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ قال ربکم ادعونی استجب لکم۔ یعنی تم مجھ سے دعا مانگو۔ میں اسے قبول کروں گا۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔

واذا سالک عبادی عنی فانی قریب ط اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی لعلہم یرشدون

ترجمہ۔ "یعنی اے میرے رسولؐ! جب میرے بندے تجھ سے میری بابت سوال کریں۔ تو انہیں کہہ دو۔ کہ میں ان کے قریب ہوں اور میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں اور اسے قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا مانگتے ہیں پس چاہیے کہ مجھ سے دعا طلب کریں۔ اور میری قبولیت دعا پر ایمان لائیں اور یقین رکھیں۔ شاید وہ ہدایت پا جائیں۔ تیسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فاذکرونی اذکرکم۔ یعنی تم مجھے یاد کرو اور میں تم کو یاد کروں گا۔ اس میں بھی ایک قسم کی قبولیت دعا کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اگر دعا کی جائے تو وہ دعا کو سنتا ہے اور قبول فرماتا ہے۔ لیکن دعا کے لئے شرائط اور لوازمات ہیں۔ جس طرح نماز کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ ضروری شرائط اور لوازمات مقرر کئے ہیں۔ مثلاً پاک کپڑے۔ جائے پاک۔ تعین وقت اور وجود پاک اور خاص ترتیب کے ساتھ ہاتھ منہ پاؤں وغیرہ کو وضو کر کے دھونا اور پھر نماز کے ہر رکن یعنی قیام، رکوع، قعود اور سجود وغیرہ کو ایک خاص ترتیب سے ادا کرنا اور ان میں مخصوص تسبیح، تہلیل، تحمید، تکبیر اور قرأت

قر ن وغیرہ حسب تعد د پڑھنا یہ سب و زمات و ر شر ئط ہیں کہ جب یہ سب شر ط
پوری ہوں تو تب نماز مکمل و ر تقویت کے قابل ہوتی ہے۔ ورنہ نہیں۔ اسی طرح
دعاؤں، کلموں اور و ر د و وظائف کے ے شر ئط و ر و زمات ہیں۔ کہ جب وہ
پورے طور پر د کیے جا چکتے ہیں۔ تو وہ درجہ جابت و ر تقویت کو پہنچ جاتے ہیں۔
ورنہ نہیں۔ دیگر اللہ تعالی جب پنے بندے کی دعا یا کوئی عمل یا عبادت قبول فرماتے
ہیں۔ تو س دعا و ر درخو ست کی تعمیل و ر تکمیل اللہ تعالی خود پنے ہاتھ سے نہیں
فرماتے ورنہ خود دنیا میں س بندے کے پاس آ کر وہ کام کرتے ہیں۔ یہ بات اللہ
تعالی کی غیر مخلوق عظیم شان و ر عظیم المرتبت مقدس ذ ت سے بعید ہے۔ بلکہ س کی
تعمیل یا عمل درآمد و ر د و وہش نعام کا کام پنی بارگاہ کے باطنی کارکنوں و ر
مدزموں یعنی ملائکہ و ر روحانیوں کے ذریعے کرتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت مریم علیہ
سلام کے حق میں فرماتے ہیں۔

فارسلنا اليها روحنا فتمثل لها بشرا سويا قالت انى اعوذ
بالرحمن منک ان کنت تقيا ط قال انما انا رسول ربک لاهب
لک علما زکيا ط

پس ہم نے بی بی مریم علیہ سلام کی طرف پنی یک روح بھیجی۔ جو یک صحیح
سلام نسان کی شکل میں س کے آگے متشکل ہوئی۔ سو یک جنبی شخص کو دیکھ کر آپ
نے ڈر کر فرمایا کہ میں تجھ سے اللہ کے ساتھ پناہ مانگتی ہوں۔ گر تو خد سے ڈرنے
و لا ہے۔ س پر س روح نے جو ب دیا کہ میں تیرے رب کا بھیجا ہو قاصد ہوں۔
و ر میں اے مریم! تجھے بیٹا دینے آیا ہوں۔ و ر حضرت براہیم علیہ سلام کے پاس
چار فرشتے نسانوں کی شکل میں۔ لوط علیہ سلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے ے
آئے تھے۔ اور ساتھ ہی نہیں آخری عمر میں و ر بیوں کی حالت میں فرزند سحاق کی
بشارت بھی دے دی۔ اور جب موسی علیہ سلام نے علم لدنی سیکھنے کی آرزو کی تو

تہیں پنے یک بندے خضر علیہ اسلام سے ملیا۔ جن سے انہوں نے علم لدنی کے بعض سبق سیکھے۔

کما قال عزو ذکرہ فوجدا عبدا من عبادنا اتیہ رحمة من عندنا و علمہ من لدنا علما

ترجمہ۔ پس موسیٰ علیہ سلام ہمارے یک بندے سے ملے۔ جنہیں ہم نے پنی طرف سے خاص رحمت سے نوز تھ۔ ور جنہیں پنی طرف سے غیبی علم عطا کیا تھا۔ غرض باطن میں عارف سالک لوگ اللہ تعالیٰ کے سماء کلاموں ور ورد وظیفوں کے ذریعے جن، ملائکہ ور روح کی حاضرت کر کے مختلف کاموں میں مدد یتے ہیں۔ جیسا کہ سلیمان علیہ سلام کو جب ملکہ سبا کے تخت لانے کی ضرورت پڑی تو آپ نے موکلات کے باطنی شکر کو خطاب کر کے فرمایا کہ

قال یایہا الملؤا ایکم یاتینی بعرشہا قبل ان یاتونی مسلمین قال عفریت من الجن انا اتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک و انی علیہ لقوی امین قال الذی عندہ علم من الکتب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک فلما راہ مستقرا عندہ قال ہذا من فضل ربی

ترجمہ۔ حضرت سلیمان علیہ سلام نے فرمایا۔ ے میرے شکریو! تم میں کون یسا ہے جو ملکہ سبا کے تخت کو لا کر حاضر کر دے۔ پیشتر س کے کہ وہ تابع ہو کر میرے پاس آئے۔ س وقت عفریت نامی یک جن نے کہا کہ حضور میں سے آپ کے پنی جگہ سے ٹھ جانے سے پہلے لا کر پیش کر دوں گا۔ ور مجھے س بات کی طاقت حاصل ہے ور میں س کا ذمہ ٹھاتا ہوں۔ س پر یک مصاحب نے جسے علم کتاب حاصل تھا کہا کہ میں آپ کے یک پلک مارنے کے ندر تخت لا دوں گا۔ سو جب سلیمانؑ نے س وقت تخت بلقیس کو پنے پاس موجود دیکھا۔ تو فرمایا۔ یہ سب میرے رب کے فضل کے طفیل ہے۔ غرض حضرت سلیمان علیہ سلام دنیا میں سید عاملین یعنی

عاملوں کے سردار ہوئے ہیں۔ اور یہ نعمت خاص اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا اور توجہ پر آپ کو مرحمت فرمائی۔ تو یہ تعالیٰ۔

قال رب هب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی انک انت الوهاب

ترجمہ۔ سلیمانؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اے اللہ میرے معاف کر مجھ کو اور مجھے ایسی حکومت اور بادشاہی عنایت فرما جو میرے بعد قیامت تک کسی کو حاصل نہ ہو۔ تو بے شک بڑا وہاب اور بخشش والا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ باطنی مملکت انہیں عطا فرمائی۔ کہ جن و انس اور پرندے ان کے مسخر کر دیے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وحشر لسلیمن جنوده من الجن والانس والطیر فهم یوزعون

اور ہم نے سلیمان علیہ السلام کے لیے جن و انس اور پرندوں کے مختلف لشکر مسخر کر دیئے تھے۔ وہ فوج فوج جمع ہو کر اس کے پاس آتے تھے۔ جن و انس سے باطن میں سیر کرنے والی غیبی مخلوق مراد ہے۔ اور طیر سے باطن میں اڑنے والے موکلات مراد ہیں۔ ان سے ہمارے یہ بے زبان حیوان مادی پرندے ہرگز مراد نہیں۔ چنانچہ سلیمان علیہ السلام ان باطنی غیبی لشکر سے مختلف کام لیتے تھے۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں جابجا موجود ہے۔ حضرت سرور کائنات صلعم نے ایک دن اپنے صحابہ کو فرمایا کہ رات کو جب میں نماز پڑھ رہا تھا تو میرے پاس ایک جن آیا۔ میں نے چاہا کہ اسے پکڑ کر ستون مسجد سے باندھ دوں۔ تاکہ صبح کو مدینہ کے لڑکے اس سے کھیلیں۔ لیکن پھر مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کا خیال آیا۔ میں نے آپ کی دعا میں مداخلت روا نہ سمجھی۔ آج چونکہ مادہ پرستی اور مادیت کا زمانہ ہے۔ اس لیے آج کل کے مادی عقل والوں کے سامنے اس قسم کے باطنی محیر العقول اور خوارق عادات کارناموں اور روحانی کرشموں کا ذکر کیا جائے۔ تو پہلے وہ اس کا صاف انکار کر دیتے ہیں۔ یا توڑ مروڑ کر انہیں اپنی مادی عقل پر منطبق کرنے کے لیے اس

کی نخت ناروا تاویلیں کرتے ہیں۔ اس قسم کے اندھے کور چشم لوگوں کو ہم معذور سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے مادے کے عام اسباب، علت معلول اور شرط و جزا کے بغیر اور کچھ نہیں دیکھا۔ ان کی نظر تمام عمر عام اسباب کی آستین پر پڑتی رہی ہے۔ قدرت کا ہاتھ ان کے مادی حواس سے بالکل اوجھل رہا ہے۔ جسے محسوس اور معلوم کرنا باطنی حواس کا کام ہے نہ کہ ظاہری حواس اور عقل کا۔ عالم امر کی غیبی لطیف مخلوق تین قسم کی ہے۔ ایک جن، دوم ملائکہ یعنی فرشتے، سوم ارواح۔ ان میں سے دو پہلی قسم کی غیبی لطیف مخلوق کا انبیاء اور اولیاء کے پاس حاضر ہونے کا ثبوت تو ہم نے آیات قرآنی سے دے دیا ہے۔ اب ہم تیسری قسم کی مخلوق یعنی روح کے حاضر ہونے کا ثبوت آیات قرآنی سے پیش کرتے ہیں۔ قرآن کریم کے پہلے پارے اور سورۃ بقرہ میں موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا ایک قصہ آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل کے اندر ایک بڑا آدمی قتل ہو گیا۔ جس کے قاتل کا پتہ نہیں لگتا تھا۔ جس کے سبب قوم میں جھگڑے اور فساد رونما ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ اس وقت لوگوں نے اس معاملے کی تحقیق کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کیا کہ آپ اپنی باطنی اور غیبی طاقت سے اصلی قاتل کا پتہ لگا دیویں۔ تا کہ قوم میں جھگڑا اور فساد رونما نہ ہونے پائے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کو ایک خاص قسم کی گائے تلاش کرنے کا حکم دیا۔ بہت تلاش اور جستجو کے بعد وہ گائے مل گئی۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے اس گائے کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ ذبح کی گئی تو آپ نے حکم دیا کہ اس کے فلاں عضو کے گوشت کو اس مقتول کے جسم پر مارو۔ جب اس طرح کیا گیا تو مقتول ایک لحظہ کے لئے زندہ ہو گیا۔ اور اس نے اپنے قاتل کا نام بتا دیا۔ اور اس طرح یہ جھگڑا مٹ گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

و اذا قتلتم نفسا فادرء تم فيها والله مخرج ما كنتم تكتمون فقلنا

اضربوہ ببعضها كذلك يحيي الله الموتى و يريكم آياته لعلكم تعقلون

ترجمہ۔ اے بنی اسرائیل یاد کرو اس وقت کو جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا اور تم اس کے قاتل کی نسبت شک میں پڑ گئے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ ہی ظاہر کرنے والے ہیں۔ اس معاملے کو جس کو تم نے چھپایا تھا۔ پس ہم نے کہا کہ اس گائے کے بعض حصے کو مقتول کے جسم پر مارو۔ تو وہ جی اٹھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم اس طرح مردہ زندہ کرتے ہیں۔ اور تمہیں اپنی قدرت کے کرشمے دکھاتے ہیں تاکہ تم سمجھ جاؤ۔ سو اس سے ثابت ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے باطنی علم اور روحانی طاقت سے اس مقتول کی روح کو حاضر کیا۔ اور تمام لوگوں کے سامنے اس سے ہم کلام ہو کر اس سے صحیح حالات دریافت کئے۔ یہی صورت اگر ایک فرد میں صحیح ہو سکتی ہے تو تمام افراد انسانی میں بھی صحیح ہونی چاہیے۔ بشرطیکہ کوئی شخص اس غیر معمولی علم کا ماہر ہو۔ اور صحیح طریقے پر روح کی حاضرات کرے تو ضرور روحانی حاضر ہو کر ہم سخن اور ہم کلام ہوتے ہیں۔ اور یہ کوئی ناممکن بات نہیں ہے۔ بعض لوگ کہیں گے کہ یہ تو پیغمبر کا معجزہ تھا کہ وہ مردہ زندہ ہو گیا تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر معجزہ تھا۔ اور حاضرات ارواح کا علم نہ ہوتا۔ تو موسیٰ علیہ السلام ہاتھ پھیر کر اسے زندہ کر دیتے۔ ایک خاص قسم کی گائے کو ذبح کرنے اور اس کے جسم کے خاص حصے کو مقتول کے جسم پر مارنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ ساری ترتیب حاضرات روح کا طریقہ تھا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگرچہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے لیکن امت مرحومہ کے اندر پیغمبر کی آسمانی کتاب، اس کا علم اور اس کی روحانی طاقت بطور ورثہ موجود ہے۔ اور قیامت تک رہے گی۔ جیسے کہ حضرت سرور کائنات صلعم فرما چکے ہیں۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح ہوں گے۔ اور وہی روحانی طاقت رکھیں گے۔ اور یہ بھی آیا ہے۔ کہ علماء ورثۃ الانبیاء

علماء نبیاء کے و رث ہیں۔سو یہ ورثت محض مسئلے مسائل ورقیل وقال کی نہیں ہے۔
بلکہ روحانی حالت ورحال کی بھی ہونی چاہیے۔باقی رہا یہ سول کہ اس زمانہ کے مادہ
پرستوں کے دماغ میں یہ بات کیونکر آئے کہ یسے واقعات صحیح ہیں۔کیونکہ وہ تو
سرے سے قرآن کے ہی منکر ہیں۔ ورجو برے نام مانتے ہیں۔تو یسی باتوں کی
تاویلیں ورتوجیہیں نکالنے ن کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔آج کل کے مغرب
زدہ ورنئی روشنی کے دلدادہ لوگوں کے نزدیک ہر وہ بات جو ہل یورپ کے قلم ور
زبان سے نکلے وحی آسمانی سے زیادہ وقعت ور صداقت رکھتی ہے۔ س لیے نہیں
روحانی دنیا کی نسبت یقین دلانے ورحاضرات کے باور کرانے کے لیے گر خود
ہل یورپ کے مسلمات ور معتقدات پیش کیے جائیں تو نشاءاللہ ن کے لیے زیادہ
وقیع ور معتبر ہوگا۔سو س جگہ ہم ہل یورپ کے آج کل کے روحانی حالات بیان
کرتے ہیں۔ناظرین س بات سے تعجب تو ضرور کریں گے کہ کجا مادہ پرست یورپ
ورکجا روحانیت۔لیکن یہ بات بالکل حقیقت ہے۔ ور س میں جھوٹ ور مبالغے کا
ذرا شائبہ تک نہیں کہ ہل یورپ کو روحانی دنیا کا پتہ لگ گیا ہے۔ ور یاجوج ماجوج کی
طرح قاف قلب میں سوراخ ور روزن نکالنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ب س
کی تفصیل ذرا غور سے سنیں۔

تقریباً سو سال سے ہل یورپ میں حاضرات روح کا علم جسے نگریزی میں
(Spiritualism) کہتے ہیں۔شائع ور رئج ہے۔جس کا وہاں بڑا چرچا ہے۔
ور یہ علم وہاں یک عالمگیر مذہب کی صورت ختیار کیے ہوئے ہے۔ امریکہ میں
روزبہ روز آدمی اس نئے مذہب کے معتقد ور پیرو ہیں۔ ور یہ مذہب تمام یورپ میں
پھیلا ہوا ہے۔ ور یورپ کا کوئی ملک یسا نہیں ہے جس میں س نئے مذہب کی بے
شمار روحانی مجلسیں، بڑی بڑی نجمنیں، وسیع پیمانے پر سوسائٹیاں، ہزارہا لیکچرار ور
سینکڑوں عامل یعنی میڈیم موجود نہ ہوں۔ بڑے بڑے ڈاکٹر، کیمسٹس، سائنس

دن، فلاسفر ورلارڈ حتیٰ کہ پرلیمنٹ کے ممبر تک ں نئے مذہب کی نجمنوں ور

سوسائٹیوں کے خاص ممبر ور جوشیلے کارکن ہیں۔ یورپ میں یسے روزنامہ خبارت

ورہفتہ وار رسالہ جات بہ کثرت جاری ہیں۔ جو ن روحانی نجمنوں کے کارنامے

شائع رکے پبلک تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ لنڈن میں سائیکک نیوز لنڈن

یک بڑا مشہور خبار ہے۔ جس کی شاعت بڑی وسیع ہے۔ ور س قسم کے بے شمار

خبار س علم کی شاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ وروہاں اس علم کے کالج ہیں۔ اس

علم کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے۔ اور لنڈن برٹش کالج آف سائیکک سائنس لنڈن

BRITISH COLLEGE OF PSYSHIC SCIENCE)

LONDON) س علم کا بہت بڑا کالج ہے۔ ہمارے دین سے برگشتہ مادہ

پرست نئے تعلیم یافتہ طبقے کے بے شمار افرد جو دن رات ناولوں کی فرضی عشقیہ

کہانیوں کے مطالعہ میں عمر گرں مایہ ضائع کردیتے ہیں۔ س علم کے نام سے بھی

واقف نہ ہوں گے۔ حالانکہ س علم ور مذہب کی کتابیں گر لاکھوں نہیں تو ہزاروں

کی تعداد میں ضرور یورپ کے ہر بڑے شہر میں موجود ہیں۔ جن کا مطالعہ وہ لوگ

بڑے شوق سے کرتے ہیں۔ اور اس علم میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں۔ ہمارے ملک

میں بھی اس علم اور مذہب کی نگریزی کتابیں بہت ہیں۔ لیکن ہمارے نئی روشنی

والوں کو ناولوں کے مطالعہ ور سینما کے کھیلوں سے فرصت ہی کہاں کہ وہ ن علوم

لطیفہ ورفنون نفیسہ کے مطالعہ کے لیے وقت نکال سکیں۔ یورپ میں روحوں کو حاضر

کرنے کے جو جلسے اور حلقے قائم کیے جاتے ہیں نہیں روحانی جلسے

SPISLTNAL) یا روحانی حلقے (SPIEITUAL SEANCES)

(SPIRITUAL SUTCUGS) یا روحانی نشستیں (CIRCLES

کہتے ہیں۔ ن روحانی حلقوں میں یک عامل یعنی میڈیم (MEDIUM) کا وجود

نہایت ضروری ہوتا ہے۔ ور سی پر سارے حلقے ور جلسے کی کامیابی کا دارومدار ہوتا

ہے۔میڈیم یا وسیط یہ شخص ہو رتا ہے جس پر فطرتی و قدرتی طور پر کوئی روح
مسلط ہو کرتی ہے۔گو آج کل وہں کالجوں میں ب یہ روحانی قابلیت یعنی میڈیم
شپ (MEDIUM SHIP) کسی طور پر بھی حاصل کی جاتی ہے۔لیکن عموماً
میڈیم ور وسیط فطرتی ور پیدائشی ہو کرتے ہیں۔

ن حلقوں میں تین آدمی میز پر بیٹھتے ہیں۔جن میں یک میڈیم ہوتا ہے۔ ور دو
س کے معاون ور مددگار ہوتے ہیں۔باقی وگ تماشبین ہوتے ہیں۔بعض دفعہ
یہ حلقے سینکڑوں تماشیوں کی موجودگی میں بڑی کامیابی کے ساتھ کیے جاتے ہیں۔
چنانچہ ن حلقوں میں روحیں آتی جاتی ہیں۔بوتی ہیں۔شکلیں دکھاتی ہیں۔بند مقفل
کمروں سے بعض چیزیں ٹھ ر بہر ے جاتی ہیں ور بعض بیرونی چیزیں ندر ا ر
ڈل دیتی ہیں۔ ندر کا سامان ٹ پٹ رتی ہیں۔ڈھول باجے بجاتی ہیں۔میڈیم
کو بند کمرے سے باہر ٹھا ے جاتی ہیں۔حاضرین کے جسموں کو چھو ر پنے حاضر
ہونے کا حساس رتی ہیں۔دیواروں پر نقوش ور تحریر لکھ جاتی ہیں۔بلکہ آج کل تو
یہ علم وہں تنی ترقی کر گیا ہے کہ فوٹوگرافی (PHOTOGRAPHY) کے
نہایت علی سامان ور پلیٹیں پاس رکھ کر روحوں کی فوٹوں جاتی ہیں۔ ن حلقوں ور
جلسوں میں روحیں حاضر ہو کر لیکچر دیتی ہیں۔ ور ن کی آواز کے ریکارڈ بھرے
جاتے ہیں۔غرض تنے بے شمار عجیب و غریب کام کیے جاتے ہیں کہ نسانی عقل
دنگ رہ جاتی ہے۔ ور مادی عقل ور سائنس ن کی توجیہہ ور تاویل سے عاجز ور
قاصر ہے۔یہاں پر ناظرین کی دلچسپی کے لیے ہم س علم کی مختصری بتدائی تاریخ
بیان کرتے ہیں۔ بتدا میں یہ علم کب، کہاں ور کس طرح شروع ہوا۔ ور یورپ
کے متعدد ممالک میں اس کا رواج کیونکر ہو گیا۔ س علم کا پہلا عجیب و غریب واقعہ
مریکہ کے یک گاؤں ہیڈس ویل میں رونما ہوا جس کی تفصیل یوں ہے۔کہ سی
گاؤں ہیڈس ویل میں ۱۸۴۷ء کے ندر یک شخص فیکمان نامی رہتا تھا۔ س کے گھر

میں رت کے وقت لگاتار کھٹ کھٹ کی آوزیں متوتر کئی دن تک سنائی دیتی
رہتیں۔ س کے گھر و ے ن غیبی ور غیہ مرئی آوزوں سے س قدر خوفزدہ ہو گئے
کہ چند ماہ کے بعد نہوں نے س مکان کو چھوڑ دیا۔ ن کے چلے ج نے کے بعد
یک دوسر شخص جان فوکس نامی پنی بیوی ور دو بیٹوں کے ساتھ اس مکان میں مقیم
ہو۔ ن کو بھی اس مکان کے ندر وہی کھٹ کھٹ ور چٹ پٹ کی آوزیں سنائی
دینے لگیں۔ نہوں نے جب س کی طدع آس پ س کے وگوں کو کی۔ تو گاؤں
کے وگ س خوفناک آوز کی تحقیق کے سے دوڑے۔ معلوم ہو کہ کسی غیبی ہاتھ ور
غیہ مرئی چیز سے یہ کھٹ کھٹ کی آوزیں پیدہ ہوتی ہیں۔ یک شخص میڈ م فوکس
نامی نے یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ یہ کام کسی روح کا ہے۔ ور بتایا کہ یہ یک مسافر مقتول
کی روح ہے۔ جس کا نام شارل ریان تھا۔ وقعہ یہ ہے کہ چند سال پہلے یہ شخص سفر
کرتا اور گھومتا ہو س گاؤں میں آنکلا۔ ور رت کو س مکان میں ٹھہر۔ یک
دوسرے شخص نے جو پہلے س مکان میں ٹھہر ہو تھا۔ س کے مملوکہ مال ور نقدی
وغیرہ کی لالچ کے خیال سے س کو قتل کردیا۔ جب کھٹ کھٹ کی یہ خبر ہر جگہ مشہور ہو
گئی۔ کثر وگ اس عجیب وقعہ روحانی کا مذق ڑنے لگے۔ بعض نے تو کہا۔ کہ یہ
صریح جھوٹ ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ س کے بعد جان فوکس بچار پنی بیوی ور
بچوں سمیت تنگ آ کر یک دوسرے شہر رونر نامی میں چلا گیا۔ اس شہر میں بھی یہ خبر
پھیلی۔ وہ بےچارہ وہاں کے ملحد ور مادہ پرست وگوں کے مذق کی آماجگاہ بن گیا۔
یورپ کے وگوں میں یک متاز وصف ہے۔ کہ جب وہ یک نئی چیز کو دیکھتے ہیں تو
س کی تحقیق وتفتیش میں سب کے سب ہمہ تن محو ور مصروف ہو جاتے ہیں۔ ور سے
معلوم کیے بغیر ہرگز نہیں چھوڑتے۔ جب س نئے وقعے کی بحث وتمحیص نے رونر
میں طول پکڑ۔ تو وہاں کے وگوں نے وقعہ کی تحقیق کے سے تین دفعہ ہی یک
کمیٹی بنا کر بھیجی۔ لیکن کمیٹی کسی صحیح نتیجے پر نہ پہنچی تو وگوں نے جان فوکس ور کمیٹی

کے ممبروں کو طعن وتشنیع کی آماجگاہ بنایا۔ خب رت کے سے یہ تم م و قعت سرمایہ
ظر فت بن گئے۔ ور نہوں نے خوب مذ ق ڑ نا شروع ر دیا۔ لیکن س ثنا میں
دوسرے مقامات پر س قسم کے عجیب روحانی و قعت رونما ہونے لگے ور ج بج
تحقیقات شروع ہوگئی۔ ور جب اس کی صحت ثابت ہوگئی۔ تو صرف چ ر سال کے
ندر ندر یہ مسئلہ تم م ریاست ہ ے متحدہ مریکہ میں بڑی تیزی ور سرعت کے ساتھ
پھیل گیا ور ہر جگہ س کا چرچ ہوگیا۔ چن نچہ ن وگوں نے س کھٹ کھٹ ور پٹ
پٹ سے ٹیلیگر ف کا کام لیا ور ہر جگہ روحانی جلسے ور حلقے قائم ہوگئے۔ وگ میڈیم
یعنی وسیط کے ہمر ہ یک بڑی میز کے رد گرد بیٹھ جایا کرتے۔ یک شخص حروف تہجی
پڑھتا۔ جب حروف مقصود پر پہنچتے ور کھٹ کھٹ کی آو ز پید ہوتی یا میز کے پ ے
ہل جاتے تو س حرف کو لکھ لیتے۔ سی طرح تم م حروف کو ٹیلیگر ف کی طرح جس
وقت جمع کرتے ور ن کے لفظ ور فقرے بنا کر دیکھتے تو وہ روح کی یک معقول
بات ور ن کے سو لات کے صحیح جو بات بن جاتے۔ س طرح بتد ء میں روحوں
کے ساتھ بات چیت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ور س علم میں مزید ترقی ہوتی گئی۔
۱۸۵۴ء بھی نہیں گذر تھا کہ ن غیر طبعی حو دث کی تحقیق و شنگٹن کی پارلیمنٹ نے
پنے ذمے لے لی۔ یعنی بتد ئی حادثہ مذکورہ کے آٹھ سال بعد خود و شنگٹن کی مجلس
عیان یعنی پارلیمنٹ کے ممبروں نے س کی تحقیق کی طرف توجہ کی۔ کیونکہ پندرہ
ہزار شخصوں کے دستخطوں کے ساتھ یک طویل درخو ست عیان پارلیمنٹ کی
خدمت میں پیش کی گئی۔ جو ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

''ہم ذیل کے دستخط کنندگان ریاست ہائے متحدہ مریکہ کے باشندے آپ کی
معزز مجلس کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ چند حو دث غیر طبعی ور غیر معمولی
تھوڑے دنوں سے س ملک میں ور یورپ کی کثر طر ف میں ظاہر ہو رہے ہیں
جو شمالی غربی ور وسطی مریکہ میں زیادہ ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ ن حو دث کے متعلق

کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کیا چیزیں ہیں۔ عام پبلک بالکل مضطرب اور حیران و پریشان ہے۔ چونکہ اس درخواست کا اصل مقصد آپ حضرات کو اس طرف متوجہ کرنا ہے۔ اس لئے اس عریضہ میں کچھ حوادث کا اجمالی تذکرہ عرض کئے دیتے ہیں۔

۱۔ ہزاروں عقلاء نے ایک پوشیدہ قوت کا مشاہدہ کیا ہے۔ جو بڑے بڑے اور بھاری جسم کو حرکت دے دیتی ہے۔ اور ہر طرح سے الٹ پلٹ دیتی ہے۔ جو بظاہر اصول طبعی کے خلاف اور ادراک بشری و طاقت کی حدود سے باہر ہے اب تک کوئی شخص بھی ان حوادث کی صحیح توجیہہ نہیں کر سکا۔

۲۔ تاریک کمرہ میں مختلف شکل اور رنگ کی روشنی ظاہر ہوتی ہے۔ حالانکہ پہلے سے اس کمرہ میں کوئی اس قسم کا مادہ نہیں ہوتا۔ جو تولید عمل کیمیاوی یا تنویر فاسفورس یا سیال کہربائی کا باعث ہو۔

۳۔ ان حوادث میں سب سے عجیب بات جس پر توجہ کی زیادہ ضرورت ہے یہ ہے کہ مکان کے اندر مختلف قسم کی آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔ بعض وقت کھٹ کھٹ کی سی آوازیں آتی ہیں جو کسی نظر نہ آنے والی عاقل ذات پر دلالت کرتی ہیں۔ بعض وقت مشینوں اور کارخانوں کی مانند آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ کبھی سخت آندھی کی سرسراہٹ کی آواز معلوم ہوتی ہے۔ کبھی ایسی آواز سننے میں آتی ہے۔ جیسے ہوا کی وجہ سے کسی دیوار پر موج کے ٹکرانے سے پیدا ہوتی ہے۔ کبھی زور کی کڑک اور توپ کی سی آواز نکلتی ہے کہ آس پاس کے تمام مکانات گونج اٹھتے اور لرز جاتے ہیں۔ بعض وقت تو یہ آواز انسانی آواز کے مشابہ ہوتی ہے۔ کبھی اس مکان سے باجے کی آوازیں نکلتی ہیں۔ حالانکہ اس مکان میں کوئی باجہ وغیرہ نہیں ہوتا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گراموفون یا ہارمونیم یا ستار یا سارنگی یا باجے خود بخود مکان کے اندر موجود ہو کر بجنے لگتے ہیں۔ بجانے والا کوئی نہیں ہوتا۔ کبھی باجوں کی موجودگی کے بغیر یہ تمام آوازیں نکلتی رہتی ہیں۔ اور یہ تمام آوازیں قانون طبیعت کے مطابق نکلتی

ہیں۔ جن کا حدوث تموجات ہولی سے ہوتا ہے۔ ور ب قاعدہ ہمارے ظاہری
کانوں تک پہنچتی ہیں۔ محققین نے ن آوازوں کے ظاہر رنے و وں کو معلوم
رنے کی بڑی کوشش کی۔ لیکن ب تک س میں کامیاب نہیں ہوئے۔ ہم وگ
مناسب سمجھتے ہیں کہ ن دونوں صوروں کو بھی س جگہ بیان ردیں۔ جن کو س مشکل
کے حل رنے کے ے فرض کیا گیا ہے۔ ول یہ کہ ن تمام حوادث کی نسبت مردوں
کی روح کی طرف کی گئی ہے۔ نیز یہ کہ ن روح کا ثر ن عناصر دقیقہ میں ہوتا
ہے جو تمام شکال ہیوولی میں جاری ور ساری ہیں۔ س کی تشریح خود س کی پوشیدہ
قوت نے کی تھی۔ جب کہ س سے س سول کے متعلق سول کیا گیا۔ دوم ہمارے
ملک کی بڑی بڑی ممتاز ہستیاں س کو تسلیم کرتی ہیں۔ لیکن دوسری ممتاز ہستیاں س کا
نکار رتی ہیں۔ ور کہتی ہیں کہ اس کی تحقیق علوم نظر کی قوت کے ماتحت ہونی چاہیے
تا کہ س سے بالکل حقیقی سبب معلوم ہو سکے۔ جو ن تمام حوادث کے ے صحیح وجہ
ثابت ہو سکے۔

ہم وگوں کی س آخری رے سے موافقت نہیں رکھتے۔ کیونکہ تحقیق کے بعد ہم
وگ س نتیجے پر پہنچے کہ کوئی یسی چیز ہے کہ س علت کی مخالف ہے جس کو ن حوادث
کی علت ور سبب قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہم وگ آپ معزز حضرات کی مجلس سے پر
زور درخواست رتے ہیں۔ کہ یہ حوادث جو بظاہر ہو رہے ہیں بالکل سچے ور یقینی
ہیں۔ نیز ن کی تحقیق ور تفتیش جنس بشری کی مصلحت کے ے وقعت علمی بحث کو
چاہتی ہیں۔ لہذ آپ حضرات کی توجہ کی سخت ضرورت ہے۔ کیا ہر عقلمند یہ نہیں سمجھ سکتا
کہ شاید ن حوادث کی تحقیق کوئی یسا ہم نتیجہ پیدا رے جو باشندگان مریکہ کی
دلی، مادی ور عقلی حالتوں کے ے بہت زیادہ مفید ہو جو ہمارے صول معیشت کو
ہی بدل دے۔ نیز ہمارے یمان ور ہمارے فلسفہ کی صلاح ردے۔ نیز نظام
عالم ہی کی ہیئت کو تبدیل ردے۔

ہم وگ یسے مسائل کی تحقیق کے ے جن سے ہیئت جتماعی کے ے کوئی ہم نتیجہ پید ہو۔ آپ حضرت کی معزز مجلس ہی کی طرف رجوع کرنا پڑ نظام جتماعی کے ے ضروری سمجھتے ہیں۔ ہم بنائے وطن آپ حضرت سے نہایت عاجزی کے ساتھ عرض کرنے آئے ہیں کہ ن عجیب حوادث کے متعلق ہم وگوں کی رہنمائی کریں۔ س طرح ہو کہ س کے ے یک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کر دی جائے خو ہ س کے ے کتنا ہی خرچ کیوں نہ ہو۔ ہم وگوں کو کامل یقین ہے کہ کمیٹی جو کچھ کرے گی۔ س کے نتائج سے ہماری ہیئت جتماعی کو بہترین نفع پہنچے گا۔ ہم وگوں کو یہ مید ہے کہ آپ کی معزز مجلس ہماری اس عاجزانہ مگر ہم درخو ست کو ضرور قبول فرمائے گی۔"

اس کے بعد واشنگٹن کی پارلیمنٹ نے یک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی ہے۔ جس نے تحقیق و تفتیش کے بعد اس کی صحت کا علان کر دیا۔ س کے بعد یہ علم تمام ریاست ہائے متحدہ مریکہ میں پھیل گیا یہاں تک کہ ۱۸۹۸ء میں مریکہ کے ندر س مذہب کے تابعین دو کروڑ کی تعد د تک پہنچ چکے تھے۔ ۱۸۷ء میں عام روحانی مجلسیں بیں ور خاص نجمنیں یک سو پچاس ور دو سو سات لیکچرر ور عام میڈیم یعنی وسیط پ گئیں تھے۔ س کے زبردست ور مشہور عاموں میں دمون تھے۔ جو پارلیمنٹ میں کئی بار منتخب ہو چکے تھے۔ علامہ رابرٹ ہیر مریکی نے س کے متعلق یک کتاب تصنیف کی۔ سی طرح علامہ رابرٹ ڈل دین نے بھی یک کتاب حدود دنام غیب کے نام سے مریکہ میں کھی۔ گذشتہ صدی کے آخر میں تقریباً بائیس یسے خبارت تھے جو ن کمیٹیوں ور نجمنوں کے کارنامے شائع کر کے عام پبلک تک پہنچاتے تھے۔

یہ تمام علماء اس کی تحقیق س وجہ سے کرتے تھے کہ وگوں کو گمر ہی سے بچا لیں۔ کیونکہ اللہ تعالی نے ن کو علم طبیعت، ریاضیات، سائنس ور فلسفہ وغیرہ سے بہرہ

پایا گیا تھا۔ جب اس واقعہ اور اس کے متعلق علماء امریکہ کی تحقیقات کی خبر انگریزوں کے کانوں تک پہنچی تو انگلستان میں بھی بڑے بڑے علماء اس کی تحقیق وتفتیش میں مصروف ہوگئے۔

چنانچہ لنڈن کی علمی انجمن نے جو ۱۸۶۱ء میں قائم ہوئی تھی۔ اپنے ایک جلسہ منعقدہ ۶ دسمبر ۱۸۶۹ء میں یہ تجویز پیش کی۔ کہ اس قسم کے روحانی حوادث کی تحقیق کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی جائے۔ جو لوگوں کو صحیح حالات سے واقف کرے۔ چنانچہ یہ کمیٹی متواتر اٹھارہ مہینے تک تحقیق وتفتیش میں مصروف رہی۔ جب اس نے اپنی تحقیق کے بعد حادثہ روحانی کی صحت کا اعلان کردیا تو انگریز قوم متحیر ہوکر رہ گئی۔

علامہ والاس نے ایک کتاب تصنیف کی۔ جس کا نام "عجائب روحانی" ہے۔ ان علماء میں سے جو اس علم کے سخت مخالف تھے۔ ڈاکٹر جارج سکسٹن بھی تھے۔ انہوں نے مخالفت چھوڑ کر پندرہ سال تک اس کا گہرا مطالعہ کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ مطالعہ اور مشاہدہ کے بعد مجھے مذہب روحانی پر کامل یقین ہوگیا۔ اور میں نے اثنائے تحقیقات میں اپنے متوفی عزیزوں، بزرگوں اور دوستوں سے بات چیت کی۔ ڈاکٹر شامیرس، ڈاکٹر ہیگن اور علامہ میرس وغیرہ نے بھی اس کی تحقیق کی۔ لنڈن میں ایک انجمن مباحث نفسیہ قائم کی۔ جس کی طرف سے ایک مجلّہ اشباح ارواح کے نام سے بھی شائع ہوا۔ جو اس قسم کے غیر طبعی حوادث وواقعات سے متعلق تحقیقات لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔

امریکہ اور انگلینڈ کی طرح فرانس کے ارباب علم وفن کو بھی اس سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ اور اسی طرح یہ علم روحانیت جرمنی، روس، اٹلی، بلجیم، اسپین، پرتگال، ہولینڈ، سویڈن وغیرہ میں پھیل گیا اور تمام یورپ میں اس علم کی بے شمار سوسائٹیاں۔ انجمنیں قائم ہیں اور بے شمار کتابیں اس علم پر لکھی جاچکی ہیں۔ اور اخبارات اور رسالے اس علم کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ غرض یہ علم یورپ میں ہر جگہ رائج ہے

اور روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اگر ہم یورپ کے اس جدید علم روحانی کے مفصل طور طریقے اس کی حقیقت اور اس کے مفصل حالات بیان کریں تو ایک علیحدہ ضخیم کتاب بن جاتی ہے۔ تاہم اس کے اہم اور ضروری حالات ناظرین کی دلچسپی کے لیے مختصر طور پر بیان کیے دیتے ہیں۔ گو اس فقیر کو اس قسم کے روحانی حلقوں میں بیٹھنے کا بظاہر کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ ورنہ ہمارے ملک پاکستان میں اس روحانی علم کی کوئی انجمن یا سوسائٹی موجود ہے لیکن میں نے اس روحانی مذہب اور روحانی علم یعنی اسپریچوزم (SPIRITUALISM) کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور اس کی پوری تحقیق کی ہے کہ یہ کس قسم کی روحیں ہیں جنہیں یہ لوگ حاضر کرتے ہیں۔ اور اس علم کا کافی لٹریچر اور بہت کتابیں میری نظر سے گذری ہیں۔ یہاں ہم اس علم کا ذکر کر دینا اس لیے ضروری سمجھا کہ ہماری نئی روشنی کے دلدادہ نوجوان اہل یورپ کی تقلید کے اس قدر مفتون اور مجنون ہیں کہ اہل یورپ کے ہر قول وفعل اور ان کے ہر عقیدے اور نظریے کو وحی آسمانی سے بڑھ کر اور برتر سمجھتے ہیں۔ یہ ذہن نشین کر لیں کہ موت کے بعد زندگی اور روح کا وجود اور اس سے سزا اور جزا وغیرہ کا مسئلہ آپ کے مادی پیشوایان یورپ اور دانایان فرنگ کا تو اب ایک مسلمہ عقیدہ اور یقینی نظریہ بن چکا ہے۔ لیکن آپ ہیں کہ ابھی تک الحاد اور دہریت کے دجالی گدھے پر سوار نظر آتے ہیں۔ اور اسے جہنم کی طرف سرپٹ دوڑائے جا رہے ہیں۔ آپ لوگوں کو ہمارے علم حاضرات روح پر اگر کوئی شک اور شبہ ہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ آپ آخر اپنے مادی پیشواؤں کے عقیدوں اور نظریوں کو تو ضرور مانیں گے۔ جن میں آپ کے بڑے بڑے فلاسفر، ڈاکٹر، سائنس دان اور دانا مدبر سیاست دان بھی شامل ہیں۔ اگر آپ کو ہماری بات کا یقین نہ ہو تو آپ خود ان کی تصنیفات کا مطالعہ کریں۔ اور اگر اس پر بھی تسلی نہ ہو تو آپ کو اکثر ڈاکٹری، بیرسٹری، سائنس، فزکس، انجینئری وغیرہ علمی شعبوں میں بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرنے کے لیے ولایت جانے کا بھی

کثر تعلق ہوتا ہے۔آپ وہں جا رت روحانی حلقوں ورمجالس میں ذر شریک
ہو ر پنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں۔ وہ س قدر صحیح ہے۔لیکن
آپ وگوں کا وہں بھی یہی حال ہے کہ گر آپ کا علمی مشاغل ورفنی مصروفیتوں
سے کچھ وقت بچ نکلتا ہے تو سے ناولوں کے مطالعے تھیٹروں کے نظاروں ورناچ
گھروں کے تماشے کی نذر ر دیتے ہیں۔ ور جب پنے وطن و پس لوٹتے ہیں تو بس
پنے پیٹ ور شرم گاہ کو بھرنے ور خالی رنے کا یک کاغذی پرمٹ ہاتھ
میں لے ہوئے ہی دہریت ور لحاد کے گدھے پر سوار ہو ر آ جاتے ہیں۔ ور گر
بھولے سے کبھی آپ سے کوئی شخص خدا ور رسول ور مذہب کی بات ر بیٹھے تو بس
آپ تھنے پھلا ر بڑبڑ اٹھتے ہیں۔ کہ اس علم ور روشنی کے زمانے میں ہمارے
سامنے یہ دقیانوسی باتیں نہ رو۔ افسوس س بے دردی سے آپ عقل ور دانش کا
خون رتے ہیں۔ ور س پر بھی آپ دانا ور روشن خیال کہلاتے ہیں۔ ب ہم س
روحانی علم کے کچھ طور طریقے س کی حقیقت ور س کے کچھ مختصر حالات بیان رتے
ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی کوئی شہر یسا نہیں۔ جس میں س قسم کی غیبی ور غیر مرئی
آو زیں پید نہ ہوتی ہوں۔ ور س قسم کے غیر معمولی و قعات ور حادثات رونما نہ
ہوتے ہوں۔ ہم وگ س قسم کے مکانوں کو جن بھوت کا مسکن کہہ ر خوف کے
مارے ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا رتے ہیں۔ ور س میں کوئی شخص رہنے سہنے کی
جرأت نہیں رتا۔ ور نیز ہمارے ملک میں وسیط یعنی میڈیم بھی بے شمار ہیں۔ جن پر
فطرتی ور پید ئشی طور پر کوئی مسلط ہوتی ہے۔ جنہیں ہم جن بھوت کا آسیب یا کوئی
مرض خیال رکے نظر نداز ر دیتے ہیں۔ فرق صرف تنا ہے کہ ہل یورپ جو بجائے
پر کائے ہیں۔ ن وگوں نے س چیز کی تحقیق ور تفتیش رکے ور س سے مسلسل خبر
رسانی قائم رکے س سے مفید نتیجے نکال لیے ہیں۔ ور س کو ترقی دے ر سے یک
با قاعدہ علم ور فن کے درجے تک پہنچا دیا ہے۔ لیکن ہم وگ ہیں کہ امریکہ کے

ہیڈس بیل گاڑی و وں کی طرح بھی تک ن چیز وں سے بھ گتے پھر تے ہیں۔ ور
ہنوز ہم س کی بتد ئی منزل سے یک قدم آگے نہیں بڑھے۔ ہمارے ہل سلف
بزرگان دین نے پنے زمانے میں اس روحانی علم ور باطنی حاقت کے وہ حیرت
نگیز مالات ور محیر العقول خو رق عادت دکھائے ہیں کہ آج کے یورپ کے
روحانی عامل سپر چولسٹ (SPIRITUALISTS) ن کے سامنے کچھ حقیقت
نہیں رکھتے۔ ور یہ لوگ ن کے مقابلے میں طفل بجدخو ن سے بھی کم درجہ رکھتے
ہیں۔ لیکن ہم ہیں کہ "پدرم سلطان بود" کے خالی گھمنڈ پر اتر تے پھرتے ہیں۔ ور
ن گذرے ہوئے عزیز قدر بزرگوں کے نام کو بھی پنے ناپاک ور غلیظ پند رے
نخت بے ور غلیظ دھبے لگا رہے ہیں۔ معصیت ور نافرمانی میں سر سے پاؤں تک
ڈوبے ہوئے ہیں۔ ور پھر بھی خدا کے پیارے ور محبوب ہونے کا گھمنڈ ہے۔
در بدر بھیک مانگتے پھر تے ہیں۔ لیکن جنت کے ٹھیکیدار ہونے کا دعوی دامن گیر
ہے۔ چیتھڑے ور جوئیں تو سنبھال نہیں سکتے۔ لیکن خیر امت کہلانے کا بھوت
سر پر سوار ہے۔ ذلت ور مسکنت کا پیکر بنے بیٹھے ہیں۔ لیکن تقدس ور پاکبازی کا
نشہ سر میں یسا سمایا ہے کہ کبھی اترتا نہیں۔ غرض ہماری نا خلف امت یک یسے
لاعلاج عصبی مرض میں مبتلا ہے کہ جس سے جانبر ہونا محال نظر آتا ہے۔ اللہ تعالی
اس امت مرحومہ کے حال پر رحم فرمائے۔ ہل یورپ کے نزدیک س علم کے
حصول کے تین بڑے صول ہیں۔ ول غور اور فکر جسے میڈیٹیشن
(MEDITATION) کہتے ہیں۔ دوم تصور ور تفکر یعنی خیال کو یک مرکز پر
جمانے کی مشق کرنا۔ جسے کنسنٹریشن (CONCENTRATION) کہتے
ہیں۔ سوم پنے حول سے بات چیت کرنے ور خبر رسانی کے بہت طریقے ہیں۔
لیکن خاص بڑے طریقے حسب ذیل ہیں۔

(ا) ول اس غرض کے لئے یک بڑی میز بنائی جاتی ہے جس کے نیچے پہیے لگے

ہوئے ہوتے ہیں جو روح کی تھوڑی سی حاقت سے پھرنے ور ہلنے لگ جاتی ہے یہ
س میں کچھ دپید ہو جاتا ہے جس کے گرد یک میڈیم یعنی یک عامل ور س کے
آس پاس دو معاون و مددگار ور باقی تماشائی بیٹھ جایا کرتے ہیں۔ ہر حلقے ور
میٹنگ میں میڈیم ور عامل کا وجود ضروری ہوتا ہے۔ ور روح س میڈیم پر فطرتی
طور پر مسلط ہوتی ہے۔ ول سے حلقے کے ندر دعوت دی جاتی ہے۔ سے رہنما
روح یا گائیڈ سپرٹ کہتے ہیں۔ ور س کے ذریعے دوسری مطلوبہ روحوں کی
حاضرات کی جاتی ہے۔ روح کو حاضر کرنے کے لیے میڈیم یا عامل کو استغراق یا
بیہوشی میں جانا پڑتا ہے۔ جسے نگریزی میں (TRANCE) کہتے ہیں۔ میڈیم
گاہے تو خود توجہ سے پنے وپر استغراق یا بے ہوشی طاری کر لیتا ہے یا سے
معاون ور مددگار پنا زم کی مقناطیسی نیند سے کر بے ہوش ور بے خود بنا دیتا ہے۔
یسی حالت میں س کی مسلط روح یا بھوت س کے سر پر آ کر سوار ہو جاتا ہے۔ س
کے بعد اس سے مسلسل کلام ور بات چیت شروع کی جاتی ہے۔ کلام اور بات چیت
بتدائی حالت میں بجلی کے تار کی طرح کھٹ کھٹ ور پٹ پٹ کے شاروں سے کی
جاتی ہے۔ یعنی بعض وقت یک بار کی کھٹ کھٹ سے بات کا ثبات ور دو دفعہ کی
کھٹ کھٹ سے سوال کی نفی مراد لی جاتی ہے۔ یک شخص میز پر مطلوبہ سوال کرتا
ہے۔ اور س کی نفی یا ثبات کو روح کی یک دفعہ یا دو دفعہ کی کھٹ کھٹ سے معلوم کیا
جاتا ہے۔

(۲) دوم۔ س سے زیادہ ترقی یافتہ صورت یہ ہوتی ہے کہ جس وقت میڈیم پر
روح مسلط ہو جاتی ہے۔ ور میز پھرنے ور ہلنے لگ جاتی ہے ور کھٹ کھٹ کی
آوازیں آنی شروع ہو جاتی ہیں۔ تو یک شخص میز پر حروف تہجی پڑھتا جاتا ہے۔ ور
جس حرف پر کھٹ کھٹ کی آواز آتی ہے س حرف کو یک شخص لکھ لیتا ہے۔ ور س
طرح جو حروف جمع ہو جاتے ہیں۔ ن کے لفاظ ور فقرے جوڑ کر پنے سوال کا

جوب ور روح کی بت معلوم کی جاتی ہے۔ یہ س وقت کیَ جاتا ہے جب کہ مسلط
روح تعلیم یافتہ ہوتی ہے۔
(۳) سوم۔ میز کے وپر یک دل کی شکل کی گاؤدم لکڑی بنائی جاتی ہے۔ جس کا
سر مثل یک پوائنٹر کی طرح ہوتا ہے۔ اس کے نیچے تین پھرنے و لے پہیے لگے
ہوئے ہوتے ہیں۔ تاکہ روح کی تھوڑی سی طاقت سے دھر دھر ہٹنے لگیں۔ میڈیم
پنے دونوں ہاتھ س دل کی شکل کی گاؤدم لکڑی پر رکھ دیتا ہے۔ ور وہ معاون ور
مددگار بھی گا ہے پنے ہاتھ کی نگلیاں میڈیم کے ہاتھوں پر رکھ دیتے ہیں۔ تاکہ روح
کے ساتھ ربط قائم کیَ جائے۔ میز کے سامنے حروف تہجی لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔
ور روح میڈیم کے جسم میں حلول کرکے باری باری سے حروف تہجی کے تمام حروف
میں سے یک یک کی طرف س گاؤدم لکڑی کے سرے سے شارہ کرتی جاتی ہے۔
ور میز پر یک آدمی ن حروف کو نقل کرتا جاتا ہے۔ سی طرح جو حروف جمع ہو جاتے
ہیں۔ ن سے ٹیلی گرم کی طرح لفاظ ور فقرے جوڑ کر روح کی مطلوبہ بات بنائی
جاتی ہے۔
(۴) چوتھا طریقہ یہ ہے کہ میڈیم یعنی عامل پنے ہاتھ میں پنسل رکھتا ہے۔ ور
روح س پر مسلط ہو کر س کے ہاتھ کو غیر رادی حرکت دے کر نیچے کاغذ یا تختی پر پنا
مطلب لکھتی جاتی ہے۔ یہ زیادہ ترقی یافتہ میڈیم ور پڑھی لکھی روح کا کام ہوتا
ہے۔
(۵) پانچواں طریقہ یہ ہے کہ یک ڈبیہ کے ندر پنسل ور خالی کاغذ رکھ دیے
جاتے ہیں۔ ور میڈیم س ڈبیہ یا چھوٹی صندوق پر پنا ہاتھ رکھ دیتا ہے تو وہ ورق
خود بخود روح کی پنی تحریر سے مرقوم ہو جاتے ہیں۔
(۶) چھٹا طریقہ یہ ہے کہ روح میڈیم کی زبان سے بولتی ہے اور سوالوں کو
جواب دیتی ہے۔ حاضرین سے خطاب کرتی ہے ور لیکچر دیتی ہے۔ بعض دفعہ روح

مجسم ورمرئی شکل ختیار رکے حاضر ہوتی ہے۔ حاضرین کو چھوتی ہے۔ چیزوں کو
مٹ پٹ دیتی، گھنٹیوں، باجوں ورڈھولوں کو بجاتی ہے۔ گاہے میڈیم کو بھی ٹھا ر
ے جاتی ہے۔ مقفل کمروں کے ندر سے چیزیں ٹھا ر باہر ے جاتی ہے ور باہر کی
چیزیں ندر ا ڈ ل دیتی ہے۔ غرض عجیب وغریب مادی عقل ور درک سے بعید
حرکتیں ور کام رتی ہے جس کی توجیہہ سے سائنس ورفلسفہ آج تک عاجز ہے ور
نسانی عقل ن کے درک ورفہم سے قاصر ہے۔

ذیل میں ہم ن روحانی عملوں کے چند نادر ورعجیب وغریب و قعات جو ن
سے روحوں کے ذریعے ظاہر اور رونما ہوئے ہیں، درج رتے ہیں۔

(۱) ول و قعہ یک جرمن میڈیم مسمی ڈ کٹر سر پ س پنی کیفیت یوں بیان رتا
ہے کہ میں نے روح کے ذریعے کاغذ پر لکھنے کی تیس دفعہ کوشش کی۔ ور میری سب
کوششیں بے نتیجہ ثابت ہوئیں۔ لیکن بیسویں مرتبہ جب میں حاضرت کے ے
بیٹھا تو میں نے یک غیر ما وف برودت ور ساتھ ہی یک غیر رادی حرکت پنے
ہاتھ میں محسوس کی۔ بعدہ یک سرد ترین ور ہو میرے چہرے ور ہاتھ پر چلی۔ س
کے بعد میر ہاتھ غیبی تحریر پر چل پڑ ۔ ور میں غیر رادی طور پر عام روح کی خبریں
لکھنے لگ گیا۔ ور س کی دلیل یہ ہے کہ میں روحانی باتیں لکھتے وقت پنے پاس بیٹھے
ہوئے حباب سے باتیں بھی کیا رتا۔ ور میر ہاتھ غیبی روحانی معقول باتیں لکھتا
جاتا۔

(۲) و قعہ دوم۔ ولیم روس لکھتے ہیں کہ ہم نے یک عامل آنس فوس کو دیکھا
کہ وہ یک جگہ پر مقالہ روحانی بھی لکھتے۔ ور سی وقت کوئی دوسر موضوع میز کی
طرقت کے ذریعے کسی میڈیم کو لکھو تے۔ ور ساتھ ہی کسی تیسرے آدمی کے ساتھ
کسی مخ لف موضوع پر بہت آسانی کے ساتھ کلام بھی رتے۔

(۳) یک عامل کا بیان ہے کہ یک لڑکے کو ہم نے دیکھا جو کہ میڈیم شپ کیا

کرتا تھا۔ وہ علم و تہذیب سے بالکل عاری تھا۔ ہم نے روح کے ستیا کے وقت

اس سے علم فلسفہ، علم منطق اور علم معرفت کے مسائل مثلاً علم غیب و ارادہ و قدرت

کے مسائل دریافت کئے تو اس نے ان سب کے مفصل جواب نہایت بلیغ اور فصیح

عبارت میں دیئے۔ حالانکہ اسے ان علوم کی ذرا بھی واقفیت نہیں تھی۔

(۴) واقعہ چہارم۔ ایک لڑکی کی نسبت تحقیق کی گئی کہ وہ روح کے مسلط ہونے

کے وقت آٹھ مختلف زبانوں مثلاً فرنچ، ہسپانوی، یونانی، جاوی، پرتگالی، اٹالین،

ہندی اور انگریزی میں کلام کرتی تھی۔ حالانکہ وہ صرف انگریزی جانتی تھی۔

(۵) پانچواں واقعہ۔ ولیم کروکس کا بیان ہے کہ ایک روحانی حلقے کے اندر جس

میں مسٹر ہوم میڈیم تھے۔ فلورنس کوک کی روح بالکل مرئی اور ظاہری صورت میں

ظاہر ہوئی۔ اور میں نے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر مکان کے اندر اس کے مشایعت کی۔

(۶) چھٹا واقعہ۔ بیرون گلاسٹو یہ لکھتے ہیں کہ ماہ اگست کی تیرہ تاریخ ۱۸۸۶ء کو

میں ایک سفید ورق اور پنسل مقفل ڈبیہ میں رکھے اور اس کی کنجی اپنے پاس رکھی تو

میرے تعجب کی کوئی حد نہ رہی۔ جب میں نے اس کو کھولا تو لکھا ہوا پایا۔ پھر اسی روز

میں نے اس عمل کو دس دفعہ آزمایا اور ہر دفعہ کامیاب ہوا اور ڈبیہ میرے سامنے کھلی

پڑی رہتی۔ اور عبارتیں خود بخود میرے سامنے لکھی جاتیں۔ بعدہٗ میں نے سفید کاغذ

میز پر بغیر قلم اور پنسل کے رکھا تو وہ بغیر کسی کے ہاتھ لگانے کے لکھے ہوئے اور مرقوم

پائے گئے۔

اس فقیر کا ایک واقعہ ہے کہ ایک دفعہ یہ فقیر اپنے ایک دوست کے ہاں جو

خوشاب میں سکول ماسٹر تھے مقیم تھا۔ اس کے چند احباب میرے پاس ایک بڈھے

نیلگر کو لائے۔ کہ اسے کسی جن بھوت کا مدت سے آسیب ہے اور اسے تنگ کیا

کرتا ہے۔ اس کا کچھ علاج کریں کہ یہ آسیب اس سے دفع ہو جائے۔ ہمارے

لوگوں کی عادت ہے کہ وہ ان بھوت پریت سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کیا کرتے

ہیں۔ چنانچہ بعض دکاندار عامل نہیں حاضر کر کے آسیب زدہ کو بری طرح مارتے اور ستاتے ہیں۔ خیر وہ نیل گر میرے سامنے بٹھا دیا گیا۔ میں نے تھوڑا سا کلام پڑھا تو جن حاضر ہوگیا۔ اس نیل گر کا تمام حلیہ بدل گیا۔ اور اس کا چہرہ سخت ڈراؤنا اور ہیبت ناک صورت اختیار کر گیا۔ حتیٰ کہ اس مجلس کے اندر جس شخص کی طرف دیکھتا وہ تھر تھر کانپنے لگ جاتا۔ آخر وہ نیلگر سنسکرت زبان کے شلوک اور منتر ایسی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ پڑھنے لگا گویا کوئی ودوان اور پنڈت ہے۔ اس نے مجھ سے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ مہاراج کرپا کرو۔ میں ہندو جوگی ہوں۔ تیرے دو بچوں کی خیر (اس وقت میرے دو لڑکے تھے) میں آپ کی گئو (گائے) ہوں۔ مجھے کچھ نہ کہو۔ اس نے اس قسم کی بہت منت سماجت کی باتیں کیں۔ آخر میں اس نے مجھے خوش کرنے کے لئے میری نسبت کچھ پیشین گوئیاں بھی کیں جو بعد میں حرف بحرف صحیح نکلیں۔ بعد ازاں اس نے مجھے کہا کہ مجھے اب جانے دو۔ چنانچہ میں نے اسے کہا کہ جاؤ۔ تب وہ نیل گر ایک لمبی انگڑائی لے کر اپنی اصلی حالت اور ہیئت پر آگیا۔ جب اس نیلگر سے پوچھا گیا کہ آسیب کے چڑھ جانے اور روح کے مسلط ہو جانے کے بعد تجھے کچھ ہوش رہتا ہے۔ اس نے کہا کہ اس وقت مجھے کچھ ہوش نہیں رہتا۔ اور نہ میرا اختیار اور ارادہ باقی رہتا ہے۔ جو کچھ بولتی اور کام کرتا ہے، وہ جن بھوت یا روح کہتی اور کرتی ہے۔ جو مجھ پر مسلط ہو جایا کرتی ہے۔ بعد ازاں اس نے یہ بھی بتایا کہ مجھ پر اس طرح شدت کے ساتھ یہ روح اس سے پہلے کبھی مسلط نہیں ہوئی جس طرح اب کی دفعہ ہوئی ہے۔ کیونکہ اس کے تسلط سے میرا جسم اور ہر عضو درد کرتا ہے۔

غرض انسانی جسم ایک ظرف اور برتن کی طرح ہے۔ اور سفلی اور علوی روح اس میں اس طرح حلول کر جاتی ہے جس طرح برتن میں مائع چیز مثلاً پانی، عرق یا روغن وغیرہ ڈالنے سے فوراً اسی برتن کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

یورپ میں روحوں کو حاضر کرنے اور دعوت دینے کے لئے بعض مادی کام لئے

جاتے ہیں جو کہ گویا ن کی روحانی غذ ورخوراک کا کام دیتی ہے۔ ور ن کی طرف
مائل ورر غب ہو ر روحانی حلقوں میں جلدی ور آسانی سے حاضر ہوتی ہیں۔ منجملہ
ن کے یک چیز رگ ورگانا بجانا بھی ہے۔ اس سے یک تو میڈیم (وسیط) کے
وجود میں عام روح کی طرف تحریک ور ہیجان پید ہوتا ہے۔ دوم روح کو رگ
ورگانے بجانے سے انس ہے۔ وہ یسی مجلسوں ورمحفلوں کی طرف جہاں رگ ور
گانا بجانا ہو رہا ہو، جلدی مائل ورر غب ہوتی ہیں۔ سوم خوشبو وغیرہ مثلاً بخور کی
دھونی دی جاتی ہے ور پھول رکھے جاتے ہیں۔ ن سے بھی روح کی حاضرات میں
مدد ملتی ہے۔ چہارم۔ جن مکانات کے ندر روح کی حاضرات کی جاتی ہے۔ وہ
تقریباً تاریک رکھے جاتے ہیں ور روشنی کم کر دی جاتی ہے یا مکان کے ندر سرخ
روشنی کی جاتی ہے۔

ب ہم ن غیبی چیزوں کی نسبت پنی رائے لکھتے ہیں کہ یہ کیا چیزیں ہیں۔
جنہیں یہ لوگ حاضر کرتے ہیں سو یاد رہے کہ غیبی عالموں ور لطیف روحانی جہانوں
میں سب سے نیچے ور دنیٰ عالم ناسوت کا سفل ترین جہان ہے۔ جو تمام سفلی نفوس کا
مسکن ہے۔ اس میں جن بھوت، شیاطین، ور سفلی روح رہتی ہیں۔ نسانی وجود میں
لطیفہ نفس ن سفلی لطیف مخلوق کے ہم جنس ہو کرتا ہے تو بعض دفعہ موقع پا کر جن
شیاطین ور سفلی روح میں سے وہ ہم جنس مخلوق س میں دخل ہو کر حلول کر جاتی
ہے ور س سے مل جل کر تحد پید کر لیتی ہے۔ ور نسان کے وجود میں پنا مسکن
ور گھونسلا بنا کر ہمیشہ کے لیے س میں رہائش ور سکونت ختیار کر لیتی ہے۔ ور جس
طرح پرندہ پنے آشیانے ور گھونسلے میں آ جایا کرتا ہے۔ سی طرح یہ روح نسانی
وجود میں وقتاً فوقتاً آیا جایا کرتی ہے۔ ور جب یک روح س میں جگہ ور روزن بنا
لیتی ہے تو وہ دیگر جن ور شیاطین ور سفلی روح کے لیے بھی مسکن ور روزن بن
جاتا ہے ور جب س قسم کی کوئی روح نسانی وجود میں دخل ہوتی ہے تو س کے

تم م جسم، دل، دم غ ورحو س پر قبضہ جم لیتی ہے۔ ورجسمی س کن مک ن کو تقریبً سی

وقت بے دخل ورخ رج ردیتی ہے اور وہی غ صب روح س میں بولتی چلتی سوچتی

سمجھتی ور ک م ک ج رتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ میں ن سفلی روح کے میڈیم

کثر عورتیں ہو رتی ہیں۔ ور ہم رے ملک میں بھی عورتیں ہی آسیب زدہ ہو رتی

ہیں۔ اور مرد بہت کم ہوتے ہیں۔ کیونکہ عورتوں ک دل ور دم غ فطرتی طور پر کمزور

ہو رت ہے۔ اور یہ ن قص عقل ور ن قص دین ہو رتی ہیں۔ ہٰذ جن شی طین ور

سفلی روح ن کے وجود پر آس نی سے تصرف ور قبضہ جم لیتی ہیں۔ جن شی طین

ور سفلی روح ک یہ ن سوتی ع لم ب قی لطیف غیبی عو لم کی نسبت ہمیں سب سے زی دہ

نزدیک ہے ور کثر ہم ر نفس خو ب کے ندر سی ع لم میں رہت ہے۔ جن شی طین

ور سفلی روح بعض دفعہ بدنی ور عصبی امر ض ک موجب بن ج یہ رتی ہیں جو سی

طرح ظ ہری دو ؤں سے علاج پذیر نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ میں جو

میڈیم شپ ک پیشہ رتے ہیں عموم ن کی صحت چھی نہیں رہتی۔ لیکن چونکہ یورپ

کے وگوں نے س علم تسخیر رو ح کو یک پیشہ بن ر کھ ہے وہ وگ س سے

تج رت رتے ہیں۔ چن نچہ ہر روح نی حلقے ور جسے میں ش مل ہونے و وں سے فیس

لی ج تی ہے۔ ور ٹکٹ کے ذریعے دخل ہون پڑت ہے۔ س سے ہر حلقے اور نشست

میں میڈیم کے سے ک فی رقم جمع ہو ج تی ہے۔ ور جو ع مل و میڈیم زی دہ زبردست

ور عجیب وغریب رشمے دکھ نے و ے ہوتے ہیں۔ ن کے حلقوں ور جسوں میں

بیٹھنے و وں ور تم ش ئیوں ک بڑ رش اور ز دح م ہوت ہے۔ یسے حلقوں میں سیٹیں ور

نشستیں یک دو م ہ پہلے ہی بک ہو ج یہ رتی ہیں۔ ور وہ ں ٹکٹ ح صل رن بہت

مشکل ہو ج یہ رت ہے۔ سو افسوس ہے کہ ن زر پرست نفس نی وگوں نے یسے نفیس

ور ن در علم کو بھی ذریعہ مع ش بن ر کھ ہے۔ ور بج ئے نصیحت و عبرت ح صل رنے

کے س سے چند روزہ مت ع دنی ح صل کی ج تی ہے۔

ہماری اس کتاب میں اہل یورپ کے حاضرات ارواح کے واقعات وحالات
بیان کرنے کا مقصد وغرض یہ ہے کہ قرآن کریم میں پیغمبروں کے جس قدر معجزات
اور روحانی کمالات مذکور ہیں۔ ان پر سچے دل سے ایمان لے آئیں۔ مثلاً سلیمان
علیہ السلام کی روحانی طاقت کے ذریعے تخت بلقیس کا حاضر کرنا جب ایک غیبی مخلوق
کے لئے ایک بند مقفل کمرے سے ٹھوس وزنی چیزیں اٹھا کر باہر لے جانا اور باہر کی
چیز اٹھا کر اندر لے آنا صحیح ہو سکتا ہے تو سب سے بڑے عاملوں کے سردار حضرت
سلیمان علیہ السلام جیسے پیغمبر کی روحانی طاقت سے یہ ہرگز بعید نہیں ہے۔ اسی طرح
تمام پیغمبروں کے معجزات اور اولیاؤں کی کرامات کو قیاس کر لینا چاہیے۔ کہ وہ لوگ
فرشتوں اور علوی روحوں کی حاضرات کر کے ان سے ایسے حیرت انگیز کام لیا کرتے
تھے کہ عقل انسانی اس کے فہم و ادراک سے عاجز رہ جاتی ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

یورپ میں تسخیر ارواح کے حلقوں میں یہ روح اکثر میڈیم کے پیچھے پیچھے اور
بائیں جانب نمودار ہوتی ہیں اور یہ بات ان شیاطین اور سفلی ارواح سے مخصوص ہے
کہ وہ ہمیشہ عامل کے پیچھے اور بائیں جانب سے آکر حاضر ہوتی ہیں۔ دیگر اثرات
روح کے حاضر ہونے سے پہلے بند کمروں میں سردی ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس
کمرے کا ٹمپریچر کافی حد تک گر جاتا ہے اور گاہے گاہے کمرے کے پردوں یا کسی اور
چیز کو آگ بھی لگ جایا کرتی ہے۔ اور اکثر وقت جب میڈیم عورت ہوتی ہے تو
استیلاء روح کے وقت ننگی ہو جایا کرتی ہے۔ ان سب حرکات اور اس قسم کے دیگر
افعال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کام ان شیاطین اور سفلی ارواح کے ہیں۔ ممکن
ہے کہ ان حلقوں میں گاہے نیک روح بھی آجاتی ہوں۔ موت کے بعد کے جو
واقعات وحالات ان ارواح کے ذریعے معلوم ہوئے ہیں۔ وہ سب ہمارے
اسلامی عقائد اور مسائل سے ملتے جلتے ہیں۔ چنانچہ روحوں نے اپنے ذیل کے

حالات ور وقعات بیان کے ہیں۔

(۱) روح پنے رشتہ دروں ور دوستوں کو بجنسہ گوشت ور ہڈیوں کے ڈھانچوں میں دیکھتے ہیں ور جب زندہ وگ کسی مردے کی وفات پر روتے ہیں۔تو مردوں کو س سے بڑ دکھ پہنچتا ہے (شارع سلام نے مردوں پر رونے ور ماتم کرنے سے منع فرمایا ہے)

(۲) زندگی میں گر کوئی شخص ندھا یا لنگڑ یا جسمانی طور پر ناقص یا معیوب ہوتا ہے تو موت کے بعد عالم برزخ میں وہ نقص نیک عمل کی وجہ سے رفع ہو جاتا ہے ور وہ صحیح و سالم ہوتا ہے۔

(۳) موت کے بعد روح کو عالم برزخ میں پنے بد عمل ور برے ردروں کے سبب سخت سزئیں دی جاتی ہیں۔

(۴) باطن میں عالم روح کے سات عالم ور جہان ہیں۔ نیک ور پاک روح عالم بال کے نہایت علی ور عمدہ طبقوں میں رہتی ہیں۔ ور نہایت چین، راحت ور عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتی ہیں۔ ور دنے سفلی روح نیچے کے سفلی عوالم میں رہتی ہیں ور سزا پاتی ہیں۔

(۵) وہاں علوی روح کے لئے دوسرے جہان میں باغ باغیچے، محلات، مدرسے ور دیگر سامان عیش مہیا رہتے ہیں۔

(۶) مرد ور عورت کی جنسی تمیز وہاں بھی قائم رہتی ہے لیکن عالم برزخ میں شادی، نکاح ور تولد و تناسل کا سلسلہ نہیں ہے۔

(۷) روحوں کا بیان ہے کہ تناسخ ور آواگون کا مسئلہ بالکل لغو ور بے بنیاد ہے۔ ور روح واپس دنیا میں ہرگز جنم نہیں لے سکتی۔ ور ہر روح کیلیے دنیا میں یک بار آنا ہے ور یک ہی جسم مخصوص ہے۔

(۸) موت کا وقت مقرر ہے اور اس سے آگے پیچھے یک سیکنڈ نہیں ہوسکتا۔

(۹) روحوں کے سے دوسری دنی میں روحانی پیشو، مربی ور مرشد ہیں۔ جو

نہیں روحانی تعلیم وتلقین رتے ہیں۔ ور لگ لگ بطنی مدرسے ورکانج ہیں۔ ور

ن کے خاص قانون ورقو عد ہیں۔

(۱۰) روحوں کو بعض آ ندہ مستقبل کے حالات ور و قعات معلوم ہو جاتے

ہیں۔ ور وہ زندہ وگوں کے پاس آتی ہیں۔ ور ن سے خوب، مر قبے یا بید ری

میں ملاقات بھی کرتی ہیں۔

(۱۱) روحیں پنے خویش و قارب ور دوستوں کی حتی وسع ن کے دنیوی

کاروبار ور مہمات میں مدد بھی رتی ہیں ور ن کی خوشی ورکامیابی سے خوش ہوتی

ہیں ور ن کے غم سے ندوہگین ہوتی ہیں۔ سو س قسم کے دوسرے حالات ور

و قعات ہیں جو سلامی ورمذہبی عقائد سے بالکل ملتے جلتے ہیں۔

یورپ کے سپر چولسٹ یعنی عاملین روحانیت جن غیبی لطیف مخلوق کی حاضرات

رتے ہیں۔ وہ عالم ناسوت کے جن شیاطین ورسفلی ارواح ہیں۔ جو ن کے پاس

آتے ہیں۔ ور ن سے بات چیت کرتے اورطرح طرح کے روحانی کرشمے

دکھاتے ہیں۔ یہ غیبی لطیف مخلوق دنیا میں آ ر جمادات، نباتات، حیوانات ور

نسان کی روح جمادی، نباتی، حیوانی ور روح نسانی سے متحد پیدا کر کے ن کے

ندر حلول رجاتی ہیں۔ س غیبی لطیف مخلوق کی دو قسمیں ہیں یک نوری دوسری ناری۔

نوری مخلوق کے س دنیا میں آنے کی غرض و غایت خلق خدا کو فیض ور نفع پہنچانا ہوتا

ہے۔ ور ناری مخلوق خلق خدا کو دکھ پہنچانے اور نہیں گمراہ رنے کیلیے س دنیا میں آیا

رتی ہے۔ چنانچہ سفلی ناسوتی ناری مخلوق میں سے یک قسم شیاطین کی ہے۔ جن کا

کام وگوں کو گمراہ رنا، نہیں شرک ورکفر میں مبتلا کرنا ورفسق فجور، ورمعصیت کی

طرف رغب رنا ہے۔ س گمراہی کے کام میں ن شیاطین کے ہمراہ بد ے جن ور

بد روح بھی مدد دی ہو جایا رتی ہیں۔ چنانچہ پرانے زمانوں میں بتوں کے ندر یہ

شیطین حلول رکے وگوں کوشرک، کفر ور بت پرتی میں مبتلا رکھتے۔ بتوں کے ندر
سے ن کے سو وں کے جو بت دیتے۔ پیشین گوئی رتے ور طرح طرح کے غیبی
کرشمے دکھا کر وگوں کو بتوں کی غیبی مدد ور ن کی لوہیت کے قائل ور معتقد
بنائے رکھتے۔ چنانچہ س کی یک مثال قرن کریم میں سامری کے بچھڑے کی بیان
کی گئی ہے کہ موسی علیہ سلام کی بعثت سے پہلے قوم فرعون ور بنی سرئیل سب بت
پرست تھے۔ جب بنی سرئیل موسی علیہ سلام کے معجزت دیکھ کر ن پر یمان لے
آئے ور فرعون بمعہ شکر غرق ہوگیا تو موسی علیہ سلام پنی قوم بنی سرئیل کو لے کر
سالہا سال تک جنگلوں ور بیابانوں میں پھرتے رہے ور پنی قوم کو ور دیگر وگوں کو
توحید کی تعلیم دیتے رہے۔ سی ثنا میں بنی سرئیل کا گذر یک یسی قوم پر ہو جو
پنے بتوں کی پوجا پاٹھ ور ن کے آگے رقص وسرود میں مشغول تھی تو پنی قدیم رسم
کے تقاضے نے ن کے دل میں بھی بت پرستی کا شوق پیدا کردیا۔ چنانچہ نہوں نے
موسی علیہ سلام سے کہا۔ قالو یموسی اجعل لنا لھا کما لھم الھۃ ط۔ یعنی اے
موسیٰ ہمارے لیے بھی یک یسا ٹھوس معبود بنا دے۔ جس طرح ن وگوں کا معبود
ہے۔ تاکہ ہم بھی اس کی عبادت ور پرستش سے سی طرح حظ ٹھائیں۔ جس طرح
یہ وگ لطف ٹھا رہے ہیں۔ موسی علیہ سلام نے فرمایا کہ یہ وگ گمراہ ہیں۔ کیا تم
بھی ان کی طرح گمراہ ہونا چاہتے ہو۔ غرض جب موسی علیہ السلام یک دفعہ اپنی قوم
سے تیس دن کا وعدہ کرکے للہ تعالیٰ سے کلام کرنے ور پنی قوم کے لیے نئے حکام
لانے کے لیے کوہ طور پر گئے ور بجائے تیس روز کے آپ کو دس روز ور بھی لگ گئے
تو قوم سمجھی کہ موسی علیہ سلام فوت ہو گئے ہیں۔ س وقفہ میں سامری نے جو بڑ
ساحر تھا، موقع غنیمت سمجھ کر قوم کے مال غنیمت سے سونے چاندی کا یک بچھڑ تیار
کیا۔ ور س میں پنے سحر کے ذریعے یک شیطانی روح کو دخل کیا جو کہ زندہ
بچھڑے کی طرح آوز نکالتی تھی۔ ن وگوں کی سرشت میں پہلے ہی سے بت پرستی کا

خمیر موجود تھا۔ سامری نے اس سے فائدہ اٹھا کر لوگوں سے کہا کہ یہی تمہارا اور موسیٰ علیہ السلام کا خدا ہے۔ اور اب تمہارے پاس ٹھوس مادی شکل میں نمودار ہو گیا ہے۔ تاکہ تم اس کی پوجا کرو۔ چنانچہ ساری قوم اس کو پوجنے لگ گئی۔ گو ہارون علیہ السلام نے لوگوں کو بہتیرا سمجھایا اور نصیحت کی کہ اس شرک کے کام سے باز آ جاؤ اور یہ سامری کے سحر کا کرشمہ ہے یہ معبود نہیں ہو سکتا۔ لیکن بنی اسرائیل کے اکثر لوگ اسے پوجتے رہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے واپس آ کر اپنی قوم کو یوں بت پرستی میں مبتلا پایا تو آپ کو سخت رنج و افسوس ہوا۔ اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو بھی سخت سست کہا۔ بعدہٗ سامری کو بلا کر اس سے کہا کہ قال فما خطبک یسامری۔ یعنی اے سامری! یہ تو نے کیا کام کیا۔ جس پر سامری نے جواب دیا کہ

بصرت بما لم یبصروا به فقبضت قبضة من اثر الرسول فنبذتها فکذلک سولت لی نفسی

یعنی میں نے اپنی روشن ضمیری کے ذریعے ایسی غیبی چیز کو دیکھ لیا ہے جو ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھی جا سکتی۔ تب میں نے ایک رسول کے قدم کے نیچے سے مٹی اٹھا لی۔ اور بچھڑے کے اندر ڈال دی۔ جو ایک زندہ نفس مجسم کی طرح میرے لیے تیار ہو گیا۔ رسول روحانی کے قدم میں یہ تاثیر ہوا کرتی ہے کہ جب وہ اس مادی دنیا میں آ کر کسی جگہ قدم رکھتے ہیں تو ان کے قدم کو جو مٹی چھوتی ہے اس میں ایک حیات نفوذ اور تاثیر کر جاتی ہے۔ اس مٹی میں کسی روح کے قیام کی لیاقت اور قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی اس مٹی میں قابلیت وسیلہ یعنی میڈیمسٹک پاور (MEDIUMOSKIP) آ جاتی ہے۔ چنانچہ سامری نے وہ مٹی جب بچھڑے کے بت کے اندر ڈال دی تو اس نے اپنے سحر سے اس کے اندر ایک شیطان کو داخل کر دیا۔ اور وہ اس کے اندر زندہ بچھڑے کی طرح آوازیں نکالنے لگا۔ غرض اس سونے چاندی کے خوبصورت عجیب و غریب بچھڑے کی اس غیر معمولی حرکت و فعل

سے یہ لوگ اس کے فریفتہ ہو کر اسے پوجنے لگ گئے۔ جس پر حضرت موسیٰ علیہ
السلام نے سامری کو بد دعا کی۔ کہ جا تو کوڑھی ہو جائے گا۔ اور جو شخص تجھے چھوئے
گا۔ وہ بھی کوڑھی ہوگا۔ اور بچھڑے کے اندر جو شیطان داخل ہوا تھا اسے اپنی روحانی
طاقت سے نکال کر جلا دیا۔ اور اس کی راکھ دریا میں ڈال کر اس کی شیطنت کا خاتمہ کر
دیا۔ چنانچہ یہ سارا واقعہ قرآن کریم میں مفصل موجود ہے۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ
السلام کی قوم میں سے جنہوں نے بچھڑے کو پوجا تھا۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ
سزا مقرر کی کہ تم آپس میں لڑ کر ایک دوسرے کو قتل کرو۔ چنانچہ بعض نے تو اپنے اوپر
اس سزا کو منظور کر لیا۔ اور آپس میں لڑ کر قتل ہو گئے۔ اور جو زخمی ہو کر ویسے بچ رہے
ان کی توبہ قبول کر دی گئی۔ اور بعض اس سزا سے ڈر کر بھاگ گئے اور اطراف عالم میں
پھیل گئے۔ اور جس جگہ آباد ہوئے۔ وہاں اپنی بت پرستی پر قائم رہے۔ ہندوستان
میں جو آریہ قوم کوہ ہندوکش کے راستے آکر آباد ہوئی۔ یہ وہی موسیٰ علیہ السلام کے
زمانے کے بھگوڑے تھے۔ جنہوں نے یہاں ہندوستان میں وہی گوسالہ پرستی جاری
رکھی۔ جو آج تک گئو رکھشا کی صورت میں موجود ہے اور جس طرح موسیٰ علیہ
السلام نے گوسالہ یعنی بچھڑے کو جلا کر راکھ کر دیا تھا اور اس کی راکھ کو دریا میں بہا دیا
تھا۔ یہ لوگ آج تک اپنے اس قدیم باطل معبود کی تقلید میں اپنے مردے جلاتے
ہیں اور ان کی راکھ کو دریا میں بہاتے ہیں۔

سو بتوں کے اندر یہی شیاطین اور ارواح خبیثہ داخل ہو کر لوگوں کو گمراہ کرنے کا
موجب بنا کرتی تھیں۔ یہ غیبی باتیں اپنے پجاریوں اور پرستاروں کو بھی بتاتی
رہتیں اور انہیں خوف دلا دلا کر اپنی پرستش میں لگائے رکھتیں۔ اور کبھی ان بتوں کے اندر
سے انہیں اپنے کاروبار میں مدد کی غیبی بشارتیں دیا کرتیں۔ یعنی ان بت پرستوں کا
ایمان اور اعتقاد بھی اپنے بتوں پر ان ارواح خبیثہ کی وجہ سے خوف اور رجاء کے طفیل
قائم تھا۔ ورنہ اشرف المخلوقات انسان خود وہ کسی زمانے میں بھی ہو اس قدر احمق اور

بے وقوف نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے پتھر کے مجسموں اور مورتیوں کو بے وجہ پوجنے لگ جائے اور اس پر ہزاروں برس تک قائم رہے۔ انسان ایک ایسے مہمل اور بے سود فعل پر مدتوں تک بلا وجہ قائم نہیں رہ سکتا۔ کاٹھ کی ہنڈیا ایک دفعہ چڑھا کرتی ہے۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کو بھی بے نقاب کیا ہے۔ اور بتوں کے اندر چھپی ہوئی روح خبیثہ کو کبھی جن اور کبھی شیاطین سے تعبیر کیا ہے۔ قولہ تعالیٰ۔

ویوم یحشرھم جمیعا ثم یقول للملئکة اھؤلاء ایاکم کانوا یعبدون قالوا سبحنک انت ولینا من دونھم بل کانوا یعبدون الجن، اکثرھم بھم مؤمنون

ترجمہ۔ اور جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب مشرکین کو جمع کر کے فرشتوں سے خطاب فرمائے گا۔ کہ کیا یہ لوگ دنیا میں تمہاری پرستش کیا کرتے تھے۔ فرشتے عرض کریں گے کہ اے اللہ! تو ہماری شرکت سے پاک ہے اور تو ان کے معاملے میں ہمارے حال کا نگران ہے۔ (بلکہ اصل بات یہ ہے) کہ یہ لوگ جنات کی پرستش کیا کرتے تھے اور اکثر ان پر ایمان لائے ہوئے تھے۔ اور ایک دوسری جگہ آیا ہے۔

وجعلوا للہ شرکاء الجن وخلقھم وخرقوا لہ بنین وبنت بغیر علم سبحنہ وتعلی عما یصفون

ترجمہ۔ اور کافروں نے جنوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا تھا۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اور بعض نے جہالت سے (بطور دیوتا و اوتار) انہیں اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور بیٹیاں بنا رکھا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ پاک اور منزہ ہے ان باتوں سے جن سے یہ لوگ اسے منسوب کرتے ہیں۔ اور نیز ارشاد ربانی ہے۔

وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیطین الانس والجن یوحی

بعضهم الى بعض زخرف القول غرورا ولو شاء ربك ما فعلوه فذرهم وما يفترون

ترجمہ۔ اور اسی طرح ہم نے انسانوں اور جنوں میں سے شیاطین کو ہر پیغمبر کا دشمن اور مخالف بنا دیا تھا۔ اور وہ ایک دوسرے کو دھوکے اور فریب کی باتیں لگایا کرتے تھے۔ اور اگر تمہارا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کر سکتے۔ لیکن اے میرے پیغمبر انہیں چھوڑ دے۔ اور کرنے دے جو وہ افترا کرتے ہیں۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا امتحان اور حکمت ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔ ان پر ان شیاطین کی کوئی دسترس اور غلبہ نہ ہوگا۔ جن اور شیاطین لوگوں کو ستا کر اور طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا کر کے اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچا کر ان کو اپنی عبادت اور پوجا میں لاتے رہتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم میں آیا ہے۔ کہ انی مسنی الشیطن بنصب و عذاب ۔ یعنی (ایوب علیہ السلام نے عرض کی) کہ اے اللہ مجھے شیطان نے چھو کر تکلیف اور عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔

ایک دفعہ میرے پاس ایک اچھا خاصا انگریزی دان اپ ٹو ڈیٹ جنٹلمین آیا۔ اس نے مجھے کہا کہ میں ایک سخت مصیبت میں مبتلا ہوں۔ کیا آپ میری کسی طرح مدد کر سکتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ کیا مصیبت ہے۔ اس نے کہا۔ میری بیوی پر ایک ظالم جن اور موذی خبیث روح مسلط ہے۔ اور وہ وقتاً فوقتاً جب کبھی اس کے سر پر آتی ہے۔ تو اسے سخت اذیت اور تکلیف دیتی ہے۔ جس سے اس کی صحت خراب ہو گئی۔ وہ خبیث روح اس کی زبان پر بولتی ہے اور اس کے علاوہ جب کبھی ہم اس کے علاج معالجے اور تعویذ کے ذریعے اس کے تدارک اور دفعیے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو ہم سب گھر والوں کو خواب اور بیداری میں ستاتی ہے۔ غرض اس نے سارے کنبے کو پریشان کر رکھا ہے۔ اس موذی روح نے ہمیں اس کی زبانی بتایا ہے کہ میری فلاں کنوئیں کے کنارے رہائش ہے۔ تم روزانہ شام کو وہاں چراغ جلایا

کرو۔ ورمیری چوکی بھر کرو۔تب میں تمہیں تکلیف نہیں دوں گی۔ چنانچہ ہم روز نہ
وہاں شام کو چر غ جلایا کرتے ہیں۔ ور س کا سلام ور مجر کرتے ہیں۔ گر یک
دن بھی ہم س کے حکم کی تعمیل میں کوتاہی کرتے ہیں۔تو وہ سی رت میری بیوی کے
سر پر آ دھمکتی ہے۔ ور س رت ہم سب گھر و وں کی شامت آ جاتی ہے۔غرض س
خبیث روح نے سارے کنبے کو تقریباً پجاری بنا رکھا تھا۔حتیٰ کہ جب کبھی وہ جن س
کی بیوی پر مسلط ہو جاتا ور بولنے لگتا تو سب گھر و ے س کے آگے سر بسجود ہو
جاتے ور اس کے آگے گڑگڑ تے اور اس سے معافیاں مانگتے۔یہ حال دیکھ کر مجھے
اللہ تعالیٰ کا سچا فرمان یاد آ گیا۔

و انہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوھم
رھقا

ترجمہ۔ ور نسانوں میں سے بہت آدمی یسے ہیں۔جو جن لوگوں کی پناہ ور مدد
ڈھونڈتے ہیں۔جس سے ن کی سرکشی ور بھی بڑھ جاتی ہے۔و قعہ مذکورہ بالا جن،
شیاطین ور روح خبیثہ کے ذریعے بت پرستی کے رواج پانے کی یک زندہ مثال
ہے۔ پہلے زمانے میں جب کہ دنیا پیغمبروں کے وجود سے خالی ہو جاتی۔تو جن
شیاطین موقع پا کر لوگوں کو ستا ستا کر ور دکھ پہنچا کر ن سے پنے مجسمے ور مورتیاں بنو
کر پجو تے۔ ور ن مورتیوں ور مجسموں کے ندر یہ جن شیاطین د خل ہو کر پنے
مجاوروں ور پجاریوں کو دھوکے ور فریب کی باتیں بتا کر نہیں پنی پرستش ور
عبادت میں جکڑے رکھتے۔ ور ن سے سخت نارو ور ناجائز مشرکانہ فعل قبیحہ کا
رتکاب کر تے تھے۔چنانچہ پر نے زمانے میں تمام دنیا کے ندر ن روح خبیثہ
نے ظلم وستم کا یک و دھم مچا رکھا تھا۔اور ہر جگہ پنے مندر، تیرتھ ور بت خانے قائم
کر رکھے تھے۔ ور ہر جن، شیطان ور خبیث روح نے پنے نام کا لگ مجسمہ ور
بت بنو یا تھا۔ بلکہ بعض نے پنے نام کے علیحدہ کئی کئی بت قائم کر رکھے تھے۔

ہمارے ہندوستان کے ندر بھی پ نے زمانے میں ن جن ورشیاطین ور روح
خبیثہ کے بے شمار مندر اور تیرتھ تھے۔ ور نہیں بھی شیطان نگریزی ڈیوز
(DEVILS) کے نام سے پکارتے ور پوجتے تھے۔ ہر سال ن کے بڑے
بڑے میلے لگا کرتے ور نہیں خوش کرنے کے ے ن کی دہلیز ور قربان گاہ پر طرح
طرح کے چڑھاوے چڑھائے جاتے۔ حتیٰ کہ بعض سخت قسم کے موذی چڑیل جن
اور شیطان کو خوش اور راضی رکھنے کے ے ہر سال ن کے آگے بے گناہ نسانوں کو
ذبح کر دیتے۔ چنانچہ کلکتہ کی کالی دیوی کا مندر اس معاملے میں مشہور ہے۔ جس
کے گلے میں کسی زمانے میں نسانی سروں کا ہار تھا۔ ہر سال اس کی دہلیز پر نسانوں کو
قربان کیا جاتا تھا۔ جس کو بعد میں نگریزوں نے بند کر دیا تھا۔ آج ن کی بجائے
بکرے ذبح کرے جاتے ہیں۔ ن دیویوں ور دیوتاؤں کی بڑی مہیب ور
ڈراؤنی شکلیں ہی صاف طور پر بتا رہی ہیں کہ یہ جن، شیاطین ور روح خبیثہ ہیں
جنہوں نے جاہل بے دین لوگوں کو ستا کر ن سے پنی مورتیں بنوا ڈالیں۔ ور
سی طرح یک دنیا ن بتوں کی پرستار بن کر شرک میں گرفتار ہو گئی۔

بھارت میں بت گنگ و جمن پوجتا ہے
پوجتی ہے زمیں چرخ کہن پوجتا ہے
اللہ کی پوجا ہے یہاں جرم عظیم
ن مذہبوں کی نگری میں وطن پوجتا ہے

بتوں میں گھس کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے گمراہ کرنے والے جن، شیاطین ور
روح خبیثہ لگ ہیں۔ ور ن کی یک قسم وہ ہے جو آسمانوں کی طرف چڑھ کر حد تک
ملاء اعلیٰ سے خبریں سن لیا کرتے ور پنے رفیق کاہنوں ور ساحروں کو وہ خبریں آ
کر سنا دیا کرتے۔ اور وہ لوگوں کو بعض آئندہ مستقبل کے حالات بتا بتا کر پنی جیبیں
گرم کرتے۔ سی طرح ن ہر دو قسم کے جنات ور شیاطین نے لوگوں کو دین حق ور

توحید سے روک رکھا تھا۔ ور نہیں مشرکانہ و بت پرستانہ قسم کے باطل توہمات ور

جھوٹے معتقدت میں گرفتر ر رکھا تھا۔ قرن کریم میں جن شیطین کا م با سے

غیبی خبریں سن کر لانے کا ذکر متعدد جگہ آیا ہے۔ لیکن پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی

اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے عالم با میں فرشتوں کے پہرے لگ گئے ور آسمانی

رستوں پر جا بجا مدنگہ متعین کر دیے گئے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی وحی ور رسالت کی سچی

ڈاک میں باطل کا کوئی دخل نہ ہو ور خلق خدا کو حق صحیح طور پر معلوم ہو ور باطل بالکلیہ

معدوم ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وانا لمسنا السماء فوجدنها ملئت حرسا شديدا و شهبا و انا كنا

نقعد منها مقاعد للسمع فمن يستمع الان يجد له شهابا رصدا

ترجمہ۔ جنات نے کہا ہم نے بے شک اب تو آسمان کو جا بجا تنو ر پہرے

داروں ور شہاب ثاقب سے بھرپور پایا ہے۔ حالانکہ زمانہ نبوت سے پہلے ہم غیب

کی خبریں سننے کے لیے آسمان کی بیٹھکوں میں چھپ کر بیٹھتے تھے۔ لیکن ب جو کوئی

غیب کی خبریں سننے کے لیے وہاں جاتا ہے۔ تو تاروں کا انگارہ س کی تاک میں

رہتا ہے۔ ور سے لگ کر بھگا دیتا ہے۔

صحیح بخاری میں منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یک روز زمانہ جاہلیت

میں ہم پنے بتوں کے پاس بیٹھے تھے کہ س وقت یک شخص گائے کا بچہ یک بت پر

چڑھاوے ور نذرانے کے طور پر لایا ور س کو ذبح کیا۔ س وقت اس بت کے ندر

سے یک سخت آواز نکلی۔ جو ہم نے س سے پہلے کبھی نہ سنی تھی۔ یہ خاص و عام نے

س آواز کو سنا۔ س آواز سے ڈر کر سب لوگ بھاگ گئے۔ لیکن میں وہاں اس غرض

سے کھڑا رہا کہ دیکھوں یہ کیسی آواز ہے ور کس کی ہے پھر دوسری ور تیسری دفعہ

س بت کے ندر سے میں نے وہی آواز سنی۔ مجھ کو س سے سخت حیرانی ور پریشانی

ہوئی۔ بعدہٗ س بت کے ندر سے یک بولنے والا بولا کہ ے قوت والے یک لیے

کا مظہر ہو ہے۔جس میں بڑے مطب کی بت ہے۔ور یک شخص پکار رکہتا ہے کہ لا ہ لا اللہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔کہ میں نے س کی بت وگوں سے دریفت کیا تو معلوم ہو کہ یک پیغمبر ظاہر ہو جو کہتا ہے لا ہ لا اللہ۔ غرض وہ پہلی سخت چیخ ور پکار اس بت کے ندر کافر جن کی تھی۔جس کو یک مسلمان جن نے مار بھگا دیا تھ۔ ور بعد کی آو ز س فتح مسلمان جن کی تھی۔جس نے بت کے ندر سے بت پرستوں کو توحید ور رسالت کی تلقین کی۔

نقل ہے کہ فتح مکہ کے وقت آنحضرت صلعم نے خالدؓ بن ولید کو تیس سو روں کے ہمر ہ نخلہ کی طرف بھیج۔تا کہ وہں جا کر بت خانہ عزی کو توڑ کر برباد کر دے۔ حضرت خالدؓ نے وہں جا کر بت خانے کو گر دیا ور برباد کیا ور بتوں کو توڑ ڈالا۔جب خالدؓ آنحضرت صلعم کی خدمت میں پہنچے ور بت خانے کو گر نے ور بتوں کو توڑنے کا ذکر کیا۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھ۔کہ ے خالدؓ! وہں تو نے کچھ دیکھا۔خالدؓ نے جوب دیا کہ کچھ نہیں۔تب آں حضرت صلعم نے فرمایا۔کہ پھر تو نے عزی کے بت کو توڑا ہی نہیں۔خالدؓ غصے ہو کر دوبارہ چلے گئے۔جب وہں پہنچے تو تلو ر نکال ور عزی بت کی تفتیش شروع کی۔آخر سے پا لیا۔ور جب سے توڑ تو س میں سے یک سیاہ فام بکھرے بالوں والی، بد شکل ننگی عورت چیختی چلاتی ہوئی نکلی۔جب وہ پس آ کر صورت واقعہ کو خدمت قدس میں عرض کیا تو آپ ؐنے فرمایا کہ عزی یہی تھی جسے ب تو تباہ کر کے آیا ہے۔آئندہ س ملک میں س کی پرستش کبھی نہ ہوگی۔

تعارف

حضرت قبلہ و مخدوم بزرگوار صاحب مصنف کتاب عرفان کا اسم گرامی فقیر نور محمد صاحب سروری قادری ہے۔ آپ کی پیدائش صوبہ سرحد ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک غیر معروف اور دور افتادہ قصبہ کلاچی کے اندر 13-3ھ میں واقع ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام حاجی گل محمد صاحب ہے۔ جو نہایت متقی، زاہد، عابد اور پرہیزگار بزرگ ہوئے ہیں۔ انہیں چار دفعہ حج بیت اللہ شریف اور روضہ شریف کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ علم دین میں پورے عالم باعمل تھے۔ اور فقیر صاحب کی نسبت انہیں کامل حسن ظن اور پورا یقین تھا۔ کہ ظاہر باطن صاحب کمال نکلیں گے۔ چنانچہ اس سلسلے میں انہیں کئی دفعہ خواب کے اندر اور چند کامل بزرگوں کی زبانی بشارتیں اور اشارتیں مل چکی تھیں۔ چونکہ عرفان کے پہلے حصے میں راقم الحروف کے بھائی عبدالرشید خان نے حضرت قبلہ فقیر صاحب کے حالات زندگی پوری تفصیل سے دیئے ہیں۔ لہذا انہیں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقیر صاحب قبلہ نے کتاب عرفان لکھ کر خلق خدا پر اور خصوصاً طالبان مولا پر بڑا بھاری احسان فرمایا ہے اور تشنگان آب زلال زندگی کے لئے گویا چشمہ آب حیات مہیا فرمایا ہے۔ بے شمار خوابیدہ اور غافل قلوب اس کے مطالعہ سے بیدار ہو گئے ہیں اور بہ کثرت گمراہان بادیہ ضلالت سے مشعل راہنما کر طریقت کے راہ مستقیم کے راہرو ہو گئے ہیں۔ اور یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہ ہوگا کہ علم تصوف اور روحانیت میں اس قسم کی معرکۃ الآراء جامع، دلچسپ، معقول، مدلل اور معیاری کتاب نہ آج تک کسی نے لکھی ہے اور نہ لکھ سکے گا۔ کتاب عرفان محض آپ کے روشن دل اور بیدار دماغ سے نکلے ہوئے اور پھوٹے ہوئے بالکل اچھوتے، نئے، نادر اور نایاب معارف اور اسرار کا مجموعہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے اہل مطالعہ کے دل میں اپنے خالق اور مالک کے طلب اور تلاش کا ایک جذبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ اسے اپنے مولائے جلیل لاہوت کا مجنوں اور دیوانہ بنا

دیتا ہے ور ستے تک بے قرار ور بے آرام رکھتا ہے۔ کہ سے پنے محبوب زن سے
مدد دیتا ہے۔ اس کتاب میں قبلہ فقیر صاحبؒ نے تین باتیں یسی نادر ور زن ظاہر کی
ہیں جو آج تک کسی ہل قلم سے نہیں ظاہر ہو سکیں۔ ن میں یک بات تو یہ ہے کہ آپ
نے س کتاب میں یورپ کے جدید علم روحانی یعنی سپر چولیزم پر قلم ٹھایا ہے۔
جس سے آج تک تمام ہل مشرق بالکل غافل ور بے خبر ہیں۔ ور س علم کے
پوشیدہ رز ور مخفی بھید کو پوری طرح بے نقاب ور طشت ز بام کر دیا ہے۔ اور ہل
مشرق کو س سے پہلی دفعہ روشناس کر دیا ہے۔ دوم اس علم کے ذریعے جو سلامی ور
قرآنی حقائق ور پیغمبروں کے دور ز عقل معجزات ور خوارق عادات کو عقل ور نقل
سے ثابت کیا ہے۔ وہ صرف نہیں کا حصہ ہے۔ جنہیں تمام سلیم العقل، منصف مزاج
اصحاب پنے مطالعہ گاہوں میں پڑھ کر داد دیں گے۔ تیسرے آپ نے س
کتاب میں قرآن کریم کی آیتوں ور سورتوں کی معنی لمعنی ور تفسیر التفاسیر جو ور ٹے
نمونہ زخروہ رے پیش کرکے یک یسا قابل فخر کام کیا ہے کہ جس نے قرآن کریم کی
صداقت ور حقانیت کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ ور جس نے قرآن کریم پر اعتراض
کرنے والوں ور بے جا ور ناروا تاویلیں کرنے والوں کو لاجواب کر دیا ہے۔ ور
ب نشاء اللہ قرآن کریم کے کسی منکر ور معترض کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہو سکے گی۔ کہ
قرآن مجید یک بے ربط کلام یا دور ز عقل ور بعید ز قیاس خوارق عادات کا مجموعہ ور
بے لذت ور بے کیف قصوں ور کہانیوں کا مرقع ہے۔ نیز قبلہ فقیر صاحبؒ نے س
کتاب کو محض ناظرین کی دلچسپی ور زدیاد یقین کی خاطر پنے عینی مشاہدات ور
دیدہ تجربات سے اور بھی دلچسپ ور مرغوب خاطر بنا دیا ہے۔ ور اللہ تعالیٰ کی ہستی
کے ثبوت سے لے کر اللہ تعالیٰ کی معرفت، مشاہدے، قرب، وصل، فنا ور بقا کے
تمام مراتب ور مدارج کو یسی خوش سلوبی سے بیان کیا ہے کہ پڑھنے والوں کو کسی
جگہ شک ور شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ غرض دنیائے تصوف ور روحانیت میں عرفان

ایک بے مثل اور بے نظیر کتاب ہے۔ اور انشاء اللہ قیامت تک عرفان گم گشتگان بادیہ ضلالت کے لیے مشعل راہ بنا رہے گا۔ اور مستقیان بحر ظلمات طریقت کے لیے چشمہ آب حیات کا کام دے گا۔ اس کے علاوہ فقیر صاحب قبلہ نے چند اور کتابیں بھی لکھی ہیں جو خاص اور عام لوگوں میں بہت ہی مقبول ہوئی ہیں۔ اور جن کے مطالعہ سے ہزاروں لوگ مستفید اور مستفیض ہوئے ہیں۔ ان میں ایک کتاب حق نما ہے جو حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ کی نہایت نادر و نایاب کتاب نور الہدیٰ فارسی کا اردو ترجمہ مع شرح ہے۔ دوم مخزن الاسرار و سلطان الاوراد اوراد و وظائف اور بزرگان دین کے حالات میں ہے۔ سوم نور الہدیٰ فارسی بھی طبع فرما کر شائع کی ہے۔ چہارم کتاب عرفان کو دو حصوں میں شائع کیا۔ یہ کتابیں شریعت اور طریقت میں اس زمانے کی بہترین اور مفید ترین تصانیف ہیں۔ آخر میں حق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استدعا ہے کہ ان کتب کو جملہ گم گشتگان بادیہ ضلالت کے لیے مشعل راہ، تمام بے بصران کور باطن اور محرومان دیدہ یقین کے لیے نور نگاہ اور سالکان راہ طریقت کے لیے خضر راہ بنائے۔ آمین وما علینا الا البلاغ المبین

والحمد للہ رب العالمین

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید
نسیمے از حجاز آید کہ ناید
سر آمد روزگار ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید

حقیر غلام سرور خان سروری
فرزند قبلہ فقیر صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوہ والسلام علی رسولہ محمد
والہ واصحابہ اجمعین

بعد ا مصنف تصنیف کتاب عرفان فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ کتاب کے پہلے حصے میں ہم اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت سے لے کر ذکر اذکار اور تصورات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب، مشاہدے اور وصل کی دولت لازوال سے مالامال ہونے کے طور طریقے بیان کر چکے ہیں۔ اب ہم یہاں عرفان کے اس دوسرے حصے میں اللہ تعالیٰ کی غیبی لطیف مخلوقات اور باطنی موکلات یعنی جن، ملائکہ اور روح کی حاضرات اور تسخیرات کے آسان اور مجرب طور طریقے بیان کرتے ہیں۔ کہ ان جنود اللہ اور حزب اللہ کو اللہ تعالیٰ کے پاک نام اور مقدس کلام یعنی اوراد وظائف اور قرآنی آیات کے عملیات اور دعوات کے ذریعے کس طرح حاضر کر کے مطیع اور منقاد کیا جاتا ہے۔ اور ان سے کیونکر عام امر میں کام اور استمداد لیا جاتا ہے۔ عرفان کا پہلا حصہ فقر و سلوک اور تصوف کا گویا علمی حصہ ہے۔ اور یہ دوسرا عملی حصہ ہے یا دوسرے لفظوں میں اول سب جیکٹو (Subjective) اور انٹلکچول (INTELLECTUAL) پارٹ ہے۔ اور دوسرا آبجیکٹو (O B J E C T I V E) اور پریکٹیکل پارٹ (PRACTICAL PART) ہے۔ یہ اس لیے کہ دنیا میں جس وقت اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو اپنی مخلوقات کی ہدایت اور تبلیغ پر مامور فرماتا ہے تو انہیں اور ان کے پیروؤں کو ظاہری اور باطنی اور مادی و روحانی اسلحہ اور ہتھیاروں سے مسلح کیا جاتا ہے تاکہ ان ہتھیاروں کے ذریعے وہ اہل باطل یعنی کافروں، منافقوں، مشرکوں اور فاسقوں و فاجروں کا مقابلہ کر سکیں جو اللہ تعالیٰ کے

نور کو دنیا سے مٹانا اور بجھانا چاہتے ہیں قولہ تعالیٰ

يريدون ليطفئوا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو كره الكافرون

کافر چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا ڈالیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کامل اور مکمل کرنے والا ہے۔ اگرچہ کافروں کو یہ بات بری اور ناگوار گزرے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اہل حق کے اس نوری مشن کو مٹانے اور اس میں روڑے اٹکانے کے لیے شیطان اپنے باطل کے ظلماتی اور ناری جنود ابلیس کو اکٹھا کر دیتا ہے۔ لیکن نور حق کے سامنے ظلمت باطل کی کیا مجال ہے۔ کہ قائم اور برقرار رہ سکے۔ بلکہ حق کے مقابلے میں باطل ہمیشہ راہ فرار اختیار کرتا ہے قولہ تعالیٰ

قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

ترجمہ کہہ دو اے میرے نبی! اب تو نور حق آ گیا ہے اور ظلمت باطل بھاگ گئی ہے تحقیق باطل کی ظلمت تو اب حق کے سامنے سے بھاگنے اور مٹنے والی چیز ہے۔

بہت مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

جنود ابلیس اور حزب الشیطان کے مقابلے میں ہمیشہ جنود اللہ اور حزب اللہ مقابل اور صف آرا رہتے ہیں۔ اور ہمیشہ اہل حق حزب اللہ کی فتح ہوتی ہے۔ اور وہ اہل باطل حزب الشیطان کا مغز توڑ کر انہیں تہس نہس کر دیتے ہیں قولہ تعالیٰ

بل نقذف بالحق على الباطل فيدمغه فاذا هو زاهق

ترجمہ بلکہ پھینکتے ہیں ہم حق کو بطل کے وپر پس وہ توڑ دیتا ہے اس کا سر، وہ فوراً مٹ جتا ہے۔ سو ہر زمنے میں ہل حق یمن دروں ور ہل بطل بے دینوں کے درمیان مقبے ور مقتے ہوتے چلے آ ے ہیں۔ چنانچہ ن ظاہری مقتوں ور مادی مجہدوں کے حالت ور کارناموں سے مذہبی، تاریخی ور آسمانی کتبیں بھری پڑی ہیں۔ ور ہر شخص ن سے و قف ور آگاہ ہے۔ لیکن اس کے علاوہ ہل حق ور ہل بطل کے درمیان یک غیبی بطنی ڑلی ور روحانی جنگ بھی جاری رہتی ہے۔ جس سے ظاہر بین مادی عقل و ے بلکل بے خبر ور نا و قف ہیں۔ کیوں کہ یہ بطنی مقاتلہ ور مقبہ ظاہری عقل ور مادی حوس سے مخفی ور پوشیدہ ہے۔ ور ہم یہاں پ ن غیبی ور بطنی طیف مخلوق کے وجود کو ہر دو عقلی ور نقلی دلائل سے ثابت ریں گے ور ہل بطن جنود الشیطان کے مقبے میں ن کے بطنی جنگی کارنامے بیان ریں گے۔ ور دیدہ تجربت ور عینی مشبدت سے ں پر روشنی ڈ لیں گے۔

چنانچہ قرآن ریم میں پیغمبر خد ور آپ ﷺ کے صحبہ کرم کی مدد کے سے کافروں سے جنگ و جدل کے وقت آسمان سے مدئکہ یعنی فرشتوں کے نازل ہونے ور مسلمنوں کے دوش بدوش کافروں سے ڑنے کے حالت اور و قعات بہت جگہ مذکور ہیں۔ اس کے علاوہ ور غیبی طیف غیر مرئی مخلوق بھی سلم کے تبلیغی مشن ور جنگی کارناموں میں شریک حصہ دار رہی ور ہل بطل سے برسرِ پیکار رہی۔ جن کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جنتا ہے تو تعالیٰ وما یعلم جنود ربک الا ھو ور تیرے رب کے غیبی لشکروں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی پوری طرح جنتا ہے۔ ور ن تمام غیبی طیف مخلوق یعنی جن مدئکہ ور روح کی حاضرت ور تسخیرت اللہ تعالیٰ کے پاک نام ور اس کے مقدس کلام سے کی جاتی ہے۔ آج کل موجودہ زمنے میں قرآن ریم ہی یک یسی کتاب ہے جسے صحیح طور پر آسمانی کتاب ور اللہ تعالیٰ کا غیر مخلوق کلام کہا جا سکتا ہے۔ جو آج تک اپنے اصلی طور پر ور صحیح صورت میں بغیر کسی تحریف

ور تصریف کے ہمارے پاس موجود ہے۔ ور جس کے نزول ور تلاوت میں وہ غیر مخلوق نور مستور ہے کہ گر س کا نور سنگین پہاڑ پر نازل ہو تو پہاڑ مارے خوف کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے تو۔ تعالی

لو انزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته خاشعا متصدعا من خشية الله سو

قرآن کی یہ یک ذتی فطری ور قدرتی صفت ور خاصیت ہے کہ جس وقت وہ پاک ور طیب وجود ور طاہر زبان سے د ہوتا ہے تو اس کی تلاوت سے یسا نور پید ہوتا ہے کہ جس کی شمع جمال پر تمام ظاہری و باطنی مخلوقات خصوصاً جن، ملائکہ ور روح پروانوں کی طرح گرتی ہیں۔ ور اس کے امر ور حکم کی تعمیل کے لیے دوڑتی ہیں۔ ور سر تسلیم خم کرتی ہیں تو۔ تعالیٰ

و سخر لكم ما في السموت و ما في الارض جميعا منه

ترجمہ ور اللہ تعالیٰ نے مسخر کر دیا ہے تمہارے لیے جو کچھ سمانوں ور زمین کے ندر ہے تمام س کے ذریعے حضرت علامہ قبال صاحب فرماتے ہیں

تو برنخل کلیمے بے محابا شعلہ ریزی
تو بر شمع یتیمے صورت پروانہ آئی

گر قرآن اللہ تعالیٰ کی غیر مخلوق وقدیم نوری کلام ہے تو س کا نزول ور تجلی حسب کل کائنات کی ہر قسم کی مخلوقات یعنی جمادات، نباتات، حیوانات، انسان و جنات، ملائکہ اور روح کی طرف ہے۔ ور ہر چیز میں س کا کلام حکم اور امر جاری وساری ہے۔ ور ہر شے س کے مر ور حکم کے متبع ور منقاد ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کے نام ور کلام کے نور سے عالم غیب ور عالم شہادت کی ہر چیز کی حاضرات ور تسخیرات کی جا سکتی ہے۔ جسے علم دعوت کہتے ہیں۔ جس کے ذریعے عالم غیب کی لطیف مخلوقات مثلاً جن، ملائکہ ور روح کی حاضرات کر کے ان سے تمام مشکل مہمات میں مدد لی

جاتی ہے۔ غرض علم دعوت و روحانیت کی حاضرات و تسخیرات کا علم مسلمانوں کا
اصلی قدیم ورثہ اور پرانا ترکہ ہے۔ اور یہی وہ قدیم روحانی اسلحہ اور باطنی ہتھیار
ہے۔ جس کے ذریعے مسلمانوں نے تمام دنیا کو تھوڑے عرصے میں مسخر اور زیر نگیں کر
لیا تھا۔ آج دنیا میں مسلمان صرف اس لئے محکوم و مغلوب اور ذلیل و خوار ہیں کہ وہ
اپنے اصلی دینی دولت اور اپنے روحانی ہتھیار کھو بیٹھے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

ولا تھنو ولا تحزنو وانتم الاعلون ان کنتم مومنین

ترجمہ اے مومنو! ناامید مت ہو اور نہ غم کرو تم ہی دنیا میں سربلند اور غالب رہو
گے۔ بشرطیکہ تمہارے اندر نور ایمان ہو۔ اور تمہارے پاس باطنی ایمانی طاقت ہو۔
جب تک مسلمانوں میں نور ایمان، باطنی قوت اور روحانی طاقت رہی اور مسلمان
بادشاہوں کی پشت پر روحانی لوگ یعنی اولیاء اللہ رہے۔ مسلمان ہر میدان میں اور
ہر ملک میں کفار کے مقابلے میں غالب رہے۔ یہاں تک کہ شیر اسلام تمام ایشیا دنیا
پر چھا گیا اور تمام مادی حکومتیں اور ظاہری سلطنتیں عام جانوروں کی طرح ہر جگہ شیر
اسلام سے لرزہ بر اندام رہیں۔ افسوس مسلمان اپنے اصلی موروثی فن اور علم سے
بالکل تہی دست ہو گئے ہیں۔ عموماً تمام عالم اسلام میں مسلمانوں کی کوئی ایسی انجمن یا
سوسائٹی نہیں جو اصلی معنوں میں صوفی اور روحانی کہلانے کی مستحق ہو۔ جو علم
روحانیت کے ہر دو علمی اور عملی پہلوؤں پر ترقی کر کے تجربے اور مشاہدات حاصل
کرتی ہو۔ ہاں نام کے بہت سی دکاندار رسمی اور رواجی صوفی بے شمار ہیں۔ جنہیں
تصوف اور روحانیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ بس خان پدرم سلطان بود کے بل
بوتے پر اور اپنے باپ دادا کی قبروں پر روضے بنا کر اور سجادگی کا جال بچھا کر مرغان
سادہ لوح کی طرح احمق مریدوں کو خوش فہم تسلیوں میں پھنسائے رکھتے ہیں۔ اور
ان کے مال جان اور ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ برخلاف اس کے یورپ کے لوگ
جو ہر طرح سے بیدار اور منظم ہیں۔ ان کے ہاں ہر قسم کے علوم و فنون کے باقاعدہ

ورے، خاص انجمنیں ور منظم سوسائٹیاں ہیں۔ ور جملہ امر ء ور کابر قوم ہر مفید
فن اور کارآمد علم کی ترقی اور توسیع میں کوشاں ہیں۔ ور ن علوم ور فنون کے ماہرین
ور ماہرین کی مدد کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ حکومت بھی یسے برگزیدہ ور چیدہ شخاص کی
ہر طرح سے پشت پناہی ور حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ ور یہی وہ چیز ہے جس نے
مغرب کو بام عروج کے فلک افلاک پر پہنچا دیا ہے۔ ور کی ہمدردی، تنظیم ور اتحاد
میں ن کی ترقی ور کامیابی کا راز مضمر ہے۔

افسوس کہ ہماری قوم میں گر کوئی باکمال شخص پیدا ہو جائے تو قوم کا ہر فرد اس
سے حسد کرتا ہے۔ اور سب لوگ اس کی دشمنی ور عداوت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔
ور س کے کام ور مشن میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ پنے
موروثی علم ور روحانیت کو پنائیں۔ باقاعدہ انجمنیں ور سوسائٹیاں قائم کریں ور س
کے لیے ہر قسم کا لٹریچر مہیا کریں۔ حتیٰ کہ س علم کے حصول کے لیے گر غیر ممالک
میں بھی جانا پڑے تو پنے چیدہ ور قابل شخاص کو وہاں بھیج کر س علم کو عملی طور پر
حاصل کر کے سے پنے ملک میں شائع کریں۔

جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اطلبو العلم ولو کان بالصین ترجمہ
طلب کرو علم گرچہ س کی طلب میں چین تک جانا پڑے

الحکمۃ ضالۃ المومنین فاطلبہا ولو کان عند الکافر

ترجمہ حکمت مومنوں کی گمشدہ متاع ہے پس سے تلاش کر کے حاصل کرو۔
گرچہ کسی کافر کے پاس سے ہی ملے۔ گر مسلمانوں نے س طرف قدم ٹھایا تو
نشاء اللہ وہ تھوڑے عرصے میں جن، شیاطین ور سفلی روح تو کیا پاک نوری مخلوق
یعنی مومن جن، ملائکہ ور مومن نسان ولیاء اللہ ور نبیاء کی مقدس روح کی
حاضرات کر کے ن سے یسے حیرت نگیز کام لیں گے جن سے وہ دوبارہ پنی کھوئی
ہوئی عظمت حاصل کر لیں گے۔

حضرت سلیمن عیہ سہم نے ملکہ سبا یعنی شہزدی بلقیس کو پنے زیر فرمن بنانا چہ

تو نہوں نے کس طرح س سے پنے روحانی وہ منویہ۔ ور پنی بطنی بدشہی ور غیبی

شکر کا یقین دا کر سے پنے مرید، معتقد ور خر میں مسمن بنایہ۔ چنانچہ سیمن عیہ

سہم نے پہے پنا یک حکم نامہ یک غیبی موکل ہدہد کے ہاتھ یسی حت میں س کی

طرف پہنچیا جب کہ وہ پنے در خلافہ شہر سبا کے ندر سو رہی تھی۔ ور ردگرد یسے

سخت پہرے لگے ہوئے تھے کہ کسی پرندے کا بھی وہں گذرنے کا مکن نہ تھا خط کا

مختصر مضمون یہ تھا۔

انه من سليمان وانه بسم الله الرحمن الرحيم ان لا تعلو علی وا

توني مسلمين

ترجمہ یعنی یہ خط خد کے پیغمبر سیمن کی طرف سے ہے ور سے اللہ تعالی رحمن

ورحیم کے نام کی طقت سے بدشہی حصل ہے جس کا مقبہ کرنا دی طقت

و لے بدشہوں کا کام نہیں۔ س سے منسب یہی ہے کہ تم مجھ پر پنی برتری ور

بہتری کا خیل ترک کرکے میرے پس مطیع فرمن ور مسمن بن کر جاؤ۔ بلقیہ

بلقیس نے سیمن عیہ سہم کا یہ عجیب وغریب خط پڑھتے ہی پنے میروں ور

وزیروں کو جمع کیا۔ ور ن سے مشورہ کیا کہ میرے پس سیمن پیغمبر کی طرف سے

کتب کریم یعنی بڑی عزت ور شن و لا خط موصول ہو ہے جس کے ذریعے

نہوں نے ہم کو دین سہم کی طرف دعوت دی ہے۔ ب تمہری س برے میں کیا

رئے ہے۔ خط و لے کی بطنی طقت ور روحانی عظمت س خط ور س کے غیبی طور

پر پہنچنے کی عجیب وغریب نوعیت سے نمیاں تھی۔ کیوں کہ وہ یک معمولی خط نہ تھا جسے

نظر ند ز کر دیا جاتا۔ چنانچہ دربار میں اس معاملے پر خوب بحث وتمحیص ہوئی ور

مختلف آر ء دی گئیں۔ س زمانے میں یمن کے علاقہ سبا ء میں ملکہ بلقیس کی بڑی

وسیع ور عظیم شن سلطنت تھی۔ وہ وگ سورج دیوتا کی پرستش کیا کرتے تھے۔ آخر

دربار کے امراء و وزراء نے متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی کہ

نحن اولو قوۃ و اولو باس شدید والامر الیک فانظری ماذا

تامرین

یعنی ہمارے پاس بڑی زبردست فوجی طاقت ہے جس کے ذریعے اطراف عالم میں لوگوں کے دلوں کے اندر ہمارا خوف و ہراس چھایا ہوا ہے۔ اسے ہماری ملکہ! حکومت کی باگ ڈور تیرے ہاتھ میں ہے۔ اب تو خود سوچ سمجھ کر اپنا آخری فیصلہ ظاہر کر کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ملکہ بلقیس نے اپنی رائے یوں ظاہر کی

ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ و

کذالک یفعلون

چنانچہ اپنی اس رائے میں ملکہ نے جنگ و جدال اور خون ریزی سے یہ کہتے ہوئے پہلو تہی کیا کہ ہمیشہ سے دنیاوی بادشاہوں کا یہی وطیرہ اور طریقہ چلا آیا ہے کہ جب انہیں اپنے مخالف فریق پر فتح اور غلبہ حاصل ہو جاتا ہے وہ ان کے ملک پر چڑھ دوڑتے ہیں۔ اور اسے جنگ بہ مقام میں تاخت و تاراج کو تہ و بالا کر دیتے ہیں۔ یعنی جنگ کا نتیجہ بنی نوع انسان کی تباہی اور بربادی کے سوائے اور کچھ نہیں ہوتا ساتھ یہ بھی کہا وانی مرسلۃ بھدیۃ فنظرۃ بم یرجع المرسلون یعنی میں سلیمان علیہ السلام کو کچھ تحفے تحائف بھیج کر راضی کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔ کیونکہ اکثر دنیا کے حریص بادشاہ ان باتوں سے خوش اور مطمئن ہو جایا کرتے ہیں۔ لیکن میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ پیغمبر آخر کس بات کے خواہاں ہوتے ہیں۔

فلما جاء سلیمان قال اتمدون بمال فما اتنی اللہ خیر مما اتکم

بل انتم بھدیتکم تفرحون ارجع الیھم فلنا تینھم بجنود لا قبل لھم

بھا ولنخرجنھم منھا اذلۃ وھم صاغرون

ترجمہ جب سلیمان علیہ السلام کے پاس بلقیس کے قاصد تحفے تحائف لے کر

پہنچے تو سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ تم لوگ مجھے اپنے مال کا لالچ دیتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو باطنی دولت مجھے بخشی ہے وہ دنیا کی تمام مادی دولت سے بدرجہا بہتر ہے۔ یہ تم ہی ہو جو اس قسم کے مادی تحائف سے خوش ہوتے ہو۔ اپنے یہ تحائف واپس لے جاؤ۔ اگر تمہاری ملکہ مسلمان اور مطیع فرمان ہو کر میرے پاس آتی ہے تو ٹھیک ورنہ میں ایسے ظاہری اور باطنی لشکر کے ساتھ تمہارے ملک پر چڑھائی کروں گا۔ جس کے مقابلے کی تاب تمہیں ہرگز نہ ہوگی۔ اور میں تمہیں ذلیل و خوار کر کے اس ملک سے نکال دوں گا۔ چنانچہ جب قاصدوں اور ایلچیوں نے واپس آکر اپنی ملکہ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی ظاہری و باطنی سلطنت اور پیغمبری شان و شوکت کا حال سنایا تو بلقیس پر آپ کی نبوت اور صداقت کھل گئی۔ اور مزید تحقیقات اور اطمینان خاطر کے لئے خود بہ نفس نفیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس اس قسم کی کوئی غیر مرئی غیبی طاقت ضرور موجود ہے جو آنکھوں سے اوجھل کسی چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ غیر ظاہری اسباب کے بطور اپورٹس (APPORTS) ایک دم میں پہنچا سکتا ہے۔ جیسے کہ اس نے اپنا خط اسی غیبی مرئی طاقت سے مجھ تک پہنچا دیا تھا۔ سو اگر سلیمان علیہ السلام کوئی بڑی بھاری چیز بھی اسی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ لا کر رکھ سکتا ہے تب تو وہ ہمارے خزانوں اور سامان حرب پر آسانی سے قبضہ کر سکتا ہے۔ پس ایسے زبردست روحانی طاقت والے پیغمبر کا مقابلہ کرنا ہماری مادی طاقت سے بالاتر ہے۔ دوسری طرف حضرت سلیمان علیہ السلام نے فوراً ملکہ بلقیس کے سنہری تخت کو جو کئی سو من وزنی تھا۔ اپنے پاس اٹھا کر لانے کا بندوبست کیا تھا اور ملکہ بلقیس ابھی راستے ہی میں تھی کہ آپ نے اپنے موکلوں اور مصاحبوں کو حاضر کر کے ان سے دریافت کیا کہ

یایها الملاء ایکم یاتینی بعرشها قبل ان یاتونی مسلمین

ترجمہ: حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اے میرے دانشمند اور ہنرمند مصاحبو! تم

میں سے کون ہے جو ملکہ بلقیس کے تخت کو ن کے یہاں مسلمان ور مطیع فرمان ہو کر پہنچنے سے پہلے میرے سامنے پیش کر دے۔

قال عفریت من الجن انا اتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک و انی علیہ لقوی امین

ترجمہ ان مصاحبوں میں سے یک عفریت نامی جن سردار تھا۔ س نے کہا پیشتر س کے کہ آپ پنی جائے نشست سے ٹھ کھڑے ہوں میں وہ تخت لا کر حاضر کر دوں گا۔ ور مجھے س قدر طاقت حاصل ہے۔ ور میں س بات کا بھی ضامن ہوں کہ میں اس تخت کے زر و جواہر میں کسی چیز کی خیانت نہ کروں گا۔

وقال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک

ترجمہ اس کے بعد آپ کے یک مصاحب (آصف برخیا) جس کے پاس آسمانی کتاب کی دعوت کا علم تھا، کہا کہ میں طرفۃ العین یعنی آنکھ جھپکنے کے ندر وہ تخت حاضر کر دوں گا۔ الغرض وہ تخت طرفۃ العین میں آپ کے پاس حاضر کر دیا گیا۔ آپ نے اس تخت کو پنے پاس س قدر سرعت سے حاضر ہوتے دیکھ کر فرمایا ھذا من فضل ربی لیبلونی ء اشکر ام اکفر یعنی یہ میرے رب کا محض فضل ہے کہ مجھے آزمائے کہ آیا میں س کی نعمت کا شکریہ دا کرتا ہوں یا کفران نعمت کرتا ہوں۔

غرض جب وہ تخت آپ کے پاس آ گیا تو آپ نے فرمایا

نکروا لھا عرشھا ننظر اتھتدی ام تکون من الذین لا یھتدون

یعنی س کے جواہرات وغیرہ تار کر س کی ہیئت ذرا تبدیل کر دو۔ کیوں کہ ملکہ بلقیس ہماری روحانی طاقت آزمانے آ رہی ہیں۔ ہم س کی مادی عقل کا امتحان لیتے ہیں۔ کہ آیا وہ پنے تخت کو بھی جس پر وہ تنی مدت بیٹھتی رہی ہے پہچان سکتی ہے یا نہیں۔

فلما جاءت قیل اھکذا عرشک قالت کانہ ھو و اوتینا العلم من

قلها وكنا مسلمين

ترجمہ پس جب بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئی۔ اور اپنے تخت کے قریب آئی گئی تو بلقیس کے مصاحبوں میں سے ایک نے تخت کو دیکھ کر بلقیس سے کہا یہ تو آپ کے تخت ہی کی طرح ہے۔ بلقیس نے متحیر ہو کر جواب دیا بلکہ یہ تو وہی نظر آتا ہے۔ بعدہ بلقیس سلیمان علیہ السلام کی روحانی طاقت کو مانتے ہوئے اور آپ کی فوق الفطرت پیغمبرانہ قوت کو تسلیم کرتے ہوئے کہنے لگی کہ ہمیں پہلے بھی اس بات کا علم تھا کہ سلیمان علیہ السلام واقعی خدا کا پیغمبر ہے اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی روحانی غیبی طاقت ہے اور ہم اسے تسلیم کرتے ہیں۔

دوسری آزمائش حضرت سلیمانؑ نے ملکہ بلقیس کی یوں کی۔ کہ آپ کے مصاحب اسے ایک محل میں فروکش کرنے کے لئے لے گئے۔ جب ملکہ اس محل کے صحن میں پہنچی تو اس کا فرش ایسے صاف و شفاف بلوری زجاج کا بنا ہوا تھا کہ بالکل پانی کا ایک حوض معلوم ہوتا تھا۔ جب بلقیس اس فرش پر سے گذرنے لگی تو اس نے اسے پانی کا حوض سمجھ کر اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اوپر کھینچ لیا۔ تب حضرت سلیمان علیہ السلام کے مصاحب اس کے عقل کی کوتاہی پر ہنس پڑے اور وہ کھسیانی سی ہو لی چنانچہ قرآن کریم نے یہ واقعہ یوں بیان کیا ہے۔

قيل ادخلي الصرح فلما راته حسبته لجة وكشفت عن ساقيها قال انه صرح ممرد من قوارير قالت رب اني ظلمت نفسي و اسلمت مع سليمن لله رب العلمين

ملکہ بلقیس اپنی مادی عقل کی کوتاہی اور پیغمبروں کی عقل کل کے کمال کی برتری کا اعتراف کرتے ہوئے کہنے لگی کہ اني ظلمت نفسي یعنی میں نے سلیمان علیہ السلام کا امتحان لینے سے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔ کیونکہ مجھے خود شرمندہ ہونا پڑا۔ اور اب میں آپ کے ہاتھ پر اسلام لا کر اپنے رب العالمین پر ایمان لائی ہوں کہ بے

شک وہ اپنے واحد پاک خدا کا سچا پیغمبر ہے۔

افسوس ہمارے زمانے کے نیچر مزاج علماء نے اس قسم کی خوارق عادات اور قرآنی حقائق کی بہت ناروا تاویلیں کی ہیں اور انہیں اپنے مادی خام خیالات کے ساتھ تطبیق دینے کے لئے توڑ مروڑ کر کچھ کا کچھ بنا کر رکھ دیا ہے۔ لیکن ہم ان مادہ پرست اندھے علماء کو ان کے جدید مجدد یورپین مادہ پرست علماء کے آج کل کے نظریات، علمی مشاہدات اور دیدہ تجربات کے ذریعے تمام قرآنی خوارق عادات اور معجزات ثابت کر کے دکھائیں گے۔ جن کے علوم اور فنون کے یہ لوگ خوشہ چین ہیں۔ سو ہم نے سلیمان علیہ السلام اور ملکہ بلقیس کا قصہ آیات قرآنی سے مفصل اسی غرض کے لئے بیان کر دیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تمام پیغمبروں میں سے فن تسخیرات جنات میں بے مثل اور یکتائے روزگار ہو گزرے ہیں۔ آپ ﷺ نے جس طرح جنات کو مسخر اور قید کیا تھا اور آج تک کسی نے ایسا نہیں کیا۔ اور نہ ہی کر سکے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی یہ استدعا اس بات پر شاہد ہے۔

قال رب اغفر لی وهب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی انک انت الوهاب

یعنی آپ نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! مجھے ایسی سلطنت اور حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو۔ تو بے شک بہت بخشنے والا ہے۔ عاملین اسم یا وہاب کا عمل اسی قسم کی تسخیر کے لئے کیا کرتے ہیں۔ اور واقعی اس سے تسخیر کا زبردست عمل جاری رہتا ہے۔ بشرطیکہ کسی عامل کامل کی نگرانی اور اجازت سے یہ عمل کیا جائے۔ حضرت سرور کائنات ﷺ کا رات کے وقت ایک جن کو پکڑ لینا اور بلحاظ حضرت سلیمان علیہ السلام کے رہا کر دینا۔ یہ حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔

بات یہ ہے کہ آج کل یورپین سپر چولسٹس اپنے حلقوں میں جن، شیاطین اور مختلف ارواح کی حاضرات کر کے ان سے بہت قسم کے کام لیتے ہیں چنانچہ ان میں سے

یک علم پورٹس (APPORTS) کا ہے ور وہ یہ ہے کہ وگ پنے حلقوں کے
ندر جن روح (SPIRITS) کو حاضر رتے ہیں ن کے ذریعے وہ عینہ سی
طرح دور کی چیزیں منگو تے ہیں۔ جس طرح سیمان علیہ سلام نے ملکہ بقیس کا
تخت منگو یا تھ۔ چنانچہ یورپین سپر چولسٹس کے نزدیک (APPORTS) یک
بہت معموی بت ہے۔ یعنی روح بہت دور کی چیزیں ٹھ کر بند کمروں کے ندر کر
پیش ردیتی ہیں ور ندر سے بعض چیزیں ٹھ ر بہر ے جاتی ہیں۔ وضح ہو کہ
یورپ کے سپر چولسٹس کے پس پورٹس کا نہیت معموی قسم کا عمل ہے جس کے
مقبے میں سیمانؑ کے پورٹس (APPORTS) کا مظاہرہ نہیت حیرت نگیز
تھ کہ کئی سو من کے تخت کو طرفۃ عین میں سینکڑوں میل کی مسفت سے ا ر پیش ر
دیا گیا۔ ور اس حیرت نگیز کارنامے سے ملکہ بقیس کو ور س کی ا کھوں مشرک
آفتب پرست رعیا کو موحد ور مسمان بنایا۔

مسمان گر خوب غفلت سے ٹھ ر پنے موروثی علم روحانیت کو پنا لیں۔ ور
شیر سلام گر پنے دینی دنتوں ور روحانی ناخنوں سے مسلح ہو جائے تو دنیا و آخرت
ہر دو کی بدشہت ور سلطنت س کے قدم چومے گی۔ لیکن افسوس کہ شیر سلام پنے
قدرتی ہتھیروں سے محروم کر دیا گیا ہے۔ ور وہ یورپ کے مادی گدھوں کے
مقبے میں مادی حاقت کی دولتیاں چل رہا ہے۔ بھلا شیر پنے زم بے ناخن پنجوں
سے گدھے کے تخت آہنی سموں کا مقبلہ رنے میں سوائے پنا سر پھوڑنے کے ور کیا
ر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ کی دور ندیش ور دانش مند حکومتیں بتدء سے
بے رتج تک شیر سلام کو پنے دینی دانتوں ور روحانی ناخنوں سے محروم ر کے
بے دست و پا بناتے چلے آئے ہیں۔ ور جب بھی دیکھتے ہیں کہ یہ شیر تقاضائے
فطرت سے پھر نئے دنت ور ناخن نکالنے لگ گیا ہے۔ ن کے سیسی پوسہات ور
پولیٹیکل نگرن ن کے نئے روحانی دنت ور ناخن پنے مضبوط زنبوروں ور

زبردست ہتھوڑوں سے جلدی توڑ مروڑ ر رکھ دیتے ہیں۔

ہل یورپ کا سیسی فہم اور فرست ور پولیٹیکل دوبینی د دینے کے قبل ہے۔ ن کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ جس طرح بن پڑے مسلمانوں کو پنی صلی دینی بصیرت ور روحانی ہتھیروں سے عاری ور محروم رکھ جئے۔ نہیں کامل یقین ہے کہ گر شیر سلام پھر پنے دینی دنت ور روحانی ناخن حاصل کر چکا۔تو پھر ہم مادی حیون کہیں کے نہیں رہیں گے۔ کیوں کہ نہیں معلوم ہے کہ گر مسلمان پنے خد کے سچے خادم بن گئے ور ن کا خد ن کے ساتھ ہو گیا تو وہ قادر قدیر ذت بابیل پرندوں سے ہولی جانوروں ور ن کی کنکریوں سے یٹم بموں کا کام لینے لگ جئے گا۔ نہیں چھی طرح یاد ہے کہ مسلمانوں کے خد نے نمرود مردود کے زبردست جرار لشکر کو ناچیز مچھروں سے ہلاکت کے گھاٹ تار دیا تھا۔ نہیں خوب معلوم ہے کہ فرعون کے لاکھوں فوجیوں کی تیز تلوروں ور چمکدار نیزوں ور ہامان کے زبردست ساز و سامان ور تدبیروں کے مقابلے میں یک اسرئیلی فرویش موسیٰ کے عصائے چوبیں نے کیا کارہائے نمایاں سر نجام دیئے۔ اور س طرح یک زبردست بادشاہ کو پنے لاؤ لشکر سمیت آب ونگل کے ندر تہس نہس کر دیا تھا۔ غرض مسلمانوں کی آسمانی طاقت کی ہیبت آج تک ن کے دلوں پر چھائی ہوئی ہے ور شیر سلام کی خوفناک اور مہیب گرج ن کے دماغوں میں آج تک گونج رہی ہے۔ ہذ وہ ہمیشہ سے مسلمانوں سے ان کی دینی دولت ور روحانی ہتھیار چھین لینے کے در پے رہے ہیں۔ چنانچہ ہم پنے س خیال کی تائید میں یک چھوٹا سا وقعہ بطور مشتے نمونہ زخروارے ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ شاید مسلمان س سے عبرت حاصل کریں ور پنے نجام کی فکر کریں۔

وقعہ یہ ہے کہ مرحوم محمد علی پاشا والے مصر کے زمانے میں مصر کے طالب علم مغربی علوم وفنون سیکھنے کی خاطر فرنس جایا کرتے تھے ور ن کے ہمراہ چند شیخ یعنی

مذہبی رہنما اور روحانی پیشوا بھی بھیج دیے جاتے تھے جو انہیں ساتھ ساتھ دین کی تعلیم اور روحانی تلقین بھی کیا کرتے تھے۔ تاکہ مصری طالب علم مغربی تعلیم سے متاثر ہو کر الحاد اور دہریت کی طرف راغب نہ ہو جائیں۔ ایک دفعہ فرانس میں ایک اخبار کے نامہ نگار نے صبح ایسے وقت میں جب کہ ہر جگہ برف پڑی ہوئی تھی ایک مصری طالب علم کو وضو کے لیے پانی کی تلاش میں پھرتے دیکھا کہ وہ برف کو توڑ کر وضو کر رہا ہے۔ وہ یہ حالت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ چنانچہ اس نے دوسرے روز فرانس کے ایک اخبار میں اس قسم کا ایک مضمون لکھ مارا کہ اگر مصری نوجوانوں کا جذبہ دینی کی یہ حالت رہی تو عنقریب مصر تمام یورپ کو غلام بنالے گا۔ ایسے عزم کی نظیر اور استقلال کی مثال یورپ میں نہیں مل سکتی۔ یہ وہ عزائم ہیں جو پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہلا دیتے ہیں۔ اور ملکوں کو زیر و زبر کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد مصری طلبہ کے ہمراہ مذہبی شیوخ اور روحانی رہنماؤں کے بھیجنے کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

غور و فکر کا مقام ہے کہ یورپین لوگ مسلمانوں کی مذہبی اسپرٹ اور روحانی قوت سے اس قدر خائف اور ہراساں ہیں کہ دن رات ہمارے مذہبی عمل اور روحانی احوال پر کڑی نگرانی رکھتے ہیں۔ کیونکہ مذہبی جذبہ اور روحانی جوش ہی وہ اصلی جوہر ہے جو مسلمانوں کو ترقی کے معراج پر پہنچانے والا ہے۔ مغرب خود تو مدتوں سے دنیوی حرص و آز میں نیز روحانی احساس اور مذہبی اسپرٹ کھو چکا ہے۔ اس کے سینے کی انگیٹھی میں مذہبی آگ کی آخری چنگاری بھی بجھ چکی ہے۔ اور صرف برائے نام رسمی و رواجی طور پر مذہب کی رکھی ہی پڑی ہوئی ہے۔ جو کبھی کبھار گرجوں کے اندر پادریوں کے خشک وعظ کی پھونکوں اور آرگن باجوں کی چوں چوں سے اڑتی ہوئی اور دیکھنے والوں آنکھوں کو ٹمٹماتی مرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس کے خلاف مسلمانوں کی غفلت اور مخالف جھنڈوں سے اگرچہ مسلمانوں کے سینوں کی انگیٹھیاں سرد پڑ چکی ہیں۔ لیکن ان کے قلوب کے کونوں میں ایمان کی آخری چنگاری ابھی تک دبی

پڑی ہے۔ کہ جب کبھی سے علمائے حامیین کے پند و نصائح یا فقرء کاملین کی موفق
ہو کا جھونکا پہنچتا ہے۔ وہ چنگاری فور بھڑک ٹھتی ہے۔ ور ن کے سینے کی
نگیٹھیں گرم ور دوں کے تش د ن روشن ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ مسلمان گرچہ
سی سی صورت میں مدت سے محکوم ور مغلوب ہے ور قتصادی طور پر مفلس ور
مفلوک ہوگیا ہے۔ لیکن جب بھی س کے سامنے سلام کے نام پر کٹ مرنے یا اللہ
ور س کے رسول ﷺ کے ناموس پر جان عزیز کی بازی لگانے کا سول آیا ہے۔ تو
مسلمان نوجوان سر سے کفن باندھ کر میدان متحان میں بے تامل کود پڑا ہے۔ ور
سینہ تان کر گولیوں کے سامنے کھڑا ہو گیا ہے۔ ور خوشی سے جام شہادت نوش کر لیا
ہے۔

سلام کے اصلی مذہبی پیشوا ور حقیقی روحانی رہنما پنے پاک ہاتھوں سے دین ور
روحانیت کے لیے محکم شجر طیبہ مسلمانوں کے دلوں میں لگا گئے ہیں کہ تیرہ سو سال
سے ابلیس خبیث بمع پنے ظاہری و باطنی جنود شیاطین الانس و جن پنے طرح
طرح کے ہتھیاروں ور وزاروں سے سے دن رات کاٹ رہے ہیں۔ ور کاٹتے
کاٹتے ن کے بازو تھک گئے ہیں۔ ور ن کے وزار کند ہو گئے ہیں۔ س سے گو
ن کی ٹہنیاں کٹ گئی ہیں۔ پتے جھڑ گئے ہیں۔ نہ پھل رہے ہیں نہ پھول۔ لیکن
آفرین ہے سلام کے س مبارک شجر طوبیٰ پر کہ بھی تک اس کا پاک تنا ور مبارک
جڑ مسلمانوں کے دلوں کی زمین کے ندر بدستور قائم ور برقرار ہے۔ اور اس گئے
گذرے زمانے میں بھی دنیا کا کوئی مذہب ور ملت پنے ظاہری عمل و فعل ور
باطنی حوال میں س کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

افسوس ہے کہ مسلمانوں نے سلامی شعار ور دینی حکام پس پشت ڈال دیے
ہیں۔ ور خلاقی طور پر بہت گر گئے ہیں۔ س سے دنیا میں ذلیل وخوار ہو گئے ہیں۔
کافروں ور مشرکوں نے ن کے چھے سلامی محاسن ور دینی محامد پنا لیے ہیں۔ س

ے مسمان ن کافروں ور بے دینوں کے ہاتھوں محکوم و مغلوب ہو گئے ہیں۔ یک

وہ زمانہ تھا کہ مسمانوں کا خلاق شہرہ آفاق تھا۔ ور دنیا کی تمام قومیں ن کی بلندی

خلاق کو دیکھ کر عش عش کرتی ور رشک کھاتی تھیں۔ دور کیوں جائیں ن نگریزوں

کے بتدئی دور حکومت میں مسمانوں کے کردار س قدر علی تھے کہ وہ مخالفین ور

دشمنان دین سے بھی خراج تحسین حاصل کرتے تھے۔ مسمان شخصی ور ذتی مفاد کے

لیے بھی تو بھولے سے جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ بلکہ جس معاملے میں سچائی سے تمام

قوم ور ملت کے نقصان کا حتمال ہوتا وہاں بھی رستی کا دامن نہیں چھوڑتے تھے۔ ور

قرآن کریم کی مفصلہ ذیل ہدیت پر عمل پیر تھے

یایھا الذین منوکونوقومین بالقسط شھد ءللہ ولو علی نفسکم ولوالدین و الاقربین

ترجمہ ے یمان و لو انصاف پر قائم ور اللہ کے لیے حق کی گوہی دینے

و لے رہو۔ خو ہ وہ تمہیں پنے ور پنے و لدین ور رشتہ دروں کے خلاف دینی

پڑے قولہ تعالی

ولا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلو اعدلو اھو اقرب

للتقوی

ترجمہ ور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اس کے معاملے

میں نصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دو۔ بلکہ ہر حال میں نصاف پر قائم رہو یہ بات

تقوی کے بہت قریب ہے۔

نگریزی عمل دری کے بتدئی دور کا و قعہ ہے کہ ضلع مظفر نگر کے یک قصبہ

کاندھلہ میں یک جگہ پر ہندوؤں ور مسمانوں کے درمیان جھگڑ ہو کہ یہ ہندوؤں

کا مندر ہے یا مسمانوں کی مسجد نگریز مجسٹریٹ نے فریقین کے بیانات سننے کے

بعد مسمانوں سے تخلیے میں پوچھا کہ ہندوؤں میں کوئی یسا شخص ہے جس کی

صد قت پر آپ عتماد کر سکتے ہوں ور جس کی شہادت پر فیصلہ کر دیا جائے۔ انہوں

نے کہا ہمارے علم میں کوئی یسا شخص نہیں ہے۔ س کے بعد ہندوؤں سے پوچھا تو
انہوں نے کہا یہ بڑی آزمائش کا موقع ہے ور یہ ہم مذہبی معامہ ہے۔لیکن پھر بھی
یک مسمان بزرگ یسے ہیں جو کبھی جھوٹ نہیں بوتے۔ شاید وہ س معامے میں
بھی صداقت سے گریز نہیں کریں گے۔اور یہ بزرگ مفتی لٰہی بخش صاحبؒ (شاگرد
حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ) تھے مجسٹریٹ نے ن کے پاس چپراسی بھیج کر
عدالت میں طلب کیا۔ انہوں نے چپراسی سے کہا۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ فرنگی کا
منہ کبھی نہیں دیکھوں گا۔مجسٹریٹ نے کہلا بھیجا کہ آپ میرا منہ نہ دیکھیں لیکن تشریف
لے آئیں۔معامہ بڑا ہم ہے۔ ور آپ کے یہاں تشریف لائے بغیر فیصلہ نہیں ہو
سکتا۔ وہ بزرگ تشریف لائے ور پیٹھ پھیر کر عدالت میں کھڑے ہو گئے۔معامہ
ن کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ ور کہا گیا کہ آپ کا س معامے کے بارے میں کیا
علم ہے۔کمرہ عدالت ہندوؤں ور مسمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔اور تمام لوگوں
کی نگاہیں آپ کے چہرے پر تھیں۔ ور سب ہمہ تن گوش تھے۔ س پاک باز بزرگ
نے یوں زبان کھولی

صحیح بات تو یہ ہے کہ یہ جگہ ہندوؤں کی ہے مسمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں
ہے۔عدالت نے فیصلہ دے دیا ور جگہ ہندوؤں کو مل گئی۔مسمان یک قومی مقدمہ
ہار گئے۔لیکن سلام نے خلاقی فتح پالی۔صداقت ور اسلامی بلند خلاق کے
مظاہرے نے چند گز زمین کھو کر بہت سے غیر مسمانوں کے ضمیر جیت لیے۔بہت
سے ہندو سی روز آپ کے ہاتھ پر مسمان ہو گئے۔ ور دور دور اسلام کی بلندی
خلاق کا ڈنکا بج گیا۔

ضمیر کے علاوہ مسمانوں میں علم وفضل ور دین و دانش بھی یک مقدس ور قیمتی
متاع سمجھی جاتی تھی۔ جس کو کسی قیمت پر غیروں کے ہاتھ فروخت کرنا گناہ عظیم
خیال کیا جاتا تھا۔ہماری قوم کے سابق علمائے حامل تو سے للہ تعالیٰ کا یک بے بہا

قیمتی عطیہ اور قومی امانت سمجھتے تھے۔ خصوصاً کفر، شرک اور فسق و فجور کی بالواسطہ یا بلاواسطہ تقویت اور اعانت میں اس کو صرف کرنا اور کافر حاکم کے نظام میں اس کو کارِ آمد بنانے کے لیے استعمال کرنا بڑی قومی خیانت اور ایمان فروشی خیال کرتے تھے۔ اسی طرز کے نیک سیرت اور پاک طینت بزرگ مولانا عبد الرحیم صاحب رام پوری (1234ھ) روہیل کھنڈ کے انگریز حاکم مسٹر ہاکنسن نے ان کو بریلی کالج کی درس و تدریس کے لیے ڈھائی سو روپیہ ماہوار مشاہرہ کی پیش کش کی جو 1857ء سے پہلے آج کے ہزار بارہ سو روپے ماہوار کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور ساتھ ہی یہ وعدہ بھی کیا کہ تھوڑی ہی مدت میں اس مشاہرہ میں ترقی اور اضافہ کر دیا جائے گا۔ انہوں نے عذر کیا کہ ریاست سے مجھ کو دس روپے ماہوار ملتے ہیں۔ وہ بند ہو جائیں گے۔ ہاکنسن نے کہا میں تو اس وظیفے سے پچیس گنا زیادہ پیش کرتا ہوں۔ اتنی بڑی رقم کے مقابلے میں ریاست کی یہ حقیر سی رقم کیا وقعت رکھتی ہے۔ انہوں نے اس کے بعد یہ عذر کیا کہ میرے گھر میں بیری کا درخت ہے۔ جس کے بیر بہت لذیذ اور مجھے مرغوب ہیں۔ بریلی میں وہ بیر کھانے کو نہیں ملیں گے۔ ظاہر بین انگریز اب ان کے دل کی بات کو نہ پا سکا۔ اس نے کہا رام پور سے بیر لے جانے کا انتظام ہو سکتا ہے۔ اور آپ بریلی میں بیٹھے بھی اپنے گھر کے بیر کھا سکتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا۔ ایک بات اور بھی ہے اور وہ یہ کہ میرے طالب علم جو رام پور میں مجھ سے درس لیتے ہیں ان کا درس بند ہو جائے گا۔ اور میں ان کی خدمت سے محروم ہو جاؤں گا۔ انگریز کا دماغ اب بھی بات کی تہہ تک نہ پہنچ سکا۔ اس نے کہا میں ان کے وظائف مقرر کرتا ہوں وہ بریلی میں آپ سے تعلیم جاری رکھیں اور اپنی تکمیل کرتے رہیں۔ آخر اس باعمل اور متقی عالم نے اپنے ترکش کا آخری تیر یہ چھوڑا جس کا کوئی جواب انگریز کے پاس نہ رہا۔ مولانا نے فرمایا آپ کی باتیں سب بجا ہیں۔ لیکن تعلیم پر اجرت لے کر میں قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا۔ اس وقت ہندوستان کے مادی

فاتح نے ایک پاک باز عالم کے اخلاقی اور روحانی ہتھیار کے ایک ہی ضرب کے سامنے اپنی شکست تسلیم کر لی۔ اور یوں ایک سچے مسلمان عالم نے ایک غیر مہذب حاکم کے دل پر اسلام کی بلندی اخلاق کا سکہ بٹھا دیا اور اسلام کے نام کو چار چاند لگا دیئے۔

اس اخلاقی بلندی اور اعلیٰ کردار کا مقابلہ ہمارے اس آخری زمانے کی دانش فروشی سے کیجئے کہ ہمارے بڑے بڑے علامہ زمان اور شیخ علماء نے اپنی علمی لیاقت اور ذہانت کو نیلام پر چڑھا رکھا ہے کہ جو زیادہ بولی دے گا اسی کے ہاتھ فروخت کر دیں گے۔ اگر کوئی اسلامی ادارہ سودے رہا ہے اور کسی نصرانی، یہودی، ہندو اور سکھ ادارے نے ایک سو پانچ لگا دیئے بس اسی کے ہاتھ بک جائیں گے۔ مناسب موضوع اور ذوق طبع کی بھی کوئی شرط نہیں۔ محکمہ تعلیم کا آدمی ترقی پر پولیس اور محکمہ صنعت اسی آل ڈی یا کسی غیر مسلم سیاسی فوجی محکمے کی طرف بجنبش خاطر منتقل ہو سکتا ہے۔ ایک مسلمان شاعر جس کی ولولہ انگیز اسلامی نظمیں مسلمان نوجوانوں کے سینوں میں اسلامی حمیت اور قومی جذبات کا طوفان برپا کر دیتی ہیں۔ بآسانی ممکن ہے کہ کل وہ اسی روانی کے ساتھ فوجی بھرتی کے لئے نظمیں لکھنے لگے اور اس کی نظمیں مسلم نوجوانوں کو طاغوت کے جھنڈے تلے لڑنے اور جان دینے کے لئے میدان جنگ میں پہنچا دیں۔

آج اسلام اور دین اس لئے خوار اور بے وقعت نظر آتا ہے کہ علماء سو یعنی بے عمل علماء اس کے علم بردار اور مبلغ بنے ہوئے ہیں جن کی نیت صاف نہیں ہے۔ دنیوی طمع و لالچ اور سیاسی اقتدار ان کا مطلوب و مقصود ہے۔ ان کی بات کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ گو وہ اپنی تقریروں کو مبالغہ آمیز، دلچسپ قصوں، کہانیوں اور دل آویز نغموں سے دلکش بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن ان میں کوئی کشش اور دلچسپی نہیں ہوتی۔ اگر ان کی غرض و نیت محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور دین کی اشاعت و

تبلیغ ہوتی تو وہ ضرور خالق و مخلوق ہر دو کی نظروں میں مقبول و منظور ہوتے۔ یہی
وجہ ہے کہ مردانِ خدا یعنی اولیاء اللہ کی دنیا میں اور بعد از مرگ بھی عزت و توقیر قائم
رہتی ہے۔ ان کی خاک چومی جاتی ہے۔ اور ان کے مزاروں پر لوگ پروانوں کی
طرح گرتے ہیں۔ اور ان کی تصانیف و ملفوظات کا قیامت تک اثر ہوتا ہے۔ اور
لوگ اسے سر اور آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انبیاء و
مرسلین اور اولیائے کاملین کے پاس علم کا مغز اور مخ ہوتا ہے اور علمائے بے عمل کے
پاس علم کا محض خشک بے لذت چھلکا ہوتا ہے۔ اس لئے سکولوں اور کالجوں میں دینی
تعلیم کے ساتھ ساتھ علم روحانیت اور تصوف کا ایک شعبہ ہونا چاہئے۔ اور اس کے
لئے اصلی روحانی علماء اور کامل فقراء کی خدمات حاصل ہونی چاہئیں۔ ظاہری علم
شریعت اور کسبی علم روایت تو ظاہری علماء سے کسی طور پر حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن علم
تصدیق اور علم ہدایت کتابوں کے کاغذی دفینوں اور ظاہری رسمی عالموں کی زبانی
تقریروں سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ علمائے عاملین اور فقرائے کاملین کے سینوں
سے سینوں میں بذریعہ نظر و توجہ منتقل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے انبیاء مرسلین اور اولیاء کاملین
کو نہ صرف زبانی باتیں، قصے کہانیاں اور قیل و قال ہی عطا کیا تھا۔ بلکہ انہیں نور
نبوت و الہام، روحانی طاقت، معجزات و کرامات اور علم تسخیر و دعوت سے بھی آراستہ و
پیراستہ فرمایا تھا۔ اور انہیں علم تسخیرات و حاضرات کے ذریعے جن، ملائکہ اور
ارواح پر حکومت سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔ انبیاء و اولیاء خود اہل قیل و قال و اہل
شنید نہیں ہوتے بلکہ صاحب حال اور اہل دید، اہل رسید اور اہل یافت ہوتے ہیں۔
چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تورات کی صرف خالی دو تختیاں نہیں
تھیں جنہیں وہ زبانی طور پر بنی اسرائیل کو پڑھ پڑھ کر سناتے تھے جنہیں وہ سن کر
ہدایت پاتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تسع آیات بینات یعنی نو قسم کے باطنی علوم اور
روحانی طاقتیں بھی انہیں عطا فرمائی تھیں۔ جن میں سے ایک عصا اور دوم ید بیضا دو

مشہوری نوری ہتھیار تھے۔ جنہیں موسیٰ علیہ السلام وقتاً فوقتاً گمراہ خلقت کی ہدایت اور بدخواہ مخالفین یعنی منکرین اور مشرکین کی تباہی اور ہلاکت کے نازک موقعوں پر استعمال کیا کرتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا اصلی سرمایہ اور آپ کی نبوت کے نوری نیزے، باطنی تلواریں اور روحانی تیر و کمان قدرت کے یہی غیبی سامان اور ہتھیار تھے۔ جن کے ذریعے فرعون اور اس کی جرار فوج کو آپ کی عصائے چوبی کی ایک ضرب نے دریائے نیل کی خوفناک لہروں کے حوالے آب وگل میں ٹھس ٹھس کر ڈالا۔ انہی باطنی ہتھیاروں کے بل بوتے پر آپ نے قارون جیسے زبردست سرمایہ دار کو قعر مذلت میں گرا کر برباد کر دیا۔ سامری کے خر گوسالہ سازی کا ستیاناس کر دیا۔ انہی کی بدولت من و سلویٰ آسمان سے نازل ہوتے تھے۔ خشک پتھروں اور جامد چٹانوں سے پانی کے چشمے ابل پڑتے تھے۔ کڑکتی دھوپ میں سایہ کرنے کے لیے بادل ساتھ ساتھ چلتے۔ اور اسی طرح کے بہتیرے قدرت کے کرشمے آپ کے ہاتھ پر نمود رہوتے۔ جنہیں دیکھ کر بنی اسرائیل جیسی جاہل، گمراہ اور سرکش قوم ایمان لائے ہوئے تھی۔ توریت کے خالی کاغذی نسخے تو بعد کے یہودی علماء کے پاس بھی موجود تھے۔ مگر انہیں کی بدولت وہ وارث انبیاء تھے تو پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں قرآن کریم میں کمثل الحمار یحمل اسفارا کے خطاب اور عتاب سے کیوں خطاب فرما کر انہیں ایسے گدھوں سے تشبیہ دی ہے جن کی پیٹھ پر خالی کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ غرض انبیاء علیہم السلام کی وراثت صرف کاغذی، زبانی اور زبانی کسبی علم نہیں بلکہ وہ باطنی نوری حضوری علم اور روحانی حالت ہے جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو بلاواسطہ وہبی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا رہا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کو حق میں فرمایا ہے وعلمناہ من لدنا علما یعنی ہم نے انہیں اپنی طرف سے بلاواسطہ باطنی علم عطا کیا تھا۔ یہی وہ اصلی وراثت ہے جو انبیاء علیہم السلام کے حقیقی وارثوں اور جانشینوں یعنی علمائے عاملین اور فقرائے کاملین

اور صدیقین و صالحین کی طرف منتقل ہوتی چلی آئی ہے۔ ظاہری کسبی علم کی مثال
چراغ کی سی ہے جو تیل، بتی وغیرہ سے تیار کی جاتی ہے۔ لیکن باطنی علوم اور روحانی
طاقت اور نوری حضوری کمالات کی مثال اس برقی رو کی سی ہے کہ ایک پاور ہاؤس
سے روشنی، آواز اور برقی طاقت ہزاروں گھروں کے اندر صرف بٹن دبانے سے
یک دم میں منتقل ہو جاتی ہے۔ باطنی علم اور روحانی طاقت توجہ اور نگاہ سے بلا واسطہ
یک دم میں ایک مرشد کامل کے سینے سے ہزار ہا طالبوں کے سینوں کے اندر طرفۃ
العین میں منتقل ہو جاتی ہے۔ جامی صاحب نے اسی علم کی طرف اشارہ کیا ہے۔

جامی کہ فیض از دو سہ چند دریافت
آں سم کہ شیخ شہ نیابد بصد چلہ

اور مولانا روم صاحب فرماتے ہیں۔

آں چہ از تبریز یافت یک نظر از شمس دیں
طعنہ زند بردہ و تجرہ کند بر چلہ

یعنی جو باطنی فیوضات اور روحانی برکات ہم نے اپنے پیر حضرت خواجہ شمس
الدین تبریزی کی ایک نظر اور توجہ سے پائیں وہ دس دن کے اعتکاف اور چالیس
دن کے چلوں پر طعنے اور مسخرے کرتے ہیں۔ سو جب کسی کامل انسان کو اللہ تعالیٰ
اپنی مخلوق کی ہدایت پر مامور فرماتا ہے تو اسے اپنی قدرت کے غیبی نوری خزانوں پر
مطلع فرما کر بلا واسطہ اپنے پاس سے باطنی علوم اور روحانی طاقتیں عطا فرماتا ہے اور
اسے اپنی طرف سے جن، ملائکہ اور ارواح پر باطنی حکومت عطا فرماتا ہے جس طرح
حضرت سلیمان علیہ السلام کی باطنی سلطنت کا حال پیچھے بیان کیا گیا ہے۔ سو جس
طرح ظاہری بادشاہ کے پاس ظاہری سلطنت اور حکومت چلانے کے لیے سونے،
چاندی اور زر و جواہر کے خزانوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جن سے زندگی کے
لوازمات خریدے جاتے ہیں۔ جب بادشاہ اور حاکم وقت کے پاس اس قسم کا خزانہ

بافراط جمع ہو جاتا ہے اور وہ دار الضرب کا مالک ہو جاتا ہے اور اپنے علاقے میں اس کے نام کا سکہ رائج ہو جاتا ہے تو طوعاً و کرہاً ایک جہان اس کا تابع فرمان ملازم، نوکر، خادم اور تابع دار بن جاتا ہے۔ اور تمام لوگ اپنے پیٹ کی خاطر اس کے خدمت گار اور ملازم بننے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اسو اسے دو قسم کے ملازم اور نوکر رکھنے پڑتے ہیں۔ ایک سول لائن کے ملازم اور نوکر ہوتے ہیں۔ جن سے ہر قسم کے ملکی اور انتظامی کاروبار میں مدد لی جاتی ہے۔ دوم ملٹری اور فوجی مد کے سپاہی اور عسکری نوکر ہوتے ہیں جن سے ملک اور حکومت کے دشمنوں اور مخالفوں سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کا کام لیا

جاتا ہے۔ بعینہ جب کسی کامل انسان مثلاً کسی ولی یا نبی کو اللہ تعالیٰ باطنی بادشاہی عطا فرماتا ہے۔ تو اسے نیک عمل، ذکر فکر اور دعوت کی باطنی دولت یعنی روحانی زر و جواہر کے باطنی لطیف غیبی خزانے عنایت فرماتا ہے۔ یعنی کامل انسان کے نیک عمل، طاعت، عبادت، ذکر فکر تلاوت اور دعوت وغیرہ سے جو نور پیدا ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی غیبی لطیف مخلوق یعنی جن، ملائکہ اور ارواح کی غذا اور خوراک ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں پاک کلمات (کے انوار) اور اعمال صالح (کے انوار) اس کی طرف بلند ہوتے ہیں۔

نیز ایک حدیث میں آیا ہے کہ قرآن کی تلاوت سے جو نور پیدا ہوتا ہے۔ وہ فرشتوں اور ملائکہ کی غذا ہوتی ہے۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا فیھا جب کبھی تم باغ جنت کی جانب گذرو تو اس میں چرنے لگ جایا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا یا حضرت! وہ جنت کا باغ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا حلقۃ الذکر یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر فکر کا نور ہوتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب یعنی محض اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی سے قلوب سیر ہوتے ہیں اور

نہیں طمینان حاصل ہوتا ہے۔نہیں دیکھتے کہ بھوک ور پیاس سے نسان پریشان خاطر ور بے قرار رہتا ہے۔ ور جب سے کھانا پینا مل جاتا ہے تو وہ ہر طرح سے خاطر جمع ور مطمئن ہو جاتا ہے۔نیز رشاد ربانی ہے کہ من اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا جو ہمارے ذکر سے عراض ور کنارہ رتا ہے ور اس کی معیشت ور روزی تنگ ہو جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ذکر فکر ور تلاوت وغیرہ چونکہ باطنی غذ ور س کا حصول روحانی معیشت ور روزی ہے۔لہذ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر سے عراض ور کنارہ رے گا اس کی روزی ضرور تنگ ہو جائے گی۔ور نہ یسے ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ کے ذکر فکر سے اعراض ور کنارہ رنے و لے دنیا ور مالد ر لوگ دیکھے جاتے ہیں۔ ور ن کی ظاہری روزی ور معیشت کشادہ ور فرخ ہو رتی ہے۔ گر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے عراض ور کنارہ کرنے سے دنیا کی ظاہری تنگی لاحق ہوتی ہے تو دنیا میں اللہ اللہ رنے و لے ہی دولت مند ور سودہ حال نظر آتے۔ ور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل لوگ دنیا میں مفلس نظر آتے۔حالانکہ معاملہ س کے برعکس ہے۔ ور س طرح للہ تعالے کے کلام حق نظام میں سخت شکال پید ہوتا ہے۔

دیگر اللہ تعالیٰ نے ظاہری ور باطنی رزق کا قرآن مجید میں دو مختلف جگہ ذکر فرمایا ہے وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا یعنی نہیں ہے کوئی جانور روئے زمین پر مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ پر ہے جنہیں بد تمیز حیوان کہا گیا ہے۔ ور دوسری جگہ رشاد ہے وفی السماء رزقکم وما توعدون یعنی تم ہل یمان نسانوں کا رزق آسمان میں ہے۔ ور یہ وہ نوری حضوری آسمانی رزق ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے کہ بہشت میں تمہیں ملا کرے گا۔ س باطنی رزق کو اس و سطے آسمانی رزق کہا گیا ہے کہ وہ کلمات طیبات ور عمال صالحات کی صورت میں آسمان کی طرف نوری صورت میں چڑھتا ہے۔ اور وہاں ہل آسمان ملائکہ ور روح کی

غذا بنتا ہے۔ ان مذکورہ بالا آیات اور احادیث سے ایک سلیم عقل منصف مزاج آدمی ان دو قسم کے ظاہری اور باطنی طعام اور غذا کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے اور ذہن نشین کر سکتا ہے جب کبھی اہل زمین اللہ تعالیٰ کے ذکر، فکر، طاعت عبادت اور نیک عمل کی ادائیگی میں سست، کاہل اور غافل ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے نیک عمل کا نور آسمان کی طرف نہیں چڑھتا تو اہل آسمان میں قحط رونما ہو جاتا ہے۔ اور وہ صفیں اور پرے بنا کر بحضور رب العزت مستقل دعائیں مانگتے ہیں کہ اے اللہ اہل زمین کو ذکر، فکر، نیکی اور عبادت کی توفیق دے تا کہ ان کی عبادت اور نیکی کا نور آسمان پر برسے اور ہماری غذا بنے علاوہ اس کے روزمرہ صدق دل سے اللہ اللہ کرنے والوں کو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ کس طرح اللہ اللہ کرنے سے دل کو باطنی غذا پہنچتی ہے۔ اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے نور سے معمور اور سیر ہوتے ہیں۔ یہ بات تو عام طور پر اللہ اللہ کرنے والے بھی معلوم کر لیتے ہیں کہ جس روز حسب معمول اللہ تعالیٰ کے ذکر کا وظیفہ ادا کرتا ہے تو اس روز دل بے وجہ خوش وخرم اور بے حد ہشاش و بشاش رہتا ہے۔ حتیٰ کہ ظاہری حواس بھی روشن اور منور ہوتے ہیں۔ دل میں صبر و سکون اور ایک گونہ اطمینان رہتا ہے۔ اگر گھر میں ظاہری طور پر کچھ نقدی اور مال نہ بھی ہو۔ تب بھی دل ایسا مطمئن ہوتا ہے گویا سب کچھ موجود ہے۔ اور کسی قسم کی پریشانی اور بے قراری لاحق نہیں ہوتی۔ لیکن اس کے برخلاف جس روز ان کے اپنے روزمرہ کے وظائف، عبادت اور ذکر و فکر کا ناغہ ہو جاتا ہے۔ اس روز طبیعت بے وجہ پریشان، دل پژمردہ اور زندگی بے لطف معلوم ہوتی ہے۔ دل کو ایک قسم کی تنگی اور پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ مال اور دولت کے ہوتے ہوئے دل میں حرص اور بے صبری آجاتی ہے۔ دنیا کی تمام فضا بے مزہ اور بے رونق معلوم ہوتی ہے۔ دل کمزور اور طبیعت مضمحل ہو جاتی ہے۔ یہ بات عام ذکر فکر کرنے والوں کو معلوم ہوتی ہے۔ لیکن خواص جن کے ذکر فکر اور عبادت میں کمال درجے کا صدق اور اخلاص ہوتا

ہے۔ ور ن کے ذ رفکر ورعبادت سے بکثرت نور پید ہوتا ہے۔ وہ ں بطنی نند کوظہری ور مدی نند کی طرح معلوم ورمحسوس رتے ہیں۔ ورن کے بطن بطن کو ں طرح ذ رفکر سے پری ورسیری معلوم ہوتی ہے جس طرح وہ ظہر نند سے سیر ور مطمئن ہوجاتے ہیں۔ ور ن کے ذکر سے بفرط نور پید ہوتا ہے۔ وروہ نور ن کی ضرورت سے زیدہ ہوتا ہے تو وہ جنات، مدنگ ور روح کو پنے پ ں تے ور پنی مخصوص بطنی نند پ تے دیکھتے ہیں۔ حدیث شریف میں یہ ہے کہ جب کوئی مومن قرن پڑھنے و ل ہل دعوت کسی ہل قبر کے پ ں سے گذرتا ہے تو ہل قبر روحانی س کے قرن کی بو پ ر پنی قبر سے س طرح سر نکال کر جھ نکتا ہے ور ثوب، فتحہ ورتلاوت قرن پک کی رزو ور تج رتا ہے جس طرح چڑیا کا بچہ پنی ماں کی واز سن ر پنے گھونسلے سے سر نکال کر چوں چوں رتا ہے ور د نہ دنکا لینے کے ے منہ پھاڑ پھاڑ کر چلاتا ہے۔

ں فقیر کے بچپن کا و قعہ ہے کہ یک دفعہ یہ فقیر پنے و مدصاحب کے ہمر ہ سفر پر جا رہا تھا۔ ن دنوں ہمارے وطن میں موٹر ، ریوں کا رو ج نہیں تھا۔ ہم اپنے شہر کلاچی سے ڈیرہ سماعیل خان کی طرف ونٹوں پر جا رہے تھے۔ رت کا وقت تھا۔ و مدصاحب گلے ونٹ پر کجاوے میں سو رہے تھے۔ ورمیں پچھلے ونٹ پر کجاوے میں ونگھ رہا تھا۔ میں نے س غنودگی کی حالت میں دیکھا کہ و مدصاحب کجاوے سے تر پڑے ہیں۔ ن کے پاس چادر میں کچھ شیرینی ہے۔ سڑک کے قریب کچھ لوگ جمع بیٹھے ہیں مجھے کچھ تعجب سا ہو کہ س ندھیری رت میں سڑک کے کنارے یہ لوگ کہاں سے گئے ہیں ور و مدصاحب کو ن کے درمیان شیرینی تقسیم رنے کی کیا سوجھی ہے۔ ں حالت حیرت میں میری نکھ کھلی۔ ورمیں نے دیکھا کہ ہمارے ونٹ یک گورستان شہید کے پاس سے گذر رہے ہیں جو کلاچی ور ڈیرہ کے درمیان و قع ہے۔ ورو مدصاحب س وقت ہاتھ ٹھائے فاتحہ وغیرہ پڑھ ر ن

ہل قبور کو بخش رہے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ سڑک کے کنارے جو وگ مجھے بیٹھے نظر آئے وہ اس گورستان کے ہل قبور روحانی وگ تھے۔ ور مدحسب جوشیریں ن کے درمیان تقسیم کرتے نظر آ رہے تھے۔ وہ س فاتحہ ور کلام کی باطنی غذائی صورت تھی جو س وقت مجھے خواب میں نظر آ رہی تھی۔ غرض ر قسم کے واقعات ور مشاہدات بے شمار ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر، فکر، تلاوت، عبادت، صدقات ور خیرات وغیرہ کا نور جن، ملائکہ ور روح کی غذا بن جاتا ہے۔ ور وہ اس غذا سے بہت خوش ور محظوظ ہوتے ہیں۔ ور غذا پہنچانے والے کے ہر طرح سے مدد، معاون، مددگار، ملازم ور خدمت گار بن جاتے ہیں۔ کیوں کہ وہ باطن میں اس کے نوری لنگر کے وظیفہ خوار ہوتے ہیں۔

سو ہل دعوت کامل سالک کو جب باطنی حکومت حاصل ہوتی ہے۔ تو س کے رد گرد چار قسم کے لطیف غیبی موکلات بطور چوکیدار ور معاون و مددگار لگے رہتے ہیں۔ ول مسلمان جن، دوم ملائکہ ور فرشتے موکلات، سوم روح شہداء چہارم روح پاک حبیب نبی عو ولیاء اللہ۔

نسان کے ندر مختلف باطنی لطیفے جیسے مغز در مغز ور پوست بر پوست واقع ہیں۔ جیسے کہ دودھ کے ندر مکھن اور مکھن کے ندر گھی ہوتا ہے۔ ور نسان کے س خام بیضہ عنصری کے ندر نفس کا ناسوتی لطیفہ س طرح زندہ ہو جاتا ہے جس طرح نڈے کے ندر بچہ نمودار ہوتا ہے۔ لطیفہ قلب میں لطیفہ روح ور پھر لطیفہ سر وغیرہ سات لطائف پیدا ہوتے ہیں۔ ور یہ لطائف اللہ تعالیٰ کے ذکر، فکر، تلاوت، عبادت، طاعت، نیک عمل ور مرشد کامل کی توجہ سے یکے بعد دیگرے زندہ ور پیدا ہوتے ہیں۔ اور سالک ہر لطیفے سے اللہ تعالیٰ کے ذکر، فکر ور دعوت وغیرہ سے مشغول ہوتا ہے۔ ور سی طرح ترقی کرتا ہے سو جس وقت سالک لطیفہ نفس سے دعوت شروع کرتا ہے۔ اور یہ لطیفہ چونکہ مقام ناسوت میں واقع ہے ور جن،

شیاطین اور سفلی روح اسی مقام میں رہتی ہیں۔ اس سے دعوت لطیفہ نفس کے وقت
سالک کے پاس غیبی لطیف مخلوق میں سے جن حاضر ہوتے ہیں۔ اور اس قسم کی
دعوت سے جنات اور سفلی روح کی غذا پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ مطیع اور فرمانبردار
ہوتے ہیں۔ ان ناری مخلوقات کی تسخیر اور حاضرات کے دوران اہل دعوت کو سخت
مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ باطن میں ہر وقت ان سے آسیب اور
آزار پہنچنے کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ اہل دعوت کو ہمہ وقت باوضو، صاحب احتیاط اور با
حصار رہنا پڑتا ہے۔ تھوڑی سی بے احتیاطی اہل دعوت کے لئے ایک لازوال
مصیبت اور رجعت کا موجب بن جاتی ہے۔ جس کا انسداد اور ازالہ بعد میں بہت
مشکل ہو جاتا ہے۔ بہت لوگ جب تسخیر جنات کے عمل کے لئے خلوت اور چلے
خفیہ کر لیتے ہیں۔ تو وہ چونکہ کسی کامل کی طرف سے مامور اور ماذون نہیں ہوتے۔
اور علم دعوت کے قواعد اور قوانین سے جاہل اور ناواقف ہوتے ہیں۔ اور پڑھنے میں
بھی ناقص ہوتے ہیں۔ اور کسی کامل کی نگرانی اور سرپرستی کے بغیر عمل تسخیر میں
قدم رکھتے ہیں۔ لہذا موکل ایسی بھولی بھالی بھیڑوں کو بہت جلدی اور آسانی سے شکار
کر لیتے ہیں۔ اکثر اس قسم کے ناقص خام ناتمام طالب دوران عمل میں دیوانے
اور مجنون ہو جاتے ہیں۔ بعض لاعلاج امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ بعض قسم قسم
کی تنگیوں اور پریشانیوں میں گرفتار ہو کر عمر بھر کف افسوس ملتے رہتے ہیں۔ اس لئے
طالب کو چاہیئے کہ جب تک وہ پہلے اپنے وجود کو تصور اسم اللہ ذات سے پختہ اندر
سے اور پڑھنے کے قابل نہ ہو جائے اور کسی کامل کی اجازت حاصل نہ کرے ہرگز
ہرگز عمل تسخیر جنات کا قصد اور ارادہ نہ کرے۔ بعض طالب ہر دو امر یعنی پڑھنے اور
اجازت میں ناقص ہوتے ہیں۔ عمل تسخیر اس وقت تکمیل کو پہنچتا ہے جس وقت
طالب پڑھنے اور اجازت ہر دو میں کامل اور قابل ہو۔ پڑھنے میں قابل اور اجازت
میں ناقص کی یوں مثال ہے کہ گویا ایک شخص بندوق چلانے میں ماہر ہے لیکن اس

کے پاس لائسنس نہیں۔ اور اجازت میں کامل اور پڑھنے میں ناقص کی مثال یوں
ہے کہ ایک شخص کے پاس لائسنس تو ہے لیکن وہ بندوق چلانے میں ماہر نہیں ہے۔
ہم نے بہت عاملوں کو دیکھا ہے کہ جب وہ خلوت میں عمل تسخیر کے لیے داخل
ہوتے ہیں تو انہیں ابتداء میں کچھ فائدہ اور اثر معلوم ہوتا ہے لیکن بعد میں خواب یا
مراقبے کے اندر انہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس کوئی ہتھیار بندوق وغیرہ
ہے۔ اور انہیں خواب میں کوئی سپاہی قسم کا آدمی ملتا ہے اور ان سے بندوق چھین لیتا
ہے اور ڈانٹتا ہے کہ تم کیوں غیر لائسنس بندوق چلاتے ہو۔ اور خواب میں انہیں بمع
اسلحہ گرفتار کر لیتا ہے۔ اس کے بعد وہ فوراً رجعت اور رنج میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ عام
جنونیت کی علامتیں بے شمار ہیں۔ بعض ناقص عامل بیمار ہو جاتے ہیں اور پشتوں
تک جنونیت کا آسیب اور آزار چلا جاتا ہے۔

جنات کی دعوت کے وقت مکان میں نیم اندھیرا ہونا چاہیے۔ خوشبو اور بخور بھی
مفید ہے۔ جنات کے حاضرات کے وقت ایک قسم کی بدبو جو گندھک کے جلنے کے
مشابہ ہوتی ہے۔ اہل دعوت کی ناک میں آنے لگتی اور ساتھ ساتھ تھوڑی سی وحشت
اور ہیبت کلام پڑھنے والے کے دل پر چھانے لگتی ہے۔ کبھی آس پاس کچھ کھڑک اور
چوٹ کی سی آوازیں آنے لگتی ہیں۔ سوتے میں جن وغیرہ سینے پر سوار ہو جاتے ہیں
جس سے بیدار ہونے میں بڑی تکلیف ہوتی ہے اور کابوس یعنی (NIGHT
MARC) کی سی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ کبھی کان کی لو یا انگلی یا جسم کا کوئی حصہ
جنات کی چھوٹ اور مس سے جل اٹھتا ہے۔ کبھی خواب میں ان موکلات کی طرف
سے ڈانٹ، للکار اور سخت مہیب آواز کان میں سنائی دیتی ہے جس سے جسم کے
رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کبھی جن موکلات اپنے ہمراہ اہل دعوت کو دور دراز سفر
پر خواب میں لے پھرتے ہیں۔ اور نئے نئے عجیب ملکوں اور ان دیکھے مقامات کی
سیر کراتے ہیں۔ گاہے ڈراؤنے مہیب خواب دکھاتے ہیں۔ اگر مرشد کامل جلدی

صاحب کو اس خطرناک منزل سے نہ نکالے اور راہ نجات نہ دکھائے تو صاحب مدت دراز تک ان موذیوں کے برے تھپیڑوں اور سخت الجھنوں میں پھنسا رہتا اور بحور نہ پائے رفتن و نہ جائے ماندن اس کی زندگی دوبھر ہو جاتی ہے۔ یہ تو اس راستے کی مشکلات اور مصائب ہیں جو خام اور ناقص صاحبوں کو پیش آتی ہیں جیسا کہ ضرب المثل ہے کہ جائے کہ گنج است آنجا مار است لیکن صاحب کامل کو اس راستے میں بے شمار فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً بعض صاحبوں کو کشف جنونی حاصل ہو جاتا ہے اور جنات سے آئندہ کے واقعات اور غیب کی خبریں بتانے لگ جاتے ہیں۔ بعض کو سب امراض کی حاذقت حاصل ہو جاتی ہے۔ جب وہ مریض پر ہاتھ پھیرتے یا دم کرتے ہیں تو مریض فوراً اچھا ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے عامل کا تعویذ، دھاگہ اور دم درود خوب چلتا ہے۔ جنات لوگوں کو پکڑ پکڑ کر ان کے پاس مریض کر کے لاتے ہیں اور ان کے ہاتھوں شفایاب ہو کر جاتے ہیں۔ بعض عاملوں کو جنات پر روزینہ مقرر ہو جاتا ہے اور جنات عامل کے پاس نقدی وغیرہ لاتے ہیں جس سے عامل مستغنی ہو جاتا ہے لیکن اس منزل کو کوئی منتہی عامل پہنچتا ہے۔ بعض عاملوں کو آسیب زدہ لوگوں سے جنات اتارنے کا ڈھنگ آ جاتا ہے یعنی جب کسی آسیب زدہ شخص کو ان کے پاس لایا جاتا ہے تو اگر آسیب زدہ شخص پر اس کا کوئی یار آشنا اور متبع جن مسلط ہوتا ہے تو اس کے دم تعویذ سے فوراً نکل جاتا ہے اور اگر آسیب زدہ شخص پر کوئی اجنبی جن مسلط ہوتا ہے تو اسے نکالنے کے لئے عامل کلام پڑھ کر اپنا کوئی جن بلا کر حاضر رکھتا ہے۔ اور اگر آسیب زدہ کا مسلط جن غالب ہے تو عامل کو اس سے قوی تر جن بلانے اور اس کے ذریعے سے نکالنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر عامل کے تمام بلائے ہوئے جنات مریض کے مسلط جن پر غالب نہیں آ سکتے اور اسے نکالنے اور اتارنے پر قادر نہیں ہو سکتے تو جن بدستور مریض پر مسلط رہتا ہے بلکہ بعض اوقات عامل پر حملہ آور ہو جاتا ہے اور اسے نقصان پہنچا دیتا ہے۔

جنات کی مختلف قسمیں ہیں۔ ورن کے عیب ور ہنر بھی مختلف ہوتے ہیں۔
غرض جن کو ورس کے ہنر ور عیب کو کسی دوسرے جن کے ذریعے تار ور زال
کیا جا سکتا ہے۔ نسن کا مادی ہ تھ اس کے طیف غیبی وجود تک نہیں پہنچ سکتا۔
جنات کے ذریعے بغض وعداوت ور تسخیر ومحبت کے عمل کیے ج تے ہیں۔ وگوں کو
غیبی طور پر دکھ پہنچ تے ہیں۔ زمین پر طیر سیر کر تے ہیں۔ ہو میں ڑ تے ہیں۔
پ نی پر تیر تے ہیں۔ آگ میں دخل ہو تے ہیں ور نہیں ضرر نہیں پہنچتا۔ ہندوست ن،
بنگال، تبت ور چین میں س قسم کے سفلی ع مل بے شمار پ ئے ج تے ہیں۔ یورپ
کے پ مسٹس نے بھی س سفلی عمل کو پن یا ہے ور س میں مبتلا ہیں۔ س می تصوف
کے ک مل ع رف شہب ز ن قدس کے نزدیک ن ع موں کی حیثیت کھیوں ور
پر وں کی سی ہے۔ جیس کہ حضرت جنید بغدادی ص حب کا قول ہے

اذا رایت رجلا یطیر فی الھواء او یمشی علی الماء و یاکل النار

و ترک سنۃ من سنۃ رسول اللہ صلعم فا ضربہ بالنعلین فانہ شیطان

و ما صدر منہ فھو مکر واستدراج

ترجمہ جب تو کسی شخص کو دیکھے کہ ہو میں ڑتا ہے ور پ نی پر چلتا ہے ور آگ
کھ تا ہے۔ ور س ح لیکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی یک سنت کا تارک ہو تو اسے جو
توں سے م ریں کیوں کہ وہ شیط ن ہے۔ ور جو کچھ س سے ص در ہو رہا ہے وہ مکر ور
ستدر ج ہے۔ کسی نے ف رسی میں س کا یوں ترجمہ کیا ہے

مرد درویش بے شریعت گر
پرد بر ہو مگس ب شد
ور چہ کشتی رو ب شود بر آب
عقود ش مکن کہ خس ب شد

جنات کے ظہور کا مخصوص وقت غروب آفت ب حتیٰ شام سے لے کر نصف رات

تک ہے۔ ہمارے ہاں تمام غیبی مخلوق یعنی جن، ملائکہ اور روح کی حاضرت کا
سب سے بھاری ذریعہ اور وسیلہ قرآن مجید کی دعوت اور تلاوت ہے۔ جس وقت
سالک زبان نفس سے دعوت شروع کرتا ہے تو عالم غیب میں سے جنات اس کے
پاس حاضر ہوتے ہیں۔ اور اس سے قوت اور قوت پاتے ہیں اور اس کے وظیفہ خوار
اور خدمت گار بن جاتے ہیں۔ اس وقت اگر سالک جنات کا عامل ہو کر اسی کو منزل
مقصود سمجھ لے اور اسی پر غرہ ہو کر عملی دکان کھول بیٹھے تو آگے ترقی کرنے سے رہ
جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب اور وصال سے محروم رہ جاتا ہے۔

ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ دعوت پڑھنے کے وقت اہل دعوت کے پاس جن،
ملائکہ اور روح حاضر ہوتے ہیں۔ اور جس قدر پاک اور لطیف زبان سے کلام الٰہی
پڑھا جائے اتنا ہی زیادہ اس سے نور پیدا ہوتا ہے۔ اور جس قدر زیادہ نور پیدا ہوتا
ہے۔ اتنے زیادہ لطیف باطنی موکلات اس نور کو حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوتے
ہیں۔ اور اس لطیف غذا سے قوت اور قوت پاتے ہیں۔ چنانچہ زبان عنصری یعنی
گوشت کی ظاہری زبان سے نفس کی زبان زیادہ لطیف اور پاک ہے۔ جس وقت
اہل دعوت نفس کی زبان سے قرآن شریف پڑھتا ہے تو اس وقت اس سے ایک قسم کا
نور پیدا ہوتا ہے جو جنات کی غذا بنتا ہے۔ اور ایسے دعوت کے پڑھنے والے کے
پاس جنات حاضر ہوتے ہیں اور اس سے قوت حاصل کرتے ہیں۔ جیسے کہ
آنحضرت ﷺ کے پاس ایک دفعہ قرآن کی تلاوت فرماتے وقت جنات حاضر
ہوئے تھے۔ زبان نفس سے زیادہ پاک، طیب، طاہر اور لطیف زبان قلب کی ہے۔
اور جب صاحب زبان قلب سے دعوت پڑھتا ہے تو اس دعوت سے جو نور پیدا ہوتا
ہے۔ وہ ملائکہ اور فرشتوں کی غذا بنتا ہے۔ اور ایسے سالک اہل دعوت کے اس نور
تلاوت کے لینے کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ پاک لطیف
زبان روح کی ہے۔ زبان روح کی تلاوت سے جو نور پیدا ہوتا ہے وہ چونکہ روح

کی مدد سے ہمزاد اس کے پینے کے لیے روح حاضر ہوتی ہیں اور اس سے قوت حاصل
کرتی ہیں عوام کالانعام جو محض گوشت پوست کا ایک ڈھانچہ ہوتے ہیں۔ اور اس
عنصری مادی زبان یعنی گوشت کی بوٹی کے سوا اور کسی چیز کو نہیں۔ نہیں ان باطنی
لطیف زبانوں اور ان سے پیدا شدہ نور اور ان نور کو مدد بنانے والے موکلات کا
قائل کرنا ایک نہایت مشکل اور تقریباً محال کام ہے۔ کیوں کہ جس وقت اس ظاہری
عنصری زبان یعنی گوشت کی بوٹی سے اللہ تعالیٰ کا پاک غیر مخلوق کلام پڑھا جاتا ہے۔
اور چونکہ یہی زبان جھوٹ، لغویت، شکایت اور طرح طرح کے کفریات سے آلودہ
رہتی ہے۔ اس واسطے بسبب عدم جنسیت و توافق اس تلاوت سے کچھ نور نہیں پیدا
ہوتا۔ لیکن بعض دفعہ اہل دعوت کی زبان عنصری کے ساتھ ساتھ زبان نفس بھی دعوت
میں شامل ہو جاتی ہے۔ اس وقت دعوت اور تلاوت سے کچھ نور پیدا ہونے لگتا ہے۔
اور جب نفس کا لطیفہ باطن میں مزکی ہو کر زندہ ہو جاتا ہے تو اس وقت نفس کی زبان
پورے طور پر کلام اللہ پر گویا ہو جاتی ہے اور اس سے کافی نور پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی
حالت میں اہل دعوت کے پاس جنات حاضر ہوتے ہیں۔ اور اس سے قوت حاصل
کرتے ہیں۔ نیز یاد رہے کہ نفس کا معنوی طفل جسم عنصری کے مادر جسہ کثیف سے
اس طرح کلام، دعوت اور تلاوت اخذ کرتا رہتا ہے جس طرح ماں اور دایہ کے تکرار اور
کثرت کلام سے بچہ بولنے لگ جاتا ہے۔ اور گاہے مادر جسہ کثیف کے ساتھ ساتھ
طفل معنوی لطیف دعوت میں شریک ہو جاتا ہے۔ لیکن پڑھنے والا اس بات کو معلوم
نہیں کرتا۔ گاہے بیداری میں جب جسہ کثیف سے دعوت شروع کرتا ہے تو خواب
میں یا مراقبے کے اندر اس ذکر اور دعوت کو بچہ لطیف خفیہ کر رہا ہے۔ غرض جن
عارف سالک لوگوں کے لطائف ذکر اللہ سے زندہ بیدار ہو کر دعوت میں شریک ہو
جاتے ہیں تو ان کی دعوت سے ضرور نور پیدا ہوتا ہے۔ بعض کامل عارف لوگوں کی
دعوت کلام اللہ سے اس قدر نور پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس کے ایک لحظہ دعوت پڑھنے

کے نور کی س طرح موسد دھ ربرش ہو جاتی ہے۔ کہ ہزروں ہل قبور کی معذب
بزی جیی خشک کھیتی یک دم میں سرسبز و شدب ہو رہی ہوتی ہے کہ یہ تو س
گورستان میں ہر قبر جہنم کا گرم بھٹا ہو تو تھی۔ یہ پل کے پل میں سارا سوختہ سوزاں
گورستان بہشت بریں کا نمونہ ور مہکتا ہو گلستان بن جاتا ہے۔ ناظرین کو س سے
تعجب ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے قدیم غیر مخلوق نوری کلام کی عظمت ور
شان کو ندھے نفسانی لوگ کیا جانیں جنہیں ناولوں کے فرضی قصوں ور بے ہودہ فحش
فسانوں کے پڑھنے سے تو بڑا حظ آتا ہے لیکن قرآن مجید سننے ور پڑھنے سے ن
پر موت طاری ہو جاتی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ قرآن مجید دل ور روح کی باطنی
لطیف غذا ہے۔ ور ن لوگوں کے قلوب ور روح یا تو مردہ ور بے حس ہیں یا بیمار
ور مریض ہیں۔ ور یہ یک امر مسلم ہے کہ غذا خواہ کتنی ہی عمدہ ور لذیذ ہو۔ بیمار آدمی
کو کڑوی ور بد مزہ معلوم ہوتی ہے نفسانی مردہ دل آدمی گبریلے کی طرح دنیا کی
گندگی کا شیدائی ور طالب ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے نافہ ہائے مشک ور طبلہ ہائے
عنبریں سے منہ موڑ کر نفسانی ناولوں کی گندگی کی طرف س سے دوڑتا ہے کہ پلیدی
ور گندگی ہی سے نفسانی ور حیوانی قوت ور قوت حاصل ہوتی ہے۔ س کے خلاف
مشک ور عنبر کی خوشبو ور مہک س کے لیے موت کا پیغام ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ
کے غیر مخلوق نور کا یک خزانہ بے پایاں ہے۔ ور تمام دعوتوں سے فضل ور علی دعوت
قرآن مجید ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے افضل العبادة تلاوة القرآن یعنی
قرآن مجید کی تلاوت تمام عبادتوں سے فضل عبادت ہے۔

ب ہم تلاوت قرآن مجید کے مختلف مراتب ور مدارج بیان کرتے ہیں۔ گو یہ
حقائق جو ہم بیان کر رہے ہیں مردہ دل نفسانی لوگوں کے فہم سے بالاتر ہیں۔ چونکہ
یہ بالکل صحیح ہیں۔ اس لیے بیان کیے دیتے ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ کا کوئی مقبول
بندہ ن حقائق سے دوچار ہو جائے۔ ور پنی حالت ور کیفیت کو ن کے مطابق پا کر

خوش وقت ور مطمئن ہو جے۔ حضرت سلطن عرفین پنی کتابوں میں مختلف

ط ئف کے درمین فرق بین رتے ہوئے فرم تے ہیں کہ گر س لک یک دفعہ

زبن نفس سے یا اللہ کہے جو تم م قرآن مجید کا نعم لبدل ہے تو س کا ثو ب ور درجہ

ستر ہز ر دفعہ س ظاہری عنصری زبن یعنی گوشت کے لوتھڑے کے ختم قرآن کے

بر بر ہے۔ ور گر قلب کا لطیفہ یک دفعہ یا اللہ کہے تو وہ زبن نفس سے ستر ہز ر دفعہ

ختم قرآن کے ثو ب کے بر بر ہے۔ ور سی طرح لطیفہ روح و لطیفہ سر وغیرہ کو قیاس

ر لینا چاہیے۔

ب ہم قرآن کی عظمت، شان ور س کے نز ے قدیم نور کے خیر و برکت ور

ثو ب کا کچھ خیال بین کئے دیتے ہیں کہ گر قرآن مجید نوری زبن سے ماحقہ، د

ہو، اور اس کا نور، فیض ور برکت ہل قبور کو پہنچے تو س کے نور سے ہل قبور کی بی

حالت ہو جاتی ہے۔ ور سے س قدر خیر ور برکت پہنچتی ہے۔

س فقیر کی یک عزیزہ ہمشیرہ تھی۔ جس کا سم گر می بی بی ربعہ تھ۔ بڑی نیک،

عابدہ، پارسا ور سعادت مند لڑکی تھی۔ اس فقیر سے مرحومہ کو مال درجہ کی محبت تھی۔

نوجوانی کی عمر میں پیچ ری مرض ستسقاء کا شکار ہوگئی۔ اس مرض میں ن کا پیٹ،

ہاتھ، پاؤں میں غرض تم م جسم پھول گیا تھ۔ ور ن کا رنگ زرد پڑ گیا تھ۔ ن کے

نزع کے آخری وقت میں یہ فقیر ان کے پاس موجود تھ۔ ور اس فقیر نے س وقت

ن کے پاس سورہ یسین پڑھی۔ ور کلمہ طیب ور کلمہ شہادت کی تلقین کی۔ چنانچہ سی

کمزور حالت میں ان کا خاتمہ ہوا۔ ور دنیا سے گذر گئیں۔ مجھے ن کی قبر کے ندر

برزخی حالات کا بڑ فکر تھ۔ ن کے فوت ہونے کی تیسری رت میں نے باطنی طور پر

و قعہ میں دیکھا کہ میں پنے خاندانی گورستان کی طرف جو ہمارے گھر کے قریب

ہے جا رہا ہوں۔ ور جب میں س جگہ پہنچا، جہاں ہمشیرہ مرحومہ کو دفن کیا گیا تھ۔ تو

میں نے س جگہ کو سی حالت میں پایا کہ وہاں یک ٹوٹا شکستہ مکان ہے ور وہاں

یک ٹوٹی پھوٹی چ رپ ئی پر ہمشیرہ سی بیم ری کی ح ت میں زرد رنگت ور پھو ے
ہو ے جسم کے س تھ ز رز ر پڑی ہو ئی ہے۔ ور مجھے پک ر رہی ہے کہ بھ ئی جلدی
پہنچو میں گھبر رہی ہوں۔ چن نچہ یہ فقیر جلدی دو ڑ کر ن کی چ رپ ئی کے قریب پہنچ
ور نہیں تسلی دے کر کہ کہ بہن ڈرو نہیں میں آ ن پہنچ ہوں۔ چن نچہ میں ن کی
چ رپ ئی کی پ ئنتی کی ج نب بیٹھ گی ور آیت لکرسی پڑھی ور س کے بعد سورہ مزمل
شریف پڑھنی شروع کی۔ سورہ مزمل ختم کر نے سے پہلے میں نے دیکھ کہ وہ ٹوٹ ہو
مک ن یک ع ی ش ن محل بن گی ہے۔ ور معمو ی چ رپ ئی یک خوش نم ش ند ر پلنگ
کی شکل میں تبدیل ہو گئی ور ہمشیرہ ک چہرہ چودھویں کے چ ند کی طرح چمک تھ ۔ ور
ن کے و پر رنگ برنگ ور زرق برق ریشمی ور زربفت کے لحوں نظر آ ئے۔ سی
ثن ء میں چند روح نی عربی لب س پہنے ہو میں ڑتے ہوئے آ ئے ور مجھ سے مص فحہ
کر کے و پس چلے گئے۔ س کے بعد چند ب طنی ح ت ور و قع ت پیش آ ئے۔

یہ و قعہ بی ن کر نے سے ن ظرین کو محض یہ دکھ ن منظور ہے کہ ہل لہ ور روح نیوں کو
ک مل ہل دعوت کی تلاوت قر آن ور س کے نور سے طرفۃ لعین میں کی کچھ
فیوضت ور برک ت پہنچتی ہیں۔ س فقیر نے س قسم کے بے شم ر ح ت ور و قع ت
ح فل ہوش و حو س ور ع م بید ری میں دیکھے ور آزم ئے ہیں۔ س قدر ن د ن ہیں
مسم ن کہ جب ن کے گھر میں نور قر آن کی س قدر عظیم ش ن دو ت ج ود ں
موجود ہے ور وہ س سے غ فل ور روگرد ن ہو کر چند روزہ م دی ف نی دنی کی طلب
میں حیر ن و پریش ن ور دن ر ت رو ں دو ں ہیں۔ ن کی س کوت ہ عقل پر صد
فسوس ہے۔ وہ آخرت کے بدی سرمدی ہیرے جو ہر ت سے منہ موڑ کر بچوں کی
طرح ف نی دنی کی کوڑیوں ور ٹھیکریوں سے کھیل رہے ہیں۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ
دنی ور دنی و ے ن سے روٹھ گئے ہیں ور نہیں چھوڑ گئے ہیں وہ کیوں پنے مو ی کی
طرف رخ نہیں کر تے جو ہر وقت ن سے یوں مخ طب ہے عبدی تـــعـــم ہی

وانس بی انا خیر لک من کل ماسوای یعنی اے میرے بندے! میرے ساتھ انس حاصل کر اور عیش کر، میں تیرے لئے جملہ ماسوی نعمتوں سے بہتر ہوں۔

قرآن کریم ذاتی نور کا ایک نزول باطنی پیرایہ میں ہے جس کی ظلمی تجلی کی ایک کرنٹ نے کوہ طور کو پاش پاش کر دیا تھا۔ وہی طوفان برق باطنی اس کے حروف اور الفاظ کے تاروں میں اب بھی مخفی اور مستور ہے۔ کہ اگر اسے دل اور روح کی پاک زبان کے مضراب سے چھیڑا جائے تو وہی شان پیدا ہو جاتی ہے جو آیت قرآن مجید میں نمایاں ہے

لو انزلنا هذا القرآن علی جبل لرایته خاشعا متصدعا من خشیة الله

ترجمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر بھی نازل کرتے تو تو اسے اللہ کے خوف سے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھتا۔

افسوس ہے ان بدبخت لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ کے غیر مخلوق نوری کلام کی قدر و منزلت کو نہیں جانتے۔ یا اس کے پیغمبر ﷺ کی شان میں کمی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا مذہب اسلام میں نقائص و عیوب نکالتے ہیں۔ ایسا کرنے سے یہ لوگ خود اللہ تعالیٰ کی قدر و عزت گھٹاتے ہیں۔ ورنہ اگر ہم کہتے ہیں اللہ اکبر اللہ بہت بڑا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ اس کا کلام قدیم، اس کا رسول اور اس کا مذہب اسلام بہت بڑی عظمت اور شان والے ہوں۔ دنیا میں آج ایک ہی ایک آسمانی کتاب موجود ہے جو خود ایک معجزہ ہے اور آفتاب کی طرح خود اپنی صداقت پر شاہد ہے۔ اور جس کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے خود بقول وانا لہ لحافظون ذمہ لیا ہے۔ جو تواتر سے حرف حرف اپنے لانے والے کی طرف سے حفظ و تحریر دونوں طریقوں سے بے کم و کاست صحیح طور پر نقل ہوتی چلی آئی ہے جو اپنی بے مثلی اور یکتائی کا ڈنکے کی چوٹ

دعویٰ کرتی ہے۔ کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیر مخلوق کلام نہیں ہے تو تمام مخلوق جمع ہو کر اس جیسی ایک سورۃ بنا کر دکھائے۔ سو وہ بے مثل اور بے ہمتا غیر مخلوق نوری قدیم کلام قرآن مجید ہے۔

دوم آج دنیا میں صرف ایک ہی خدا کا برگزیدہ پیغمبر ایسا ہے جس کی زندگی کی تاریخ متصل اور متواتر اسانید کے ساتھ حفظ و تحریر دونوں طریقوں سے روایت ہوتی چلی آئی ہے۔ جسے دستور العمل بنا کر ہر انسان ظاہری و باطنی، معنوی اور دینوی و دنیوی لحاظ سے زندگی کے تمام شعبہ جات اور مراحل میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اور وہ پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

سوم آج دنیا میں صرف ایک ہی ایسا دین موجود ہے جو تمام بنی نوع انسان کے لیے ایک مکمل نظام حیات پیش کر سکتا ہے۔ جس پر عمل کر کے انسانیت امن و سلامتی، اخوت و مساوات اور عدل و انصاف کے اعلیٰ اوصاف سے متصف ہو کر دنیا میں چین اور آرام کی زندگی بسر کر سکتی ہے اور جو انسانوں کے بنائے ہوئے تمام ناقص نظاموں مثلاً کمیونزم، سوشلزم، فاشزم، سیمیریزم غرض تمام ازموں کا مکمل جواب ہو سکتا ہے۔ اور جو کمیونزم اور سرمایہ داری کی افراط و تفریط کے درمیان اعتدال کا صحیح اور درست مسلک بن سکتا ہے اور وہ دین اسلام ہے۔

دنیا کے مذاہب اور ملل میں سب سے سچا اور برحق مذہب وہی ہے جس پر چلنے کے بہت ضوابط و شرائط اور بے شمار حدود و قوانین ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں علی اللہ قصد السبیل ومنھا جائرہ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف ایک سیدھا راستہ اور اس سے ادھر ادھر غلط اور گمراہی کے بے شمار ٹیڑھے راستے ہیں۔ سو جو مسافر اور راہرو کسی خاص منزل مقصود تک جانے والا ہو۔ اسے قدم قدم پر احتیاط اور پابندی سے چلنا پڑتا ہے۔ تاکہ راستہ سے بھٹک نہ جائے۔ لیکن ایک آوارہ گرد اور بے مقصد مسافر جس کا کوئی نصب العین اور مقرر منزل مقصود نہ ہو۔ وہ جس طرف چاہے

جائے ور س پر کوئی پ بندی نہیں۔ جس طرف منہ آیا چل گیا۔ ہر طرح سے آز د
ہے۔ دیگر یک خاص نشانے پر تیر مارنے یا گولی چلانے میں س قدر کوشش، پ بندی
ور حتیاط برتنی پڑتی ہے۔ لیکن غیر نشانے کے ویسے فضول تیر ور بندوق چلانے و ل
شخص ہر قسم کی پ بندی ور قید سے آز د ہوتا ہے۔ سو جس مذہب ور مت کی منزل
مقصود ور نصب عین اللہ تعالی جیسی مخفی، پوشیدہ، غیب لغیب عقل ور قیاس سے دور
ور فہم و فر ست سے مستور ذ ت ہو گی۔ س کا ر ستہ بہت دور در ز ور بے حد پیچیدہ
ور پوشیدہ ہونے کے سبب بے شمار قو عد ور قو نین جاری ور نافذ ہوں۔ لیکن یک
وحشی ور غیر متمدن علاقہ ہر قسم کے قاعدوں ور قو نین سے آز د ہوتا ہے۔ ور وہاں
دن ر ت خون خر بے ور لوٹ کھسوٹ کا دور دورہ ہوتا ہے۔ ب تم م دنیا کے مذہب
ور ملل پر نظر ڈ لو۔ جس کثرت کے ساتھ امر و نو ہی ور قو عد و قو نین مذہب سلام
میں ہیں ویسا کسی مذہب میں ن کا عشر عشیر بھی نہیں پایا جاتا۔ دنیا بھر کے مذہب میں
سے کسی کو لے لیجیے کسی میں سلام کے بر بر اموارت ور منہیات موجود نہیں لیکن
مذہب سلام کو دیکھیے کہ آغوش مادر میں آنے کے وقت سے لے کر گوشہ لحد میں
جانے تک نسانی زندگی کا کوئی فعل، کوئی قول، کوئی حرکت ور کوئی سکوت یسا نہیں
چھوڑ گیا جس پر بے شمار اموارت ور منہیات لاگو ور نافذ نہ کی گئی ہوں۔ بلکہ
اموارت میں فرض، و جب، سنت ور مستحب کے مر تب ور منہیات میں حر م، مکروہ
ور مکروہ تحریمہ و تنزیہہ کے درجے بھی مقرر ور متعین فرما دیے۔ یمان کے پانچ جزء
قر ر دیے ہیں۔ عقائد، عباد ت، معاملات، خلاق ور معاشرت ور ہر یک کے
ماتحت صدہا بو ب ور فصول مرتب کیے گئے ہیں۔ مثلاً عقائد کو لیجیے ن میں عقائد
ذ ت جنت، متعلقہ صفات الہیہ ور متعلقہ رسالت وغیرہ لگ لگ ہیں۔ ور ہر یک
ثقیلہ ور خفیفہ کے دو درجے ہیں۔ عباد ت میں رکان ربعہ کی تفصیل تنی لمبی ہے کہ
نسان کی عمر ختم ہو جاتی ہے مگر فہرست پوری یاد نہیں ہوتی۔ شر ئط لگ ہیں،

رکان جد، مستحبات لگ ہیں۔ و جبات جد، مکروہات لگ ہیں ور مفسد ت جد
سر سے ے کر پ ؤں تک بدن کا کوئی عضو کیوں نہ ہو ہر یک کے ے خاص عب دت
ہے ور بے شمار پ بندیاں ز قسم و مر و نو ہی ہر قدم پر ور ہر دم میں س پر ع ئد ہیں۔
مع ملات کی فہرست تو س سے بھی بیش ز بیش ہے کہ ب دش ہ سے ے کر یک مفلس
گد گر تک ہر طبقے ور ہر پیشے کا جو شخص بھی ہو ور کوئی بھی کاروب ر ختی ر کیے ہوئے
ہو مثلاً تج رت، ز ر عت، صنعت و حرفت غرض کوئی کام ور پیشہ یس نہیں ہے جس پر
شریعت محمدیہ ﷺ نے تفصیل کے س تھ بے شم ر و مر و نو ہی ور بکثرت پ بندی ں
ع ئد نہ کی ہوں۔ ت کہ اس کے پیشے ور کاروب ر سے کسی ن س ن پر کسی قسم کا ن ج ئز دب ؤ
نہ پڑے ور وہ ہر قسم کے ظلم و تعدی ور لوٹ کھسوٹ سے محفوظ ہو۔ پھر خ لق میں
تخیل ت و شم ئل و ع د ت و خص ئل کا کوئی پہلو یس نہیں جس کو نظر ند ز کی گی ہو۔
سی طرح مع شرت میں دنی کی تم م مخلوق ت یعنی ن س ن، حیو ن، نب ت ت، جم د ت
غرض تم م مخلوق ت کے س تھ جس قسم کا بہتر سلوک ور بر ت ؤ ہو سکت ہے۔ سب کو و مر
نو ہی سے آر ستہ و پیر ستہ کر دی ہے۔ ور محیر العقول کم ل یہ ہے کہ موجود ت ور
و قع ت ہی نہیں بلکہ ن س ن کی قوت متخیلہ جو محل سے محل چیز بھی پنے ذہن سے
خترع کرے۔ ن ممکن ہے کہ شریعت محمدیہ ﷺ س پر جو ز ی عدم جو ز کا فتوی ع ئد
نہ کرے۔ غرض شریعت محمدیہ ﷺ کے قو عد ور قو نین کا یہ د ئرہ س قدر وسیع ہے
جس قدر س پ ک مذہب کی منزل مقصود ور نصب لعین اللہ تع لی کی مقدس ذ ت
کے ش ی ن ش ن ہو سکت ہے۔ ور ن سب قو عد و قو نین پر س دنی میں س گئے
گذرے زم نے میں بھی عمل در آمد ج ری ہے۔ چن نچہ ہر زم نہ ور ہر مک ن میں دن
ر ت صبح و ش م ہر وقت آپ اس مت مرحومہ کو پنے خ لق ور م لک کی عب دت
میں مصروف ور مشغول پ ئیں گے۔ مسلم ن خشکی ور تری میں سفر میں ہوں ی
حضر میں آپ کو اللہ تع لی کی عب دت میں سرنگوں ور سجدہ ریز نظر آئیں گے۔ ریلوں،

بحری جہازوں حتیٰ کہ ہوئی جہازوں کے ندر آپ مسمانوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت
کرتے پئیں گے۔ رمضان کا مہینہ آتا ہے تو فرزندن سلام صبح سے شم تک پنے
آپ کو محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر بھوکا ور پیاسا رکھ کر اللہ تعالیٰ کی فرماں
برداری کرتے ہیں۔ ورت کو تر ویح میں اللہ کا کلام سنتے ہیں۔ حج کے زمنے میں
ہر سال دنیا کے طرف وجونب سے لکھوں مسمان کس قدر ذوق شوق ور جوش و
جذبے سے دور در ز سفر کی صعوبتیں ور تکلیفیں جھیل کر للہ تعالیٰ کے گھر یعنی کعبۃ اللہ
میں جمع ہوتے ہیں۔ عرب کی سرزمین ن کی تکبیر وتہلیل ور ن کے نعروں سے گونجتی
ہے۔ للہ تعالیٰ کا گھر سال کے بارہ مہینوں وردن رت کے چوبیس گھنٹوں میں یک
محہ کے ے طوف سے خلی نہیں ہوتا۔ غرض اللہ تعالیٰ کی سرزمین مسمانوں کی
عبدت، س کی حمد وثناء ور دن رت ن کی تہلیل وتکبیر کے نعروں سے معمور ہے۔
سچ پوچھو تو سلام ہی یک یسا سچا ور پک مذہب ہے۔ جس کی صدقت ور سچائی
کے آثار ہر زمنہ ور ہر مقام میں روز روشن کی طرح نمود ر نظر آتے ہیں۔ برخلف
س کے جب ہم دنیا کے دیگر مذ ہب کی طرف دیکھتے ہیں۔ ور ن کی طرف خیل
کرتے ہیں۔ تو سو ئے چند معمولی رسومت ور ر ئج تہو رت ور تفریحی
عبدت کے ن میں کچھ بھی نہیں ہے۔ عیسئیوں ور یہودیوں کے گرجوں،
ہندوؤں ور سکھوں وغیرہ کے مندروں ور گوردو روں میں گر گانے بجنے ور
رگ رنگ کے نفسانی تفریحی مشغل نہ ہوتے تو بھولے سے بھی ن میں کوئی قدم
نہ رکھتا۔ یہی وجہ ہے کہ سلام کی ظہری وبطنی خوبیوں سے متاثر ہوکر دنیا کے تمام
مذہب ورل آہستہ آہستہ ور رفتہ رفتہ مجبور ہوکر سلام کی طرف آرہے ہیں۔ ور
ن کے طور طریقے خو د پنا ختیار کر رہے ہیں۔ ہندو وگ جو مدت سے بت پرستی
کے قبیح ور نقص ترین رسم ورو ج کے بری طرح پبند چلے آتے تھے۔ سلمی تعلیم
سے متاثر ہوکر ب بت پرستی، من ظر پرستی، مخلوق ور ہر غیر پرستی کو چھوڑ کر خلق پرستی

کے قریب آ رہے ہیں۔ اسلامی مساوات کو دیکھ کر ذات پات کی اونچ نیچ اور چھوت چھات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگ گئے ہیں۔ ہندوؤں میں بیوہ عورتوں کی شادی اور عورتوں کی طلاق کا کوئی رواج نہ تھا۔ لیکن اسلام کے صحیح مسلک کی خوبی دیکھ کر ان خرابیوں کی اصلاح اور انسداد کر رہے ہیں۔ عیسائیوں میں تثلیث اور کفارے کا غلط عقیدہ جو مدت مدید سے ان کی نجات کا اصل اصول مانا جاتا تھا۔ اور ہر عیسائی اسے بہشت کی راہداری اور سرٹیفکیٹ خیال کرتا تھا۔ اسلام کے صحیح مسلک توحید نے اس کی دھجیاں اڑا دی ہیں۔ اور یورپ کا تمام سمجھدار اور تعلیم یافتہ طبقہ آج اس غلط عقیدے سے بیزاری کا اعلان کر چکا ہے۔ ان کے دانشمند اور حق شناس لیڈر پادریوں کے خود ساختہ ناقص مذہب کی ریفارمیشن اور اصلاح کرتے کرتے تھک گئے ہیں۔ چونکہ اس کے غلط اصول اور ناقص قواعد نفسانی پادریوں کی خود ساختہ فریب کاریوں اور باطل آرائیوں کی پیداوار تھی۔ اس واسطے اس میں نت نئے نقص نکلتے رہتے ہیں۔ اور آج تمام عیسائی دنیا اس سے بیزار ہے اور برسرپیکار ہے۔ شراب، خنزیر، سود اور بے پردگی کی قباحت معلوم ہو گئی ہے۔ غرض تمام دنیا کی پیاسی روحیں آج اسلام کے چشمہ آب حیات کے لئے بیتاب اور مضطرب نظر آتی ہیں۔ کیونکہ قلوب کا اطمینان اور دلوں کا سکون نہ تو اب شتر کیت کے خشک، بے کیف، مادی اور مادی نظام حیات میں پایا جاتا ہے۔ اور نہ اب کسی سرمایہ دارانہ، غیر مساویانہ اور ظالمانہ قارونی مسلک میں نظر آتا ہے۔ آج دنیا ہلاکت ونجات، موت و حیات کے سخت بحران میں مبتلا ہے۔ اور اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہو گا کہ یا تو مذہب دنیا سے بالکل ختم ہو جائے گا اور اس کی جگہ دہریت اور مادیت لے لے گی۔ انسانیت حیوانیت کے درک اسفل میں گر جائے گی۔ اور باطنی اور معنوی موت مر جائے گی۔ دنیا میں ہر جگہ انسان نما حیوان نظر آئیں گے۔ یہی وہ زمانہ ہو گا جسے قرآن کریم اور احادیث شریفہ نے دابۃ الارض کے خروج اور دجال اور اس کی حیوانیت اور گدھے پن سے تعبیر کیا ہے۔ اور یا اگر

حضرت عیسیٰ کے نزول اور خروج سے دنیا کے تن مردہ میں پھر روح قدس کی مذہبی اور روحانی زندگی عود کر آئے اور دنیا نے اسلام یا اسلام جیسا کوئی نیا صحیح نظام اختیار کر لے جو دنیوی لوٹ کھسوٹ سے جمع کردہ سرمایہ کاری کو ختم کر دے اور انسانی زندگی کا مقصد عبادت اور معرفت قرار دے۔ اور انسانیت حیوانیت اور مادیت سے عروج کر کے ملکوتیت کے اعلیٰ اخلاق سے متخلق اور عبودیت کی پاک صفات سے متصف ہو جائے۔ اور دنیا میں مساوات و اخوت اور عدل و انصاف کا دور دورہ ہو۔ اور ظلم و تعدی، جبر و استبداد، بے جا لوٹ کھسوٹ، قومی تعصب، نسلی امتیاز اور برتری، حرص و آز، جوع الارض اور قارونیت و فرعونیت سے دنیا پاک و صاف ہو جائے۔ اس وقت دنیا

بہشت بریں کا نمونہ بن جائے گی۔ اور اگر شامت اعمال بصورت نادر گرفت والا معاملہ بن گیا تو دنیا اپنی سائنس اور جدید علوم کی روشنی طبع میں ایک ایسا زوال عذاب اور غیر مختتم وبال میں پھنسی رہے گی حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھ کی لگائی ہوئی اور پھیلائی ہوئی آگ اور دھوئیں میں دم گھٹ گھٹ کر ختم ہو جائے گی جس کی پیشین گوئی قرآن مجید پہلے کر چکا ہے۔

يوم تاتي السماء بدخان مبين يغشى الناس هذا عذاب اليم

ترجمہ جس روز دنیا مہلک دھوئیں سے بھر جائے گی۔ اور وہ دھواں ہر جگہ لوگوں پر چھا جائے گا۔ اس وقت یہ بہت الم ناک عذاب ظاہر ہوگا۔

شانِ قرآن

سورہ رحمن میں مخلوق پر اپنے آلا و نعماء کو ظاہر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام نعمتوں میں سے قرآن کو اول درجے میں رکھا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان یعنی اللہ تعالیٰ رحم رحیمین کی پہلی اور اولین کمال مہربانی یہ ہے کہ اس نے انسان ضعیف البنیان کو اپنے کلام کی تعلیم دی۔ اسے اسی غرض کے لیے پیدا کیا۔ اور اپنی صفت متکلمی سے گویا فرمایا۔ ان آیات سے چند عجیب و غریب اسرار و معارف مترشح ہوتے ہیں اول یہ کہ الرحمن علم القرآن ۔ خلق الانسان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ قرآن کا وجود تخلیق آدم سے پہلے ظہور پذیر ہوا ہے جس سے قرآن کے غیر مخلوق ہونے کا پتہ چلتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کنت نبیا و آدم بین الماء والطین یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم ابھی مٹی اور پانی میں تھا۔ آپ کا یہ ارشاد اس بات کی تصدیق کر رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ پیدائش سے پہلے مورد نور الٰہی اور شان نبوت اور نزول وحی سے سرفراز تھے۔ یا یوں کہیے کہ آپ کو وجود مسعود روز ازل اور یوم میثاق سے بھی پہلے قرآن کی غیر مخلوق نوری صورت سے جو کہ ابھی حروف و صورت کے قالب میں نہیں پڑی تھی براہ راست مقتبس اور منور تھا۔ قرآن کی اس غیر مخلوق نوری صورت کی طرف اللہ تعالیٰ نے جا بجا قرآن کریم میں اشارے فرمائے ہیں وانزلنا الیکم نورا مبینا یعنی اے محمد ﷺ ہم نے تمہاری طرف ایک نور مبین نازل فرمایا واتبعوا النور الذی انزل معہ یعنی اے مومنو! اس نور کی تابعداری کرو۔ جو ہم نے اپنے نبیؐ کے ہمراہ نازل فرمایا ہے قرآن کریم کو اگر اللہ تعالیٰ کا کلام مانا جائے تو اسے قدیم اور غیر مخلوق ماننا لازم آتا ہے۔ کیوں کہ کلام اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے۔ اور کلام کی ذات متکلم قدیم سے کسی طرح جدا نہیں ہو سکتی۔ آفتاب ذات متکلم نے جب کائنات قلوب پر اپنے کلام کی تجلی فرمائی تو اس کلام قدیم کی تجلی اور پرتو سے

انسان میں نطق اور گویائی کی صفت پیدا ہوئی اور وہ علمه البیان کی شان سے
نمایاں ہوا۔ انسان اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات کی جامعیت کے باعث ہی وہ اللہ تعالیٰ کا
مظہر اتم اور خلیفہ اعظم ہے۔ جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے خلق الله ادم علی
صورته یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا ہے یعنی اپنی صفات سے
متصف فرمایا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ شکل وصورت سے پاک اور منزہ ہے۔ چنانچہ
انسان میں ہر روز اللہ تعالیٰ کی ایک نئی شان ہے۔ اور ان جملہ شان کے ایک شان یہ
ہے کہ انسان اس کی صفت کلام کے پرتو اور تجلی سے دیگر جملہ حیوانات سے ممتاز اور
قادر الکلام اور بیان ہے۔ اسی سورہ رحمن کی اگلی آیت الشمس والقمر
بحسبان کی تفسیر اس مطلب کو اور بھی صاف اور واضح کر دیتی ہے کہ جس طرح
سورج اور چاند حساب سے چلتے ہیں۔ اور ان کی مختلف گردش سے چاند کی تیس
تاریخیں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح انسان کے قمر قلوب پر اللہ تعالیٰ کا جب ازل سے
آفتاب کلام چمکا تو اس کلام قدیم کی تجلی سے انسان کے وجود میں نطق اور گویائی کا
ملکہ پیدا ہوا۔ اور انسان کی زبان پر تیس تاریخوں کے مطابق تیس عدد حروف تہجی
جاری ہوئے۔ جس کے ذریعے حضرت انسان کے قمر قلوب میں حروف اور صوت
کی صورتیں نمودار ہوئیں۔ چنانچہ جملہ اقوام عالم کی مختلف زبانیں انہی تیس حروف کی
ترتیب اور جوڑ توڑ سے ماخوذ ہیں۔ اور آج دنیا میں جو تقریباً چار ہزار پانچ سو کے
قریب زبانیں بولی جاتی ہیں۔ سب کے حروف تہجی تقریباً یہی تیس حروف ہیں۔ اور
اگلی آیت والنجم والشجر یسجدان بتا رہی ہے کہ جس طرح آفتاب کی
روشنی سے رات کو اجرام فلکی یعنی کواکب اور ستارے اور دن کو اجرام ارضی یعنی شجر و
حجر وغیرہ نمودار ہو رہے ہیں۔ اسی طرح آفتاب کلام قدیم کے نوری پرتو سے انفس
اور آفاق کے لیل ونہار میں اشیاء اور ان کے حقائق انسان پر ظاہر ہو رہے ہیں۔
اور اگر انسان میں ملکہ نطق وبیان نہ ہوتا اور کلام کے ذریعے انسان ایک دوسرے پر

اپنے دل کے خیالات کا اظہار نہ کر سکتے تو تمام انسانی دنیا جہل و نادانی کے ایک
تنگ و تاریک ماحول میں گرفتار رہتی اور انسان ہر قسم کی عقل، علم و دانش کی روشنی سے
محروم رہتے۔ غرض یہ اس ذات رحمت حق سبحانہ کا عام انسان پر قرآن نازل
فرمانے کا بڑا بھاری فضل و احسان ہے کہ ایک تو اس کے وجود میں علمہ البیان
سے نطق اور گویائی کے ذریعے زمین ہموار کر ڈالی اور الرحمن علم القرآن یعنی
اپنے کلام کے نزول سے سرفراز اور ممتاز فرمایا۔

یہی حروف تہجی ہی اصل الاصول ہیں جن سے کلام کی بنیاد پڑی اور ان کی
ترکیب اور ترتیب سے انسان نے شیء کائنات کو مناسب اسماء سے موسوم کیا۔ اور
انہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام ذاتی، صفاتی، افعالی اور نعوت صفت سے
انسان کو روشناس فرمایا اور وہ علم آدم الاسماء کلہا کے خطاب سے سرفراز
ہوا۔ اور ملائکہ سے گوئے سبقت لے گیا۔

یاد رہے کہ علم حروف دنیا کے تمام علوم میں سے نہایت اعلیٰ، افضل اور بہت
دقیق اور عمیق علم ہے۔ کیونکہ یہی حروف ہی وہ سابق عنصر ہیں جو انسان کے اندر
فطرتی اور قدرتی طور پر دنیائے نطق، عالم کلام اور جہان بیان کی تخلیق کا باعث بنے
ہیں۔ انہی کے ذریعے انسان میں علم و معانی کا ظہور ہوتا ہے۔ اور تمام قلبی واردات
اور باطنی خیالات کا اظہار انہی کے ذریعے ہوتا ہے۔ چنانچہ اکثر قرآنی سورتوں کے
آغاز میں جا بجا حروف مقطعات صاف طور پر بتا رہے ہیں کہ یہ وہ قدیم ازلی، ابدی
اور قدرتی غیر مخلوق کلام ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کی یہ غیر مخلوق زبان خاکی مخلوق کی
کوتاہ سمجھ اور کم فہم کے لئے قدم کے افق اعلیٰ سے حدوث اور امکان کی منزل سفلی
میں اترنے کو تھی۔ اور اس کا پہلا لطیف قدم جو کہ ابھی حدوث صورت و الفاظ کے گرد
وغبار سے کسی قدر پاک اور صاف تھا۔ تو آفتاب کلام قدیم کی شعاعیں ان حروف
مقطعات کی دھیمی کرنوں میں نمودار ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ کے پاک نوری مقال اور اس

ے غیبی منزہ حال کو صرف نبی کی ذ ت بابرکات ہی سمجھ سکت ہے۔ یہی س نبی ی

"(فدہ ی و بی) صاحب م مکتب ی میت تھی۔ جو کہ س علوم ذ ت حی و قیوم

سے ہ خوذ لیس تم م کسبی علوم سے منزہ و معصوم تھی۔ سے کہتے ہیں تلمیذ رحمن ور

ستادکل ہو ور ش گرد کسی کا نہ ہو سے نگریزی میں (Teacher Of All

And Pepil Of None) کہتے ہیں۔ قدرت یہاں س طرح پنے جلوہ

عیاں طور پر ظاہر فرماتی ہے ور سباب کی ہستیں چھین کر پنے ہاتھ عیاں ور عریاں

طور پر دکھاتی ہے کہ اس کی تعلیم لدنی میں سباب ور رسم و کسب کو دخل نہ ہو۔ ور اس

غیر مخلوق قدیم ماتب کا تلمیذ کسی مخلوق ستادکی تسلیم کی بار منت کا مرہون نہ ہو۔ حافظ

شیر زی فرماتے ہیں۔

نگار من کہ بہ مکتب نہ رفت خط نوشت

بہ غمزہ نکتہ مموز صد مدرس شد

یک دوسرے صاحب فرماتے ہیں

نبی ی ہ م مکتب درس دنیا

علیم وں و کشف رز ہ دنی

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے سی سی حاکموں خصوصاً فوجی افسروں کو

جب کبھی حکومت وقت کی طرف سے خاص خاص پوشیدہ اسرار ور نہایت مخفی بھید کی

باتیں ور سپیشل ہد ت تاروں یا سلکی کے ذریعے پہنچانے مقصود ہوتے ہیں۔ ن

کی ظاہری صورت ور طرز د یسی جنبی اور نوکھی ہو کرتی ہے کہ سوائے مخصوص

افسروں کے نہیں ور کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا۔ یہاں تک کہ خود ڈ ک کے منشی تار بابو

ور ا سلکی کے کارکن بھی نہیں نہیں سمجھ سکتے۔ ور وہ یا تو حروف مفرد ت یا خالی عدد

کی شکل میں محض مرموز شارت ہو کرتے ہیں۔ غرض قرآنی حروف مقطعات بھی

جنبی ور قدیم زبان کے تمہیدی مرموز شارت ور مخفی نکات ہیں جسے محض نبی کی

عقل کل یوں کی تطبیق ن کے خاص جانشین ہی سمجھ سکتے ہیں ور بس

یک روایت ہے کہ جب جبرئیل علیہ نے سورۂ بقرہ سنائے۔ ور جبرئیلؑ بولے لف، لام، میم، تو آپ ﷺ نے فرمایا علمت یعنی میں سمجھ گیا۔ تو جبرئیلؑ نے دریافت کیا ما علمت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ میرے ور اللہ کے درمیان راز ہے۔

غرض قرآن اللہ تعالی کی یک نوری قدیم غیر مخلوق زبان ہے۔ لیکن اس کا نور غافل لوگوں سے بے شمار حجابوں کے ندر مخفی ور پنہاں ہے قوله تعالی

واذا قرات القران جعلنا بینک و بین الذین لا یومنون بالاخرة حجابا مستورا و جعلنا علی قلوبهم کنة ان یفقهوه و فی اذانهم وقرا

ترجمہ ور ے ہمارے نبیؐ! جس وقت تو نہیں قرآن سناتا ہے تو ہم تیرے ور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر یمان نہیں رکھتے طرح طرح کے حجاب ور پردے ڈال دیتے ہیں۔ ور ن کے دلوں پر غفلت کے تالے لگا دیتے ہیں۔ تا کہ وہ کچھ نہ سمجھ سکیں۔ ور ن کے کانوں میں گرانی ٹھونس دیتے ہیں۔ تا کہ وہ کچھ نہ سنیں۔

غرض مذکورہ بالا آیت میں نفوس، قلوب ور روح کے مختلف حجابوں ور پردوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو غافل نسان ور قرآن کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔ جن کی وجہ سے قرآن کا اثر نہیں ہوتا۔ تم نہیں دیکھتے کہ کسی بڑے پاور ہاؤس سے لاکھوں ووٹ کی بجلی گر کسی تانبے کی تار میں سے دوڑا لی جائے تو ربڑ ور ریشم کی یک معمولی پتلی تہہ س کے اثر کو زائل کر دیتی ہے۔ سو قرآن کی غیر مخلوق قدیم نوری زبان کی برق باطن کی عظیم شان بجلی حروف کو زائل کر دیتی ہے۔ سو قرآن کی غیر مخلوق قدیم نوری زبان کی برق باطن کی عظیم شان بجلی حروف ور لفاظ کے تاروں میں مخفی ور پنہاں ہے۔ لیکن غافل نفسانی نسانوں کے جسم ور زبانیں چوں کہ طرح طرح کے مختلف ور

ملع ثر ادوں سے موث ور آودہ ہوتی ہیں۔ ہذ قرآنی نورکو نسانی جسم کے ندر

جانے نہیں دیتے جیسے کہ آیا ہے کلام اللہ شی طاهر لا يستقر لا بمكان طاهر

یعنی کلام اللہ اور سم اللہ پاک چیز ہے ور بجز پاک جگہ کے قرار نہیں پکڑتا۔ ور یہ بھی

آیا ہے بہت وگ کلام اللہ کو پڑھتے ہیں۔ لیکن قرآن ن کے گلے سے نیچے نہیں

ترتا۔ یعنی گلے کے نیچے جو دل ہے۔ س میں نفوذ نہیں کرتا۔ اور یوں بھی روایت

ہے کہ بہت وگ قرآن پڑھتے ہیں۔ لیکن قرآن ن پر نہیں عنت ور پھٹکار کرتا ہے۔

سو قرآن کریم کی صورتیں مختلف ہیں۔ ور س کے پڑھنے کی زبانیں ور لہجے لگ

لگ ہیں۔ س ختلاف کی وجہ سے قرآن کے درجے ور مرتبے مختلف بن جاتے

ہیں۔ اور ان کا ثر مختلف ہوتا ہے۔ چنانچہ یک تو وہ قرآن ہے جس کی شان اس

آیت سے نمایاں ہے کہ گر وہ پہاڑ پر بھی نازل ہوتو س کے ثر سے پہاڑ ٹکڑے

ٹکڑے ہو جائے۔ اور وہ بھی قرآن ہے جو ن پڑھنے و لے کو عنت کرتا ہے۔ غرض

اللہ تعالےٰ کے کلام ور س کے نام کے نور ور س سے غفلت و ظلمت کے حجابوں

کا ذکر ن دو مختلف آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا ہے۔ ول آیت نور یہ ہے

الله نور السموت والارض مثل نوره كمشكوة فيها مصباح المصباح في زجاجة الزجاجة كانها كوكب درى يوقد من شجرة مباركة زيتونة لا شرقية ولا غربية يكاد زيتها يضئ ولو لم تمسسه نار نور على نور يهدى الله لنوره من يشاء ويضرب الله الامثال للناس والله بكل شئ عليم

ور وہ آیت جس میں ظلمت غفلت کا بیان ہے یہ ہے

او كظلمات في بحر لجى يغشه موج من فوقه موج من فوقه سحاب ظلمت بعضها فوق بعض

یہاں پہلی آیت میں س سم اللہ کے نور کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں ذکر

اللہ سے غفلت ورظلمت کے حجابوں کا بیان ہے اللــہ نور السموت والارض

س سے مر د اللہ تعالیٰ کی ذ ت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نور ورظلمت کی

تشبیہوں ور مث لوں سے پ ک ور منزہ ہے ور وہ نور ور ظلمت دونوں کا خ لق ہے۔

جیسے کہ وجعل الظلمت والنور سے ظ ہر ہے جس کی تشریح کسی قدر ہم عرف ن

حصہ اول میں کر آئے ہیں سو اس نور ور ظلمت کے تف وت ور ختلاف کی وجہ سے

ذ کر اللہ ور کلام اللہ کے مر تب ور ت ثیر میں فرق آ ج ت ہے۔ ن مختلف درج ت کے

سبب قرآن کے مختلف سم ور مختلف قسم بی ن کیے گئے ہیں۔ س ختلاف کی وجہ سے

قرآن کو مختلف ن موں سے ی د کی گی ہے۔ چن نچہ کہیں قرآن مجید، قرآن ریم،

قرآن عظیم، قرآن حکیم، کت ب عزیز ور کت ب مکنون کے مختلف لق ب دیے گئے

ہیں ور یہ لق ب مہمل نہیں ہیں۔ بلکہ ن کے یہ مختلف م قرآن کی مختلف قسم ور

صفت کے ح مل ہیں جنہیں ہم یہ ں ذر تفصیل کے س تھ لگ لگ آیتوں میں

بی ن کرتے ہیں۔

قرآن کی یک صورت وہ بھی تھی جو حضرت رسول ریم ﷺ کے دل پر ن زل

ہوئی ور س میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ور متمکن ہو گئی۔ ور قرآن آپ کو ہمیشہ کے

لیے بغیر کوشش و تکر ر کے ی د رہ گی تھ۔ ور کبھی نہیں بھولت تھ۔ ح لانکہ یک ش عر

جب چند شعر کہت ہے جب تک ن شع ر کو لکھ نہ دے وہ فوراً ذہن سے تر ج تے

ہیں۔ ب وجود س کے کہ نظم ک ی د رکھن بہ نسبت نثر کے بہت آس ن ور قرآن تم م نثر

ہے جس کی ی د ور حفظ بہت مشکل ہے۔ چن نچہ بتد ئے وحی میں حضور کو یہی خوف ل

حق ہو گی تھ۔ ور آپ قرآن کے نزول کے بعد خوف نسی ن کی وجہ سے س کو ب ر ب ر

تکر ر کرنے لگے تھے کہ گر قرآن مجھے ی د نہ رہ ور میں سے بھول گی تو میں سے

وگوں کو کیوں کر سن ؤں گ۔ ور قرآن کت ب کی صورت میں کیوں کر جمع ہو گ۔ چن نچہ

س آیت میں اللہ تع لیٰ نہیں تکر ر کی تکلیف سے منع فرم تے ہیں۔ ور قرآن کے

حفظ اور جمع کرنے اور بیان کرنے کا ذمہ خود اٹھاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے

لا تحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه و قرانه فاذا قراناه

فاتبع قرانه ثم ان علینا بیانه

ترجمہ: اے ہمارے نبی! قرآن کا (کتاب کی صورت میں) جمع کرنا اور اس کا پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ پس جب نزول اور وحی کی صورت قرآن پڑھ دیا جائے تو اس قرأت کی تابعداری کیا کرو۔ اس کا دوبارہ بیان کرنا ہمارے ذمے ٹھہرا۔ غرض یہ قرآن کا بڑا بھاری معجزہ ہے کہ جس پر نازل ہوا اس کے مغز یعنی دل اور روح کے اندر اتر گیا۔ قرآن کی یہ زبردست شان اب بھی موجود ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جب کسی کے دل اور روح میں اتر جاتا ہے تو بن پڑھے اور تکرار کے یاد ہو جاتا ہے اور ہمیشہ پڑھا جاتا ہے۔ اس کی مثالیں بے شمار ہیں کہ دل اور روح کی لطیف زبان تمام قرآن کو ایک طرفۃ العین میں ختم کر ڈالتی ہے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت مشہور ہے کہ آپ ایک رکاب سے دوسری رکاب میں پاؤں ڈالنے کے وقفہ میں قرآن ختم کر لیتے تھے اس سے بالکل تعجب نہیں کرنا چاہیے۔

تذکرۃ الاولیاء میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت مذکور ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ میں نے ایک ولی اللہ کو دیکھا کہ اس پر آسمان سے نور کی تجلی ہوتی تھی۔ پس میں حصول فیض و برکت کی غرض سے اس کے پیچھے ہو لیا اور جہاں زمین پر اس کا قدم پڑتا تھا۔ میں بھی تبرک کے طور پر اس کے قدم پر قدم رکھتا جاتا تھا۔ آخر اس نے مڑ کر میری طرف دیکھ کر کہا کہ اے نادان! جب تک تو میرے جیسے عمل نہیں کرے گا۔ خالی میرے قدم پر قدم رکھنے سے تجھے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ خدا جانے یہ کونسا عمل کرتا ہوگا۔ اس نے پھر میری طرف مڑ کر کہا کہ میرا عمل یہ ہے کہ میں روزانہ ستر بار قرآن کریم ختم کرتا ہوں۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ شخص خیال میں قرآن

اتنی دفعہ پڑھ لیتا ہوگا۔ ظاہر طور پر تو یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ اس نے پھر میری طرف منہ کر کے کہا کہ میں خیال سے نہیں بلکہ لفظاً و عبارتاً قرآن پڑھتا ہوں۔ سو اس طرح بھی قرآن پڑھنے کی صورت ہے۔

ایک دفعہ ایک درویش محمد یار نامی نے مجھے اپنا واقعہ سنایا کہ میں جوانی میں حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر اس خیال سے حاضر ہوا کہ میں نے لوگوں سے سنا تھا کہ حضرتؒ کے مزار پر زائر جو مراد لے کر جاتا ہے وہ پوری ہو جاتی ہے۔ چنانچہ میں یہ مراد دل میں لے کر حاضر ہوا کہ حضرتؒ مجھے اپنی اصلی صورت میں زیارت سے مشرف فرمائیں۔ میں کئی روز اسی خیال سے وہاں ٹھہرا رہا۔ مگر مجھے دوران قیام آپ کی زیارت نصیب نہ ہوئی اور میں ناامید ہو کر وہاں سے پچھلے پہر اپنے وطن کی طرف روانہ ہوا۔ اور دل میں خیال کیا کہ یہ محض غلط پراپیگنڈا ہے کہ حضرت زائر کی دلی مراد معلوم کر کے پوری فرماتے ہیں۔ رات کو میں راستے میں ایک مسجد کے اندر شب باش ہو گیا۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دربار شریف کے اندر موجود ہوں اور وہاں سے رخصت ہونے کی تیاری میں ہوں۔ میں نے خواب کے اندر دل میں کہا کہ چلو آخری بار حضرتؒ کے مزار کی زیارت کر لوں پھر گھر کو روانہ ہو جاؤں گا۔ چنانچہ میں اسی خیال سے محل کے اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ وہاں کوئی مزار وغیرہ نام کو موجود نہیں بلکہ ایک پلنگ پڑا ہوا ہے جب میں اس پلنگ کے قریب گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنے چہرہ مبارک سے نقاب اٹھا کر مجھے فرمایا کہ محمد یار مجھے دیکھو دنیا میں میری یہی صورت تھی جو اس وقت تم دیکھ رہے ہو۔ محمد یار نے بیان کیا کہ خدا کی قسم میں ایک جاہل مطلق اور ان پڑھ آدمی ہوں لیکن آپ کا چہرہ مبارک دیکھتے ہی میرا قرآن جاری ہو گیا۔ اور میرے اندر قرآن اس طرح پڑھا جانے لگا جس طرح پڑھے ہوئے حافظ پڑھتے ہیں۔ اور میں وہ قرآن ہوش و حواس کی حالت میں استغراق کے اندر پڑھتا تھا اور

ساتھ ہی ذکر یہ بھی جاری تھا۔ محمد یار نے بیان کیا کہ مدت تک میری یہ حالت جاری رہی اور جوں ہی میں باطن کی طرف متوجہ ہوتا مجھے غیبت حاصل ہوتی۔ اور میرا قرآن جاری رہتا۔ اس بارے میں اس فقیر کا اپنا بھی تجربہ ہے جو اسی کتاب کے اگلے صفحات میں انشاء اللہ بیان کیا جائے گا۔ غرض قرآن کی یہ شان اب بھی موجود ہے۔ اور خاصان خدا میں مروج اور جاری ہے نفس مردہ دل اور نادان لوگ قرآن کی اس نوری شان کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔

دوسری صورت قرآن کریم کی یہ مذکورہ ہے کہ اس نوری مخفی قرآن کو نفسانی ناپاک لوگ ہرگز چھو نہیں سکتے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

انه القران كريم فى كتاب مكنون لا يمسه الا المطهرون

یعنی قرآن کریم کا ایک پاک نوری وجود ایک مخفی پوشیدہ کتاب کی صورت میں اب بھی موجود ہے جسے چھو نہیں سکتے مگر پاک لوگ یعنی ناپاک نفسانی لوگوں کی اس قرآن تک رسائی نہیں ہے۔ یہاں لفظ لا یمسہ مضارع کا صیغہ ہے جس کے معنی حال اور مستقبل کے ہیں یعنی اس قرآن کو نہیں چھوتے یا نہیں چھوئے گے مگر پاک لوگ سو یہاں نہی کا صیغہ ہرگز نہیں ہے۔ کہ اسے ناپاک آدمی نہ چھوئے کے معنی سے جیسا سورہ عبس میں آیا ہے۔

كلا انها تذكرة فمن شاء ذكره فى صحف مكرمة مرفوعة مطهرة بايدى سفرة كرام بررة

ترجمہ خبردار قرآن ایک عام ذکر کا دسترخوان ہے جو چاہے اس میں شامل ہو جائے۔ اس کی نوری تحریر تو عزت والے بلند اور پاک صحیفوں کے اندر محفوظ ہے جسے عزت والے پاک فرشتوں نے تحریر کیا ہے۔ یہاں اس قرآن کا ذکر نہیں ہے جسے جودھ سنگھ اور سنت سنگھ وغیرہ ناپاک پلید ہاتھوں سے لکھتے چھوتے اور چند ٹکوں کے عوض چھاپا کرتے ہیں۔ بلکہ وہ ایک بلند، پاک اور عزت والی کتاب ہے جسے پاک

اور نیک مدنی کے لطیف ہاتھوں نے نوری حروف سے تحریر کیا ہے۔ سو قرآن اگر اللہ تعالیٰ کا قدیم اور غیر مخلوق کلام ہے تو اس کی ہر دو قدیم تحریری اور تقریری صورتیں موجود ہونی چاہئیں۔ اور یہ وہ قدیم تحریری اور تقریری صورتیں ہیں جو پچھلی آیتوں میں بیان کی گئی ہیں۔ قرآن کی قدیم تقریری صورت وہ ہے جو قاری کے مغز یعنی لطیفہ قدیم قلب اور روح میں اتر جاتا ہے۔ اور کبھی نہیں بھولتا۔ ورنہ حادثات دماغ والے حافظ اگر قرآن کا دور اور تکرار کرنا چھوڑ دیں تو قرآن ان کے دماغ سے اتر جاتا ہے۔ اسی طرح جودھ سنگھ اور ستت سنگھ کے چھپے ہوئے حادث قرآن ضائع اور بوسیدہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن بایدی سفرۃ کرام بررۃ کا پاک نوری قرآن بوسیدہ اور ضائع ہونے سے پاک ہے۔

ایک آیت میں قرآن کا یوں ذکر آیا ہے انه لکتاب عزیز لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید یعنی تحقیق قرآن ایک ایسی غالب کتاب ہے کہ اس کے مقابلے میں کوئی باطل نہ آگے سے اور نہ پیچھے سے قائم رہ سکتی ہے۔ کیونکہ یہ حکمت والے اور تعریف والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خواب یا مراقبے کے اندر جس مجلس میں قرآن پڑھا جائے اس میں شیطان کا دخل نہیں ہو سکتا۔ اور وہ خواب یا مراقبہ شیطانی نہیں ہوتا بلکہ رحمانی ہوتا ہے۔ غرض قرآن حق اور باطل کے پرکھنے کا سچا معیار ہے اور تصوف کا مسئلہ ہے کہ شیطان باطل میں ان تین صورتوں پر متمثل نہیں ہو سکتا۔ دوم قرآن یا اس کی کسی صورت یا آیت کی صورت میں ہو۔ خانہ کعبہ کی صورت

سو قرآن کے یہ مختلف نام بے فائدہ اور مہمل نہیں ہیں۔ بلکہ جس طرح اس کے مختلف نام ہیں اسی کے مطابق اس کے الگ الگ اقسام ہیں۔ اور اسی طرح اس کے پڑھنے کے علیحدہ اجسام ہیں۔ اور اس کے اسے مختلف زبانیں اور ان کے پڑھنے کی جدا تاثیرات، نتیجے اور انجام ہیں۔

غرض قرآن کریم گر اپنی اصلی شان میں نمایاں ہو ور صفات متکلم کی غیر مخلوق نوری بجلی کی برقی لہر ور کرنٹ اس میں رواں ہو تو اس کی حلاوت اور شدت سے سنگین پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ سو قرآن کا نور ور اس کا اثر جسم ور زبان کی عفت ور پاکی پر موقوف ہے مولانا روم صاحب اپنی مثنوی میں اپنے پیر صحبت مولانا حسام الدین کو خطاب کرکے فرماتے ہیں۔

ے حسام مدین بخدق رے تو

حلق مخشد سنگ ر حلوے تو

یعنی اے حسام الدین تیری یاد اور پختہ ارادے کی قسم کہ تیرے کلام کی شیرینی بے جان پتھر میں بھی ذوق شوق ور شتہا پیدا کر رہا ہے کہ پتھر ور پہاڑ بھی اس کے لینے ور قبول کرنے کے لئے منہ پھاڑ رہے ہیں جیسے کہ داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی مناجات ور حمد و ثناء میں جس وقت مشغول ہوتے ان کی آواز ور تاثیر سے بے جان پہاڑ ور بے شعور طیور متاثر ہو کر آپ کی طرف مائل ور راغب ہوتے۔ ور آپ کے ہمراہ حمد و مناجات میں شریک ہوتے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

واذکر عبدنا داؤد الاید انه اواب انا سخرنا الجبال معه یسبحن بالعشی والاشراق والطیر محشورة کل له اواب

ور یاد کرو ہمارے بندے داؤد کو جو تھے (ہاتھ) ہاتھوں والے ور تھے اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والے ور ہم نے اس کے ساتھ مسخر کر دیئے تھے پہاڑ جو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح میں رات ور دن شریک رہتے ور پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ سب اس کی طرف مائل ور راغب رہتے۔ غرض کلام ور آواز کی حلاوت ور تاثیر سے کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ کلام ور قوت بیان میں سحر ور جادو کا اثر ہوتا ہے۔ ان من البیان لسحرا ہر روز دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ بے شمار اس قسم کے کلام، منتر ور جادو وغیرہ مخلوق میں خاص امراض ور آزار کے لئے موثر ور مفید

پڑے گئے ہیں جو نسانوں کے پنے بنائے ہوئے ہیں جو زہریلے جانوروں مثلاً
سانپ، بچھو، دیو نے کتے ور کثر نفسی ور دیگر بدنی مراض کے لئے تیر بہدف
موثر پائے گئے ہیں۔ ور طرفہ یہ ن کلاموں کے متعلق ن کلاموں کے عامل بھی نہیں
سمجھتے۔ صرف طوطے کی طرح سر زبانی یاد کیا ہوا ہوتا ہے ور اسی طرح پڑھ دیتے
ہیں۔ ور وہ فوری پنا ثر کر جاتے ہیں۔ تو پھر قرآن جو اللہ تعالیٰ کا برحق غیر مخلوق نوری
کلام ہے کیوں ثر نہ کرے۔ ضرور کلام اللہ پنا اثر رکھتا ہے۔ بشرطیکہ وہ طاہر جسم ور
پاک زبان سے دا ہو۔ ور س میں غیر مخلوق نوری بجلی ور پاور موجود ہو۔ ور گر وہ
صحیح طور پر برمحل دا ہو تو ہر چیز ور کام پر اس کا عمل نافذ ور جاری ہو جاتا ہے۔ قوله
تعالیٰ

ولو ان قرانا سيرت به الجبال او قطعت به الارض او كلم به
الموتى بل لله الامر جميعا

یعنی ممکن ہے کہ قرآن س طرح کا ہو کہ س کی تاثیر سے پہاڑ پنی جگہ سے ٹل
جائیں یا زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے یا مردے جی کر بولنے لگ جائیں۔ لیکن اس
مرکزی بجلی اللہ تعالیٰ کے پاور ہاؤس میں محفوظ ہیں۔ وہاں سے جاری ہوتی ہے۔ سو ہم
دیکھتے ہیں کہ بجلی پنے پاور ہاؤس سے نکلتی ہے ور موفق ور مناسب جسام میں
سرایت کرتی ہے ور مخالف جسام میں نفوذ نہیں کرتی۔ اسی طرح کلام کی بجلی اپنے
متکلم کے دل و دماغ کے ڈائنمو سے خارج ہو کر حروف، لفاظ ور عبارت کی صورت
میں تار تنفس کے ذریعے سامعین کے کانوں سے ہو کر ن کے دل ور دماغ کو متاثر
کرتی ہے۔ سی طرح جس وقت قرآن کریم کے حروف، لفاظ ور عبارت پنے محل
سے صحیح ور درست طور پر دا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کی غیر مخلوق نور ذات وصفات و
فعال کی بجلی سے بھرپور ور معمور ہوتے ہیں۔ ور اللہ تعالیٰ کے پاور ہاؤس سے س
کا کنکشن قائم ہوتا ہے۔ ور وہاں سے ہمہ تجلیات ور باطنی برقی طاقت کی لہریں

پڑھنے والے کے وجود میں منتقل ہوتی ہیں۔ ہر چیز اپنے صحیح محل اور ٹھیک موقع سے چالو ہوتی ہے۔ چنانچہ کارتوس اور توپ کا گولہ اپنے محل بندوق اور توپ کے اصلی مقام سے چلے تو وہ چالو اور کارگر ہوتا ہے۔ اور اگر صرف ہاتھ سے کسی پر پھینک جائے تو وہ اثر نہیں کرتا۔ قرآن پاک کی تاثیر اور حقیقت اگر دیکھنی ہو تو اس کی ادائیگی کے لئے پہلے پاک زبان، طاہر جسم، زندہ دل اور روشن دماغ کی ضرورت ہوگی۔

عارف کامل کا دل اللہ تعالیٰ کی لوح محفوظ کا نمونہ اور ماڈل ہوتا ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کے پاور ہاؤس کے مشابہ اور مماثل بیٹری لگی ہوئی ہوتی ہے کہ جب اس کا بٹن دبا دیا جاتا ہے تو اس کے نور کا روزن کھل جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے غیر مخلوق پاور ہاؤس سے اس کا تعلق اور کنکشن قائم ہو جاتا ہے۔ اس وقت دل کی باطنی سوئی اگر قرآن کے اصلی حقیقی ریڈیو اسٹیشن سے ملا دی جائے تو قرآن پڑھنے والے کے دل پر اپنی اصلی شان اور آن سے جاری ہونے لگ جاتا ہے۔

سائنس کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جس قدر انسان، جانور اور پرندے جو کلام کر چکے ہیں۔ یہ جو بولیاں بول چکے ہیں۔ ان سب کی آوازیں فضا میں محفوظ اور موجود ہے۔ اور ان کو دوبارہ اخذ اور جاری کیا جا سکتا ہے۔ یہ تو حادثات مادی زبان کی بولیوں اور آوازوں کا حال ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے قدیم غیر مخلوق نوری کلام کو بمعہ آواز و صورت قدیم وصورت تحریر وتقریر قدیم اور جملہ قدیم آن اور شان کے ساتھ ہمیشہ قائم دائم اور موجود ہونا چاہیئے۔ قرآن کی ظاہر کتابی صورت، حروف اور الفاظ کی سیاہی اور اس کے اوراق گو مخلوق ہیں۔ لیکن اس کی باطنی نوری صورت جو اس کی روح اور جان ہے۔ وہ غیر مخلوق ہے۔ اصل و نقل، قشر ولباب، ظاہر وباطن اور جسد وروح میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ ایک نفسانی مردہ دل، ناپاک جسم اور ناپاک زبان والا شخص جو قرآن پڑھتا ہے وہ اصلی حقیقی قرآن کا خالی نمونہ اور عکس پیش کرتا ہے نہ کہ اصلی حقیقی قرآن، اصل قرآن وہ ہے جو نبی صلعم

زمان پر اپنی حقیقی عظمت اور شان کے ساتھ تئیس برس کے عرصہ میں وقتاً فوقتاً مکہ اور مدینہ کے اندر نازل ہوتا رہا۔ جس کے نزول کے وقت نبی علیہ السلام کے دل سے لے کر ساق عرش تک جبرائیل امین اور ان کے ملائکہ معاونین کے پرے اور صفیں قائم ہو جایا کرتیں۔ اور آپؐ کے طور دل پر انوار اور تجلیات کی بجلیاں کوندنے لگتیں۔ اور ساتھ ساتھ قرآنی معانی کے معارف و اسرار اور روحانی انوار کی موسلادھار بارش شروع ہو جاتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا قدیم اور غیر مخلوق کلام ہے۔ سو جب وہ قدیم ہے۔ تو اس کے نزول کی وہ قدیمی شان اب بدستور قائم اور موجود ہے۔ سو جو لوگ نبی علیہ السلام کی مکمل پیروی کر کے آپ تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔ اور آپؐ کے ساتھ کمال محبت اور عشق کے ذریعے درجہ فنا فی الرسول حاصل کر لیتے ہیں۔ وہ حضور کے خاص لطف و کرم سے تلاوت قرآن اور دعوت قرآن کے وقت حضور اکرمؐ کے ہم جسم، ہم دم، ہم قدم اور ہم جان و ہم زبان ہو کر آپ کی اس شان قرآن کو پا لیتے ہیں۔ اور حضورؐ کے اس صبغۃ اللہ میں رنگ دیے جاتے ہیں۔ اور آپ کی شان قرآن میں جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ مولانا روم صاحب فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبر با آواز اہتم
کہ بود ہم جوہر و ہم ہمدم

اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ جب کمال ادائے نوافل کے سبب اللہ تعالیٰ سے اس قدر قرب حاصل کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی آنکھیں ہو جاتا ہے۔ جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے علی ہذا القیاس تو ایک خاص بندے کا کمال متابعت اور محبت نبویؐ کے سبب آپ کے خلق سے متخلق اور آپ کی صفت سے متصف ہونے میں کیا کوئی شک اور شبہ ہو سکتا ہے۔ سو عوام نفسانی لوگوں کے رسمی طور پر قرآن پڑھنے کا طور اور طریقہ الگ ہے۔ اور خاصان خدا کے قرآن

پڑھنے کی شان کچھ اور قسم کی ہوتی ہے۔

زہو چرخ گر خواہی کہ یابی آب خوش خوردن
بحبل اللہ بزن دست بروں چہ زیں و چہ زنداں
تو کاندر نکتہ حرفی چہ دانی سر ایں معنے
کہ جز دودے نہ بینی ز حروف روشن قرآں
نہ حرف و نکتہ قرآں ست ظلمت نورے گردد
ولیکن اندر آں ظلمت ست آب چشمہ حیواں
ہماری قوری کہ ز سعادت کند تختے بہر ساعت
گر یک نکتہ دریابد بماندتا ابد حیراں

جس طرح مادی اور ظاہری بجلی کی دو مثبت و منفی برقی لہریں ہوا کرتی ہیں۔ اسی طرح جب قرآن کے حروف و الفاظ کے تاروں کو زبان سے حرکت دے کر چھیڑا جاتا ہے تو اگر زبان سے لے کر دل و دماغ تک نوری بجلی کے پہنچنے کے لئے توفیق و استعداد کے موافق تار لگی ہوئی ہو تو قرآن کے قدیم نوری پاور ہاؤس میں باطنی بجلی کی دو قسم کی لہریں یعنی نور تفسیر و نور تاثیر کی نوری لہریں پڑھنے والے کے دل اور دماغ کے بلبوں تک جاری ہو جاتے ہیں۔ دماغ تک جو نوری لہر جاتی ہے۔ وہ نور علم کی تفسیر کی رو ہے۔ اور دل کی طرف جو رو چلتی ہے وہ نور امر کی تاثیری لہر ہوتی ہے۔ تفسیر اور تاثیر کی یہ دو لہریں سالک عارف کے جسم کے اندر دل اور دماغ کے بلبوں تک کو روشن کرتی ہیں۔ جس شخص کے قرآن پڑھنے سے یہ دو قسم کے نور پیدا نہ ہوں وہ اگر تمام عمر قرآن پڑھتا رہے اسے قرآن پڑھنے سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

ہیچ علمے بجز تفسیر نیست
ہیچ تفسیر بے ز تاثیر نیست

قرآن کے یہ دو قسم کے انوار ظاہری زبانی علموں سے دوری اور کسی طور پر حاصل

نہیں ہوتے بلکہ یہ بطنی برقی ہریں نبیء ور ن کے ورث ولیء کے سینوں سے
جاری ہوتے ہیں۔ ور جس شخص کا ن سے بطنی ربط قئم ہو جاتا ہے۔ اور وہ بطنی
بجلی کے نوری کنکشن کے ذریعے اللہ تعالے ور اس کے رسولؐ کے پور ہؤس سے
منسلک ہو جاتے ہیں۔ ور یہ دو قسم کی نوری ہریں اللہ تعالے ور س کے رسول کی
طرف سے وہبی طور پر بے وسطہ اللہ تعالی کے خاص بندوں کے سینوں میں منتقل
ہوتی ہیں۔ ن دو علوم کے حصول کے سے طالب کو دو بتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔
یک پنے جسم ور جن ور دل و زبن کو پک وصف رکے اللہ تعالے کے نم ور
س کے کلام کے ستھ موفقت ور منسبت پید رنی پڑتی ہے۔ دوسری بطنی مربی
ور روحانی ستاد کے ذریعے پنے صلی پور ہؤس سے نوری کنکشن، بطنی ربطہ ور
روحانی رشتہ جوڑنا پڑتا ہے۔ کیوں کہ اس نور کا فیضن بغیر بگانگی رابطے ور روحانی
رشتے کے نممکن ور محل ہے۔ پہلی بت سے طالب سالک دعوت پڑھنے میں کامل
ہو جاتا ہے۔ ور دوسری سے طالب صاحب جازت و صاحب ربطہ بن جاتا ہے۔
گر یہ دو بتیں کسی میں نہ ہوں تو س سے کلام ور دعوت کا عمل جاری نہیں ہوتا۔ یعنی
قرآن کا نور زبن تک ہی محدود رہ جاتا ہے ور دل و دماغ کے جبوں کو روشن نہیں
کرتا۔ لہذ نور قرآن کو زبن سے دل ور دل سے دماغ ور وہاں سے تمام جسم و جان
ور س کے جملہ عضاء تک پہنچنے کے سے تمام جسم ور جان وغیرہ کو پاک ہونا
چاہیے۔ ور قرآن س طرح پڑھا جائے کہ س کی پھر وہی اصلی لطیف نوری صورت
بن جائے جو صورت س کی نزول حالت میں تھی۔ ور جو مدتک ور روح کی لطیف
غذا بن جاتی ہے۔

اب سوال یہ پید ہوتا ہے کہ قرآن کے اصلی پور ہؤس سے کنکشن ور روحانی
ربطہ پید کرنے کے سے زبان، جسم، عضاء ور دل و دماغ کی موفقت ور منسبت
کیوں کر پید کی جائے۔ س امر کے سے س فن کے متقدمین عاملین ور اہل سلف

بزرگان دین نے کچھ اصول، قاعدے ورقوانین مقرر کئے ہیں۔ ن قواعد وقوانین پر جو صاحب ورسالک عمل پیرا ہو ر اللہ تعالےٰ کے کلام ور س کے نام کا ورد جاری رکھتا ہے۔ تو ں سے ضرور نور پیدا ہونے لگ جاتا ہے۔ ور غیبی لطیف مخلوق میں سے جن، مدئکہ ور روح پیسے سالک عامل کے پاس پنی نوری لطیف غذا حاصل کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً حاضر ہو ر ں سے قوت ورقوت حاصل کرتے ہیں۔ اور ں کے وظیفہ خو رن ر س کے کاموں میں معاون و مددگار بن جایا کرتے ہیں۔ سو وہ شرائط ورقوانین حسب ذیل ہیں۔

1 ول شرط یہ ہے کہ صاحب حق گو ور راست رو ہو اور بیہودہ گوئی و بد زبانی سے پرہیز کرے ور کبھی بھولے سے بھی جھوٹ نہ بولے۔ کیوں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام برحق ہے بالحق انزلنه و بالحق نزل قوله الحق وله الملک ور جھوٹ س کلام حق کی ضد ہے۔ سو گر صاحب جھوٹ بولنے، لغویت، کفریت، غیبت ور ہر قسم کی دشنام طرازی سے زبان کو آلودہ کرے گا تو س کی زبان قرآن پاک پڑھنے کے قابل نہیں ہوگی۔ ور س کے قرآن پڑھنے سے نور ہرگز پیدا نہ ہو گا۔

2 دوم شرط کل لحلال ہے یعنی صاحب حق کی مالی حلال کی ہو۔ ور س کی غذا ورقوت پاک ور طیب ہو۔ کیوں کہ حرام غذا سے جس آدمی کا خون، گوشت ور جسم تیار ہوتا ہے۔ اس میں قرآن کا نور داخل نہیں ہوتا۔ ور س کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔

3 سوم تن، جسم، کپڑے ور تلاوت کی جگہ پاک ہو۔ گر ہو سکے تو وجود ور س جگہ کو خوشبو مثلاً عطر، بخور ور پھولوں سے خوشبودار رکھے۔ کیوں کہ غیبی لطیف مخلوق خوشبو کی طرف راغب ور بدبو سے متنفر ہوتی ہے۔ حقہ نوشی، نسوار، کچے پیاز و لہسن وغیرہ ہر قسم کی بدبودار شیء سے اجتناب کرے۔

4 چہرم گر جلد جمل پرہیز رکھے ور ترک حیونات کرے تو بہتر ہے۔ یعنی حیونات کے خون، گوشت، دودھ، گھی، دہی، چھچھ وغیرہ کو ترک کرے۔ کیوں کہ جس نند میں خون ور غلم کی بو تی ہو موکلت س سے نفرت کرتے ہیں۔

5 پنجم جو ے مقیم ور تعین وقت بھی س عمل کے لیے لزمی قرر دیا گیا ہے۔ یعنی تا دے زکوۃ کلام ور تا جر ے عمل یک معین جگہ مقررہ وقت میں کلام پڑھ کرے۔ یعنی جس وقت عامل کلام پڑھتا ہے تو موکلت پنی بطنی لطیف نند کے حصول کے لیے س معین مقام ور مقررہ وقت پر عامل کے پس حاضر ہو کر ور پنی مخصوص نند حصل کر کے خوش وقت ہو جاتے ہیں۔ ور گر پڑھنے کی جگہ ور وقت تبدیل ہو جائے تو موکلت کو عامل کے پس حاضر ہونے میں دقت پیش تی ہے۔ ور بعض دفعہ نراض ہو کر س کے پس تا جانا چھوڑ دیتے ہیں۔ س کی مثال یوں ہے جیسے گر کوئی شخص دریا کے کنرے مچھلیوں کے لیے یک مقررہ گھاٹ پر ور معین وقت میں تا ور کوئی کھانے کی چیز پانی میں ڈلتا ہے۔ تو مچھلیں مقررہ گھاٹ پر ور معین وقت پر غذا حصل کرنے کے لیے موجود ہوتی ہیں بلکہ ن میں ور زیادہ تی جاتی ہیں۔ ور گر ن کا گھاٹ ور وقت تبدیل ہوتا رہے تو نہیں نند حصل کرنے میں دقت پیش تی ہے۔ یہی حال ن غیبی موکلت کا ہے۔

6 ششم بر بر قرن، کلام اللہ ور ذکر اللہ کو زبن سے تکرر کرے۔ سی طرح بر بر قرنی لفاظ کو زبن سے تکرر کرنے ور رٹنے سے نور کی بجلی پیدا ہونے لگتی ہے۔ ور قرن بطنی یعنی قلب ور روح وغیرہ کی طرف منتقل ہونے لگ جاتا ہے۔ ور دل س طرح ظاہر زبن کے تکرر سے کلام اللہ پر گویا ہو جاتا ہے۔ جس طرح ماں کے بر بر بولنے سے بچہ بولنے لگ جاتا ہے۔ س کے لیے عاملوں نے ہر کلام کے لیے تکرر ور بر بر پڑھنے کی تعدد یں مقرر کی ہیں۔ جنہیں زکوۃ، نصب، بذل، قفل، کلید ور دور کے ناموں سے موسوم کیا ہے۔

7 ہفتم جسم ور جان کو نور قر ن سے موفق بنانے کے ے قر ن پر یمان !نا
!زمی ہے یعنی قر ن کو اللہ تعالیٰ کا برحق کلام ماننا ور س پر سچے دل سے یمان !نا
!زمی ہے۔مذکورہ شر ئط کے ساتھ جو شخص قر ن پڑھتا ہے۔ س کے دل ور دماغ
کو نور قر ن سے منور ہونے میں کوئی رکاوٹ پید نہیں ہوتی۔ ور قر ن کا عمل س
سے جاری ہوتا ہے۔قر ن کے پاور ہاؤس میں سے نور قر ن کے جر ء کا ر ستہ
صاف ہو جاتا ہے

ب سب سے بڑی ور ہم شرط سی لیے عامل کا ل کے ساتھ باطنی ربطہ ور
غیبی رشتہ پید کرنا ہے جس کا تعلق ور کنکشن اللہ تعالیٰ ور س کے رسول ؐ کے نوری
پاور ہاؤس سے ہو۔ سے کلام کی جازت ور ذن بھی کہتے ہیں ور ربطہ شیخ کے نام
سے بھی یاد کرتے ہیں۔دوسرے لفظوں میں پہلی سات شر ئط سے عامل کے ندر
گویا باطنی بجلی کے لیے ر ستہ صاف ہو جاتا ہے۔ ور س کے وجود تک بجلی کے تار،
کھمبے ور بلب وغیرہ لگ جاتے ہیں۔ ور خری شرط سے پاور ہاؤس سے کنکشن مل
رہا ہے سے نورانی بجلی کی رو جاری ہو جاتی ہے اور عامل کے دل و دماغ ور تمام
عضاء وغیرہ کے بلب روشن ہو جاتے ہیں۔

عمل دعوت دو قسم کا ہوتا ہے۔ یک جمالی دوم جلالی، عمل جمالی محبت، تسخیر،
جذب ور تالیف قلوب کے لیے کیا جاتا ہے۔ ور دعوت جلالی ہر قسم کے باطنی و
ظاہری دشمنوں کی مقہوری ور ہلاکت کے لیے پڑھی جاتی ہے۔اس عمل میں پہلی
سات شر ئط سے عامل بندوق کی قسم کے ہتھیار چلانے میں قابل ور ماہر بن جاتا
ہے۔ ور خری شرط سے گویا سے بندوق وغیرہ رکھنے کی سرکاری سند ور لائسنس مل
جاتا ہے۔

ج کل کے مغرب زدہ علماء میں یہ خیال عام طور پر پید جاتا ہے کہ قر ن کو بار
بار پڑھنا ور ثو ب کے طور پر س کا روزانہ ورد رنا یا کسی حاجت یا مرض کی شفاء کے

لئے اسے پڑھنا بےفائدہ اور بےسود ہے۔یعنی یہ لوگ قرآنی تاثیر کے سرے سے منکر ہیں۔لیکن جس وقت دیکھتے ہیں کہ انسانوں کے بنائے ہوئے منتر جنتر خالی زبانی طور پر پڑھے جانے سے فوری اثر کرتے ہیں تو اللہ تعالی کا غیر مخلوق قدیم کلام کیوں نہ اثر کرے جس کا مرتبہ کائنات میں نافذ اور جاری ہے۔ اور جس میں تمام کائنات اور کائنات کی جاندار و بےجان اور ظاہری و باطنی کل مخلوق مخاطب، مکلّف، مامور اور منتفع ہے۔قرآن ہر قسم کے ظاہری و باطنی، صوری و معنی اور مادی و روحانی امراض اور آفت کے لئے شفاء اور رحمت ہے۔جیسے کہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے۔ وننزل من القرآن ماهو شفاء و رحمة للمومنين یعنی قرآن مومنین کے لئے موجب شفائے بدن و موجب حیائے قلوب و باعث راحت ارواح ہے۔ قرآن کے ظاہری حروف، الفاظ اور عبارت جسم انسان کے لئے اور اس کے معنی باطن قلوب کے لئے معنی المعنی روح کے لئے علی ہذا القیاس قرآن الی سبع بطون یعنی سات اطراف تک موجب شفاء اور باعث رحمت ہے مطابق اس حدیث کے للقرآن ظاهر و باطن ولكل باطن بطن الی سبع بطون اسی کے مطابق یہ حدیث بھی ہے۔انزل القرآن علی سبع احرف یعنی قرآن سات مختلف طرق و طرح پر نازل ہوا ہے

حرف قرآن را بدان کہ ظاہر است
زیر ظاہر باطنے ہم قاہر است

زیر آن باطن یکے بطن دگر
خیرہ گردد اندرو فکر و نظر

زیر آن باطن یکے بطن سوم
کہ دروگردد خرد جملہ گم

جن چو رہ زنی خود کس ندید زز
بے خدے بے نظیر و بے ندید
ہم چنیں تا ہفت جن سے بو کدرہ ز
سے شہر تو زیں حدیث معتصم
نور قرآن سے چہر ظاہ مبین
دیو گوم رندیدہ غیہ طین
گرچہ قرآن زب پیغمبر ست
ہ کہ گوید حق نگفت و کافر ست

یک حدیث میں ہے من لم یتغن بالقرآن فلیس منا یعنی جو قرآن کے ذریعے ہر چیز سے غنی ور بے نیز نہ ہو جائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یعنی قرآن کے جانتے ہوئے وہ پھر بھی محتاج رہے تو وہ ہماری مت میں سے نہیں ہے۔ غرض جسے قرآن کا پڑھنا ور س کا عمل صحیح طور پر آ گیا وہ جملہ حاجات، مرادات ور ا یحتاج ہو گیا۔ یک دوسری حدیث میں ہے۔ حد من القران ما شئت لما شئت یعنی قرآن میں سے جس آیت ور سورت کو تو جس کام ور جس مر کے ے ستعمال کرے گا وہ س کے ے مفتاح الفتوح ور کافی و شافی ثابت ہو گا۔ سو تلاوت قرآن یا دعوت کا مرحق سجات و ذکر رحمن کو جزو جسم و جان بنانے کے ے چھی مذکورہ شر ئط نہیت لازمی ور ضروری ہیں۔ ور ن کے بغیر قرآن ثر نہیں کرتا ور س کے پڑھنے سے نور پید نہیں ہوتا۔ آج کل دنیا میں لوگوں کی خلاقی حالت بہت کمزور ہو گئی ہے اکل الحلال ور صدق المقال نہیں رہ۔

عمل دعوت ور عمل تسخیر چونکہ یک قسم کی باطنی حکومت ہے ور جس طرح بعض ظاہری حاکم ور مادی بادشاہ دوسرے حاکم ور بادشاہ کے ملک پر چڑھائی کرکے س کے ملک کو فتح کر لیتے ہیں۔ ور س کے خز نے ور رعیت کو پنے قبضے میں لے لیتے

ہیں ور سے ہلاک و سیر یا ملک بدر ردیتے ہیں ور ں کے ملک کے مالک بن

جاتے ہیں اسی طرح عمل دعوت ور عمل تسخیر کے عامل جن، مدنگ ور رواح کے

باطنی عساکر کے ذریعے وگوں پر حکومت ور تصرف رتے ہیں۔ ور یہ باطنی حاکم

ور روحانی بادشاہ بھی یک دوسرے پر باطن میں چڑھائی کرتے ہیں۔ ور یک

دوسرے کو سب کر یتے ہیں۔ بہت ظاہربین وگوں کو س بات کا پتہ بھی نہیں تا ور

وہ بے خبری میں مارے ور وٹ سے جاتے ہیں ور کثر تو س باطنی وٹ کھسوٹ کو

سمجھتے ور جانتے بھی نہیں بلکہ اس کا نکار کرتے ہیں ہذ عمل دعوت ور تسخیر کے

صاحب کو شائے عمل میں بہت محتاط رہنا چاہیے کہ جب س کے دعوت کا عمل رواں

ور جاری ہو تو کوئی دوسر زبردست عامل سے سب نہ کر ے۔ ورنہ تمام عمر کف

افسوس ملتا رہ جائے گا۔ س کی صورت یوں ہوتی ہے کہ جب کوئی صاحب عمل دعوت

قرآن یا عمل اسماء حسنیٰ یا دیگر وظائف باقاعدہ مذکورہ بالا شرائط ور قوانین کے ساتھ

پڑھتا ہے تو ہر دو نفس ور آفاق میں س کا عمل جاری ہو جاتا ہے۔ نفس میں جراء

عمل کی یہ تاثیر ہوتی ہے۔ کہ صاحب کو پڑھنے میں لذت آتی ہے۔ ور اس کے ذوق

شوق، توفیق عمل ور باطنی قوت و طاقت ور روحانی مکاشفات و مشاہدات میں دن

بدن ترقی ہوتی ہے۔ ور آفاق میں وگوں کے قلوب س کے مسخر ور مطیع فرمان

ہوتے ہیں۔ ور وگ اس کی دل و جان سے خدمت کرتے ہیں ور سے ظاہری و

باطنی کشائش حاصل ہوتی ہے لیکن بعض صاحبوں پر جب یکدم باطنی ڈاکہ پڑ جاتا ہے

ور کوئی زبردست ور طاقتور عامل سے سب کر یتا ہے تو س کی ساری پونجی ٹ جاتی

ہے۔ دعوت، ورد و وظائف پڑھنے میں پہلی سی لذت نہیں رہتی۔ ور سارا معاملہ بر

عکس ہو جاتا ہے۔ بعض وگ ہمارے اس بیان پر حیران ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کے

گھر میں بھی عجیب ندھیر گردی ہے۔ وٹ مار ور ڈاکہ زنی کی کھلی چھٹی ور جازت

ہے۔ لیکن یہ وٹ کھسوٹ عمل دعوت ور تسخیر کی باطنی عمر نی میں واقع ہوتی ہے۔

سوا کی صاحب اور اللہ تعالیٰ کے عشق ور محبت و وں میں یہ معدت نہیں ہوتے۔
س باطنی وٹ کھسوٹ کی بھی وجہ ہوتی ہے۔ ور وہ یہ کہ جس طرح سے سی
پروٹکٹڈ سٹیٹ (Protected State) کی حیثیت میں رہنا پڑتا ہے۔ وہ گر
زبردست حکمر ن کی حاعت سے سرتابی کرتا ہے تو وہ محافظ حکمر ن س سے پنی
حفاظت ٹھا لیتا ہے۔ تو یسے وقت میں دوسر حاقت ور حکمر ن اس پر چڑھ دوڑتا
ہے۔ ور س کی حکومت، ملک ور مال وزر س سے چھین لیتا ہے۔ بعینہ سی طرح
باطنی عمل اور روحانی حکومت کا حال ہے کہ جب کوئی صاحب پنے عمل پر مغرور ہو کر
پنے ستاد مربی ور مرشد کے امر ور حاعت سے روگرد ن ہو جاتا ہے تو یسے
صاحب سے مرشد پنی توجہ ہٹا لیتا ہے۔ س وقت وہ باطن میں بے یارومددگار کیلا رہ
جاتا ہے۔ اس وقت اس پر باطنی ڈ کہ پڑ جاتا ہے۔ لہذ صاحب کو چاہیے کہ عمل دعوت
ور تسخیر سی عامل کامل مربی کی نگرانی میں پڑھے۔

بتد ئے حال میں جب س فقیر کو عمل دعوت میں حاقت سبی حاصل ہوئی ور
ہل باطن سے مقابلے شروع ہوئے تو ن مقابلوں کا یک و قعہ یوں پیش آیا۔ یک
رات میں پنے باطنی روحانی مربی حضرت سلطان عارفینؒ کے دربار میں حاضر تھا۔
میں نے باطن میں دیکھا میں حضرت کے دربار میں داخل ہو رہا ہوں۔ میں نے یک
بزرگ عامل کو آپ کے دربار کے باہر غلام گردش پر بیٹھے ہوئے دیکھا کہ وہ پنے یک
صاحب کو سورہ مزمل کے پڑھنے کی یک خاص تلقین فرما رہے ہیں۔ چنانچہ دربار کے
درواز ے میں میری آنکھیں س بزرگ سے دوچار ہو گئیں ور میری س کے ساتھ
باطنی رسہ کشی شروع ہو گئی۔ مجھے یہ معلوم ہو کہ میرے ور س عامل کے درمیان
یک نور کا رسہ ہے جس کا یک سر س بزرگ کے ہاتھ میں لگا ہو ہے اور دوسر سر
میرے ہاتھ میں لگا ہو ہے۔ اور ہم دونوں خوب زور لگا کر س نوری رسے کو پنی
طرف کھینچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مجھے چھی طرح یاد ہے کہ جس وقت وہ نوری

رے کو پنی طرف زور گا ر کھینچ لیتا تھا تو س کی آنکھیں چوڑی ور جسم بھاری ور موٹا ہو جاتا تھا ور جب میں پنی طرف زور گا ر س نوری رے کو کھینچ لیتا تھا تو س کی آنکھیں ور جسم ہر دو بہت چھوٹے جاتے تھے۔ سی طرح ہم ہر دو کے درمیان یک لحظ خوب رسہ کشی جاری رہی۔ چونکہ س وقت میں عین دروازے میں کھڑا تھا ور میرا منہ س عامل کی طرف تھا ور پیٹھ حضرت سلطان العارفین کے مزار کی طرف تھی۔ میں نے دیکھا کہ پیٹھ کی طرف سے میرے ندر یک زبردست روحانی طاقت ور باطنی پاور داخل ہوگئی ہے۔ غرض جب میں نے س پاور کے ہمراہ زور لگا کر وہ نوری رسہ پنی طرف کھینچا تو وہ نوری ستون س عامل کے جسم سے تڑخ کے ساتھ نکل کر میرے جسم کے ندر آ گیا۔ اس وقت اس عامل کا جسم چوہے کی طرح چھوٹا ہو گیا۔ ور سی نے مجھے پیٹھ پر تھپکی دی ور آفرین کہی۔ میرا سینہ ور جسم وزنی معلوم ہوئے۔ س قسم کے مقابلے باطن، آنکھ ور سینہ مدنے سے ہوا کرتے ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ پنے خاص برگزیدہ بندوں یعنی نبیاء ور ولیاء کو جب پنی مخلوق کی رشد ور ہدایت پر مامور فرماتا ہے تو نہیں یک تو یہ باطنی علم عطا فرماتا ہے جسے علم لدنی کہتے ہیں تو تعالیٰ اتینہ رحمۃ من عندنا وعلمنہ من لدنا علما ترجمہ جسے ہم نے پنے پاس سے رحمت دی ور سے یہ علم لدنی عطا کیا۔ دوم نہیں عالم غیب کے باطنی لطیف مخلوق یعنی جن، ملائکہ ور روح پر حکم ور حکومت عنایت فرماتا ہے جب کہ کثر نبیاء کے حق میں قرآن کریم کے ندر آیا ہے۔ ولما بلغ اشدہ اتیناہ حکما و علما یعنی جب وہ تبلیغ اور دعوت کی حد ور عمر کو پہنچے تو ہم نے نہیں حکم اور علم عطا فرمایا ور ن ہر دو روحانی علم ور باطنی عمل ور حکم سے نبیاء عظام اور ن کے نائب ولیاء ر مخلوق میں رشد و ہدایت ور تبلیغ ور دعوت کا حق دا فرماتے ہیں۔ سدم میں ن ہر دو علوم ور فنون کا منبع قرآن کریم ہے۔ ور س پاک کلام کی تلاوت ور دعوت میں تمام نبیاء ور مرسلین کے ظاہری ور باطنی علوم ور فنون

جمع ہیں۔ ورقرآن کی تلاوت ور دعوت میں اللہ تعالیٰ کا یک یسا زبردست مر ور
حکم جاری ہوتا ہے جس کے ذریعے ہل دعوت کے پاس تمام غیبی لطیف مخلوق یعنی
جن، ملائکہ اورارواح حاضر ہوتے ہیں۔ ور ن کے مسخر مطیع ور منقاد ہوتے ہیں۔
ہمارے آقائے نامدار حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کو دعوت قرآن کا علم ور عمل بدرجہ تم
حاصل تھا۔ ور آپ ﷺ کے دعوت نور قرآن کی شمع پر جن، ملائکہ ور روح پروانہ
وار گرتے تھے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ چونکہ ہر دو طائفہ جن ور نس کی رشد ور
ہدیت کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔ ور آپ سید لکونین ور رسول الثقلین ہیں۔
اس کے علاوہ ان نوں کے طائفہ جنات نے بھی آپ کا قرآن سن کر آپ کا دین
قبول کیا۔ ور ن میں سے بعض جن مبلغ بن کر پنی قوم جنات میں تبلیغ سلام ور
شریعت دین پر مامور ہوگئے۔ ور اسی طرح ن کی سعی ور کوشش سے بے شمار جن
مسلمان ور ہل یمان ہوگئے۔

قوله تعالى قل اوحى الى انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا
قرانا عجبا يهدى الى الرشد فامنا به

ترجمہ اے میرے نبی آپ اپنے صحاب سے کہو کہ مجھے س بات کی وحی ہوئی ہے
کہ تمہیں بتادوں کہ میرے پاس جنات کے ایک گروہ نے آکر قرآن سنا۔ انہوں
نے پنی قوم کو واپس جا کر بتایا کہ ے ہمارے جن بھائیو! ہم یک عجیب آسمانی
کتاب یعنی قرآن سن کر آئے ہیں جو رشد ور ہدیت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔
یک دوسری آیت میں بھی س قسم کا بیان ہے۔

واذ صرفنا اليك نفرا من الجن يستمعون القران فلما حضروه
قالوا انصتوا فلما قضى ولوا الى قومهم منذرين

ترجمہ یاد کرا ے ہمارے نبی وہ وقت جب کہ ہم نے بھیجی تمہاری طرف یک
گروہ جنات کا تاکہ وہ تمہارا قرآن سنیں۔ پس جب وہ س حالت میں تمہارے

پ س حاضر ہوئے جب کہ تم قرآن پڑھ رہے تھے تو نہوں نے آپس میں یک دوسرے سے کہا کہ خاموش ہو کر سنو۔ پس جب کہ ن کے قرآن سننے ور س پر ن کے یمان لانے کا معاملہ طے ہو گیا۔ تو وہ پنی قوم کی طرف د ئی ور مبلغ بن کر چلے گئے۔ قرآن پاک کی یہ یک فطرتی خاصیت ہے کہ جس وقت یہ پاک زبان سے د ہوتا ہے تو س کی شمع جمال پر جن، ملائکہ ور روح پروانوں کی طرح گرتے ہیں ور س کا مقناطیسی نور پروانہ کونین کو پنی تسخیر ور پیٹ میں لے لیتا ہے تو۔ تعالیٰ

و سخر لکم ما فی السموت و ما فی الارض جمیعا منہ

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے سب کچھ زمین ور آسمان کے ندر ہے مسخر کر دیا ہے۔

غرض جس طرح آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر نسان قرآن معجز بیان سن کر یمان لے آئے تھے۔ سی طرح قرآن کی آیت بینات سن کر آنحضرت ﷺ پر جنات کی یک چھی خاصی جماعت یمان لے آئی۔ ور جس طرح مسلمان نسانوں نے پنی ہم جنس قوم نسانی کے ندر دعوت تبلیغ ور جہاد کے ذریعے سلام پھیلایا۔ یعنی جو لوگ حقائق قرآنی ور س کا عجاز بیانی سن کر یمان لے آئے۔ ن کو پنی خوت ور برداری میں شامل کر لیا ور جنہوں نے نکار ور پیکار کیا نہیں یا تو ملک بدر کر دیا ور یا تہہ تیغ کر کے ہلاک کر دیا۔ سی طرح جو جنات آنحضرت ؐ کے ہاتھ پر سلام لے آئے۔ نہوں نے پنی قوم جنات کے ندر جا کر جس۔ سی طرح دعوت، تبلیغ ور جہاد کے ذریعے سلام کی شاعت میں سعی ور کوشش کی۔ بعض جن تو یمان لے آئے ور جنہوں نے نکار کیا۔ ور مدافعت کی نہیں پنی باطنی ور روحانی تلواروں سے ملک بدر یا ہلاک کر دیا۔ چنانچہ جن بتوں ور مورتیوں کے ندر یہ جن بھوت ور شیاطین گھسے ہوئے تھے یا جو عام ہو میں چڑھ کر ور ملاء علیٰ سے غیب کی باتیں سن کر کاہنوں ور ساحروں کو آ کر بتاتے تھے۔ نہیں مسلمان جنوں نے بتوں ور مورتیوں

کے اندر سے نکال کر بھگا دیا، قتل اور ہلاک کر دیا۔ علاوہ بریں ملائکہ آسمانی یعنی فرشتوں نے پہرے لگا کر ان کے عالم بالا کے راستے مسدود کر دیئے اور شہاب ثاقب مار مار کر انہیں ہلاک کر دیا اور باقیوں کو آسمان پر جانے سے روک دیا۔ اسی طرح ان شیاطین کے دم قدم سے جو بت پرستی کا بازار گرم تھا۔ وہ یکدم سرد پڑ گیا۔ اور بت پرستی کی ساری عمارت رفتہ رفتہ منہدم ہو گئی۔ کاہنوں کی کہانت اور ساحروں کے سحر سب گرد و غبار اور ہباءً منثورا بن کر رہ گئے۔ اور یوں نعرہ تکبیر اور کلمہ توحید سے کفر کا جادو اور شرک کا طلسم ٹوٹ گیا۔ اور آفتاب حق کے نور سے باطل ظلمت کی شب یلدا دور اور کافور ہو گئی۔ اور بعض کامل انسانوں اور عامل جنوں نے یہاں تک دعوت اور تبلیغ کا حق ادا کیا کہ عامل جنات نے انسانوں کے اندر اور کامل انسانوں نے جنات میں شامل ہو کر دعوت اور تبلیغ کا فرض انجام دیا۔ چنانچہ ہم یہاں احادیث سے اس قسم کی تبلیغ، دعوت اور جہاد باطنی کے حالات اور واقعات پیش کرتے ہیں۔ جن سے ہمارے مذکورہ بالا بیان کی مزید تصدیق ہوتی ہے۔

بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ آن حضرت ﷺ نے ہم کو سورہ رحمٰن سنائی تو ہم نے خاموشی کے ساتھ اسے سنا۔ جب آپ نے سورہ رحمٰن ختم کی تو فرمایا کہ میں نے فرقہ جنات کو استماع قرآن کے معاملے میں تم سے بہتر پایا۔ کیونکہ جس میں فبای الاء ربکما تکذبٰن پر آتا جس کے معنی ہیں پھر تم اللہ تعالیٰ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے تو جن جواب دیتے والا بشی من الائک یا ربنا نکذب فلک الحمد یعنی اے رب ہم آپ کی نعمتوں میں سے کسی ایک کی بھی تکذیب اور کفران نہیں کرتے۔ بے شک تو حمد و ستائش کے لائق ہے۔

خطیب نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھے تھے کہ ایک بڑا کالا سانپ ہمارے سامنے نمودار ہوا اور آپ کی طرف چلا۔ لوگوں نے اٹھ کر اسے مارنے کا ارادہ کیا۔

لیکن آپؐ نے انہیں اشارے سے منع فرمایا۔ وہ سانپ اپنا منہ آپؐ کے کان کے پاس لے گیا۔ پھر آپؐ نے اس سانپ کے کان میں کچھ فرمایا۔ بعد میں وہ سانپ ایک طرف کو چل دیا۔ جب وہ ہماری نظر سے غائب ہو گیا تو ہم نے عرض کیا کہ یا حضرتؐ یہ سانپ کاہے کو آپؐ کے پاس آیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ سانپ نہیں تھا بلکہ جنات کا ایک قاصد تھا۔ جو قرآن کی چند آیتیں بھول گئے ہیں وہ یاد کرنے آیا ہے۔ اور اب انہیں یاد کر کے وہ اپنی قوم کو سنانے اور یاد کرانے جا رہا ہے۔

بیہقی نے سواد بن قارب سے روایت نقل کی ہے کہ سواد نے کہا کہ ایام جاہلیت میں ایک جن میرا آشنا تھا۔ وہ مجھے گاہے گاہے ملا کرتا تھا۔ اور مجھے آئندہ کے واقعات اور مستقبل کے حالات سنایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ مجھے ملا۔ مجھے چند عربی شعر سنائے جن کا ترجمہ یہ ہے ایک شخص ولی ابن غالب کی اولاد سے پیدا ہوا ہے۔ میں نے جنات کو دیکھا کہ اونٹوں پر کجاوے باندھ کر اور گھوڑوں پر زینیں کس کر مکہ کی طرف جا رہے ہیں اور ہدایت پا رہے ہیں اے سواد تو بھی اس کی طرف جا اور اس مرد خدا سے ہدایت پا جسے بنی ہاشم میں سے اللہ تعالیٰ نے چنا ہے اور چند شعر آپ کی تعریف میں کہے۔ جن میں سے آخری شعر کا ترجمہ یہ ہے۔ اور تم میرے واسطے شفیع ہو جس دن نہ ہو گا کوئی کام آنے والا شفیع بغیر تیرے سواد کہتا ہے کہ میں نے پے در پے تین راتیں یہ معاملہ دیکھا۔ اس کے بعد میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا مرحبا یا سواد! مجھے معلوم ہے جو چیز تجھے یہاں لائی سو میں آپؐ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ اس واقعہ میں ایک جن نے انسان کو اسلام کی طرف لانے کی ایک کامیاب کوشش کی۔

اس موقع پر اسی قسم کا ایک واقعہ بیان کرنا یہ فقیر ضروری سمجھتا ہے

ابتدائے حال میں یہ فقیر ایک روز دوپہر کو بیٹھا ہوا تھا کہ چند جن قوالوں نے خواجہ حافظؒ کی یہ فارسی غزل میرے پہلو میں بیٹھ کر نہایت خوش الحانی سے گانی شروع کی۔

سقی بنو ربہ وہ بر فروز جم ہ

مطرب بگو کہ کار جہاں شد بکم ہ

ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ یم

ے بے خبر ز لذت شرب مدم ہ

ور جب وہ س شعر پر پہنچے

ہر گز نمیرد نکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت ست بر جریدہ عالم دوم ہ

تو مجھے وجد آ گیا ور بہت دیر تک وجدنی حالت مجھ پر طاری رہی۔

ور یک دفعہ میں نے زرّین جنات کا یک بہت بڑ قافلہ حضرت سلطان العارفینؒ کے مزار پر پنچی سوریوں سے ترتے ور فروکش ہوتے دیکھا۔ میرے دل میں شتیاق پید ہو کہ چلو ن جنات کے س قافلے کی سیر کروں ور دیکھوں کہ یہ لوگ کس طرح رہتے سہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے بازار کی طرح دوطرفہ ان ور قطاروں میں نہیں فروکش پایا۔ میں نے دیکھا کہ دوطرفہ بازار کی طرح دو قطاروں میں نہوں نے چارپائیاں ڈال رکھی ہیں۔ ور ن چارپائیوں کے نیچے نہوں نے کنوؤں کی طرح لمبے ور گہرے غار کھود رکھے ہیں۔ چارپائیوں پر جن مرد ور عورتیں چپ چاپ بیٹھے ہیں۔ ور نیچے غاروں کے ندر ن کے بچے بکھرے پڑے ہیں۔ ن کی شکلیں بالکل نسانوں جیسی تھیں۔ صرف آنکھوں ور نگلیوں کی ساخت میں قدرے فرق تھا۔ میں نے جنات کے س قافلے کو ول سے آخر تک دیکھا۔

جو لوگ س غیبی اسرار سے وقف ہیں کہ ن غیبی واقعات کے دیکھنے کے وقت سالک کو یک گونہ غیبت ضرور لاحق ہوتی ہے۔ لیکن وہ بالکل ہوش ور حواس کی حالت میں پوری طرح بیدار ور ہوشیار رہتا ہے۔ جنات کے عالم میں داخل ہوتے وقت سالک کو ہلکی سی غیبت حاصل ہوتی ہے۔ ور عالم ملکوت میں اس سے زیادہ

گہری غیبت زندہ دل س لک پر مسلط ہوتی ہے۔ لیکن ع م روح میں د خل ہوتے وقت موت کی سی بھ ری غیبت میں ع رف مستغرق ہوتا ہے۔ جنت کے ع م سے و پسی پر س لک کو یک ہی جنبش و رحرکت سے بید ری ح صل ہو جاتی ہے۔ ع م ملکوت سے دو دفعہ بید ر ہونا پڑتا ہے و رع م روح سے تین دفعہ بید ری ح صل کی جاتی ہے۔ س ح ت میں مبتدی س لک عجیب کشش و پیچ میں مبت ہوتا ہے۔ کیوں کہ وہ پنے آپ کو بید ر سمجھتا ہے۔ ح ل نکہ وہ بھی تک غیب کی دنیا میں محصور ہوتا ہے۔

جن بعض نس نی عورتوں سے تعشق پید کر لیتے ہیں۔ و ر ن سے مردوں کی طرح جم ع کرتے ہیں۔ و ر گر جن کے جم ع سے نس نی عورت کے رحم کے ندر نطفہ مستقر ر پکڑ ے تو س سے دوغلی قسم کے آسیب زدہ و رک ہن مز ج بچے پید ہوتے ہیں۔ یورپ کے پید ئشی و رفطرتی میڈیم وسیط یسے وگ ہوتے ہیں۔ چن نچہ یک صح بی نے آنحضرت ﷺ سے شکایت کی کہ مجھے پنی عورت کے فرج کے ندر آگ نظر آتی ہے۔ حضور علیہ سلام نے فرمایا کہ یہ کسی جن شیط ن کے جم ع ک ثر ہے۔ س و سطے حدیث میں آیا ہے۔ کہ پنی عورت سے ہم بستری کے وقت یہ دع پڑھی جائے۔ اللھم جنبنی من الشیطان و جنب الشیطان عنی ترجمہ ے اللہ مجھے جن شیط ن سے بچا و رشیط ن کو مجھ سے دور رکھ۔

بیہقی نے یک قصہ حضرت م م زین ع بدینؒ سے رس ل کے طور پر ذکر کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ سب سے پہل آنحضرت ﷺ کی بعثت کی خبر مدینے میں یک جن کے ذریعے پہنچی تھی جس کی تفصیل یوں ہے کہ یک جن مدینے کی یک عورت سے تعشق رکھت تھ ۔ وہ جن ہمیشہ ر ت کے وقت ندھیرے میں جب وگ سو جاتے تھے نس نی شکل ختی ر کرکے س عورت کے پ س آجای کرتا تھ و ر مردوں کی طرح س عورت سے مج معت کرتا تھ ۔ یک دفعہ یہ تف ق ہو کہ وہ یک بہت روز تک

اس جن کا آنا جانا موقوف ہو گیا۔ پھر کافی عرصہ کے بعد ایک رات حسب معمول
جب وہ آیا تو اس عورت نے اس سے دریافت کیا کہ تو اتنے دن تک کہاں تھا اور
میرے پاس کیوں نہیں آیا۔ اس جن نے جواب دیا کہ تجھے معلوم نہیں کہ مکہ شہر میں
خدا کا ایک برگزیدہ اور سچا نبی ظاہر ہوا ہے میں اس کے ہاتھ پر ایمان لے آیا ہوں
اور چونکہ اس کی شریعت میں زنا حرام ہے۔ اس لئے میں تیرے پاس اتنا عرصہ نہیں
آیا اور نہ آئندہ آسکوں گا۔ اب میں تیرے کسی کام کا نہیں رہا۔ یہاں بھی ایک جن
نے انسانوں کو اسلام کی طرف بلانے کی کوشش کی۔

ابن عساکر اور خرائطی نے مرداس ابن قیس دوسی سے روایت کی ہے کہ ایک دن
آنحضرت ﷺ کی مجلس میں کاہنوں اور کہانت کا ذکر چھڑا اور لوگ اس بارے میں
اپنے چشم دیدہ واقعات اور حالات بیان کرنے لگے۔ مرداس کہتا ہے کہ میں نے
آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا حضرت! مجھے اس معاملے میں ایک
بہت ہی عجیب اتفاق ہوا ہے جو سننے کے قابل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے بیان
کرو تاکہ ہم بھی سنیں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ ایام جاہلیت میں ہمارے پاس
ایک لونڈی تھی۔ اس کا نام خلصہ تھا۔ اس لونڈی نے ایک روز ہمیں بتایا کہ ان دنوں
مجھ پر عجیب حالت گذر رہی ہے۔ اور میں ڈرتی ہوں کہ تم کہیں مجھے زنا کاری کا
تہمت اور حرام کاری کا الزام نہ دے دو۔ اس لئے میں بیان کرتی ہوں۔ وہ واقعہ یہ
ہے کہ رات کے وقت ایک سیاہ فام غیبی وجود مجسم ہو کر مجھ پر چڑھ بیٹھتا ہے۔ اور
جس طرح مرد عورت سے صحبت کرتا ہے وہ میرے ساتھ اسی طرح مجامعت کرتا
ہے۔ چنانچہ چند ماہ کے بعد اس لونڈی کو حمل ہو گیا۔ اور وہ وقت معینہ پر ایک بچہ جنی
جس کے کان کتے جیسے تھے اور اس کی شکل بھی عام مردوں کی طرح نہ تھی۔ چنانچہ
جب وہ کچھ سیانا اور بڑا ہوا تو کہانت کی سی باتیں کرنے لگا۔ اور آئندہ کے واقعات
اور غیب کی خبریں بتایا کرتا۔ ایک دن اس نے ہمیں بتایا کہ تمہارے دشمن فلاں جگہ

تمہاری گھات میں ہیں۔ جب ہم وہں گئے تو ہم نے سی طرح ن کو وہں موجود
پیا۔ س طرح وہ ہم رے درمیان کہانت میں مشہور ہوگیا۔ پھر س نے یا یک
کہانت ور غیب کی باتیں کہنا چھوڑ دیں۔ ور گر کوئی بت کہتا بھی تو وہ غلط ثابت
ہوتی۔ آخر ہم نے سے کہا کہ تجھے کیا ہوگیا ہے۔ ور تیری بتیں ب کیوں غلط ثابت
ہوتی ہیں۔ س نے کہا کہ مجھے تین دن رت یک علیحدہ مکان کے ندر بند کردو۔
ور پھر مجھے نکالو تب میں اصل و قعہ بیان کرنے کے قابل ہوں گا۔ چنانچہ ہم نے
یسا کیا۔ جب وہ تیسرے روز نکالا گیا تو وہ کہانت کے طور پر یوں بولنے لگا۔ کہ مکہ
میں خد کا یک مقدس نبی ظاہر ہو ہے جس کے ظہور کے باعث ب جن شیاطین
آسمان پر جانے ور غیب کی باتیں لانے سے روک دیے گئے ہیں۔ یہ بھی یک جن
کے ذریعے سلام کی طرف سے نسانوں کو بلانے کا و قعہ ہے۔

اس فقیر کے بچپن کا یک و قعہ ہے کہ ہم رے گھر کے نزدیک یک بیوہ عورت
رہتی تھی جو بہت نیک ور پاک د من تھی۔ میری موجودگی میں ہم ری و لدہ صاحبہ
نے بطور نصیحت سے کہا کہ بہن تو بیوہ عورت ہے ور تیرے چال چلن کے متعلق بھی
ہمیں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں گذرتا۔ لیکن تو کیوں س طرح بیاہی ہوئی عورتوں کی
طرح بنی ٹھنی رہتی ہے۔ ور جو ن شوہر د ر عورتوں کی مانند ہار سنگار کرتی ہے۔ تیرے
س معاملے پر لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ س پر وہ عورت رو پڑی ور س کے آنسو
جاری ہوگئے۔ س نے ہم ری و لدہ صاحبہ سے کہا بہن! میں تجھے کیا بتاؤں میر
معاملہ بہت ہی عجیب ہے۔ چنانچہ س نے قسم کھا کر کہا کہ بات یہ ہے کہ ر ت کے
وقت یک جن مجسم (Meterialise) ہو کر میرے پاس آیا کرتا ہے۔ ور مردوں
کی طرح میرے ساتھ ہم بستر ور ہم صحبت ہوتا ہے۔ ور جس رت وہ مجھے میلی کچیلی
پاتا ہے تو مجھ پر بہت غصے ہوتا ہے ور کہتا ہے کہ آج تو نے پنے آپ کو کیوں نہیں
سنو ر۔ چنانچہ وہ مجھے بہت دق کرتا ہے ور ساری ساری رت میری نیند حر م کردیتا

ہے۔غرض میں ن جن کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ ں سے ں موذی ظ م کی خ طر
پنے پ کو سنو رتی ہوں و ربناتی ہوں۔میں چونکہ ن دنوں بھی بچہ ہی تھ۔ ں
سے مجھے ں عورت کی ن باتوں پر تعجب ہو۔

غرض خاص خاص مخصوص حالات کے ماتحت جن مردوں کا نسانی عورتوں کے
ساتھ ور نسان مردوں کا جن عورتوں کے ساتھ مجامعت کرنے کے و قعات دنیا
میں عام ہیں۔ ں سے تعجب ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔کیوں کہ جن ہماری یک مخلوق
ہے۔ ور ہمارے بہت قریب رہائش رکھتے ہیں۔

عطاء بن یسار،عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نہوں نے کہا کہ
میں حضرت رسالت مآب ﷺ کے ہمر ہ مکہ سے کوہ صفا کی طرف جا نکلا۔ہم نے
نہ قریش کو وہاں یک بت کی پرستش میں مشغول پایا۔آنحضرت ﷺ نے نہیں
دیکھ کر فرمایا کہ اے گروہ قریش ں بت پرستی! ور شرک سے باز آجاؤ۔للہ تعالیٰ کو
یک جانو۔ں پر ن میں سے ولید بیید نے ابوجہل سے کہا۔ ے بوالحکم! گر تو چاہے
تو میں اس شخص یعنی محمد ﷺ کو لاجواب ور شرمندہ کردوں۔ابوجہل نے جواب دیا
اس سے بہتر بات ور کیا ہوسکتی ہے تب ولید بیید ٹھا ور ں بت کو پنی گردن پر
رکھے ہوئے آنحضرت ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا۔ ے محمدؐ تو جو کہتا ہے کہ میرا خدا
مجھے میری شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہے لیکن ب دیکھ کہ میرا خدا یعنی یہ بت تو
میری گردن پر میری شہ رگ کے نزدیک لگا ہوا نظر آرہا ہے تو پنا خدا مجھے ں طرح
شہ رگ کے نزدیک دکھادے۔آنحضرت ﷺ نے جب ولید بیید کی یہ گستاخانہ ور
جاہلانہ حجت بازی سنی تو آپ ﷺ نے سے کچھ جواب نہ دیا۔ ں پر وہ سب بت
پرست کھل کھلا کر ہنس پڑے۔ ور پھر اس بت کی پرستش میں مشغول ہوگئے۔ ور ں
کے سامنے سربسجود عرض کرنے لگے۔ ے ہمارے آقا ور سردار! محمدؐ کے قتل میں
ہماری مدد کیجیو تب ں بت کے ندر سے چند عربی شعر سنائی دیے۔جن میں

آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے دین کی ہجو اور شکایت تھی۔ آپ اور آپ کے
اصحاب کے قتل کی ترغیب تھی۔ اس معاملہ سے آنحضرت ﷺ ملول خاطر ہو کر وہاں
سے واپس تشریف لے آئے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ واپس جاتے ہوئے میں نے
آنحضرت ﷺ سے پوچھا۔ یا حضرت! آپ نے بت کی باتیں سنیں آپ نے فرمایا
ہاں یہ ایک شیطان ہے جو بتوں کے اندر داخل ہو کر کافروں کے سامنے انبیاء علیہم
السلام کی ہجو اور شکایت کرتا ہے۔ اور کافروں کو انبیاء علیہم السلام کی ترغیب دیا کرتا
ہے اور سوائے اس ملعون کے اور کوئی شیطان انبیاء کی ہجو اور شکایت نہیں کرتا۔

ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے دو تین روز بعد میں آپ کی خدمت میں بیٹھا
تھا کہ غیبی طور پر کسی کہنے والے نے آپ پر سلام کہا۔ لیکن بظاہر ہمیں کوئی صورت نظر
نہیں آئی۔ تب آپ نے اسے سلام کا جواب دے کر پوچھا۔ کہ کیا تو اہل ایمان سے
ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں پھر آپ نے پوچھا کہ کیا تو جن ہے۔ اس نے کہا ہاں میں
جن ہوں۔ آپ نے اس سے آنے کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا کہ میں نے اپنے چچا
زاد بھائی سے سنا کہ مسعر نامی جن نے بت کے اندر سے کوہ صفا پر حضور کی شان میں
گستاخانہ اور بے ادبانہ باتیں کہی ہیں۔ چنانچہ آج میں اس سے آپ کا انتقام لینے
گیا۔ اور اسے کوہ صفا پر پایا۔ اور ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کر دیا ہے۔ اور
مسلمانوں کو اس کے شر سے بچا لیا ہے۔ اور میں آپ کے پاس اس امر کی اطلاع
دینے آیا ہوں۔ آپ براہ مہربانی صبح سویرے کوہ صفا پر تشریف لے چلیں کہ اس
وقت وہ مشرک اس بت کی پوجا پاٹ میں مشغول ہوں گے۔ تو اس وقت اس بت
کے اندر سے میں ان لوگوں کے منہ پر آپ کی اور آپ کے دین کی تعریف کروں گا
تاکہ وہ شرمندہ اور شرمسار ہوں آپ نے اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے۔ اس نے
کہا میرا نام سمحج ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو تجھے اس سے بہتر نام سے موسوم
کروں۔ اس نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا آج سے تیرا نام عبداللہ ہے ابن مسعودؓ

سے رو یت رتے ہیں کہ جب ہم صبح کو کوہ صفا پر گئے تو مشرک حسب معمول ں بت کی پرستش میں مصروف تھے۔ آپ نے پھر کلمہ توحید کی تلقین فرمائی جس سے ن کا غرور ور طغیان ور بڑھ گیا۔ ور پھر اس بت کی منت ور سماجت کرنے لگے کہ وہ آنحضرت ﷺ ور آپ کے دین کی ہجو ور شکایت کرے لیکن خلاف معمول جب اس بت کے ندر سے مومن جن نے آنحضرت ﷺ ور آپ کے دین کی تعریف ور توصیف میں چند عربی شعر پڑھے تو جوں ہی ن مشرکوں نے پنے بت کی زبانی آنحضرت ﷺ ور آپ کے دین کی تعریف سنی وہ غصہ سے آگ بگولہ ہو گئے۔ ور س بت کو پتھر مار مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

س فقیر نے جنوں کو بہت دفعہ بالکل ہوش و حو س ور بید ری کی ح ت میں پنے پاس آتے دیکھا ہے۔ بہت دفعہ وہ اپنے بیماروں کو لا کر دم کراتے ور اپنی حاجات کے لیے دعائیں کراتے۔ یک دفعہ فرقہ جنات کا بادشاہ اس فقیر کو ملا جو ونچے لمبے قد کا سفید خوبصورت جوان تھا۔ میں نے اس سے اس کا نام پوچھا تو اس نے پنا نام متقی بتایا۔ مذکورہ بالا روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ پرانے زمانے میں بت پرستی کے رواج پانے کی اصلی وجہ جن شیاطین اور ارواح خبیثہ کی پرفریب کارستانیوں ور بتوں کے اندر سے ان کی مشرکانہ دروغ بیانیاں تھیں۔ ورنہ اشرف المخلوقات، ذی شعور اور صاحب عقل انسان ہزارہا سال کیوں کر بے جان پتھر ور دھات کے بنائے ہوئے بتوں ور مورتیوں کی پوجا ور پرستش پر قائم چلے آتے رہے ہیں۔ نیز مذکورہ بالا روایت سے یک ور بات یہ بھی ثابت ہو گئی ہے کہ ابتداء سے مسلمان جنات بھی مسلمان انسانوں کے دوش بدوش مذہب اسلام ور توحید کی تبلیغ، دعوت ور جہاد میں شریک رہے ہیں ور نہوں نے بھی اس دینی خدمت میں بڑا حصہ لیا ہے۔

بعض مغرب زدہ کور چشم لوگ ان غیبی لطیف مخلوق جنات کے وجود کے قائل

نہیں۔ ورقرآن ور حادیث میں جنات کا جو صحیح ذ ر تا ہے۔ س کی بہت نارو
تاویلیں رتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس سے مر د جنگلی ور وحشی وگ ہیں۔ چونکہ
ن دل کے ندھوں نے کبھی تمام عمر اس قسم کی کوئی غیبی مخلوق نہیں دیکھی ہوتی۔ لہذ
کہتے ہیں کہ جو چیز ہمیں معلوم ور محسوس نہیں س کے وجود کو ہم کیوں ر نیں۔ ور
گر کوئی شخص جنات کے متعلق پنا کوئی وقعہ یا مشاہدہ بیان کرے تو سے گئی بیوں،
بہانوں ورحجتوں سے جھٹلا نے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً یہ وگ کہتے ہیں کہ مر
گھٹوں ورگورستانوں کے ندر کثر ہڈیاں ہوتی ہیں۔ ور ہڈیوں میں چونکہ فاسفورس
ہوتی ہے جو رات کو کبھی کبھی ہو کے جھونکے میں جل ٹھتی ہے۔ اور ہو میں ڑتی ہوئی
نظر آتی ہے جاہل توہم پرست عوام جنگل میں س قسم کی ڑتی ہوئی آگ کو جب
دیکھتے ہیں تو س جن پری ور دیو کے مظاہرے ور کارنامے شمار کرتے ہیں۔ کبھی
کہتے ہیں کہ رات کو جب کوئی شخص کیلا جنگل میں جا رہا ہوتا ہے تو یسے وقت میں
وہمی آدمی کے دل میں خو ہ مخو ہ جن پری وغیرہ کا خیال آجاتا ہے۔ تو س وقت س
کی قوت متخیلہ خود بخود یسی موہوم شکل سامنے لے آتی ہے۔ ور ن کے آئینہ خیال
میں یسی موہوم صورت فور نمود رہو ر متشکل ہو جاتی ہے۔ سو وہمی آدمی نہیں جن،
پری ور دیو خیال رنے لگ جاتے ہیں۔ غرض مذکورہ با ور س قسم کی دوسری جھوٹی
حجتیں ور دلیلیں قرآنی حقائق کو جھٹلانے کے لیے س قدر لغو، بے ہودہ ور بودی
تاویلیں ہیں۔ بھلا جن وگوں نے ن غیبی لطیف مخلوق کو بے شمار دفعہ پنی آنکھوں
سے دیکھا بھالا ہو۔ نہیں بیداری ور ہوش وحواس کی حالت میں محسوس ور معلوم کیا
ہو۔ ور ن سے معاملات ور کاروبار میں بارہا مدد لی ہو۔ وہ ن بے ہودہ حجتوں کو
گوز خر سے زیادہ وقعت نہیں دے سکتے۔ یہ وگ گر کسی جن کے آسیب زدہ مریض
شخص کو دیکھتے ہیں تو پیلے سے کسی عصبی یا دماغی امراض سے منسوب کرتے ہیں۔ ور
گر کسی عورت کو س قسم کے آسیب میں مبتلا پاتے ہیں تو سے اس عورت کا مکر یا سے

ہسٹیریا وغیرہ خیال کرتے ہیں۔ جن لوگوں کو ان غیبی موذیوں سے واسطہ پڑ جاتا ہے یا جو ان غیر مرئی بلاؤں اور آفتوں کے سبب آزار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ وہ تو کبھی انکار نہیں کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی دنیا میں دل کے اندھوں اور مادی گدھوں کی کمی نہیں ہے۔ جو سرے سے تمام عالم غیب جن، ملائکہ، روح، یوم آخرت، دوزخ، جنت، وغیرہ حتی کہ خود اللہ تعالیٰ کے وجود کا بھی انکار کرتے ہیں۔ ایسے کور چشم شقی القلب، مادر زاد اندھوں کا کوئی علاج نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کو اس قسم کی نصیحت کرنا بے سود ہے۔ یہ لوگ اگر اسی طرح بے خبری اور غفلت میں مر جائیں تو بہتر ہے۔

با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی
تا بے خبر بمیرد در عین خود پرستی

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جنات کو بنی آدم کی طرح ایک الگ مخلوق کی طرح خطاب فرمایا ہے۔ اور ان کی تخلیق کو انسانی تخلیق سے پہلے اور سابق بیان فرمایا ہے۔ جیسے کہ ارشاد ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ترجمہ نہیں پیدا کیا ہم نے جن اور انسان کو مگر اپنی عبادت کے لئے۔ قولہ تعالیٰ یا معشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم یقصون علیکم ایتی وینذرونکم لقاء یومکم ھذا (ترجمہ) اے جن اور انسان کے گروہ! کیا تمہارے پاس ہمارے رسول نہیں آئے۔ اور کیا انہوں نے تمہارے سامنے ہماری آیتیں بیان نہیں کیں اور اس یوم قیامت سے تمہیں ڈرایا۔ قولہ تعالیٰ یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموت والارض فانفذوا (ترجمہ) اے فرقہ جن وانس! اگر تم آسمانوں اور زمین کی حدود سے باہر نکل سکتے ہو تو نکل دیکھو۔ غرض اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ انسانوں کے ہمراہ جنات کو بھی قرآن کریم میں خطاب فرمایا ہے اور ان کی خلقت آگ سے بیان فرمائی ہے۔ خلق الانسان

من صلصال کالفخار و خلق الجان من مارج من نار (ترجمہ) للہ تعالیٰ نے نسان کو بجنے و لی مٹی سے ٹھیکری کی طرح بنایا ہے ور جن کو شعلہ مارنے و لی گ سے پید کیا ہے۔ غرض جو وگ قرآن کو مانتے ہیں وہ کبھی نہیں کہہ سکتے کہ جنات سے مر د جنگلی وگ ہیں۔ بلکہ ن کا یقین ہے کہ جن نسانوں کی طرف مکلّف مخلوق ہے ور ہمارے قریب سی زمین پر رہتی ہے۔ ور ن میں بعض نسانوں کی طرح کافر، مشرک، فاسق ور فاجر ہوتے ہیں۔ ور بعض مومن، مسلمان، دیندار، نیک، متقی ور صالح ہوتے ہیں۔ ور ن کی لگ لگ قومیں ور نسلیں ہیں۔ ور ن کی مختلف شکلیں، صورتیں اور رنگ و روپ ہیں۔

عربی زبان میں لفظ جن چھپنے ور پوشیدہ ہونے کو کہتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت بر ہیم علیہ سلام کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فلما جن علیه الیل راکو کبا یعنی جب ن پر رت کی تاریکی چھا گئی تو ن نے ستارے کو دیکھا کیونکہ یہ یک پوشیدہ غیبی لطیف مخلوق ہے س و سطے سے جن کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے ور شیطان بلیس بھی جن کی قسم سے تھا جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کان من الجن ففسق عن امر ربه یعنی شیطان بھی فرقہ جن میں سے تھا۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کے مر سے پھر گیا تھا۔ ور چونکہ بعض جن جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو وہ سانپ کی صورت ختیار کر لیتے ہیں اس و سطے قرآن کریم میں سانپ کے لئے جان کا لفظ ستعمال کیا گیا ہے قوله تعالیٰ و لق عصاک فلما رآها تهتز کانها جان (ترجمہ) ور ہم نے موسیٰ سے کہا کہ پنی عصا کو زمین پر ڈل دے پس جب س نے پنے عصا کو دیکھا کہ وہ ہلتا جلتا ہے گویا کہ وہ یک بڑ سانپ ہے۔

و ضح ہو کہ جن شیاطین ور رو ح خبیثہ کی بہت سی قسام ہیں ل ور ن کی علیحدہ و صاف ور لگ لگ کام ہیں۔ چنانچہ ن کی یک قسم وہ ہے جو کسی گھر یا مکان کے ندر سکونت ختیار کر لیتی ہے۔ ور س گھر کے رہنے و لوں کو خوب ور

بید ری میں ڈ رتی ور دکھ و ر یذ ر پہنچتی ہے۔ دنیا کے ہر شہر میں کوئی نہ کوئی یسا گھر ورمکان ضرور ہوتا ہے جن میں یہ عامر جن رہائش رکھتے ہیں۔ یسے مکان ور گھر کو عرف عوم میں بھار ور سیب زدہ کہتے ہیں۔ یورپ میں یسے مکانوں کو ہانٹیڈ ہاؤسز (Hunted Houses) کہتے ہیں۔ یسے مکانوں میں جن مختلف حرکتیں رتے ہیں۔ بعض وقت گھر کے رہنے و لوں پر ینٹیں ور پتھر برسا تے ہیں۔ بعض جگہ پاخانہ ور گندگی گر تے ہیں۔ کئی گھروں کے دریچوں ور لماریوں سے چیزیں نیچے گر تے ور توڑ تے پھوڑ تے رہتے ہیں۔ بعض گھروں میں پڑوں ور سامان کو آگ لگا تے ہیں۔ غرض طرح طرح کی حرکتیں روز روشن میں لوگوں کی نظروں کے سامنے کرتے ہیں۔ یورپ کے سپر چولسٹس (Spirirtualsisti) نے یسے مکانوں کی ریسرچ کے لیے س علم کے چند ماہرین کی یک کمیٹی مقرر کی ہے جس س قسم کے ہانٹیڈ ہاؤسز کا پتہ لگا کر ن کی تحقیقات رتی ہے ور ن کے حالات قلم بند کر کے پی سوسا ئٹی کو بھیجتی ہے۔ ور وہ حالات خبروں میں شائع ہوتے ہیں۔ مسلمان جن گر کسی مسلمان آدمی کے مکان میں رہائش ختیار کریں تو وہ گھر و لوں کو دکھ و ر یذ ر نہیں پہنچا تے۔ بلکہ وہ ن گھر و لوں کی دوسرے کافر جنات سے حفاظت کرتے ہیں۔ یسے جن ہمارے گھروں میں ہمارے پالتو جانوروں، بلیوں ور کتوں کی طرح رہائش رکھتے ہیں۔ لیکن کافر جن گر کسی مسلمان کے گھر میں سکونت ختیار کرے تو س گھر و لوں کو ضرور ستاتا ہے۔ یسے آسیب زدہ گھر ہر شہر میں پائے جاتے ہیں۔ کثر غیر آباد و رتاریک مکانوں میں جن بسیرا کیا کرتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ شام کے بعد پنے مکانوں کے دروازوں کو کھلا نہیں چھوڑنا چاہیے۔ کیوں کہ یسے وقت میں بعض مسافر جن آ کر ن میں سکونت ختیار کر لیتے ہیں۔ جن گھروں میں قرآن کریم کی تلاوت کی جائے یا نماز ور ذکر لٰہی کا شغل جاری رہے وہاں جن، شیاطین ور روح خبیثہ کا بہت کم دخل ہوتا ہے

دیو بگریزد ازاں قوم کہ قرآں خوانند

جن بعض وقت غیر وزن شدہ مال جنس وغیرہ شمار نقدی میں سے چوری اٹھا لیتے ہیں۔ بعض گھروں اور دکانوں کی برکت سلب کر لیتے ہیں۔ گھروں میں فساد اور جھگڑے کا موجب بنتے ہیں۔ دلوں میں حسد، اور عداوت کی آگ بھڑکاتے ہیں۔ خاوند، بیوی اور دوستوں کے درمیان تفرقہ اور عداوت پیدا کرتے ہیں۔

جن، شیاطین اور ارواح خبیثہ کی دوسری قسم وہ ہے جو انسانوں پر مسلط ہو جایا کرتی ہے۔ جس سے ان کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ اور مختلف لاعلاج امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو ظاہری حکیموں اور ڈاکٹروں کی دواؤں سے ہرگز علاج پذیر نہیں ہوتے۔ بعض دفعہ یہ جسم کے کسی خاص عضو کو آسیب زدہ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ جسم کے اس خاص حصے اور عضو کا اثر دیکھنچ جاتا ہے اور وہ عضو شل، مفلوج اور بے کار ہو جاتا ہے یا اس پر کوئی زخم نمودار ہو جاتا ہے۔ جو لوگ اس قسم کے شیطانی وجنونی آسیب کا انکار کرتے ہیں گویا وہ حقیقتاً قرآنی کا انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں ایوب علیہ السلام کی زبانی فرماتے ہیں انی مسنی الشیطان بنصب وعذاب یعنی شیطان نے مجھے چھو کر اپنے آسیب سے دکھ اور عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔ بعض دفعہ وہ آسیب زدہ عضو سخت درد میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ بعض انسان کے دل اور دماغ پر جب شیطان مسلط ہو جاتا ہے تو وہ یا تو مجنون اور دیوانہ ہو جاتا ہے یا اسے بعض وقت اس آسیب کا دورہ ہوتا رہتا ہے۔ ان کے اثر پہنچانے کے بہت طریقے ہیں۔ بعض عضو سے حرارت غریزی اور قوت حیات سلب اور خارج کر لیتے ہیں۔ چنانچہ وہ عضو ٹھنڈا، بے حس اور مفلوج ہو جاتا ہے۔ اور بعض عضو کے اندر اپنی ناری حرارت اور خبیث مادہ داخل کر دیتے ہیں جس سے وہ عضو اس جنونی حرارت سے جل کر دردناک ہو جاتا ہے یا اس عضو کا خون فاسد ہو جاتا ہے اور وہاں دانہ دنبل یا کوئی لاعلاج پھوڑا نکل آتا ہے۔ ان امراض کے اسباب اور علل کی طبی

تشریح ور توجیہہ چ ہیے کچھ بھی ہو۔ لیکن مذکورہ ب لا حق ئق پنی جگہ مسلم ہیں۔ بعض

نس نوں پر جن شیاطین جب مسلط ہو جاتے ہیں تو ن کے دورے کے وقت وہ سر

ہلاتے ہیں ور کھیلتے ہیں۔ خصوصاً جب کہ ن کے سامنے گانا بجانا، سرود ور رگ

وغیرہ کا شغل کیا جائے۔ یورپ میں س قسم کے آسیب زدہ مرد یا عورت کو میڈیم

وسیط کہتے ہیں س کے ردگرد حلقہ باندھ کر بیٹھتے ہیں ور س کے سامنے گاتے ہیں۔

جن شیطان جب آسیب زدہ پر مسلط ہو جاتا ہے تو وہ س کی زبانی بولتا ہے۔ یورپ

کے سپر چولسٹس نے س چیز کو ترقی دی ہے۔ ور لگا ہے میڈیم سے علیحدہ کسی مکان

میں آ کر مختلف زبانوں میں جن باتیں کرتا ہے۔ چونکہ وہاں گھر گھر س قسم کے حلقے

بنائے جاتے ہیں س لیے وہاں جن بھوت بہت کثرت سے لوگوں پر مسلط ہونے لگ

گئے ہیں ور س قسم کے جنونی آسیب ور آسیب زدہ وہاں بہت عام ہو گئے ہیں۔ س قسم

کے آسیبی آسیب زدہ ور جنونی دکھ ور مراض کا علاج بھی جن شیطانوں کے ذریعے کیا

جاتا ہے یعنی جن شخاص پر معالج قسم کے قوی روح تو ور جن بھوت مسلط ہو جاتے

ہیں۔ یہ جن شیطان پنے میڈیم سے کہتے ہیں کہ تم روحانی علاج کا شغل ختیار

کرو۔ چنانچہ یہ میڈیم ہیلنگ چرچز (Healing Churches) کھول

لیتے ہیں۔ ور روحانی علاج میں مشہور ہو جاتے ہیں۔ ن کے وہاں گھر گھر روحانی

حلقوں کے سبب وہاں س قسم کے آسیب زدہ جنونی مریض بھی چونکہ بکثرت ہو گئے

ہیں۔ لہذا ن ہیلنگ چرچز یعنی روحانی علاج گھروں پر مریضوں کا بڑا ہجوم رہتا

ہے۔ یک مخصوص وقت میں جب کہ ہیلر میڈیم (Healer Medium) یعنی

روحانی معالج پر جن بھوت مسلط ہوتا ہے۔ وہ مریضوں کو چھو کر پوچھ کرنے ور سب

مرض کے لیے پنے مکان سے نکلتا ہے۔ قسم قسم کے مریضوں پر ہاتھ پھیرتا جاتا

ہے۔ ور طرح طرح کے پاسز (Passes) کرتا ہے۔ جس سے بعض مریض تو

فوراً چھے ہو جاتے ہیں۔ س وقت حاضرین ور تماشائیوں سے تعریف و تحسین کا

یک بڑ شور وغل ٹھتا ہے ور وگوں کے دوں پر س کے روحانی علاج کا خوب سکہ
بیٹھ جاتا ہے بعض مریضوں کو کچھ فاقہ ہو جاتا ہے جو مزید روحانی علاج کے ے س
روحانی ہسپتال میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ن ہسپتالوں میں روحانی علاج کا کافی
شاف ور چھا خاصا عملہ رہتا ہے جو دن رات س قسم کے علاج معالجوں میں مشغول
رہتے ہیں۔ یہ وگ ن مریضوں سے کافی جرت ور بڑی رقمیں بطور فیس وصول
رتے ہیں۔

غرض ن جنونی ور شیطانی مریضوں کا علاج بھی غائب ور قوی جن شیاطین
کے ذریعے کے جاتا ہے۔ س کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جس آسیب زدہ عضو پر
میڈیم ہاتھ پھیرتا ہے۔ حالانکہ س عضو کو پہلے کسی جن بھوت نے اپنے مس سے
ٹھنڈا، بے حس ور مفلوج کیا ہوا ہوتا ہے۔ تو وہ معالج جن بھوت کے دوبارہ چھونے
سے گرم ہو ور تندرست ہو جاتا ہے۔ یہ گرم ہوتا ہے تو ٹھنڈ نکل پہنچنے سے ٹھیک
ہو جاتا ہے۔ س روحانی علاج کا یورپ میں بڑا چرچا ہے سی ہیلنگ پاور
(Healing Power) ور جنونی طاقت پر وہ وگ بڑ فخر رتے ہیں ور کہتے
ہیں کہ گلے پیغمبر مثلاً عیسیٰ علیہ سلام جو کوڑھی ور جذامی مریضوں کو ہاتھ سے چھو کر
چھا ور تندرست کر دیا کرتے تھے۔ ن کے پاس بھی یہی روحانی طاقت تھی۔ حالانکہ
کہ سلامی نکتہ نگاہ میں ور صوفیاء ور فقراء کے نزدیک س قسم کے جنونی ور سفلی
شعبدوں کو نہایت حقارت ور عیب کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ فریقہ ور مریکہ کے
قدیم باشندوں ور ہندوستان، چین ور تبت کے وگوں میں س قسم کے سفلی عاملین
بکثرت پائے جاتے ہیں۔ جو محض چھونے ور ہاتھ لگانے سے آسیبی مریضوں کو چھا
کر دیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی س قسم کی سفلی جنونی دکانیں موجود ہیں۔ جو
س قسم کا علاج جوتی کی نوک سے رتے ہیں۔

چنانچہ ہمارے ڈیرہ سماعیل خان ور شیخ یوسف صاحب جنت کے یک بڑے

حاصل ہو گئے ہیں اور آج تک ان کی اولاد ان کے مسخر کردہ جنات سے کام لے رہی ہے۔ ان کے مکانات پر جب اس قسم کے مریض پکڑے ہوئے آتے ہیں تو وہ ان جن بھوتوں کی جوتیوں سے مرمت کرتے ہیں۔ جس وقت یہ لوگ جنوں کو جوتا سنگھاتے ہیں تو جن فوراً بھاگ جاتے ہیں۔ چنانچہ دورے ، جوڑوں کے درد اور ریحی دردوں کے مریض لائے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو چلنے پھرنے سے بھی معذور ہوتے ہیں لیکن وہ فوراً ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ نیز چونکہ اسلام کا تو اس قسم کی باتوں میں ذکر کرنا ہی سوءِ ادب اور گستاخی ہے۔ ویدوں اور دھرم کے نزدیک بھی اس قسم کے سفلی عمل کو پاپ کاہ کے برابر بھی نہیں سمجھا جاتا۔

ان جن شیاطین کی ایک تیسری قسم ہے جو مرگھٹوں اور قبرستانوں کے اندر رہتی ہے۔ یہ جن زندگی میں انسانوں کے ہمراہ رہنے والے طبعی جن اور ہمزاد شیاطین ہوتے ہیں۔ جو موت کے بعد جسد عنصری سے جدا ہو کر کچھ عرصہ متوفی لوگوں کی قبروں اور مرگھٹوں پر منڈلاتے رہتے ہیں۔ ہندو لوگوں میں یہ عقیدہ عام طور پر پایا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد مردہ کی روح بھوت بن کر مردہ کے خویش و اقارب تو جاتیہ کی تبدیلی میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں کہ اپنے مردہ کے بعد سر ، ڈاڑھی اور مونچھوں تک منڈوا ڈالتے ہیں تاکہ موت کے بعد ان کے متوفی کی روح بھوت بن کر انہیں پہچان نہ سکے۔ اس طرح سے یہ لوگ اس کے تسلط سے بچاؤ کی تدبیر کرتے ہیں۔ نیز ہندو لوگوں میں یہ بھی رواج ہے کہ مرگھٹ میں جس وقت یہ لوگ اپنے مردہ جلاتے ہیں اور مردے کی کھوپڑی جل کر تڑاخ سے پھٹتی ہے تو وہاں جس قدر ہندو جمع ہوتے ہیں سب کے سب بے تحاشا اپنے گاؤں شہر کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور پیچھے دیکھنے کا نام نہیں لیتے۔ دراصل ان کا یہ خوف بے وجہ نہیں ہوتا۔ مردہ کی روح بھوت نہیں بن جایا کرتی بلکہ اس کا ہمزاد جن شیطان جو پیدائش سے اس کے ساتھ لگا رہتا ہے۔ موت کے بعد اس کے جسد عنصری سے الگ ہو جایا کرتا ہے۔ اور ممکن ہے وہ جن شیطان موت

کے بعد متوفی کے کسی خویش یا دوسرے شخص پر مسلط ہو جاتا ہو۔

جن شیاطین کا یک چوتھا گروہ ہے جو بوچڑ خانوں ور مذبح گاہوں کے س پس منڈلاتا رہتا ہے۔ ور جانوروں کے خون ور ہڈیوں وغیرہ سے پنی غذ حاصل رتا ہے۔ حدیث میں یا ہے کہ نحضرت ﷺ نے گوبر، ہڈی ور کوئلے سے ستنجا رنے سے پنے اصحاب کو منع کیا۔ ور فرمایا کہ یہ چیزیں جنات کی غذ ور خور ک ہیں۔ جب ن سے ستنجا کیا جائے یا گوشت کھاتے وقت ہڈی کو چبایا جائے تو پھر وہ جنات کی خور ک کے قابل نہیں رہتے۔ دراصل بات یہ ہے کہ جن ہڈی، گوبر ور کوئلے کو جنسہ کھا نہیں پیتے بلکہ ن میں سے فاسفورس ور کاربن کی قسم کی خارج ہونے و ی گیسوں میں ن کی غذ موجود ہوتی ہے۔ بوچڑ خانوں ور مذبح گاہوں کے پاس س قسم کے جن پنی مخصوص غذ حاصل رنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

ن میں پانچو ں گروہ وہ ہے جو ہر وقت فضا میں طیر ن ور پر ن رہتا ہے۔ یہ جن پرندوں کی طرح ہو میں چکر لگاتے ہیں۔ سلیمان علیہ سلام کے تخت کو س قسم کے جن ٹھاتے رہتے تھے۔ س قسم کے جن پنے عاملوں کو مختلف ممالک کی سیر رتے ہیں۔ ن جنات کے عامل ہو میں ڑتے ہیں ور طے ارض رتے ہیں۔ تبت کے علاقے میں س قسم کے عامل پائے جاتے ہیں۔

ن کا چھٹا گروہ گ کے قرب و جو ر میں رہتا ہے۔ یہ اصل ناری جن شیاطین ہوتے ہیں۔ گر یہ جن کسی شخص پر مسلط ہو جائے تو وہ نگارے کھاتا ور شعلے نگلتا ہے۔ ن جنات کے عامل گ میں گھس جاتے ہیں۔ ور صحیح سلامت نکلتے ہیں۔ تش پرستوں کے تش کدوں کے ندر یہ جن شیاطین سکونت رکھتے ہیں۔ ور تش پرستوں کے سامنے تش کدوں کے ندر یہ جن شیاطین سکونت رکھتے ہیں۔ ور تش پرستوں کے سامنے تش کدوں میں سے طرح طرح کے رشمے دکھاتے ہیں ور ن کو غیبی بشارتیں ور شارتیں دے ر تش پرستی پر قائم رکھتے ہیں۔ قدیم زمانے میں

ہتش پرستی کے روج پا جانے کا باعث یہی جن شیطین ہیں۔ یہ جن ور شیطین گ ہے گ ہے سوتے ہیں جب نسن کے کان کی وی انگلی کو چھوتے ہیں تو وہ جل ٹھتی ہے۔ ن جنت کا تسط بہت دردناک عذب ہوتا ہے۔ یک دفعہ یک شخص پر س قسم کا جن شیطن مسلط ہوگیا تھ۔ اس کے گھر وے چوبیس گھنٹے س کے سینے پر پانی ڈلتے رہتے تھے۔ تب سے رم تا تھ۔ گر یک دم کے سے پانی ڈلنا بند کر دیتے تھے تو وہ دی مارے درد ور جلن کے چیخ ٹھتا تھ۔

جن شیطین کا ساتوں گروہ جنگلوں، بغوں ور کھیتوں کے ندر رہتا ہے۔ یہ جن درختوں ور جھاڑیوں پر بسیر رکھتے ہیں۔ س قسم کے جن بھوت مختلف صورتوں میں دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں بعض بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ ور رنگ برنگ کی سرخ، زرد ور سبز وردیوں میں ملبوس ہوتے ہیں بعض بڑے قوی ہیکل ہوتے ہیں۔ جو وگ جنگل میں درخت کاٹتے ہیں وہ وگ بعض دفعہ س قسم کے جن شیطین کے سیب میں جاتے ہیں۔ قدیم زمانے سے بعض ہندو وگ جو درختوں مثلاً جنڈ، پیپل ور برڈ وغیرہ کی پرستش ج تک رتے چلے تے ہیں۔ س پرستش کا باعث بھی یہی جن شیطین ہوئے ہیں۔

ٹھوں گروہ ن شہوانی ور زانی جن شیطین کا ہے جو جوان مردوں اور عورتوں پر مسلط ہو کر ن سے مجامعت رتے ور رتے ہیں۔ وگوں میں زنا کی ترغیب ور تحریص کا موجب یہی جن شیطین ہوتے ہیں۔ ن میں سے بعض وطی قسم کے جن شیطین ہوتے ہیں۔ جو وگوں سے وطت کے قبیح فعل کا رتکاب فاعلی ور مفعول دونوں صورتوں میں رتے ور رتے ہیں۔ یہ شیطین جن وگوں پر مسلط ہو جاتے ہیں وہ ہرگز کسی صورت میں س فعل بد سے باز نہیں تے۔ ن جن شیطین کے وطی تسط ور تصرف سے بعض شخاص پنی جوان خوبصورت عورتوں سے منہ پھیر کر دیتے ہیں ور دن رت فطری وضع کے خلاف فعل رتے ہیں ور ذرا نہیں شرماتے۔ ور بعض

مفعویت کی صورت میں مرتے دم تک دوسرے سے یہ شرمناک ور حیا سوز فعل
کرتے پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ن شیاطین کے تسلط سے نسان کو محفوظ
رکھے۔

نانوں گروہ وہ ہے جو نسانوں پر مسلط ہو کر نہیں بیمار کر دیتا ہے ور نسان کو
خون چوستا ہے۔ یہ ظالم جن شیطان حیو ن پر بھی مسلط ہو جایا کرتے ہیں۔ کثر شیر
درگائے بھینس ور بکریوں پر ن کا تسلط ہو جاتا ہے۔ ن کے دودھ ور مکھن میں کمی
بیشی میں ن کا بڑ ثر ہوتا ہے۔ عورتیں جو دودھ دوہتی ور بلوتی ہیں۔ ن کی کثر
شرارتوں سے بہت جلتی ہیں۔ سچ پوچھو تو ن عورتوں کا چیخنا ور جلنا محض بے وجہ
نہیں ہوتا۔ ور یہ زلو ہم بھی نہیں ہوتا جن شیاطین تعد د میں نسانوں سے زیادہ ہیں
ور ن کی شرارتیں ور یذ دے بے شمار ہیں۔

ن میں دسوں گروہ ن جن شیاطین کا ہے جو بتوں ور مورتیوں میں گھس کر
لوگوں میں بت پرستی کے مشرکانہ رسم و رو ج کا موجب بنا رہتا ہے۔ س قسم کے جن
شیاطین طرح طرح کے مکروفریب سے پنے پجاریوں کو پنی پرستش میں پھنسائے
رکھتے ہیں۔ جب کبھی ن کے پجاری ن کی چوکی بھرنے یا سلام ور سجدے کے
روزانہ فرائض د کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں تو یہ جن شیاطین ن پر ور ن کے گھر
و لوں پر مسلط ہو کر نہیں ستاتے ہیں۔ ور دکھ ذیت پہنچاتے ہیں۔ بعض چڑھاوے
طلب کرتے ہیں ور قربانیاں مانگتے ہیں۔ چنانچہ کلکتہ کی کالی دیوی جو یک سخت
خونخو ر ور سفاک قسم کی بھوتنی ہے۔ س معاملے میں بہت مشہور چلی آتی ہے۔ یہ
چڑیل دیوی پنے پجاریوں سے نسانوں کی قربانی طلب کرتی رہی ہے۔ ور جب
تک کئی بے گناہ اس کی بھینٹ پر ہر سال ذبح نہیں کئے جاتے تھے یہ پنے پجاریوں
ور پرستاروں سے ناراض سمجھی جاتی تھی۔ ور س کی پاداش میں پنے مشرک
پرستاروں کو سخت ذیتیں ور تکلیفیں پہنچاتی تھی۔ س کی خوفناک ڈر ؤنی سیاہ صورت

جس کے گلے میں نسانی کھوپریوں کی بڑی مال پڑی ہوئی ہے۔ آج تک س کے شیطانی ظلم وستم کی شہادت دے رہی ہے۔ چونکہ نگریزوں کی عملداری میں یہ سفاکانہ ور مشرکانہ رواج قانوناً بند کر دیا گیا تھا۔ س و سطے ب ہر سال میلے پر بجائے نسانوں کے بکروں ور دیگر جانوروں کی قربانیاں دی جاتی ہیں۔

گیارہواں گروہ جن شیاطین کا وہ ہے جو کاہنوں، ساحروں ور سفلی عاملوں کے پاس غیب کی خبریں لاتا ہے۔ یہ پنے عاملوں کے دم دھاگے، تعویذوں، جھاڑ پھونکوں ور ٹوٹکوں سحروں میں ن کی مدد ور عانت کرتے ہیں۔ ور یوں ن کے دم قدم سے ن کے سفلی عمل ور کالے علم کی دکان گرم رہتی ہے۔ س قسم کے سفلی عامل پنے خبیث موکلوں کی طرح پلید ور نجس رہتے ہیں۔ ور پنے سفلی لٹے کاموں کی زکوۃ د کرتے وقت پاک ور طیب رواح سے بچنے کی خاطر پنے رد گرد گوبر ور گندگی کا حصار کرتے ہیں۔ س قسم کے جن شیاطین ور رواح خبیثہ کے عاملین کے نمونے گر دیکھنے ہوں تو ہندوؤں کے کنبھ کے میلے میں ن مادرزاد ننگے میلے کچیلے گندگی کھانے و لے سادھوؤں کو جا کر دیکھو جو ہزاروں کی تعداد میں س میلے میں شامل ہوتے ہیں۔ وہاں ن ننگے ور گندے غلیظ لوگوں کا یک سیلاب جلوس نکلتا ہے۔ ور ہندو مرد و عورتیں لاکھوں کی تعداد میں دو طرفہ قطار باندھ کر ن کے درشن کے لیے بڑے دب ور حترام سے کھڑے ہوتے ہیں ور سب کے سب ن کے آگے ہاتھ جوڑتے، ڈنڈوت بھرتے ور زمین پر وندھے ور دوہرے ہو کر تے ہیں۔ ور طرح طرح کی مشرکانہ حرکتیں کرتے ہیں۔ ن میں جو سادھو بہت ڈراؤنی، خوفناک صورت و لا ور بہت میلا کچیلا ور گندہ غلیظ ہوتا ہے۔ وہی بڑا صاحب مال ور صاحب کرامت سمجھا جاتا ہے۔ یہ لوگ پاخانہ کھاتے ور پیشاب پیتے دیکھے گئے ہیں۔ ہ وطن میں ن سفلی کالے علم و لے ساحرین ور علوی نوری علم کے عاملین کے درمیان طرح طرح کے مقابلے ہوا کرتے ہیں۔

س کے علاوہ جن شیاطین ور روح خبیثہ کی ور بہت سی قسمیں ہیں جن کا ذکر موجب طوالت ہے۔ نسان جب نیک عمل عبادت، طاعت، نماز، روزہ، تلاوت، ذکر فکر ور تہجد ل ور خلاص سے کرتا ہے تو اس کے ساتھ روح طیبہ، مومن جن، ملائکہ ور نیک روح شامل ہوتے ہیں۔ ور س کے ردگرد رہتے ہیں۔ ور اس کی مدد، عانت ور حفاظت کرتے ہیں۔ ور جب بُرے عمل، بد افعال اور فسق و فجور، گناہ ور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی شروع کرتا ہے تو پاک روح س سے جدا ہو جاتی ہیں۔ حتی کہ جب تک یک بھی پاک روح س کے ہمراہ ہوتی ہے وہ سے باطن میں ملامت کرتی ہے ور سے گناہ پر ندامت ہوتی ہے۔ ور جب پاک روح س سے جدا ہو جاتی ہیں تو وہ گناہ کو گناہ نہیں سمجھتا بلکہ اس پر خوشی ور فخر کا ظہار کرتا ہے۔ س وقت س کے ساتھ جن شیاطین ور روح خبیثہ ملنے ور شامل ہونے لگتے ہیں۔

جس قدر کوئی شخص نیکی، تقویٰ، عمل صالح، طاعت، عبادت ور ذکر و فکر میں ترقی کرتا ہے۔ سی قدر س کے دل میں نور یمان قوی ور زیادہ روشن و تاباں ہوتا جاتا ہے۔ ور س کے دل میں س نور کی مقناطیسی طاقت یعنی میگنیٹک پاور (Magnatic Power) ترقی کرتی جاتی ہے۔ سی قدر اس کی باطنی نوری شمع پر ہر طرف سے یہ نوری لطیف مخلوق یعنی جن ملائکہ ور روح پروانہ وار گرتے ہیں ور س کے نور سے قوت ور قوت حاصل کرتے ہیں۔ ور جوں جوں باطن میں سالک ترقی کرتا ہے س کا نوری دائرہ ور باطنی ماحول وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ گویا زندہ دل عارف سالک نور کا منبع ہوتا ہے۔ س کا دل نور کا مرکز ور منبع تجلی ت س ہوتا ہے۔ ور س پاس کی نوری مخلوق س کے ساتھ مثل برقی ذرات ور لیکٹرونز ہوتے ہیں۔ ور جوں جوں س کے دل کے مرکز میں نوری پاور زیادہ ہوتی جاتی ہے توں توں س کے ردگرد کا نوری ماحول ترقی کرتا جاتا ہے ور پنے س نور سے دیگر س پاس کے حلقہ حباب اور ہم نشینوں میں بھی ثر کرتا ہے۔ ور س کے حباب، رادت مند ور ہم نشین س کے

نور سے قلب ن ور ن کے فیوضات ور برکات سے بہرہ ور فیض یاب ہوتے
ہیں ن کے پاس بیٹھنے و وں کے گناہ جھڑ تے ج تے ہیں۔ ور ن کی معصیت کی
آگ بجھتی ہے اور ن کے شیاطین بھ گ ج تے ہیں قو۔ تعالی

او من كان ميتا فاحيينه وجعلنا له نورا يمشي به في الناس كمن
مثل في الظلمت ليس بخارج منها كذلك زين للكفرين ما كا نو
يعملون

(ترجمہ) "یہ وہ شخص جو پہلے مردہ تھا۔ پھر ہم نے س کو پنے نور سے زندہ کر
دیا۔ اور اس میں یہ نور بھر دیا جس سے وہ لوگوں کے ندر گھستا ور ہد یت کرتا ہے۔
اس کی مثل ہو سکتا ہے جو پنی باطنی ظلمت ور ندھیرے میں محصور ور مقید ہے ور کسی
طرح نہیں نکل سکتا۔ کیونکہ کافروں کے پنے بد عمل ور ن کی ظلمت کا باعث بن
گئے ہیں۔ ور وہ بدعمل ن کے سامنے مزین کر دیے گئے ہیں۔ حدیث شریف میں
ہے کہ جب کوئی مومن متقی قیامت کے روز پل صر ط سے گذرے گا۔ تو دوزخ سے
کہے گی کہ ے مومن جلدی سے گذر جا۔ تیرے نور سے میری آگ بجھ رہی ہے۔ سو
وہ کل قیامت کا معاملہ آج س دنیا میں ہو رہا ہے جب کسی مومن ہل یمان کا گذر
کسی فاسق ہل نار پر ہوتا ہے تو ہل الذکر کے نور یمان سے س کی نار معصیت بجھتی
ہے۔ شیطان جو جہنم نار معصیت ور دوزخ ہے ن ہر دو کو پاس میں ٹھنے نہیں دیتا۔
ور جلدی گذرنے کی تاکید کرتا ہے۔ قرآن کریم میں ن لوگوں کو حزب اللہ ور جنود
اللہ کے خطاب سے یاد کیا گیا ہے۔ س کے برخلاف جو لوگ بدعملی، فسق و فجور،
شرک ور کفر میں کمال ترقی کر جاتے ہیں۔ تو وہ نار معصیت ور ظلمت ظلم و نافرمانی
کے سبب گویا دوزخ کی یک بھٹی بن جاتے ہیں۔ ور کافر بن شیاطین ور روح کی
آگ ور ظلمت میں ضافے کا باعث ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ ن کی صحبت میں

رہتے ہیں یہ ن کے پ س بیٹھتے ہیں۔وہ بھی ان کی س آگ ور ظلمت کی پیٹ میں آ جاتے ہیں۔ ور ن کے بد عمل ور برے فعل سے متاثر ہو جاتے ہیں۔جیس کہ للہ تعالے فرماتے ہیں

ولا ترکنو ں الذین ظلمو فتمسکم لنار وما لکم من دون اللہ من ولیاء ثم لا تنصرون

(ترجمہ) اور نہ جھکو ن لوگوں کی طرف جو ظالم ہیں۔پس تمہیں ن لوگوں کی آگ لگ جائے گی۔کیونکہ سو ئے اللہ کے تمہار کوئی مر ور تکیہ نہیں ہے۔پھر کہیں مدد نہ پاؤ گے۔

یک دفعہ مجھے یک ہندوستانی درویش نے پن حال سنایا کہ کچھ عرصہ پہلے میر بہت چھ حال تھ۔میں پنے ردگرد روحانی ور نوری لوگ دیکھ کرتا تھ۔میر سلسلہ چل ہو تھ۔ ور میں لوگوں کو توجہ کیا کرتا تھ۔ ن کو فیض ور اثر ہو جایا کرتا تھ۔آخر مجھے یک عورت سے عشق ہوگیا۔ ور میں زنا کے گناہ میں مبتلا ہو گیا۔چنانچہ زنا کی پہلی رات میں جب میں نے مراقبہ کیا تو بجائے نوری روحانی لوگوں کے میں نے پنے ردگرد کالے سیاہ ور چار چشم کتے دوڑتے ہوئے دیکھے۔ س کے بعد میری روحانیت کا سارا بنا بنایا کھیل بگڑ گیا۔میری حالت خراب سے بتر ہوگئی۔پیری مریدی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ ب کوئی میری بات تک نہیں پوچھتا ہر چند ریاضت ور کوشش کرتا ہوں لیکن کچھ نہیں بنتا۔غرض گناہ کے رتکاب سے جن شیاطین ور روح خبیثہ نسان کے ساتھ لگ جایا کرتی ہیں۔

ہمیشہ سے دنیا کا یہ قاعدہ چلا آیا ہے کہ جب کبھی دنیا شموس نبیاء قمار ولیاء ور نجوم صحابہ کے نوری وجودوں سے خالی ہو جاتی ہے۔تو س کی تاریکی ور ظلمت کے زمانے میں جن شیاطین ور ارواح خبیثہ موقع پا کر دنیا پر چھا جاتی ہیں۔جن کے باطنی خبث ور پلید ثر سے دنیا میں سحر اور کہانت،کفر،شرک،فسق وفجور،لہو ولعب،قتل وغارت،ظلم وتعدی ور دیگر ہر قسم کی برائیوں ور بدکاریوں کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔

ایسے زمانے میں سفلی عاملین، جوگیوں، ساحروں اور کاہنوں کی دکانیں چلنے لگ جاتی ہیں۔ قرآن کریم میں اس خبیث گروہ کو حزب الشیطان اور جنود ابلیس کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ایسے زمانے میں سحر، دہریت اور مادہ پرستی کو بڑا فروغ ہوتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے زمانے میں ان جن شیاطین کو اپنی باطنی طاقت اور روحانی قوت سے مسخر کر رکھا تھا۔ اور جب آپ دنیا سے رخصت فرما گئے تو یہ جن شیاطین آزاد ہو گئے تھے۔ تب ان ارواح خبیثہ نے موقع پا کر لوگوں پر نازل ہونا اور تسلط جمانا شروع کر دیا۔ اور سفلی عاملوں کو سحر اور کہانت کی باتیں القاء کیا کرتے تھے۔ تب ہر جگہ اس سفلی اور کالے علم کا چرچا ہو گیا تھا۔ اور نبوت اور رسالت کی جگہ سحر اور کہانت نے لے لی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

واتبعوا ما تتلوا الشياطين على ملك سليمان وما كفر سليمان ولكن الشياطين كفروا يعلمون الناس السحر

(ترجمہ) حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملک کے لوگ ان باتوں میں لگ گئے تھے۔ جو ان کی طرف شیاطین القاء کیا کرتے تھے۔ اور یہ کفر کا کام سلیمان علیہ السلام کا نہیں تھا۔ بلکہ ان شیاطین کا اپنا اختراعی فعل تھا جس سے وہ لوگوں کو سحر اور جادو سکھاتے تھے۔ یورپ کے سپر چولسٹس یعنی سفلی عاملین بھی اس قسم کے شیاطین کے اثر اور تسلط میں آج کل مبتلا ہیں۔ اور وہ لوگ ان جن شیاطین کے ذریعے جو سفلی شعبدے اور غیبی کرشمے دکھاتے ہیں ان کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ سابق انبیاء کے معجزے اور اولیاء کی کرامات بھی اس قسم کی چیزیں تھیں جیسے کہ مذکورہ بالا آیت میں جن شیاطین اپنے کفر کی کرتوتوں کو سلیمان علیہ السلام کی کرامات بتاتے تھے۔

ہمارے ملک میں بھی جنات کے سفلی عجیب اور محیر العقول واقعات بہت رونما ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارے پاس اس قسم کے واقعات کی ریسرچ اور تحقیقات کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ اور نہ ہی ہمارے مشرق اور ایشیاء میں کوئی روحانی ادارہ اور سوسائٹی

سی موجود ہے جو س قسم کے عجیب و قعات کا ریکارڈ رکھے ور ن سے کوئی نتیجہ خذ
رے۔ ہم ہل مشرق کو صرف پیٹ کا ہی یک مشغل دھندا یسا گلے پڑا ہوا ہے کہ
کسی دوسری طرف ہمیں متوجہ ہونے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔

چند سال ہوئے ہیں ہمارے ضلع ال پور کے یک مخلص محمد صادق کو سی قسم کا
نہایت عجیب واقعہ پیش آیا۔ اگر یورپ میں کسی کو یسا معاملہ پیش آتا تو خباروں ور
رسالوں کے ذریعے تمام ملک میں س کے عجیب وغریب حالات شائع ہوتے۔ ور
یسے شخص کو پنے حلقوں میں بطور میڈیم یعنی وسیلہ بنا کر وہ لوگ س سے طرح
طرح کے عجیب روحانی تجربات ور مشاہدات حاصل کرتے۔ ور یہ شخص یورپ کے
سب سے بڑے میڈیم میں شمار ہوتا۔

واقعہ یوں ہے کہ تحصیل سمندری ضلع ال پور کے یک چک میں ہمارے یک
مخلص محمد صادق نامی رہتے ہیں۔ یہ واقعہ نہیں کا ہے جو بالکل صحیح ہے ور س میں
کسی قسم کا جھوٹ ور مبالغہ نہیں ہے۔ ہم نے خود س کی تحقیقات کی ہے۔ چنانچہ ہم
یہ واقعہ محمد صادق کی زبانی بیان کرتے ہیں۔ محمد صادق نے بیان کیا کہ میں یک روز
جمعہ کی نماز پاس کے یک چک میں پڑھنے کے لیے گیا۔ واپسی پر نہر کے پل کے
قریب یک درخت کے نیچے یک ملنگ صورت فقیر کو میں نے دیکھا۔ جو سیاہ کپڑے
پہنے ہوئے تھا۔ ور س کے گلے ور ہاتھ میں عقیق کے دانوں کی مالائیں پڑی ہوئی
تھیں۔ س نے پنی لکڑی سے جو س کے ہاتھ میں تھی۔ میری طرف شارہ کرکے
مجھے پنی طرف بلا کر کہا کہ مجھے رستے پر لگاؤ۔ میں سمجھا کہ یہ کوئی نابینا مسافر ہے ور
کہیں جانا چاہتا ہے۔ لیکن جونہی میری آنکھیں س سے دوچار ہوئیں۔ میں سی
وقت بے ہوش ہوگیا۔ ور س کے بعد مجھے پنی کوئی سدھ بدھ نہ رہی۔ حتیٰ کہ وہ دن
ور رات سی حالت میں گذر گئے۔ صبح دن چڑھے۔ جب میں نے آنکھ کھولی تو پنے
آپ کو یک جنگل میں پڑا ہوا پایا۔ میرا وجود بہت تھکا ماندہ ور چور چور تھا۔ میں ٹھ

بیٹھ ورسوچنے لگا کہ میں س جنگل میں س طرح آ گیا ہوں۔ میں نے جب پنے
باس کی طرف دیکھا تو میں یہ دیکھ رحیر ن رہ گیا کہ میرے بدن پر س ملنگ کے
سیاہ پڑے تھے۔ ورمیرے گلے ور ہاتھوں میں بھی س کے عقیق کے د نوں و ن
مالائیں پڑی ہوئی تھیں۔ جسے دیکھ کر مجھے ملنگ کے ساتھ جمعہ کے روز و ل و قعہ یاد آ
گیا۔ تنے میں دو شخص ہل جوتے ہوئے میرے پاس سے گذرے میں نے ن
سے پوچھ کہ یہ کون سا علاقہ ہے۔ ن میں سے یک نے جو ب دیا کہ یہ شورکوٹ کا
علاقہ ہے۔ میں پنے علاقہ میں لوگوں سے کثرت سے سنا کرتا تھا کہ شورکوٹ میں حضرت
سلطان باہو صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے۔ میں نے ن سے پوچھ کہ
حضرت سلطان باہو کا دربار کس طرف ہے۔ نہوں نے مجھے بتایا کہ وہ جو دو آدمی آ
رہے ہیں وہ حضرت کے دربار کے زائرین معلوم ہوتے ہیں۔ گر وہاں جانا ہے تو
ن کے ہمر ہ چلے جاؤ۔ چنانچہ میں وہاں سے ٹھ کر ر ستے میں جا بیٹھ۔ ور جب وہ
زائرین میرے قریب آ گئے تو میں نے ن سے کہا کہ کیا آپ لوگ دربار شریف جا
رہے ہیں؟ نہوں نے ثبات میں جو ب دیا۔ تب میں نے ن سے لتجا کی کہ میں
بیمار ور کمزور ہوں۔ گر مجھے پنے ہمر ہ لے چلو تو بڑی مہربانی ہوگی۔ نہوں نے کہا
بے شک آؤ۔ چنانچہ ہم چل پڑے۔ وہ میرے عجیب باس ور ہیئت کذ ئی کو دیکھ کر
پوچھنے لگے کہ تم کون ہو ور کہاں سے آ رہے ہو؟ ور یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟ میں نے
کہا گر تم آہستہ آہستہ چلو تو میں پنی د ستان تمہیں سناتا ہوں۔ چنانچہ وہ آہستہ آہستہ
چلنے لگے۔ ور مجھ سے کہا۔ سناؤ کیا قصہ ہے۔ میں نے پنا تمام و قعہ ول سے آخر
تک سنا دیا۔ وہ میرا حال سن کر بہت حیر ن ہوئے۔ وہ سپاہی آدمی تھے۔ چھٹی لے
کر زیارت کے لئے جا رہے تھے۔ جب ہم دربار شریف پہنچے تو نہوں نے وہاں
کے لوگوں کے سامنے میرا قصہ بیان کیا۔ وہاں کے لوگ تعجب کرتے تھے بعض لوگ
میری بات کو جھوٹ سمجھتے تھے۔ تین چار دن ہم وہاں قیام پذیر رہے۔ میں تنا کمزور

تھ کہ پہے دو روز محض لنگر کی دل پی سَتا تھ۔ بعد وہ مجھے پنے ہمر ہ ملتان ے گئے۔ ور وہں کی زیرتعمیر کی۔ نہوں نے وہں میر سی بس میں فوٹو بھی لیا ور پنے پس رکھ ور مجھے ر یدے ررو نہ ردیا۔

سی ثناء میں مجھے گھر سے نکلے ہوئے سات آٹھ روز ہو گئے تھے۔ میرے گھر میں صفِ ماتم بچھی ہوئی تھی۔ وہ سمجھے تھے کہ مجھے کسی نے مار ڈ ا ہوگا ور نہر میں بہ دیا ہوگا۔ ہمارے دور دور کے خویش و قرب ور یر دوست ماتم پرسی کے لیے جمع تھے۔ کہ میں چنک س عجیب و غریب بس ور ہیئت کذئی کے ساتھ وہں آ گیا۔ جب نہوں نے مجھے دیکھ تو خوشی کے نعروں سے تمام گھر میں یک شور مچ گیا۔ جب میں نے یہ و قعہ بیان کیا تو سب نگشت بدندں رہ گئے۔ وگ جوق در جوق مجھے ملنے ور میر عجیب و قعہ سننے کے لیے آتے تھے۔ میرے گھر و وں نے مجھ سے وہ ملنگ و لے سیاہ پڑے تر و ڈ ے کہ مبادا پھر س قسم کا کوئی حادثہ رونما نہ ہو جائے۔ وہ پڑے یک چھوٹے سے صندوق میں بند کر کے ماری میں رکھ دیے گئے۔ جب کوئی شخص ن پڑوں کو دیکھنے کی خو ہش کرتا تو سے دکھا کر پھر ماری میں رکھ دیے جاتے۔ آخر یک روز جب کسی کو دکھانے کے لیے وہ صندوق کھوا گیا تو وہ کپڑے غائب تھے۔

میرے یک ا ہور کے مخلص نے جن کا رشتہ د ر تھ۔ مجھے بتایا کہ میں بھی ماتم پرسی کے لیے وہں گیا تھ۔ ور میں نے بھی وہ پڑے دیکھے تھے۔ ن پڑوں کی حالت کچھ سی عجیب قسم کی تھی کہ سلائی کا دھاگہ کہیں نظر نہیں آتا تھ۔ یہ معلوم ہوتا تھ کہ پڑے کے مختلف بند آپس میں ویسے ہی جڑے ہوئے ہیں۔ ور ان میں کوئی دھاگہ سلائی کے لیے ستعمال نہیں ہو۔

مغرب کے ہپر چولسٹس کے نزدیک یہ و قعات بڑے روحانی کمالات سمجھے جاتے ہیں۔ در حقیقت یہ سیاہ پوش آں حضرت سلطان باہو کا مرید تھ۔ جو محمد صادق

مذکورکو پنے علا قے سے شہ رستر سی میل دو رحضرت سلطن عرفین کے مزر کی
زیرت کرنے سے گیا تھ۔ ور وہ جن س کے جسم میں دخل ہو گیا تھ۔ س سے
جو رنشانی ور یدگار پنے پڑے س کے تن پر چھوڑ گیا تھ۔ ور اس کے پڑے خود
لے گیا تھ۔ س قسم کے و قعت ہمارے ملک میں بہت رونما ہوتے ہیں۔ جو یکثر
نظر ند ز ردیئے جاتے ہیں۔ یورپین سپر چولسٹس کے پس جو کچھ ہے وہ پر نے
کہانت ور سحر کی ترقی یفتہ شکل ہے۔ ن لوگوں نے س علم کو یک بق عدہ آرٹ ور
سائنس کی شکل دے رکھی ہے۔

یک دفعہ میں خوشاب میں پنے چند حباب کے ہاں جو سکول ماسٹر تھے ٹھہر ہو
تھ۔ وہاں کے لوگ میرے پس یک بوڑھے نیل گر کو لے آئے ور کہا کہ س شخص
پر یک جن مسلط ہے۔ ور وہ جن سے نہ نماز پڑھنے دیتا ہے ور نہ کوئی دوسرا کام
کرنے دیتا ہے ہر وقت سے ستاتا رہتا ہے۔ س وقت چند گریجویٹ حباب
میرے پس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کچھ پڑھ کر جب س جن کو حاضر کیا تو وہ فوراً
س نیلگر پر مسلط ہوگیا۔ س جن کے تسلط سے س نیل گر کی صورت بھی بدل گئی۔
ور جن کی صورت اس پر غلب ور مستولی ہوگئی سپر چولسٹس سے ٹرانس فیگریشن
(Trandce Figration) یعنی عمل تبدیلی ہیت کہتے ہیں۔ س کی آنکھیں
نگاروں کی طرح لال ہوگئیں۔ ور اس کی شکل بہت مہیب ور ڈر ؤنی ہوگئی۔ میں
نے ن گریجویٹوں کو دیکھا سب خوف کے مارے کانپ رہے تھے ور ن کے
چہروں پر ہو ئیں ڑ رہی تھیں۔ یک دو منٹ کے بعد وہ جن س نیل گر کی زبانی مجھ
سے یوں مخاطب ہو کہ میں یک ہندو جوگی ہوں مہاراج رپا کرو۔ مجھے کچھ نہ کہو
میں آپ کی گئو (گائے) ہوں آپ کے بال بچوں کی خیر۔ مجھے چھوڑ دو۔ آخر اس نے
س قسم کی بہت منت ساجت کی باتیں کیں۔ پھر وہ سنسکرت زبان کے شلوک اور منتر
س طرح پڑھنے لگا جیسے وہ یک بڑا ودوان ور پنڈت ہے۔ س نے میری بات

چند پیشن گوئیاں کیں جو حرف بحرف صحیح ثابت ہوئیں۔ آخر اس نے خود ہی مجھے بتایا کہ آپ سورہ والشمس پڑھیں میں نکل جاؤں گا، چنانچہ میں نے سورت والشمس پڑھی تو اس آسیب زدہ نیل گر نے ایک لمبی انگڑائی لی اور آسیب کو چھوڑ کر نکل گیا۔ بعد وہ نیل گر مذکورہ اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ جن جو کچھ تمہاری زبان پر بول رہا تھا تجھے بھی اس کی کوئی خبر ہے۔ اس نے بتایا کہ مجھے اس کی کوئی خبر نہیں۔ اس وقت مردے کی طرح بے ہوش تھا۔ اس نیل گر نے بتایا کہ جس شدت کے ساتھ یہ جن مجھے آج چمٹا ہے۔ اس سے پہلے کبھی نہیں چمٹا۔ اب میرا تمام بدن تھکا ماندہ اور چور ہے۔ اور میرا ہر عضو درد کر رہا ہے۔ آخر لوگ اسے گھر لے گئے۔ مجھے ان گریجویٹ احباب نے بعد میں بتایا کہ ہم نے ایسا عجیب ڈرامہ پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ اور اسے کبھی نہ بھولیں گے۔

ابتداء میں جب یہ فقیر رات کو سورہ مزمل کی دعوت پڑھتا تھا تو جنات غول کے غول ٹڈی دل کی طرح میرے سر پر آ کر ٹھہرتے تھے۔ اور میرے ارد گرد جمع ہو جاتے تھے۔ جیسا کہ سورہ جن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وانه لما قام عبدالله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا

(ترجمہ) اور جب کوئی اللہ کا بندہ خاص دعوت پڑھنے کھڑا ہوتا ہے۔ تو یہ جن اس پر ہجوم کر کے اسے گھیر لیتے ہیں۔ سالک کے لئے تسخیر جنات کا یہ ابتدائی زمانہ بہت پر آشوب ہوتا ہے۔ کیونکہ ابتداء میں جب سالک عالم غیب کے اس ناری طبقے میں سے گذرتا ہے تو جنات کے ایک بے پناہ طوفان میں الجھ جاتا ہے جنات کی مختلف عادات اور ناری شرارت سے متاثر ہوتا ہے۔ ہزاروں بے سمجھ سالک اس ناری مخلوق کی شرارتوں اور آزار کے سبب دیوانے اور مجنون ہو جاتے ہیں۔ بعض لا علاج امراض میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ غرض بہت لوگ دوران عمل میں طرح طرح کی رجعتوں اور آفتوں میں پھنس کر اپنی صحت اور عزیز زندگی سے ہاتھ

دھو جبیٹھتے ہیں۔ س سے کسی عامل کے ذن ور مر کے بغیر س عمل میں قدم رکھن
موت کو دعوت دینے ور خودکشی کے متر دف ہے۔

ید رہے کہ عام غیب یا عام مرکی طیف مخلوق دو طرح کی ہوتی ہے۔ یک نوری
دوم ناری۔ نوری طیف مخلوق میں مسلمان جن، مدئکہ ور مومن وگوں، ولیا ء ور نبیا ء
کی روح شامل ہیں۔ نہیں روح طیبہ بھی کہتے ہیں۔ ور ناری مخلوق کافر جن،
شیاطین ور روح خبیثہ پر مشتمل ہے۔ یہ دو قسم کی طیف مخلوق یک دوسرے کی ضد
ور دشمن ہے۔ ور باطن میں قیامت تک ن کے درمیان جنگ وجدل قائم ہے ور
یہ ہمیشہ بر سر پیکار رہتے ہیں۔ ور روح طیبہ ہمیشہ باطن ورارواح خبیثہ کا ستیصال
رتی ہیں،

ن روایت سے دوسری ئی بات یہ ثابت ہوگئی ہے کہ بتد ء سے مسلمان جنات
نے بھی مسلم نسانوں دوش بدوش تبلیغ، دعوت ور جہاد فی سدین میں بڑا پارٹ د کیا
ہے۔ نیز و ضح ہو کہ یورپ کے سپر چولسٹ یعنی روحانین نے بھی اپنے حلقوں میں
سی قسم کی سفلی غیبی مخلوقات یعنی جن، شیاطین ور روح خبیثہ کی حاضرت رکے ن
سے کلام رتے ہیں۔ غیبی خبریں پاتے ور طرح طرح کے سفلی شعبدے ور ناسوتی
رشمے دکھا کر حاضرین ور تماشائین وگوں سے رقمیں وصول رتے ہیں۔ ن سفلی
روح ور خاص کر جنات کے ذریعے کشف جنونی ور عجب امراض کے رشمے بھی
دکھائے جاتے ہیں۔ یورپ والوں نے س سفلی علم کو تنی ترقی دی ہے کہ سے یک
باقاعدہ آرٹ ور روحانی سائنس ور یک نیا مذہب بنا رکھا ہے۔ ور لاکھوں آدمی
س کے پیرو ہیں۔ پارلیمنٹ کے ممبر، بڑے بڑے سائنس دان، ڈکٹر ور فلاسفر
س میں شامل ہیں۔ گھر گھر س علم کے حلقے ور چرچ قائم ہیں۔ ور ب تو نہیں
پارلمنت کے ہر دو یونوں یعنی ہاؤس آف لارڈز ور ہاؤس آف کامنز میں نمائندگی
بھی حاصل ہوگئی تھی۔ ور ن کی پریکٹس کو قانوناً جائز تسلیم کر لیا گیا ہے۔ حالانکہ س

ے قبل عیسائی مذہب میں س قسم کے وگوں کو وچ لاء (Witch Law) کے ذریعے سوں پر چڑھاتے یا زندہ جلا دیتے تھے۔ یہ عمل بتداء زمانہ سے سحر ور کہانت کی صورت میں مروج چلا آیا ہے۔ ور آج بھی فریقہ، بنگال، تبت، چین ور مریکہ کی قدیم وحشی اقوام کے ندر یہ سفلی طاقتیں ور روحانی عمل فرداً فرداً کثرت سے پائے جاتے ہیں ور ن وحشی وگوں کی یہ سفلی طاقتیں یورپ کے مہذب، تعلیم یافتہ ور روشن خیال صحاب کی نسبت بدرجہا بڑھی ہوئی ہیں۔

ب ہم یہ بات وضح کردینا چاہتے ہیں کہ یورپ کے سپر چولسٹس جن سفلی روح کی حاضرت کرکے ن سے ہم کلام ہوتے ہیں۔ آخر وہ کیا چیز ہیں۔ ور ن سے جب دریافت کیا جاتا ہے کہ آپ کون وگ ہیں۔ تو وہ جوب میں یہ یوں کہتے ہیں کہ ہم تمہارے آباؤ جداد ہیں۔ ور ہم ان وگوں کی اروح ہیں جو دنیا سے گذر گئے ہیں۔ ور س سے پہلے ہم تمہاری طرح روئے زمین پر زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔ ور ب عالم روح کے سات طبقوں میں آباد ہیں۔ ور پنی روحانی ترقی میں مصروف ہیں۔

گر یہ بات صحیح ہے تو تمام مذہب ور دیان خصوصاً مذہب سلام کے عقائد یعنی حساب یوم آخرت، حشر نشر، عذب قبر ور سول جوب، منکر نکیر، قیامت، سزا و جزا ور وجود جنت و دوزخ وغیرہ پر سے عتقاد ٹھ جاتا ہے۔ کیوں کہ ن روح یعنی سپرٹ سے جب س قسم کے سوالات کیے جاتے ہیں تو وہ ن سب کا نکار کرتے ہیں ور کہتے ہیں کہ وہاں اس قسم کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ نہ دوزخ ہے نہ جنت ہے ور نہ خدا یعنی (God Head) کا کوئی وجود ہے۔ گو سپر چولزم کی بدولت یورپ کے سائنس زدہ مادہ پرستوں کا سابق نیچری ور دہری نظریہ ب بالکل بدل گیا ہے۔ ور وہ سب کے سب حیات بعد موت کے قائل ہو گئے ہیں۔ ور عیسائی مذہب کے پرانے پوپ ور پادری نہ فریب کاریوں سے نہیں نجات مل گئی ہے۔

جنہوں نے نہیں تثلیث ور کفارے کی غلط طفل تسلیوں میں مبتلا رر کھ تھ۔ ب ہر
شخص پنے پ کو پنے عمل کا خود ذمہ د ر سمجھتا ہے۔لیکن ن سپر ٹس یعنی سفلی
روح ور جن شیاطین کی ملمع ور جھوٹی باتوں نے نہیں نئی قسم کی دہریت ور بے
دینی کی دلدل میں ڈ ل دیا ہے۔ ورڈ رون کے رتقاء (Evolution) کا بھوت
پھر ن کے دل ور دماغ پر مسلط ہو گیا ہے۔یعنی یہ کہ زندگی یک فطرتی چیز ہے۔ ور
جس دنیا کی زندگی میں نسانی جسم مادی ترقی ور رتقاء کی منزل طے کر رہا ہے۔ سی
طرح موت بھی یک فطرتی ور نیچرل تبدیلی کا نام ہے۔ ور موت کے بعد نسان
روحانی ترقی ور رتقاء کی منزل ور مد رج خود بخود طے کرتا رہتا ہے۔ س سے
پہلے گو سی قدر موت کا خدشہ ورڈ ر ہر شخص کو د حق تھ۔ جس کے سبب برے عمل،
بد فعل ور گناہ کے رتکاب سے وہ وگ کترتے ور جھجکتے تھے۔لیکن ب موت کا
ڈر بھی دلوں سے کافور ہو گیا ہے۔ ور سز و جز کا خیال بھی دور ہو گیا ہے۔صرف
ترقی ور رتقاء کا نام ور س کا کام باقی رہ گیا ہے جو خود بخود ہو رہا ہے۔ سی طرح
شیطان نے نہیں یک نئی قسم کی بے دینی ور گمر ہی میں ڈ ل دیا ہے۔غرض بہ نات
سے گر ے ور کھجور میں اٹکے کی مثل ن پر صادق تی ہے۔ ور ساتھ ہی نہیں س
زعم باطل میں گرفتار کر دیا ہے کہ گلے پیغمبروں کے معجزے ور کشف ور کر مات بھی
سی قبیل ور سی قسم کے سفلی جنوںی کرشمے تھے۔ ور ان کے میڈیم جب جنوںی سبب
سے پید شدہ مر اض کا ز لہ ور علاج کرتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ گلے پیغمبر
ور خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ سلام جو کوڑھی ور جذ می یا پاہج، لولے، لنگڑے یا مادر
زاد ندھوں کو چنگا کیا کرتے تھے۔ ن کے ندر بھی سی طرح کی روحانی طاقت ور
ہیلنگ پاور (Healing Power) تھی جن کی پریکٹس یہ وگ پنے ہیلنگ
چرچز کے ندر پر سز وغیرہ کے ذریعے کرتے ہیں۔حالانکہ ن ہر دو سفلی شعبدوں ور
صلی علوی معجزوں کے درمیان زمین و سمان کا فرق ہے۔

شیر قالیں ور بے شر نیستاں ور

کجا فرعونی سحروں کے نقلی سانپ ور کجا موسوی عصا کا حقیقی ژدہا

سحر با معجزہ پہلو نہ زند دل خوش دار

سامری کیست کہ دست زید بیضا نہ برد

ب ہم یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ ٓخر جن روح یعنی سپرٹس (Spirits) کو یورپ کے سپر چولسٹس پنے حلقوں کے ندر حاضر کرتے ہیں۔ ور جو کہتی ہیں کہ ہم تمہارے دنیا سے گذرے ہوئے متوفی ٓباؤ جداد ہیں یا ن مردہ نسانوں کی روح ہیں جو اس روئے زمین پر ٓباد تھے ور ب دنیا سے گذر گئے ہیں۔ ور وہ پنے خویش و قارب کو بچی پوری صحیح نشانیاں ور پتے دیتی ہیں۔ یہ کیا چیز ہیں۔ ور ن کی حقیقت کیا ہے۔

وضح رہے کہ یورپ کے میڈیم کثر عورتیں یا کمزور ن پڑھ سادہ لوح مرد ہو کرتے ہیں کثر میڈیم کچھ عرصہ عصبی مراض میں مبتلا رہے ہوتے ہیں۔ ور جو گائڈ سپرٹ ن پر مسلط ہوتی ہے وہ پنے ٓپ کو غیر ملکی باشندہ بتاتی ہے۔ سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض یسے کم سن بچے جو یک ہفتہ عشرہ سے بھی کم عرصہ دنیا میں رہ کر مر جاتے ہیں۔ یسے کم سن چھوٹے شیر خوار بچوں کی روحیں جب حاضر کی جاتی ہیں تو وہ بغیر سیکھے لکھے بڑے ٓدمی کی طرح بولتے ہیں۔ باتیں کرتے ور ہر سوال کا جواب دیتے ہیں۔ نیز جب بعض ٓدمی مرتے ہیں تو بھی ن کی تکفین و تدفین بھی نہیں ہونے پاتی۔ سی روز روحانی حلقوں کے ندر حاضر ہو کر بے دھڑک بولتے ور باتیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ متوفی کو طویل بیماری، جان کندن کے عذاب، سکرات موت، برزخ کے نادیدہ و ناشنیدہ عالم میں داخل ہو کر طرح طرح کے نقاہت ور طوفانوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ سے خواہ مخواہ پنے وطن عزیز، گھربار، خویش و قارب ور جدائی کا صدمہ لاحق ہوتا ہے۔ وہ کیوں کر یک ہی

جن میں ان تمام الجھنوں اور مصیبتوں سے نجات پا کر اہل حق سے بے روک ٹوک باتیں کرنے لگ جاتا ہے۔ غرض یہ ایسی باتیں ہیں جسے عقل سلیم ہرگز نہیں مان سکتی۔ چناں چہ یہ کیا چیزیں ہیں جو اپنے آپ کو مردہ لوگوں کی روح بتاتے ہیں۔ اگر یہ روحیں نہیں ہیں تو روحوں کی تمام معلومات اور حالات سے وہ کیوں اور کیسے واقف ہوتی ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اسلامی عقائد کے مطابق جس وقت انسان پیدا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک شیطان مسلط اور متعین کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ سے جب اس بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا آپؐ پر بھی اس قسم کا شیطان مسلط کر دیا گیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا۔ ہاں! میرے ساتھ بھی ایک شیطان لگا دیا گیا ہے۔ لیکن مجھے اللہ تعالیٰ نے اس پر غلبہ عطا کیا ہے اور میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے ایسے طبعی جن اور شیطان ہر انسان کے ہمراہ فطرتی طور پر جنم لیتے ہیں۔ اور اس کے ہم ذات اور ہم جسم ایک باطنی جسم ہوتا ہے۔ جسے بعض لوگ ہمزاد اور ڈپلی کیٹ (Duplisate) بھی کہتے ہیں۔ یہ جسم انسانی روح کا حامل، عکس اور ہمشکل ماڈل ہوتا ہے اور تمام انسانی حسیات اور ادراکات کا حامل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ انسانی وجود کے اندر اور بھی لطیف جسے ہوا کرتے ہیں۔ ہمارے روحانی پیشوا حضرت سلطان باہوؒ اپنی کتاب نور الہدیٰ کلاں میں فرماتے ہیں۔

آدمی را در وجود چند جسم است و ہر جسم چند قسم است و قسم چند اسم است کہ وجود آدمی مثل خزانہ گنج طلسم است این طلسم جسم را معلوم صاحب طلسم و صاحب اسم و صاحب جسم حکمت مے کشاید و علم یقین مے نماید بعضے جسم آدمی را مثل روحانی، بعضے جسم زندہ قلب و حیات جاودانی، بعضے جسم غرق فنا فی اللہ و بقاء باللہ قرب سبحانی، بعضے جسم دوام در مطالعہ علم علوم مطالب معرفت مطول کتاب حی قیوم ازل و ابد تجلی برق نور رحمت درس دیدار خوانی، بعضے جسم بعقل حکمت شعور انسانی، بعضے جسم در ناسوت

مردہ دل مطلق نفسانی، بعضے جسم پرخطرات وسوسہ وہمات زخناس خرطوم بشر شیطانی، بعضے جسم بہ اکل وشرب وشہوت بدتر ازگاؤ خر احمق حیوانی، بعضے جسم مشرف دیدار از شرک وکفر بیزار مرتبہ عظیم شرع شریف محمدیؐ بردرت عارف عیانی، بعضے بدخصلت عادۃ لا یرد الا بالموت مثل طفل نادانی این ہر جسم وجسم ہفت اندام بشرح شد تمام۔

ترجمہ آدمی کے وجود کے اندر چند جسم ہیں۔ اور ان جسموں کی کئی قسمیں ہیں اور ہر قسم کے مطابق اس کا ایک اسم ہے کیونکہ آدمی کا وجود مثل گنج خزانہ طلسم ہے اس طلسم جسم کا معمے صاحب طلسم بذریعہ حکمت اسم مسمی کھول دیتا ہے اور دولت ونعمت باطنی لے لیتا ہے۔ وہ باطنی جسم مفصل ذیل ہیں۔ چنانچہ بعضے جسم مثل روحانی ہیں۔ بعضے جسم زندہ قلب بہ حیات جاودانی، بعضے جسم غرق فنا فی اللہ در مقام قرب سبحانی، بعضے جسم دوام صاحب مطالعہ علم علوم از کتاب مطول معرفت حی وقیوم در ورق تجلی برق انوار رحمت دراں دیدار خوانی، بعضے جسم صاحب عقل وشعور وحکمت انسانی، بعضے جسم ناسوتی مردہ دل مطلق نفسانی، بعضے جسم پرخطرات وسوسہ وہمات کمین گاہ خناس خرطوم شیطانی، بعضے جسم مشغول اکل وشرب وشہوت مثل گاؤ خر احمق حیوانی، بعضے جسم مشرف دیدار، شرک وکفر سے بیزار مطابق شرع شریف محمدیؐ عارف صاحب عیانی اور بعض جسم بدخصلت العادۃ لا یرد الا بالموت مثل طفل نادانی ہیں۔

اسی کتاب میں ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

از ہر عمل بتقویت وصال عارف باللہ ریک برگی زیک جسم تو جسم بر آید

چنانچہ مار بر آید از پوست،

چنانچہ آں ہفت جسم این است

چہار جسم نفس امارہ، نفس ملہمہ، نفس لوامہ ونفس مطمئنہ است، وسہ جسم ہائے قلب بر آید، جسم قلب سلیم، جسم قلب منیب وجسم قلب شہید، ودو جسم روح بر آید، جسم روح وجسم روح نباتی بر آید۔

ترجمہ عارف باللہ کے جسم سے نوقسم کے طیف جسم باہر ٓتے ہیں۔ چنانچہ چار
جسم نفس مارہ، نفس لوامہ، نفس ملہمہ ور نفس مطمئنہ کے باہر ٓتے ہیں۔ ور تین جسم
قلوب کے ول قلب سلیم، دوم قلب منیب، سوم قلب شہید ور دو جسم روح کے یک
جسم روح جمادی دوم جسم روح نباتی کے باہر ٓتے ہیں۔

تیسری جگہ فرماتے ہیں کہ ہر جسم سے ہزار ہا بے شمار جسم باہر ٓتے ہیں۔ ور
پھر یک جسم میں ٓکر مل جاتے ہیں۔

غرض س قسم کے بے شمار جسم نسانی وجود کے ندر موجود ہوتے ہیں۔ ور موت
کے بعد دنیا میں نسان کے س قسم کے طیف جسم معنوی ولاد کی طرح پیچھے رہ جاتے
ہیں۔ س کے علاوہ اللہ تعالی کی بے شمار غیبی طیف مخلوق ہے جس کی تعداد سوائے
اللہ تعالی کے ور کوئی نہیں جانتا وما یعلم جنود ربک الا هو

یک جسم ہمزاد جسے نگریزی میں ڈپلی کیٹ (Duplicate) کہتے ہیں۔
نسان کے ساتھ پیدائش سے لگا دیا جاتا ہے۔ گر یورپ کے سپر چولسٹس متوفی
نسان کے کسی یسے غیبی طیف جسے کو حاضر کر لیتے ہیں اور وہ پنے ٓپ کو سی مردہ
متوفی کا جسم ور جون یا روح بتاتا ہے تو س سے مختلف ٓسمانی مذہب ور دیان
خصوصاً مذہب سلام کے عقائد پر کوئی حرف نہیں ٓتا۔ ور نسان کی صلی روح کے
متعلق عذاب، جان کندن، قبر، سوال منکر نکیر وغیرہ ور قیام سجین وعلیین پنی جگہ پر
مسلم ور قائم ہیں۔ ہل یورپ کے پنے مذہبی عقائد میں جن کا وجود گرچہ مسلم ور
ثابت ہے ور ن کی زبان میں جن، دیو، پری وغیرہ کے لفظ
(Ginideuil, Fairy) کے نام سے موجود ہے لیکن سپر چولسٹس جس قسم کی بھی
غیبی طیف مخلوق سے پنے حلقوں کے ندر یا باہر دوچار ہوتے ہیں۔ نہیں مردہ
لوگوں کی روح بتاتے ہیں یا جو کچھ وہ روح نہیں حلقوں کے ندر جھوٹ یا سچ بتاتی
ہیں سی پر یقین رکھتے ہیں حالانکہ ٓج سے یک سو سال پہلے تمام یورپ کے ندر

یَک شخص بھی یسا نہیں پیا جاتا تھ جو موت کے بعد روح کے رہنے کا قائل ہو۔ صرف سپ چولسٹس کے روحانی حلقوں کے ندر روح کی حاضرت ور سے دن روحوں کے متٰی مشاہدت ور دیدہ تجربت نے تمام یورپ کو حیات بعد ممات کا قائل کر دیا ہے۔ ور مذہب سلام کے بے شمار مسلمات ور معتقدت میں سے صرف یک ہی مسئلہ حیات بعد موت کی معمولی سی جھلک معلوم کر لی گئی ہے ور باوجود س قدر مشاہدت ور تجربت کے شیطان نے نہیں پھر یک نئی قسم کی دہریت ور نیچریت میں مبتلا کر دیا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

افرایت من اتخذ الھہ ھوٰہ واضلہ اللہ علی علم و ختم علی سمعہ وقلبہ و جعل علی بصرہ غشوۃ فمن یھدیہ من بعد اللہ افلا تذکرون

(ترجمہ) کیا تو نے دیکھا یسے شخص کو جس نے پنی ہو ور خو ہش کو پنا معبود ور مقصود بنایا ور باوجود تحصیل علم یعنی سوجھ بوجھ کے اللہ تعالیٰ نے سے گمر ہ کر دیا ہے ۔ ور س کے کانوں ور دل پر غفلت کی مہر لگا دی ہے۔ ور ن کی نکھوں پر پردہ ڈل دیا ہے۔ پس اللہ کے بعد کون سے ہدیت دے سکتا ہے۔ کیا تم اس سے عبرت ور نصیحت حاصل نہیں کرتے ۔ س قسم کا یک ور رشاد ہے

ولو اننا نزلنا الیھم الملئکہ و کلمھم الموتی و حشرنا علیھم کل شئی قبلا ما کانو لیومنو الا ان یشاء اللہ ولکن اکثرھم یجھلون وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا ولو شاء ربک ما فعلوہ فذرھم وما یفترون

(ترجمہ) گر ہم ن کی طرف فرشتے بھی نازل کر دیں ور مردے بھی ن سے ہم کلام ہو جائیں۔ ور حشر نشر قائم کر کے نہیں پہلے سے دکھا دیا جاوے۔ پھر بھی یہ

(ازلی شقی) ایمان نہیں لائیں گے۔ جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔ لیکن اکثر لوگ (ہدایت ازلی سے) جاہل ہیں کیونکہ ہم نے ہر نبی کے مقابلے اور مخالفت پر انسان اور جن شیطان دشمن بنا دیے ہیں جن میں سے بعض شیطان جن بعض شیطان انس کی طرح فریب اور جھوٹ کی ملمع باتیں القاء کرتے ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ایسا نہ کر سکتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مصلحتاً جو امتحان انہیں ایسا کرنے کی مہلت دی ہے۔ پس اے میرے نبیؐ! تو بھی انہیں چھوڑ دے کہ وہ اپنے جھوٹ اور فریب سے تمہارا مقابلہ کرتے رہیں مذکورہ بالا آیتوں سے اللہ تعالیٰ نے اس طرح ہر زمانے میں اہل باطل شیاطین انس اور شیاطین جن کا اہل حق انبیاء اور اولیاء کے درمیان دشمنی، عداوت اور مقابلے کا نقشہ کھینچا ہے خصوصاً آج کل کے یورپین ہپی چولسٹوں کا خاکہ مذکورہ بالا آیتوں میں پوری طرح دکھایا گیا ہے کہ مردے آ کر ان سے ہم کلام ہو رہے ہیں پھر بھی دہریت اور بے دینی کا بھوت بدستور ان کے سروں پر سوار ہے۔ پس اصل ہدایت من جانب اللہ ہے۔ بعض ایسے لوگ ہیں جو ظاہری اور کسبی علم سے عاری ہیں۔ اور انہوں نے عالم غیب کی لطیف مخلوق جن، ملائکہ اور روح میں سے کچھ بھی نہیں دیکھا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، آسمانی کتابوں، پیغمبروں، یوم آخرت، دوزخ، جنت اور حساب کتاب وغیرہ تمام چیزوں پر اس طرح کامل یقین رکھتے ہیں گویا کہ انہوں نے ان سب غیبی چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ برخلاف اس کے آج کل کے اشقیٰ ازلی ہیں جو ظاہری اور کسبی علوم و فنون میں افلاطون زماں ہیں اور آئے دن اپنے حلقوں کے اندر ان غیبی ارواح کے عینی مشاہدے اور نظارے کر رہے ہیں۔ لیکن ان کی بے دینی اور دہریت میں سر مو فرق نہیں آتا۔

صد ہزاراں فضل دارد از علوم
جان خود را می نداند ایں ظلوم

و لد • خصیت ہر جو ہرے

درمیان جو ہر خود چوں خرے

خویش ر صفی کن ز وصف خود

تا بہ بینی ذت پک صف خود

بینی ندر دل علوم نبیاء

بے کتاب • بے معین و وستا

ب ہم حضرت وتسخیرت جنات کے بعد ملائکہ اور فرشتوں کی حاضرت ور تسخیرت کا ذکر کرتے ہیں۔ جن چونکہ نسان کی طرح مکلّف مخلوق ہے۔ ور ن کا لطیف طبقہ ور غیبی عالم چونکہ نسانوں کے عالم شہادت کے بہت قریب ہے۔ ور ن کے ثرت جنونی آسیب ور آزار کی صورت میں نسانوں کے ندر نظر آتے ہیں۔ جب کہ جن کسی مرد، عورت یا بچے پر مسلط ہو جاتا ہے۔ ور گاہے خوب یا بیداری بعض لوگ جنات سے دوچار ہوتے ہیں۔ لہذ نسان ن کے وجود کا کسی نہ کسی طرح قائل ہو جاتا ہے۔ ور ن کی حاضرت ور تسخیر بھی تھوڑی بہت سمجھ میں آ جاتی ہے۔ لیکن عام طور پر ملائکہ ور فرشتوں کو یک فوق الفطرت ور سمجھ ور درک سے بالاتر چیز خیال کیا جاتا ہے۔ ور کہتے ہیں کہ فرشتوں ور ملائکہ کی آمد ورفت ور حاضرت محض نبیاء اور مرسلین کے ساتھ متعلق مخصوص اور محدود ہے۔ ور نبیاء کے غیر خوہ کوئی ولی ہی کیوں نہ ہو یہ حیثیت ور طاقت حاصل نہیں ہو سکتی کہ فرشتوں کو دیکھ سکیں یا ن سے ملاقات کر سکیں یا ن سے کوئی کام لے سکیں۔ لیکن عام لوگوں کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے ور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ ہماری خدمت پر مامور ہیں۔ جیسے کہ رشاد ربانی ہے

ان الدین قالو ربنا الله ثم استقامو اتتنزل علیهم الملئكة الا تخافو ولا تحزنو و ابشرو بالجنة التی کنتم توعدون نحن اولیاء کم فی

الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ

(ترجمہ) وہ وگ جنہوں نے (ست کا وعدہ وفا کر کے) کہ ہمار رب اللہ ہے۔ اور س قر ر پر قائم رہے۔ ہم یسے وگوں پر پنے فرشتے نازل کرتے ہیں جو نہیں یوں بشارتیں دیتے ہیں کہ تمہارے سے کوئی خوف ور غم نہیں ہے۔ ور تمہیں خوشخبری ہو بہشت کی جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ ور ہم تمہارے رفیق ور شفیق ہیں دنیا کی حیات کے ندر ور آخرت میں اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مومنوں کے ساتھ ملائکہ کی رفاقت ور حمایت دنیا کی زندگی میں بھی ثابت ہے۔ چنانچہ کرام کاتبین جو ہمارے دائیں بائیں ہمارے نیک و بد عمل کے ہر وقت کاتب ور نگران ہیں۔ ہمارے عمال و اقوال کا ریکارڈ رکھتے ہیں۔ ور نہیں ذل بنا کر اللہ تعالی کے دفتر میں پہنچاتے ور جمع کرتے ہیں یہ فرشتے ہر وقت ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔ ہمیں رزق پہنچانے پر لگ فرشتے مامور ہیں۔ لیلۃ قدر کے بارے میں اللہ تعالی فرماتے ہیں تنزل الملئکۃ والروح فیھا یعنی س رات فرشتے ور روح آسمان سے نازل ہوتے رہتے ہیں ور زمین و آسمان کے درمیان ن کی آمدورفت ور تانتا لگا رہتا ہے۔

یک حدیث میں آیا ہے کہ للہ تعالی کے بعض فرشتے ہیں جنہیں سیاحین کہتے ہیں جو مومنوں کے حلقہ ہائے ذکر میں پہنچتے ہیں۔ ور جب وہ پس بارگاہ لہی میں حاضر ہوتے ہیں تو اللہ تعالی ن سے دریافت فرماتے ہیں کہ ے فرشتو! تم نے میرے بندوں کو زمین پر کس حالت میں پایا۔ حالانکہ وہ ہر حال ور ہر واقعہ سے واقف و آگاہ ہے۔ تو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ے اللہ! ہم نے نہیں تیرے ذکر ور تسبیح و تحمید میں مشغول پایا۔ پھر اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں۔ تو اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ ے فرشتو! تم گواہ رہو کہ میں نہیں س کے عوض یسی بڑی نعمتیں عطا کروں گا جو ن کی آنکھوں

نے کبھی دیکھی ہوں گی ورنہ ن کے کانوں نے ن نعمتوں کے برے میں سنا ہوگا۔ ورنہ ن کے دل پر ن نعمتوں کا گمان گذرا ہوگیا۔ یک حدیث میں یوں مذکور ہے۔

لولا ان الشیاطین یحومون علی قلوب بنی ادم لنظروا الی ملکوت السموت والارض

یعنی گر شیاطین بنی آدم کے قلوب کو پنی آماج گاہ ور جولان گاہ نہ بناتے تو بہت وہ آسمان ورزمین کے عالم ملکوت کا مشاہدہ کرتے۔

موسیٰ علیہ سلام کی قوم میں سامری یک معمولی کاہن آدمی تھا۔ اس نے موسیٰ علیہ سلام کی عدم موجودگی میں جبریل علیہ سلام کو دیکھ کر اس کے پاؤں کے نیچے سے مٹی ٹھالی تھی۔ جس سے س نے سونے چاندی کے بچھڑے میں جان ڈال دی تھی۔ جسے موسیٰ علیہ سلام کی قوم پوجنے لگ گئی تھی۔ ابراہیم علیہ سلام کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموت والارض ولیکون من الموقنین

ترجمہ: اسی طرح دکھائے تھے ہم نے ابراہیم علیہ سلام کو زمین کے عالم ملکوت تا کہ ان کا یقین پختہ ہو جائے۔

یک دفعہ رات کو یک صحابیؓ نماز پڑھ رہا تھا کہ س کا گھوڑا بدکنے لگا۔ ور جب تک وہ نماز پڑھتا رہا اس کا گھوڑا بدکتا رہا۔ س نے صبح آنحضرت ﷺ سے س بات کی شکایت کی۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ تیری نماز میں قرأت کو سننے کے لئے تیرے پاس یک فرشتہ حاضر ہوتا تھا جسے دیکھ کر رات کو تیرا گھوڑا ڈرتا اور بدکتا رہا۔

توریت اور انجیل میں مذکور ہے کہ جس وقت بلعم باعور موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے حق میں بددعا کرنے کے لئے پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کا یک فرشتہ تین دفعہ س کا راستہ روک کر کھڑا ہوگیا۔ ور سے بددعا کرنے سے منع کیا۔

حالات کہ بلع با عور معمول آدی تھا۔ سی طرح ہل سلف ولیاء کاملین ور سابق
بزرگان دین کے حالات میں بہت جگہ س قسم کا ذکر آیا ہے کہ نہوں نے سی دنیا
میں فرشتوں سے ملاقات کی ہے۔ ور ن سے ستفادہ حاصل کیا ہے۔ سو س دنیا
میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ وہ پنے خاص ممتاز ور برگزیدہ بندوں کو
یہ توفیق بخش دے کہ وہ جس وقت چاہیں ملائکہ ور فرشتوں سے ملاقات کرکے ن
سے استفادہ حاصل کرسکیں۔

حضرت میاں میر کے حالات میں آیا ہے کہ یک دفعہ آپ کی آنکھ میں پھوڑ
نکل آیا۔ بہتیری دوائیں ڈالی گئیں لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر یہ بات ٹھہری کہ س پر
عملِ جراحی کیا جائے۔ تنے میں ن کے یک صاحب درویش نے عرض کیا کہ جناب
آپریشن کی تکلیف نہ فرمائیے۔ س سے خطرہ ہے کہ مبادا آنکھ کا ڈیلا پھٹ جائے
میں عالم ملکوت میں کسی فرشتے سے س کی دوا دریافت کروں گا۔ آپ نے حکم دیا کہ
بہت چھا۔ چنانچہ رات کو س درویش نے مراقبہ کرکے یک فرشتے سے دوا دریافت
کی کہ فلاں بوٹی کا پانی نکال کر آنکھ میں ٹپکایا جائے۔ چنانچہ یسا کرنے سے آنکھ
ٹھیک ہوگئی۔ س پر یک دوسرے درویش نے حضرت میاں میر صاحب سے سوال
کیا کہ جناب س درویش کے مربی ور مرشد ہیں۔ کیا آپ خود فرشتوں سے س کا
علاج دریافت نہیں کرسکتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میری منزل عالم ملکوت
سے بالا ہے۔ میرے لئے ہتک ور توہین کی بات ہے کہ میں اپنی منزل سے نیچے
تر کر دنی ملائکہ سے لتجا ور ستمداد کروں۔ ور میرا یہ طالب آج کل عالم ملکوت
میں طیر سیر رکھتا ہے۔ ور ن سے ستمداد ور ستفادہ کرنا اسی کا منصبی کام ہے۔
غرض ملائکہ سے ملاقات، ستفادہ ور ستمداد حاصل کرنا کوئی مشکل کام نہیں
ہے۔ س غیبی لطیف مخلوق کا دیکھنا ور معلوم کرنا باطنی حواس ور روحانی جسم کا کام
ہے۔ مادی عقل ور ظاہری حواس کی تمام دوڑ دھوپ مادہ ور اربعہ عناصر کی چار

دیو رکی تک محدود ہے۔ عالم غیب کا باطنی درو زہ ن ناطق حیو نوں پر بالکل مسدود ہے۔ جن لوگوں کا حوصلہ وسیع ور ستعد د بلند ہوتی ہے وہ نفس کے ناسوتی مقام کو جلدی عبور کر لیتے ہیں۔ ور حضرت و تسخیر جنونیت کے دنی ور عقلی مقام سے نکل جاتے ہیں۔ ن کا لطیفہ قلب ذکر اللہ ور تصور سم اللہ سے زندہ ہو جاتا ہے۔ ور زبان قلب سے دعوت پڑھنے لگ جاتا ہے نسان کے ندر یہ لطیفہ چونکہ عالم ملکوت میں و قع ہے۔ اس لئے زبان قلب سے جب دعوت پڑھی جاتی ہے۔ اس سے جو نور پید ہوتا ہے۔ وہ سالک کے لطیفہ قلب کی غذ ور خور ک بنا جاتی کرتی ہے۔ ور جب سالک یہ باطنی نعمت ور روحانی غذ ضرورت سے زیادہ پید کرتا ہے تو چونکہ یہ نور لطیفہ قلب کی ہم جنس لطیف غیبی مخلوق ملائکہ و فرشتوں کی بھی غذا ہے۔ اس لئے سالک کی دعوت قلب کے وقت پنی یہ مخصوص غذ حاصل کرنے کے لئے ملائکہ ور فرشتے س کے پاس حاضر ہوتے ہیں ور س کے وظیفہ خو ر بن کر س کے کام میں معاون ور مدد گار بن جاتے ہیں۔ س قسم کا سالک عارف زندہ دل ملائکہ سے ملتا جلتا ہے۔ ور ملائکہ اور فرشتوں کے وصاف حمیدہ سے متصف ور ن کے خلاق سعیدہ سے متخلق ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر، فکر، تلاوت، عبادت، طاعت ور نیک عمل سے یسے زندہ دل عارف کو پوری قوت اور قوت حاصل ہوتی ہے۔ وہ عالم ملکوت میں طیر سیر کرتا ور وہاں کے نظاروں سے لطف ندوز ہوتا ہے۔ سالک کے لئے س مقام میں رنگینی وسیری ور خواب و بیداری یک ہو جاتی ہے۔ س مقام میں س سے کشف و کرامات ظاہر ہوتے ہیں۔ گر وہ پنے کشف و کرامات ظاہر کرے تو خلقت میں شہرت پذیر، صاحب رجوعات ور مشہور و معروف ہو جاتا ہے۔ یہ مقام بھی رجعت ور لغزش کا ہے۔ سالک کو س مقام پر مغرور نہیں ہونا چاہیئے بلکہ آگے قدم رکھنا چاہیئے۔

در دشت جنون من جبریل زبون صیدے

بزوں بلند جور ے ہمت مردنہ

بعض سالک اس مقام پر دکان مشیخیت کھول بیٹھتے ہیں ور غرہ و فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ لوگوں کی بے جا خوشامد، آؤ بھگت ور بے حد تعظیم و تکریم کی وجہ سے س کا نفس موٹا ور مغرور بن جاتا ہے۔ ور خودی ور نانیت کے گرداب میں پھنس جاتا ہے۔ ور طریقت کے کفر میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

ے طالب! یاد رکھ خود پسندی یک سخت کفر ہے۔ خودی ور خدا کٹھے نہیں ہو سکتے۔ ور یک ظرف میں نہیں سما سکتے۔ نسانی دل خانہ کعبہ ور بیت اللہ کی طرح ہے۔ سے خودی ور جملہ نفس و ہوا کے غیر معبودوں ور بتوں سے خالی رکھنا چاہیے۔

دل کعبہ عظم ست بکن خالی ز بتاں

بیت مقدس ست مکن جائے بت گراں

عارف سالک کا قبہ قلب للہ تعالیٰ کا خاص حرم ور حقیقی کعبہ ہے۔ ور س کے دل کا سود سویدا بمنزل حجر اسود کے ہے۔ دل مذکر کعبہ دل ور حقیقت ہے۔ کیوں کہ وہ گذرگاہ رب جلیل ہے۔ ور کعبہ آب و گل س کی نقل ور مجاز ہے کہ بنائے بندہ خلیل ہے کعبے کے حجر سود کی نسبت نبی کرم ﷺ نے فرمایا ہے۔ وہ بہشت کا یک پتھر تھا جسے بہشت سے لاکر خانہ کعبہ کی دیوار میں نصب کیا گیا ہے۔ ور پہلے یہ پتھر بہت روشن ور چمکدار تھا۔ لیکن عاشقین کعبہ ور زائرین حجاج کے بوسوں سے ان کے گناہ اس پتھر میں جذب ور داخل ہوتے رہے ہیں جس سے ب وہ سیاہ ہو گیا ہے

حدیث عن ابن عباسؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزل الحجر الاسود من الجنة وهو اشد بیاضا من اللبن فسودته خطایا بنی ادم (اخرجه الترمذی و قال حدیث حسن صحیح)

(ترجمہ) ترمذی شریف میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حجر سود جنت سے نازل ہوا تھا ور بوقت نزول دودھ سے زیادہ

سفید تھا۔ بنی آدم کے گن ہوں نے سے سیاہ کر دیا ہے۔ سی طرح حجر سود کے

مقابے میں دل کے سود سویدا کا حال ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے

عارف کا دل زندہ ور تابندہ ہو جاتا ہے تو اس کا سود سویدا آنکھ کی پتلی کی طرح روشن

ور منور ہو جاتا ہے اور جس وقت عارف سالک مرجع خلائق ہو جاتا ہے تو وگوں کی

بے حد تعظیم وتکریم ور کثرت دست بوسی وقدم بوسی سے وگوں کے گناہ س کے ندر

جذب ہوتے ہیں۔ ور عارف سالک کے منور ور روشن دل کو سیاہ ور تاریک کر

دیتے ہیں۔ پس سالک کو حتی وسع شہرت ور رجوعات خلق سے بچنے کی کوشش کرنی

چاہیے۔ ور وگوں کی بے جا تعظیم وتکریم سے فریفتہ نہیں ہونا چاہیے۔

کہتے ہیں کہ یک دن حضرت بایزید بسطامیؒ نے پنے طفل نفس کو دیکھا کہ س کا

تمام جسم ضعیف، نحیف ور دبلا پتلا ہے۔ لیکن س کا سر بہت موٹا ہے۔ حضرت

بایزیدؒ نے اپنے نفس سے پوچھا کہ ے نفس! تیرا سارا جسم بہت دبلا پتلا ہے لیکن

تیرا سر تنا موٹا کیوں ہے نفس نے کہا یہ بات بتانے کی نہیں بایزیدؒ نے کہا یہ بات

تجھے ضرور بتانی پڑے گی۔ نفس نے کہا بات یہ ہے کہ میرے وجود کو آپ نے

مجاہدوں، ریاضتوں ور بھوک پیاس سے بہت کمزور ور ناتوان کر دیا ہے۔ لیکن

وگوں میں بے حد رجوعات تعظیم وتکریم ور تعریف وتوصیف سے میرے سر کو یک

خمار ور نشہ چڑھتا ہے۔ جس سے میرا سر پھولتا ور موٹا ہوتا ہے۔ سر کے س قدر موٹا

ہونے کی وجہ یہی ہے بایزیدؒ نے دل میں کہا کہ س باطنی کفر ور نانیت کا علاج

چاہیے۔ چنانچہ رمضان کا مہینہ تھا۔ دل کے س باطنی مرض کے سبب روزے کی

نیت نہ کی۔ ور یک روٹی پنے ساتھ لے کر مریدوں ور صاحبوں کے مجمع کے ہمراہ

بازار میں چلے گئے۔ ور جب بازار میں داخل ہوئے تو علی الاعلان ! شہر دو روشن کو

یک یک نوالہ توڑ کر کھاتے جاتے تھے ور بازار میں چلے جاتے تھے۔ بایزیدؒ کے

س غیر شرعی فعل کو دیکھ کر تمام وگ ن سے پھر گئے۔ ور جب ن کی شکایت ہونے

لگی۔ اس کے بعد بایزید نے اپنے نفس کو حاضر کرکے اس کی طرف دیکھا۔ تو اب کی دفعہ اس کا سر بھی دیگر جسم کی طرح بہت چھوٹا اور کمزور تھا۔ نفس نے بایزید سے کہا۔ میں نے اپنے سر کے موٹے اور بڑے ہونے کا سبب تجھ پر ظاہر کرکے اپنی ستیاناس کردی۔ بایزید نے کہا اے نفس شکر ہے کہ تیرا کفر ٹوٹا۔ میرے لئے رمضان کے ایک روزے کا کفارہ ادا کرنا آسان ہے لیکن تیری انانیت کا توڑنا بہت مشکل اور دشوار کام تھا۔ الحمدللہ اس کی تدبیر بن گئی۔ اے نفس تیری اور میری بھلائی اس میں ہے کہ تو ضعیف اور ناتواں رہے۔ بلکہ تیری بھلائی اور تیری نشوونما تیری موت اور فنا میں ہے۔ دانہ اور تخم جب تک زمین کے اندر اپنے آپ کو فنا کرکے مٹا نہیں دیتا، سرسبز، بلند اور زندہ نہیں ہوسکتا۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جو خودی کو بلند کرتے ہیں۔ شیطان نے خودی اور انانیت کا علم بلند کیا۔ سر کے بل گرا اور راندہ درگاہ ہوا۔

فرعون کو خدائی کے دعوی سے کیا ملا
بندہ جدا ہو جو خودی سے خدا ملا

یہاں ہم لفظ نفس کی ذرا تشریح کئے دیتے ہیں۔ کیونکہ عوام کیا خواص بھی نفس کی حقیقت جاننے میں غلطی کرجاتے ہیں۔ نفس عربی میں جان، وجود اور ذات کو کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ویحذرکم الله نفسه ترجمہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات میں قیاسی گھوڑے دوڑانے اور چون و چرا کرنے سے پرہیز کرو بعض لوگوں کو شیطان جو وسوسے ایسے خیالات میں مبتلا کر دیتا ہے کہ خدا کیونکر بن گیا اور اسے کس نے پیدا کیا ہوگا اور اس سے پہلے کیا تھا۔ انہی وسوسوں کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وضرب لنا مثلا ونسی خلقه کہ انسان میری ذات کے متعلق مثالیں قائم کرتا ہے حالانکہ اس نے اپنی خلقت کو بھلا دیا ہوا ہے اور اسے اپنا پتہ نہیں ہے۔ غرض اللہ تعالےٰ کے متعلق ہر قسم کے خیال اور سوچ بچار ذہن سے خارج نہیں۔ سو آیا ہے کہ تفکروا فی ایاته وصفاته ولا

تـفـكـروا بى ذاته یعنی فکر رو ں کی آیت وصفت میں ورنہ فکر رو ں کی ذ ت

میں نفس سے مر دذ ت ورجان ورکبھی دل بھی ہو جاتا ہے مثلاً ـاسـرهـا يـوسـف

فـى نـفـسـه (ترجمہ) پس یوسف علیہ سلام نے س بات کو پنے دل میں بھا یوں

سے چھپا یا قو ہ تعالیٰ فـاوجـس فـى نـفـسـه خيـفة مـوسـى یعنی موسیٰ علیہ سلام

پنے دل میں ڈر گیا۔ کبھی نفس سے مر د شخص ہوتا ہے۔ لا يـكـلـف الـلـه نـفـسـا لا

وسـعـهـا یعنی اللہ تعالیٰ کسی شخص کو س کی وسعت ورطاقت سے زیادہ تکلیف نہیں

دیتا۔

یہ تو لفظ نفس کے عام ظاہری معنی ہیں جس کو ہر شخص سمجھتا ورجانتا ہے لیکن بعض

مقامات پر قرآن کریم میں لفظ نفس پنے حقیقی وربا طنی معنوں میں ستعمال ہو ہے۔

جس کے صوفیا ئے کرام کے نزدیک مختلف مراتب ور درجے ہیں یعنی نفس امارہ، نفس

لوامہ، نفس ملہم، ورنفس مطمئنہ ہر نفس کا ذکر بطور دلیل ذیل کی آیت میں آیا ہے۔

1 ومـا ابـرى نـفـسـى ان الـنـفـس لا مـارة بـالـسـوء (ترجمہ) (زلیخا نے

کہا) کہ میں پنے نفس کی برئیت نہیں کرتی۔ ور سے گناہ سے بری نہیں سمجھتی۔ کیوں

کہ یہ (شہوانی) نفس ہمیشہ برائی کا امر کرتا ہے۔ س آیت میں نفس امارہ کا ذکر

ہے۔

2 س آیت میں نفس لوامہ کا ذکر ہے قو ہ تعالیٰ

لا اقسم بیوم القیمۃ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ

(ترجمہ) خبردار! میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں ورنفس لوامہ یعنی گناہ پر

ملامت کرنے و لے نفس کی قسم کھاتا ہوں۔ سو نفس لوامہ، نفس امارہ سے دوسرے

درجے میں فضل ہے۔ ور سے قیامت کے دن پر یقین ہوتا ہے۔ ور یسے نفس

و لے شخص کو اس کا نفس گناہ پر ملامت کرتا ہے۔ لیکن نفس امارہ و لا روزِ قیامت ور

سزا وجزا پر یقین نہیں رکھتا ہے۔ ورگناہ کے بعد ندامت ورپشیمانی محسوس نہیں

کرتا۔لیکن نفس و مہ وا گنا ہو تو کر بیٹھتا ہے لیکن بعد میں اسے نفس مدمت کرتا ہے
ور خوف و ندمت دلاتا ہے۔

3 تیسرے درجے پر نفس ملہمہ یعنی لہام و ے کا س آیت میں ذکر ہے قو ۔ تعالیٰ

ونفس وما سوھا فالھمھا فجورھا و تقوھا قد افلح من زکھا وقد خاب من دسھا

(ترجمہ) پس میں قسم کھاتا ہوں نفس ملہمہ یعنی لہام پ نے و لے کی ور اس ذ ت کی جس نے سے درست کیا ور اس کی صلاح کر دی۔پس اس نے لہام کے ذریعے سے سے ملہمہ بنا کر نیکی ور بدی سے آگاہ کیا۔تحقیق چھٹکارا پا گیا۔جس نے اس کو پاک ور مزکی کیا۔ ور ہلاک ہو جس نے سے آلودہ ور خر ب کیا۔یہاں نفس ملہمہ کی صفت بیان کی گئی ہے۔

4 چوتھے نمبر پر نفس مطمئنہ کا س آیت میں ذکر ہے قو ۔ تعالیٰ

یا ایتھا النفس لمطمئنۃ رجعی لی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی

(ترجمہ) ے نفس مطمئنہ دل ور متوجہ ہو جا پنے رب کی طرف س حالت میں کہ تو اس سے رضی ہو ور وہ تجھ سے رضی ہو پس ب تو میرے خاص برگزیدہ بندوں کی صفت میں شامل ہو جا۔ اور میرے جنت قرب و رضا میں داخل ہو جا۔ س آیت میں یک باریک نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ خاص بندوں کی صف میں داخل ہونے کے جنت میں کوئی بشر داخل نہیں ہو سکتا جنت میں داخل ہونے سے پہلے خدا کے خاص بندوں کے گروہ میں شمولیت ور ان کی رفاقت لازمی مر ہے جیسا کہ حاسد، متکبر لوگ اللہ تعالیٰ کے نبیاء ور ولیاء کی رفاقت ور پیروی سے روکنے کے لئے طرح طرح کے حیلے ور بہانے تراش کر لوگوں کو ن مقدس رفیقوں کی شمولیت سے یہ کہہ کر روکتے ہیں کہ نبیاء و ولیاء خود کتنے ہی بڑے

پک کیوں نہ ہوں۔ اللہ تعالے کے مقابے میں ہیچ ورناچیز ہیں۔ اللہ تعالے نسان

کے ے ہر حال میں کافی ہے۔ حالں کہ یہ وگ نہ للہ کے ہوتے ہیں ورنہ اللہ کے

دوستوں کے۔ جو اللہ کے دوست ہیں وہ اللہ کے دوستوں یعنی نبیاء ور ولیاء اللہ

کے بھی دوست ہوں گے۔ اور جو اولیاء اللہ کے گلا گو اور دشمن ہوں وہ اللہ کے بھی

دشمن ہوں گے۔ کیوں کہ دوست کا دوست بھی نسان کا دوست ہے۔ ور دوست کا

دشمن ور بدخواہ نسان کا دشمن ہوا کرتا ہے۔ یہ وگ شیطانی کبر ور حسد کے سبب اللہ

تعالٰی ور اس کے دوستوں کے درمیان تفریق ڈ تے ہیں۔ ور نہیں یک دوسرے

کے ضد ور مقابل ومخالف بنا کر سادہ وح وگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ حالں کہ اللہ

تعالے کے دوست پنے مولا کے ساتھ متفق متحد ور یکتا ہوتے ہیں۔ ور س کی

ذ ت میں فنا ور بقاء حاصل کیے ہوئے ہوتے ہیں قولہ تعالیٰ

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ و یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ

و یقولون نومن ببعض و نکفر ببعض و یریدون ان یتخذوا بین

ذلک سبیلا اولئک ھم الکفرون حقا

(ترجمہ) تحقیق وہ وگ جو اللہ ور س کے رسولؐ کے منکر ہیں ور چاہتے ہیں کہ

ن کے درمیان جدئی ور تفرقہ ڈ لیں۔ ور کہتے ہیں کہ ہم للہ ور س کے رسوں

میں سے بعض کو یعنی اللہ کو تو مانتے ہیں اور بعض یعنی رسوں کو نہیں مانتے ور چاہتے

ہیں کہ ن کے بین بین کوئی راستہ نکالیں۔ یہ وگ حقیقی طور پر کافر ہیں۔ سچ پوچھو تو

نسان کے ندر نفس ور ہوا تمام بر ئیوں گناہوں، معصیتوں، ظلم وستم، فسق و فجور،

شرک، کفر ور نفاق کا موجب ور باعث ہے ور نفس ہی وہ بڑا آذر ور بت گر ہے

جس نے نسان کے ے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے بے شمار شریک، معبود ور بت

کھڑے کر کے سے اللہ تعالیٰ سے روگردان بنا دیا ہوا ہے کہیں سامری کے بچھڑے کی

طرح سونے ور چاندی کے بت پوجے جاتے ہیں۔ کہیں عورت کی مچھلی کھڑی کر

دی گئی ہے۔ ور سے خوش کرنے کے سے ہر قسم کا نارو ورحر م پیسہ جمع کر کے س

کے قدموں پر نچھ ور کیا جاتا ہے۔ کہیں زر، زمین اور زن کے بتوں کی خ طر ناحق

خون بہ ئے ج تے ہیں۔ ور طرح طرح کے ظلم وستم ڈھ ئے ج تے ہیں کہیں سی سی

علم ور قتد ر و رہوں حضر ت کے صنم کبریٰ دہلیز پر بڑے بڑے فلسفر ور علم فضل ء

سر جھک کر ڈنڈوت کرتے ہیں۔ کہیں جوع ا رض ور تیل کے چشموں کے سے

ڑ ئیں لڑی ج تی ہیں۔ غرض دنی میں جس قدر بے شم ر غیر معبود پوجے ج تے ہیں

ور جس قدر اللہ تع لیٰ کی ن فرم نیں ور اس سے روگرد نیں کی ج تی ہیں۔ ن سب

ک و حد موجب ور ب عث نفس ور ہو ہے۔ ور پتھروں کے ج مد بتوں کو تو محض بے

وجہ بدن م کی گی ہے کبھی کسی پتھر ی دھ ت کے بت نے کسی کو گن ہ پر آم دہ نہیں کی ہے

ور نہ کسی کو معصیت کی ترغیب دی ہے ور کی اللہ تع لیٰ ک یہ فرم ن (مع ذ اللہ) محض

مہمل ور بے معنی ہے؟ کہ

افرءیت من اتخذ الهه هوه واضله الله علی علم و ختم علی

سمعه و قلبه و جعل علی بصره غشوه

(ترجمہ) کی تو نے س شخص کو دیکھ ہے جس نے خو ہش نفس نی کو پن معبود بن

رکھ ہے۔ ور ب وجود علم کے اللہ تع لیٰ نے سے گمر ہ کی ہو ہے۔ ور س کے دل پر

مہر لگ دی ہے۔ ور س کی آنکھوں ور ک نوں پر پر دے ڈ ل دیے ہیں یہ آیت ن

ج ہل علم ء کے حق میں آئی ہے۔ جو ب ہر سے ہر چیز کو شرک ک ن م دیتے ہیں ور ندر

پنے نفس و ہو کے صنم کبر کو ٹھ رکھ ہے۔ افسوس س قدر ندھیر ور ظلم ہے کہ نفس نی

کور چشم، ح سد، بے عمل ع لموں نے پنے نفس کے صنم کبر کو تو پنے پہلوؤں میں

پ ل رکھ ہے۔ دن ر ت س کی پوج پ ٹ میں مصروف ہیں۔ ور اللہ کے محبوں ور

محبوبوں یعنی نبی ء اور ولی ء جو اللہ تع لیٰ کے ر ستے کے ہمدم رفیق اور ر ہ نم ور

مع ون ومددگ ر ہیں۔ ان کی مدد ور ستع نت کو شرک ک ن م دیتے ہیں ور بندگ ن

خدا کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں۔ یہ روایت نفسانی زبانی عالم اور باطنی
علم سے جاہل کے حق میں آئی ہے العلم حجاب اکبر علم بڑا بھاری حجاب ہے
اللہ تعالیٰ نے نفس اور ہوا کی مخالفت میں دنیا کی تمام نیکیاں جن سے انسان
دخول جنت کا حقدار بن جاتا ہے۔ اسی ایک آیت میں جمع کر دی ہیں قولہ تعالیٰ
واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي
الماوى (ترجمہ) اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت کے روز حساب کے لیے
حاضر ہونے سے ڈرا اور اس نے اپنے نفس کو ہوا و ہوس سے روک لیا۔ پس بہشت
ایسے شخص کا ہی ٹھکانا ہے۔

غرض دین اور مذہب میں جس قدر غلط فہمیاں واقع ہوئی ہیں۔ اور جس قدر
لوگ گمراہیوں اور غلط اور باطل راستوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ سب نفس کی
حقیقت سے جہالت اور بے خبری کے باعث صراط مستقیم سے بھٹک گئے ہیں۔ اللہ
تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کا بت تیار کیا اور بقولہ تعالیٰ فاذا سويته
ونفخت فيه من روحي فقعوا له سجدين (ترجمہ) جب میں اس میں اپنی
روح پھونک کر اسے اپنی خلافت سے سرفراز کروں تو اسے ملائکہ تم اس کے آگے
سجدہ کرو تو سب ملائکہ نے اسے سجدہ کیا۔ لیکن ابلیس نے حسد اور کبر کے سبب سجدہ
کرنے سے انکار کر دیا اور کہا انا خير منه میں اس سے بہتر ہوں اور خلافت ارضی کا
میں ہی مستحق ہوں تب اللہ تعالیٰ نے اسے راندہ درگاہ اور ملعون کر دیا۔ اس کے بعد
اس نے آدم علیہ السلام اور اس کی اولاد کی دشمنی اور گمراہی کا بیڑا اٹھایا قال
فبعزتك لاغوينهم اجمعين یعنی اے اللہ تیری عزت کی قسم میں تمام بنی
آدم کو گمراہ کر کے اپنے ہمراہ جہنم میں لے جاؤں گا۔ تب ابلیس نے اپنے لشکر
سمیت آدم علیہ السلام کے بت کا جائزہ لیا۔ اور اس کے جسم کے اندر داخل ہو کر سر
سے لے کر پاؤں تک ہر جگہ کو جانچ کر باہر آیا تو شیطانی لشکر نے اس سے دریافت کیا

کہ تو نے آدم علیہ السلام کو کیسا پایا۔ تو شیطان نے جواب دیا کہ ان خلیفے اور ان کی نسل کو گمراہ کرنا میرے لیے بہت آسان ہے۔ ان کے جسم کے اندر متضاد عناصر آتش، آگ، پانی اور ہوا ہیں۔ یہ متضاد مزاج کبھی کسی بات پر قائم اور برقرار نہیں رہے گا۔ اور ان کا تمام ڈھانچہ باطل بے کار اور بے حکمت معلوم ہوتا ہے۔ صرف ان کے اندر گاؤدم گنبد کی شکل کا دل بائیں طرف لٹک رہا ہے۔ اس کے اندر داخل ہونے کا مجھے راستہ نہیں مل سکا۔ اس میں شاید اللہ تعالیٰ نے خلافت اور حکمت کا خزانہ رکھا ہو۔ لیکن خیر میں بھی اس میں اپنی جگہ بناتا ہوں۔ تب اس نے نفسانیت کے سبب اس پر تھوکا۔ اور اس کے حسد اور کبر کی تھوک آدم کی ناف کی جگہ پر جا پڑی۔ جس سے آدم علیہ السلام کے جسم میں نفس کا تخم اور بیج پڑے۔ اور آدم علیہ السلام کے وجود میں شیطان کا پہلا مورچہ اور کمین گاہ بنی۔ شیطان نے اپنے لشکر سے کہا کہ میں اس تھوک اور نفس کے سبب آدم اور اس کی نسل کے اندر آبیاری کروں گا۔ اور اسے گمراہ کروں گا۔ اور اپنی اسی تھوک کی تاثیر سے ان کے اندر اپنے حسد، کبر اور انانیت کی آگ بھڑکاؤں گا۔ کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں دعوت اور ہدایت کے لیے انبیاء اور اولیاء مبعوث فرمائے گا۔ میں انہیں اسی نفس کی انانیت، حسد اور کبر کے سبب ان سے بدظن کر کے ان کی پیروی، رہنمائی اور رہبری سے انہیں روک دوں گا اور صراط مستقیم کا دروازہ ان پر بند اور مسدود کر دوں گا۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ایک دن بہشت میں آدم علیہ السلام کی نظر ساق عرش پر پڑی اور وہاں کلمہ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لکھا ہوا دیکھا۔ تو انہوں نے حق تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے اللہ تو وحدہٗ لاشریک ہے۔ تیرے نام کے ساتھ یہ دوسرا نام محمد رسول اللہ ﷺ کیسے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! یہ نام محمد رسول ﷺ میرے نبی آخر زمان کا ہے جو تیری نسل سے ہوگا۔ اور اے آدم! تجھ سے خطا واقع ہوگی اور تیرے اس فرزند ارجمند کی شفاعت

ے تیری خطا معاف ہوگی۔ جس کی طرف س حدیث میں آنحضرتؐ نے شارہ فرمایا کہ میں تمام ولاد آدم کا سردار ہوں۔ ور قیامت کے روز لوا محمد یعنی شفاعت کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ ور تمام انبیاء ور مرسلین میرے س جھنڈے کے تلے ہوں گے۔ آدم علیہ السلام نے جب سنا کہ میری ولاد میں سے یک شخص میری شفاعت کرے گا۔ تو س نے کہا کہ تعجب کی بات ہے کہ بیٹے کو باپ کا شفیع بنایا جارہا ہے۔ ور شیطانی تھوک کے اثر سے آدمؑ کے اندر نفسانیت ور انانیت کی آگ بھڑک اٹھی ور نفس کا تخم پھوٹ پڑا۔ ور نفس کی بنیاد پڑی۔ ور حسد، کبر، طمع، حرص وغیرہ وصاف سے نفس کا خمیر بنا۔ حرص کے سبب آدم علیہ السلام نے تقاضائے الانسان حریص علی ما منع شجرۂ ممنوعہ کھایا۔ ور بہشت بریں سے نکالے گئے۔ پس آدم علیہ السلام کی نسل ور ولاد میں یہی نفسانیت ور انانیت بطور وراثت چلی آئی ور خدا کے پاک برگزیدہ بندوں کی رفاقت ور راہنمائی سے مانع ہوئی ور شیطانی توحید کا بہانہ بنایا قولہ تعالیٰ

وما منع الناس ان یومنوا الا ان قالوا بعث اللہ بشرا رسولا (ترجمہ) ور نہیں منع کیا انسان کو کبھی کسی چیز نے کہ اللہ پر ایمان لے آویں مگر س بات نے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم جیسے انسان ہمارے سے رسول بنا کر بھیجے ہیں۔

نفس کافر بد بدے اہل زشت

نفس آدم رہبر نور وز بہشت

پس نفس میں حسد، کبر ور بخل کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا ہے۔ ور وہ کسی بشر کو پنے سے بہتر ور برتر ماننے کو تیار نہیں ہوتا۔ ور یہ صفت بخل کی س کی ذات میں ودیعت کردی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں واحضرت الانفس الشح (ترجمہ) ور نفسوں پر بخل مسلط کیا گیا ہے ور دوسری جگہ آیا ہے ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون (ترجمہ) ور جو لوگ پنے نفس کے بخل سے بچ

ے گئے ہیں پس وہ چھٹکار پ نے و لوں میں سے ہیں ور سی نفس کے ذ تی بخل

کے سبب آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ علامت نسان کے بخل کے سے کافی

ہے کہ س کے س منے میر نام لیا جائے ور مجھ پر وہ درود نہ پڑھے۔ آنحضرت ﷺ

نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے س منے میر نام لیا جائے ور وہ مجھ پر درود بھیجنا بھول

گیا۔ وہ گویا بہشت کا رستہ بھول گیا۔ آپ س حدیث سے س زم نے کے حاسد،

من فقین کے یم ن کا ندازہ لگا سکتے ہیں جن کا دن رات کا مشغلہ ہی نبیاء ور ولیاء

کی ش ن کو گھٹ نا بلکہ ن کا شکوہ کرنا بنا ہو ہے۔

یہی نفس کا ذ تی بخل، حسد ور کینہ ہی تو ہے جو پہلے پہل خود بلیس کے لئے آدم

علیہ سلام کو سجدہ تعظیم و تکریم کرنے سے رکاوٹ بنا۔ ور پھر اس کے تھوک کے سبب

آدم علیہ سلام ور س کی ولاد میں بھی یہ شورش چلی آئی۔ ور نبیاء ور ولیاء کی ہر قسم کی

تعظیم و تکریم کے لئے رکاوٹ بنا۔

ہر نسان کے ندر یہی نفس بلیس کی طرح انا خیر منہ ور فرعون کی طرح انا

ربکم الاعلی کہہ کر پنی بڑ ئی اور برتری کا نقارہ بج تا ہے۔ ور ہر شخص کے کان

میں یہی کہتا ہے کہ ہم چوتو دیگرے نیست کہ تیرے بر بر ور کوئی نہیں ہے۔

نفس ما را کمتر از فرعون نیست

لیک اورا عون ما را عون نیست

جب تک پنے سے کسی برتر ہستی کا قر ر نہ کیا جائے۔ ور س کی راہبری،

رہنمائی ور پیشوائی میں پنے نفس اور ما سوی ہو کو چھوڑ کر ور سب سے منہ موڑ کر

پنے مولا کی طرف قدم نہ رکھا جائے ور س کی طرف سلوک ور طریقت کا رستہ

طے نہ کیا جائے خالی زبانی ور شیطانی توحید سے نہ نفس مرتا ہے ور نہ س کی سرکوبی

ہوتی ہے۔ ور نہ نفس ور ہو سے نجات آتی ہے بلکہ ظاہری علم ور بدنی عبادت کے

سبب انانیت ور خودی سے ور زیادہ فربہ ور موٹا ہوتا ہے۔ ور جب تک نفس نہ

مرے دل زندہ نہیں ہوتا۔

نفس نتوں کشت ا ظل چہ

دامن یں نفس تش ر سخت تیر

ن یتوں میں اللہ تعالی نے منفقوں کی علامات بیان فرمائی ہیں

جو وگ صرف زبانی اقر ر ور خالی حسن توحید پر کتفا کرکے اللہ کی طرف چلنے کی ہمت نہیں رکھتے نہیں اللہ تعالےٰ کے رستے کے راہبروں ور رہنماؤں سے کیا سروکار ہے۔وہ تو اللہ تعالی کی معرفت،قرب ور وصل سے نا امید ور بیز رہتے ہیں۔ صرف خالی زبانی قر ر تو منافق وگ بھی کرتے ہیں۔جیسے کہ اللہ تعالی نے سورہ منفقون کی ذیل کی یتوں میں نمبرو رن وگوں کا خوب نقشہ کھینچا ہے فرمان تعالی

اذ جاءک المنفقون قالو نشهد انک لرسول الله مرو الله يعلم انک لرسوله والله يشهد ان المنفقين لكذبون

(ترجمہ)جب تے تیرے پاس منافق وگ یہ کہتے ہوئے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو سچ مچ اللہ کا رسولؐ ہے اللہ تعالی خوب جانتا ہے کہ تو س کا رسولؐ ہے بلکہ اللہ تعالی گواہی دیتا ہے کہ منافق س زبانی قر ر میں جھوٹے ہیں۔

اتخذو ايمانهم جنة فصدو عن سبيل الله انهم ساء ما كانو يعملون

(ترجمہ)نہوں نے پنے نفاق چھپانے کے لیے زبانی قر ر ور س پر قسمیں کھانے کو یک ڈھال بنا رکھا ہے۔در صل ن کے نفاق کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے رستے سے خود رکے ہوئے ہیں ور دوسروں کو روکتے ہیں۔ ور یہی سب سے بر کام ہے جو وہ کرتے ہیں

ذلک بانهم امنو ثم كفرو فطبع على قلوبهم فهم لا يفقهون

(ترجمہ) یہ س لیے ہے کہ زبانی طور پر تو وہ یمان لے ئے ہیں لیکن ندر دل

سے کافر ہیں۔ پس اللہ تعالی نے ان کے دل پر مہر لگا دی ہے لیکن وہ اس بات کو نہیں سمجھتے

واذا رایتهم تعجبک احسامهم وان یقولو تسمع لقولهم کانهم حشب مسندة

(ترجمہ) جب تو منافقوں کو دیکھتا ہے تو ان کے ظاہری جسمانی عمل تجھے تعجب میں ڈال دیتے ہیں۔ اور جب وہ زبانی اقرار کرتے ہیں تو تو ان کی باتیں سنتا ہے۔ لیکن ان کی مثالیں ایسی ہیں کہ گویا یہ خشک لکڑی کے بت ہیں جو دیوار سے لگا دیے گئے ہیں

یحسبون کل صیحة علیهم هم العدو فاحذرهم قتلهم الله انی یوفکون

(ترجمہ) لوگ گمان کرتے ہیں کہ ان کا یہ زبانی اقرار اور ظاہری چیخ و پکار صحیح اور درست ہے۔ حالانکہ یہ لوگ اللہ تعالی اور اس کے رسولؐ کے دشمن ہیں۔ ان سے دور رہو اور بچو۔ اللہ تعالی انہیں ہلاک کرے یہ کدھر بہکے جا رہے ہیں

اذا قیل لهم تعالو یستغفرلکم رسول الله لوو رئوسهم و رایتهم یصدون و هم مستکبرون

(ترجمہ) جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ تعالی کا رسولؐ بارگاہ الہی میں تمہاری شفقت کرے اور تمہارے لئے بخشش مانگے تو وہ اپنے سر موڑتے اور منہ پھیر دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالی کے راستے سے رک جاتے ہیں۔ یہ منافق شفاعت کا انکار ان لفظوں کر بخشش زیر پا ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالی عادل اور منصف ہے وہاں شفاعت اور سفارش کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور سفارش عدل کے منافی ہے وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ متکبر ہیں۔

تفسیر

1 پہلی علامت یہ ہے کہ یہ وگ زبانی قر ر ور صرف خشک توحید کے دعوے
د ر ہوتے ہیں ور پنے پ کو سچا ثابت رنے کے ے جھگڑ ور بحث و مباحثہ
رتے ہیں حتیٰ کہ قسمیں تک کھا جاتے ہیں۔ ں خشک توحید و ر زبانی قر ر کے سبب یہ
وگ خشک جامد لکڑی کے بت ہیں جن میں یمان ور تصدیق کی روح نہیں ہے۔

2 دوسری علامت منافقوں کی یہ ہے کہ یہ وگ خود بھی اللہ تعالےٰ کے راستے
سے رکے ہوتے ہیں۔ ور وگوں کو بھی اس رستے سے روکتے ہیں۔ یہ زبانی طور پر
ہل قر ر ہیں لیکن دل سے بیز ر ہیں۔ ور گر اللہ تعالےٰ کے شمع جمال کے قر ر
میں سچے ہوتے تو س طرف دوڑتے ور پروانہ و ر اس پر گرتے جیسے کہ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں ففروا الی اللہ کہ اللہ کی طرف دوڑو۔ لیکن یہ وگ ٹ سے رستے
کے منکر ور س سے رکے ہوئے ہیں۔ ور س رستے کے دوسرے طالبوں ور
سالکوں کو روکتے ہیں۔

3 ن کی صل حقیقت یہ ہے کہ وگ اللہ تعالیٰ، س کے رسولؐ ور س کے
دوستوں کے دشمن ہیں۔ ور ہر بات میں اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی تحقیر ور تنقیص
رتے ہیں۔ ور پنی س عدوت کو زبانی توحید کی آڑ میں چھپاتے ہیں۔

4 اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ن کور چشم مردہ دل نفسانی وگوں کی صحبت سے بچنا
ور پرہیز کرنا چاہیے ور ن سے دور رہنا چاہیے۔ جب یہ اللہ تعالےٰ کے رسولؐ ور
س کے دوستوں کے دشمن ہیں تو اللہ تعالےٰ کے کہاں کے دوست ہوگئے ہیں۔

5 جب یہ اللہ تعالیٰ کی طرف کے رستے کے منکر ور س رستے کے رہبروں ور
رہنماؤں سے بدظن ور بدگمان ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہیں ہلاک
رے یہ وگ کدھر بہکے جارہے ہیں۔

6 چھٹی علامت ن کی اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ جب نہیں کہا جائے
کہ آؤ تا کہ اللہ تعالیٰ کا رسولؐ تمہاری اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت رے۔ یہ س

کے ولیاء تمہارے سے مغفرت مانگیں۔ تو ان کے اندر نفسانیت، انانیت، حسد اور کبر کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور اس راستے سے منہ موڑتے اور سر موڑ لیتے ہیں۔ اور اس راستے سے ان کے رکنے اور باز رہنے کی اصل وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ ورایتهم یصدون وهم مستکبرون کہ یہ لوگ اس راستے سے اس واسطے رکے ہوئے ہیں کہ وہ شیطان کی طرح متکبر اور مغرور ہیں سورۃ منافقون میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ہمیں ان منافقوں کی زبانی توحید کی اور رسمی رواجی اور ظاہری عبادت کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو صحیح معنوں میں مانتے تو اس کی طرف ضرور چلتے۔ جب یہ اس کی طرف باطنی راستے کے منکر اور اس راستے کے رہبروں اور رہنماؤں کے دشمن اور بدخواہ ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ منافق ہیں اور اپنے نفاق، حسد اور کبر کو توحید کی آڑ میں چھپاتے ہیں۔ نیز یہ لوگ اس آیت کی آڑ لیتے ہیں کہ ایاک نعبد و ایاک نستعین اور بعض لوگوں نے سارے قرآن کریم کو چھوڑ کر صرف اس آیت کو اپنے گھر کے دروازوں پر لکھا ہوتا ہے اور اپنے آپ کو موحد خیال کرتے ہیں اور دوسرے انبیاء عظام اور اولیاء کرام کے پیروؤں اور محبوں کو مشرک خیال کرتے ہیں۔

اب ہم سورۃ فاتحہ کی اس آیت ایاک نعبد و ایاک نستعین کی خاص تفسیر اور تشریح بیان کرتے ہیں ذرا غور و فکر فرمایئے اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتے ہیں کہ اے اللہ ہم خاص تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں یہ فقرہ شرطیہ ہے اور اس کی جزا، مطلب اور مراد اللہ تعالیٰ اگلی آیتوں میں یوں بیان فرماتے ہیں اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم یعنی اے اللہ اس غرض سے ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تیری مدد طلب کرتے ہیں کہ تو ہمیں سیدھا راستہ دکھا دے جو ہمیں تیری رضامندی قرب اور وصال تک پہنچا دے۔ آگے اس راستے کی صفت اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی ہے کہ صراط

الدین انعمت علیہم کہ ان لوگوں کا سیدھا راستہ دکھا جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ اب ان لوگوں کی صفت قرآن کریم میں تلاش کرنی ہے کہ وہ کون سے لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ سو قرآن کریم خود ان برگزیدہ لوگوں کو اس آیت میں واضح طور پر بیان فرماتے ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصلحین وحسن اولئک رفیقا ذلک الفضل من اللہ وکفی باللہ علیما

(ترجمہ) وہ لوگ ہیں ساتھ ان کے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔ وہ نبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین لوگوں کا گروہ ہے۔ اور آگے بیان ہے۔ وحسن اولئک رفیقا اور صراط مستقیم پر چلنے چلانے کے لئے یہ لوگ بہترین رفیق اور راہنما ہیں اور آخر میں نفس مطمئنہ کو اللہ تعالیٰ یوں خطاب فرما کر قصہ تمام کر دیتے ہیں آیت

یایھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبدی وادخلی جنتی

(ترجمہ) کہ اے نفس مطمئنہ اللہ تعالیٰ کی طرف مڑ جا اس حالت میں کہ وہ تجھ سے راضی ہو اور تو اس سے راضی ہو اور میرے خاص بندوں میں شامل ہو کر بہشت میں داخل ہو جا۔ یعنی بہشت میں داخل ہونے کے لئے خدا کے خاص بندوں میں شمولیت لازمی گردانی گئی ہے۔ اب غور کرنے کا مقام ہے کہ جس آیت کو سارے قرآن کریم میں سے چن کر یہ حاسد متکبر لوگ انبیاء اور اولیاء کی مخالفت میں غلط طور پر پیش کرتے ہیں۔ وہی آیت ان مقدس لوگوں کو عین پیروی اور راہنمائی کی تاکید کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جنت قرب وصال میں داخل ہونے کے لئے انعام کئے ہوئے انبیاء، صدیق شہداء اور صالحین کی پیروی اور راہنمائی کے بغیر اور کوئی چارہ

نہیں ہے اور شیطانی کبر اور شیطانی حسد کے مارے ہوئے اللہ تعالیٰ کے صراط مستقیم سے بہت دور اور گمراہ ہیں۔ اور خود جھوٹی زبانی توحید کے مدعی حقیقت سے بھٹکے ہوئے شیطان کی طرح راندہ درگاہ اور گمراہ ہیں شیطان کو بھی آدم علیہ السلام کے سجدے سے نفسانی حسد اور کبر مانع ہوئی اور توحید کو آڑ بنا کر لا اسجد بغیر اللہ (میں غیر اللہ کو سجدہ نہیں کرتا) کہہ دیا

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا
پلنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا
نہ مارا نفس امارہ کو اگر مارا تو کیا مارا
نہ مارا آپ کو جو خاک سے اکسیر ہو جاتا
اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں اور نفس کی حقیقت بیان کرتے ہیں واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے کے طالب اور سالکوں کو ہر دو آفاق اور نفس میں آیات اور نشانات دکھاتا ہے حتیٰ کہ ان پر حق ثابت ہو جاتا ہے قولہ تعالیٰ

وكذلك سنريهم آياتنا في الآفاق وفي انفسهم حتى يتبين لهم انه الحق

(ترجمہ) اور اسی طرح ہم دکھاتے جاتے ہیں انہیں (یعنی اپنے طالبوں کو) عالم آفاق اور عالم انفس میں اپنی آیات اور نشانات یہاں تک کہ ان پر حق ثابت اور ظاہر ہو جائے مذکورہ آیت میں ہر دو عالم آفاق اور عالم انفس کا ذکر آیا ہے اور تمام کائنات ان ہر دو عوالم پر مشتمل ہے۔

عالم آفاق کو عالم خلق، عالم ظاہر، عالم شہادت، عالم مادی، عالم کثیف، عالم صورت اور عالم مجاز بھی کہتے ہیں۔ اور یہ وہ عالم ہے جو انسان کو ظاہری پانچ حواس

کے ذریعے معلوم و محسوس ہوتا ہے۔

دوسرے عالم نفس کو عالم بالا، عالم باطن، عالم غیب، عالم لطیف، عالم معنی اور عالم حقیقی بھی کہتے ہیں۔ اور یہ عالم باطنی اور غیبی حواس سے محسوس اور معلوم ہوتا ہے اور ظاہری حواس سے یہ عالم مجہول مخفی اور پوشیدہ ہے۔ عالم نفس اصل ہے اور عالم آفاق اس کا فرع، ظل اور عکس ہے۔ ہر دو عالم میں ایک ہی طرح کی زمین، آسمان، سورج، چاند اور ستارے اور باقی تمام اشیاء اور ہر دو طرح کی کثیف مادی اور لطیف روحانی مخلوق آباد ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ اکثر عالم غیب کی اصلی حقیقت لطیف جہان اور اس کی مخلوق سے بحث فرماتا ہے۔ کیوں کہ اصل دین کا معاملہ عالم غیب سے متعلق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالے فرماتے ہیں

الم ذلک الکتب لا ریب فیه هدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ قرآن وہ کتاب ہے جس کے حق ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور یہ ہدایت ہے ان پرہیز گار متقی لوگوں کے لئے جو عالم غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ عام طور پر یؤمنون بالغیب سے بغیر دیکھے ایمان لانا مراد لیا گیا ہے۔ وہ کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایمان اور یقین دیکھنے سے صحیح، مضبوط اور درست ہوتا ہے۔ جیسا کہ یقین کے تین درجے ہیں۔ اول علم الیقین، دوم عین الیقین، سوم حق الیقین جس سے شناخت دید اور دریافت مراد ہے۔ جس طرح ہر معاملے اور واقعہ کی نسبت کسی شخص کی گواہی اور شہادت تب صحیح ہوتی ہے۔ جب کہ وہ معاملے اور واقعہ کو دیکھے ہوئے ہوتا ہے۔ ورنہ بغیر دیکھے گواہ جھوٹا ثابت ہوتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے رسول کی رسالت کی شہادت میں وہی صاحب عین الیقین اولیاء سالک اور روشن ضمیر عارف لوگ ہی سچے ہو سکتے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے غیبی واقعات اور باطنی معاملات کو جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے اپنی باطنی آنکھوں سے دیکھا ہے یعنی ان کا کلمہ

اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد رسول اللہ صحیح ودرست ہے۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یقین اور ایمان کو مضبوط کرنے کے لیے انہیں ملکوت السموت والارض دکھائے۔ جیسے کہ فرمایا

وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموت والارض ولیکون من الموقنین (

ترجمہ) اور جب کہ سوال کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کیا کہ اے رب مجھے دکھا دے کہ تو مردے کس طرح زندہ کرتا ہے پس اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم کیا تو نہیں مانتا کہ میں مردے زندہ کر دیتا ہوں۔ تب ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ بے شک میں مانتا تو ہوں لیکن میں دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ میرا اطمینان قلب ہو جائے تب اللہ تعالےٰ نے مردے زندہ کرنے کا معاملہ ابراہیم کو دکھا دیا۔ اور اگر بغیر دیکھے ایمان لانے کی کوئی وقعت اور حقیقت ہوتی تو اللہ تعالیٰ کیوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملکوت السموت والارض دکھا کر ان کا یقین بڑھاتے۔ اور خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کیوں مردہ جلد کر دیکھنے کی استدعا کرتے۔ سو یقین اور ایمان دیکھنے پر موقوف ہے۔ اور بغیر دیکھے کلمہ شہادت پڑھنے والوں کا کلمہ رسمی رواجی ہے اور ہرگز درست نہیں ہے۔ اور یہ کلمہ تو منافقین کا کلمہ ہے۔ جیسے کہ ہم پچھلی آیتوں میں بیان کر آئے ہیں قولہ تعالیٰ اذا جاءک المنفقون قالو نشھد انک الرسول اللہ سو ایمان کا سارا معاملہ غیب میں ہے جیسا کہ ایمان کی شرائط میں مذکور ہے۔

امنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالی والبعث بعد الموت

یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات واسماء اور اس کے ملائکہ اور کتب اور اس کے رسول اور یوم آخرت اور معجزہ وغیرہ سب غیب کی مخفی چیزیں ہیں۔ اور جب

تک مومن ن غیبی مخفی چیزوں کو دیکھ نہ پ ئے س کا یمان بغیب ہونا ور کلمہ
شہادت، یمان صحیح ور درست ہرگز نہیں ہوتا۔ جو من فق کو رچشم زل سے س غیبی
حقیقی دنیا سے ندھا ہے۔ س کا رسمی رو جی تقلیدی یمان خد کے نزدیک پر کاہ کے
بر بر بھی قدر ور قیمت نہیں رکھت۔ بلکہ ن منافقین کی طرح ن کا زبانی کلمہ ن پر
وبال جان ور زوال یمان کا موجب ور باعث بن جاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ ومن کان
فی هذه اعمی فهو فی الاخرة اعمی واضل سبیلا (ترجمہ) جو شخص س
دنیا میں اس غیبی دنیا سے ندھا ہے وہ آخرت میں بھی ندھا ہوگا ور گمر ہی میں پڑ ہو
گا۔

حضرت بر ہیم علیہ سلام کے متعلق قرآن کریم میں یک ور جگہ جو یہ ذکر آی
ہے کہ آپ نے ستارے، چاند ور سورج کو یکے بعد دیگرے دیکھ کر کہہ دیا۔ کہ یہ میر
رب ہے۔ ن آیات کی حقیقی تفصیل ور صلی تفسیر نہایت ضروری ہے۔ قولہ تعالیٰ
فلما جن علیه الیل راکوکبا قال هذا ربی فلما افل قال لا احب الا
فلین یعنی جس وقت بر ہیم علیہ سلام پر رات چھا گئی۔ ور آپ نے یک ستارے
کو دیکھ کر کہہ دیا کہ یہ میر رب ہے۔ لیکن جب وہ ستارہ غروب ہو گیا۔ تو آپ نے
فرمایا کہ میں غروب ہونے و لوں کو دوست نہیں رکھت۔ پھر آپ نے جب چاند کو چمکتے
دیکھا تو آپ نے کہا کہ یہ میر رب ہے۔ لیکن س کے غروب ہونے پر آپ س
سے بھی بیز ر ہو گئے۔ پھر آپ نے سورج کو دیکھا تو سے پن رب ور معبود سمجھ۔
لیکن س کو غروب ہوتے دیکھ کر س سے بھی بیز ری کا ظہار کر دیا۔ بعدہ، رب کا
حقیقی نور دیکھ کر کہہ دیا

انی وجهت وجهی للذی فطر السموت والارض حنیفا وما انا من
المشرکین

یعنی میں پنے رب حقیقی کی طرف متوجہ ہو گیا ہوں۔ ب میں غیر معبودوں میں

چھٹنے کا نہیں ہوں ور ب میں حقیقی موحد ہوں۔

سوئم ۔ کائنات عام آفاق ور عام نفس کے دو عموں پر مشتمل ہے جس طرح عام آفاق میں مادی ستارے، چاند ور سورج ہیں۔ سی طرح عام نفس میں بھی طیف ستارے چاند ور سورج ہیں۔ جب سالک اللہ تعالیٰ کی طرف باطن میں منازل سلوک طے رتا ہے۔ تو سالک کو مختلف باطنی مقامات، منازل ور حالات سے گذرنا پڑتا ہے ور س پر مختلف تجلیات ہوتے ہیں۔ چنانچہ تجلی نفس مقام ناسوت میں نور افعال سے کوکب ور ستارے کی صورت میں سالک پر نمود رہوتی ہے۔ بعض سالکوں پر جب پہلے س قسم کی تجلی کا ظہور ہوتا ہے تو وہ سے غلطی سے اللہ تعالیٰ کی ذات کی تجلی سمجھنے لگ جاتا ہے۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد جب سالک س مقام سے ترقی کر کے آگے گذر جاتا ہے۔ تو وہ تجلی غائب اور معدوم ہو جاتی ہے۔ س وقت سالک سمجھ لیتا ہے کہ یہ غائب ور معدوم ہونے والی تجلی عارضی ہے ور اللہ تعالیٰ کی ذات کی تجلی س سے آگے ہے۔ جو زوال ور دگی ہے۔ س کے بعد سالک پر تجلی قلب مقام ملکوت میں نور اسماء سے چاند کی صورت میں وارد ہوتی ہے۔ کیوں کہ یہ تجلی ذرا پہلی تجلی سے بڑی اور روشن تر ہوتی ہے۔ س سے سالک سے اللہ تعالیٰ کی ذات کی تجلی تصور کرنے لگ جاتا ہے۔ لیکن بعد چندے یہ تجلی بھی زائل ہو جاتی ہے ور سالک سمجھ جاتا ہے کہ یہ بھی اللہ تعالےٰ کی اصلی تجلی نہیں ہے۔ جب سالک اس سے آگے ترقی کر کے گذر جاتا ہے تو تجلی روح مقام جبروت میں نور صفات میں سورج کی صورت میں سالک پر ظاہر ہوتی ہے تو سالک خیال کرتا ہے کہ یہ برق ور روشن نور اللہ تعالیٰ کا ذاتی نور ہوگا۔ لیکن طے مقامات میں جب سالک س نور کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے ور وہ نور زائل اور غائب ہو جاتا ہے تو سے بھی لا احب الافلین کہہ کر ترک کردیتا ہے۔ س کے بعد سالک کے وپر مقام لاہوت میں اللہ تعالیٰ کی صلی ذاتی نور کی تجلی بے کیف ور بے جہت، بے چون ور

بے چگون طور پر نمودار ہوتی ہے جو کسی صورت میں معدوم اور زائل نہیں ہوتی۔ اس وقت سالک معلوم کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اصلی اور ذاتی تجلی ہے۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اصلی توحید کے مرتبے پر فائز اور اللہ تعالیٰ کے قرب حقیقی سے ہمکنار ہو کر یہ قول کہتا ہے۔

انی وجهت وجهی للذی فطر السموت والارض حنیفا وما انا من المشرکین

یعنی میں اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور کی طرف متوجہ ہو گیا ہوں۔ اور تمام ماسوائے نور افعال، اسماء اور صفات کے شرک سے چھٹکارا پا کر حقیقی طور پر عارف کامل ہو گیا ہوں۔

مردہ دل نفسانی اور ظاہری زبانی عالموں نے مذکورہ بالا آیت کی جو یوں تفسیر کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان مادی اور آفاقی ستارے چاند اور سورج کو پہلی بار دیکھ کر کہہ دیا تھا کہ یہ میرا معبود اور رب ہے۔ حالانکہ ایک اولوالعزم پیغمبر کی یہ شان نہیں ہو سکتی کہ وہ اجرام فلکی جنہیں وہ روزمرہ دیکھتا ہے یہ معبود بنا بیٹھے۔ انہیں پہلی بار دیکھنے کے لئے انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ گھڑ لیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی والدہ نے نمرود کے خوف سے کسی پہاڑ کی غار میں چھپا رکھا تھا۔ اور اس کی وہاں خفیہ طور پر پرورش کیا کرتی تھی۔ حالانکہ اس نے اپنے باپ اور چچا آذر و تارخ کے گھر پر پرورش پائی تھی۔ اور یہاں وہ جوان ہوئے تھے۔ اور یہ صورت کبھی ممکن نہیں ہو سکتی۔ کہ انہوں نے آسمان پر ایک ہی ستارہ دیکھا ہو۔ ستارے ہمیشہ بہت دکھتے نظر آتے ہیں۔ دیگر ستارہ چاند اور سورج اگر ان کے دیکھتے ہی غروب ہو گئے تھے تو ان کا صرف ایک دفعہ غروب ہو جانا ہی اس بات کی دلیل کیوں کر ہو گئی کہ وہ پرستش کے قابل نہیں ہیں۔ حالانکہ وہ پھر اپنے وقت پر ظاہر اور نمودار ہو جایا کرتے ہیں۔ اور ان مادی اجرام کے غروب ہو

جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں نور ان پہ جلوہ کیوں کر دکھا دیا۔ اور اس سے پہلے
انہیں کیوں غیر معبودوں میں پھنسائے رکھا۔ حالانکہ پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ نے روز
ازل سے ہدایت فرمائی ہوتی ہے۔ اور وہ ان آفاقی غیر معبودوں کی طرف ہرگز متوجہ
نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے
کہ کنت نبیا وکان الادم بین الماء والطین کہ میں اس وقت بھی نبی تھا
جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کا گارا اور خمیر تھا۔ اور ہر پیغمبر کا دل
بچپن سے ہی نور عرفان سے پُر اور منور ہوتا ہے۔ اس قسم کی دور از عقل تاویلیں محض
اللہ تعالیٰ کی اصلی حقیقی باطنی غیبی لطیف دنیا سے اندھے پن اور بے خبری کی پیداوار
ہیں۔ اور یہ ظاہر بین کور چشم عام ان تمام اعتراضات اور شکوک و شبہات کے ذمہ دار
ہیں۔ جو غیر مذاہب والوں نے قرآن کریم پر کئے ہیں۔ مثلاً ان آفاقی چاند اور سورج
وغیرہ کی نسبت ظاہر بین علماء کے اس مسئلے پر آج ہر طرف سے اعتراضات کی
بوچھاڑ پڑ رہی ہے کہ چاند پہلے آسمان پر ہے اور سورج چوتھے آسمان پر ہے۔ حالاں
کہ روس اور امریکہ کے مصنوعی راکٹ سیارے چاند سے گذر کر سورج کی فضا میں جا
پہنچے ہیں۔ اور ان کے یہ مصنوعی راکٹ تینوں آسمانوں سے پار ہو گئے ہیں۔ جب
ان ظاہر بین علماء کو یہ بات کہی جاتی ہے تو ان سے سوائے اس کے اور کوئی بات بن
نہیں آتی۔ کہ یہ بات بالکل جھوٹ اور غلط ہے۔ اور چاند اور سورج تک کوئی مصنوعی
سیارہ یا راکٹ نہیں گیا۔ غرض قرآن کریم میں جن ستاروں، چاند اور سورج کا ذکر آتا
ہے وہ انفس کے باطنی غیبی لطیف دنیا کے کوکب، چاند اور سورج ہیں۔ اور وہ باطنی
حقیقی دنیا میں اپنی صحیح شان سے اپنے اپنے فلک اور آسمانوں پر جلوہ گر ہیں۔ اور ان
میں اللہ تعالیٰ کے عالم امر کی لطیف غیبی مخلوق، ملائکہ اور ارواح رہتے ہیں۔ اور
وہاں تمام کائنات کے باطنی امور طے پاتے ہیں۔ اگر امریکہ اور روس کے مصنوعی
سیارے اور راکٹ فی سیکنڈ ہزاروں اور لاکھوں میل بلکہ لاتعداد میل کی رفتار سے

فضائے آسمانی کی طرف بلند تک اڑتے رہیں۔ وہ پھر پھرا کر اسی جگہ گھوم کر آ جائیں گے جہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے عالم نفس، عالم غیب اور عالم لطیف کے پہلے آسمان کو بھی نہیں چھو سکیں گے۔ چہ جائے کہ وہ اس کے پار چلے جائیں۔ بلند آسمان تک پہنچنا یا ان کے پار ہونا اللہ تعالیٰ کی توفیق اور سلطان سے ممکن ہو سکتا ہے اور یہ توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ باطنی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطن

(ترجمہ) اے گروہ عالم جن اور انس اگر تمہیں طاقت حاصل ہے تو اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ حدود آسمان اور زمین سے نکل جاؤ لیکن تم نہ نکل سکو گے مگر اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی باطنی ہمت اور توفیق سے۔

غرض ان غیبی لطیف لامحدود وسیع اور عریض آسمانوں کی طرف اللہ تعالیٰ کی لطیف غیبی مخلوق ملائکہ اور روح ہی اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی باطنی روحانی توفیق سے پرواز کرتے اور چڑھتے ہیں۔ اور بعض جن بھی بسبب لطافت ان غیبی آسمانوں کی طرف غیبی امور معلوم کرنے کے لئے چڑھ جاتے ہیں۔ لیکن انہیں فرشتے شہاب ثاقب کی شکل نوری پتھروں سے مار بھگاتے ہیں۔ بعض لوگ مادی چاند، سورج اور ستاروں کی فضا میں جو شہاب ثاقب ادھر ادھر چھوٹتے نظر آتے ہیں۔ یہ وہ باطنی شہاب ثاقب نہیں جنہیں فرشتے شیاطین کو مارتے ہیں۔ ہاں یہ ان مادی سائنس دان شیاطین کے لئے رجوم ہو سکتے ہیں۔ جو اپنے مادی راکٹ اور مصنوعی سیارے دنیا کی مادی فضا میں اڑاتے ہیں۔ اور انہیں شہاب ثاقب (Shoting Stars) کا خطرہ ہمیشہ لاحق رہتا ہے۔ ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے معراج کی نسبت بھی ظاہر بین علماء اور عارفین کاملین اولیاء کے درمیان

اختلاف رائے کی وجہ بھی علم نفس اور علم غیب کی حقیقت سے بے خبری ہے۔ اس واسطے بعض نے کہا ہے کہ آنحضرت صلعم کا معراج محض ایک خواب تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ معراج روحانی تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ معراج جسمانی تھا۔ غرض اس قسم کے تمام اشکال کی وجہ حقیقت حال سے بے خبری ہے۔ جن لوگوں نے باطنی طیر سیر نہیں کی وہ زبانی تاویلات یا کتابی روایت یا عقلی توجیہات کے ذریعے کبھی معراج کی حقیقت کو پا نہیں سکتے۔ مثلاً نمونہ زعفران اور درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ صرف صاحب الہام و وحی ہی نبی کی وحی کی صحیح حقیقت اور کیفیت معلوم کر سکتے ہیں۔ اور صاحب کرامت اولیاء ہی انبیاء کے معجزات کا صحیح پتہ لگا سکتے ہیں۔ ورنہ دل کے اندھے نفسانی علماء ان مسائل میں ہمیشہ غوطے اور ٹھوکریں کھاتے رہتے ہیں۔ اور ان کے آپس کے جھگڑے اور بحث مباحثے کبھی ختم نہیں ہوتے اور ہاتھی اور اندھوں والی مثال ان پر صادق آتی ہے۔ بیت

جنگ ہفتاد و دو ملت همه را عذر بنه
چون ندیدند حقیقت ره افسانه زدند

ان دل کے اندھے نفسانی لوگوں کو جب یہ باطنی مراتب حاصل نہیں ہوتے تو ان کے انکار سے اپنی تسلی کرتے ہیں۔ اور انبیاء اور اولیاء کو (معاذ اللہ) جھوٹا اور فریبی یا فریب خوردہ خیال کرتے ہیں اور اپنے ظاہری زبانی علم کے پندار میں خیال کرتے ہیں کہ ہم عالم وارث انبیاء ہیں۔ اگر یہ باطنی مراتب اور روحانی کمالات ہوتے تو ہمیں ضرور حاصل ہوتے۔

علم دو قسم کا ہے۔ ایک علم ظاہری زبانی کتابی، دوم علم باطنی ربانی اور وہبی پس علم ظاہر علماء سے بطور درس تدریس کتابوں کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن علم باطنی بلاواسطہ وہبی اور فیضی طور پر اللہ تعالیٰ سے براہ راست حاصل ہوتا ہے جس کا تھوڑا سا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ کہف میں خضر علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے

فوجدا عبدا من عبادنا اتیناه رحمة من عندنا وعلمناه من لدنا علما

(ترجمہ) پس موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے ایک خاص بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی خاص رحمت سے نوازا تھا۔ اور اسے اپنی طرف سے باطنی علم عطا کیا تھا۔

ان ہر دو ظاہری اور باطنی کتابی اور وہبی علوم کا قرآن آیت میں آیا ہے تو اللہ تعالیٰ

هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم ایته ویزکیهم ویعلمهم الکتب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین واخرین منهم لما یلحقوا بهم وهو العزیز الحکیم ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم مثل الذین حملوا التورۃ ثم لم یحملوها کمثل الحمار یحمل اسفارا بئس مثل القوم الذین کذبوا بایت الله والله لا یهدی القوم الظلمین

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے کہ جس نے ان پڑھ لوگوں میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا کہ جو انہیں میری آیات بیان فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور انہیں میری کتاب قرآن کی تعلیم دیتا ہے اور اس کتاب کے اسرار اور حکمتیں سکھاتا ہے۔ دراں حالیکہ وہ پہلے تھے گمراہی میں اور سب سے پس ماندہ۔ جبکہ وہ آملے تھے ان سے اور اللہ بڑے غلبے اور حکمت والا ہے۔ یہ نعمت (باطنی علم) محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ ظاہری کسبی کتابی علم کا بھی ذکر فرماتے ہیں گویا یہود کا یہ ہے مثل ظاہری بے عمل علماء کی ان علماء یہود کی ہے کہ جنہیں توریت کا ظاہری علم دیا گیا ہے لیکن انہوں نے اسے عملی طور پر دل سے نہ اٹھایا۔ ان کی مثال گدھے کی ہے کہ جس پر کتابیں لدی گئی ہوں۔ یہ بری مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو جھٹلایا۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں اور دل کے اندھوں کو ہدایت نہیں

کرتا۔

نبیوں اور ولیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یکساں طور پر باطن میں واردات غیبی اور فتوحات الہامی کا نزول ہوتا ہے۔صرف ان میں مراتب و درجات کا فرق ہوتا ہے۔ولی کے دل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو باطنی القاء ہوتا ہے اسے الہام کہا جاتا ہے اور نبی کے دل پر باطنی القاء کو وحی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ولی کی خوارق کو کرامت کہتے ہیں لیکن نبی کے خوارق کو معجزات کا نام دیا جاتا ہے۔اسی طرح نبی کے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے آسمانوں، عرش و کرسی کی طرف باطنی پرواز کو معراج کہا جاتا ہے۔لیکن ولی کے باطنی صعود و عروج کو باطنی طیر سیر کے نام سے پکارا جاتا ہے۔غرض نبی اور ولی کے باطنی کمالات اور روحانی مشاہدات میں ہر طرح کی پوری مماثلت اور تمام مشابہت پائی جاتی ہے۔

نبی اور ولی کے وجود میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم سے باطنی لطائف زندہ ہو جاتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ انہیں زندہ اور تابندہ کرتا ہے جیسے کہ ارشاد باری ہے

الله ولی الذین امنوا یخرجهم من الظلمت الی النور

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو اس پر سچے دل سے ایمان لے آئے ہیں انہیں مادے کی کثیف ظلمت سے نکال کر عالم غیب کی لطیف نوری دنیا میں داخل کرتا ہے۔قولہ تعالیٰ

او من کان میتا فاحیینه و جعلنا له نورا یمشی به فی الناس کمن مثله فی الظلمت لیس بخارج منها

(ترجمہ) کیا وہ شخص جو کہ مردہ تھا پھر ہم نے اسے اپنے نور سے زندہ کر دیا۔اور اسے ایسا نور عطا کیا کہ جس کے ذریعے وہ لوگوں کے نفوس کے اندر چلتا پھرتا ہے۔ایسے شخص کی مثل ہو سکتا ہے جو مادے کے اندھیرے میں گرفتار ہے اور اس سے کبھی نکلنے والا نہیں ہے۔سو جس سعادت مند شخص کو اللہ تعالیٰ خلق خدا کی طرف رہنمائی اور

ہدیت کے سے منتخب فرماتا ہے۔تو س کے باطنی طف کو پنے نور سے زندہ فرما

دیتا ہے ور ن طف سے وہ عالم نفس و عالم غیب میں طیر سیر کرتا ہے ور سے کئی

باطنی نوری وجود عطا کر دیتا ہے جس کے تمام عضاء اللہ تعالیٰ کے نور سے منور ہوتے

ہیں۔غرض تمام باطنی کمالات اور روحانی کشف و کرامات ور عجیب و غریب خورق

ن غیبی طیف نوری جسام کے کرشمے ہوتے ہیں۔ ان باطنی نوری جسام کی تائید

میں ہم یہاں صحیح بخاری کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے نحضرت

صلعم نے

یتقرب العبد الی بالنوافل حتی اکون عینیه یبصر بی واذنیه یسمع بی ولسانه الذی ینطق بی وایدیه یبطش بی ورجلیه یمشی بی

(ترجمہ) نحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندہ کثرت نوفل یعنی زئد عبادت کی وجہ سے میری طرف قریب ہو جاتا ہے۔یہاں تک کہ میں س کی نکھیں ہو جاتا ہوں۔وہ مجھ سے دیکھتا ہے ور میں س کے کان بن جاتا ہوں۔وہ مجھ سے سنتا ہے۔ ور س کی زبان بن جاتا ہوں۔میرے ساتھ بولتا ہے۔ ور س کے ہاتھ ور پاؤں بن جاتا ہوں۔وہ مجھ سے چلتا ور پکڑتا ہے۔

غرض اس قسم کی قرآنی آیات اور احادیث بکثرت ہیں۔جن سے یک منصف مزج حق جو ور حقیقت شناس نسان کو صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص عبادت سے بعض سعادت مند صاحب کے وجود میں یک پاک نوری طیف شخصیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ باطن کی طیف غیبی دنیا میں طیر سیر کرتا ہے۔ نسان کے س کثیف عنصری جسے کے ندر نفس کا یک طیف جسہ س طرح زندہ ور پیدا ہو جاتا ہے۔جس طرح نڈے کے ندر بچہ ور س نفس کے جسے کے ندر دل ور قلب کا طیف جسہ زندہ ور نمود ر ہو جاتا ہے۔ ور دل کے طیف جسے کے ندر روح کا طیف طیف جسہ پیدا ور ہویدا ہو جاتا ہے۔ ور ہر طیف جسہ اپنے کثیف

جسے کے ندر س طرح جاری و ساری و مخفی ہوتا ہے جس طرح دودھ کے ندر مکھن ور مکھن کے ندر گھی ہوتا ہے۔ س طرح کے باطنی سات لطیف جسے یک دوسرے کے ندر پیدا ور ہویدا ہو جاتے ہیں۔ اور س لک عارف کامل ہر جسے کے ساتھ س کے مطابق سات لطیف عالموں میں یا سات لطیف غیبی جہانوں میں سیر کرتا ہے۔ وہ سات لطائف یہ ہیں لطیفہ نفس، لطیفہ قلب، لطیفہ روح، لطیفہ سر، لطیفہ خفی، لطیفہ خفی، ور لطیفہ نا، ہر لطیفہ کا س کے مطابق لگ لطیف م ہے۔ ور س کی پنی نوعیت کی خاص سیر ہے ور خاص حال، مقام، رنگ ور اس کا مخصوص ذکر ہے۔ ن سات لطائف کے مطابق قرآن کریم کے بھی سات بطون ہیں۔ جیسے کہ یا ہے ان للقران ظهر و بطن ولكل بطن بطن الى سبع بطون (ترجمہ) یعنی قرآن مجید کا یک ظاہر ور باطن ہے۔ ور ہر باطن کا یک لگ باطن ہے سات بطون تک۔ ن سات لطائف کا یک جامع چارٹ یعنی نقشہ ہم نے عرفان حصہ ول کے صفحہ 222 پر دیا ہے۔ وہاں ن کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

عارف کامل جب ن باطنی لطائف کی لطیف زبان سے ذکر اللہ کرتا ہے یا قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے تو س لطیف زبان کا ذکر ور دعوت قرآن اس لطیف غیبی دنیا کے دروازہ کھولنے کی کلید ور کنجی بن جاتا ہے ور عارف کامل اس لطیف عالم ور غیبی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے ور وہاں کی سیر کرتا ہے قولہ تعالیٰ

وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو ويعلم ما في البر و البحر وما تسقط من ورقة الا يعلمها و لا حبة في ظلمت الارض ولا رطب ولا يابس الا في كتب مبين

(ترجمہ) ور اللہ کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں نہیں جانتا ن کنجیوں کو مگر وہ خود ۔ سو یاد رہے کہ یہ غیب کی کنجیاں اللہ تعالیٰ نے اس سے پنے پاس نہیں رکھی ہیں کہ وہ خود ن سے غیب کے دروازے کھولتا ہے ور ن کے بغیر وہ غیب کے دروازے نہیں

کھول سکتا۔ بلکہ عالم غیب و شہادت ہر وقت اس پر عیاں ہیں تو سہ تعالی

لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموت ولا فی الارض ولا اصغر من ذلک ولا اکبر الا فی کتب مبین قولہ تعالی لا یخفی علیہ شئی فی الارض ولا فی السماء

بلکہ یہ کنجیاں اس نے اپنے خاص برگزیدہ بندوں کے لئے رکھی ہیں۔ اور جنہیں وہ یہ کنجیاں عطا کرتا ہے۔ وہ ان کنجیوں سے عالم غیب کے مختلف دروازے کھول لیتا ہے اور عالم غیب کا نظارہ اور اس کی سیر کر لیتا ہے۔

جیسا کہ معراج کی رات حضرت رسول کریم ﷺ پر جبرائیلؑ کی معیت میں عالم غیب کے مختلف دروازے کھلتے رہے۔ اور آپؐ نے سات آسمانوں اور عرش و کرسی، لوح و قلم، جنت و دوزخ وغیرہ کی سیر کی۔ اور اللہ تعالی کے غیبی مملکت کے تمام خزانے آپ کو دکھائے گئے۔ اب ناظرین کے مزید یقین اور اطمینان قلب کے لئے یہ فقیر اسی قسم کا اپنا ایک ادنیٰ مشاہدہ اور تجربہ بیان کرتا ہے۔ جس کے مطالعہ سے انشاءاللہ عالم غیب کی کنجیوں کی نوعیت اور کیفیت ناظرین پر کھل جائے گی۔

ایک دفعہ جب اس فقیر نے سورۂ مزمل کی دعوت پڑھنی شروع کی تو ہر رات حسب معمول سورۂ مزمل مخصوص تعداد میں مزار حضرت سلطان العارفین پر پڑھتا رہا۔ ایک دن اس فقیر نے ترک دنیا اور ایثار نفس کا ایک خاص عملی مظاہرہ کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے حضرت سلطان العارفین کی روح پر فتوح خوش ہوئی۔ اس رات حسب معمول مزار کے پاس کھڑے ہو کر اس فقیر نے سورۂ مزمل کی دعوت پڑھی اور اپنی جگہ پر دو پاس آکر سو گیا۔ تو میں نے دیکھا کہ میرے جسم عنصری سے ایک لطیف جسم باہر نکل آیا۔ باہر نکلتے ہی اس نے اپنی لطیف زبان سے ایک دفعہ درود شریف اور پھر سورۂ فاتحہ اور پھر درود شریف ادا کیا۔ اس طرح سورۂ فاتحہ پڑھتے ہی مجھ پر عالم غیب کا دروازہ کھل گیا۔ اور میں نے دیکھا کہ وہ میرا لطیف جسم بقائمی تمام ہوش و

حوس غیب کی دنی میں دخل ہو گی۔ س وت میں نے دیکھ کہ میرے پیچھے کوئی
سو رک ہے۔ س سو ری نے مجھے کہ کہ کہں جنے کا رادہ ہے۔ میں نے سے کہ
کہ حضرت سلطان عارفین کو ملنے کا شتیق ہے۔ س پر وہ سو ری مجھے وپر کی
طرف ڑ رے گئی ور میں مختلف مقامت سے گذر کر یک بڑے خنے پر پہنچ۔ جس
کے تین سبز رنگ کے دریچے تھے۔ ن میں سے درمیانی و ے دریچے کے سامنے
مجھے اتر دی گی۔ ور خود وہ سو ری س دریچے کے ندر دخل ہو گئی۔ تھوڑی دیر
میں وہ دریچہ کھل گی۔ ور س میں سے یک چند جیسے نہیت نورنی چہرے و ے
بزرگ نمودر ہوئے۔ آپ مجھے دیکھ کر مسکر ے۔ ن کی مسکرہٹ سے وہ تمام مکان
روشن ہو گی۔ میں نے ن کو سلام کی۔ آپ نے سلام کا جوب دی ور س فقیر کو وپسی
کی جازت فرمئی۔ س کے بعد وہ بطنی سو ری س فقیر کو وہں سے ڑ کر لے آئی۔
میں جب وہں سے پنے جسم عنصری کے قریب پہنچ۔ تو سے بدستور بے حس و
حرکت محو خوب پیا۔ اس کے بعد میرا بطنی طیف جسم س کے ندر دخل ہو۔ ور
سے ہو ں کی طرح پہن لی۔ عالم غیب کے س بطنی طیر سیر کے وقت میرے تمام
ہوش و حواس بحل بج تھے۔ ور میں پوری بیدری کے عالم میں تھ۔ خوب و خیال کا
س میں مطلق شئبہ تک نہ تھ۔ س طرح مجھے دعوت سورۃ مزمل کی ظاہری ور سورۃ
فتحہ کی بطنی غیبی مفتاح ور کلید گوی حصل ہو گئی۔

س کے بعد جب کبھی یہ فقیر کسی روحانی ہل قبور کی قبر پر رت کو جا کر سورۃ مزمل
کی دعوت پڑھ کر مرقبہ کرتا یا سو جاتا تو میر بطنی طیف جسم سابق طور پر بطنی زبان
سے یک دفعہ درود شریف بعد سورۃ فتحہ ور پھر درود شریف پڑھ کر جسم عنصری سے
باہر آ جاتا ہے۔ ور بحر عالم غیب میں ڈوب جاتا۔ ور ہل قبر روحانی سے ملاقی، ہم سخن
ور ہم کلام ہو جاتا۔ ور س روحانی سے پنے مطلب بری میں مدد حصل کرتا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل ور کرم ور پنے بطنی مربی ور روحانی پیشو حضرت سلطان

معرجین کی جناب سے سورۂ مزمل اور سورۂ فاتحہ کی اس کلید اور مفتاح غیب کے حصول کے بعد کئی دفعہ مزاروں پر سورۂ مزمل اور فاتحہ یہ فقیر پڑھتا رہا ہے۔ اور مختلف روحانیوں سے اسی طرح عالم برزخ میں ملاقات ہوتی رہی ہے اور غیب کے دروازے کھلتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شاہد حال ہے کہ جو کچھ اس فقیر نے مفتاح عالم غیب کی مثال کے طور پر واقعہ بیان کیا ہے۔ اس میں ذرہ بھر جھوٹ، افتراء اور مبالغے کا دخل نہیں ہے۔ اور یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے۔ اور وہم گمان اور خواب و خیال کی دنیا سے یہ معاملہ بالکل بالا ہے۔ اس طرح اگر روحی اور ظاہری زبانی طور پر اگر کوئی شخص تمام عمر کسی روحانی کی قبر پر دعوت قرآن اور فاتحہ پڑھے وہ ہرگز روحانی کو حاضر نہیں کر سکتا اور نہ ملاقات کر سکتا ہے اور نہ بغیر عطائے کلید دعوت کسی پر عالم غیب کے دروازے کھل سکتے ہیں۔ تمام قرآنی سورتیں اور آیات اور اسمائے حسنیٰ اور اسم اللہ ذات اور کلمہ طیبہ اور دیگر کلمات طیبات عالم غیب کے لئے مفاتیح اور کلیدات کا حکم رکھتے ہیں۔ لیکن ان کلیدات کے لئے خاص پاک لطیف جسم اور پاک لطیف زبان کی ضرورت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پاک برگزیدہ بندوں یعنی اللہ کے باطنی خزانچیوں کے قبضے میں یہ عالم غیب کی کنجیاں ہوتی ہیں۔ جسے چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے امر سے عطا کرتے ہیں۔ اور ہر بوالہوس نفسانی آدمی کو یہ نعمت حاصل نہیں ہوتی۔ اور جو اس نعمت عظمیٰ کے اہل ہوتے ہیں۔ ان کے لئے بارگاہ رب العزت سے ان کلیدات کا انعام اور ان کا تسلسل جاری ہو جاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ

ولو ان قرانا سيرت به الجبال او قطعت به الارض او كلم به الموتى بل لله الامر جميعا

(ترجمہ) اور اگر قرآن شریف عوام کے لئے یہ ہوتا کہ اس سے پہاڑ چل جاتے یا زمین کی مسافت طے ہو جاتی یا اس سے مردے اہل قبور ہم کلام ہو جاتے بلکہ قرآن کریم کی اس خاصیت کی کلید اور امر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اور وہ خاص

اہل لوگوں کو عطا ہوتی ہے۔ سو عالم لطیف اور عالم غیب کے مختلف دروازے ہیں اور
ان کی مختلف کلیدات اور کنجیاں ہیں۔ اور ہر عالم غیب سے بالا اور اس کے اوپر عالم
اور عالم ایک اور زیادہ لطیف الطف عالم ہے۔ اور اس کے دخول اور طیر سیر کے لیے
اس کے مطابق لطیف پاک جسم اور لطیف زبان کی ضرورت ہے۔ اور جب کوئی
سالک عارف کامل عالم غیب میں ان باطنی دروازوں میں داخل ہونا چاہتا ہے تو
ایک پاک لطیف جسم اور لطیف زبان سے قرآن کریم اور اللہ تعالیٰ کی دعوت پڑھتا
ہے تو اللہ تعالیٰ کے امر سے اس پر عالم غیب کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور وہ اس عالم
غیب میں داخل ہو کر اس کی سیر اور نظارہ کرتا ہے۔

آج کل امریکہ اور روس جو مصنوعی سیارے اور راکٹ اس مادی دنیا کے عالم
آفاق کی فضا میں اڑا رہے ہیں۔ ان کی یہ آفاقی اور مادی تگ و دو اور ظاہری جسمانی
پرواز عالم نفس اور عالم غیب میں انبیاء اللہ کے باطنی معراج اور اولیاء اللہ کے
روحانی طیر سیر کی ایک بہت ادنیٰ اور معمولی نقل ہے۔ ان ہر دو آفاق اور انفس کی فضا
میں پرواز کے لیے چند چیزیں لازمی اور ضروری ہوتی ہیں۔

اول عالم بالا میں پرواز کے لیے ایسی صورت پیدا کی جائے کہ مصنوعی سیارہ یا
راکٹ کسی طرح زمین کی کشش سے باہر نکالا جائے۔

دوم اس میں بڑی بھاری الیکٹرک یا ایٹمی پاور اور طاقت بھری ہو جو اسے اوپر
لے جائے۔

سوم اسے اجرام فلکی میں سے کسی ستارے یا چاند اور سورج کی کشش لاحق ہو جو
اسے خود اپنی طرف کھینچ کر لے جائے۔

چہارم اس پر مختلف وزنی اور ہلکے خول چڑھے ہوئے ہوں کہ جب اسے زیادہ
لطیف فضاء میں پرواز کرنے کی ضرورت پڑے تو وہاں اس سے وزنی خول اتر
جائے اور اس سے آگے زیادہ ہلکی جسامت سے پرواز کے قابل ہو۔ چونکہ ظاہری

ور مادی پرو ز نقل ہے۔ ور بطنی ور روحانی پرو ز صل ہے۔ ہذ ہر دو یک
دوسرے سے لق جتی ہیں۔ بطنی پرو ز کے عرف سلک کے جسم کے ندر سات
قسم کے طیف غلف جیسے یک دوسرے کے وپر خول کی طرح چڑھے ہوئے ہوتے
ہیں۔ روحانی ہل اللہ کے بطنی رکٹ کے ندر اللہ تعالیٰ کے سم کے نور کی یکٹرک
پ ور بھری ہوتی ہے جو سے پوری سرعت ور تیزی سے وپر ٹھئے ے جتی ہے۔
ہل للہ کے کثیف مادی جسم کو زمین کی کشش ثقل لحق ہوتی ہے۔ لیکن ن کے
طیف بطنی جسوں کو کشش ثقل لحق نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ عم بل کی طرف ں طرح
جتا ہے جیسے کہ بندی سے زمین کی طرف کوئی بھری پتھر وغیرہ گرتا ہے۔ جب
سلک عرف عم بل کی طرف للہ تعالیٰ کی نوری پور سے پرو ز رتا ہے تو وہ پنے
کثیف مادی ور عنصری جسم کو یہیں چھوڑ دیتا ہے ور یہ کثیف وزنی خول ں سے تر
جتا ہے۔ ور نفس کے طیف جسم سے عم ناسوت کی فضا کو طے رتا ہے۔ ں کے
بعد جب وہ عم ملکوت کی زیدہ طیف دنیا میں دخل ہوتا ہے۔ تو ں وقت وہ نفس
کے کثیف خول کو تار ر قلب کے طیف تر جسے کے ساتھ عم ملکوت کی فضا میں پرو ز
رتا ہے۔ ں سے آگے جب سلک عم جبروت کی زیدہ طیف غیبی فضا میں
پرو ز شروع رتا ہے تو اس وقت وہ قلب کے خول کو تار ر روح کے طیف تر مرکب
ور سو ری کو پکڑ یتا ہے ور عم جبروت کے روحانی مقام میں پرو ز رتا ہے۔

علیٰ ہذ قیس لطیفہ سر، لطیفہ خفی، لطیفہ خفی ور لطیفہ نا کو قیس ر لینا چاہیئے۔
بطنی پرو ز کے مذکورہ بل مضمون کو سمجھنے ور س پر غور رنے سے ناظرین پر حضرت
محمد مصطفیٰ ﷺ کے معرج کی نل عشی ور حقیقت کسی قدر وضح ور ظاہر ہو جئے گی۔
ور ساتھ ظاہر ور وسیے بطن کے درمیان معرج کے روحانی اور جسمانی ختلفت
ور جملہ شکوک ور شبہات نشاء اللہ رفع ہو جئیں گے۔

آں حضرت ﷺ کا معرج عم نفس ور عم غیب کی طرف بطنی پرو ز کا عملی

ترین ور فضل ترین نمونہ تھ۔ ٓپ کی بطنی روحنی سو ری سے معوم ہوتا ہے کہ وہ
بطنی برق ور اللہ تعلیٰ کے نوری یکٹرسٹی (Electricity) قسم کی چیز تھی جیسے کہ
لفظ برق سے ظاہر ہوتا ہے جس نے ٓپ کامرکب بن ر ٓپ کو عالم بال کی طرف
ڑ یا۔

معر ج کی رت ٓپ کے نفس کے لطیفے نے ٓپ کے جسم عنصری کے کثیف خول
کو حضرت عئشہ صدیقہ رضی للہ تعلیٰ عنہ کے حجرے کے ندر یا جس مقم پر ب
ختلاف رویت اس رت ٓپ موجود تھے کو تار یا تھ۔ ور ٓپ کامرکب بن ر
ٓپ کو عالم بل کی طرف ڑ یا۔

معر ج کی رت ٓپ کے نفس کے لطیفے نے ٓپ کے جسم عنصری کے کثیف خول
کو حضرت عئشہ صدیقہ رضی اللہ تعلیٰ عنہا کے حجرے کے ندر یا جس مقم پر ب
ختلاف رویت س رت ٓپ موجود تھے کو تار یا تھ۔ ور ٓپ کے نفس کے طیف
جسے نے بیت مقدس ور مسجد قصی کی طرف جبرئیل کی رفقت ور بر ق کی بطنی
برقی طقت ور پو ر سے پرو ز فرمئی۔ ور وہں تمام نبیء کی مامت فرمئی۔ یہں
حضرت عئشہ صدیقہؓ کی س حدیث کا شک ور شکال رفع ہو جاتا ہے کہ ٓپ کا جسم
مبرک معر ج کی رت میرے حجرے کے ندر موجود رہ ور حجرے سے غئب نہیں
ہو۔ (دوم) گر ٓپ کثیف عنصری جسم سے ظاہر طور پر بیت مقدس ﷺ ر نبیء
کی مامت فرماتے تو کم ز کم بیت مقدس کے مجوین، ز رین ور وہں کے
رہنےوں ٓپ کو ور ٓپ کی جماعت نبیء کو ضرور کسی نہ کسی صورت میں دیکھ
پتے۔ حالنکہ یس نہیں ہو۔ بلکہ یہ معملہ بطنی تھ ور ظاہری حوس کی ﷺ سے بلتر
تھ۔ پھر ٓں حضرت ﷺ نے تمام نبیء کے نفوں کے طیف جسموں میں مامت ور
جماعت فرمئی ور دیگر طیف جسوں میں مختلف ٓسمانوں پر ن سے ملقت کی۔ جیسے
کہ معر ج کی حدیثوں میں مذکور ہے۔ ور جب ٓں حضرت ﷺ سدرۃ المنتہیٰ پر

پہنچے جو جبرئیل علیہ السلام کا آخری مقام ہے۔ وہاں سے آگے پرواز کا ارادہ فرمایا
تو جبرئیل علیہ السلام نے آگے رفاقت سے معذرت ظاہر کی اور کہا کہ اگر ایک ذرہ
اور آگے تجاوز کروں گا تو میرے پرواز کے پر جل جائیں گے۔ بیت

اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

یہاں پر آپ نے عالم ملکوتی خول اتار دیا اور براق کی رفاقت بھی ختم ہو گئی۔
چنانچہ آپ یہاں سے رفرف کے ذریعہ لطیف نوری جسم سے لاہوت لامکان کے بے
مثل بے مثال عالم میں داخل ہوئے۔ اور وہاں وہاں سے آگے اللہ تعالیٰ کی
آیات کبریٰ کے مشاہدات سے مشرف ہوئے۔ اور وہاں اللہ تعالیٰ کے نہایت مخفی
اور پوشیدہ اسرار کی وحی سے بقول فاوحی الی عبدہ ما اوحی سے سرفراز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ
کے خاص برگزیدہ بندے جن کو باطنی اور غیبی دنیا میں سیر حاصل ہوتی ہو وہ بطور
مشتے نمونہ از خروارے معراج کی حقیقت اور کیفیت کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ نفسانی کور
چشم دل کے اندھے ان باطنی باتوں کو کیا جانیں۔

-------- ختم --- حصہ دوم --- باقی -- حصہ سوم میں --

عرفان

حضرت فقیر محمد سروری قادری کلاچویؒ

حصہ سوئم

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

انبیاء عظام کے معجزات اور اولیاء کرام کے کرامات اور قرآن کریم میں خلاف عقل آیات بینات اور خوارق کے سمجھنے میں نفسانی ظاہرین علماء کا ظاہری کتابی علم اور سائنس پروردہ مغرب زدہ نیچریوں اور ملحدوں کا مادی عقل ہر جگہ لغزشیں اور ٹھوکریں کھاتی رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر جگہ قرآنی آیات کے معانی اور تاویلات میں ان کی غلط تفاسیر سے اشکالات پیدا ہوتے رہے ہیں۔ انہیں لاکھوں دلائل کے ذریعے علم غیب کا قائل کیا جائے اور طرح طرح کے براہین سے سمجھایا جائے۔ یہ مادی عقل والے اور کتابی علم والے جو اخلد الی الارض مادی زندگی کے دوام کا دم بھرتے ہیں۔ وہ مادے کے ہی چکر میں پھرتے ہیں۔ وہ ہرگز غیبی باطنی دنیا کو کسی صورت ماننے میں نہیں آتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

ان شر الدواب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون

(ترجمہ) اللہ کے نزدیک سب سے برے (انسان نما) حیوان وہ ہیں جو (دل کے) بہرے اور گونگے ہیں۔ وہ کسی طرح نہیں سمجھائے جا سکتے۔ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ دین کا سارا معاملہ غیب پر قائم اور عالم غیب سے متعلق ہے۔ جو لوگ عالم غیب سے اندھے ہیں اور اس عالم کی حقیقت سے منکر ہیں وہ مادی دنیا کو سب کچھ سمجھے ہوئے ہیں۔ یہ دین کے ہر معاملے کو مادی دنیا اور اپنی مادی عقل پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا دین بچوں کا کھیل اور مضحکہ خیز بن کر رہ جاتا ہے۔ اور جب دین کے منکرین اور مذہب کے مخالفین کی طرف سے ان پر اعتراضات اور شکوک و شبہات کی بوچھاڑ پڑتی ہے تو بغلیں جھانکنے لگ جاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ دین کے مقابلے میں عقل کو استعمال کرنا چاہیے۔ بلکہ ہر خلاف عقل بات کو مان لینا چاہیے جس سے مخالفین کی کچھ تسلی تو نہیں ہوتی۔ بلکہ انہیں دینی مسائل کا مضحکہ اڑانے کا موقع مل جاتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اگر دین کا ہر معاملہ

نسانی سمجھ سے باہر ور عقل کے خلاف ہے تو معلوم ہو کہ دین ور مذہب کی بنیاد جہالت پر ہے۔ ور تمام دین ور مذہب (معاذ اللہ) زمانہ جہالت کی پیداوار ہیں۔ ور یسی جہالت کی پیروی کی کیا ضرورت ہے۔ حالانکہ دین ور مذہب کا ہر معاملہ عقل کے عین موافق بلکہ عقل کل کی پیداوار ہے۔ ور دین کا یک چھوٹا ور دنی سا مسئلہ بھی عقل کے خلاف نہیں ہے۔ کثر دیکھا گیا ہے کہ ظاہرین مادی زبانی سے ء پنی خشک توحید کی تائید میں حضرت براہیم علیہ السلام کی مثال پیش کرتے ہیں کہ حضرت براہیم علیہ سلام توحید کے علمبردار تھے۔ لیکن گر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت براہیم علیہ سلام ن لوگوں کی طرح صرف زبانی خشک توحید کے دعوے دار نہیں تھے بلکہ وہ للہ تعالے کی راہ باطن کے سالک اعظم ور سلوک طریقت کے راہرو تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالے فرماتے ہیں قال انی ذاہب الی ربی سیھدین (ترجمہ) حضرت براہیم علیہ سلام نے فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف (باطن میں) چلنے والا ہوں۔ وہ مجھے عنقریب پنی طرف ہدایت فرمائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں والذین جاھدو فینا لنھدینھم سبلنا (ترجمہ) ور جو لوگ ہماری طلب میں کوشش ور مجاہدہ کریں گے ہم نہیں پنی طرف ہدایت کریں گے۔ حضرت براہیم علیہ سلام تو عملی طور پر کامل موحد تھے۔ اور اللہ تعالے کے راستے میں غیر معبودوں ور ماسوائے مقصودوں سے بیزار ور روگرداں تھے نہیں پنا جانی ور یمانی دشمن خیال کرتے تھے۔ ور دنیا کے تمام کاروبار یعنی رزق کی فراخی ور تنگی، بدن کی بیماری ور صحت بلکہ زندگی ور موت کے تمام مراحل ور منازل میں اللہ تعالی کو ہی کفیل ور وکیل سمجھتے تھے

فانھم عدولی الا رب العلمین الذی خلقنی فھو یھدین والذی ھو یطعمنی و یسقین و اذا مرضت فھو یشفین والذی یمیتنی ثم یحیین

(ترجمہ) حضرت براہیم علیہ سلام نے فرمایا کہ رب العالمین کے ماسوی جملہ

معبود ور مقصود میر ے دشمن ہیں جو اللہ کی ر ہ میں میر ے س منے حائل ہوں۔ ور میر معبود وہ ذ ت ہے جس نے مجھے پید کیا۔ پس وہ مجھے پنی طرف ہد یت فر ئے گا۔ ور وہی مجھے کھلاتا ور پلاتا ہے۔ ور جب بیمار ہوتا ہوں وہی مجھے شفا بخشتا ہے۔ ور وہی مجھے مارتا ور جلاتا ہے۔ پس اللہ تعالی کے ر ستے کے باطنی سالک کے لیے ہر وہ شے جو للہ تعالیٰ کے ر ستے سے روکے وہ ن کے لیے دشمن کا حکم رکھتی ہے۔ خو ہ وہ پنا نفس، مال بال بچے ہی کیوں نہ ہوں جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان من ازواجکم واولادکم عدو لکم (ترجمہ) تمہاری بیویوں ور بچوں میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں۔

کیا یہ زبانی توحید کے مدعی حضرت براہیم علیہ سلام کی عملی توحید کو پہنچ سکتے ہیں۔ حالانکہ جب نہیں کوئی دنیاوی مشکل پیش آتی ہے تو ظالم بدکار دنیادروں، فاسق، فاجر، بے دین ہل کاروں ور کافر مشرک حاکموں کے دروازے پر استمداد کے لیے چکر لگاتے پھرتے ہیں۔ گر بیمار ہو جائیں تو کافر ڈاکٹروں سے علاج معالجہ کرانے سے ذرہ بھر نہیں شرماتے خو ہ وہ نہیں بطور دو شر ب جیسے ام لخبائث ور خنزیر کے معدے کا جوہر ہی پیش کردیں۔ یہ بصد خوشی سے پی جاتے ہیں۔ یسے موقعوں پر ن کی زبانی توحید کا بیڑ غرق ہو جاتا ہے۔ ن کے حسد ور کبر و ن توحید میں اس وقت شیطانی طوفان برپا ہوتا ہے جب کہ کسی خد کے برگزیدہ بندے ور ن کے نبیوں سے للہ تعالیٰ کے ر ستے میں راہبری یا رہنمائی کی مد طلب کی جائے یا کسی معالج القلوب ور طبیب الارو ح سے باطنی، قلبی ور روحانی امراض کی تد وی ور علاج حاصل کیا جائے۔ یا کسی باطنی روحانی عالم سے جسے اللہ تعالیٰ نے علم من لدنا سے سرفر ز فرمایا ہو۔ ن کے درو زے پر علم باطنی حاصل کرنے کے لیے حاضری دی جائے۔ ن کورچشم، منافق، زبانی توحید کے مدعی، نفس کے بندوں کو عملی موحد ور اللہ تعالیٰ کے طالب سالک ور س کی ر ہ میں نفس اور جان کی قربانی دینے

وے جانباز پیغمبر حضرت برہیم علیہ سلام سے دورکا وسطہ بھی نہیں ہے جو دنیا ے

دوں کے حریص ور س کے قتد ر کے طالب ور ہر فعل ور عمل میں ن کا صلی مقصود

ور غرض وغایت دنیوی علو ور ظاہری عزوجاہ ہو۔ وہ پنی توحید میں کسی طرح بھی

حضرت براہیم علیہ سلام کے سچے پیرو نہیں ہو سکتے۔

حضرت براہیم علیہ سلام ہی وہ پیغمبر ہیں جنہوں نے پہلے پہل روے زمین پر

خانہ کعبہ اور بیت للہ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت گاہ تعمیر کی ور س کا عکس ور نقشہ بیت

لمعمور یعنی باطنی ور نوری کعبہ سے لیا گیا۔ ور وہ باطنی کعبہ جان وہ دل صل ہے۔

ور کعبہ آب وگل س کی نقل ور عکس ہے۔ ور گر غور سے دیکھا جائے تو ن ہر دو میں

بڑی مماثلت ور مشابہت پائی جاتی ہے۔ ور بزرگان دین ور سلف صالحین نے

پنے اشعار اور تصانیف میں ان ہر دو صوری ور معنوی، مجازی، حقیقی، مادی ور

روحانی، ظاہری ور باطنی کعبوں کی طرف شارے فرمائے ہیں۔ جیسے کہ مولانا روم

صاحب پنی مثنوی میں فرماتے ہیں۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است

از ہزاران کعبہ یک دل بہتر است

کعبہ بنگاہ خلیل آزر است

دل گذر گاہ جلیل اکبر است

ور ہر شخص نے پنی سمجھ ور ستعد د کے مطابق پنا قبلہ ور کعبہ چن لیا ہے۔ ور س

کے حج زیارت، طواف، قربانی ور مناسک کو ذریعہ نجات بنا لیا ہے۔ جو لوگ عالم

غیب کے حقیقی، باطنی ور روحانی دنیا سے بے بہرہ ور بیگانہ ہیں۔ اور محض مادی

حواس ور ظاہری سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ نہوں نے کعبہ آب وگل یعنی نقل کو ختیار کر

لیا ہے ور جو لوگ باطنی حواس کے مالک ور عالم غیب کی حقیقی دنیا سے واقف ہیں۔

نہوں نے کعبہ جان و دل یعنی صلی کعبہ کو چن لیا ہے۔ حادیث ور تفاسیر کی بعض

روایت سے ان ہر دو کعبوں، ان کے حج اور قربانیوں کے بیانات سے حقیقت حال
پر روشنی پڑتی ہے۔ اور دینی عقل اور مذہبی فراست رکھنے والے اصحاب اصل و نقل،
حقیقت و مجاز کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اسلام نے سال میں دو عیدیں مقرر کی ہیں۔ ایک رمضان المبارک کے بعد عید
الفطر اور دوم ماہ ذی الحجہ کو عید الضحیٰ اول الذکر چھوٹی عید اور موخر الذکر کو بڑی عید بھی
کہتے ہیں۔ عید الفطر کے روز مسلمان اس لئے خوشی مناتے ہیں کہ مسلمانوں نے تیس
دن روزے رکھے اللہ کے لئے بھوکے پیاسے رہے۔ نمازیں پڑھیں اور اللہ کا
فرمان بجا لائے۔ چنانچہ اللہ تعالے کے حکم کی بجا آوری میں خوشی اور عید منائی عید
اضحیٰ دراصل ان لوگوں کی عید ہے جو وطن اور اہل و عیال کو چھوڑ کر اللہ تعالے کے گھر
یعنی خانہ کعبہ اور بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے دور دراز سفر کی صعوبتیں اختیار
کر لیتے ہیں۔ اور وہاں اللہ کے گھر میں حاضری دیتے ہیں۔ چنانچہ حاجی لوگ اس
کامیابی اور سعادت کی خوشی میں عید مناتے ہیں۔ ہر دو عیدوں میں لوگ غسل کرتے
ہیں عمدہ نئے کپڑے پہنتے ہیں۔ اور خوشبو وغیرہ لگا کر آپس میں ملتے ہیں اور ایک
دوسرے کو مبارک دیتے ہیں۔ دراصل گویا یہ ہر دو عیدیں اس دنیا میں ایک وقتی تہوار
ہیں۔ لیکن ان ہر دو عیدوں کے پیچھے اسلام کا ایک بڑا بھاری فلسفہ کارفرما ہے۔ جو کہ
ایک عظیم الشان ٹھوس حقیقت و اصل ہے۔ اور یہ اس کی مجازی صورت اور نقل
ہے۔ چنانچہ رمضان کا مہینہ اور اس کی عید تو اہل عقبیٰ، اولیاء، زاہد، عابد اور متقی
لوگوں کی نقل ہے۔ جنہوں نے تمام عمر اللہ تعالیٰ کی سب نافرمانیوں اور گناہوں سے
مرتے دم تک روزہ رکھا۔ اور ایمان کی سلامتی سے دنیا سے رخصت ہو گئے۔
چنانچہ وہ موت کے بعد بہشتی لباس اور جنتی حلے پہنے ہوئے بہشت میں اپنے مومن
بھائیوں سے ملیں گے۔ ایک دوسرے کو ایمان کی مبارکباد دیں گے۔ اور بہشت کی
ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کان نے سنی

ہیں۔ ورنہ کسی دل پر ن کا خیال گذر ہے جیسے کہ یہ ہے الدنیا یوم ولنا فیها صوم یعنی دنیا کی تم حیاتی کو ہم نے یک دن سمجھ رکھا ہے۔ ور ہم س میں للہ تعالی کی تمنا ہی سے روزہ د ر ہیں۔ ور عید لضحی کی عید جسے عید قربان بھی کہتے ہیں۔ ن سرفروش جانباز عاشقان لہی کی نقل ہے جو سر دھڑ ور جان و مال کی بازی لگا کر سر ہتھیلی پر رکھ کر ور محبوب نفس کی قربانی دے کر اللہ تعالی محبوب حقیقی کی طلب میں نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ ور سی دنیا میں س کے دید ر سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت پیر محبوب سبحانی قدس سرہ فرما گئے ہیں۔

شکر للہ کہ نہ مردیم ور سیدیم بدوست
آفریں باد بہ ایں ہمت مردانہ ما

س سے بڑی عید کہتے ہیں کہ اللہ تعالے کے وصال ور س کے لقاء ور دید ر کے مقابلے میں بہشت ور س کی نعمتیں ہیچ ہیں من له المولی فله الکل

دنیا طلب چہ گومیت مغروری
عقبی طلب چہ گومیت مزدوری
مولی طلب کہ داغ مولی داری
در ہر دو جہاں مظفر و منصوری

طالب الدنیا حمق ، طالب العقبی عاقل و طالب المولی کمل

حساب صد ہزار عاقل بمحشر بگذرد یک دم
حساب یک دم عاشق بصد محشر نہ گنجد

ب ہم س جگہ عید قربان ور حج بیت اللہ کے اصل ور نقل کا تھوڑ سا حال بیان کرتے ہیں۔ حج بیت اللہ کی بتد یوں ہوئی کہ اللہ تعالی نے حضرت برہیم علیہ سلام کو آسمانوں پر پنا بیت لمعمور یعنی باطنی قبلۃ القلوب جو اللہ تعالے کی خاص خلوت گاہ ہے دکھلائی کہ س کے نمونے پر مکہ مکرمہ کی فلاں جگہ میں ہمارا گھر ور

عبادت گاہ تیار کرو۔ جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے

وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموت والارض ولیکون من الموقنین

(ترجمہ) اور اسی طرح دکھا دیئے ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کے ملکوت تاکہ اسے یقین ہو جائے چنانچہ اسی نمونے پر حضرت ابراہیمؑ نے مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ تیار کیا اور وہ لوگوں کے لئے پہلی عبادت گاہ بنی۔ اور مسلمانوں پر اس کا حج اور اس کے مناسک یعنی طواف اور قربانی وغیرہ فرض کر دیئے گئے۔ اور اس کے لئے ذوالحجہ کی دسویں تاریخ مقرر کی گئی۔ اور آج تک اس پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔ بیت المعمور آسمانوں میں ایک غیبی لطیف نوری مقام ہے جو فرشتوں کی آماجگاہ ہے اور ان سے معمور ہے۔ اور دن رات فرشتے اس کے گرد طواف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرح طرح کی عبادت اور حمد و ثناء میں مشغول ہیں۔ اور وہ اصل ہے اور بیت اللہ اس کی نقل ہے۔ جہاں حجاج دن رات طواف کرتے ہیں اور حمد و تسبیح پڑھتے ہیں۔ کیونکہ جس طرح بدن کے ساتھ جان اور روح وابستہ ہے اسی طرح ہر ظاہر کے ساتھ باطن اور عالم شہادت کے بالمقابل ایک غیبی لطیف جہان ہے۔ اور ہر دنیاوی معاملے کا اصل غیب میں ہے۔ اور شہادت میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس کی نقل اور ظل ہے۔

یہاں ہم قربانی کا فلسفہ بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ بنانا شروع کیا تو ہر دفعہ خانہ کعبہ کی عمارت گر پڑتی تھی اور قائم نہیں رہتی تھی سو آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں سوال کیا جواب ملا کہ اس کے لئے قربانی دو چنانچہ بار بار زیادہ سے زیادہ اونٹ بطور قربانی پیش کئے گئے لیکن قربانی کا مطالبہ جاری رہا۔ آخر الہام ہوا کہ سب سے محبوب ترین اور عزیز ترین چیز کی قربانی پیش کرو۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے لن تنالو البر

حتی تنفقو مما تحبون (ترجمہ) اے میرے بندو تم نیکی اور میری رضا ہرگز حاصل نہیں کر سکو گے۔ جب تک تم میری راہ میں وہ چیز نہ خرچ کرو گے جو تمہیں محبوب اور پیاری ہے۔ غرض اس بناء پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میری سب سے پیاری متاع میرا محبوب بیٹا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اسے قربان کرنے کا ارادہ کر لیا گیا مگر اللہ تعالیٰ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو محض آزمانا ہی منظور تھا۔ نہ کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنا اور ہلاک کرنا۔ چنانچہ ان کی بجائے بہشت سے دنبہ آ گیا۔ اور اسے چھری تلے دے کر حضرت اسمٰعیلؑ کو بچا لیا گیا۔ اور آج تک حاجی لوگ مقام منیٰ میں اور اس کی تقلید میں باقی مسلمان لوگ اپنے اپنے وطنوں میں بطور سنت ابراہیمی قربانی کے جانور ذبح کرتے ہیں۔ لیکن اس مقابلے میں جو اہل اللہ لوگ بیت المعمور اور دل کا اصلی کعبہ تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اس کے لئے زیادہ محبوب تر چیز اپنے نفس کی قربانی پیش کرتے ہیں۔ اور واقعی نفس اہل بچوں، بہن بھائیوں اور ماں باپ غرض تمام خویشوں سے زیادہ محبوب اور عزیز چیز ہے۔ جیسا کہ حضرت سرور کائنات محمد مصطفےٰ ﷺ نے ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے عمرؓ میں آپ کے نزدیک کس قدر محبوب اور پیارا ہوں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ حضرت آپؐ مجھے اپنے اہل بچوں، بھائی بہنوں اور ماں باپ سے بھی زیادہ عزیز ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے عمرؓ کیا میں تجھے اپنے نفس سے جو تیرے بائیں پہلو میں ہے زیادہ محبوب ہوں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ یا حضرتؐ آپؐ بے شک مجھے اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب معلوم ہوتے ہیں اس پر حضور ﷺ نے فرمایا الان کملت ایمانک یا عمر کہ اے عمرؓ اب تیرا ایمان کامل ہو گیا۔

دنیا میں ہم آئے دن دیکھتے ہیں کہ اسی نفس کی خاطر لوگ اپنے ماں باپ، اہل بچوں اور بہن بھائیوں وغیرہ کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ نیز ہم پچھلے صفحوں میں بیان کر

جاتے ہیں کہ تبوک کی لڑائی سے واپسی پر حضورؐ نے کفار و مشرکین کے ساتھ لڑنے کو جہاد اصغر قرار دیا لیکن نفس کے ساتھ جنگ کو جہاد اکبر بتایا۔ یہ نفس کی قربانی بڑی بھاری اکبر قربانی ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ اپنے حاجیوں اور عاشقوں سے کعبہ اعظم دل کی ستھرائی کے لئے نفس کی بڑی بھاری قربانی طلب کرتا ہے۔ کیونکہ نفس ہی بڑا بھاری آزر و بت گر ہے جو دل کے کعبہ اعظم میں طرح طرح کے کبر، حسد، حرص طمع، شہوت، شرک، کفر اور نفاق وغیرہ کے بت داخل کرتا اور بساتا ہے اور دل کے کعبہ کبریٰ کو بت خانہ بناتا ہے۔

دل کعبۂ اعظم است بکن خالی ز بتاں

بیت مقدس است مکن جائے بت گراں

کیونکہ کافروں کے تراشے ہوئے پتھروں کے ظاہری اور مادی بتوں سے یہ معنوی بت بہت سخت اور خطرناک ہیں۔ بے چارے پتھر کے بت تو مفت میں بد نام ہیں۔ کبھی انسان کو پتھر کے بت نے گناہ کی ترغیب نہ دی ہوگی۔ لیکن نفس اور ہوا کے بڑے بھاری بت نے جہلا تو کیا بڑے بڑے علماء اور فضلاء کو گمراہ کر کے اپنی پرستش پر لگایا ہوا ہے۔ قولہ تعالیٰ

افرءیت من اتخذ الٰهه هوٰه واضله الله علی علم

(ترجمہ) کیا پس تم نے دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی ہوا یعنی خواہش نفسانی کو اپنا معبود بنایا اور باوجود علم کے اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر دیا ہے۔

بے شک اللہ کی راہ میں نفس کی قربانی پیش کرنے سے دل کا کعبہ اعظم قائم اور ستھرا رہتا ہے جو اللہ تعالیٰ رب جلیل کی خاص خلوت گاہ ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی سے ثابت ہے

لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نہ تو آسمانوں میں اور نہ زمین میں سماتا ہوں لیکن

اپنے مومن بندے کے دل میں سما جاتا ہوں۔

شعر حسنت نہ گنجد در زمین و آسمان
لیک حیرانم کہ اندر سینہ چون جا کردہ

کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت سرور دو جہاں ﷺ اپنے اصحاب کے ہمراہ خانہ کعبہ کے سائے میں بیٹھے تھے۔ اور خانہ کعبہ کی تعظیم اور حرمت کی بات ہو رہی تھی۔ آپ نے اس وقت خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے اور اسے مخاطب کر کے فرمایا کہ اے کعبہ! تو بے شک حرمت اور عزت کا گھر ہے لیکن ایک مومن کا دل تجھ سے بڑا درجہ رکھتا ہے جیسے کہ مولانا روم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مثنوی

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاران کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ بنگاہ خلیل آزر است
دل گذرگاہ جلیل اکبر است

ایک دوسرے حدیث میں یوں آیا ہے۔

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام المومن افضل عند اللہ من الکعبۃ والمومن اطیب واطہر والمومن اکرم علی اللہ من الملئکۃ

(ترجمہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مومن اللہ تعالے کے نزدیک خانہ کعبہ سے افضل ہے۔ اور مومن اللہ تعالے کے ہاں فرشتے سے بھی پاک صاف اور عزت والا ہے۔ ایک دوسرے مقام پر آں حضرت ﷺ نے مومن کے دل کی نسبت یوں فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص خانہ کعبہ کے غلاف کو جلا دے اور اس کی عمارت کو گرا کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دے۔ اس سے مومن کے دل کو آزار پہنچانا بڑا بھاری گناہ ہے۔ کسی نے اس حدیث کا اردو ترجمہ اس بیت میں خوب کیا ہے۔

مسجد کو کھود ڈالیے مندر کو پھونکیے
دل کو نہ توڑیے یہ خدا کا مقام ہے۔

مولانا روم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

مثنوی

ابلہان تعظیم مسجد مے کنند
در جفائے اہل دل جد مے کنند
آن مجاز است این حقیقت اے خران
نیست مسجد جز درون سروران

مسجد ے کہ در درون ولیاء ست
سجدہ گاہے جملہ است آنجا خدا است

ترجمہ مادی سوجھ بوجھ و ے بے وقوف وگ مسجد آب وگل یک مجازی صورت ہے۔ ور مومن ہل اللہ کا دل س کی حقیقت ہے۔ اصلی مسجد مگر ان ہل اللہ پاک وگوں کا دل صلی مسجد جو ولیاء اللہ کے دوں میں ہے وہ تمام مخلوقات کی سجدہ گاہ کیوں کہ س میں معبود برحق خلوت نشین ہے۔

یاد رہے کہ دل یہ گوشت کا گاؤدم وتھڑا نہیں ہے جو بائیں جانب نسانی جوف کے ندر لٹک رہا ہے۔ جو غلیظ گندے خون سے بھرا رہتا ہے۔ بلکہ صطلاح تصوف میں دل نسانی جسم میں یک وسیع ور عظیم شان نوری جوہر ور حق نما آئینہ ہے کہ جب وہ اللہ تعالی کے نوری سم ذات سے روشن ور تابندہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالی رب جلیل کا جلوہ گاہ بن جاتا ہے۔ ور فرشتوں ور ملائکہ بلکہ تمام مخلوقات کا سجدہ گاہ بن جاتا ہے۔ آدم علیہ سلام کو خلافت عظمی سے سرفراز فرمانے ور س کے ندر پنی روح پھونکنے ور تمام سماء سکھانے ور س کے سر پر تاج ولقد کرمنا بنی ادم رکھنے ور سے ملائکہ کا مسجود بنانے میں یہی راز مضمر تھا۔ بیت

گر نبودے نور حق ندر وجود
کے ملائک خاک را کردے سجود

غرض دل جب اللہ تعالی کے فضل وکرم سے آئینہ حق نما بن کر اللہ تعالی کے ذاتی نور سے منور ہو جاتا ہے تو اس میں عظیم شان وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ ور تمام کائنات اس میں رائی کے دانے کے برابر نظر آتی ہے۔ اسی لحاظ سے بزرگان دین نے ایسے دل کو عرش اللہ، قلزم کے بحر عمیق ور وقف قدس سے تشبیہ دی ہے۔ جیسے کہ ہمارے روحانی مربی حضرت سلطان العارفین قدس سرہ اپنے پنجابی دوہے میں فرما گئے ہیں

دل دریا سمندروں ڈونگھے کون دلاں دیاں جانڑے ھو

چوداں طبق دلے دے اندر جتھے عشق تمبوُ تانڑے ھو

اسی حقیقت کو حضرت پیر محبوب سبحانیؒ نے اپنے قصیدے کے ایک بیت کے اندر

یوں ادا فرمایا ہے

نظرت الی بلاد الله جمعا

کخردلة علی حکم اتصال

یعنی جب میں نے اللہ تعالیٰ کی تمام کائنات کی طرف نگاہ ڈالی تو وہ تمام مجھے اپنے دل کے آئینہ میں رائی کے ایک دانے کے برابر نظر آئے۔ نہیں دیکھتے کہ آنکھ کی پتلی کس قدر چھوٹی چیز ہے مگر نور بصیرت کی وجہ سے تمام زمین و آسمان اس میں نظر آجاتے ہیں۔ اسی طرح جب عارف سالک کے دل کا سواد سویدا اللہ تعالیٰ کے نور سے منور اور ہویدا ہو جاتا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کا ذاتی غیر مخلوق نور جلوہ نما ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کے سامنے تمام مخلوق یعنی زمین و آسمان بلکہ چودہ طبق کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے۔ حضرت صاحبؒ نے ان ابیات میں دل کی وسعت کا کیا عمدہ نقشہ کھینچا ہے۔

بیت

چرخ است حقا در دولت سرائے دل

عرش است پردہ حرم کبریائے دل

دل آن چنان کہ ہست اگر جلوہ گر شود

نہ اطلس سپہر و اغبر قبائے دل

اگر رگے کہ زیر پوست بخون تو رشتہ است

یوسف شود ز پرتو نور صفائے دل

باشد چہ ذرہ ہم کہ شد محمل سپہر

رقص اجمل کنند زبنگ درنے دں

دست ز کتاب خنہ یونانیں بشو

صد شہ عقل گرد سہ روستائے دں

خانہ کعبہ کو باطن حقیقی قبلہ قلب کے نمونے پر بنایا گیا ہے۔ ور حجر سود کو دل کے سود سوید کے طور پر اس میں قائم کیا گیا ہے۔ جیسے کہ س کی نسبت اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ حجر سود بہشت کا یک نوری پتھر تھا جسے بہشت سے اٹھا کر یہاں لگا دیا گیا ہے۔ ور جو حاج سے بوسہ دیتے ہیں۔ ن کے گناہ اس میں دھنس جاتے ہیں جس سے وہ سیاہ ہو گیا ہے۔ غرض یہ س عارف کامل کے دل کی مثال ہے کہ جو اللہ کے نور سے منور ہو جاتا ہے۔ ور جب لوگ تعظیم وتکریم کی وجہ سے س کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں تو ن کے گناہوں کو س کا دل جذب کرتا ہے۔ ور س کے دل کا سود سوید ضرور مکدر ور تاریک ہو جاتا ہے۔ ظاہر بین نفسانی لوگوں کے حج ور اللہ تعالی کے برگزیدہ اہل باطن اولیاء اللہ کے حج میں زمین ور آسمان کا فرق ہے۔ چھوٹے نادان، کم فہم بچے لکڑی کے گھوڑوں پر سوار ہو کر ور چھڑیوں کے نیزے اٹھا کر نیزہ بازی ور گھوڑ دوڑ کا شوق پورا کرتے ہیں۔ چھوٹی بچیاں پرانے چیتھڑوں ور کپڑوں کی گڑیاں ور پڑوں کی شادی بیاہ رچاتی ، سہرے گاتی ور ان سے دل بہلاتی ہیں۔ غرض بچیوں ور بچوں کا یہ نقلی کھیل ور مشغلے اصلی گھوڑ دوڑ ور حقیقی شادی کی محض نقل ہے۔

شیر قالیں ور ہے شیر نیستاں ور ہے

اہل باطن سالک اہل اللہ لوگ اللہ کی راہ میں جان ور سر دھڑ کی بازی لگاتے ہیں ور نفس کا سر کاٹتے ہیں۔ ور ظاہر بین نفسانی لوگ نفس کے بدلے دنبے، بکرے ور جانوروں کو ذبح کر ڈالتے ہیں، ور سر کے بدلے محض سر کے بال کٹواتے ہیں۔ س سر کی بازی میں اہل اللہ کی راہ میں جب کبھی شیطان ور ابلیس حائل ہو کر رکاوٹ

ڈلت ہے تو وہ حصی ابلیس کو بطنی پتھروں سے سنگ رر کے رستہ صاف ر یتے
ہیں۔لیکن نفسانی بچھڑے مٹی ور پتھر کے فرضی مناروں کی طرف چند کنکریاں پھینکنے
پر کتفا ر یتے ہیں۔ ور خون کا ٹیکہ لگا کر شہیدوں میں نام لکھو تے ہیں۔لیکن اصل
کجا ور نقل کجا

چہ نسبت مردہ کجا زندہ آفتاب کجا
ببیں تفاوت راہ ز کجاست تا بکجا

غرض حاجی حرم ور ہیں ور حاجی کرم ور حاجی بطن ور ہیں ور حاجی باطن ور حاجی
ثواب اور ہیں اور حاجی بے حجت ور حاجی ثواب محض خانہ کعبہ آب وگل کا طواف کر
کے ثواب کے امیدوار ہوتے ہیں۔لیکن جس وقت اہل اللہ حاجی بے حجت حج
کرنے جاتے ہیں تو وہاں صاحب خانہ تعالیٰ سے ملاقی ور مشرف دیدار ہوتے
ہیں ور جب مدینہ منورہ جا کر روضہ پر حاضر ہوتے ہیں تو حضور پر نور نبی کریم ﷺ
اپنے روضہ ور تربت مبارک سے باہر آ کر نہیں مشروحاً نیز یارہ سے مشرف
فرماتے ہیں۔ ور مصافحہ ور معانقہ فرما کر دولت باطنی سے مالا مال فرماتے ہیں۔ ور
حرمین شریفین کا نور دائمی طور پر ن کے دل کے ندر ہمیشہ کے سے جلوہ گر ہو جاتا
ہے ن کی حالت یسی ہو جاتی ہے جیسے کہ ہمارے روحانی پیشوا حضرت سلطان
عارفین رحمۃ اللہ کے ن فارسی ور ہندی بیت سے ہوید ہے۔

بیت فارسی

کعبہ ر در دل بہ بینم جب کرم بود ے فدا
در مدینہ دائما ہم مجسم با مصطفےٰ

پنجابی بیت

باہو باغ بہار کھڑیا نرگس ناز شرم دا ہو
دل وچہ کعبہ صحیح کیتو سے پاکوں پاک پرم دا ہو

جا ب طب طوف تم ی حب حضور حرم د ھو

گیا جب تھیو سے جا کی حضرت باہو اللہ اختیار ہ حرم د ھو

ہم عرف ن حصہ ول میں حضرت دم علیہ س م کے پید ئش کے ندر سی قدر نفس کی حقیقت پر روشنی ڈل چکے ہیں۔ کہ جس وقت دم علیہ س م کا پتہ تیار ہو رہا تھا۔ تو ابلیس لعین نے حسد و بغض کی وجہ سے دم علیہ س م کی لاش پر تھوک دیا تھا۔ ور اس لعین کی تھوک ناف کی جگہ پر جا پڑی تھی۔ جس سے دم علیہ س م کے وجود کے ندر نفس کی بنیاد پڑ گئی تھی۔ ور یہاں سے دم علیہ س م اور اس کی نسل میں شیطانی کبر، نانیت ور خودی کا مضبوط مورچہ قائم ہو گیا۔ ور یہی دم علیہ س م کے بہشت سے نکلنے کا موجب اور باعث بن گیا تھا۔ بیت

نفس کافر چدے ہل زشت

نفس دم رہبر دور و ز بہشت

ب سی نفس و ہو کی بیخ کنی ور ستیصال سے ہی دم ور دی و پس بہشت کے دخول کا مستحق ور حق در بن سکتا ہے۔ قولہ تعالی

و اما من خاف مقام ربہ و نہی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی

(ترجمہ) ور جو شخص اللہ کے سامنے حساب کتاب کے لئے حاضر ہونے سے ڈرا ور نفس کو ہو سے روکا۔ پس جنت س کا ٹھکانا بن گیا۔ نفس کی خودی نانیت ور ہستی کو جب تک نہ مٹایا جائے۔ نسان کے لطیفہ قلب کا ملکوتی جسہ زندہ نہیں ہوتا۔ ور سی پاک ملکوتی جسے کے بغیر نسان بہشت میں دخل نہیں ہو سکتا۔ نہیں دیکھتے کہ دانہ ور تخم جب تک زمین کے ندر پنے آپ کو مٹا نہیں دیتا ہرگز سر سبز نہیں ہوتا۔ ور نہ پھلتا پھولتا ہے۔ سو نفس کی فنا میں س کی بقا ہے۔ اور اسے اپنی خودی کو بلند کرنا ور قائم رکھنا س کی تباہی کا موجب ہے۔ کیونکہ س طرح وہ خدا کا شریک بن جاتا

ہے۔ اس سے حدیث قدسی میں آیا ہے الکبریاء ردائی لا اشرک فیہ غیری (ترجمہ) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کبر میری چادر ہے۔ میں اس میں کسی غیر کو شریک نہیں کرتا۔ اور دوسری حدیث میں آیا ہے ومن کان فی قلبہ ذرۃ من تکبر ا یدخل الجنۃ یعنی جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر اور انانیت ہوگی وہ بہشت میں ہرگز داخل نہ ہوگا۔ دیکھو یہاں اس حدیث کی کیسی آیت

واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی

سے کیسی عمدہ تطبیق ہو رہی ہے۔ اب بھی اگر کوئی نفس کو نہ پہچانے۔ اور اس کی خودی کو بلند کرتا پھرے تو یہ اس کی اللہ تعالیٰ سے بیگانگی اور جہالت کی علامت ہے۔ کیوں کہ نفس کی پہچان میں ہی رب کی پہچان ہے۔ حدیث شریف من عرف نفسہ فقد عرف ربہ یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ اور جس نے اپنے نفس کی اللہ کی راہ میں فنا کے راز کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کی بقا کے راز کو جان لیا۔ حدیث من عرف نفسہ بالفناء فقد عرف ربہ بالبقاء یعنی جس شخص نے نفس کو اللہ کی راہ میں فنا کر دیا۔ وہ اللہ کے ساتھ زندہ جاوید ہو گیا۔ مذکورہ حدیث کی اس حدیث سے پوری تطبیق ہوتی ہے۔ حدیث قدسی

من عرفنی فقد احبنی ومن احبنی فقد عشقنی ومن عشقنی فقد قتلتہ ومن قتلتہ فعلی دیتہ وانا دیتہ

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھے پہچان لیتا ہے وہ میرا محب بن جاتا ہے۔ اور میرا محب بعد میرا عاشق بن جاتا ہے۔ اور جو میرا عاشق بن جاتا ہے۔ میں اسے قتل کر دیتا ہوں اور جسے میں قتل کر دیتا ہوں اس کی دیت اور خون بہا مجھ پر لازم ہو جاتی ہے۔ اور اس کی خون بہا کے بدلے میں اس کا ہو جاتا ہوں۔ اور اسے اپنے نور سے زندہ جاوید بنا دیتا ہوں۔ نفس کے قتل کرنے اور مٹانے سے یہ مراد ہرگز

نہیں ہے کہ اسے ریاضت، مجاہدے اور بھوک پیاس سے ہلاک کر دیا جائے۔ یہ تو
ایک قسم کی خودکشی ہے جو حرام ہے۔ بلکہ اس کے مذموم حیوانی خواہشات اور بدنفسانی
عادات کے بدلے سے عمدہ شرعی اخلاق سے متخلق اور پاک روحانی صفات سے
متصف کر دیا جائے۔ اور یوں اسے حیوانیت کے درک اسفل سافلین سے نکال کر
انسانیت کے اعلیٰ احسن تقویم پر پہنچا دیا جائے۔ اور پھر ناسوت کے سفلی مراتب سے
ملکوت کے اعلیٰ مدارج پر چڑھا دیا جائے۔ اور یہ اس کے لئے گویا بطور موتوا قبل
ان تموتوا معنوی موت اور روحانی زندگی بن جاتی ہے۔ اور سلوک کے باطنی
راستے میں سالک کو کئی موقعوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ بقول رومی صاحبؒ

یک بار میرد ہر کسے بیچارہ جامی بار بار

اب نفس کے قتل اور دل کی زندگی کی دلیل قرآن کریم سے پیش کرتے ہیں قولہ
تعالیٰ

واذ قال ابراهيم رب ارني كيف تحي الموتى قال اولم تومن
قال بلى ولكن ليطمئن قلبي قال فخذ اربعة من الطير فصرهن
اليك ثم اجعل على كل جبل منهن جزء ثم ادعهن ياتينك سعيا
واعلم ان الله عزيز حكيم

(ترجمہ) اور جب سوال کیا ابراہیم علیہ السلام نے کہ اے میرے رب مجھے دکھا
دے کہ تو مردے کس طرح زندہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ کیا تو نہیں
مانتا کہ میں مردے زندہ کرتا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ میرا ایمان تو
ہے۔ لیکن اے رب اس سوال سے میری مراد نفس کا اطمینان اور دل کی زندگی
ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیمؑ چار پرندے لے اور انہیں اپنے ساتھ
سدھا اور ہلا۔ پھر ان میں سے بعض کے ٹکڑے مختلف پہاڑوں پر رکھ دے اور انہیں
بلا تو وہ تیری طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ اور تو جان لے گا کہ اللہ تعالیٰ غالب

حکمت والا ہے۔یہاں پرندوں سے مراد مختلف انسانی خصائل اوصفات ہیں۔جیسے
خروس شہوت، طاؤس، زینت کبوتر ہوا اور زاغ حرص وغیرہ جو اگر وحشی اور جنگلی
ہوں تو سرکش اور خودسر ہوتے ہیں۔لیکن اگر انہیں باز کی طرح سدھایا اور سکھایا
جائے تو وہ مالک کے اشارے پر کام کرتے ہیں۔اسی طرح ایک غیر شرعی فاسق،
فاجر یا کافر مشرک آدمی کے خصائل اور عادات وحشی اور سرکش جنگلی جانور کی طرح
ہوتے ہیں کہ جدھر منہ آیا شتر بے مہار کی طرح چل دیا۔لیکن جب کوئی سالک، مالک
اس کی ناک میں شریعت اور مذہب اسلام کی نکیل ڈال دیتا ہے تو جدھر مالک چاہتا
ہے اسے لے جاتا ہے۔اس کے بعد سالک کے لئے طریقت میں اللہ تعالیٰ کی
معرفت اور محبت کی روحانی اور باطنی موت کی باری آتی ہے کہ جب سالک اپنے
نفس کو اللہ کی محبت اور عشق کی چھری سے ہلاک کر دیتا ہے تو اس وقت یہ خواہشات
نفسانی اور جذبات انسانی اس طرح معدوم ہو جاتے ہیں کہ گویا انہیں کچل کر اور ریزہ
ریزہ کر کے کہیں دور پہاڑوں پر رکھ دیا گیا ہے۔اس بات کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں
جنہوں نے اس محبت کی سچی وادی میں قدم رکھا ہو یا کم از کم عشق مجازی میں مبتلا ہو
ہو کہ انسان اپنی اس دھن میں اپنی نفسانی خواہشات تو کیا کھانے پینے سے بھی رہ
جاتا ہے جیسا کہ کسی عارف کا شعر ہے۔

شتر چوں مست مے گردد دہانش ز علف بندد
گر تو عاشق حقی چہ میل تو با خورست

العشق نار یحرق ماسوی المحبوب یعنی عشق ایک آگ ہوتی ہے۔جو
محبوب کی محبت کے سوا باقی تمام جذبات کو جلا دیتی ہے۔اس کی ادنیٰ مثال یہ ہے
کہ جب موسم گرما کے سخت دنوں میں روزہ دار کو شدت کی پیاس لگی ہو تو اس وقت
گو بھوک بھی موجود ہوتی ہے۔لیکن پیاس کی شدت کے سبب وہ معدوم ہو جاتی
ہے۔اسی طرح انسانی جذبات اور نفسانی خواہشات کو بجھا دیا جائے کہ وہ سالک کے

وجود سے محبت کی شدت کے وقت بکل معدوم ہو جتے ہیں۔ پھر جب وہ اللہ تعلے کے وصل سے سیرب وربہرہ ییب ہو جتا ہے تو پھر اللہ تعلی سلک کے تمم دلی ور نسنی جذبت کو پنے مر سے زندہ کرکے بدتا ہے ور وہ اس غئب حکمت وے کے مر سے پھر سلک کے وجود کی طرف وٹ ر جتے ہیں۔

ربی

ور بند جہں مبش و آزو بزی
و زبدہ خرب گردد آبد بزی
تا زندہ ز مرگ نبشی یمن
یک بر بمیرتا ابد شود بزی

جولوگ نفس کی حقیقت سے بے خبر ہیں وہ بےچری نفس کے قتل، س کی قربنی ورول کے لطیفہ کی زندگی ور قلب قلب کی نتو ری کے رزہے سربستہ کو کیا جنیں۔

ب اس نفس کے قتل کی دلیل ور تو جیہ بیت کی جتی ہے۔ کیوں کہ ظہر بین کتبی نفسنی عم جو نفس کی حقیقت سے بے خبر ہیں وہ ہر بت کے لیے قرآن سے دلیل چہتے ہیں۔ ور گر قرآنی آیت پیش کی جے تو وہاں س کی عجیب وغریب دور ز عقل تاویلیں ور توجیہیں کرتے ہیں۔ ن آیتوں میں نفس کے قتل کا صریح حکم ہے قوہ تعلی

ولو انا كتبنا عليهم ان اقتلوا انفسكم او اخرجوا من دياركم ما فعلوه الا قليل منهم ولو انهم فعلوا ما يوعظون به لكان خيرا لهم واشد تثبيتا واذا لاتيناهم من لدنا اجرا عظيما ولهديناهم صراطا مستقيما

(ترجمہ) ور گر ہم ن پر یہ بت فرض کردیتے کہ پنے نفسوں کو اللہ کی رہ میں قتل

کرڈ ویں کی حساب میں اپنے وطن سے نکل جاؤ تو نہیں کر سکیں گے۔ یہ ہم کام مگر
ن میں سے بہت تھوڑے۔ گر وہ یہ کام کر لیں جس کی نہیں تلقین کی جاتی ہے تو ن
کے سے یہ کام بڑے خیر اور بھاری ثو ب کا کام ہو گا۔ ور ہم اس کے بدے نہیں
جر عظیم عطا کریں گے۔ ور نہیں صر ط مستقیم کی طرف ہد یت کریں گے۔ نیز موی
عیہ سلام کی قوم کو سونے ور چاندی کے بچھڑے کی پرستش کی پاداش میں نفس کے
قتل کا امر ور حکم ہو تھا۔ قوہ تعالی واد قال

موسی لقومہ یقوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبو
الی بارئکم فاقتلو انفسکم ذلکم خیر لکم عند بارئکم فتاب علیکم
انہ ھو التواب الرحیم

(ترجمہ) ور جب موی عیہ اسلام نے پنی قوم سے فرمایا۔ ے میری قوم! تم
نے (سونے ور چاندی) کے بچھڑے کو پنا معبود بنانے سے پنے وپر ظلم کیا۔ پس
پنے رب کے سامنے توبہ کرو ور پنے (سونے چاندی پوجنے وے) نفوں کو قتل
کرو۔ یہ بات للہ تعالے کے نزدیک تمہارے سے بہت بہتر ہے۔ پس س طرح
اللہ تعالی تمہاری توبہ قبول فرمائے گا۔ بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔
یہاں گو نفس کے قتل کا صریح مر ہے۔ لیکن ظاہر بین پنے نفس کی حقیقت سے بے
خبر لوگ س کو مادی عقل سے منطبق کرنے کے سے بہت دور کی کوڑی لاتے ہیں۔
ور پنی تاویل میں پنے نفس کو تو بچا تے ہیں۔ لیکن بنی اسرئیل کے لاکھوں آدمیوں
کو معمولی غلطی کی پاداش میں تہ تیغ کر ڈ تے ہیں۔ بھلا یہ کس قدر مضحکہ خیز تاویل
ہے۔ حالانکہ موی عیہ سلام جب کوہ طور سے و پس آئے۔ ور پنے بھائی ہارون پر
ناراض ہونے کے بعد سامری کو بد دعا دی ور س کے بچھڑے کو جلا کر س کی راکھ
دریا میں بہا دی۔ اس وقت تمام بنی سرئیل پنے کیے پر نادم ور پشیمان ہو گئے تھے
ور حدیث میں آیا ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ یعنی گناہ سے توبہ

کرنے والا یہ ہوتا ہے۔ کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ پھر انہیں خود بخود قتل کرنا کس قدر ظلم اور اندھیر ہے۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام ایک کافر قبطی کو مکا مار کر قتل کرنے کو بھاری گناہ سمجھتے ہیں۔ اور بار بار اس کے لئے معافی مانگتے ہیں۔ اور ممکن ہے وہ کافر واجب القتل ہو۔ قولہ تعالیٰ

فاستغاثه الذي من شيعته على الذي من عدوه فوكزه موسى فقضى عليه قال هذا من عمل الشيطان انه عدو مضل مبين قال رب انى ظلمت نفسى فاغفر لى فغفر له انه هو الغفور الرحيم

یہاں پر موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے آدمی کو چھڑانے کے لئے مکا مارا۔ حالانکہ اسے قتل کرنے کے ارادے سے نہیں مارا تھا۔ لیکن اتفاقاً وہ مر گیا۔ لیکن موسیٰ نے اس غلطی کو کتنی بھاری اہمیت دی اور اسے شیطانی عمل سے موسوم کیا اور بار بار اس گناہ کی معافی چاہتے رہے۔ سو ظاہر بین لوگوں کی اس قسم کی تاویلیں نفس کی حقیقت سے بے خبری کی پیداوار ہیں۔ اور یہ لوگ قرآنی آیات بینات کی اس طرح کی دور از عقل تاویلیں کر کے حق کا بیڑا غرق کر دیتے ہیں۔ نفس کے قتل کی تاویل میں ان ظاہر بین بیچاروں نے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ لیکن نفس کی حقیقت سے بے خبری کے سبب کہاں دور جا پڑے۔ کہ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کے ان لاکھوں انسانوں کو جنہوں نے چند روز غلطی سے بچھڑے کی پوجا کی تھی۔ حکم دیا کہ ان کی مشکیں باندھ دی جائیں اور انہیں گھٹنوں بٹھا دیا جائے۔ اور بنی اسرائیل کے ان لوگوں کو جنہوں نے بچھڑا نہیں پوجا تھا۔ حکم دیا کہ اپنے بھائی بندوں کی گردنیں اڑا دو۔ پھر ان پر اسی وقت ایک ایسی تاریک آندھی چل پڑی کہ کسی کو کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ تا کہ کوئی شخص اپنے خویش و اقارب کے قتل میں جھجک محسوس نہ کرے۔ اسی طرح لاکھوں انسانوں کو بے دریغ تہ تیغ کر دیا گیا۔

واضح ہو کہ قرآن کریم ایسا جامع کلام ہے کہ اس سے ہر قسم کا ادنیٰ، اعلیٰ، عام

خاص ور ہل ظاہر و باطن وگ پنی پنی مطلب نکال کر وگ س پر عمل پیر ہو سکتے ہیں۔ ور پنی ستعد د ورقابلیت کے مطابق فیض یاب و رہبرہ ور ہو سکتے ہیں۔ جیسے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے اوتیت جوامع الکلم یعنی جامع کلام عطا فرمایا گیا ہے۔ س سے ہر دو قرآن وحدیث مقصود ہے۔

سلام کے معنی تسلیم کرنے کے ہیں۔ ور سلام ہی دراصل تسلیم و رضا کا مذہب ہے۔ ور حضرت براہیمؑ ہی س مذہب کے بانی مبانی ور سے اس نام سے موسوم کرنے و لے ہیں قو ل تعالی

و ما جعل عیکم فی الدین من حرج ملۃ بیکم ابراہیم ہو سمکم المسلمین

(ترجمہ) اللہ تعالی نے اس دین میں تم پر کوئی تکلیف ور حرج نہیں رکھا۔ یہ تو تمہارے باپ براہیمؑ کا مذہب ہے۔ ور اس نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے۔ غرض مسلم س کو کہتے ہیں جو اللہ تعالی کی تقدیر کے آگے گردن رکھ دے ور س کے مر میں چوں چرا نہ کرے۔ بلکہ اللہ تعالے کے ہر مر کو صبر ور تحمل سے برداشت کرے۔ سو یہ مذہب ہر قسم کے حرج ور تکلیف سے پاک ہے۔ برخلاف س کے دیگر دیان مثلاً عیسوی موسوی مذہب، بدھ مت ور ہندومت وغیرہ کے ندر راہبوں، لاماؤں ور جوگیوں نے پنی ریاکارانہ ور غیر شرعیہ فعل کی تختہ نارو مجاہدوں ور ریاضتوں سے حرج ور تکلیف کے مذہب بنا دیا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی اللہ تعالے نے حضرت براہیمؑ کو خطاب فرمایا ہے۔ ہر جگہ آپ کی صفت تسلیم و رضا کو سراہا ہے۔ جیسا کہ رشاد ہے۔ قولہ تعالے اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العلمین یعنی جب اللہ تعالے نے نہیں فرمایا کہ اے براہیمؑ تسلیم و رضا ختیار کر۔ تو نہوں نے عرض کیا کہ میں رب العلمین کے ہر مر کے آگے تسلیم و رضا ختیار کرنے و لا ہوں۔ ور راہ سلوک باطنی میں تسلیم و رضا بڑا بھاری مقام ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

ومن احسن دینا ممن اسلم وجهه لله وهو محسن واتبع ملة ابراهيم حنيفا

(ترجمہ) اور ایسے دین سے کون سا دین عمدہ اور بہتر ہو سکتا ہے جس کا پیرو اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھے۔ اور وہ احسان کرنے والا ہو۔ اور ابراہیم کی ملت سلام اور توحید کا پیروکار بن جائے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے وان من شيعته لابراهيم اذ جاء ربه بقلب سليم (ترجمہ) اور تحقیق نوح کے پیروؤں میں سے ابراہیم تھے جو آئے اپنے رب کی طرف قلب سلیم کے ساتھ یعنی ایسے دل کے ساتھ جو تسلیم و رضا کی صفت سے موصوف تھا۔ قولہ تعالیٰ ربنا

واجعلنا مسلمين لك ومن ذريتنا امة مسلمة لك

(ترجمہ) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسمعیل علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے وقت یہ دعا مانگی۔ اے اللہ ہمیں مسلمان (یعنی اہل تسلیم و رضا) بنا۔ اور ہماری اولاد کو بھی پیکر تسلیم و رضا بنا۔ اور پھر ارشاد ہے۔

فلما اسلما وتله للجبين وناديناه ان يا ابراهيم قد صدقت الرؤيا

(ترجمہ) اور جب حضرت ابراہیم اور اسمعیل ہر دو نے تسلیم و رضا اختیار کر لیا اور اسے ماتھے کے بل لٹا دیا۔ ہم نے اسے پکار کر کہا اے ابراہیم تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ یہاں ماتھے کے بل لٹانے سے صرف تسلیم و رضا کے آگے نفس کی گردن جھکانا اور سر بسجود ہونا مراد و مقصود ہے۔ غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی اللہ تعالیٰ کی ہر آزمائش اور امتحانی امور میں پیکر تسلیم و رضا اور اسی صفت تسلیم و رضا کے سبب آپ کو تمام اسلامی ملت کا پیشوا گردانا گیا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

واذ ابتلى ابراهيم ربه بكلمات فاتمهن قال اني جاعلك للناس

اماما

(ترجمہ) ورجب آزمایا ں کے رب نے برہیم علیہ سلام کو چند امور میں۔ تو وہ ن آزمائشوں میں پور ترے۔تب رب نے سے فرمایا۔کہ ے برہیم علیہ سلام ب ہم تمہیں وگوں کا پیشو ور مام بناتے ہیں۔سو ن آزمائشی مور میں دو بڑے ہم مور تھے۔یک تبلیغی مرتھ اور دوم ہجرت کا مرتبلیغی مرتھیو ور بابل کے بڑے جابر ور قاہر فرمان رو نمرود کے خلاف تھ جس نے خد ئی کے دعوے کر رکھا تھ۔ ور پنے مختلف مجسمے بنو کر وگوں کو ن کے پوجنے اور پرستش پر مجبور ور مامور کیا ہو تھ۔ یسے متکبر، سرکش، ظام ور سفاک بادشاہ کی خد ئی کا نکار کرنا ور اس کی رعیت کو پرستش سے روکنا ور خد ے وحد پر یمان لانے کی دعوت ور ترغیب دینا کوئی آسان کام نہیں تھ۔بلکہ پنے سر کو ہتھیلی پر رکھ کر پنے نفس کو قربان کرنے کے بر بر تھ۔لیکن آپ نے بڑے صبر ور ستقلال سے س آزمائش کو نبھایا۔دوسر متحان پنی بیوی حضرت ہاجرہ ور پنے کلوتے فرزند حضرت سمعیل علیہ سلام کو وادی مکہ کے یسے بنجر جاڑ چٹانوں پر محض اللہ تعالےٰ کے توکل ور بے یار و مددگار کیلئے چھوڑنے کا تھ۔جہاں نہ تو کہیں پانی کا نام ونشان تھ ور نہ کھانے کا کوئی سامان تھ۔غرض یہ بھی پنے نفس کو تسلیم ورضا کی چھری سے ذبح ور قتل کرنے کے مترادف تھ۔غرض یچ یچ حضرت برہیم تسلیم ورضا کے مجسم پیکر تھے۔ ور خنجر تسلیم ورضا سے پنے نفس کو قتل کرنے و ے ور س کے بدلے ہر دو عالم صغر آب وگل ور عالم عظم قلب ودل کو زندہ ور قائم کرنے و ے تھے۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر ست

رجوعات خلق، عزوجاہ ورشہرت بتد ئے حال میں سالک کے ے سم قاتل کا حکم رکھتے ہیں۔ بتہ جب س کا سلوک ختم ہو جاتا ہے۔ ور پنی منزل مقصود کو پہنچ جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے قرب وصال ورمشاہدے سے مشرف ہو جاتا ہے۔تو پھر

گر اللہ تعالیٰ سے جو ہرو رفعنا لک ذکرک پنی مخلوق میں معزز و رممتاز فرما دے ور

ہژدہ ہزار عالم علوی و رسفلی کے ندر مشہور و رمعروف بنا دے تو اس وقت سے کچھ

نقصان نہیں پہنچتا۔ اس سے حاصل کو چاہیئے کہ ثنائے سلوک وصب میں شہرت ور

نگشت نمائی سے حتیٰ الوسع پرہیز رے۔ عارف زندہ دل لوگ مدئکہ ورفرشتوں ور

روح کو دیکھتے ہیں ور ن سے مدقی ہو ر ن سے ستفادہ حاصل رتے ہیں۔

کیوں کہ اللہ تعالیٰ نہیں یک نوری لطیف غیبی جسہ عطا فرماتا ہے۔ ور اس کے باطنی

حواس کھول دیتا ہے۔ ن غیبی لطیف مخلوقات کا دیکھنا ظاہری حواس کا کام ہرگز نہیں

ہے۔ ور نہ مادی جزوی عقل والے ن باتوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ ور نہ باور رسکتے

ہیں۔ کیوں کہ عام نفسانی لوگ گرچہ ظاہری مادی جسموں سے زندہ ہیں۔ ور ظاہری

حواس سے دنیا کی چیزیں دیکھتے ہیں۔ لیکن باطنی دنیا سے بے خبر ہیں۔ کیوں کہ ن

کے قلوب عالم غیب میں مادے کے غلاف وڑھے ہوئے بے خبر سوتے ہیں۔ یہ لوگ

مادی دنیا کے رحم میں چھوٹے بچے ور جنین کی طرح پڑے پھرتے ہیں۔ ور روحانی

دنیا کے عالم کبیر میں بھی پیدا ہی نہیں ہوئے۔ سو دنیا کے س وسیع مکان کے ندر

جس کا فرش زمین ور چھت سمان ہے۔ تمام نفسانی لوگ سوئے ہوئے ہیں۔ ور

ہل اللہ بیدار ہیں سوئے ہوئے پنے پ سے ور غیروں سے بے خبر ہوتے ہیں۔

لیکن بیدار لوگ ظاہری ور باطنی دنیا میں نظر ور پنے رد گرد کی چیزوں سے گاہ

ور باخبر رہو تے ہیں۔

مدئکہ ور فرشتوں کے ظہور کا مخصوص وقت نصف رات کے بعد طلوع فجر تک

ہے۔ سی وقت میں ن کا ظہور ور حاضرت بہت جلدی ور سانی سے ہوتا ہے۔

ن کی حاضرت ور مد کے وقت یک خاص قسم کی بھینی بھینی خوشبو نے لگتی ہے۔

عبادت، طاعت، ذکر، فکر ور تلاوت میں لذت ور فرحت نے لگتی ہے۔ گاہے

رقت طاری ہو جاتی ہے۔ وجود بھاری ور ثقیل معلوم ہوتا ہے۔ مدئکہ کی تجلی ور نور

بقل سفید برق ہوتا ہے۔ ن کی طرف سے تجلیات ور ہہات سر کے اوپر ید
دئیں طرف خوشبو کے ہمر ہ نمود ر ہوتے ہیں۔ لیکن جنت کی تجلی ناری سرخی مائل
ہوتی ہے۔ ن کی تجلی ور آو ز بئیں طرف سے ظاہر ہوتی ہے ور س کے ہمر ہ بدبو
ملی ہوتی ہے۔ ور شیطین ور روح خبیثہ کا شعد و آو ز پیٹھ پیچھے یا بئیں طرف
سے بمعہ تعفن ظاہر ہوتا ہے۔ مدئکہ ور فرشتوں کی حضرت ور و ردت سے
عبدت ور طعت کی طرف رغبت ور ذکر فکر میں لذت ور یقین و عقد میں پختگی
پید ہوتی ہے۔ برخلاف س کے جن شیطین ور روح خبیثہ کی آمد کے وقت بے
وجہ دل میں گھبر ہٹ، تنگی ور تشویش پید ہوتی ہے ور نفسانی و دنیوی خطرت وسوس
کا دل پر ہجوم ہوتا ہے۔ فرشتے ور مدئکہ کثر مثلی صورت ے ر نسن کے پس
آتے ہیں۔ پنی اصلی صورت میں بہت کم ظاہر ہوتے ہیں۔ ن کے چہرے نسن
کی طرح لیکن بہت گول ور مدور ہوتے ہیں۔ ور ن کے جسم پر مخصوص لطیف نوری
پر و بال بھی ہوتے ہیں۔ مدئکہ ور فرشتے تعد د میں جنت ور نسانوں سے بہت
زیدہ ہیں۔ زمین، سات آسمان، لوح و قلم ور عرش و کرسی غرض ﷲ تعالیٰ کی تمام
کائنات ن سے معمور و بھرپور ہے۔ ن کی بے شمار قسام ہیں۔ ور ہر یک قسم کے
لگ لگ کام ہیں۔ ور ہر کام کے مطابق ن کے مختلف نام ہیں۔ ن کے تمام
تفصیلی حالات سوئے ﷲ تعالیٰ کے ور کوئی نہیں جانتا وما یعلم جنود ربک
الا ھو فرشتوں کی جسمانی طاقت، عقل و فرست ور قوت پرو ز م جنات ور
نسانوں سے بہت بڑھ کر ہوتی ہے۔ لیکن خد کے خاص برگزیدہ بندے عام مدئکہ
ور فرشتوں سے مرتب ور درجے میں بڑھ جاتے ہیں۔ س فقیر نے جن، مدئکہ ور
روح کو بہت دفعہ ہوش و حوس ور بیدری کی حالت میں دیکھا بھال ور ن سے
ستفادہ کیا ہے۔ حتیٰ کہ کثر مدئکہ مقربین بھی دیکھے گئے ہیں۔ ور ن سے دم مدد ر
تحاد حاصل کیا گیا ور ن سے تمتع ور ستفادہ کیا گیا ہے۔ کثر دفعہ جب کبھی

ہمارے شہر کے اندر کسی کی موت واقع ہوتی تو یہ فقیر عزرائیل علیہ السلام کو متوفی کی روح کی شقاوت اور سعادت کے مطابق اپنے مخصوص انداز اور صورت میں اپنے معاونین ملائکہ کے ہمراہ نازل ہوتے دیکھتا جس سے روح کی شقاوت اور سعادت کا پتہ لگ جاتا ہوگا ہے قبض روح سے پہلے ملک الموت سے ملاقات ہو جایا کرتی۔

چنانچہ ایک دفعہ ہمارے شہر کے اندر ایک معمر سفید ریش شخص جو بہت نیک، صالح اور عابد، زاہد مسکین آدمی تھے۔ وہ بیمار ہو گئے۔ جس رات ان کا انتقال ہونے والا تھا مجھے اس کی روح کے قبض ہونے کی کیفیت یوں نظر آئی کہ میں نے عزرائیل علیہ السلام کو اس رات ایک بڑے سفید بگلے کی صورت میں فضائے آسمانی سے نازل ہوتے دیکھا کہ اس متوفی نیک آدمی کے گھر پر اس طرح منڈلا رہا ہے اور چکر لگا رہا ہے جس طرح عموماً بگلے پانی کے تالاب پر مچھلیاں پکڑنے کے لئے منڈلایا کرتے ہیں۔ چند دفعہ چکر لگانے کے بعد میں نے اسے دیکھا کہ وہ اس گھر پر اس طرح جھپٹ کر نازل ہوا جس طرح بگلا مچھلی پکڑنے کے لیے پانی کے تالاب پر جھپٹتا ہے۔ جب وہ آسمانی پرندہ اس گھر کے تالاب میں سے روح کی مچھلی کو پکڑ کر واپس فضا اور ہوا میں نمودار ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس پرندے کا سر اور چہرہ بعینہ اس متوفی بزرگ کا سا بن گیا۔ اور ہوا میں وہ کبوتر کی طرح پٹے کھاتا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے گیت گاتا ہوا اوپر آسمان کی طرف اڑتا اور چڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ نظر سے غائب ہو گیا۔ اس وقت اس کا نورانی چہرہ اس قدر منور، مزین اور خوشنما تھا۔ اور اس کی حمد و تسبیح کے کلمات اور نغمے اس قدر دلفریب اور دل آویز تھے کہ اس سے بہت دیر تک مجھ پر وجد کی حالت طاری رہی۔ قوله تعالیٰ

الم تر ان الله یسبح له من فی السموت والارض والطیر صفت

اس طرح عزرائیل مختلف حالتوں میں ہر متوفی اور مرنے والے کی حیثیت کے مطابق اور اس کی شقاوت وسعادت کے موافق علیحدہ علیحدہ جدا جدا صورتوں

میں روح کو قبض کرنے کے لئے نازل اور نمود ہوتے نظر آتے ہیں۔ اور گاہے
گاہے قبض روح سے پہلے مصافحہ، ملاقات اور بات چیت ہو بھی جاتی ہے۔

جس وقت سالک دعوت میں منتہی ہو جاتا ہے تو اس کا دم دعوت سے زندہ ہو جاتا
ہے۔ اس وقت اسے دعوت کے لئے زبان ہلانے اور ہونٹ کو حرکت دینے کی
ضرورت نہیں پڑتی۔ بلکہ نظر، توجہ اور دم سے کام لیتا ہے۔ یہ زندہ دم عامل ہر
فرشتے، ہر ولی اور ہر نبی سے امداد اور تجدید کر لیتا ہے۔ اور اس فرشتے، ولی اور
نبی کے نور سے پورے بھر جاتا ہے۔ اور جس قدر اس کے اندر استعداد، وسعت اور
توفیق ہوتی ہے۔ اس نور اور پاور سے کام لیتا ہے۔ اور اس طرح استفادہ اور
استمداد حاصل کرتا ہے۔ مثلاً اگر کسی زندہ دم عامل کو ضرورت ہے کہ بارش کے لئے
دعا کرے تو وہ تصور اسم اللہ ذات کے ذریعے میکائیل فرشتے سے امداد لیتا ہے۔
چونکہ یہ فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارش برسانے پر مامور ہے۔ لہذا عامل زندہ دم
عارف جس وقت میکائیل فرشتے سے تجدید کر کے اس کے نور اور طاقت سے بھر
جاتا ہے۔ اور اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف بارش کی استدعا اور التجا کے لئے متوجہ ہوتا
ہے تو اسی وقت بارش کا اہتمام اور انتظام ہو جاتا ہے۔ یا اگر کسی موذی کافر، مرتد،
دشمن جان اور عدو ایمان کی ہلاکت اور بربادی کا ارادہ کرتا ہے۔ تو امداد حضرت
عزرائیل علیہ السلام سے مدد کر اس کے نور سے پر اور مملو ہو جاتا ہے۔ اور جب اس
حالت میں دشمن کی طرف متوجہ ہو کر نظر، جذب اور قبض سے اس کی طرف دیکھتا ہے
تو اس کی روح کو قبض کر لیتا ہے۔ اسی طرح امداد فرشتہ اسرافیل سے مدد کر جس
گاؤں، گھر، شہر اور ملک کو جذب قہر و جلال اسرافیلی سے اپنے دم میں پکڑ کر کھینچتا ہے تو
اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ گھر اور شہر ویران ہو جاتا ہے۔ اسی طرح امداد حضرت
جبرائیل علیہ السلام سے مدد کر قوت نور جبرائیلی سے مملو ہو کر جبرائیلی کام کرتا ہے۔
قرآن کریم کے اصلی شان نزول اور قرآنی آیات اور سورتوں کے اثرات، اسرار اور

معرفت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر پیغمبر، ولی، نبی، امام، مجتہد، غوث، قطب، شہید اور ہر صاحبِ نسبت باطنی سے دم مدد اس کی روحانیت اور معیت سے جو کام لینا چاہے لے لیتا ہے۔ اس سے تعجب نہیں کرنا چاہیے۔ کیوں کہ باطن میں ہر نبی، ہر ولی اور ہر فرشتے کو ایک مخصوص صفت، ایک خاص روحانی طاقت اور باطنی کمال عطا فرمایا گیا ہے اور وہ اس میں یکتائے روزگار ہوتا ہے۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دم میں بیمار، مجنون اور کوڑھی جذامی وغیرہ مریضوں کو اچھا اور تندرست کرنے اور مردوں کو جلانے کی روحانی طاقت بدرجہ اتم رکھی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جنات کی حاضرات اور تسخیر کا علم و عمل بدرجہ کمال عطا کیا گیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب کی تعبیروں میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ اسی طرح ہر پیغمبر، ہر نبی اور ہر ولی کو اللہ تعالیٰ نے کسی مخصوص کمال اور فن سے نوازا ہے۔ اور وہ فن اور کمال اسی کا مخصوص حصہ ہے کہ وہ اس ہنر و کمال میں دوسرے لوگوں سے ممتاز و ممیز ہے اللہ تعالیٰ ہر مخلوق کی طرف ایک خاص ذاتی صفت سے متجلی ہوا ہے۔ اس سے ہر مخلوق میں اختلاف رنگ و بو اور تمیز خلق و خو واقع ہوا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے جس مخلوق کے کمال اور فن سے استفادہ اور استمداد حاصل کرنا ہو۔ عمل حاضرات کے ذریعے اسی سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے پاؤں تلے بے خبری میں ایک کیڑا کچلا گیا۔ مجھے بہت افسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق بے وجہ میرے ہاتھوں ضائع ہو گئی ہے۔ چنانچہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف اس کے دوبارہ احیاء اور پھر زندہ ہونے کی غرض سے ملتجی اور مستدعی ہوا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو میری طرف بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دم سے اس کیڑے کو دوبارہ زندگی عطا فرمائی۔ اسی طرح ہر کام کا قیاس کر لینا

چاہیے۔ دنیا کی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر شخص میں اللہ تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی کمال رکھا ہے جو اس کا حصہ ہوتا ہے مثلاً بڑھئی لکڑی کا کام کرتا ہے۔ لوہار لوہے کی چیزیں بناتا ہے۔ ٹھٹھیرا دھات سے برتن بناتا ہے۔ سنار زیورات گھڑتا اور جوڑتا ہے۔ معمار مکان تعمیر کرتا ہے۔ سو جو کام کرنا ہو اسی کام والے سے کرایا جاتا ہے۔ مثلاً آپ کا کپڑا پھٹ گیا ہے۔ اب سینا ہے تو ایک درزی کی سوئی سے یہ کپڑا سیا جا سکتا ہے اس کے بغیر دنیا کے تمام قیمتی اوزار بیکار ہیں۔ یا کوئی خاص بیماری لاحق ہے تو اس کے واسطے کسی مخصوص دوا کی حاجت ہوگی۔ سو باطنی اور روحانی دنیا میں ہر اہل کمال اور صاحب فن سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اور چونکہ عالم غیب و شہادت کی ہر ظاہر و باطن مخلوق خواہ وہ ذی روح ہے یا بے روح۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور حکمت کا کمال ودیعت رکھا ہے۔ لہٰذا ایک سے استفادہ اور استمداد گویا اللہ تعالیٰ ہی سے استمداد ہے۔ اور اس سے انکار یا اعراض کرنا اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اس کی قدرت اور حکمت کا انکار اور جہالت ہے۔ اس موقع پر خشک توحید کی آڑ لینا محض علامت بے نصیبی اور حرمان ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ گھروں میں دروازوں سے داخل ہو۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تانا بانا یوں ہے کہ اسے پھاندنا محال ہے۔ دنیا میں ہر قدرت کے لیے ایک سبب، ہر روح کے لیے ایک جسم اور ہر حقیقت کے لیے ایک لباس مجاز ہے۔ اگر آنے کی آرزو ہے تو آ یہ حق کا دروازہ ہر شخص کے لیے کھلا ہوا ہے۔ اور اگر نہ آئیں تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ اے طالب! اگر تو پیاسا ہے تو پانی طلب کر۔ اس سے تیری پیاس بجھے گی۔ ورنہ خالی ہاتھ پھیلانے اور آرزو کرنے سے تیری پیاس نہیں بجھ سکتی۔

كباسط كفيه الى الماء ليبلغ فاه وما هو ببالغه وما دعاء الكفرين الا فى ضلل

جو شخص مدینہ کی حاضرت کا ر دہ رے ور س کے ے ریضت خفیہ ر رے۔
وہ دور ن خلوت میں پ ک وصف ور متقر رہے۔ خوشبو گ ئے۔ جملہ جد ن و جم ن
شی یعنی ترک حیو نات رے۔ حقہ نوشی ور نشی شی ء کا تو نام تک نہ لے۔ ہر وقت
ب وضو رہے۔ کافر، مشرک، من فق، ف سق، ف جر ور بد چلن وگوں کی صحبت سے کنارہ
رے۔ کم بو ن، کم کھ نا، کم سونا ور کم وگوں سے منا پن شیوہ بنا لے۔ پ دل کو
دنیوی خطر ت، نفسانی شہو ت ور شیطانی خیا ت سے پ ک و صف رکھے۔ اور
اللہ تعالی کے ذ ر، فکر، حمد و ثنا، تحمید و تہلیل، تلاوت، عب دت ور ط عت ور ریاضت
میں دل و ج ن سے محو ور منہمک ہو ج ئے۔ پنی خلوت گاہ کو قبر ور پنے پ کو مردہ
تصور رے۔ دنی ور دنیا و وں سے ب ل قطع تعلق رے۔ ور تصور سم اللہ ذ ت ی
ذ ر کلمہ طیب ا ا اللہ نفی ثبات ی تصور سم محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سرور کائنات ی تصور ور ذ ر سم ء الحسنی متبرکات ی نماز نفلات ی
تلاوت قر ن یت ی اللہ تعالی کی حمد و ثناء ور تسبیح و تہلیل میں سے جو شغل سی ستا د،
مربی و ر مرشد کی ہد یت سے پنے ے مفید ور مو فق پ ئے س میں مشغول ہو
ج ئے۔ مذکورہ با ہد یت پر عمل رنے سے ص حب اللہ کا دل پ ک صاف ور نور ذ ر
اللہ سے زندہ ور تابندہ ہو ج تا ہے۔ س کا دل بیت اللہ کی طرح جو ن گ ہ ور
ماجگاہ مدینہ ور طو ف گاہ و سجدہ گاہ روح ع شقین بن ج تا ہے۔ ور فرشتے س کے
مطیع، تابعد ر ور فرم ں بردار ور س کے ہر کام میں معاون ور مدد گار بن ج تے
ہیں۔

س کے بعد گر ص حب س لک س منزل ور مق م ملکوت سے ترقی رکے گے
مقام روح میں قدم رکھت ہے تو س کا لطیفہ روح زندہ ہو ج تا ہے۔ ور وہ زبان روح
سے دعوت قر ن پڑھتا ہے۔ روحانی ہر طرف سے کلام اللہ کی نوری نذ حاصل
رنے کے ے اہل دعوت کے پ س تے ہیں۔ ور پنی نوری نذ حاصل رکے

خوش وقت اور مسرور ہو کر ان کی ہر طرح سے مدد و اعانت کرتے ہیں۔ یہ زندہ روح آدمی جب کسی کامل عارف اولیاء شہید کی قبر کے پاس دعوت قرآن کریم شروع کرتا ہے تو روحانی اہل قبر نور قرآن کی بو پا کر اپنے بحر عالم غیب سے اس طرح اہل دعوت کی طرف تیر کر آتا ہے۔ جس طرح کوئی مچھلی پانی میں سے آٹے یا کسی خوراک کی بو پا کر آٹا ڈالنے والے کے پاس دوڑتی ہوئی آتی ہے۔

یہاں ایک مردہ دل نفسانی آدمی اعتراض کر سکتا ہے کہ قبر تو مٹی کا ایک ڈھیر ہوتا ہے جس کے اندر مردے کی بوسیدہ ہڈیوں کے سوائے اور کچھ نہیں پایا جاتا۔ روح اگر چیز ہے تو وہ عالم بالا بہشت یا عرش کے کنگروں میں سر سبز پرندوں کی شکل میں قیام رکھتی ہوگی۔ سو یاد رہے کہ قبر کے اندر واقعی مردے کی بوسیدہ ہڈیاں ہی ہوتی ہیں۔ اور روح کا پرندہ جب اپنے جسم عنصری اور مادی پنجرہ کو توڑتا ہوا پاتا ہے تو وہ ہمیشہ عالم بالا اور عالم برزخ کی طرف پرواز کر جاتا ہے لیکن اس کا اپنی قبر اور عنصری جسم کے ساتھ اس قسم کا باطنی تعلق قائم رہتا ہے جس طرح پرندے کو اپنے گھونسلے اور آشیانے سے ہوتا ہے۔ روحانی قبر کے آشیانے کے پاس جس وقت قرآن مجید پڑھا جاتا ہے یا اسے قرآن اور فاتحہ وغیرہ کا ثواب بخشا جاتا ہے تو اسے عالم بالا اور عالم برزخ سے اعلام ہو جاتا ہے۔ اور وہ اسے لینے کے لئے عالم غیب اور عالم برزخ سے اپنی قبر پر حاضر ہو جاتے ہیں۔ روحانی اپنی قبر اور اپنی جسد کے متصل اپنے عینی برزخ کے اندر اس طرح ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ جس طرح خواب میں انسان کے وسیع، لطیف دور دراز جہان کے اندر چلا جاتا ہے اور بیدار ہونے پر اس کا باطنی لطیف جسم واپس اپنے جسم اور چارپائی پر نمودار ہو جاتا ہے۔

اگر انسان خواب سے بیدار ہوتے وقت ذرا ہوش اور شعور سے کام لے تو خواب کی لطیف دنیا سے اپنے آپ کو اس طرح نکلتا ہوا پائے گا جس طرح مچھلی پانی سے باہر آتی ہے۔ اس لئے خواب کو عربی میں اخ موت یعنی موت کا بھائی کہا گیا ہے۔

اسی کے متعلق کسی کا فارسی شعر ہے۔

ے برادر من ترا از زندگی ودم نشاں

خوب ر مرگ سبک و ں، مرگ ر خوب گرں

نیند کی حالت میں روح کا پرندہ پنے جسم اور پنجرے کے پنجرے سے یک باطنی رشتے ور لطیف تاگے سے بندھا ہوا ہوتا ہے۔ ور نیند کے وقت س کی ڈور ڈھیلی پڑ جاتی ہے۔ اور وہ خواب کے لطیف عالم میں ڈوب جاتا ہے۔ لیکن موت کے وقت روح کی رسی جسم عنصری سے یک دم ٹوٹ جاتی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا رشاد ہے

اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ موت کے وقت نفس کو پورا پورا لے لیتا ہے (ور نفس وہ چیز ہے جو نیند کی حالت میں مر نہیں جاتی بلکہ زندہ رہتی ہے) پس اللہ تعالیٰ س جسم کو تو پکڑ لیتا ہے۔ جس پر موت واقع ہوتی ہے ور دوسری چیز روح کو پنے معین وقت کے لئے بھیج دیتا ہے سو روح کا تعلق قبر ور لاش کے ساتھ تقریبا سی طرح رہتا ہے جس طرح پرندے کا تعلق پنے گھونسلے اور درخت کے ساتھ ہوتا ہے۔ فرق صرف تنا ہے کہ روح زندگی کی حالت میں جسم کے گھونسلے میں نڈے یا چھوٹے بچے کی طرح موجود ور مقیم رہتی ہے۔ لیکن موت کے وقت پنے نڈے ور گھونسلے سے پرواز کر جاتی ہے۔ ور پھر پنے رادے ور ختیار سے جس وقت چاہے پنے گھونسلے کے ندر آتی جاتی ہے۔

سالک عارف کا جب لطیفہ قلب ور روح بیدار ہوتی تو گر زندہ ہو جاتا ہے یا وہ زندگی ہی میں بطور موتوا قبل ان تموتوا معنوی طور پر مر جاتا ہے۔ ور س کی روح ور جسم زندگی ہی میں یک دوسرے سے جدا ور لگ لگ ہو جاتے ہیں۔ ور

وہ مادے کا کثیف عنصری بدن پیچھے ہی تار پھینک دیتا ہے ور روح کا طیف
باس پہن لیتا ہے تو وہ عالم غیب ور عالم برزخ میں پنے ختیار سے آتا ور جاتا ہے
ور مراقبے کی حالت میں عالم غیب کی طیف مخلوق سے ملتا جلتا ہے۔ خوب ور
مراقبے میں صرف یہ فرق ہے کہ ہل خوب نفسانی مردہ دل خوب کی حالت میں
بے ختیار، بے شعور ور بے رادہ ہوتا ہے۔ ور تا بھی نہیں جانتا کہ یہ جو کچھ میں
دیکھ رہا ہوں خوب میں ہے یا بیداری میں۔ نفسانی آدمی خوب کے ندر کثر پنے
خیالات کی رو میں بہہ جاتا ہے۔ ور جس خیال کی ہوا آتی ہے س کے مردہ نفس کو
خس وخاشاک کی طرح بہا لے جاتی ہے۔ حتیٰ کہ کبھی نسان چھے کام ور نیک عمل کر
کے سوتا ہے ور برے خوب دیکھتا ہے۔ ور گاہے برے کام کر کے سوتا ہے ور چھے
خوب دیکھتا ہے۔ غرض خوب میں نسان کا مردہ نفسانی لطیفہ بے جان لکڑی وغیرہ
کی طرح عالم غیب کی آبی طیف پر ڈانو ڈول، بے ختیار ور بے رادہ دھر دھر
تیرتا پھرتا ہے کہ جدھر کی رو یا ہوا آتی ہے سی طرف بہہ جاتی ہے۔ لیکن
مراقبے کے ندر عارف زندہ دل سالک کا لطیفہ قلب و روح زندہ مچھلی کی طرح بحر
عالم غیب میں پنے ختیار و رادے کے ساتھ چلتا پھرتا ہے ور جس مقام ور منزل
کا رادہ کرتا ہے۔ وہاں پہنچ جاتا ہے۔ ور جس طیف غیبی مخلوق سے چاہتا ہے ملاقی
ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محض زندہ دل عارف سالک ہی ہل قبور پر دعوت پڑھ کر
روحانی سے ہم سخن، ہم کلام اور ملاقی ہو سکتا ہے ور ن سے فائدہ ٹھاتا ہے ور نہیں
فائدہ پہنچاتا ہے۔ نفسانی مردہ دل آدمی گر ساری عمر کسی ہل قبر بزرگ کی قبر پر
قرآن کریم پڑھتے گذر دے وہ روحانی کو نہ حاضر کر سکتا ہے اور نہ س سے ملاقی ہو
سکتا ہے۔ ہاں گر روحانی چاہے خوب میں سے پنی زیارت کرا سکتا ہے۔ ور
رمز و کنایہ ور شارے سے س کے سوال کا جواب دے دیتا ہے۔ جس کی تعبیر وہ
تاویل میں ہل خوب عجیب کشمکش و پیچ میں مبتلا رہتا ہے۔ غرض خوب کی دنیا کا کوئی

اعتبار نہیں ہے۔

نیز یاد رہے کہ مردہ دل نفسانی اور زندہ دل روحانی کی موت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔نفسانی کی موت جان کندن یعنی عذاب و آلام کا مجموعہ ہوا کرتی ہے۔لیکن زندہ دل عارف سالک کی موت نوم العروس، جان دادن یک گونہ شغل مقالی ہوتی ہے۔ کیونکہ عارف زندہ دل آدمی جو موتوا قبل ان تموتوا زندگی میں کئی بار معنوی موت مر چکا ہوتا ہے۔مولانا روم صاحب فرماتے ہیں۔

هم چو سبزه بار ها روئیده ام

سه صد و هفتاد قالب دیده ام

اور حضرت جامی علیہ رحمۃ کا قول ہے

یک بار میرد ہر کسے بیچارہ جامی بارہا

اس کی جان اور روح کا مکھن جسم اور نفس کے دودھ اور چھاچھ سے الگ ہو ہوتا ہے۔سچ پوچھو تو مومن عارف زندہ دل آدمی کے لئے موت عین مراد اور موجب صد راحت و آسائش ہے۔کیوں کہ مومن عارف کے لئے یہ دنیا دار المحن،قید خانہ اور جائے آزمائش ہے۔

جیسا کہ حدیث میں آیا ہے الدنیا سجن المومنین وجنت الکافر یعنی دنیا مومن کے لئے ایک قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔جیل خانہ میں قیدی کی جملہ حرکات وسکنات اور تمام عمل و فعل حتیٰ کہ اس کے پاخانہ اور پیشاب پھرنے پر بھی پابندی ہوتی ہے۔اسی طرح دنیا میں اللہ تعالیٰ اور نبی علیہ السلام نے از روئے شریعت مومن کی جملہ حرکات وسکنات حتیٰ کہ اس کے پاخانہ اور پیشاب پھرنے پر بھی پابندی عائد کی ہے کہ جب وہ پاخانہ اور پیشاب پھرنے بیٹھے تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ پیٹھ کرکے بیٹھے اور استنجے کے لئے تین ڈھیلے استعمال کرے۔اور بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت فلاں دعا پڑھے بلکہ مومن کے لئے یہ دنیاوی جیل

خانہ سے بھی سخت تر ہے۔ کیونکہ ظاہری جیل خانہ کے تو حدود اور پابندیوں میں قیدیوں
کا ظاہری جسم چند خاص معلوم تو حد کا پابند ہوتا ہے لیکن مومن کا ظاہر و باطن یعنی جسم
و جان، نفس، قلب و روح سب کچھ مذہبی و شرعی تو حدود قوانین میں سر سے پاؤں
تک جکڑا ہوا اور اسیر ہوتا ہے۔ لہذا موت کے ذریعے مومن ان جملہ قیود اور
پابندیوں سے آزاد ہو کر آخرت کے دوامی اور مخلد میں ایسی بڑی نعمتوں اور سرمدی
رحمتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے جس کا قیاس بھی کسی کے دل پر نہیں گذر سکتا۔ بر
خلاف اس کے ایک کافر مشرک، فاسق فاجر اور بے دین آدمی دنیا میں جملہ ظاہری و
باطنی اور تمام مذہبی و اخلاقی قیود اور ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔ ہر طرح
کی حلال حرام لذات اور عیش و عشرت سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ نہ دنیا کا غم نہ
آخرت کی فکر۔ شتر بے مہار کی طرح جدھر منہ آتا ہے چلا جاتا ہے۔ لیکن موت واقع
ہونے سے اس کی جملہ آزادیاں اور خوشیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور طرح طرح کے
ابدی عذابوں اور آلام میں مبتلا ہو جاتا ہے جن کے مقابلے میں دنیا کی زندگی اس
کے لئے بہشت کا نمونہ تھی۔ سو موت اس کے لئے ابدی اور سرمدی عذاب اور آلام کا
مجموعہ اور ٹھکانا ثابت ہوتی ہے۔ بفرض محال اگر دارِ جزاء و دارِ الآخرت نہ بھی ہو
تب بھی موت مومن مسکین کے لئے باعث صد راحت و سکون اور موجب آسائش و
اطمینان ثابت ہوتی ہے۔ اور کافر بے ایمان کے لئے وجہ حزن و اندوہ خاطر اور
باعث ملال و حرمان جان واقع ہوتی ہے۔

بقدر ہر سکون راحت بود بنگر تفاوت را

دویدن، رفتن، استادن، نشستن، خفتن و مردن

خواب اور موت کی دنیا تقریباً ملتی جلتی ہے۔ جس طرح ہم خواب کے اندر اپنے
روبرو ایک دنیا دیکھتے ہیں جس میں ہمارے اس جہان کی مثل ایک جہان ہوتا ہے
جس میں دنیا کی تمام چیزیں مثلاً شہر، جنگل، دریا، پہاڑ، زمین اور آسمان ہوتا ہے۔

خوب میں ہر شخص کا یہ وسیع جہان گویا س کے خوب و خیل کا یک طیف گھر یا مکان ہوتا ہے۔ ور س میں سوئے خوب دیکھنے و لے کے ور کسی غیر کا مطلق دخل نہیں ہوتا۔ مر وہ مکان س کے جسم ور جان کے ساتھ و بستہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خوب میں جب کوئی شخص کسی دوسرے آدمی سے ملتا ہے تو س دوسرے آدمی کو پتہ بھی نہیں ہوتا۔ یہ بہت شاذ و نادر ہوتا ہے کہ دو شخص یک خوب میں یک دوسرے سے ملیں یا کوئی بات یا معاملہ کریں ور بیدر ہونے پر دو کو یکساں طور پر یاد ور معلوم ہو۔ موت کے بعد بھی نسان پنے ندر و سی قسم کا یک وسیع برزخی طیف جہان پنے دینی عمال کے مطابق و مذہبی حیثیت کے موفق پاتا ہے۔

نفسانی مردہ دل آدمی نہ تو زندگی میں پنے خوب و خیل کے حول سے ور نہ موت کے بعد پنے برزخی جہان سے تجاوز کر سکتا ہے۔ بلکہ وہ زندگی ور ممات میں پنے نفس کی ظلمت میں مقید ور محبوس رہتا ہے۔ ور صرف زندہ دل لوگ چونکہ اللہ تعالیٰ کے نور سے زندہ ہوتے ہیں۔ س سے وہ پنے باطنی طیف جسے سے لوگوں کے خوب کی دنیا ور ہل قبور کے برزخی جہان میں جا دخل ہوتے ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا رشاد ہے

او من کان میتا فحیینه وجعلنا له نورا یمشی به فی الناس کمن مثله فی الظلمت لیس بخارج منها

(ترجمہ) "یا وہ شخص جو تھا مردہ پس ہم نے اس کو (پنے نور) سے زندہ کر دیا ور س کو ہم نے یک نوری وجود عطا کیا۔ جس کے ذریعے وہ لوگوں کے طیف جسموں یعنی برزخی مکانوں میں چلتا ہے۔ س آدمی کے مثل ہو سکتا ہے جس کے ندر ندھیر ہے جس سے وہ کسی طرح نکل نہیں سکتا۔ مردہ دل نفسانی آدمی کے لیے س کا یہ برزخی تنگ و تاریک مکان س کا دوزخ ہوتا ہے۔ مگر صرف زندہ دل آدمی کے لیے یہ برزخی طیف جہان س کی یک وسیع و عریض جنت ہوتی ہے جسے باطن میں

اپنے ساتھ لے چلتا ہے تو رب تعالیٰ

سابقوا الی مغفرة من ربكم وجنة عرضها كعرض السماء والارض اعدت للذين امنوا بالله ورسله

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ اہل بہشت سے خطاب فرمائے گا کہ آگے بڑھو۔ اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے جو ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں۔ یہاں اس بہشت کی محض چوڑائی بیان کی گئی ہے۔ لمبائی کا ذکر نہیں کیا گیا۔ وجہ یہ ہے کہ انسان کی برزخی کائنات دو چیزوں سے مرکب ہوتی ہے۔ ایک مکان دوم زمان انگریزی میں اسے (Space and Time) کہتے ہیں۔ سو باطن میں اس برزخی جہان کی وسعت یعنی (Space) چونکہ معلوم ہوتی ہے اس واسطے اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس کی زمانی لامحدود طوالت یعنی (Time) کا پتہ نہیں لگتا۔ اس واسطے یہاں صرف اس کے عرض کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس کا آسمان اور زمین کے برابر عرض ہے۔ یعنی اس میں ایک ایسا جہان ہے جس میں دنیا کی طرح زمین اور آسمان ہے۔ ہر انسان کی یہ برزخی کائنات یا دور آخرت اس کی اپنی فطرت و استعداد اور نیک و بد عمل کے مطابق یا تو بہت عمدہ اور خوشگوار بہشت ہوتی ہے یا دوزخ کا گڑھا مطابق اس حدیث کے القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفرات النار یعنی انسان کی قبر یا تو بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جاتا ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ یہاں اس متوفی روحانی کے مقام قبر کو اس کی بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بتایا گیا ہے سو اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اہل قبر روحانی کی بہشت کا باغ یا اس کے دوزخ کا گڑھا اس کی قبر اور لاش کے پاس اور اس کے گرد ہوتا ہے۔ یعنی اگر روح یعنی سبز پرندے کی طرح بہشت کے کسی باغ میں اڑتا ہے یا عرش بریں کے

گذر کے یہ مقام علیین تک پرو ز کرتا ہے پھر بھی س کا برزخی آشیانہ یا س کا نوری

لطیف ہینگ سوڑ یا لفٹ (Lift) قبر ہی میں پڑ رہتا ہے۔ ور گر س کے دوزخ کا

چینید تحت الثری کی گہرائیوں میں وقع ہو تو بھی اس کے برزخی کنوئیں کا دہانہ س کی

قبر کا غار ہی ہوتا ہے۔ ور قبر ور لاش سے روحانی تعلق بہرحال قائم رہتا ہے۔ ور

س کا یک برزخی لطیف مکان س کی قبر کے قریب ضرور موجود ہوتا ہے۔ ور س کا

یک لطیف جسم اس جگہ آمد و رفت رکھتا ہے۔ ہل بصیرت باطنی ہل قبور کے ن باطنی

برزخی ناری غاروں ور نوری ہنڈ یانوں کو قبر کے پاس پنی باطنی آنکھوں سے دیکھتے

ہیں۔ کیوں کہ ن کے سینوں میں یک یسا باطنی نوری ٹیلی ویژن

(Television) لگا ہوا ہوتا ہے۔ جو ہر روحانی ہل قبر کے باطنی برزخی حالات کو

اس میں دیکھتا ور معلوم کرتا ہے۔ جسے عرف تصوف میں کشف القبور کے نام سے

پکارتے ہیں۔

ہل قبور کے برزخی مقامات لگ لگ ہوتے ہیں۔ س سے گر یک نیک بخت

مومن صالح آدمی کی قبر یک فاسق فاجر مشرک کافر کی قبر کے بہت قریب ور متصل

ہی بنادی گئی ہے۔ یا ن کی لاشیں کہیں کٹھی یک ہی جگہ غلط ملط کر دی گئی ہوں تو

بھی ن کا برزخی عذ ب و ثو ب، باطنی سکھ دکھ ور روحانی رنج و ر حت یک دوسرے

پر ثر نداز نہیں ہوتے۔ جیسے کہ یک ہی مکان یا یک ہی چارپائی یا لحاف کے ندر دو

آدمی سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ یک آدمی ڈر ؤنا ور دردناک خو ب دیکھ رہا ہوتا

ہے اور عذ ب میں مبتلا ہوتا ہے۔ ور دوسرا عمدہ ور خوشگو ر خو ب دیکھ کر عیش ور

لطف ٹھا رہا ہوتا ہے

قولہ تعالی وھو الذی مرج البحرین ھذا عذاب فرات وھذا

ملح اجاج وجعل بینھما برزخا وحجرا محجورا

(ترجمہ) ور اللہ تعالیٰ کی وہ قدرذ ت ہے کہ جس سے دو مختلف دریاؤں کو یک

دوسرے کے پس قریب ور بہم متصل رکھ۔ جن میں یک ک پنی تو میٹھ ور خوشگور ہے ور دوسر کھری تلخ ہے۔ ور ن کے درمین پنی قدرت سے پردہ ڈل ور ن کو آپس میں ملنے سے لگ ور جد رکھ۔ تو۔ تعلی

فضرب بینھم بسور لہ باب باطنہ فیہ الرحمۃ و ظاھرہ من قبلہ العذاب

(ترجمہ) پھر در آخرت یعلم برزخ میں مومنوں ور منفقوں کے درمین یک ونچی دیور کھڑی کردی جئے گی جس میں دروزہ ہوگ۔ ورجس کے ندر کی طرف تو اللہ تعلی کی رحمت ور رحت ہوگی۔ ور س کے بہر کی طرف عذب ور دکھ ہوگ۔

نیز روحنی پنی ہڈیوں ور قبر کے ستھ انحصر ری ور مجبوری طور پر معلق ور بندھ ہو نہیں ہوت۔ بلکہ س کی قبر ک ڈھنچہ پرندے کے گھونسلے ور آشینے کی طرح س ک ختیری مسکن ور وقتی نشیمن ہوت ہے۔ چہے س میں آئے جئے ور چہے آن جن چھوڑ دے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض بزرگن دین کے مزرت یک زمنہ خوب مرجع خلئق ور منبع فیوضت و برکت رہے ہیں۔ لیکن جب ان پر بدرسومت ور بدعت شروع ہوگئی ہیں تو ن بزرگوں نے پنے مزروں پر آن جن ور فیض پہنچن موقوف کردی ور وہں لوگوں ک آن جن ور فیض ٹھن بند ہوگی۔ ن کی سبق پرنی رونق جتی رہی۔ ور وہ قبریں ور مزریں متروک ہوگئی ہیں۔

دنی میں یک لکھ چوبیس ہزر کم و بیش پیغمبر ہوگئے ہیں۔ ور ہر پیغمبر کی امت میں بے شمر ولیء اللہ ہوگذرے ہیں۔ حلنکہ آج ن ن پیغمبروں کے مزرت موجود ہیں ور نہ ن کی مت کے ولیء اللہ کی قبروں کے اثر ور نشن نظر آتے ہیں۔ سو یسے لوگوں کی روح زمین ور ہل زمین سے پنرشتہ اور تعلق توڑ کر مقم علیین ور مل ء اعلی میں پن مسکن ور ٹھکن بن لیتے ہیں۔ نہیں گر کوئی ہل دعوت حضر کرن چہے تو ن ک تعلق بجئے قبر اور جسم کے ن کے نم ور سم سے ہوت ہے۔ ور نم

ور سم کے وسطے ورذریعے سے ن کی حاضرت کی جاتی ہے۔ ہذ نام ور سم کا
تعلق تبر ور جسم سے زیادہ مستحکم ور پائید ر ہے۔ ور یہی سم ور مسمی کا بڑ بھاری بھید
ور سر ر ہے۔ ور تمام کائنات ور مخلوقات کے نام اللہ تعالے کے سم ذ ت ور ت
کی ذ و ت ں کی ذ ت میں شامل ور مندرج ہیں۔ ور وہی سب کا باعث کون و
یجاد ور مرجع و معاد ہے۔ جیسا کہ حضرت بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے س
یت کی تفسیر دریافت کی گئی۔

وسخر لکم ما فی السموت وما فی الارض جمیعا منه سئل ابن
عباس من تفسیر هذه الایت فقال فی کل شئی اسم من اسمائه تعالی
واسم کل شئی من اسمه تعالی

یعنی ہر یک چیز میں اللہ تعالی کے نام میں سے یک سم ہے۔ ور ہر شے کے سم
کا ظہور س کے سم ذ ت سے ہے۔

تصور سم اللہ ذ ت جس وقت للہ تعالی کے فضل و کرم ور مرشد کامل کی توجہ سے
طالب سالک کے وجود میں قائم ہو جاتا ہے۔ ور س کا لطیفہ قلب و روح نور سم اللہ
ذ ت سے زندہ ہو جاتا ہے۔ تو س کے ندر اللہ تعالی کے نام ور کلام کا ریڈیو سٹیشن
قائم ہو جاتا ہے۔ ور للہ تعالی کے سم ذ ت ور نور کن کی تجلی س کلام کو ہر زمان ور
ہر مکان غیب و شہود میں پہنچانے کا ذریعہ ور وسطہ بن جاتی ہے۔ دیکھو یک شخص
ریڈیو سٹیشن یعنی کسی نشر گاہ میں بول رہا ہوتا ہے تو س کی آو ز تمام دنیا میں منتشر ہو
جاتی ہے۔ ور ہر ریڈیو میں سنائی دیتی ہے۔ لیکن گر غیر نشر گاہ کے وہی کلام کرے تو
س کا وہ کلام وہیں غائب ہو جاتا ہے۔ سی طرح عامل کامل شخص کا قرآن تمام انس و
جن، ملائکہ ور روح بلکہ تمام معنوی و مخفی کائنات ور جملہ ظاہر و باطنی مخلوقات میں
مسموع ہوتا ہے ور جابت و قبولیت پاتا ہے۔ جیسے کہ حضرت بایزید بسطامی فرماتے
ہیں کہ میں تیس سال سے اللہ تعالے کے ساتھ ہم سخن ور ہم کلام ہوں۔ ور مخلوق جن

و نس، مدتکہ ور روح سمجھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ہم سخن اور ہم کلام ہے۔ عارف سالک زندہ دل کامل ہل دعوت جب قرآن صحیح طور پر پڑھتا ہے تو وہ پنے خلق ور مخلوق کے ساتھ بیک وقت متکلم ور ہم سخن ہوتا ہے۔ گر قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا پاک قدیم غیر مخلوق کلام ہے تو اس کی تلاوت سے تمام علوی وسفلی، لطیف وکثیف، ظاہری وباطنی ورمادی وروحانی مخلوق کو مطیع ومنقاد ہونا چاہیے۔

ثم استوی الی السماء وھی دخان فقال لھا وللارض ائتیا طوعا اوکرھا قالتا اتینا طائعین

(ترجمہ) پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان کا قصد کیا۔ ور وہ ایک دھوئیں کی صورت میں نمودار تھا۔ تب آسمان ور زمین کو حکم دیا کہ میری طاعت کرو۔ چار وناچار آسمان ور زمین نے عرض کیا کہ ہم حضور کے حکم کے مطیع ور فرمانبردار ہیں۔ سو قرآن گر اللہ تعالیٰ کا قدیم کلام ہے۔ تو س میں بھی وہی قدیم بدی مر موجود ہے۔ ور تمام ہل آسمان اور ہل زمین اللہ تعالیٰ کے س حکم جاریہ کے مطیع اور منقاد ہیں۔ اور سب س کے حکم کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ ور س کی طاعت کے لیے دوڑتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم قدیم ٹل مر ہے۔ قولہ تعالیٰ وکان امر اللہ مفعولا سو قرآن کی تلاوت اللہ تعالیٰ کے مر کن کے مترادف ور اس کا نعم البدل ہے۔ مر ہر ممکن مر ورمحال ودشوار کام س کی دعوت ور تلاوت سے حل ور آسان ہوجاتا ہے۔ سو تمام دعوتوں ور کلاموں سے فضل، علی، تم اور جامع دعوت تلاوت قرآن مجید ہے۔ سو قرآن کی صلی شان، س کی غیر مخلوق عظمت ور قدیم شوکت کا ندازہ س وقت لگتا ہے۔ جب کہ کوئی عارف کامل پاک طیب طاہر نوری وجود ور نوری زبان سے قرآن کی دعوت شروع کرتا ہے۔ مردہ دل نفسانی لوگ س کی قدر کیا جانیں۔ جس وقت کوئی زندہ دل عارف کامل کسی بزرگ ولی اللہ کی قبر پر دعوت پڑھتا ہے۔ تو ہر دو ہل قبر روحانی ور ہل دعوت عامل کامل کو بے ندازہ ور

بے قیں فیوضت وبرکات حاصل ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر روحانی ہل قبر
پنے برزخ کے غیبی حیف دریہ کے مدرس طرح ڈوبہ ہو ہوتا ہے۔ جس طرح مچھلی
دریہ کے پانی میں ڈوبی رہتی ہے۔ ہمار مادی جہت اس بحر عالم غیب پر گویہ یک
جزیرے کی طرح ہے۔ ورس میں چشموں کی طرح چھوٹے برزخی سورخ
قبروں کے مقام پر بنے ہوئے ہیں۔ جس میں روحانی وقتاً فوقتاً حسب ضرورت
ثوب فاتحہ ورنور قرآن حاصل کرنے کے ہے مچھلی کی طرح سر نکالتا ہے۔ ورنور
قرآن لے کر پھر اپنے غیبی چشمے میں ڈوب کر بحر عالم غیب میں چلا جاتا ہے۔ ور
گاہے اہل دعوت عامل کامل قرآنی نور کی ثقالت سے وزنی ہوکر روحانی کی قبر کے
چشمے میں غوطہ لگا کر روحانی کے برزخی مقام میں اس سے جاملتا ہے۔ یہی وہ برزخی
مقام ہے جو دنیا ور آخرت کے درمیان بطور پل ور جنکشن قائم ہے ورآیت
مرج البحرین یلتقیں بینھما برزخ لا یبغیں کی سے تعبیر ہے۔ سالک کا
ظاہر مضغہ قلب یک صخرہ پتھر کی مانند دنیا ور عالم شہادت میں قائم ہے۔ س کا
لطیفہ قلب مچھلی کی طرح س کے نیچے آب حیات سم اللہ ذات سے زندہ ہو کر بحر
عالم غیب میں خلاف عقل عجیب چال ختیار کر لیتا ہے۔ جیسے کہ سورہ کہف میں ہے

اذ قال موسی لفتہ لا ابرح حتی ابلغ مجمع البحرین او امضی
حقبا فلما بلغا مجمع بینھما نسیا حوتھما فاتخذ سبیلہ فی البحر
سربا فلما جاوزا قال لفتہ اتنا غداءنا لقد لقینا من سفرنا ھذا نصبا
قال ارءیت اذ اوینا الی الصخرۃ فانی نسیت الحوت وما انسنیہ الا
الشیطن ان اذکرہ واتخذ سبیلہ فی البحر عجبا

(ترجمہ) ور جب موسیٰ نے پنے شاگرد ور رفیق یوشع سے کہا کہ میں پنے
روحانی رہنما خضرؑ کی تلاش میں دوڑ دھوپ سے باز نہیں آؤں گا۔ جب تک میں
سے عالم غیب ور عالم شہادت کے مجمع البحرین پر بیٹھا ہوا نہ پاؤں خواہ س سفر میں

میری تمام عمری گذر جائے۔ جب وہ س مجمع لبحرین پر پہنچے تو نہیں پنی مچھلی کا کچھ خیول نہ رہا۔ موسیٰ علیہ سلام سو گئے۔ ور یوشع وضو کرنے لگے ور جب یک بوند عالم غیب کے پانی کی س مچھلی پر گری تو وہ زندہ ہو کر عالم غیب کے سمندر میں تیرتی ہوئی دوڑ پڑی۔ جب وہ کچھ آگے چلے گئے تو موسیٰ علیہ سلام نے پنے رفیق سے کہا کہ ہمارے پاس چاشت کا کھانا ور مچھلی لاؤ۔ کیوں کہ س سفر کی محنت سے کھا پی کر ذرا دم لے کر ستانا لیں۔ تو س پر یوشع نے جواب دیا کہ ے موسیٰ! آپ کو خبر نہیں کہ جب ہم ور تم اس پتھر کے نیچے بیٹھے تھے۔ میں آپ سے اس مچھلی کا حال کہنا بھول گیا ور نہیں بھلایا مگر شیطان نے۔

ب غرض یہ ہے کہ س مچھلی نے تو زندہ ہو کر بحر عالم غیب میں خلاف عقل عجیب چال ختیار کی۔ س پر موسیٰ علیہ سلام نے فرمایا کہ سی بات کی تو ہمیں تلاش ور ضرورت تھی۔ ور سی پر سیر باطنی کا سار معاملہ موقوف ہے۔ کیونکہ مقام قلب جو عالم شہادت ور عالم غیب کے درمیان یک درمیانی مجمع البحرین کا برزخی مقام ہے کہ یک طرف وہ پنے سنگین جامد صخرہ کی صورت میں عالم شہادت میں قائم ہے۔ ور جب س کے ندر سے قلب کا لطیفہ جسم مچھلی کی طرح عالم غیب کے قطرہ آب حیات سے زندہ ہو جاتا ہے۔ ور عالم غیب میں طیر سیر کرنے لگ جاتا ہے۔ تو سالک عارف خضر کی طرح عارف زندہ جاوید ہو کر صاحب مجمع البحرین بن جاتا ہے۔ ور اجسامھم فی الدنیا وقلوبھم فی الاخرۃ دونوں جہان میں تصرف کرنے لگ جاتا ہے۔

مصلحت نیست کہ ز پردہ بروں فتد راز
ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ ہست

ہمار یہ مادی جہان عالم غیب کے وسیع جہان کے مقابلے میں س قدر تنگ و تاریک ہے۔ جتنا بچے کے لیے ماں کا رحم ور پیٹ س مادی جہان کے مقابلے میں

تنگ و تاریک ہوتا ہے۔ عالم غیب کا جہان اس قدر وسیع و عریض ہے کہ اس میں تمام مادی جہان رائی کے دانے کے برابر نظر آتا ہے۔

فی تفسیر الشیخ الاکبر ان فی عالم الغیب سماء و ارض و جبال و بحارا و عرش و کرسی و شمس و قمر و نجوم و ھذا العالم عند عالم الغیب کقطرۃ عند البحر وروی ان واحدا مات وصلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جنازتہ وذھب مع الجنازۃ الی قبرہ فلما فرغ رجع صلی اللہ علیہ وسلم الی بیتہ فقامت عائشۃ رضی اللہ عنہا ومست بیدھا عمامۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقالت یا عجبا بلت عمامتک وثوبک من المطر وفی ذلک الیوم لیس مطر فعلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بما تعطیت راسک الیوم قالت تعطیت راسی بردائک ثم قال علیہ السلام یا عائشۃ بذلک الرداء قد رفع عن بصرک الحجاب فرایت مطر عالم الغیب یا عائشۃ فی عالم الغیب شمس و قمر ومطر لا یراھا الا الاولیاء الکاملون

(ترجمہ) شیخ اکبر کی تفسیر میں آیا ہے کہ عالم غیب میں آسمان، زمین، پہاڑ، سمندر، عرش، کرسی، سورج اور چاند ستارے ہیں۔ اور ہمارا یہ مادی جہان عالم غیب کے سمندر کے مقابلے میں گویا ایک قطرے کے برابر ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ایک شخص فوت ہو گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جنازے کی نماز پڑھی۔ اور اس کے جنازے کے ہمراہ قبر تک تشریف لے گئے۔ پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جنازے سے فارغ ہو کر واپس اپنے گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی پیشوائی کے لیے آگے بڑھیں۔ اور اپنے ہاتھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستار مبارک کو

چھو رہی ہیں کہ بہت عجیب بات ہے کہ آپ کی پگڑی اور کپڑے بارش کے پانی سے تر ہیں۔ حالانکہ آج کوئی بارش نہیں ہوئی۔ پس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے عائشہؓ آج تو نے اپنا سر کس چیز سے ڈھانپا ہے؟ حضرت صدیقہؓ نے جواب دیا آج میں نے اپنا سر آپ کی چادر مبارک سے ڈھانپا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہؓ میری اس چادر کے طفیل تیری آنکھوں سے پردے اٹھ گئے ہیں۔ اور اس سے تجھے بارش غیبی کا پانی میرے کپڑوں پر نظر آنے لگ گیا ہے۔ اے عائشہؓ عالم غیب میں زمین، آسمان، سورج، چاند ستارے اور بارشیں ہوا کرتی ہیں جسے بجز اولیاء کاملین کے اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ عالم غیب اور عالم شہادت آپس میں اس طرح وابستہ اور ملے جلے ہیں جس طرح ہماری جان اور جسم ایک دوسرے کے ساتھ مخلوط اور وابستہ ہیں۔ مردہ دل نفسانی لوگ اسی مادی دنیا اور مادی جسم کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔ دل اور روح کے لطیف غیبی وجود اور اس کے غیبی جہان سے بالکل بے خبر ہیں۔ دل اور روح کا لطیف غیبی جسہ جسم کے اندر اس طرح پوشیدہ اور بالقوۃ موجود ہے۔ جس طرح انڈے کے اندر بچہ اور تخم اور پھل کے اندر پودا اور درخت ہوتا ہے۔ کہ جس وقت انڈے کو بافعل گرمی پہنچائی جاتی ہے۔ انڈہ سیا جاتا ہے۔ اور اس میں سے بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور تخم اور پھول گو کتنا ہی چھوٹا نظر آتا ہے۔ لیکن جس وقت سے زمین کے اندر لگا کر پانی دیا جاتا ہے۔ اور اس کی باقاعدہ نشوونما کی جاتی ہے۔ تو اس میں سے بڑا بھاری تناآور درخت نمودار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کا ظاہری جسم اگرچہ ایک چھوٹا جرم صغیر نظر آتا ہے۔ لیکن اس کے ناسوتی عنصر انڈے کے اندر لاہوتی مرغ بالقوۃ موجود ہے۔ اگر اس ناسوتی انڈے کو ذکر اللہ اور تصور اسم اللہ ذات کی حرارت پہنچائی جائے تو اس میں سے مرغ لاہوتی سر نکالتا ہے۔ جس کی جولان گاہ قاف قدس اور لاہوت لامکان ہوتی ہے۔

جس طرح نڈے نڈوں میں گھونسلے کے ندر یک دوسرے کے ساتھ پڑے رہتے ہیں۔ لیکن بچے بڑے ہو کر پرندے بن جایا کرتے ہیں۔ ور اپنے گھونسلے ور درخت کو چھوڑ کر فضا میں طیر سیر کرتے ہیں۔ ور دوسرے پرندوں کے ہمر ہ جہاں چاہتے ہیں ڑتے ور پرو ز کر کے چلے جاتے ہیں۔ سی طرح نسان کا بیضہ عنصری دوسرے عنصری وگوں کے ساتھ سی مادی جہان کے گھونسلے میں پڑ ہو ہے۔ ور پنے مادی جہان کے عنصری گھونسلے سے حرکت ور تجاوز نہیں کر سکتا۔ اس کے جسم کا عنصری نڈہ دوسرے جسم کے نڈوں کے ساتھ ختلاط رکھ سکتا ہے۔ لیکن بچوں ور زندہ پرندوں کے ہمر ہ پرو ز کر کے پنے گھونسلے کو چھوڑ نہیں سکتا۔ سی طرح جب کوئی نفسانی مردہ دل آدمی کسی بزرگ کی قبر کے پاس جاتا ہے۔ چونکہ وہ خود بھی بیضہ عنصری یک قبر کی طرح ہے۔ جس کے ندر دل گویا حد ہے ور س کی روح مردہ لاش ہے۔ ہذ س کے جسم کی مردہ قبر کو س بزرگ کی مٹی کی قبر کے ساتھ س طرح ختلاط ہوگا جس طرح نڈے کو نڈے کے ساتھ ہوتا ہے۔ ور س نفسانی مردہ دل آدمی کو س بزرگ کی قبر میں سوئے مٹی کے ڈھیر یا مردہ لاش کے ور کیا نظر آ سکتا ہے۔ سی طرح کسی زندہ بزرگ یا ولی یا نبی کو وہ بجز ہڈیوں اور گوشت کے وتھڑے کے ور کیا سمجھ سکتا ہے۔ لیکن جس آدمی کے عنصری جسم کے س بیضہ ناسوتی کے ندر دل اور روح کا لاہوتی مرغ زندہ ہو جاتا ہے۔ تو جب یہ زندہ دل ور زندہ روح آدمی کسی بزرگ کی قبر کے پاس جاتا ہے۔ تو س کے دل ور روح کا طیف مرغ پنے جسم کے کثیف نڈے ور مادی جہان کے گھونسلے سے پرو ز کر کے ہل قبر کے طیف مرغ دل ور روح سے عالم برزخ ور عالم غیب کے طیف جہان میں جا ملتا ہے۔ ور س کے برزخی غیبی طیف باغ جنت میں دوسرے مرغان جنت کے ساتھ پرو ز کرتا ہے۔ ور جنت کے غیبی طیف میووں سے طف ندوز ہوتا ہے۔ ور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ور تعریف و توصیف کے نغمے گاتا ہے۔ برخلاف س کے تمام مردہ دل نفسانی

ٓدی گو پنے ٓپ کو ں سے زندہ سمجھتا ہے کہ ں کے وپر عنصری جسم کا کثیف چھلکا چڑھا ہوا ہے۔ ور ں کے نیچے بھی دل کی سفیدی ور حیونی روح کی زردی موجود ہے۔ اور وہ یک ناطق حیون کی صورت میں زندہ ہے۔ ور حیون کی طرح کھاتا پیتا ور سوتا جاگتا ہے۔ تو جب تک ں کی ں مردہ سفیدی اور بے جان زردی میں سے قلب کا ملکوتی ور روح کا روحانی مرغ زندہ ہوکر نہیں نکلتا۔ ور اس میں ور حیون اولٰئک کالانعام کوئی فرق نہیں ہے۔ ور جب زندہ روح جسم لطیف روح ور زبان روح سے دعوت قرٓن پڑھتا ہے۔ تو دعوت زبان قلب کی نسبت ستر ہزر دفعہ زیدہ نور قرٓن پید ہوتا ہے۔ ور وہ نور چونکہ روحانیوں کی غذ ہے۔ روحانی یسے ہل دعوت کے پس پنی مخصوص غذ حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ ور جب یسی دعوت سے نور قرٓن کی ں قدر باطنی نور کے ذخیرے ور خزنے ہل قبر کے پس جمع ہو جاتے ہیں کہ جس سے باطن میں روحانی بڑ بھاری مالدر ور دولت مند ہو جاتا ہے۔ ور ں کا روحانی درجہ بہت بڑھ جاتا ہے۔

ں سے ٓگے بھی نسان کے ندر ست غیبی لطیفے ہیں۔ جن سے دعوت پڑھی جا سکتی ہے۔ لیکن ن باتوں کو ٓج کل کے سائنس پرور مادہ مغرب زدہ نئی روشنی والے لوگ نہ باور کر سکتے ہیں ور نہ سمجھ سکتے ہیں۔ جس طرح ٓج سے سو سال پہلے زمانے کے لوگوں کے سامنے ٓج کل کی مادی ور ظاہری یجادت ور سائنس کے مروزانہ رنج وقت خترعات کا ذکر کیا جاتا تو وہ ناممکن اور محال سمجھے جاتے۔ ور کوئی شخص باور نہ کرتا۔ حالانکہ ہم پنی ٓنکھوں سے مادی سائنس کی محیر العقول ور عجیب خترعات و یجادت ٓج دیکھ رہے ہیں۔ سی طرح یہ مادہ پرست نفسانی زمانہ بھی ہل سلف روحانیین ور گذشتہ عارفین کاملین کی باطنی ور روحانی سائنس کی محیر العقول ور ہوش ربا کمالات ور خوارق کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ اللہ کی قدرت میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ ور بمقتضائے رحمتی وسعت کل شئی ں کی

رحمت کائنات کے ہر زمان و مکان میں پھیلی ہوئی و رپہنچی ہوئی ہے۔ ہذ ہم گے
مجمل و رمختصر طریقے پر بعض بہت فضل، عالی ورمنتہی دعوت کا ذکر کرتے ہیں۔

بعض عارف کامل اس قسم کی دعوت منتہی پڑھتے ہیں۔ کہ اس دعوت کے ذریعے
اللہ تعالیٰ کے دیدار پر نور سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ ور اللہ تعالے سے بے کام
و ر بے زبان ہم کلام صاحب لی مع اللہ مقام لاہوت لامکان میں بے کیف و بے
جہت اور بے چون و بے چگون حالت میں دعوت پڑھتے ہیں۔ ور اللہ تعالیٰ کے نور
قدیم سے بد آباد تک زندہ، تابندہ ور پائندہ ہو جاتے ہیں۔ یسے عارف، اکمل،
مکمل کا یک نوری قدیم وجود ہمیشہ اللہ تعالے سے وصل ور س دعوت میں شامل
رہتا ہے۔ گرچہ س کا ظاہری وجود س سے گاہے پنے دیگر غیر مشاغل کے سبب
بے خبر ور غافل ہو جاتا ہے۔ لیکن جب فارغ ہو کر س کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو
اس نوری وجود کو س دعوت میں حامل ور شامل پاتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالے پنے
حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشاد فرماتے ہیں فاذا فرغت
فانصب والی ربک فارغب یعنی میرے حبیب! جس وقت تو دیگر مشاغل
سے فرغت پائے تو میری طرف راغب ہو جایا کر ور س طرح میرے دیدار پر
نور سے حظ ندوز ہویا کر۔ یہ منتہی اہل دعوت ہر مشکل ور ہر حاجت اللہ تعالیٰ
سے براہ راست بدو سطہ غیر کے حل کر لیتا ہے۔ ور اللہ تعالے سے جواب با
صواب پاتا ہے۔ اس کے علاوہ یک دعوت نور حضور ہے کہ اہل دعوت کمل جامع
نور ہدیٰ زبان نور سے دعوت پڑھتا ہے۔ لاکھوں کروڑوں میں سے کوئی یک آدھ
نہایت نادر موجود سالک محبوب محمود فنافی رسول ظاہر و باطن مقبول معشوق س عالی
مقام سے مشرف ہوتا ہے۔

جس وقت یہ خاص خاص منتہی سالک زبان نور حضور سے دعوت شروع
کرتا ہے تو اس سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ چار یار و جملہ صحاب

اکابر وحضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ وحضرت شاہ محی الدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تشریف لا کر اہل دعوت نور حضور کو اپنے سینے سے لگاتے ہیں۔ اور اپنے ذاتی نور سے مشرف فرماتے ہیں۔ ایسا عامل کامل مکمل جامع نور الہدیٰ ہمدم وہم قدم وہم جان وہم زبان محمد مصطفیٰ ﷺ ہو کر جب ایک دفعہ زبان نور سے دعوت پڑھتا ہے تو اس کے ایک دفعہ دعوت پڑھنے کا عمل قیامت تک قائم رہتا ہے۔ اور کبھی کم یا زائل نہیں ہوتا۔ ایسا عامل کامل صاحب زبان سیف الرحمٰن جس وقت کسی بڑی بھاری مہم کے لئے یہ دعوت پڑھتا ہے تو باطنی روحانی دنیا میں اس دعوت سے ایک تہلکہ مچ جاتا ہے۔ اور باطنی دنیا کی تمام زمین کے اندر اس دعوت سے زلزلہ آ جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا قیامت برپا ہو گئی ہے۔ تمام عالم غیب، جملہ جن ملائکہ اور روح ہژدہ ہزار عالم اس کے ہمراہ بارگاہ الٰہی میں بصد آرزو و الحاح ملتجی ہو جاتے ہیں۔ تمام جن وانس جزع فزع کرنے لگ جاتے ہیں۔ تمام مخلوقات اہل اسلام خاص و عام ہاتھ اٹھا کر نہایت درد و خلوص اور عجز و انکسار کے ساتھ اس کے لئے دعائیں مانگتے ہیں اور اس کی دعوت میں شریک ہو جاتے ہیں۔ غوث، قطب، اوتاد، ابدال، جملہ صدیقین، شہداء، صالحین اور کل اولیاء حتیٰ کہ جملہ انبیاء و مرسلین کی پاک روحیں بھی اس کے ہمراہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ملتمس و ملتجی ہو جاتی ہیں۔ اور اس کا کام خواہ کتنا ہی مشکل، دشوار، ناممکن اور محال کیوں نہ ہو، ایک طرفۃ العین میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے حل کو پورا کر لیتے ہیں۔ اس دعوت سے قوموں، امتوں اور ملکوں کی تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ بے نصیب اور بے قسمتوں کو بانصیب اور خوش قسمت بنایا جا سکتا ہے۔ گداگر بے نوا کو بادشاہ اور بادشاہ ہفت اقلیم کو معزول کر کے مفلس کنگال کر دیا جاتا ہے اس دعوت سے لوح محفوظ کا نوشتہ مٹ جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفت یمحو اللہ ما یشاء و یثبت کی شان جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ اور اس کی قدرت ان اللہ علی کل شئی قدیر کو کارفرما اور رونما کیا جاتا ہے۔ ایسی دعوت اگر کسی

خاص فرد کے بخت و قبل کے سے پڑھی جے تو کم زکم ست پشت تک ں

دعوت کا ثر قائم رہتا ہے۔ ور س خاندن کی ثروت و دوت، عزت وشوکت ور

حکومت وسلطنت مدت مدید تک بڑھتی ور چڑھتی رہتی ہے کبھی کم نہیں ہوتی۔ ور گر

جلل، غضب ور قہر سے کسی کی مقہوری ور تباہی و ہلاکت کے سے پڑھی جے تو

ست پشت تک ن کے بخت و قبل کا تختہ لٹ دیا جاتا ہے ور بمقتضائے

فقطع دابر القوم الذین ظلموا ن ظالموں کی بنیاد مٹا دی جاتی ہے۔ ہل اللہ

فقر کے قہر ور غضب سے ڈرنا ور بچنا چاہیے۔ کیونکہ فقر کا قہر اللہ تعالٰی کے قہر کا

نمونہ ہو کرتا ہے۔

جس طرح زندہ دل عارف سالک کی دعوت قرآن سے روحانی ہل قبر نور قرآن

سے مالا مال ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی بزرگ ولی اللہ کی قبر پر یک رات دعوت قرآن

پڑھنے سے ہل دعوت کو س قدر عظیم الشان فوئد پہنچتے ہیں کہ جو سا ہا سال کی پے در

پے جانتوڑ ریاضتوں ور مجاہدوں سے حاصل نہیں ہوتے۔ چنانچہ ہمارے روحانی

مربی ور باطنی پیشو حضرت سلطان العارفین سلطان باہو صاحب رحمۃ اللہ علیہ پنی

کتابوں میں فرماتے ہیں کہ ہل دعوت کے سے کسی کامل بزرگ کی قبر پر یک رات

دعوت پڑھنی چالیس دن رات کے متوتر چالیس چلوں سے بہتر ہے۔ ور دوسری

جگہ فرماتے ہیں۔ کہ یک رات ہل دعوت کی کسی بزرگ ولی اللہ کی قبر پر دعوت

پڑھنی ستر سال کی عبادت ور ریاضت سے بہتر ہے۔ سو یہ ندزے محض ڈھکوسلے

ور مبالغے نہیں ہیں بلکہ عین حقیقت ہے۔ س کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت تصل ہل

دعوت عامل کامل کسی کامل ولی اللہ کی قبر پر دعوت پڑھتا ہے تو ہل دعوت پنے باطنی

قلبی ور روحانی جثے سے روحانی کے باطنی جثے سے س طرح تصل ور تحاد پیدا

کر لیتا ہے کہ س کے ساتھ یک دم، یک جسم ور یک جان ہو جاتا ہے۔ یہ یوں سمجھو

کہ روحانی س کا گھوڑا یا مرکب ور ہل دعوت س کا سوار بن جاتا ہے۔ ور روحانی

نے جس قدر باطنی مراتب روحانی درجات یا سلوک طریقت کے مقامات اپنی زندگی
یا عالم برزخ کے اندر طے کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اہل دعوت کسی ایک رات میں
روحانی کی رفاقت سے وہ تمام باطنی منازل طے کر لیتا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ یہ بھی
دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر ایک ہی اہل قبر روحانی کی قبر پر بار بار دعوت پڑھی جائے تو
روحانی اپنے سلسلہ طریقت کے دوسرے روحانی بزرگوں سے اہل دعوت کو جا ملاتا
ہے۔ اور ان کے باطنی نئی قسم کی انوکھی اور نادر فیوضات اور برکات سے مالا مال کر
دیتا ہے۔ اس طرح اہل دعوت ہر رات ایک نئی اور جدید قسم کے نئے سلوک طریقت
کی باطنی نعمتوں سے بہرہ یاب ہوتا ہے۔ کیونکہ جس طرح ہر انسان کی صورت اور
شکل و شباہت الگ اور مختلف ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر انسان کی طرف مختلف صفت
سے متجلی ہوتا ہے جس سے اختلاف رنگ و بو واقع ہوتا ہے کسی ایک انسان کی طرف شاذ تو دو
صفتوں کی بیک وقت تجلی فرماتی ہے۔ ورنہ دو انسانوں پر بیک وقت ایک ہی صفت
کی تجلی نازل فرماتی ہے۔ اس واسطے آیا ہے کہ الطرق الی اللہ تعالیٰ بعدد
انفاس الخلائق یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف انسان کے اس قدر بے شمار راستے ہیں
جس قدر انسانوں کے انفاس یعنی سانس ہیں۔ سو مخفی دعوت کے ذریعے اہل کامل
اہل دعوت کسی دوسرے کامل ولی اللہ کے ساتھ اتحاد پیدا کر کے اس کی تمام منازل
سلوک کو طے کر لیتا ہے۔ اور ایک نئے اور جدید جادہ سلوک اور راہ طریقت سے
اللہ تعالیٰ کے ساتھ واصل ہوتا ہے۔ حضرت معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ صاحب اسی
آرزو میں فرما گئے ہیں۔

بروز حشر چوں دیدار بنمائی بمشتاقاں
معین را سوز چوں سرمہ بچشم عاشقاں در کش

یعنی اے محبوب حقیقی جس وقت تو میدان حشر کے اندر اپنے عاشقوں اور مشتاقوں
کو اپنے جمال لا یزال کے دیدار پر انوار سے مشرف فرمائے تو مجھ مسکین معین کو جلا

کر سرمہ بنادے۔ اور ہر عاشق اور مشتاق دیدار کی آنکھ میں لگادے۔ تاکہ ہر عاشق
کی آنکھ میں تیرا انوکھا جلوہ دیکھ دوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ

الا لہ الخلق و الامر تبارک اللہ رب العلمین

یعنی خبردار ہو دو عالم خلق اور عالم امر اللہ تبارک وتعالی رب العلمین کے تصرف
میں ہیں۔ اور چونکہ تمام امور عالم امر میں طے ہوتے ہیں۔ اس واسطے سے عالم امر
کو دفتری حکومت کہتے ہیں۔ اس کے بعد ان امور کی تعمیل یا نفاذ و اجراء عالم خلق یا
ظاہری مادی جہان میں ہوتا ہے۔ اور عالم خلق عالم امر کا گویا عکس اور ظل ہے۔ روح
چونکہ عالم امر سے ہے قولہ تعالی قل الروح من امر ربی (ترجمہ) کہہ دے اے
میرے نبی کہ روح میرے رب کے عالم امر کی چیز ہے سو روحانی ولوگ امر کو عالم
امر کی باطنی دنیا میں بڑی دسترس حاصل ہوتی ہے۔ اور وہاں وہ ہمارے عالم خلق
کے مشکل امور کو بہت آسانی سے حل اور طے کر سکتا ہے۔ لیکن روحانی اہل قبر چونکہ
موت واقع ہونے کی وجہ سے ہر عمل سے رہ جاتا ہے۔ لہذا اسے زندہ لوگوں کے عمل،
طاعت اور ذکر فکر تلاوت قرآن کے نور کی بڑی حاجت ہوتی ہے لہذا اللہ تعالی نے
ان ہر دو عالم خلق اور عالم امر والوں کے درمیان ایک استفادے اور استمداد کی
صورت پیدا کردی ہے۔ اور ان کے درمیان بیع وشری یعنی خرید وفروخت کا ایک نعم
البدل قائم کردیا ہے کہ ہم عالم خلق کے اندر زندہ انسان چونکہ قید حیات میں ہیں۔
اور ہر قسم کی دنیوی آلائشوں اور نفسانی آلائشوں میں ہر وقت مبتلا اور گرفتار ہیں۔
اس سے عالم اسباب میں دنیوی مصائب اور مادی تکالیف سے نجات حاصل کرنے
اور دنیوی مشکلات پر قابو پانے کے لئے ہمیں اولیاء امر روحانیین اور ملائکہ مقربین
کی مدد واعانت کی بڑی ضرورت اور احتیاج لاحق ہوتی ہے۔ اور ہم ان کی اور وہ
ہماری بڑی مدد کر سکتے ہیں۔ اور ہم ایک دوسرے سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ لہذا

قدرت نے عالم غیب ور عالم شہادت کی دو مختلف مخلوقات کو یک دوسرے کا مدد و
معاون ور محتاج ور حاجت مند بنا دیا ہے۔ ور عالم شہادت ور عالم غیب کے تمام
کاروبار سی حتیاج اور ستمداد کے طفیل چل رہے ہیں۔ ور سی سے کائنات کی
رونق قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب نسان کو دنیا میں پنا خلیفہ نائب ور جانشین بنایا
ہے۔ ور دنیا کا یک دنی نسان جب حاکم، جج یا بادشاہ بنا دیا جاتا ہے تو اس کے
ہونٹوں کی یک دنی سی جنبش ور س کے قلم کی یک معمولی سی حرکت سے وگوں کی
قسمتیں بدل جاتی ہیں۔ کئی نسان تختہ دار پر لٹکا دیے جاتے ہیں۔ کئی سا ہا سال
تک قید و بند کی تاریک کال کوٹھڑیوں میں محبوس ور قید ہو کر نہایت سخت عذاب ور
نہایت دکھ درد میں مبتلا ور گرفتار رہتے ہیں۔ ور کئی ن کی یک دنی رم ور نوازش
سے مالا مال ور خوشحال ہو جاتے ہیں۔ ور پشتوں تک عیش و عشرت ور رفاہ و آرام
کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ حالانکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا حکم جاری ہے ور س کے حکم
کے بغیر درخت کا یک پتا بھی نہیں ہل سکتا۔ ور اللہ تعالیٰ آسمان ور زمین ور عالم
غیب و شہادت ہر دو کا مالک ور مختار بھی ہے وهو الذی فی السماء اله وفی
الارض الـــه پس جب دنیا کے نفسانی حاکموں، ججوں ور بادشاہوں کے پاس
نصاف، رحم ور داد رسی کی درخواست گذاری جا سکتی ہے۔ ور وہ ہماری داد رسی ور
نصاف کر کے ہماری حاجت روائی ور مشکلیں حل کر سکتے ہیں۔ ور اس میں کوئی
شرک لازم نہیں آتا۔ تو جب ظاہری زندہ بزرگوں یا باطنی عالم روحانی اہل تدبیر
یعنی باطنی ور روحانی ججوں، منصفوں ور حاکموں سے کسی کام کی درخواست یا اپیل کی
جاتی ہے تو بعض خشک توحید کے زبانی مدعی کیوں آتش زیر پا ہو کر برا فروختہ
ہیں۔ کہ یہ شرک ور بدعت ہے۔ سو یہ کور چشمی، غفلت ور بزرگان دین کے
ساتھ شیطانی حسد ور کبر کی علامتیں ہیں۔ در اصل یہ لوگ خود اللہ کے دین، مذہب ور
روحانیت کے مخالف، بدخواہ ور دشمن ہوتے ہیں۔ لہذا وہ بعض دکاندار مشائخ کو

اپنے شکوہ شکایت کا عمل، آج اور بہت سے بنام رسم دنیا کے مذہب روحانیت کا گلہ اور شکوہ کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے جملہ مقبولوں اور محبوبوں کا گلہ اور انکار کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ مانا کہ بعض جاہل، نادان کم فہم لوگ بزرگانِ دین کی قبروں کو سجدے کرتے ہیں۔ جو شرعاً ایک ناجائز اور ناروا فعل ہے۔ لیکن بعض اس قسم کے یہودی منش منافق کور چشم نام کے مسلمان بھی موجود ہیں جو حضرت سرورِ کائنات ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت کو بدعت اور شرک قرار دیتے ہیں۔

مجھے ایک بزرگ نے بتایا کہ ایک دفعہ ہمارے ساتھ ہندوستان کے چند پڑھے لکھے آدمی حج کے سفر کے ہمارے رفیق بن گئے۔ مکہ معظمہ پہنچے تو وہ ہمارے اچھے رفیق بنے رہے۔ اور بھائیوں اور دوستوں کی طرح سلوک اور برتاؤ کرتے رہے۔ اتفاقاً حج سے پہلے ہم روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ چلے گئے۔ جب ہم وہاں سے واپس آئے تو انہوں نے ہم سے سلام اور کلام کرنا چھوڑ دیا۔ محض اس لئے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے حبیب ؐ کے مزارِ مقدس اور مسجدِ نبوی کی زیارت کی تھی۔ افسوس اس قسم کے منافق حاسد کور چشم منافقوں کا کیا اسلام اور ایمان ہوگا۔

جس طرح ہمارے مادی اور عنصری جسموں پر ظاہری اور مادی حاکموں کی حکومت ہے کہ جس وقت وہ چاہیں اپنی عدالت میں ہمیں حاضر اور پیش کر سکتے ہیں۔ اور ہم سے ہر قسم کی خدمت اور کام لے سکتے ہیں۔ اسی طرح باطنی اور روحانی حاکم ہمارے قلوب اور ارواح پر تصرف اور حکومت رکھتے ہیں اور یہ بات مسلم ہے کہ جسم اور بدن دل کے تصرف اور اختیار میں ہے کہ جب دل چاہے کہ انگلی اٹھے تو اٹھ جاتی ہے۔ اور جب چاہے کہ ہاتھ ہلے تو فوراً بلا تامل ہاتھ ہلتا ہے۔ اسی طرح جسم اور بدن کے تمام اعمال اور افعال دل کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوتے ہیں۔ لیکن دل اور روح ایک غیبی امری لطیفہ ہے۔ اس پر عالمِ امر کے لطیف غیبی روحانی حاکموں کا تصرف ہوتا ہے۔

دل کو س و سطے قلب کہتے ہیں کہ یہ ہر وقت منقلب ہوتا ور لحظہ بہ لحظہ بدلتا رہتا ہے۔ مثلاً جب کبھی کسی حاکم یا منصف کے روبرو کوئی دیوانی یا فوجدار ی مقدمہ پیش ہوتا ہے تو دور ن مقدمہ س کا دل ور اس کے ر دے کئی طرح بدلتے رہتے ہیں۔ ور کبھی ٹھیک ند زہ نہیں لگا سکتا کہ یہ مقدمہ س کے ہاتھوں کیونکر فیصلہ ہوگا۔ ور حالات ور کو ئف کے خلاف سے س کے ر دے ور خیالات بدلتے رہتے ہیں۔ ور مقدمہ کا نجام نتیجہ ور فیصلہ کثر س کے ر دوں ور خیالات کے برخلاف ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ نگریزی زبان کی یک ضرب لمثل ہے کہ

"unexcepted often Happens"

یعنی کثر غیر متوقع باتیں وقوع ہو رتی ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ جج، منصف ور حاکم کا دل اللہ تعالیٰ کے غیبی لطیف ولی الامر حاکموں کے تصرف ور قبضے میں بعینہ سی طرح ہوتا ہے جس طرح جج ور حاکم کے ہاتھوں میں قلم ہوتا ہے۔ جج جو چاہتا ہے قلم لکھتا جاتا ہے۔ روحانی ولی الامر جو چاہتے ہیں۔ س کے دل کے ر دے کو پنی طرف پھیر تے ہیں۔ حدیث قلب الانسان بین اصبعی الرحمن یعنی نسان کا دل اللہ تعالیٰ کی دو نگلیوں کے درمیان قلم کی طرح ہوتا ہے۔ ب گر جج کے فیصلہ لکھتے وقت مسل پر یک مکھی بیٹھی جج کے قلم ور چین کو فیصلہ لکھتے دیکھے تو وہ یہ سمجھے گی کہ یہ قلم فیصلہ لکھ رہا ہے ور گر زیادہ وپر نگلیوں کو لکھتے دیکھ کر خیال رے کہ یہ نگلیاں لکھ رہی ہیں۔ ور گر ہاتھ کو لکھنے والا بتائے تو بھی صحیح ہے۔ ور جو حاضرین کمرہ عد لت میں ہوں وہ سمجھتے ہیں کہ فیصلہ لکھنے والا جج ور حاکم ہے ور گر کوئی باطنی آنکھوں والا موجود ہو ور دیکھ رہا ہو دے کہ اصل فیصلہ کرنے والا وہ باطنی موکل ہے جو حاکم کے دل پر س وقت متصرف ہے۔ ور پنی پنی جگہ پر قلم، نگلیوں، ہاتھ، جج ور باطنی موکل کو فیصلہ کن کہنے والے سب درست ور صحیح ہیں۔ ور سب سے زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ آخری فیصلہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ جو غیبی

موکلات، مدنکہ وراوراح کے سب ر دوں پر قبض، متصرف ور حکم ں کمین ہے
تو۔ تعالیٰ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ تعبیٰ موکلات ور بطنی ورروحانی وا
ا امر حاکم قلوب ور روح کی دنیا میں عجیب تصرف کرتے ہیں۔ ور تمام کاروبار ور
کاموں کا نجام ن ہی کے ر دوں ور فیصلوں پر موقوف ور منحصر ہوتا ہے۔ ور دنیا
کے تمام کاروبار پہلے عالم مر میں روحانیوں کے ہاتھوں طے ہوتے ہیں۔ غرض
رحانی ہل قبور سے ہر قسم کی مدد لی جاسکتی ہے حدیث اذا تحیرتم فی الامور
فاستعینو من اہل القبور جیسے کہ ں روایت میں ہے یعنی جب تم پنے مشکل
موروں میں حیر ن ہو جاؤ تو اہل قبور بزرگان دین سے ستعانت ور استمد د رو۔ لیکن
جس طرح کسی ظاہری حاکم او رجج کی عدالت میں ستغاثہ ور درخواست پیش رنے
کا خاص طریقہ، قاعدہ اور قانون ہوتا ہے سی طرح ن باطنی وا امر حاکموں سے
استمد د ور ستعانت رنے کا قاعدہ ور طریقہ ہے۔ ور وہاں تک آواز ور
درخواست پہنچانے کے قابل خاص زندہ دل عارف ہیں جو درگاہ لٰہی کے باطنی
ملازم اور روحانی محرر ہیں۔ جو قاعدہ ور قانون کے مطابق سائل کی درخواست پہنچا
رن وہ امر سے منظور ر سکتے ہیں۔ کسی بزرگ کی قبر ور مزار کو ہاتھ پھیلا پھیلا ر
چمٹنے، چومنے، سجدہ کرنے ور شوروغل مچا مچا کر رنا جو رغیر شرعی لفاظ میں سوال رنے
سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ قاعدے ور قانون کے مطابق قبر کے پاس جا ر پاک جسم،
طیب جان ور طاہر زبان سے فاتحہ ور قرآن کی دعوت پڑھنے سے بہت روحانی کو
فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے۔ ور س سے فائدہ ٹھایا جا سکتا ہے۔
ہم یہاں قبر سے ستمد د رنے کی دلیل قرآن سے پیش رتے ہیں۔ کہ موسیٰ علیہ
سلام کے زمانے میں قوم بنی اسرائیل میں سے یک بڑے آدمی کو قتل کیا گیا۔ لیکن
صلی قاتل کا کوئی پتہ نہیں لگتا تھا۔ ور لوگ یک دوسرے پر لزام لگاتے تھے۔ چنانچہ
قوم کے درمیان نزاع ور فساد کا سخت خطرہ تھا۔ یسے نازک وقت میں لوگوں نے

اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کیا کہ آپ ہمارے اس فساد کا کوئی حل تلاش کریں کہ قوم خونریزی اور لڑائی سے بچ جائے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایک خاص قسم کی گائے تلاش کرنے اور ذبح کرنے کا حکم دیا۔ غرض بڑی تلاش اور تجسس کے بعد اس قسم کی گائے ملی گئی اور اسے ذبح کر ڈالا گیا۔ تب موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس گائے کے گوشت کا فلاں حصہ مقتول کی لاش پر دے مارو۔ ایسا کرنے سے مقتول ایک لحظہ کے لئے جی اٹھا۔ اور اس نے اپنے قاتل وغیرہ کا نام وغیرہ بتا دیا۔ اور قاتل کو اس کی پاداش میں قتل کر دیا گیا۔ اور قوم کا فتنہ فرو ہوا۔ جب ایک اولوالعزم پیغمبر ایک جانور کے مردہ گوشت سے استفادہ، استعانت اور استمداد حاصل کرتا ہے۔ اور اتنے بڑے بھاری نازک وقت میں ایک جانور کی مردہ لاش سے استعانت حاصل کر کے قوم کو خون ریزی سے بچاتا ہے۔ تو ایک خدا تعالیٰ کے بزرگ، برگزیدہ مقبول اور محبوب ولی اللہ کی قبر اور اس کے جسد یا اس کی روحانیت سے کیوں استفادہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ ضرور کیا جا سکتا ہے۔

دیگر معراج کی رات ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اپنی امت مرحومہ کے لئے دن رات میں پچاس نمازیں ادا کرنے کا حکم لا رہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملے۔ اور پچاس نمازوں کی فرضیت کا ذکر کیا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مشورہ دیا کہ آپ کی امت پچاس نمازوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گی۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نمازوں کی کمی کی درخواست کریں۔ چنانچہ آپ نے تین بار نمازوں میں کمی کی درخواست کی۔ تب یہ پانچ نمازیں مقرر ہوئیں۔ یہاں ہمارے برگزیدہ سید المرسلین خاتم النبیین افضل البشر کی ایک دنیا سے گذرے ہوئے پیغمبر کی روح سے استفادہ حاصل کرنے کی بڑی بھاری شان موجود ہے۔ جس کا فائدہ تمام امت قیامت تک اٹھائے گی۔ اور ان کے بعض حاسد کور چشم عالم پھر بھی روحانیوں سے استمداد کرنے کے انکاری ہوتے ہیں۔ اور اسے شرک کا

نام دیتے ہیں۔

بزرگان دین کی قبروں کی زیارت کے معاملے میں کثر وگ فرط وتفریط میں مبتلا ہوکر رہ ستدلال سے دور جا پڑے ہیں۔ ن میں یک گروہ ن خشک مزج کور چشم زبانی توحید کے مدعی وگوں کا ہے کہ جن کو قبر کے نام سے چڑ ہے جن کے سامنے گر کسی بزرگ ولی یا نبی کی قبر یا مزر کا نام یا جائے تو وہ فوراً بن سوچ سمجھے ناک بھوں چڑھا یتے ہیں۔ اور تمام مقبروں کو بت ور زیارت کرنے و وں کو مشرک سمجھتے ہیں۔ ور کہتے ہیں کہ قبروں سے دعائیں ور حاجت مانگنے و وں ور بت پرستوں میں کیا فرق ہے۔ گر کسی قبر ور مزر پر فاتحہ، درود ور قرآن پڑھنا شرک ہے تو پھر توحید کس بلا کا نام ہے۔ ن وگوں کا دہریوں ور نیچریوں کی طرح یہ خیال ہے کہ نسان مر کر نیست ونابود ور عدم محض ہو جاتا ہے۔ پھر سے کیا ڈرنا ہے ور س کے نام پر خیرات وغیرہ دینا یا س کی روح کو پڑھ کر بخشنا سب بے سود ہے۔ یہ کافروں کی طرح صحاب القبور سے نا امید ہیں۔ جیسا کہ رشاد ربانی ہے۔

یا یھا الذین امنو لا تتولو قوما غضب الله علیھم قد یئسو من الاخرۃ کما یئس الکفار من اصحب القبور

(ترجمہ) ے یمان و و دوستی نہ کرو یسے وگوں سے جو اللہ تعالیٰ کے غضب ور قہر کے نیچے آئے ہوئے ہیں کہ وہ آخرت سے س طرح نا امید ہو چکے ہیں جس طرح کفار ہل قبور سے نا امید ہو جاتے ہیں یعنی جن کا عقیدہ یہ ہے کہ نسان محض س عنصری جسم کا نام ہے جو مرنے کے بعد مٹی ہو جاتا ہے ور روح وغیرہ کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ گر یہی بات ہے تو شریعت نے مردے پر نماز جنازہ پڑھنا، س کی تجہیز وتکفین کرنا اور ڈیڑھ گز زمین ضائع کرنے کی بے فائدہ تکالیف ور بے جا خرچ جات کیوں نافذ ور عائد کیے ہیں۔ بس ہندوؤں کی طرح مردوں کو آگ کی نذر کر کے جلا دینا یا دریا برد کر دینا ہی بہتر تھا۔

دوسری طرف وہ وگ ہیں جو پنے بزرگوں کی قبور کو سجدے کرتے ہیں۔ ور ن کو
پنے مطلق حاجت رو ور قاضی حاجات سمجھتے ہیں۔ سو ہر کام میں عتدل کی صر ط
مستقیم موجود ہے۔ لیکن شیطان وگوں کو افر ط ور تفریط کے غلط ٹیڑھے ر ستوں پر
گا کر رہ حق سے گمرہ کر دیتا ہے تو۔ تعالیٰ وعلی اللہ قصد السبیل ومنھا جائر
یعنی اللہ کی طرف حق ور عتدل کا سیدھا ر ستہ موجود ہے۔ ور ن سے دھر دھر
افراط وتفریط کے شیطانی ٹیڑھے ر ستے نکلے ہیں۔ جن سے حتر ز لازمی ہے۔
سو رہ عتدل یہ ہے کہ کسی پنے خویش، رشتہ د ریا دوست کی قبر پر فاتحہ درود سورۃ
خلاص یا تلاوت قرآن مجید پڑھ کر بخشے یا ن کے نام پر مساکین کو صدقہ خیر ت
دے دے تو ہل قبر کو ن کا ثو ب پہنچتا ہے۔ ور روحانی اس ثو ب سے خوش وسرور
ور مفرح حال ور شاد کام ہوتا ہے۔ ور س کے عوض زیارت کرنے و لے ور
ثو ب بخشنے و لے کے حق میں دعائے خیر کرتا ہے۔ ور پنی وسعت، ستعد د ور
توفیق کے مطابق سے فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ ور گر زیارت کے وقت
کوئی شخص فرط محبت ور جوش عقیدت کے سبب پنے ماں باپ ستاد یا مرشد کی قبر کو
یا اس کے غلاف کو چوم لے ور بوسہ دے دے تو س میں کوئی حرج نہیں ہے ور جائز
ہے کیوں کہ جس شخص سے محبت اور عقیدت ہو س کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے۔ ور
پیاری لگتی ہے۔ کثر خویش ور دوست ملتے وقت یک دوسرے کو چومتے ہیں گر
نتغہ ور دیر کے بعد ن کا کوئی خط آ نکلتا تو سے فرط محبت سے بوسہ دیتے ور آنکھوں
پر رکھتے ہیں۔ گاہے ن کے کپڑوں ور دیگر یادگار نشانیوں کو سینے سے لگاتے ہیں۔
سو س قسم کے فعال فرط محبت سے کیے جاتے ہیں۔ ور س میں شرعاً کوئی حرج نہیں
ہے غرض جو چیز بھی کسی کے محبوب سے منسوب ہو گر کسی محب کے پاس آ جائے تو
محب سے دیکھ کر پنی محبت کا بے ختیار مظاہرہ سے چومنے سے کرتا ہے۔ غرض یہ تو
چند روزہ دنیوی محبت کا معاملہ ہے ور اللہ تعالیٰ محبوب حقیقی کے ساتھ پنے بندوں ور

محبوں کی محبت بہت سخت ہو رتی ہے جیسے کہ یہ ہے والـدیں امنو اشد حبا لله

مومنوں کی محبت اللہ تعالیٰ کے سے بہت سخت ہو رتی ہے۔ سوم مرشد کامل جو محبوب

حقیقی اللہ تعالیٰ کی طرف رہ سلوک باطنی کا رہبر ور رفیق ہوتا ہے۔ ور اس کے قرب

ور وصل کا ذریعہ ور وسطہ ہوتا ہے۔ وہ بھی محبوب حقیقی کی تبع میں محبوب بن جاتا

ہے۔ ور س کی محبت ور تعظیم عین اللہ تعالیٰ کی محبت ور تعظیم ہو جاتی ہے۔ ہذ کسی

ولی کامل کے مزر کو یا اس کے غلاف کو بوسہ دینا جائز ہے۔ حجر سود جو کہ یک پتھر

ہے سے تعظیما بوسہ دینا لازم ور وجب گردانا گیا ہے۔ قرآن مجید، خانہ کعبہ کے

غلاف کو ور دیگر متبرک شیء کو تعظیما بوسہ دینا کارِ خیر و ثوب ہے۔ ہذ کوئی وجہ نہیں

کہ ماں، باپ ستاد، مرشد ور کسی ولی یا نبی کی قبر کو یا اس کے غلاف کو بوسہ دینا جائز

نہ ہو۔ کیونکہ ن بزرگوں کی تعظیم وجہ اللہ کی جاتی ہے۔ س سے یہ شعائر اللہ

میں شامل ہیں قولہ تعالیٰ ومن یعظم شعائر الله فانها من تقوی القلوب یعنی

جو شخص اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے۔ تو یہ بات قلوب کے تقویٰ کا نتیجہ ہے۔

لیکن سجدہ سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کسی کو جائز نہیں ہے۔ لیکن دعوت القبور میں تو

کسی بزرگ یا ولی کی قبر کے پاس محض قرآن پڑھا جاتا ہے۔ وہاں اس قسم کی بدعت

کا شائبہ ور دخل نہیں ہوتا۔ سو دعوت القبور یک خاص قرآنی عمل ہے۔ جس کے

ذریعے روحانی حاضر ہو کر دعوت پڑھنے والے کے باطن میں مدد ور عانت کرنے

پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ور یہ دعوت صرف عامل کامل شخص پڑھ سکتا ہے۔ س میں بوسہ

تعظیم و تکریم ور سجدہ وغیرہ میں سے کوئی کام نہیں کیا جاتا۔ ور نہ س قسم کا کوئی سوال

ہی پیدا ہوتا ہے ور جو ملحد کور چشم یہ خیال کرتے ہیں کہ نسان جب مر جاتا ہے عدم

محض ہو جاتا ہے ور س کا معدم تمام ہو جاتا ہے۔ ہمارے روئے سخن لیسے دہری مزاج

ملحدوں سے ہرگز نہیں ہے۔ ور یہ نظریہ سب تمام اہل علم منصف مزاج، سلیم العقل،

اہل سلف ور اہل خلف محققین کے نزدیک مسلم ہے کہ موت کے بعد روح زندہ رہتی

ہے۔ ور سی دنیا میں روح ہمارے پ س گا ہے گا ہے آتی ہیں۔ یورپ کے سپر

چولسٹس (Spiritualists) یعنی ماہرین علم روحانیت نے پنے تجربوں ور

مشاہدوں سے اس بات کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیا ہے کہ موت کے بعد روح زندہ

رہتی ہیں۔ س دنیا میں آ کر زندہ لوگوں سے ملاقات ور بات چیت کرتی ہیں۔ ور

زندہ لوگوں کی مدد ور حمایت کرتی ہیں۔ جس کا مفصل ذکر ہم عرفان کے پہلے حصے

میں کر آئے ہیں۔ بلکہ ن لوگوں نے س بات کا بھی پتہ لگا یا ہے کہ موت کے بعد

جانوروں ور حیوانات کی روح بھی زندہ رہتی ہیں۔ اور س بات کے ثبوت میں

بہت تجربے ور مشاہدے بیان کیے جاتے ہیں۔

چنانچہ یک نگریز لکھتا ہے کہ میں یک دفعہ شہر سے چالیس میل دور پنے یک

خویش کے گھر کسی ضروری کام کے لیے جا کر ٹھہر گیا۔ یک روز شام کے وقت س

خویش کے گھر میں کسی کام کے لیے جھکا تو میں نے دیکھا کہ میرا کتا جسے میں گھر

چھوڑ آیا تھا حسب معمول میری پیٹھ پیچھے کندھوں پر چڑھ آیا ہے۔ میں نے جب

سے پیچھے سے ہاتھ ڈالا۔ تو میرا ہاتھ خالی چلا گیا۔ کیونکہ وہ میرا صلی مادی کتا نہیں

تھا۔ بلکہ اس کا وہ لطیف روحانی وجود تھا جو س وقت غائب ہو گیا۔ میں س بات

سے بہت حیران ور متعجب ہوا۔ چنانچہ میں نے سی وقت پنے گھر کو ٹیلیفون کیا کہ

میرے کتے کا کیا حال ہے۔ وہاں سے جواب ملا کہ کتا شام کے وقت جب کہ برف

پڑ رہی تھی۔ باہر نکل گیا ور برف میں دب کر ہلاک ہو گیا۔ یہ ٹھیک وہی وقت تھا جب

کہ میرے کتے کی روح حسب معمول پیار کے سبب میرے کندھوں پر چڑھ آئی

تھی۔ س سے میں نے یہ ندازہ لگایا کہ جانوروں کی روح بھی موت کے بعد

زندہ رہتی ہیں۔ یورپ میں جانوروں کی ہمدردی اور نہیں ذبح نہ کرنے کی تحریک

بڑے زوروں پر ہے ور ب وہاں بہت سے لوگوں نے گوشت خوری کو ترک کر دیا

ہے۔ ور سبزی خور بن رہے ہیں۔ یعنی نباتات پر گذرہ کر رہے ہیں۔ جس وقت

حال یہ ہے کہ حیوانوں، جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں تک کی روح موت کے بعد
بھی زندہ رہتی ہیں۔ اور انسانوں کو آتی ہیں تو بھلا انسان اشرف المخلوقات کی روح
موت کے بعد کیوں نہ زندہ ہو۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جو کہتے ہیں کہ اولیاء اور
انبیاء کی قبروں پر جانے سے کیا فائدہ وہ تو مٹی ہو گئے ہیں ان مٹی کے ڈھیروں میں
کیا پڑا ہے۔

لہذا روح حقیقی لطیف صورت میں دنیا میں آنے سے پہلے بھی ازل میں موجود
ہوتی ہیں۔ اور اپنے اپنے وقت پر دنیا میں آ کر عنصری جسم کو کثیف لباس اختیار کرتی
ہیں۔ اور جس وقت وہ دنیا میں اپنا مقررہ وقت گذار کر راہی دار العقبیٰ ہو جاتی ہیں تو وہ
اس کثیف لباس عنصری کو اتار کر ایک لطیف باطنی جسے کے ساتھ مقام برزخ میں
داخل ہو جاتی ہیں۔ اور وہاں زندہ رہتی ہیں۔ اور وہ اپنے لطیف جسے کے ساتھ
ہمارے اس دار دنیا میں آتی ہیں۔ اپنے خویش و اقارب اور دوستوں محبوں کی ہر ممکن
مدد کرتی ہیں۔ اور جس قدر روح زیادہ ترقی یافتہ اور طاقتور ہوتی ہے۔ اسی قدر
زیادہ مدد اور فائدہ پہنچاتی ہیں۔ اور اگر چاہیں تو اپنے اور اپنے اندیشوں اور محبوں
کے دشمنوں اور بدخواہوں کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ چنانچہ کئی دفعہ دیکھا گیا ہے کہ دنیا
میں جب کبھی کسی شخص کو کوئی سخت، جانکاہ اور صعب واقعہ پیش آ جاتا ہے۔ تو ان کے
متوفی ماں باپ اور بزرگ مقام برزخ کے اندر سخت پریشانی اور بے قراری محسوس
کرتے ہیں۔ اور ان کی ہر قسم کی مدد کرتے ہیں۔ چنانچہ کئی دفعہ اس فقیر کو بعض
روحانیوں نے اپنے بچوں اور خویشوں کے لئے دعا کرنے کی استدعا کی ہے۔ بعض
روحانی جب مرض موت کی غشی اور بے ہوشی میں دنیا سے گذر جاتے ہیں جسے
سکرات موت کہتے ہیں تو ان کا یکدم ہوش سنبھالنے کے بعد دار دنیا میں داخل
ہوتا ہے۔ اور اپنے گھر میں خویش و اقارب کو روتے دھوتے دیکھتا ہے اور انہیں
کسی کی تجہیز و تکفین میں مشغول پاتا ہے۔ تو وہ خیال کرتا ہے کہ ہمارے گھر میں کوئی

آدمی مر گیا ہے۔ لیکن جب وہ اپنی لاش کو تختے پر غسل کے وقت یا چارپائی پر دیکھتا ہے تو وہ معلوم کرتا ہے کہ میں مر گیا ہوں۔ نیک صالح مومن، متقی آدمی کو موت کے وقت عزرائیل بڑی محبوب اور مرغوب صورت میں دوچار ہوتا ہے کہ متوفی اس کے نظارے میں محو ہو جاتا ہے۔ اور عزرائیل بہت آرام اور آسانی سے اس کی روح کو قبض کر لیتا ہے۔ جس کو اپنے خویشوں اور دوستوں کی دنیا سے گذری ہوئی روحیں آتی ہیں۔ اور انہیں ایمان کی مبارک اور نجات پانے کی بشارت دیتی ہیں۔ اور وہ روحیں عمدہ بہشتی پوشاک پہنے اس ایمان دار کے لئے جشن مناتی ہیں اور خوشی کے گیت گاتی ہیں۔ اس وقت فرشتے اس مبارک روح کو بہشتی حلے اور جنت کے معطر اور معنبر لباس پہنا کر مقام علیین میں بڑے تزک اور احتشام سے لے جاتے ہیں اور اسے بہشت کا ٹھکانہ دکھاتے ہیں۔ بعدہ اسے برزخ کے اندر قبر میں لایا جاتا ہے اور اسے سوال و جواب کے لئے بیدار کیا جاتا ہے۔ اور جب وہ تمام سوالوں کا جواب دے چکتا ہے اور اپنے امتحان میں پاس اور کامیاب ہو جاتا ہے تو فرشتے اسے کہتے ہیں

یا عبد الصالح نم کنومة العروس جزاک الله فی الدارین خیرا

یعنی اے نیک بندے اب تو دلہن کی سی خوشگوار نیند سو جا۔ اللہ تعالیٰ تجھے دونوں جہانوں میں جزائے خیر عطا کرے۔ اس وقت اس پر ایک گونہ برزخی نیند طاری کی جاتی ہے۔ اور نیند کی حالت میں اس کی روح اپنے بہشت کے مرغزاروں میں طیر سیر کرتی اور لطف اندوز ہوتی ہے۔ اور بیداری کی حالت میں وہ اپنی قبر، جسد اور مقام دنیا کی طرف عود کر آتی ہے۔ اور اپنے عزیزوں سے ثواب، خیرات و فاتحہ حاصل کرتی ہے۔ اور ان کی مدد کرتی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جمعہ کے روز روح کو قبر کے اندر بیداری حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ وقت جمعہ کی رات سے لے کر نماز جمعہ تک ہے۔ اس وقت روح قبر میں بیدار ہوتی ہیں۔ اور

جس وقت کوئی منفق مشرک ورفسق بدکار آدمی دنیا سے گذرتا ہے تو س کی روح کو عزرئیل علیہ سلام بڑی ڈروئی ورخوفناک صورت میں قبض کرتا ہے۔ جب وہ شقی اور بد بخت روح پنے جسد سے باہر آتی ہے تو س پر ہر طرف سے لعنت ور پھٹکار پڑتی ہے۔ ورقہر ورغضب کے فرشتے سے دوزخی، آتشین ور بدبودر کپڑے پہنا کر مقام سجین کی طرف لے جاتے ہیں۔ ور سے پنے جہنم کا مقام دکھا دیا جاتا ہے۔ ور سے وپس برزخ کے ندر قبر میں لیا جاتا ہے ور س سے سول کیا جاتا ہے کہ من ربک وما دینک ومن نبیک یعنی تیرا رب کون ہے۔ ور تیرا نبی کون ہے۔ وہ س وقت کوئی جوب نہیں دے سکتا ہے، تو فرشتے اسے خطاب پر عتاب سے مخاطب کرتے ہیں۔ ور سے طرح طرح کا عذب دے کر قبر میں ڈال دیتے ہیں۔ ور سے یک گونہ غنودگی ورنیند لاحق ہوتی ہے نیند کی حالت میں اس کی طرف س کے پنے دوزخ کا روزن کھل جاتا ہے ور وہ طرح طرح کے عذبوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ ور قیامت تک یہی حالت میں رہتا ہے۔ ن جہنمی ورمعذب روحوں پر یک یک لمحہ یک یک سال طویل، گراں اور کٹھن گذرتا ہے۔ ور نہیں یوں محسوس ہوتا ہے۔ گویا وہ روز زل سے س عذب، مصیبت ورتکلیف میں مبتلا ہیں۔ ور بد آباد تک س میں مبتلا ور گرفتار رہیں گی۔ س کے برعکس جنتی ور پاک روح پر ہزرہا سال کا عرصہ یک لمحے کی طرح سہل، آسان ورخوشگوار گذرتا ہے۔ ور نہیں س طرح معلوم ہوتا ہے گویا نہوں نے کبھی کوئی تکلیف، عذب ور مصیبت دیکھی ہی نہیں۔ ور وہ ہمیشہ س طرح آرام ور رحت، لطف ومسرت ور فرحت و نبساط میں زندگی بسر کرتی رہیں گی۔

سی طرح تمام روح پنے عمل، فعل ور نیت کے مطابق مختلف مقامات، درجات آرم ور رحت ور عذب و تکالیف سے دوچار ہوتی ہیں۔ ہر روح کے ساتھ لگ لگ معاملہ ہوتا ہے۔ ور ظاہری دنیا کے نسانوں کے ساتھ ن کے تعلقات،

رو بط ورقوت کار ردگی میں بھی ن کی ستعد د کے مطابق بڑ فرق ہوتا ہے۔ بعض
روحیں بہت ٓز د ہوتی ہیں ور ن کے ساتھ بآسانی ربطہ ور تعلق پید کیا جا سکتا
ہے۔ ور بعض روحیں س سلسلے میں بہت مقید ور پابند و قع ہوتی ہیں۔ ور ن کے
ساتھ تعلقات ور رو بط پید کرنا بہت دشو ر مشکل بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔

ب ہم مصر کے تین چار ہز ر سال کے مرے ہوئے ہل قبور روحانیوں کے
نہایت عجیب وغریب حیرت نگیز کارناموں کے حالات بیان رتے ہیں جن کی
قبریں حال ہی میں کھودی گئی ہیں۔ ور جس وقت یورپ کے ماہرین طبقات ا رض
ور محققین و سائنس د نوں نے مصر میں تین ہز ر سال کے متوفی فر عنہ مصر ور دیگر
س زمانے کے مذہبی پیشو ؤں کے تحت ارض خانقاہوں ور قبروں کو کھود ہے ور
ن کی پرانی مستعمل شیاء ان کی ہڈیوں اور صحیح سلامت ممی جسموں کو اپنے عجائب
گھروں میں رکھنے کے لئے نکالا ہے۔ تو ان لوگوں نے ن تین چار ہز ر سال کی
مدفون لاشوں ور ن کی شیاء کے ساتھ اس قدر عجیب وغریب روحانی معاملات ور
سنگین ومہیب خورق عادت کو و بستہ ور مربوط پایا ہے کہ س نے تمام ہل یورپ کو
حیرت میں ڈ ل دیا ہے جن کے مقابلے میں سائنس کے موجودہ کرشمے ور کارنامے
بالکل ہیچ ور ماند نظر آتے ہیں۔ جس نے بڑے بڑے سائنس د نوں ور فلاسفروں کا
ناطقہ بند کر دیا ہے۔ نیز ن محققین کو ن پرانی قبروں کے ندر جس قدر پتھروں ور
ینٹوں پر س زمانے کی پرانی تحریریں ور کتبے ملے ہیں۔ نہوں نے وہ تمام تحریریں
پنی پرانی زبانوں کے ماہرین سے پڑھو کر ور ترجمہ کر کر نہیں کتابی شکلوں میں
جمع کیا ہے ور نہیں مردوں کی کتابیں یعنی (Books of the Dead) کے
نام سے موسوم کیا ہے۔ س فقیر نے ن تحریروں کا مطالعہ بھی کیا ہے۔ ور س کا بے
شمار لٹریچر س فقیر کی نظر سے گذر ہے۔ یہاں یہ فقیر ن تین چار ہز ر سال کے
پر نے ہل قبور روحانیوں کے چند نہایت عجیب ور محیر العقول کارنامے بطور مشتے

نمونہ زخرہ رے سے بدیہ ناظرین رتا ہے۔جس سے یک منصف مزج سیم عقل
ن ن ہل تدبر کے زبردست بطنی تصرف اور حقیقت کا ندزہ سانی سے گا سکے گا۔
یورپ میں مسٹر کیرو (Chero) حال ہی میں روحانی مالات کے شعبہ علم جوتش
ورز یچہ یعنی پامسٹری (Palmistry) میں بڑ ماہر ہوگذر ہے۔علم جوتش ور
رل میں یورپ کی تاریخ کے ندر اس کا ہم پہ ور بر بر کوئی کم شخص گذر ہوگا۔بیس
سال تک متو تر یہ شخص س علم کی تلاش میں ہندوستان، چین ایران ور دیگر ممالک
کے ندر گھومتا رہ ہے۔ ور س علم کے ماہرین سے ستفدہ ور تعلیم حاصل رتا رہ
ہے۔ یہ شخص وقعی س دور کا بڑ کامیاب جوتشی ہوگذر ہے۔ لنڈن کے شہر میں بیس
سال تک یہ شخص علم جوتش کی مشق ور پریکٹس رتا رہ ہے۔ س کے مکان پر روزنہ
سینکڑوں بڑے بڑے دمی س کے پاس ہاتھ دکھانے زیچہ بنونے اور پنے ماضی
ور مستقبل کے حالات معلوم رنے یا رتے تھے ور کثر یہ شخص ٹھیک ٹھیک حالات
بتا دیا رتا تھا۔مسٹر کیرو کے پاس یک یسی کامیاب تکلیف علم جوتش تھی کہ جس شخص
کے نام پہ یہ شخص زیچہ بناتا تھا تو س زیچے کے ندر س شخص کے ماضی ور مستقبل
کے حالات ور وقعات س طرح رونما ہوتے تھے جس طرح سینما کے پردہ میں پر
متحرک تصویریں کام رتی ور بولتی نظر تی ہیں۔علاوہ علم جوتش کے علم روشن ضمیری
کا چھ خاص میوزیم تھ۔ ور یورپ کی بڑی بڑی نامور ہستیوں نے مسٹر کیرو کے علم
جوتش میں کمال کو تسلیم کیا تھ۔منجملہ ن کے س نے ملکہ کوین وکٹوریہ (Victoria)
کی موت کی پیشن گوئی بالکل صحیح طور پر کئی سال پہلے بیان کی تھی۔ کہ فلاں سال کوئن
وکٹوریہ دنیا سے گذر جائے گی۔ ور یہ پیشن گوئی خبروں میں بھی چھپ چکی تھی۔ جو
بجدہ بالکل صحیح ور درست ثابت ہوئی تھی۔ دیگر یڈورڈ ہفتم کے سال وفات کے
ساتھ وہ مہینہ بھی بتا دیا تھا۔ جس میں س نے گذرنا تھا۔نیز زروں کی تباہی ور
بربادی کی پیشن گوئی بھی مسٹر کیرو کی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی تھی۔ ٹلی کے بادشاہ

کنگ ہمبرٹ کے قتل کی پیشن گوئی بھی اس نے بالکل درست و صحیح طور پر کی تھی۔ وریپرس میں شاہ پرتگال نہ حملے کا وقوعہ بھی اس نے پہلے بتا دیا تھا۔ آخر میں س کی سب سے بڑی مشہور پیشن گوئی لارڈ کچنر کے حادثۂ قتل وراس کی صحیح کیفیت کی بابت تھی جو س نے وقوعہ سے بائیس سال پہلے بیان کی تھی۔ جو بالکل درست ثابت ہوئی۔ ور برطانیہ کے جنگی دفتر میں مسٹر کیرو کی یہ پیشن گوئی مفصلہ ذیل عبارت میں آج تک درج ہے۔

لارڈ کچنر پنی عمر کے چھیاسٹھویں سال میں س جہان سے گذر جائے گا س کا نجام یسا ہرگز نہ ہوگا۔ جیسے کہ م سپاہی کی موت میدان جنگ میں وقع ہو کرتی ہے۔ بلکہ س کی موت پانی میں ہوگی۔ غالباً یک طوفان یا کسی سمندری حادثے کے ندر ور ساتھ ہی دشمن کے ہاتھوں گرفتاری کا عمل بھی وقع ہوگا جس سے بچ کر جانبر نہ ہو سکے گا۔

جس وقت مسٹر کیرو نے لارڈ کچنر کی بابت یہ پیشن گوئی کی تھی۔ س وقت لارڈ کچنر فوج میں کرنل تھا۔ ور سی سال یعنی 1894ء میں س نے مسٹر کیرو کو پنے ہاتھ کی لکھی ہوئی یادداشت ور رسید اس بارے میں دی تھی جو آج تک نگلستان کے بڑے بڑے ور نامی گرامی بیٹھکوں میں بطور یک عجوبہ روزگار چیز دکھلائی جاتی ہے۔ جس پر تصدیق کے طور پر برطانیہ کے جنگی دفتر کی مہر ثبت ہے۔

ی مسٹر کیرو کی یک معتبر کتاب بنام سچے روحانی وقعات سے مصر کے اہل تدبر روحانیوں کے دو وقعات بطور شہادت پیش کئے جاتے ہیں۔ اصل کتاب تو نگریزی میں ہے۔ س فقیر نے ناظرین کی آسانی کے لئے س کا اردو ترجمہ کیا ہے۔

مسٹر کیرو لکھتا ہے کہ میں یک دن سہ پہر کو پنے کمرے کے ندر بیٹھا ہوا تھا۔ کہ یک شخص مسٹر ہنڈری نامی نیویارک کا بڑا مالدار ور متمول تاجر مجھے ملنے آیا۔ ور علم

روحانیت کے بڑے ماہر میرے دوست مسٹر ڈیوٹی ٹیڈ کا سفارشی خط دے رہا ہوں
گویا ہوا کہ میں نے اپنی آخری عمر میں شادی کر لی۔ اور چونکہ مجھے فطرتاً پرانے
زمانے کے حالات اور اوقات معلوم کرنے کا شغف اور شوق ابتدا ہی سے لاحق
تھا۔ اس لیے پرانی قبروں کی کھدائی اور قدیم زمانے کے عجائبات اور ممیوں کے
نکالنے کے خیال سے میں مصر چلا گیا۔ اور وہاں سے ایک مسلسل غیر مختتم ادوار زوال
مصیبتوں کا سلسلہ لگاتار سہتا آ رہا ہوں۔ جس سے جانبر ہو کر بچ نکلنا میرے
تقریباً محال ہو گیا ہے۔ اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ایک کپڑے میں لپٹی
ہوئی چیز میرے سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا کہ اسے دیکھیے یہ کیا چیز ہے۔ میں نے
اسے کھول کر دیکھا تو میں اسے فوراً پہچان گیا کہ وہ ایک پتھر کا پرانا بت تھا۔ جو مصر کی
پرانی قبروں سے عموماً برآمد ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ مصر میں ان اشیاء سے مجھے بڑا
واسطہ اور تعلق رہا ہے۔ میں نے جب اسے غور سے ٹٹولا اور گہری نظر سے دیکھا تو
میں اس کی تہہ کو پہنچ گیا۔ میں نے اسے کہا کہ یہ چمگادڑ کا سنگین سفید بت غالباً کسی
فرعون مصر کی ممی لاش پر سے اٹھایا گیا ہے۔ اور غالباً یہ بت شاہ ڈیپ نامی فرعون مصر
کی کسی ممی لاش کے کفن کے آخری بند پر بطور مہر رکھا ہوا ہوگا۔ کیونکہ یہ بادشاہ فرعونہ
مصر کی چوتھی پشت میں ہوا ہے۔ اور چونکہ عموماً دن کو نظر نہیں آتا تھا۔ اور رات کو کام
کرتا تھا اس لیے اس زمانے کے لوگ اسے سفید چمگادڑ کے نام سے پکارتے اور یاد
کرتے تھے۔ مسٹر ہنڈری میری اس تقریر سے بہت متاثر ہوا۔ اور اس نے مجھ سے
پوچھا کہ مسٹر کیرو! خدا کے لیے مجھے یہ بات بتایئے کہ کیا مردے بھی زندوں سے
بدلہ لے سکتے ہیں۔ اور اس دنیا میں آ کر نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں!
بعض حالات کے تحت مردوں کی روح یہاں دنیا میں بہت کچھ کر سکتی ہیں۔ اس
نے ذرا اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا کہ کیرو! میں اس چیز یعنی سفید چمگادڑ کی بد
دعا، لعنت یا آسیب (جو کچھ بھی کہو) کے نیچے بری طرح دبا ہوا ہوں۔ اس نے مجھ

ہے میری دنی میں سب سے عزیز ور پیری بیوی چھین لی ہے۔ میرے یک جنی
ور وفد ر دوست کو خودکشی کا مرتکب کر کے ہلک کر دی ہے۔ میرے تمم دنیوی
کاروبر کا ستیناس کر دی۔ ور ب وہ میری پنی عزیز جن کا لگو بن کر س کا خاتمہ
کرنے کے درپے ہے۔ مسٹر کیرو! بر ے خد مجھے بتؤ کہ مستقبل میں میرے
ے ور کی کی مصیبتیں پڑی ہوئی ہیں جب س نے یہ آخری فقرہ کہ تو میں نے
دیکھ کہ س کے ماتھے سے خوف سے پسینہ ٹپک رہ تھ۔ میں نے س سے کہ کہ مسٹر
ہنڈری! مجھے پنی س مصیبت کی کچھ کیفیت سنیے۔ شید ممکن ہے میں آپ کی کچھ
مدد کر سکوں۔ پھر س نے مجھے پنی یک یسی عجیب اور دردنک دستن سنئی جسے
سن کر میں حیرن ور ششدر رہ گی۔

اس نے کہا کہ پچھلے سل میں مصر کے در لخلافے قہرہ شہر کے شفرڈ ہوٹل میں
مقیم تھ جب کہ میں نے مصر کی یک پرنی وادی میں جسے نگریز لوگ ویلی آف دی
کنگز (Valley of the Kings) کے نم سے پکرتے ہیں۔ یک نئی ور
نمور کھدئی کی خبر سنی۔ جس کا کام یک جرمن مہر آثر قدیمہ کے چنک بوجہ فوت
ہو جنے کے سبب رک گی تھ۔ مصری مزدور جو س کام پر لگے تھے۔ ن کے درمین
س کھدئی کی ببت بڑ خوف ورعجیب ہرس چھی ہو تھ۔ ن کا پختہ یقین تھ کہ س
مقبرے کا بیرونی تہہ خنہ جو بھی کھود گی تھ۔ کسی زبردست روح ی کسی خوفنک ور
طقتور بھوت کے زیر تصرف ہے۔ جس نے جرمن افسر کو فوراً ہلک کر دی ہے۔ ن کا
خیل تھ کہ س کے ندرونی ور صلی تہہ خنہ کے ندر تو خد جنے کیس بل گھسی پڑی
ہوگی۔ جو بھی تک نہیں کھود گی تھ۔ میں چونکہ ن بتوں میں بہت بے بک اور نڈر
تھ۔ میں نے کچھ افسروں کو رشوت وغیرہ دے کر کھدئی کا ٹھیکہ پنے نم کر لی۔
سبق مزدور تو کسی قیمت پر جرت کے عوض کم کرنے پر رضمند نہ ہوئے۔ میں
نے نئے مزدور تلش کر کے کم پر لگئے۔ ور کھدئی کا کم شروع کر دی۔ پے در

پے تین مزید تہہ خ نے کھود رخ ی ے گئے۔ آخری نوبت اس اصلی ور سب سے
زیریں تہہ خ نے کی پہنچی جہ ں ش ہی خ نق ہ تھی جس میں اس زم نے کی ش ہی لاش
پڑی ہوئی تھی۔ کیوں کہ س درو زے پر چی آپس چہ رم کی مہر لگی ہوئی تھی۔ تہہ خ نہ
کھو گی ۔ ور معمولی بجلی کی روشنی س تھ ے کر میں کیلا س تہہ خ نے کے ندر د خل
ہوگی ۔ کیونکہ مصری مزدوروں نے خوف کے م رے ندر ج نے سے نک ر کر دی تھ ۔
جب میں تن ے کر آگے بڑھ ۔ تو میری نظر س منے دیو ر کے س تھ ب دش ہ کے سنہری
ت بوت پر پڑی۔ میں نے ت بوت ک تختہ ٹھ ی ۔ ور یوں تین چ ر ہز ر س ل کے خفیہ
ر ز ور سربمہر قدیم طلسم کو توڑ خفیہ روح نی کو جگ ی ۔ یہ لاش اس زم نے کے کسی مذہبی
ور روح نی پیشو کی تھی جو کہ بھی تک چ ر ہز ر س ل سے پڑی ہی سفید ڈ ڑھی تک صحیح
سلامت پڑی ہوئی تھی ور یہ خ نق ہ چی آپس (Cheops) چہ رم نے س کے
عز ز میں بنو ئی تھی۔ مسٹر ہنڈری پنی د ست ن ج ری رکھتے ہوئے س وقت یک
خ ص مت ثر لہجے میں کہنے لگ ۔ کہ س می کے سینے پر یہ سفید سنگین چمگ دڑ ک بت پڑ ہو
تھ ۔ جونہی میں نے فن کے بند کھولنے کی غرض سے س بت کو لاش پر سے ٹھ ی تو
یک دم یک زبردست خوفن ک ب دل میرے دل پر چھ گی ۔ ور میں حو س ب ختہ ہو
گی ۔ حتیٰ کہ بجلی کی روشنی بھی ب لکل مدھم ور آخری حد تک م ند پڑ گئی۔ ور یک سر
مہیب ہو نے س ئیں س ئیں کرتے ہوئے تہہ خ نے کو گھیر لی ۔ ور مجھے پرندوں کی
طرح کچھ صورتیں ہو میں پھڑ پھڑ تی ور میر منہ نوچتی ہوئی معلوم ہوئیں میں سمجھ
کہ یہ کوئی م دی ور ظ ہری چمگ دڑ ہوں گے۔ لیکن میرے دل نے مع قر ر کی کہ
مجھے کسی خوفن ک ب نے پکڑ لی ہے۔ ور صرف یہ ب ت ہ تھ میں لے ہوئے س تہہ
خ نے سے جلدی نکل آی کہ ش ید ب ہر ج کر کچھ طمین ن ک س نس لے سکوں۔ لیکن
جب ب ہر آ کر میں نے پنے حو س سنبھ لے ور دوب رہ ندر ج نے ور ک م کو تکمیل تک
پہنچ نے ک ر دہ کی تو میرے تم م جسم نی حو س وقوی ور قلبی ہمت و جر ت نے

جوب دے دیے۔ میں نے بقی کام کو کل پر ملتوی کر کے مزدوروں کو رخصت کر دی ور
خود ہوٹل یعنی پنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہو۔ میری بیوی مجھے بہت دل ور
مرجھائے ہوئے چہرے سے ملی۔ کیونکہ وہ ہمیشہ میرے اس قسم کے پرانے مقبروں
کی کھدائی کے کام کی سخت مخالف تھی۔ چنانچہ پچھلے پہر س کے دل پر بے وجہ سخت
ہرس ور خوف چھا گیا۔ جس کا ظہار س نے مجھ سے کر دیا۔ ور مجھ سے وعدہ لے
لیا کہ پھر کبھی س کام کے نزدیک نہیں جاؤں گا۔ میں نے دل بہلانے ور غم غلط
کرنے کی خاطر دریائے نیل کے کنارے مقام لکسر پر نقل مکانی ور فروکش ہونے
کے رادے سے چل گیا۔ ور وہاں نے خیمہ ور کیمپ لگا دیا۔ ور میری طبیعت وہاں
ذرا سکون اور طمینان پر آ گئی۔ وہ چمگادڑ رکابت میں نے پنے سامان میں چھپا کر رکھ
دی۔ ور کسی سے س کا ذکر تک نہ کیا۔ س کے بعد دھیمی آواز سے ور آنکھوں میں
آنسو بھر کر مسٹر ہنڈری نے پنے غم کی داستان جاری رکھتے ہوئے بیان کیا کہ یک
رات یک غیر معمولی مہیب ور بھیانک آواز سے میں چونک پڑ۔ ور یک سفید
چمگادڑ کو پنے خیمے کے ندر چکر لگاتے ہوئے ور نہایت خوفناک چیخیں میں نے
چیختے چلاتے ہوئے دیکھا۔ میں نے ٹھ کر سے تو باہر نکال دیا ور خود سو گیا۔ لیکن
میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ک تہہ خانے کے ندر بند کھڑا ہوں۔ ور میرے
دل پر یک ناقابل قیاس خوف ور ہراس چھایا ہو ہے جس سے میرا دم گھٹا جا رہا
ہے۔ اور ساتھ ہی یک غیبی طاقت مجھے دبا کر موت کی طرف دھکیل رہی ہے۔ میری
بیوی بھی یک نامعلوم غیبی گرفت میں جکڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ جس کے ظہار
سے وہ کتراتی تھی۔ آخر یک رات وہ صحیح سلامت سوئی ور صبح کو پنے بستر کے ندر
مردہ پائی گئی۔ ڈاکٹروں نے صرف یہ نتیجہ نکالا کہ اس کی موت کسی صدمہ کے سبب
دل کے معطل ہو جانے سے وقوع ہوئی۔ س کے بعد تباہی پر تباہی مجھ پر نازل ہوئی
شروع ہوئی۔ میرا کاروبار بند ہو گیا۔ میرے یک نہایت معتمد دوست نے میری

چ لیس ہز ر ڈ لر کی رقم نیو یرک میں خورد برد کر کے خودکشی ختیر ر لی۔ بعدہ میر
ب پ بیمار ہو کر اچ نک مر گی۔ ور میں کیلا بے ی رو مددگ ر س خوفن ک غیبی دشمن
سفید چمگ دڑ ک شک ر ور س کے دن رت کے حصوں میں بری طرح گرفت ر ور زندگی
سے بیز ر آپ کے س منے بیٹھ ہوں۔ آخر میں س نے چ نک ر کہ کہ کیرو! کی یہ میر
وہم ور پ گل پن تو نہیں ہے۔ س سے پہلے جب میں کثر لوگوں سے سن کرت تھ کہ
جو لوگ مصر کی پر نی قبروں کے کھیڑنے ک ک م کرتے ہیں۔ ن پر کوئی غیبی آفت
چ نک ن زل ہو ج تی ہے۔ میں عموماً یسی ب توں پر ہنس دی کرت تھ لیکن ب یہ ں پ
وہ رک کر ک نپ گی۔ ور خ موش ہو گی۔ تھوڑی دیر وہ عجیب فکر میں ڈوب رہ۔ بعدہ ذر
سنبھل کر بو! کہ کثر ر تیں وہ سفید چمگ دڑ خو ب میں وہ میرے سینے پر سو ر ہو ج ت
ہے۔ ور میر گل گھونٹ کر مجھے موت ور ہلاکت کے درو زے تک پہنچ کر مزید
مص ئب ور آل م پہنچ نے کے لئے و پس زندہ چھوڑ دیت ہے۔ میرے لئے سون یک
خوفن ک موت ک س من بن ہو ہے۔ ور خد ج نے میر چھٹک ر س خطرن ک زندگی
سے کب ہو گا۔ میں نے س سے س کی ت ریخ پید ئش دری فت کی۔ ور س ک ہ تھ
دیکھ کر س ک ز ئچہ بن یا۔ تو مجھے معلوم ہو کہ اس کی موت ک خوفن ک نج م س کے
قریب پہنچ ہو ہے۔ لیکن میں نے مصلحت سی میں دیکھی کہ س مصیبت زدہ بد
نصیب آدمی کو اس خوفن ک نج م ک ح ل بت کر س مص ئب و آل م میں مزید ضافہ
کروں۔ میں نے سے جھوٹی مصنوعی تسلیاں دے کر خوش ور مطمئن کر دی۔ بعدہ س
نے رخصت ہونے سے پہلے مجھے کہ کہ مسٹر کیرو! کی تم میرے س تھ یک مہرب نی کر
سکو گے میں نے یک ضروری ک م پر ج ن ہے ور کی تم چند روز کے لئے یہ چیز یعنی
سفید چمگ دڑ ک بت پنی تحویل میں رکھ سکو گے۔ س نے وہ بت میرے ہ تھ پر رکھ۔
ور جونہی میر ہ تھ سے لگ یک خوفن ک غیبی بجلی میرے وجود میں گھس آئی ور گو پنے
پیشہ کی حیثیت سے میں ایسی چیزوں کے حصول میں حریص تھ۔ لیکن س چیز نے

میرے حرص کو خوف میں تبدیل ردیا۔ میرے مہمان نے تیز نظر سے میرے چہرے
کو دیکھ رکہا کہ مسٹر کیرو! میں میدرتا ہوں تم اس چیز سے خوف نہیں کھاؤ گے۔ میں
نے خوددری ورظاہرداری کے وپر سے جوب دیا کہ ہرگز نہیں گو میں دل سے
سے رکھنے پر رضامند نہیں تھا۔ لیکن میں نے سے کہا کہ آپ کے آنے تک میں
سے پنے پاس رکھوں گا۔ جس وقت آپ پنے کام سے وپس آجائیں۔ آپ
وپس سے سنبھال لیویں۔ غرض مسٹر ہنڈری مجھ سے رخصت ہو گیا۔ ور وہ بت
میرے پاس چھوڑ گیا۔ میں نے سے پنی چارپائی کے نزدیک میز پر رکھ چھوڑ۔
رت کو میں سویا۔ تو مجھے نیند جلدی آگئی۔ لیکن مجھے معاً عجیب خوفناک ور مہیب
خوب آنے شروع ہو گئے۔ میں نے پنے آپ کو پہلے یک بڑے کمرے میں
دیکھا۔ جس میں ہر طرف چبوترں پر سنگین بت نصب تھے۔ س کے بعد میں یک
دوسرے کے نیچے تہ در تہ خانوں سے گذرتا ہو آخر میں یک سب سے نیچے تہ
خانے میں دخل ہو، جو لحظہ بہ لحظہ چھوٹا ہوتا گیا جس سے میرا دم گھٹا جاتا تھا۔ آخر مجھے
یہ معلوم ہو کہ میں گویا زندہ درگور ہو گیا ہوں۔ آخر یک لخت چیخ کے ساتھ بیدار ہو
گیا۔ س وقت میرا جسم پسینے سے شرابور تھا ور میرے دل پر یسا خوف چھایا ہو تھا۔
کہ گویا کوئی خوفناک آفت میرا گلا گھونٹ رہی ہے۔ س کے بعد جب میں نے ہوش
سنبھالے ور میں نے پنے روشن دانوں کی طرف دیکھا جو س وقت کھلے چھوڑ دیئے
گئے تھے تو میں خوف ور دہشت سے کپکپا ٹھا۔ کیونکہ روشن دان کے دریچے پر مجھے
یک بڑا سفید چمگادڑ بیٹھا ہو نظر آیا جو پنی تیز ور چمکیلی آنکھوں سے مجھے گھور رہا تھا
ور یک خوفناک درندے کی طرح س کے کان کھڑے تھے۔ گویا بھی حملہ کرنا چاہتا
ہے۔ پھر وہ چلا گیا ور میں پنے بستر سے باہر کود پڑا۔ باہر کی کھڑکی سے میں نے
سے دیکھا کہ قریب کے درختوں کے سروں پر چاندنی رات میں تیز تیز چکر لگا رہا
ہے۔ صبح کو میرا گلا متورم ور سوجا ہو تھا۔ ڈاکٹر کو بلایا وہ حیران ہو گیا س نے کسی

زہریلے کیڑے سے کاٹے جانے کی وجہ بتائی میں خاموش ہو گیا۔ مسٹر ہنڈری کے
واپس لندن آنے پر اس نے بہت حساب کیا۔ میں نے اسے واپس کرنے میں بڑی
خوشی محسوس کی اور اطمینان کا سانس لیا۔ جاتے وقت اس نے مجھ سے پوچھا کہ اس
بت کے متعلق آپ نے کوئی انوکھا معاملہ تو نہیں دیکھا۔ میں نے خاموشی اختیار کی
اور اسے صلاح دی کہ اس بت کو جہاں سے اٹھا لائے ہو اسے واپس وہاں رکھ دو۔ وہ
عجیب حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔ اور مجھ سے ہاتھ ملا کر چلا گیا۔ اس کے بعد کچھ
عرصہ گذر گیا۔ اور اس چمگادڑ کے بت کا معاملہ میری یاد سے اتر گیا۔ جب کہ ایک
دن اچانک میں اخبار نیویارک ہیرلڈ کا پرچہ پڑھ رہا تھا کہ میری نظر اخبار کے ایک
مضمون پر اٹک گئی۔ جس کی سرخی تھی ایک امریکن مسافر کی پراسرار موت نیچے کی تفصیل
میں لکھا ہوا تھا کہ مسٹر ہنڈری، رواڈفٹ کے ہوٹل میں رات کو اپنے بستر پر مردہ پایا
گیا۔ متصل کے کمرے میں ایک مسافر نے اس کی ایک ہی خوفناک چیخ سنی تھی۔
لیکن دوبارہ کچھ نہ سن کر وہ سو گیا تھا۔ ڈاکٹروں نے رائے دی کہ اس کی موت کسی نا
معلوم وجہ سے دل کی حرکت بند ہونے سے واقع ہوئی ہے۔ مادی عقل اس قسم کے
واقعات پر ضرور ہنسے گی کہ ہزار ہا سال کی مردہ روحیں کیونکر اس دنیا میں واپس آ کر
زندوں کو ہلاک کر سکتی ہیں یا نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ لیکن جن لوگوں کو اس قسم کے غیبی
واقعات سے واسطہ پڑا ہے وہ اس کی حقیقت کو بخوبی جانتے ہیں کہ روحیں زندوں
سے بدرجہا زیادہ طاقتور ہوتی ہیں۔ اور اگر چاہے ایک طاقتور روحانی ہزار ہا زندہ
نفسانی لوگوں کو ایک دم میں ہلاک و برباد کر سکتا ہے۔ اسی طرح ایک دم میں اگر
چاہے بے شمار فوائد پہنچا سکتا ہے۔ اور اپنے فیوضات اور برکات سے مالا مال کر
سکتا ہے۔ مذکورہ بالا حکایت میں تین چار ہزار برس کے ایک متوفی مذہبی اور روحانی
پیشوا کی روح نے اپنی غیبی طاقت سے اپنی قبر پر سے ایک پتھر کی مورتی اٹھائے
جانے پر مسٹر ہنڈری اور اس کے متعلقین کتنے زندہ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

نفسانی خ ئل وگ س قسم کی حکایتوں کو جھوٹا ور فرضی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن ہل بصیرت زندہ دل عارف وگوں نے جب س قسم کے و قعات ور حالات کو ہوش وحو س ور بید ری کی حالت میں بے شمار دفعہ دیکھ بھال ور معائنہ کیا ہو تو وہ مر دہ دل نفسانی کور چشم وگوں کے نفسانی شبہات ور باطل عتر ضات کو کب خاطر میں لاتے ہیں ور پنی آنکھوں کانوں ور دل کو کیسے جھٹلا سکتے ہیں۔

بزر معجزہ نمود عشق و عقل جہول

ہنوز امت ندیشہائے خویشتن است

س قسم کا یک ور و قعہ مسٹر کیرو نے پنی کتاب میں درج کیا ہے جو سابقہ و قعہ سے بھی زیادہ عجیب ور خوفناک ہے۔ ناظرین کی دلچسپی کے لیے یہاں درج کرتے ہیں۔ مسٹر کیرو لکھتے ہیں کہ یک روز سہ پہر کو مسٹر ڈوگلز مرے (Doglesmiaray) میری ملاقات کے کمرے میں د خل ہو ۔ وہ ہنستے ہوئے میرے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ ور دونوں ہاتھوں کو میرے سامنے کی میز پر رکھ کر بولا کہ آپ ن میں سے میر کون سا ہاتھ دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ جونہی میں نے پنے ملاقاتی کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ تو خوف ور وحشت کا بے قیاس اثر میرے دل پر و رد ہو ۔ میں نے فور ً س کا ہاتھ جلدی سے میز پر ڈل دیا۔ میرے ملاقاتی نے ہنس کر کہا کہ میرے س ہاتھ میں کیا خرابی ہے۔ کہ آپ نے سے یسے جلدی ور بری طرح ڈل دیا۔ مسٹر ڈوگلز مرے یک نوجو ن متمول آدمی تھا۔ ور فی حال بیکار عیش وعشرت کے دن گذ رتا تھا۔ مسٹر کیرو یک کامیاب جوتشی تھا۔ وہ یک تو کسی شخص کے نام ور س کی تاریخ پید ائش وغیرہ سے سائل کا زئچہ بنا کر ور نیز س کے ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر س کے ماضی ور مستقبل کے کچھ حالات ور و قعات معلوم کر لیا کرتا تھا دوم وہ کلیرو ئینٹ میڈیم یعنی وہ کسی قدر روشن ضمیر میڈیم تھا کہ س پر گاہے گاہے کوئی روح مسلط ہو جایا کرتی۔ جس کے ثر او رتسلط سے سائل کے آئندہ

کے وقعت ورخیولات کے فوٹو ورنقشے ں کے سامنے نمود رہو جاتے تھے۔ ں
وقت بھی یہی ہو کہ اس کے ئندہ کے وقعت ں کے ہاتھ کی ہتھیلی پر نمود رہونے
لگے۔ مسٹر کیرو لکھتا ہے کہ جب س طرح کی روحانی حاقت مجھ پر مستولی ورمسلط ہو
جاید رتی ہے تو سائل کے ہاتھ پر اس کے مستقبل کے حالات ورو قعت کی فلم ور
فوٹو ظاہر ہونے لگ جاتی ہیں۔ ور ساتھ ہی میری زبان پر بے ساختہ ئندہ
وقعت کا جراء ہو جاید کرتا ہے۔ چنانچہ میں بے ختیر سے یوں مخاطب ہو۔ پ
کا یہ دیاں ہاتھ ئندہ پ کا ہاتھ نہیں رہے گا۔ یک بندوق مجھے چلتی ہوئی ور سے
ٹکڑے ٹکڑے رتی ہوئی نظر رہی ہے۔ ور اس کے بعد یہ ہاتھ مجھے کٹا ہو نظر رہ
ہے۔ ں کے بعد یک ور منظر ہ سامنے رہا ہے۔ یعنی یک مستطیل نظر رہی ہے۔
جس کے وپر وے تختے پر یک تصویر رکھی ہوئی ہے ور ساتھ ہی مجھے پنے ندر یک
و ز رہی ہے۔ کہ سے مت چھوو۔ گر سے چھووگے تو تم پر ور ن لوگوں پر جو
سے چھیڑیں گے بڑی بھاری بدیں ور مصیبتیں نازل ہوں گی۔ میر مدقاتی میری
باتیں سن رہنس پڑ ور کہنے لگا کہ ہر سمجھد ر دمی یک باتوں پر ہنسے گا۔ میں نے تقریر
جاری رکھتے ہوئے مزید کہا کہ تمہار ہاتھ مجھے بتاتا ہے کہ یہ سی لاٹری میں نعامی نمبر
حاصل رےگا ور وہاں سے پ پر پے در پے مصائب ور لام کا سلسلہ شروع ہو
جائے گا۔ ور پ کی ہلاکت ورموت پر ختم ہو گا۔ میرے مدقاتی نے ہنستے ہوئے
کہا۔ کہ مسٹر کیرو! کیا یہ ہی عجیب ورمتضاد ور دور ز قیاس باتیں پ فرما رہے ہیں
کہ یک ہاتھ جو یسی وقت لاٹری میں نعامی ٹکٹ حاصل کر رہا ہے ورکٹ کر مصائب و
لام کا باعث بن جاتا ہے۔ گر پ پنے گاہکوں سے اس طرح کی دور ز عقل
باتیں رتے رہے تو میں پیش گوئی رتا ہوں کہ پ جلدی یک لمبے تابوت میں ڈال
دیئے جائیں گے۔ جس کے وپر پیتل کی پلیٹ پر پ کا نام کندہ ہو گا۔ اس پر ہم
دونوں خوب ہنسے لیکن جاتے وقت وہ پنا نام ور یڈریس جو ریادد شت مجھے دے

گیا۔ چند سال کے بعد مسٹر ڈوگلا زمرے میری ملاقات کے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے دائیں ہاتھ کی آستین خالی تھی۔ اور اوورکوٹ کے ساتھ بندھی ہوئی تھی۔ وہ زرد و نحیف و ضعیف اور خستہ حال معلوم ہوتا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ مسٹر کیرو! واقعی آپ نے میری نسبت جو پیشین گوئی فرمائی تھی وہ حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔ اس نے پھر اپنے غم کی داستان بیان کی کہ مسٹر کیرو! میں آپ سے رخصت ہو کر اپنے دو دوستوں کے ہمراہ محض تفریح اور شکار کے ارادے سے مصر چلا گیا۔ جہاں ہم کبھی کبھار دریائے نیل کے کنارے بندوق سے شکار کیا کرتے تھے۔ ایک روز میرا ایک ترجمان مجھے ایک اہرام کے مقبرے سے نکلی ہوئی ایک ممی (لاش) دکھانے لے گیا۔ جو ہزاروں سال سے ابھی تک صحیح و سلامت اور تر و تازہ پڑی ہوئی تھی۔ اس ممی کے تابوت کی تحریر سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایمن را (Amenra) کی مشہور خانقاہ کی بڑی بھاری روحانی عورت کا تابوت ہے۔ جس پر سونے اور جواہرات سے اس کی خوبصورت تصویر بنی ہوئی تھی۔ اس نے کہا کہ گو میں جانتا تھا کہ اس معاملے میں ہاتھ ڈالنا خطرناک ہے۔ لیکن اس عجوبہ روزگار چیز کی ہیئت اور خوب صورتی نے میری آتش حرص و آز کو بھڑکا دیا۔ اور میں نے اسے خرید کر ہوٹل بھجوا دیا۔ میرے دوستوں نے جب اس عجیب چیز کو دیکھا تو انہوں نے بھی اس میں شرکت اور شمولیت کی خواہش اور آرزو ظاہر کی۔ آخر سب کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ اس کی تین دفعہ لاٹری ڈالی جائے۔ جس کا نمبر دو دفعہ نکل آئے وہ اس کے لینے کا مستحق قرار پائے۔ چنانچہ ہم نے اس کی لاٹری ڈالی۔ اور میرا نمبر بجائے دو دفعہ کے تین دفعہ نکلا۔ اور میں اس طرح شومیِ قسمت سے اس کا مالک قرار پایا۔ اور میں نے اسے اپنے نام کے پتہ لندن بھیج دیا۔ اور ہم دوسرے روز دریائے نیل کے کنارے شکار کھیلنے چلے گئے۔ تا شکار میں بندوق اٹھائے ہوئے تھا۔ میرے دائیں ہاتھ میں وہ خود بخود اچھل پڑی جس سے میری بازو کی ہڈی بہت بری طرح ٹوٹ گئی اور میں اس

کے درد سے بے تاب ہو گیا۔ مدح کو کشتی واپس شہر قاہرہ لے جانے کا حکم دیا۔ لیکن
تقدیر مخالف سمت سے تخت ہوا چل پڑی۔ جس نے بجائے آگے چلنے کے کشتی کو
پیچھے دھکیل دیا۔ اور ہم دس روز کے بعد قاہرہ پہنچے۔ اس وقت میرے ہاتھ کا زخم کافی
متورم اور متعفن ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر بلائے گئے۔ اور بہتیرے علاج کرتے گئے۔ لیکن
کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر ڈاکٹروں کی رائے سے کہنی کے اوپر بازو کاٹ ڈالا گیا۔ مصر
سے واپسی پر میرے دونوں دوست اور رفیق جہاز کے اندر فوت ہو گئے۔ اور ان کی
لاشیں سمندر کی لہروں کے سپرد کر دی گئیں۔ اثنائے سفر میں ہمارے دو ٹرنک جن
میں بڑے قیمتی بت اور دیگر نادر اور عجوبہ روزگار پرانی اشیاء اور تحفے تحائف تھے۔ جو
ہم نے مصر میں بڑی کوشش اور کثیر رقم سے خریدے اور حاصل کئے تھے۔ ہر دو چوری ہو
گئے۔ اور باوجود سخت تلاش اور تفتیش اور اچھے انعام و اکرام کے ان کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔
اور میں تباہ اور خستہ حال اور زار و نزار لندن پہنچا۔ میں گھر آیا تو اس ممی کے تابوت کا
پارسل بغیر کھولے میرے مکان میں پڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ مسٹر کیرو! آپ بمشکل
باور کریں گے کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ جب کبھی میں اس روحانی خاتون کے
تابوت پر اس کی بیرونی کندہ تصویر کو دیکھتا ہوں تو اس کی آنکھوں میں زندگی کے آثار
نمودار ہو جاتے ہیں۔ اور وہ مجھے سخت غصے اور نفرت سے گھورتی ہے۔ اور اس کی
صورت ایسی ڈراونی اور ہیبت ناک ہو جاتی ہے کہ اس کے دیکھنے سے میرا خون
خشک ہونے لگتا ہے۔ اس نے کہا کہ میرے لندن پہنچنے کے دوسرے دن ایک تعلیم یافتہ
خاتون اس عجیب ممی کا ذکر سن کر میرے پاس ملاقات کے لئے آئی۔ اور جب اس
نے اس کے متعلق گذشتہ مختلف حادثات اور موت کے قصے مسٹر ڈوگلاس مرے کی
زبانی سنے۔ تو وہ اس پر ہنسی۔ اور کہا کہ مجھے ایسے اوہامات پر مطلق یقین نہیں ہے۔
اور مجھ پر ایسی چیزوں کا ہرگز کوئی اثر نہ ہو گا۔ غرض اس خاتون نے وہ ممی کیس مسٹر
ڈوگلاس سے اپنے گھر لے جانے کی درخواست کی۔ چنانچہ اس ممی کا تابوت اس

عورت کی تحویل میں دے دیا گیا۔ اور جس روز وہ اس خاتون کے گھر داخل ہوا۔ اسی
روز سے مصیبتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ چنانچہ سب سے پہلے اس کی ماں جب اسے خوش
آمدید کہنے کے لیے بالا خانے سے نیچے اتر رہی تھی تو سیڑھیوں پر سے ایسی بری
طرح گری کہ اس کی ران کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اور کئی مہینوں کے درد اور تکلیف کے بعد
بڑے عذاب سے مر گئی۔ دوم ایک آدمی جو اس خاتون سے منسوب تھا اور شادی
کرنے والا تھا۔ اس نے بلا وجہ سے جواب دے دیا۔ اور شادی سے انکار کر دیا۔
چند مہینوں کے اندر اس کے بہت قیمتی اور پیارے کتے جن میں سے چار انعام
حاصل کر چکے تھے۔ سب کے سب یکے بعد دیگرے دیوانے ہو گئے اور مار دیئے
گئے۔ آخر میں وہ خود ایسے لا علاج مرض میں مبتلا ہو گئی کہ ڈاکٹر اس کی توجیہہ اور
علاج سے عاجز آ گئے۔ آخر اس نے اپنے ایک قانونی مشیر کو ٹیلیفون کر کے بلایا کہ
اس سے اپنا وصیت نامہ تیار کرائے۔ سب سے پہلے اس قانون پیشہ ہوشیار مشیر نے
وہ خطرناک تابوت مسٹر ڈوگلز مرے کو واپس بھیج دیا۔ مسٹر مذکور نے جس پر اس
تابوت کے طفیل اتنی مصیبتیں نازل ہوئی تھیں آئندہ سے اپنے آپ سے ہمیشہ کے
لیے دور اور الگ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ سو اس نے سوچا کہ اس کے لیے سب
سے موزوں اور بہترین تجویز یہ ہے کہ اسے برٹش عجائب گھر کے شعبہ مصری عجائبات
میں شامل کر دیا جائے۔ برٹش عجائب گھر کے جس ملازم اور کارکن کے ذریعے وہ
تابوت عجائب گھر میں داخل ہونے کی تجویز ہوئی وہ چونکہ خود پہلے اس عجوبہ روزگار
چیز کے دیکھنے کا بہت مشتاق تھا۔ لہٰذا وہ اسے بجائے عجائب گھر کے پہلے دیکھنے کے
لیے اپنے گھر لے گیا۔ چند روز کے بعد اس کے دوستوں سے معلوم ہوا کہ وہ ایک
رات اپنے بستر پر مردہ پایا گیا۔ آخر برٹش عجائب خانہ والوں نے اس تابوت کو
قبول کر کے اپنے عجائب گھر میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد برٹش عجائب گھر کے شعبہ
مصری عجائبات میں اس تابوت سے عجیب و غریب غیر معمولی واقعات رونما ہونے

لگے۔ منجملہ ن کے یک یہ بت تھی کہ جو مصور، آرٹسٹ یا فوٹوگرافر س تابوت کی
تصویر کھینچنے وہاں جاتا تھا۔ سے ضرور کوئی نہ کوئی حادثہ پیش آتا تھا۔ چنانچہ یک
آرٹسٹ کی نسبت مجھے خود معلوم ہے کہ س نے چار دفعہ س تابوت کی تصویر کھینچنے کی
کوشش کی ور چاروں دفعہ ناکام رہا۔ آخر چوتھی بار وہ تصویر کھینچ کر باہر سے جا رہا تھا
کہ یک گھوڑا س پر چڑھ دوڑا۔ جس سے وہ تصویر بھی ٹوٹ گئی ور وہ خود بھی زخمی ہو
گیا۔ عجائب گھر کے افسروں نے اس تابوت کے متعلق س قدر خطرناک حوادث کو
دیکھ کر سے عجائب گھر کے باہر کسی کوٹھڑی میں رکھ دیا۔ کچھ عرصہ س تابوت کے
متعلق لوگوں کے کانوں میں کوئی خبر نہ آئی۔ لیکن بعد میں سنا گیا کہ وہ تابوت برٹش
عجائب گھر سے منتقل ہو کر امریکہ نیویارک کے عجائب گھر کے شعبہ مصری میں شامل
ہونے کے لئے ٹائٹانک جہاز پر لے جایا جا رہا تھا۔ کہ سے سی سفر کے ندر
پریل 1912ء میں لرزہ فگن ور تباہی خیز حادثہ پیش آیا جس نے ہزاروں مسافروں
کو لقمہ جل بنا دیا۔ ور یوں وہ تابوت خود ہزاروں نسانوں کی جانوں کے ہمراہ دے کر
سمندر کی گہرائیوں میں ڈوب گیا۔

یہ فرضی قصے ور جھوٹی مصنوعی کہانیاں نہیں ہیں۔ بلکہ سچے و قعات ور ٹھوس حقائق
ہیں۔ مصر کے پرانے مقبروں ور قدیم ممی اشیوں کے متعلق اس قسم کے عجیب و
غریب و قعات ور محیر العقول روحانی خوارق عادات کے حالات سے یورپین قوام
کی ہزاروں کتابیں ور رسالے بھرے پڑے ہیں۔ ور نگریزی خباروں میں س قسم
کے غیر معمولی ور نادر و قعات کا ذکر وقتاً فوقتاً عام طور پر آتا رہتا ہے۔ چنانچہ
نگریزی خبار ڈیلی میل (Daily Mail) کے 5 گست 1937ء کا پرچہ یک
دفعہ س فقیر کی نظر سے گذرا جس میں فرعون مصر مسمی ٹٹ نکھ مون
(Tutankhamon) کے مقبرے کے متعلق یک خبر درج تھی۔ جس کی نقل
میں نے بطور یادداشت پنے پاس رکھ دی تھی۔ ور آج سے ناظرین کے ذوق

یقین کے سے یہاں درج کتاب کر رہا ہوں۔ چنانچہ مفصلہ ذیل بیان خبر مذکور سے حرف بحرف ردو میں ترجمہ کر کے نقل کر رہا ہوں خبر کی موٹی سرخی یہ تھی۔

اس نے فرعون کی قبر کو چھو

ڈیلی میل کے پٹے نامہ نگار کی طرف سے بروز بدھ ور

موت س شخص کی طرف تیز پروں کے ساتھ ڑ کر جے گی جو فرعون کی قبر کو چھوے گا قدیم مصر کے سیب کا خوف ور غیبی ثر کا ہراس پھر لوگوں کے درمیان پھیل گیا۔ جب کہ مسٹر ہربروٹ نلاک (Herbertinlock) میٹرپولن عجائب گھر کا افسر بے وجہ چانک بیمار ہو گیا جب کہ وہ علاقہ لکسر (Loxur) کے ویلی آف دی کنگز (Valley of the Kings) میں فرعون مسمی ٹٹ نکھ من (Tutankhamen) کے مقبرے میں سے دخل ہو رہا تھا جو کہ 1922ء میں کھود گیا تھا۔ یہ مشہور آثار قدیمہ مصر کا ماہر مقبرے سے نکلتے ہی چانک بیمار ہو گیا۔ اور ڈاکٹر س کے س مرض موت کی نہ کوئی شناخت اور نہ کوئی توجیہہ کر سکتے تھے۔ مسٹر ونلاک (Vinlock) مذکور ہمیشہ اس قسم کے باطنی سیب ور روحانی ثر کی خبروں پر طنز ہنسا کرتا تھا۔ س کے چار روز بعد س کا یک ور رفیق ور کارکن ڈاکٹر البرٹ لتھگو (Albertlythgoo) جو س مقبرے کے ندر س کے ہمراہ دخل ہو تھا۔ چانک مر گیا۔ س کے بعد لارڈ کارنول (Lord Cornawal) جس نے س مقبرے کو معلوم ور تلاش کیا تھا۔ س کی چانک موت پر تو س غیبی سیب ور روحانی ثر کی صداقت کا سب کو پورا یقین ور عتقاد ہو گیا۔ س کے چند ماہ بعد لارڈ کارنول کا بھائی آنریبل ابری ہربرٹ (Obrey Herbert) یک پریشن کے دوران میں فوت ہو گیا۔ یک ور شخص مسمی لارڈ ویسٹ بری (West Burys) نے جس کے قبضے میں س مقبرے سے نکلی ہوئی کچھ پرانی چیزیں تھیں لنڈن میں پنے محل کے بالا خانے کی کھڑکی سے چھلانگ لگا

رجان دے دی۔ ور سی طرح کچھ ور وگ جن کا س مقبرے سے نکلے ہوئے پ نے آثار سے تعلق تھا۔ یکے بعد دیگرے بے وجہ ہلاک ہو گئے۔

مذکورہ بالا باتیں تو یورپ کے مادہ پرست ور سائنس پرور دماغوں سے نکلے ہوئے بیانات ہیں۔ اور ان اہل قبور روحانیوں کے چشم دید خورق ور باطنی معاملات ہیں۔ جن کو دنیا سے رحلت ور کوچ کیے ہوئے ہزاروں سال کا طویل عرصہ گذر گیا ہے۔ بھی تک ن مقبروں ور مزاروں کی مٹی کے ساتھ سی زبردست روحانی طاقتیں مربوط اور پیوستہ چلی آتی ہیں کہ جس نے یورپ کے من چلے ور نڈر محققین ور روحانیت کے منکر مادیین کے حوصلے پست کر دیئے ہیں ور ن سے پنی روحانیت کا وہا منوا یا ہے۔ ہمارا یشا تو روحانیت کا گہوارہ ور باطنی علوم کا گھر ہے۔ ور س قسم کے باطنی خورق ور روحانی معاملات سے معمور ہے۔ ور س قسم کے روحانی رشتے ور باطنی کارنامے یہاں بہت عام ہیں۔ لیکن ہمارے پاس س قسم کے عجیب ور غیر معمولی حالات کو قلمبند کرنے ور ن کا ریکارڈ رکھنے کا کوئی باقاعدہ نتظام نہیں ہے ور جہاں ور جس پر وقع ہوتے ہیں وہیں گم ہو کر نسیا منسیا ہو جاتے ہیں۔ گر ہل قبور روحانیوں کے متعلق یہ فقیر محض پنے چشم دید و قعات ور غیبی مشاہدات کو تحریر میں لائے۔ تو س کے لئے یک لگ بھاری دفتر درکار ہو گا۔ ور س زمانے کے لوگ سے مشکل سے باور کریں گے۔ بہت دفعہ دیکھا گیا ہے کہ بعض بزرگوں ور ولیاء کے مزاروں کے زیر سایہ لوگ تبرکاً ور یمناً پنے عزیزوں ور خویش و قارب کو مرنے کے بعد دفن کر دیا کرتے ہیں۔ س طرح ن بزرگوں کے مزاروں کے پاس کچھ عرصے کے بعد یک بڑا بھاری گورستان بن جاتا ہے۔ ور جس طرح دنیا کے مادی شہر دنیا داروں ور بادشاہوں کے نام سے موسوم ہوتے ہیں سی طرح موت کے بعد یہ روحانی آبادیاں یعنی گورستان آخرت کے امیروں ور روحانی بادشاہوں یعنی فقیروں ور بزرگوں کے نام سے موسوم ہوتی ہیں۔ اور گون

میں بادشاہوں وردنیا دروں کی قبریں بھی ہوتی ہیں۔وہاں ن کا نام کوئی نہیں لیتا۔
وریہی کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں فقیر وفلاں بزرگ کا گورستان ہے۔ ورجن بزرگوں
کے زیر سایہ اس قسم کے گورستان بن جاتے ہیں۔ گر اس قسم کے گورستان میں کوئی
شخص وہاں کے درخت کی کوئی خشک یا تو لکڑی یا ٹہنی کاٹ کر یا وہاں کی زمین پر سے
ٹھا کر لے گیا ہے تو فوراً اس پر کوئی ناگہانی بلا ور آفت نازل ہو گئی ہے۔بعض پہاڑی
علاقہ کے لوگوں سے سنا گیا ہے کہ وہاں کے بعض بزرگوں کی خانقاہوں کے مال
مویشی دن رات پہاڑوں کے ندر چرتے رہتے ہیں وہاں کے جنگلی جانور ور
درندے ن کو چھوتے تک نہیں۔ حالانکہ دوسرے لوگوں کے مویشی باوجود سخت
پہروں ورنگرانیوں کے ن کے گھروں سے درندے ٹھا کر لے جاتے ہیں۔ بلکہ
یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ کسی علاقے میں ٹڈی دل آیا ہے اور س نے سارے
علاقے میں درختوں اور کھیتوں کا ستیاناس کر دیا ہے۔لیکن بعض بزرگوں کے مزار
کے درختوں کو بیچ میں صحیح سلامت چھوڑ دیا ہے ور ن کو چھو تک نہیں ہے۔

وجہ یہ ہے کہ عارف ولیاء اللہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کے نور سے زندہ جاوید ہو
جاتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے

الا ان اولیاء لله لا یموتون بل ینقلبون من الدار الی الدار

یعنی ولیاء اللہ مرتے نہیں ہیں۔ بلکہ اس دار فانی سے آخرت کے دار جاودانی کی
طرف نقل مکانی ختیار کر لیتے ہیں۔سو قبروں کے ندر ان کا تصرف قائم رہتا ہے۔
ور دنیا کی نسبت دار آخرت میں ن کی روحانی طاقت بہت بڑھ جاتی ہے۔کئی دفعہ
دیکھا گیا ہے کہ بعض بزرگوں ور ولیاء کے مزارات جب کبھی کسی عام شاہراہ یا
سڑک یا ریلوے لائن یا نہر وغیرہ یا سرکاری عمارت کی زد میں آ گئے ہیں ور سرکاری
افسروں نے پنی سڑک سیدھی رکھنے کے لیے س قبر کو مٹانے کا رادہ کیا ہے تو ن
بزرگوں نے اپنے باطنی تصرف ور روحانی طاقت سے ن افسروں کو یسی ڈانٹ

بتلی ہے کہ وہ فور س کام سے باز آ گئے ہیں۔ ورنہ وہ افسر خود مٹ گئے ہیں۔
چنانچہ ن مزرت کے موقعوں پر جعض نہروں، سڑکوں، بازروں ور قلعوں کی
دیورں میں یسے موڑ نم ور کجیاں آج تک موجود ہیں ور قبروں کو صحیح سلامت ور
برقرر چھوڑ دیا گیا۔ یہ بات صاف طور پر زبان حال سے بتلا رہی ہے کہ ان مادی
ور نفسانی حکمرنوں کو باطنی ور روحانی حکمرنوں کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں
ہے۔ شہیدوں کی زندگی موت کے بعد نص قرآنی سے ثابت ہے۔ جیسا کہ آیا ہے کہ

ولا تقولو لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا

تشعرون

یعنی جو لوگ اللہ تعالے کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے قتل ہو جاتے ہیں نہیں تم
مردہ ہرگز خیال نہ کرو۔ بلکہ وہ زندہ جاوید ہیں۔ پر تم اس بات کو نہیں جانتے سو جہاد
فی سبیل اللہ ور شہادت دو طرح پر ہے۔ یک ظاہری جسمانی، دوم باطنی روحانی،
حضرت سرور کائنات ﷺ جب پنی آخری مہم یعنی جنگ تبوک سے فارغ ہو کر واپس
آئے تو آپ کے صحاب پنے دل میں سوچنے لگے کہ ب تمام عرب فتح ہو گیا ہے۔
ور ہمیں ب مزید جنگ ور جہاد کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ور ہم ب چین ور آرام کی
زندگی بسر کریں گے تو آپ نے ن کے خیالات کو معلوم کر کے رشاد فرمایا کہ

رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر

یعنی ہم ب اصغر ور چھوٹے جہاد سے فارغ ہو گئے ہیں۔ لیکن ہم نے یک کبر
ور بڑا جہاد کرنا ہے۔ آپ کے س فرمان سے اصحاب چونک پڑے۔ ور عرض کیا یا
رسول اللہ ﷺ یہ کون ور بڑا جہاد بھی ہم نے کرنا ہے۔

آپ نے فرمایا یوں 'وہ دنیا ور نفس و شیطان کے ساتھ موت تک بڑا بھاری جہاد
ہے۔ جو کہ غدر ور مشرکین کے ظاہری ور مادی جہاد سے بدرجہا سخت، صعب ور
مہیب تر ہے۔ کیونکہ وہاں تو غدر و مشرکین کو گمراہ کرنے ور نہیں مسلمانوں کے بر

خلاف جنگ و جدل پر آمادہ کرنے کا باعث دنیا نفس ور شیطان ہی تو ہیں۔ دوم
ظاہری، مادی عنار ور مشرکین تو مسلمانوں کے تن ور جسم کو ہلاک کرتے ہیں۔ ور
دنیوی مال ومتاع لے لیتے ہیں لیکن نفس و شیطان مسلمانوں کی حیات جاودانی کے
سرچشمے یعنی روح وروان ور جان کو ہلاک ور فنا کرتا ہے۔ ور ن کے اصلی ور بدی
سرمایہ یمان کو لوٹ لیتا ہے۔ پس نفس ور شیطان چونکہ اصلی ور صعب ور کبرترین
دشمن ہیں۔ لہذا ن کے ساتھ جنگ ور پیکار بھی جہاد کبر ہے۔ جو لوگ جہاد صغر میں
ہلاک ور شہید ہو جاتے ہیں وہ شہید صغر یعنی دنی درجے کے شہید ہوں گے۔ ور جو
لوگ جہاد کبر میں شہید ہو جائیں وہ بڑے درجے کے شہید کہلائے جانے کے مستحق
ہیں۔ سو حقیقی مقتول فی سبیل اللہ وشہداء کبر ور صلی غازی ور بڑے مجاہد ور فضل
بدی زندہ جاوید لوگ ولیاء اللہ ور عارف باللہ ہیں۔ جو تمام عمر نفس دنیا ور شیطان
کے ساتھ موت تک برسر پیکار رہ کر اللہ تعالیٰ کے نور ور بقا حاصل کر لیتے ہیں۔ یہی
وجہ ہے کہ شہداء صغر کے مزارات س قدر مشہور و معروف نہیں ہوتے۔ جس قدر
شہداء کبر یعنی ولیاء اللہ کے مزارات قیامت تک زندہ مرجع خلائق ور منبع رشد و
ہدایت رہتے ہیں۔ دن رات ولیاء اللہ کے مزارات پر زائرین کا ہجوم رہتا ہے۔ ن
کی خاک ور ن کے آستانے بوسہ گاہ خلائق ہوتے ہیں۔ دنیا کے بادشاہ ور مراء
ن کے آستانوں پر جھکنا باعث فخر سمجھتے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ برزخ کے
باریک ور لطیف پردے ور خیمے کے اندر زندہ دربار لگائے بیٹھے ہیں۔ ہزار ہا
زائرین کو خواب ور بیداری میں پنی پنی مرادوں کی نسبت بشارتیں ور اشارات
بخشتے ہیں۔ ور لوگوں کو طرح طرح کے فیوضات ور برکات پہنچاتے ہیں۔ ن کی
باطنی نگاہ ور توجہ سے بے شمار غافل ور خوابیدہ قلوب اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بیدار ہو کر
ن کی شراب معرفت سے مست ور سرشار ہو جاتے ہیں۔ کئی مردہ دل زندہ جاوید
ور کئی لاعلاج قلوب شفایاب ہو جاتے ہیں۔ وہاں جا کر دل بے خطیر اللہ اللہ

کرنے لگ جاتا ہے۔ کئی زائرین کو مزار کے قریب جاتے ہی بے اختیار رقت اور
گریہ جاری ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذوق وشوق اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ لوگوں کو
وہاں دن رات عبادت، تلاوت، ذکر فکر اور طاعت کرتے گذر جاتے ہیں۔ غرض
خدا کے ان مقبول اور محبوب بندوں کی جو عزت و توقیر موت کے بعد ہوتی ہے۔ دنیا
کے بادشاہوں کو زندگی میں اس کا عشر عشیر بھی نصیب نہیں ہوتا۔ مزارات کیا ہیں۔
گویا اللہ تعالیٰ کے نور کے چراغ اور شمعیں ہیں۔ جن پر لوگ پروانہ وار گرتے
ہیں۔ بعض حاسد کور چشم اپنے بے جا شکووں اور شکایتوں کی پھونکوں سے انہیں
بجھانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یہ نوری چراغ بجھنے میں نہیں آتے۔ جیسا کہ سعدی
علیہ الرحمۃ فرما گئے ہیں۔

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد
چراغے را کہ ایزد بر فروزد
ہر آں کس تف زند ریشش بسوزد

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواہہم واللہ متم نورہ ولو کرہ
الکافرون

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

بعض حاسد لوگ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے مزارات میں کچھ طاقت اور برکت
نہیں ہوا کرتی۔ لوگ محض بطور دیکھا دیکھی اور بھیڑ چال کے طور پر وہاں جاتے
ہیں۔ بعض دفعہ کہتے ہیں کہ وہاں کے مجاورین چونکہ اپنے بزرگوں کی قبروں پر
روضے اور خانقاہیں بنا لیتے ہیں اور انہیں دلہن کی طرح سجائے رکھتے ہیں۔ اور ان پر
پھولوں کے سہرے چڑھاتے ہیں۔ عوام سادہ لوح ان باتوں پر فریفتہ ہو کر وہاں

چھپے جاتے ہیں۔ وہاں اہل مزار کا کچھ روحانی و باطنی تصرف نہیں ہوتا۔ لیکن یہ
ان کور چشموں اور حاسدوں کا باطل خیال ہے۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

بڑے مزاروں کو سجانے اور ان پر روضے اور محل چڑھانے میں دنیا داروں اور دنیا
کے بادشاہوں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ آگرہ کا تاج محل شاہجہاں بادشاہ نے
اپنی پیاری بیوی ممتاز بیگم کی قبر پر اس لئے بنوایا تھا کہ موت کے بعد اس کی عزت اور
توقیر بحال رہے گی۔ لاہور کے پاس جہانگیر اور نور جہاں کی قبروں پر کیسی عالیشان
عمارتیں بنائی ہیں جسے شاہدرہ کہتے ہیں۔ دہلی میں ہمایوں کے مقبرے کی کتنی شاندار
عمارت ہے۔ جہاں خاندان مغلیہ کے بہت بادشاہ اور بیگمات مدفون ہیں۔ حیدرآباد
دکن میں آصفی خاندان کے حکمرانوں کے روضے حساب اور شمار سے باہر ہیں۔ غرض
دنیاداروں اور دنیا کے حکمرانوں نے دنیا کے بعد اپنی عزت اور توقیر قائم رکھنے کے
لئے کروڑوں اربوں روپے کی دولت خرچ کر ڈالی ہے۔ لیکن وہاں جا کر کسی کا دل
فاتحہ پڑھنے کو نہیں چاہتا۔ رات کو کتے اور گیدڑ ان پر پیشاب کر جاتے ہیں۔ لوگ
محض بطور سیر و تفریح وہاں جاتے ہیں اور عمارت کو دیکھ کر واپس آ جاتے ہیں۔
ہمارے ملک میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ بعض زمینداروں اور دنیاداروں کی اچھی
اولاد و ورثاء بےچاروں نے تو اپنے داداؤں کی قبروں پر روضے چڑھا کر اپنی طرف
سے انہیں اولیاء بنا دیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بطور ردعمل لوگوں کے دلوں میں ان
نفرت و حقارت کا یہ جذبہ پیدا کر دیا ہے کہ لوگ ان کی قبروں کو پتھروں سے
مارتے ہیں۔ بلکہ ان کی طرح طرح کی تذلیل و تحقیر کرتے ہیں۔ کسی نے اس
بارے میں ایک شعر بھی کہا ہے۔

عنایت خان عجب کار بد کرد

بزور زر پیدر ر ویداء گرو

وجہ یہ ہے کہ ہل دنیا کی عزت ورتوقیر اسی دنیوی زندگی تک محدود رہتی ہے ور وہ بھی روبرو ور سامنے لوگ ان کی جھوٹی خوشامد کرتے ہیں۔ ور وہ پھولے نہیں ماتے۔ لیکن پیٹھ پیچھے پ نوکر چاکر نہیں گالیاں دیتے ہیں۔ ور جب دنیا سے گذر جاتے ہیں تو وہ پنے ظلم وستم کے سبب اللہ تعالی کے قہر وغضب وذلت کے مز ور ہو جاتے ہیں۔ ور جب موت کے بعد ن کے ورثاء ور آخرت میں بھی ن پر روضے چھ کر ن کی عزت ورتوقیر بڑھانے لگتے ہیں۔ تو اللہ تعالی کے قہر ور غضب کی آگ ور زیادہ بھڑک ٹھتی ہے۔ اللہ تعالی لوگوں کے ہاتھوں ن کی وہ ذلت ورتوہین کرتا ہے کہ چوڑھوں ور چماروں کی بھی وہ توہین نہیں ہوتی۔ کیوں کہ یہ فرعون مزاج لوگ سی لائق ہوتے ہیں۔ قول تعالی

واتبعهم فی هذه الدنیا لعنة ویوم القیمة هم من المقبوحین

خلاف اس کے بہت ولیاء اللہ کے مزارات س طرح بھی دیکھنے میں آئے ہیں جو محض کچی مٹی کے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ جیسے کہ دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ کا مزار آج تک موجود ہے۔ لیکن ان کی حرمت ورعزت بڑے بڑے روضوں سے بھی زیادہ کی جاتی ہے۔ سو یہ عزت ورتوقیر کسی کے بنائے ہرگز نہیں بنتی۔ بلکہ یہ عزت اللہ تعالی کی بخشش ورعطا ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ وتعز من تشاء وتذل من تشاء ولیوں کی قبر ورمزار کی عزت ورحرمت محض روضے ورخانقاہ کی عمارت وغیرہ کے باعث نہیں ہوتی۔ بلکہ ن جگہوں کی روح موجود رہتی ہے۔ ور وہاں ن کے فیض کا چشمہ جاری رہتا ہے۔ ن وسطے دین ور دنیا کے پیاسوں کی وہاں بھیڑ لگی رہتی ہے۔

ہ کجا چشمہ بود شیریں

مردم و مرغ و مور گرد آیند

ویء اللہ پنے مزرت پر مد ورفت رکھتے ہیں۔ وگوں سے خیرت وصدقت
ورق تحہ وتلاوت کے تحفے وغیرہ وصول رتے ہیں۔ ور وگوں کو ن خدمت ور حسن
عقیدت کے عوض فیوضت وربرکات پہنچتے ور اللہ تعالی کی بارگاہ سے ن کی مشکلیں
حل فرماتے ہیں۔ لیکن جس وقت ویء اللہ کے مزرت پر متوی ورمجوور رجوعات
خلق بڑھ نے ور وگوں سے محض نذرو نیز زیدہ وصول رنے کی خطر قبروں پر غیر
شرعی میلے گانے لگ جاتے ہیں۔ ور بدعت ومعصیت کے کام شروع ردیتے
ہیں۔ مثلا رنڈیوں ورطو ئف کے ناچ رنگ ور گانا بجانا یا جتے، چرس، بھنگ کی
دکان گانا، بیگانہ مردوں ورعورتوں کا پس میں خت طرکھنا، جو کھیلنا، کبڈی ور
کھیل تماشے رنا ور غیر شرعی قسم کے سازوسرود کی محفلیں گرم کرنا، جو ن عورتوں کو
بیگانہ ور نامحرم مردوں کے ہمرہ زیرت کے بہانے سے جا رزنا فوحش کا رتکاب
رنا شروع ردیتے ہیں تو اس وقت ویء اللہ پنے مزرت سے تصرف ٹھا یتے
ہیں۔ ور بدفعلی کی مرد رجگہوں میں نا جانا بند ردیتے ہیں۔ س کے بعد وہاں نہ تو
بطنی فیض ہوتا ہے ور نہ ہی روحانی تعلیم ور بطنی تلقین کا کوئی سسہ جاری رہتا ہے
بلکہ روحانی پنی قبر کو لگوں کی معصیت ور گناہ کی ئش ور پیدی سے بچنے ور
محفوظ رکھنے کے سے زئرین کو ٹھ دکھ ور نقصان پہنچنے ور ڈرنے دھمکانے کی
کوشش رتے ہیں۔ ور پنی قبر پر رہنے ور رت گذرنے نہیں دیتے۔ یس
یسے مزرت پر رفتہ وگوں کی مد و رفت موقوف ہوجاتی ہے۔ چنانچہ ج روئے
زمین پر بعض ایسے مزرت موجود ہیں۔ جن پر یک زمانہ میں وگوں کی بکثرت مد و
رفت ور بطنی فیوضت ور روحانی برکات کی بڑی گرم بزری تھی۔ لیکن ج وہ
مزرت مجوروں کے ن قسم کی رتوتوں کی وجہ سے متروک ہو ر س میرسی کی
حالت میں پڑے ہیں۔ چنانچہ بیت مقدس سے دو میل کے فاصلے پر ج موسی علیہ
سلام کے مزر کی یہودیوں کے نارومیوں کے سبب یہی حالت ہے۔ کہ وہاں کوئی

شخص مارے خوف کے رت نہیں بسر کر سکتا۔ ور گر بعض مزرت پر بوجود س قسم
کے نارو میوں ورغیر شرع فعلوں کے بھی وگوں کی آمد و رفت جاری ہے تو وہ
خانقاہیں نہیں ہیں بلکہ وہ بت خانے ہیں ور معصیت و بدعت کے ڈے ہیں۔
یسی قبروں سے روحانی رخصت ہو جاتے ہیں۔ ور ن کی جگہ آتش شیاطین ور روح
خبیثہ براجمان ہوجایا کرتی ہیں۔ ور پھر گمراہی کی دکانیں جماتی ہیں۔

یا رب زلیل طوفان حادثہ رسیدہ باد
بت خانہ کہ خانقہ ش نام کردہ ند

یسی قبروں کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللھم لا تجعل قبری وثنا۔ ے اللہ میری قبر کو بت خانہ نہ بنانا۔ روحانی اگر خود کامل اور زندہ دل عارف نہیں ہے تو س کی قبر پر روضہ بنانے، غلاف چڑھانے ور میلے لگانے سے سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ ور وہ زبان حال سے پکارتا ہے۔

کیا ہو گرچہ قبروں پہ میلے رہے
ہم تو قبروں میں ویسے کیسے رہے

سو اس میں شک نہیں کہ موت کے بعد روح زندہ رہتی ہیں س دنیا میں آتی ہیں۔ ور گرچہ ہیں زندہ لوگوں سے ختلاط پیدا کرکے مداقت کرتی ہیں۔ ور زندوں سے استفادہ کرتی اور نہیں فائدہ پہنچاتی ہیں۔ چنانچہ کہ اولیاء کاملین، عارفین ور واصلین تو زندگی ہی میں موت ور حیات کے درمیانی پل کو عبور کر چکے ہوتے ہیں۔ یسے کامل لوگ موت کے بعد عالم برزخ سے بہت آسانی سے س دنیا میں آتے جاتے ہیں۔ ور زندوں کو فائدہ پہنچاتے ور ن سے ستفادہ کرتے ہیں۔ کیونکہ روحانی پرندے جب قفس عنصری سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ تو ن کی باطنی طاقت، روحانی دراک ور قوت پرواز بہت تیز ہو جاتی ہے ور عالم مر میں نہایت حیرت نگیز باطنی قوت کے مالک ہوجاتے ہیں ور ہمارے عالم خلق ور مادی دنیا کی

بڑی بھاری مہموں ورمشکل کاموں کو پنی باطنی ہمت او رتوجہ سے بہت آسانی سے
حل ریتے ہیں۔ہم نے روحانیوں کے س قسم کے عجیب وغریب کارناموں کو بہت
دفعہ پنی آنکھوں سے دیکھا بھالا ہے ور ہوش وحواس ور بیداری کی حالت میں آزمایا
ہے۔عام لوگ قبروں پر جا کر وہاں فاتحہ، درود وغیرہ پڑھ آتے ہیں۔یا کوئی نذر نیاز،
خیرات ورصدقہ دے آتے ہیں۔ گر زائرین کی نیت درست، زبان طاہر ور وجود
طیب ور مال زمیحہ حلال ہے تو بے شک س کلام ورطعام کا ثواب روحانی کو پہنچ
جاتا ہے۔اور روحانی اس کے عوض س کی مدد آرائی ور حاجت روائی کے سے
باطن میں سعی ورکوشش کرتا ہے۔ ور گر روحانی چاہے عالم نفسانی زائر سے خواب
میں جسم نفس سے ملاقی ہوتا ہے۔ ور خواب میں اس کی مدد کی نسبت سے بشارت
دیتا ہے۔لیکن عارف کامل زندہ دل فقیر کا کسی بزرگ یا ولی کی قبر پر جانے ور س
سے فیض وربرکت پانے کا طور طریقہ ہی بالکل لگ ہے۔ایسا کامل اہل دعوت
جب کسی ولی، شہید یا غوث قطب کے مزار پر کسی حاجت کے سے جاتا ہے تو وہ باطنی
مراقبہ کے ذریعے عالم برزخ میں غوطہ لگا کر روحانی سے فوراً ملاقی ہو جاتا ہے۔یا
روحانی نور تلاوت قرآن کی بو پا کر بحر عالم برزخ سے نکل کر روحانی کے پاس آجاتا
ہے۔پس دونوں حالتوں میں اہل دعوت عارف زندہ دل پنی مدد ور حاجت کی
بشارت پاتا ہے۔بلکہ بعض دفعہ پنے کام کو عالم مثال میں طے ور پورا ہوتا ہوا دیکھتا
ہے۔بعد وہ کام عالم شہادت میں ضرور ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ور س میں کبھی
خلاف نہیں ہوتا۔

قبرستان ورگورستان کو گر اہل بصیرت باطنی ور عارف زندہ دل آدمی مراقبہ کر
کے دیکھتا ہے تو سے عالم مثال میں یک آباد بستی ور معمور شہر کی طرح پاتا ہے کہ س
میں ہر سعید مومن روحانی کے سے حسب مراتب وحیثیت باطنی بلند عالیشان ور
عالی شان مکان ہوتے ہیں۔ ور شقی بد بخت روح کے سے پست گہرے خطرناک

چھ سیہ و ربڑ ے تاریک ورمہیک زند ن ہو تے ہیں۔جیس کہ یک ہی شہر کے ندر وگوں کے مختف حیثیت کے موفق نہیں، جھونپڑیں ور ن کے ساتھ عی شن محل ہوتے ہیں۔ کہ یک ہی شہر میں بعض وگ یک وقت دکھ ٹھ رہے ہو تے ہیں۔ ور بعض عیش وعشرت طف ونشاط کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے گورستن کو کوئی جگہ قرآن میں قریہ ور بستی سے نسبت ور تشبیہ دی ہے جیس کہ حضرت عزیر علیہ سلام کے حق میں اللہ تعلی کا رشاد ہے۔

او کـالـذی مر عـی قریة وھی حاویة عی عروشھا قل ای یحی ھدہ اللہ بعد موتھا

(ترجمہ) یا س شخص (حضرت عزیزؑ) کی مثال دیکھو کہ جب وہ یک گاؤں پر گذرے جو چھتوں کے بل گر ہو تھا تو آپ نے دل میں خیل کیا کہ س مردہ بستی کو اللہ تعلی دوبارہ س طرح زندہ کرے گا۔سو یہاں پر اللہ تعلی نے یک گورستن کو یسے گاؤں سے تعبیر کیا ہے جس کی چھتیں گر چکی ہوں۔خوب میں گر کوئی شخص پنے مکان یا کسی کے مکان کی چھت گری ہوئی دیکھے۔تو س کی تعبیر نبہ ہل مکان کی موت ہو کرتی ہے۔یہاں بھی اللہ تعلی نے جب یک گورستان کو برزخی حالت میں یک قریہ ور بستی سے موسوم فرمیا ہے۔تو ہمیں مزید سمجھ نے کے لیے گری ہوئی چھتوں کا حوہ ساتھ دے دیا ہے تا کہ ظاہر بین کہیں سے ظاہری بستی ور مادی گاؤں نہ سمجھ لیں۔

وضح ہو کہ عالم تکوین ور عالم مکان میں دو قسم کے جہان ور عالم موجود ہیں۔ یک عالم شہادت یعنی ظاہری عالم محسوس ور مادی جہان جو حوس خمسہ کے ذریعے معلوم ور محسوس ہوتا ہے۔دوم عالم مر لطیف باطنی ور روحانی جہان جو حوس خمسہ یعنی جسمانی اور مادی حواس کے درکے سے باہر اور مادی عقل کی پہنچ سے بالاتر ہے۔ ور ہر دو جہان زندگی سے معمور ور آباد ہیں۔ عالم شہادت یعنی مادی جہان

میں مادی کثیف عنصری مخلوق آبد ہے۔ گویہ مادی جہن بہ نسبت غیبی طیف جہن
کے بہت تنگ ور محدود ہے لیکن س مادی جہن کی وسعت ور پہنائی کا ندزہ لگانا
بھی نسانی عقل ور قیس سے باہر ہے۔ مثلاً ہمارے اس رہ رض یعنی زمین پر کتنی
مخلوق آبد ہے۔ ہماری مذہبی رویتوں کے مطابق ٹھارہ ہزر مخلوق کا ندزہ ہی گر
فرض کر لیا جائے کہ مخلوق کی چھ ہزر قسمیں ور نوعیں مٹی پر ور چھ ہزر کی تعدد پانی
میں اور چھ ہزر ہوا میں آبد ہیں۔ تو یہ س قدر بے شمار نوعیں ور قسمیں بنتی ہیں۔ ن
میں سے مٹی پر رہنے ولی مخلوق کی قسموں میں سے نسان یک قسم ور یونٹ ہے۔ پھر
نسانوں کی س قدر قومیں، نسلیں ور فرقے ہیں۔ جن کے رنگ روپ، شکلیں، طور
طریقے، طرز معاشرت، بولیں، زبنیں، مذہب، عادت ور خیالات یک
دوسرے سے لگ ور مختلف ہیں۔ ہم پنے ہم جنس نسانوں کے صرف یک صورتی
ختلاف پر ہی گر غور کریں تو نسانی عقل اللہ تعالیٰ کے کمال صفت مصوری کو دیکھ کر
حیرت سے دنگ رہ جاتی ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جس قدر
نسان مرد، عورت، بوڑھے ور جوان ہوئے ہیں یا ہوتے رہیں گے۔ ن میں ہر
نسان کی صورت، شکل وشباہت، خد وخال، سیرت، خو ور رنگ وبو دوسرے نسان
سے لگ اور مختلف ہے۔ ور تمام دنیا میں دو نسان یک طرح کے ور یکساں نہیں
ملیں گے۔ ور یہ ختلاف صرف نسان کی صورت میں نہیں ہوگا۔ بلکہ ن کی آوز،
طرز طور، خیالات ور قلبی حرکات میں بھی موجود ہوگا۔ ور یہ ختلاف صرف
نسانوں میں نہیں بلکہ س رہ رض کی تمام دیگر مخلوقات نباتات کی، آبی ور ہوئی میں
بھی موجود ہے۔ بلکہ یک ہی درخت کے پتوں ور یک ہی خرمن کے دنوں تک
میں یہ ختلاف پایا جاتا ہے۔ ور یہ س ذت خالق کی صفت لیس کمثلہ شئی کی
یک ہی صفت لامتناہی کا یک دنیٰ جلوہ ور کرشمہ ہے۔ جو س کی ہر یک دم مخلوق
میں ظہور فرما ہے۔ گر بالفرض اللہ تعالیٰ کی یک ہی صفت کو بروئے کار لا کر جزء

دے تو یہ سلسلہ ختم ہونے میں نہ آئے۔ ور بحر و بر میں اس صفت کی سمائی نہ ہو۔ قولہ تعالیٰ

قل لو كان البحر مدادا لكلمت ربي لنفد البحر قبل ان تنفد كلمت ربي ولو جئنا بمثله مددا

اور تحقیق و تصویر کا یہ سلسلہ صرف ہمارے کرہ ارض تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے اوپر عالم بالا میں جس قدر سیاروں اور ستاروں کا ایک لامحدود سلسلہ موجود نظر آ رہا ہے۔ وہ بھی آبادی سے خالی نہیں ہے۔ جب وہ حجم، قامت اور جسامت میں ہمارے اس کرہ ارض سے بدرجہا بڑے ہیں۔ تو کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنی بڑی جسامت اور قامت بے وجہ، عبث اور رائیگاں عطا فرمائی ہے۔ کیا وہ اس واسطے معرض وجود میں لائے گئے ہیں کہ ہم زمین والوں کو برقی روشن قمقموں، ہنڈوں کی طرح چمکتے اور دمکتے نظر آئیں اور ہم انہیں دیکھ دیکھ کر خوش اور حیران ہوا کریں۔ کیا اللہ تعالیٰ ان اجرام عظام کے کھلونوں سے بچوں کی طرح ہم زمین والوں کے دل بہلا رہے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ قولہ تعالیٰ

وما خلقنا السماء والارض وما بينهما لعبين لو اردنا ان نتخذ لهوا لاتخذنه من لدنا ان كنا فعلين

(ترجمہ) اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے۔ ان سب کو کھیل کے طور پر۔ اگر ہم چاہتے کہ استعمال کرتے اسے بطور کھلونا جو اس سے دل بہلاتے تو ہم اپنے پاس سے ہی شان کا شغل بنا لیتے۔

بلکہ ان کروں میں سے بعض ہماری زمین کی طرح زندگی سے معمور اور بھرپور ہیں۔ جس طرح ہر کرہ دوسرے کرے سے مختلف ہے۔ پس اس کی مخلوق کی ہیئت ترکیبی اور شکل و صورت وغیرہ بھی مختلف ہونی چاہئے۔ بعض نادان تنگ ظرف لوگ ہمارے اس بیان پر ضرور اعتراض کریں گے۔ اور کہیں گے کہ قرآن اور حدیث

میں ن باتوں کا ذکر نہیں ہے۔ ور سائنس ور علم ہیئت کا کوئی عتبار نہیں ہے۔ سو ن وگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن ور حدیث میں ن باتوں کا ذکر موجود ہے۔ لیکن ہماری کوتاہ عقل ن کے فہم ور سمجھ سے قاصر ہے۔

یہ بات مسلم ہے کہ آگ جب بہت مدت تک یک جگہ جلتی رہتی ہے۔ تو س میں بھی یک قسم کا جانور جسے سمندر کہتے ہیں پید ہو جاتا ہے۔ پس جب آگ جیسے عنصر میں زندگی کا مکان ہو سکتا ہے۔ ور سی طرح کا یک ناری عظیم شان کرہ ربوں، کھربوں بلکہ بے شمار برسوں تک قائم اور موجود رہے تو اس کا بھی یک وقت زندگی سے معمور ور آباد ہونا ممکن ہے۔ ور یہ عجب ہے کہ ہمارے س سورج میں بھی زندگی کا معاملہ جاری ہو تو دوسرے عالم بالا کے کروں پر تو زندگی کے مکان کا یقین بدرجہ آسانی سے پید ہو سکتا ہے ور عقل سلیم سے باور کرنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ بعض کروں کے ندر بڑی بڑی دوربینوں سے پہاڑ، دریا، جنگل ور بادل دیکھے گئے ہیں۔ حال ہی میں کیلےفورنیا کی آبزرویٹری میں جو دنیا کی سب سے بڑی دوربین نصب ہے۔ س کے ذریعے کروڑہا نئے ستارے جو سابق دوربینوں کی پہنچ سے مخفی ور مستور تھے نظر آنے لگ گئے ہیں۔ س دوربین سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ آسمان پر جو گرد و غبار کی طرح یک سلسلہ نظر آتا ہے جسے فارسی میں کہکشاں کہتے ہیں ور نگریزی میں سے ملکی وے (Milky Way) کہتے ہیں ور عام جہلاء میں س کی نسبت طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ سو یہ کہکشاں پدموں، سنکھوں کے بے حد و بے شمار ستاروں کے مسلسل مجموعے ہیں۔ جو دور تک فضا میں یک دوسرے کے وپر گرد و غبار ور سفید بادلوں کے طویل سلسلے کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ غرض س کہکشاں کا ہر ستارہ بجائے خود یک بڑا بھاری سورج ہے۔ جس کا لگ نظام شمسی ہے یعنی وہ ہمارے اس سورج کی طرح اپنے ردگرد بے شمار ستاروں ور سیاروں کو روشنی پہنچا رہا ہے۔ خدا جانے مادی دنیا کی فضا میں ن

ستاروں، سیاروں، سورجوں ور کیا کیا دیگر جرم فلکی کے س نزول سلسلے کا کہیں خاتمہ بھی ہے یا نہیں۔ س میں شک نہیں کہ ہمارے سر کے وپر فضا میں چھوٹے چھوٹے لٹوؤں کی طرح جو ستارے نظر آ رہے ہیں۔ وہ تنے چھوٹے بلب یا چر غ نہیں ہیں جتنے کہ ہمیں نظر آ رہے ہیں۔ بلکہ وہ بجائے خود ہماری زمین کی طرح بھاری بھرکم کرے ور زمینیں ہیں۔ چونکہ وہ ہم سے کروڑوں، ربوں میل دور و قع ہیں۔ س وسطے چھوٹے نظر آتے ہیں۔ ور ن میں سے بعض کروں کے ندر مخلوق آباد ہے۔ ور یہی منشا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ان یشا یذھبکم و یات بخلق جدید و ما ذلک علی اللہ بعزیز

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زمین و لو اگر اللہ چاہے تم کو مٹا کر رکھ دے ور نئی دنیا تمہاری طرح بنا دے۔ ور یہ بات س کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔ دوسری جگہ رشاد ہے

اللہ الذی خلق سبع سموت و من الارض مثلھن یتنزل الامر بینھن لتعلموا ان اللہ علی کل شیء قدیر و ان اللہ قد احاط بکل شیء علما

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ وہ ذ ت ہے جس نے سات آسمان بنائے۔ ور ن جیسی ور زمینیں بھی بنائیں تا کہ تم جان لو کہ للہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ ور وہ زرو ئے علم ہر چیز پر محیط ور چھایا ہو ہے۔ چنانچہ س قسم کی متعدد آیتیں قرآن مجید کے ندر موجود ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ س دنیا کی طرح ور زمینیں بناتا ہے۔ ور ن کے بنانے میں سے کچھ تکلیف تھکاوٹ ور دیر بھی نہیں لگی۔ جیسا کہ آیا ہے ما مسنا من لغوب ور دوسری جگہ ہے کہ لم یعی بخلقھن س سے ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ پید کرسکتا ہے کرتا ہے ور ہمیشہ کرتا رہے گا۔ ور س کی ایجاد و صفت خلاقی میں زوال، رکاوٹ ور بندش نہیں ہوسکتی۔

علم ہیت کے ماہرین نے پنی بڑ روٹریوں یعنی رصدگاہوں میں بڑی بڑی
دوربینوں سے آسمانی فضا میں بعض دفعہ س بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ یک ستارہ یعنی
کرہ جس کو یک وقت وہ پنی دوربین سے فضا میں دیکھ رہے ہیں۔ ن کے دیکھتے
دیکھتے آنکھوں کے سامنے سی جگہ یک دم گم ور غائب ہوگیا ہے۔ ور گاہے یک نیا
کرہ عالم وجود میں آگیا ہے۔ سو للہ تعالی نے پنی جس صفت کا ذکر قرآن کریم میں
فرمادیا ہے آج کل کے سائنس دان ور ہیت دان تو پنے آلات سے سے ثابت کر
کے س کی تصدیق کر رہے ہیں۔ لیکن ہم ہیں کہ چمگادڑ کی طرح پنی ہٹ دھری کی
وجہ سے جہالت کی پرانی دقیانوسی تاریکی میں گھسے جا رہے ہیں۔ ور لکیر کے فقیر کی
طرح پنی مذہبی تقلید سے ذرہ بھر دھر دھر ہونا کفر سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالی ہم مسلمانوں
کو صحیح فہم ور سچی سمجھ عطا فرماوے۔

عالم خلق ور عالم شہادت کا ازول [?] ور غیر محدود وسعت زبان حال سے بتا رہا ہے
کہ مخلوق میں س کی لامتناہی صفت خلق کا یک دنی جلوہ ور کرشمہ ہمیں کارفرما نظر آ
رہا ہے۔ لیکن عالم غیب ور عالم امر کے لطیف ور س سے بہت وسیع ور عریض عالم
بیر [?] میں بھی س کی ازول [?] صفت خلاقی ظہور فرما ہے۔ گر للہ تعالی پنی صفت
خالق، باری ور مصور کو سی طرح کارفرما ور جاری رکھے۔ تو بد آباد تک سی طرح
نئے جہان ور نئے عالمین معرض وجود میں آتے رہیں۔ ور مکان ور زمان کی
پہنائیاں ور وسعتیں ور زمین، آسمانوں ور پہاڑوں کی چوڑائیاں للہ تعالی کی ن
صفت کے تحمل ور برداشت سے تنگ ور عاجز آکر کپکپا ٹھیں۔ ور س سنگین بھاری
مانت کی برداشت سے ڈر کر لرزہ براندام ہو کر چلا ٹھیں ور فریاد کرنے لگ
جائیں جیسا کہ رشاد ربانی ہے

انا عرضنا الامانة على السموت والارض والجبال فابين ان
يحملنها واشفقن منها وحملها الانسان

یعنی اللہ تعالیٰ نے پنی مانت کو آسمان، زمین ور پہاڑوں پر پیش کیا۔ پس سب نے س کی برداشت سے نکار کیا ور س سے ڈر گئے۔ مگر نسان نے اس کو ٹھا لے۔

فضا میں بعض ستارے ہیوائی یعنی ہوائی صورت میں بعض آبی صورت میں، بعض آتشی ور بعض خاکی صورت میں موجود ہیں۔ لیکن بعض ستارے ہماری زمین کی طرح مخلوط صورت میں موجود ہیں۔ کہ ن پر چاروں عناصر یعنی پانی، آگ، ہو ور مٹی موجود ہے۔ یسے کروں پر آبادی ور سرزندگی مخلوق کا مکان بھی بہت یقینی ہے۔ ور آج کل ہیبت دنوں کو بعض ستاروں کے ندر پنی دوربینوں سے پہاڑ، دریا، بادل ور جنگل نظر آتے ہیں۔ پس جب بعض کروں کے ندر یک چیزیں ور خصوصا پانی جیسا عنصر موجود ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہاں زندگی، آبادی ور مخلوق موجود نہ ہو۔ جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وجعلنا من الماء کل شئی حی یعنی ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندہ کیا ہے۔ ورنہ صل جہاں کہیں بھی مکان وزمان ور یتھر و فضا ور مادہ میں مایہ ور میٹر (Mater) ہے۔ وہاں زندگی موجود ہے۔ ور عالم غیب ور عالم شہادت کا چپہ چپہ ور نچ نچ زندگی، آبادی ور حیات سے معمور ور بھرپور ہے۔ کیوں کہ کائنات کی ہر چیز حرکت میں ہے ور جہاں حرکت ہے وہاں زندگی ہے۔

قرآنی آیات ور عقلی دلائل سے ہم پنے مذکورہ بالا بیان کی تصدیق میں کافی ثبوت پیش کر چکے ہیں ب ناظرین کے طمینان خاطر کے لیے معراج کی یک حدیث پیش کرتے ہیں۔ معراج کی یک حدیث میں مذکور ہے کہ جس وقت حضرت رسالت مآب معراج کی رات جبرئیل امینؑ کی رفاقت میں آسمانوں کی طرف عروج ور پرواز فرما رہے تھے تو راستے میں منجملہ دیگر آسمانی عجائبات کے آپ کی نگاہ یک طویل ور دراز ونٹوں کی یک قطار پر پڑی۔ جس کا سر ور آخر ور بتدا و نتہا معلوم نہیں ہوتی تھی۔ ور ن پر صندوقوں کی طرح کچھ چیزیں لدی ہوئی تھیں۔

ٓپ ؐ نے جبر ئیلؑ مین سے دریافت کیا کہ یہ بھاری جبر ییل ونٹوں کا یہ کیا قافلہ ہے کہ جس کا سر ور ٓخر نظر نہیں ٓتا؟ جبر ییل نے جواب دیا کہ یا حضرت ؐ جب سے میں پیدا ہوا ہوں۔ سی روز سے اس ازول قافلے کو سی طرح رواں دواں دیکھ رہا ہوں۔ ٓپ حضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ان ونٹوں پر جو صندوق نما چیزیں لدی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ ان میں کیا چیز ہے؟ جبر ییل نے جواب دیا کہ مجھے اس کا بھی علم نہیں ہے۔ لیکن ٓج ٓؤ یک ونٹ کو کھڑا کر لیتے ہیں۔ ور اس کی پیٹھ سے یک صندوق تار کر سے کھول کر دیکھ لیتے ہیں کہ ان میں کیا بھرا پڑا ہے۔ ٓپ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب ہم نے ان میں سے یک ونٹ کو لگ کھڑا کر کے ور بٹھا کر اس کی پیٹھ پر سے یک صندوق تار کر کھولا تو ہمیں اس صندوق میں بے شمار نڈے نظر ٓئے۔ ہم نے ان میں سے یک نڈے کو جب توڑا تو اس نڈے کے ندر ایک لگ جہان بمع زمین و ٓسمان ور تمام علوی و سفلی جرم و سازو سامان نظر ٓیا۔ چنانچہ ہم دونوں اس نڈے کی نئی دنیا میں بطور سیر و سیاحت داخل ہوئے۔ تو ہمیں وہ ہماری دنیا کی یک ٓباد جہان نظر ٓئی۔ ور ہم نے اس دنیا کی یک مسجد کے ندر نماز ادا کی۔ سو اس حدیث کے مفہوم پر غور کرنے سے یک سلیم لعقل سمجھ دار نسان اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ حضور ؐ نے اس حدیث میں پنی مت کے ولو الباب ور سمجھ دار لوگوں کو رموز شارے ور مستور ستعارے کے ذریعے ٓسمان ور فضا کے ان بے شمار ستاروں ور سیاروں کی حقیقت بیان فرمادی ہے تاکہ ہر ٓدمی پنی سمجھ کے موافق ان جرام فلکی یعنی ستاروں کی حقیقت سمجھے ور سائنس ور علم ہیئت کے متاخرین ماہرین پیغمبروں کی عقل کل ور علم لدنی کے سامنے دم نہ مار سکیں۔ ور پنے مادی ور سطحی علوم پر مغرور ور فریفتہ ہو کر دین کی باتوں پر تمسخر ور ستہزا نہ کر سکیں۔ سو اس حدیث کے ندر دانا ؤں ور سمجھ داروں کے لیے ٓسمانی فضاء کے ندر ستاروں ور سیاروں کی حقیقت پر پوری روشنی پڑتی ہے۔ ور مخبر صادق شارع ہمیں شارتے

ور زمانے سے تیرہ سو سال پہلے یہ بات سمجھ چکے ہیں کہ آسمانی فضا کے اندر جو ہمیں سفید نقطوں کی طرح یہ گول گول ستارے چمکتے اور دمکتے نظر آتے ہیں۔ ان میں سے ہر نقطہ ہماری زمین کی طرح ایک الگ کرہ، ایک علیحدہ دنیا اور دوسرا جہان ہے جس کی الگ زمین اور الگ آسمان ہے۔ اور اس میں ہماری طرح ایک مخلوق آبادی ہے۔ ان ستاروں کی حقیقت کو اس وقت اس طرح مرموز اشارات میں بیان کرنے کی حکمت یہ تھی کہ اگر آپ حضرت ﷺ اس زمانے کے کم فہم اور علم ہیئت سے ناواقف لوگوں کے سامنے ان ستاروں کی حقیقت کھول کر بیان فرما دیتے۔ تو جب تک ان لوگوں کو آبزرویٹریاں اور رصد گاہیں بنا کر اور ان میں بڑی بڑی دوربینیں لگا کر ان ستاروں کا کچھ مشاہدہ نہ کرا دیا جاتا۔ تب تک ان سادہ لوح لوگوں کو ہرگز یقین نہ آتا۔ اور نیز قبل از وقت اس حقیقت کے کشف سے اس زمانے کے کم فہم لوگوں کے لئے اس علم کے متعلق اعتراضات، سوالات اور اشکالات کا ایک غیر مختتم اور لازوال سلسلہ کھل جاتا۔ اور لوگ اسی دھن میں لگ جاتے۔ اور یہ بات دینی مشن اور مذہبی مقصد کی اصل غرض میں ایک بڑی بھاری الجھن اور رکاوٹ کا باعث بن جاتا۔ اس لئے آپ حضرت ﷺ نے اس حقیقت کو ایک پر معنی مستور اشارے اور مکنون کنائے کے پردے میں بیان فرما دیا ہے۔ تاکہ ہر آنے والا زمانہ اپنے اپنے فہم و فراست کے مطابق اس سے تعلیم حاصل کر سکے جیسا کہ آیا ہے کلموا الناس علی قدر عقولھم یعنی لوگوں کے سامنے ان کی عقل اور فہم کے مطابق کلام کیا کرو۔ اور آپ حضرت ﷺ فرما چکے ہیں اوتیت جوامع الکلم یعنی مجھے جامع کلام عطا فرمایا گیا ہے جس سے ہر ادنیٰ، اعلیٰ اور عام و خاص اپنی اپنی سمجھ کے مطابق تعلیم حاصل کرتا ہے۔ غرض جو کلام اور سخن برمحل، برموقع اور مصلحت وقت کے مطابق نیز حکمت عملی اور موعظہ حسنہ سے آراستہ و پیراستہ ہو تو بہت موثر اور کارگر ہوا کرتا ہے۔

قول بزرگان خیر الکلام ما قل ودل بہترین کلام وہ ہے جو مختصر ہو مگر دلالت کثیر پر کرے۔ آں حضرتؐ نے اپنی امت کو اس قسم کے غیر ضروری دقیق طول طویل مادی علوم میں الجھنے اور پھنسنے سے روکا ہے۔ چنانچہ آپ کا اس بارے میں ارشاد گرامی ہے۔ کہ جب کبھی تمہارے سامنے آسمان کے ستاروں کی کیفیت یا میرے صحابہؓ کی شخصیت یا ان کے ذاتی جھگڑوں وغیرہ کا ذکر یا اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مسائل چھیڑیں تو تم خاموشی اختیار کرو۔ اور ان میں نہ پڑو۔ بلکہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت، ذکر فکر، معرفت، قرب، مشاہدے اور وصال کے حصول کی کوشش کرو۔ جو جملہ علوم و فنون کا اصل، منبع اور معدن ہے جس میں باقی جملہ علوم خود بخود آجاتے ہیں۔ خیر اس فقیر کا اس موقع پر ان ستاروں کی حقیقت بیان کرنے سے غرض محض یہ ہے کہ اس نادان اور غافل انسان کو اللہ تعالیٰ حکم الحاکمین ذات پاک کی عظمت اور اس کی لازوال شان و شوکت کی کچھ تھوڑی سی جھلک نظر آجائے کہ وہ قدیم، غیر مخلوق، منزہ اور مقدس پاک ذات کس قدر غیر محدود، لازوال، عظیم الشان قدرتوں اور صفتوں کی مالک ہے اور وہ ذات کبریا انسانی عقل اور مادی سمجھ سے کس قدر بالا، وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے۔ قولہ تعالیٰ

يايها الناس ضرب مثل فاستمعوا له ان الذين تدعون من دون الله لن يخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا له وان يسلبهم الذباب شيئا لا يستنقذوه منه ضعف الطالب والمطلوب ما قدروا الله حق قدره ان الله لقوي عزيز

(ترجمہ) اے لوگو! ایک مثال اور نقل بیان کی جاتی ہے پس تم اس کو غور سے سنو۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کو پکارتے ہیں۔ اگر وہ سب جمع ہو کر میری ناچیز مخلوق میں سے ایک مکھی بنانے کی کوشش کریں تو ہرگز نہیں بنا سکیں گے۔ اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز اٹھا کر لے جائے تو اس سے واپس نہیں چھین سکیں گے۔

طالب اور مطلوب دونوں کمزور ہیں۔ افسوس ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر جیسا کہ چاہیے تھی نہیں جانی۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب سے بڑا زبردست اور غالب ہے اور نیز اس فقیر کو اس بیان سے یہ غرض بھی مطلوب ہے کہ انسان اپنی حقیر اور ناچیز ہستی کو جان لے کہ وہ ناپاک پانی کا قطرہ ہے۔ جس میں چند روز غرور نفس کی ہوا داخل ہوگئی ہے۔ اور بلبلے کی طرح کبر اور انانیت کی ہوا سے پھولا ہوا سطح دنیا پر چند روز کے لیے دھڑا دھڑ نادانی سے ناز و نخرے کرتا ہوا یہ سمجھ رہا ہے کہ ہمچو من دیگرے نیست اور ساتھ ہی ناظرین کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ یہ مادی کائنات جس کو عالم شہادت کہتے ہیں عالم غیب کے باطنی لطیف کائنات کے مقابلے میں اتنا تنگ و تاریک ہے جتنا کہ جنین یعنی چھوٹے نازائیدہ بچے کے لیے اس کا رحم اور پیٹ اس مادی دنیا کے مقابلے میں ہے۔ سو انسان کو چاہیے کہ کنوئیں کے اندھے مینڈک کی طرح اس مادی ماحول کو سب کچھ نہ سمجھے۔ بلکہ یہ حقیقت اس پر آشکار ہو جائے کہ ہماری اس وسیع و فراخ زمین کی طرح اللہ تعالیٰ کی کائنات میں اور بھی بے شمار زمینیں اور کرے موجود ہیں جن کے مقابلے میں ہماری یہ زمین باوجود اپنی وسعت اور پہنائی کے ایک ذرے کے برابر ہے اور پھر اس اپنی زمین کی اس قدر گوناگوں اور طرح طرح کی بے شمار آبادی اور مخلوق میں سے اپنی ناچیز ذرہ برابر ہستی کا اندازہ لگا لے اور زمین پر اکڑ اکڑ کر اور پھول پھول کر چلنا چھوڑ دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا

اے انسان ضعیف البنیان تو زمین پر اکڑ کر چال کیوں کرتا؟ اپنی چال سے نہ تو زمین کو چیر کر پھاڑ رہا ہے اور نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ رہا ہے۔ سو انسان کو اگر کچھ اصلی حقیقی اور پائیدار قوت اور طاقت حاصل کرنی ہے تو اس عظیم الشان قدرت اور

عظمت و ں مقدس غیر مخلوق ذ ت کے س تھ ں کے پ ک ن م کے ذ ریعے تعلق پید
رے۔ و راس میں فن و ربقا حاصل ر کے اس کے س تھ ہمیشہ کے سے زندہ جاوید
ہو رہے۔ و ر س کی پ ک منزہ صفت سے متصف و راس کے اعلیٰ خلق سے متخلق
ہو جا ئے۔ یہ فنی و رخ کی نس ن ع م غیب و رع م طیف کی عظمت و رو سعت کا
ند زہ تب لگا سکے گا۔ جب وہ س م دی جہ ن کے پیٹ سے جنین کی طرح روحانی
طیف جسم سے رپید ہوگا۔ و راس وسیع روحانی باطنی او رغیبی جہ ن میں قدم رکھ ر
ہنکھیں کھو ے گا و ردیکھے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ع م غیب کی طیف نوری مخلوق کو کیا کیا
روحانی قوتیں عطا فرمائی ہیں۔ جن کا ذ رہم پچھلے صفحوں میں مصر کے ہز رہ س ل
کے متوفی ہل قبور کے حو ل میں بیان ر چکے ہیں۔ اس م دی جہ ن میں ہماری س
ناچیز زمین کے خ کی لوگ پنے خد د علم س ئنس کے ذ ریعے س کثیف م دے سے
کام ے رہے ہیں حیرت نگیز کام ر رہے ہیں۔ جنہیں دیکھ رہم ششدر و رحیر ن
رہ جاتے ہیں۔ سو جس قدر نس ن ع م کثیف و رع م طیف کی طرف جاتا ہے ور
طیف عنصر سے کام لیتا ہے۔ سی قدر س کی ط قت بڑھتی جاتی ہے۔ جس طرح
کہ مٹی و رمٹی کی کثیف چیز و ں مثلاً لو ہے، لکڑی وغیرہ سے پانی، آگ، بھاپ و ر
پٹرول زیادہ طیف ہیں۔ جس سے بھاپ بنا ر نس ن ریل، جہ ز، موٹر، ہو ئی جہ ز
و ردیگر کارخ نے چلا رپنی جسمانی ط قت سے ہز رگنا بڑھ چڑھ ر کام ر رہا ہے۔

سی طرح بھاپ سے برق و ربجلی زیادہ طیف چیز ہے۔ جس سے بھاپ کی نسبت
زیادہ ط قت و ے او ربڑھ کے کام یے جاتے ہیں و ربجلی سے ایٹمک انرجی زیادہ
طیف و رط قتور ہے۔ س سے زیادہ ط قت کے کام یے جاتے ہیں۔ لہذ جوں
جوں نس ن کثافت سے لطافت کی طرف جاتا ہے۔ و رطیف عنصر سے کام لیتا
ہے۔ اسی قدر اس کی ط قت بڑھتی و رزیادہ ہوتی جاتی ہے۔ سو گر نس ن علم غیب و ر
ع لم مر کی سب سے زیادہ طیف و ر طیف مخلوق یعنی جن، م ئکہ و ر رو ح سے کام

ے تو وہ بھاپ، بجلی اور ایٹمی طاقت سے کہیں ہزار گنا زیادہ طاقت پیدا کر کے نہایت حیرت انگیز اور محیر العقول کام کر سکتا ہے۔ ایک مادی عقل والا نفسانی آدمی روح کی نسبت اس قدر قیاس کر سکتا ہے کہ روح ایک کمزور ہوا کا جھونکا یا غیر مرئی لطیف بادل کا ٹکڑا یا روشنی کا ایک گولا ہوگا۔ پس اس میں اتنی وسعت، قوت اور قدرت کہاں سے آسکتی ہے یہ ان کم فہم لوگوں کی روح اور روحانی دنیا کی حقیقت سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ یاد رہے کہ مادی دنیا کی بڑی بھاری، دخانی، برقی اور ایٹمی انرجی کو اگر اکٹھا کیا جاوے تو ایک ادنیٰ جن میں عفریت کی باطنی طاقت ان سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔ اور جن شیاطین سے ملائکہ اور فرشتے زیادہ لطیف ہیں۔ اور ان سے بڑھ کر روحانی طاقت کے مالک ہیں۔ اور ملائکہ، فرشتوں سے روحانی باطنی طور پر طاقتور اور قوی تر ہوتے ہیں۔ بالفرض اگر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر سے اپنی ظاہری اور باطنی حفاظت اٹھا لے تو ایک قوی ہیکل جن اور عفریت ستر ہزار کے قریب مادی نفسانی انسانوں کو ایک دم موت کے گھاٹ اتار دے۔ اسی طرح ایک فرشتہ اپنی ملکوتی طاقت سے اس قدر جنات کا ستیاناس کر دے اور تمام ملائکہ پر ایک کامل روحانی غالب آجائے۔ سو انسانی جسم کے اندر نفس جنات کے مشابہ اور مماثل غیبی امری لطیفہ ہے۔

اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کے کلام کے نور سے زندہ اور تابندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عمل صالح کے باطنی ہتھیاروں سے مسلح ہو جائے۔ تو وہ اس مخلوق کو نوری امر سے یعنی ہزار ہا اپنے ہم جنس جنات کو ایک دم میں حاضر کر کے انہیں مسخر اور مطیع اور منقاد کر سکتا ہے۔ اور ان سے ہر قسم کی خدمت لے سکتا ہے۔ جیسے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسی طرح کے عمل سے جنات کو مطیع اور مسخر کر رکھا تھا۔ اور اسی روحانی طاقت کے ذریعے ملکہ بلقیس، اس کے تمام وزراء اور تمام رعیت کو مسلمان کر کے مطیع اور منقاد بنا لیا تھا جس کا ذکر ہم پیچھے بیان کر آئے

ہیں۔

قر ٓن ٓریم پیغمبروں کے س قسم کے حیرت نگیز روحانی کارناموں سے بھر پڑ ہے۔لیکن فسوس ہے ہمارے بعض نادن کم فہم نفسیاتی مولویوں پر جنہیں روحانی دنی کی کبھی ہو بھی نہیں لگی۔کہ جب وہ قر ٓن ٓریم میں س قسم کی روحانی طاقت ور باطنی قوت کے مظاہروں کا حال پڑھتے ہیں تو نہیں پنی ناقص مادی عقل پر منطبق ٓرنے کے ے ن ٓیت ور معجزت کو توڑ مروڑ ٓر اور ن کی عجیب نارو تاویلیں ٓرتے ہیں۔ ور ن کی اصلیت ور حقیقت کو مسخ ٓرکے نہیں مد ریوں کے کھیل ور شعبدہ بازوں کے ہتھکنڈے ثابت ٓرتے ہیں۔

بھ جو وگ محض مکر ور فریب کی ٹڈی کی ٓڑ ے ٓر پیغمبری دعوے ٓر بیٹھے ہوں۔ ور جن کے پ س زبردست روحانی طاقتوں ور باطنی قوتوں کے مقابے میں محض زبانی باتیں ور فرضی جھوٹی پیشین گوئیاں ہوں۔ ور یک جگہ مد ری کے ہتھکنڈوں کا تھیلہ ور یورپ کے سپر چولسٹس میڈیم کے نقلی ٓرشموں کا یک دنی کیبنٹ (Cabinet) پر وہ بھی ن کے بناوٹی پیغمبر کے فرضی جھوٹے ہاموں ور پیشین گوئیوں سے زیادہ وقیع ور وزنی ہو۔ بھ وہ اللہ تعالی کے پیغمبروں کے اصلی قدرتی مری معجزت اور خوارق عادت کی یسی بودی تاویلیں نہ ٓریں تو اور ٓیا ٓریں۔ ٓسی نے خوب کہا ہے۔

جس پاس عصا ہو سے موسیٰ نہیں کہتے
ہر ہاتھ کو عاقل ید بیضا نہیں کہتے
گو زمزمہ عیسیٰ کے نفس میں ہے بڑ فرق
ہر پھونکنے و ے کو مسیح نہیں کہتے

سو جس وقت عالم شہادت یعنی س مادی کثیف جہان ور س کی مخلوق کا ندازہ لگانا مادی عقل ور قیاس سے باہر ہے تو عالم غیب کے لطیف جہان ور س کی مخلوق کو

مادی حیوان کیوں کر معلوم کر سکتے ہیں۔ جس کے محسوس اور معلوم کرنے کے لئے نہ
ان کے پاس غیبی لطیف حواس ہیں اور نہ وہاں تک ان کی پہنچ ہے۔ اور نہ اس جہان
میں اب تک وہ پیدا ہوئے ہیں۔ بلکہ جنین کی طرح اور دہر کے باطنی بطن میں پڑے
ہوئے ہیں۔

سو جو سالک دنیا میں اللہ کی راہ میں مجاہدے کرتے ہیں تو اللہ تعالےٰ انہیں اپنے
راستے دکھا دیتا ہے قولہ تعالیٰ

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف ففروا الی اللہ اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ ضرور اپنے
محبوب حقیقی سے واصل ہو جاتے ہیں بعدہ اللہ تعالیٰ سے اپنی مملکت کے ظاہری اور
باطنی خزانے دکھا دیتا ہے۔ اور انہیں اپنی بارگاہ خاص اور بارگاہ قدس کے ظاہری
باطنی ملازم اور کارکن بنا لیتا ہے۔ اور جن، ملائکہ اور ارواح کو ان کے تابع اور فرمان
بردار بنا دیتا ہے۔ جن سے وہ جس وقت چاہے کام لیتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا
ارشاد گرامی ہے

وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموت والارض ولیکون من
الموقنین

(ترجمہ) اور اسی طرح دکھاتے رہے ہیں ہم ابراہیم علیہ السلام کو آسمان اور زمین
کے ملکوت تاکہ وہ کامل یقین ہو جائے۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو معراج کی رات
اپنی ساری عظیم الشان سلطنت اور مملکت دکھا لی۔ اور اپنے خاص برگزیدہ بندوں کو
قیامت تک دکھاتے رہیں گے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز

حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث
فرمائے ہیں۔ لیکن قرآن کریم میں چند پیغمبروں کا ذکر آیا ہے۔ ہمارے اس پچھلے
آدم علیہ السلام کو تقریباً سات ہزار سال ہوئے ہیں۔ اور اس قدر بے شمار پیغمبروں کا

سات ہز ر سال کے ندر مبعوث ہونا بعید زقیاس معلوم ہوتا ہے۔ جب کہ موسیٰ علیہ
سلام ور عیسیٰ علیہ سلام ور ہمارے پیغمبر ﷺ کے درمیان تقریباً پانچ سو سال کا
عرصہ ہو ہے۔ ور یک نوح علیہ سلام کی عمر تقریباً نو سو سال بتائی گئی ہے۔ س حساب
سے گر سترہ یا ٹھارہ پیغمبر یک ہی سال میں مبعوث ہوں۔ تب کہیں یہ تعد د پوری
ہوگی۔ ور قرآن میں نہ تو حضرت آدم علیہ سلام کی صحیح تاریخ پیدائش مذکور ہے۔ ور
نہ کرہ رض یعنی اس زمین کے معرض وجود میں آنے کی ٹھیک مدت معلوم ہے۔ لہذ
ہمیں یا تو س قدر بے شمار پیغمبروں کی بعثت دیگر کروں پر ماننی پڑے گی یا ہمیں اس
حدیث کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ کہ جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں
پندرہ ہز ر آدم ہوئے ہیں۔ ور ہمار جد حضرت آدم علیہ سلام آخری آدم ہے۔ جس
سے ہماری نسل چلی ہے۔ جیسا کہ شیخ محی لدین بن عربی صاحب پنی کتاب
فتوحات مکی میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ کے ندر باطن میں چند روحانیوں
سے ملاقی ہو۔ ثنائے ملاقات میں علاوہ دیگر باتوں کے میں نے ن سے دریافت
کیا کہ آپ کو دنیا سے رحلت فرمائے ہوئے کس قدر عرصہ ہو ہے تو نہوں نے دس
بارہ ہز ر سال کا عرصہ بتایا۔ س پر میں نے ن سے سو ل کیا کہ حضرت آدم علیہ
سلام کو تو سات ہز ر سال ہو گئے ہیں۔ آپ ان سے پہلے کیوں کر پیدا ہوئے۔ تو
نہوں نے جواب دیا کہ آپ کون سے آدم کا ذکر فرما رہے ہیں۔ س پر مجھے حدیث
یاد آگئی کہ جس میں مذکور ہے کہ پندرہ ہز ر آدم دنیا میں ہو گزرے ہیں۔ س طرح
دنیا پر پندرہ ہز ر دفعہ قیامت آ گئی ہے۔ ور بار بار نئی مخلوق پیدا ہوتی رہی ہے۔ ور
اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کہ ہم سے پہلے یہیں زمین پر طرح طرح کی مخلوق
آباد رہی ہو۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے کہ جن انسانوں سے پہلے دنیا میں پید
ہوئے ور زمین پر آباد رہے ہیں۔ قولہ تعالیٰ

ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حما مسنون والجان خلقنه

من قبل من نار السموم

(ترجمہ) بے شک پیدا کیا ہم نے آدم علیہ السلام کو بجنے والی سوکھی سڑی مٹی سے اور جن کو اس سے پہلے غیر مرئی آگ سے پیدا کیا۔ غرض یہ جن جنات کا باپ آدم معلوم ہوتا ہے۔ جس کی پیدائش ہمارے آدم علیہ السلام سے پہلے ہوئی ہے۔ اس کی اولاد جن شیاطین ہم سے بہت عرصہ پہلے روئے زمین پر آباد رہی ہے۔ اور ابلیس (شیطان) بھی قوم جنات میں سے تھا

كان من الجن ففسق عن امر ربه

یعنی شیطان قوم جنات میں سے تھا پس اللہ تعالیٰ کے امر سے پھر گیا تھا۔ اور باغی ہو گیا فرشتے اور ملائکہ تخلیق آدم سے پہلے ان کی شرارت، فتنے فساد اور روئے زمین پر خون ریزیاں دیکھ چکے تھے۔ اس واسطے تخلیق آدم کے وقت اعتراض کرنے لگے۔

اتجعل فيها من يفسد فيها ويسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك

یعنی فرشتے عرض کرنے لگے کہ اے اللہ تو پھر ایسی مخلوق روئے زمین پیدا کرنے لگا ہے۔ جو زمین پر فساد برپا کریں گے اور خون ریزی کریں گے۔ تیری تسبیح وتقدیس وتحمید کے لئے ہم کافی ہیں سو تخلیق کائنات اور آفرینش عالم کا مسئلہ بہت مشکل، پیچیدہ اور الجھا ہوا ہے۔ اور اس کی نسبت سائنس دانوں، فلاسفروں اور ہیئت دانوں کے نظریئے مختلف ہیں۔ لیکن یہ بات قرین قیاس اور تقریباً صحیح و درست ہے کہ ہماری اس زمین کو معرض وجود میں آئے ہوئے اربوں کروڑوں سال ضرور ہو گئے ہیں۔ اور اس پر ہم سے پہلے بھی کئی قسم کی مخلوق آباد ہوتی چلی آئی ہے۔ سو اس سے تعجب ہرگز نہیں کرنا چاہئے بلکہ تعجب ان لوگوں کی عقل اور سمجھ پر ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت خلاقی اور مصوری کو اور اس کی لازوال شان کو گھٹاتے اور محدود کرتے ہیں۔ حالانکہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثقلت فی السموت والارض یعنی آسمان وزمین اس کی صفت کے تحمل سے عاجز و قاصر ہیں۔

کس قدر خوش نصیب اور سعادت مند ہے وہ شخص جسے اس قدر عظیم شان مقدس ذات اپنی طرف بلائے اور اپنے نام اور کلام کی چاشنی چکھائے۔ اور اپنی معرفت، قرب، مشاہدے، وصال، دیدار اور فنا و بقا کے شرف سے سرفراز فرمائے۔ اے عاجز ناچیز و ہیچ مدان انسان تو کچھ نہیں تھا۔ اس نے تجھے نیست سے ہست کیا۔ تیری ابتداء خاک اور مٹی کا ناپاک قطرہ اور انتہا قبر کا مردہ و بدبودار جثہ اور پھر ناچیز مٹی ہے۔

اور درمیان میں یہ تیری اکڑ، کبر اور غرور۔ اس خاکی حیات میں تو تیرا لاشہ گندہ اور ضائع ہونے والا ہے۔ ہاں اگر تو اس خاکی ناسوتی لاشے کو اللہ تعالیٰ کے پاک نام اور مقدس کلام کی حرارت سے زندہ کرے گا تو وہ مرغ لاہوتی اور شہباز لامکانی بن کر فضائے اوج قدس میں پرواز کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا عرش عظیم اس کی جولان گاہ بنے گا۔ قولہ تعالیٰ

هل اتى على الانسان حين من الدهر لم يكن شيئا مذكورا انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلناه سميعا بصيرا انا هديناه السبيل اما شاكرا واما كفورا

کیا نہیں آیا انسان پر ایک زمانہ جب کہ اس کا نہ کوئی نام و نشان اور نہ ذکر مذکور تھا۔ پھر ہم نے اسے ملے جلے نطفے سے پیدا کیا تاکہ اس کی آزمائش کریں۔ لہٰذا ہم نے اسے ایک شنوا اور بینا زندہ انسان کی صورت دی۔ پھر ہم نے اسے اپنی طرف راستہ بتایا۔ تاکہ دیکھیں کہ آیا وہ اس پر چل کر شکر گذاری کرتا ہے یا اس سے منہ موڑ کر کفران نعمت کرتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اس کی طرف جانا اور اس کے نام سے زندہ ہو کر اس کی معرفت، قرب، مشاہدہ، وصال، فنا اور بقا حاصل کر کے اس

سے زندہ ہو جانا اور اس قدر عظیم شان دولت بدی پانا بے شک باعث شکر اور
جائے شکر ہے۔لیکن اس کے ذکر سے اعراض اندھاپن بلکہ بدی موت ہے اور
کفران نعمت ہے۔حدیث

اذا ذکرتنی شکرتنی و اذا نسیتنی کفرتنی

یعنی جس وقت تو نے اے بندے مجھے یاد کیا تو تو نے میری نعمت ذکر کی قدر جانی
اور شکریہ ادا کیا۔لیکن جس وقت تو نے مجھے بھلا دیا اور میری یاد سے غافل ہوا۔تو تو
نے میرے نام اور ذکر کی قدر نہ جان کر کفران نعمت کیا۔اور اندھا اور محروم رہا۔قولہ
تعالیٰ

من اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا و نحشرہ یوم القیمۃ
اعمی

جس نے میرے ذکر سے اعراض اور کنارہ اختیار کیا۔اس نے گویا اپنے اوپر
باطنی روزی بند کر ڈالی۔اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا کھڑا کریں گے۔انسان
کا ناسوتی وجود ایک خام تخم اور دانہ کی مانند ہے۔اگر اس کی پرورش اور تربیت نہ ہوئی۔
اور اس نے اپنی خام ہستی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مٹی کر کے نیست و نابود نہ کیا۔تو وہ ہر
گز زندہ اور سرسبز نہ ہوگا۔وہ یہیں اپنے خام تخم کو مٹی میں ملائے گا۔اور اگر کسی کامل مرد
باغبان کے ہاتھوں سے ذکر اسم اللہ ذات کا پانی پائے گا۔تب وہ ضرور

کشجرۃ طیبۃ اصلها ثابت و فرعها فی السماء

وہ شاندار شجر طوبیٰ بنے گا کہ جس کی جڑ تو زمین میں ہوگی۔اس کی شاخیں آسمانوں
میں پھیل جائیں گی۔

اے عزیز انسان! اگرچہ ابتداء میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔لیکن اس کے پاک نام اور
مقدس کلام کے نور و برکت سے تو سب کچھ ہو جائے گا۔

بیت

ی رب ز عرفت مر پیمنہ سر شر دہ

چشم بینا جن آگاہ و دل بید ر دہ

ہر سر موئے حوس من بر ہے گی ر دہ

یں پریشان سیر ر در بزم وحدت بر دہ

مدتے گفتار و کردر رے کہ کردی مرحمت

روزگارے ہم بن کردر بے گفتار دہ

شیوہ رباب ہمت نیست جود نا تمام

رخصت دیدار وادی قوت دیدار دہ

درخت پنے پھل سے پہچنا جتا ہے۔ کیونکہ ہر پھل پنے درخت کا ماڈل ور نمونہ ہوتا ہے۔ ور ہر پھل کی ڈبیوں کے ندر یک بہت بریک ور چھوٹا بز ریک بیج ور بیج پنے درخت کے مشبہ ماڈل ور عکس ہوتا ہے۔ جو تربیت سے بڑھ کر درخت بن جاتا ہے۔ سی طرح نسانی عنصری جسم بھی تمام کائنات کا خص خص نمونہ ور ماڈل پنے ندر سے ہوئے ہے۔ گر وہ زندہ ہو جائے تو س کے تاور تجر کی شعیں تمام کائنات میں پھیل جاتی ہیں۔ بلکہ وہ تمام کائنات کی روح ور جان جہان بن جاتا ہے۔ اب ہم جسم انسان کی تھوڑی سی تشریح کیے دیتے ہیں۔ کہ وہ کس طرح تمام کائنات کا ماڈل ہے۔

نسانی جسم بے شمار خلیوں سے مرکب ہے۔ جنہیں نگریزی میں سیلز (Cells) کہتے ہیں۔ ور پھر ہر خلیہ بجائے خود یک نسانی ماڈل ور نمونہ ہے۔ ور ہر خلیہ گر زندہ ہو جائے تو ہر خلیے کے ندر پانچوں نسانی حوس نمود ر ہو جاتے ہیں۔ ور س قسم کے تجربے ور مشاہدے ب دنیا میں عام طور پر بہت پائے جاتے ہیں۔ کہ بعض لوگوں کی آنکھیں بالکل بند کر کے ان پر پٹی باندھ دی جاتی ہے۔ لیکن وہ جسم کے دوسرے حصے مثلاً ہاتھ یا کسی دیگر عضو ور جسم کے دوسرے حصے سے دیکھ سکتے ہیں

ور بیرونی شیء کو محسوس ور معلوم رتے ہیں۔ سی طرح نسان تمام کائنات کا یک مکمل ماڈل، نمونہ ور خیبہ ہے۔ ور تمام کائنات کی شیء میں س قسم کی یک مناسبت، مجانست ور مماثلت موجود ہے۔ ور یہی توحید کی بنیاد ہے۔

جسم نسان پر جب غور رتے ہیں تو س میں مختلف مناظر نظر تے ہیں مثلاً (1) چار رکان مٹی، ہو، پانی ور گ (2) چار طبائع، یبوست، رطوبت، حرارت ور برودت (3) چار خلط، بلغم، صفر، خون ور سود (4) نو طبقات، سر، منہ، گردن، سینہ پیٹھ، کمر، ران، ساق ور پاؤں (5) 248 مختلف ہڈیاں مختلف ستون (6) 750 پٹھے رسیاں (7) ٹھ خز نے ور ان کی مختلف تھیلیاں نخاع، پھیپھڑے، دل، جگر، تلی، معدہ، نتڑیاں ور گردے ہیں (8) 360 رستے ور شارع عام عروق ہیں (9) 390 وریدیں نہریں ہیں (10) سات دروازے نکھیں، کان، ناک، پستان، منہ ور دو شرمگاہیں۔

جسم نسانی یک نوکھا ور عجیب شہر ہے۔ جس میں مختلف عمل ور پیشہ ور کام رتے ہیں مثلاً (1) معدہ یک باورچی ہے جو کھانے پکاتا ہے (2) جگر یک عطار ہے جو غذا کے جوہر ور عرق بنا رہا ہے (3) پتہ یک حکیم ہے جو تیز ب مدد رہا ہے (4) نتڑیاں، جلد، گردے ور پھیپھڑے، بھنگی ور جاروب کش ہیں۔ جو جسم کے شہر کی گندگی، ور گندے مواد فضلے، پسینے، پیشاب ور ہو کی صورت میں نکال رہے ہیں۔ ور جسم کی صفائی رتے ہیں (5) جسم میں یک شعبدہ باز ہے جو چیزوں کو آن فان میں تبدیل رتا ہے خورک کو خون ور خون کو گوشت میں تبدیل رتا ہے (6) یک بھٹہ پکانے و لا ہے جو ہڈیوں کی ینٹیں پکاتا ہے (7) یک جولاہا کام ر رہا ہے جو عصاب ور تھیلیاں بن رہا ہے (8) یک درزی کام ر رہا ہے جو جسم کے بالوں کے چاکوں کو سی رہا ہے یعنی جسم کے زخموں کو مندمل ر رہا ہے (9) یک رنگ ساز مصروف ہے جو دانتوں ور ہڈیوں کو سفید، بالوں کو سیاہ، ور خون کو سرخ ور دیگر

جڑے جسم کو طرح طرح کے گونا گوں رنگ چڑھا رہا ہے(10) یک مصور ور فوٹو

گرفر ہے جو ماں کے پیٹ کے پردے ور ندھیرے میں بچے کی تصویر بنا رہا ہے

(11) یک بڑھئی، وہار، موچی، سنار ور نہ یا کاریگر و رپیشہ ور لگے ہوئے ہیں جو

عمارت جسم کو جوڑتے ور اس کی سخت ہڈیوں کے مقام پر چمڑے ور گوشت کے

گدے سیتے ور س کو خوشنما ور زیورات حسن و جمال سے آرستہ ور پیرستہ

کرتے ہیں وقس علی ذالک

جسم نسانی یک چھوٹی کائنات ہے جس میں (1) زمین گوشت ور پوست نسانی

ہے (2) پہاڑ ہڈیاں ہیں (2) معدوں، پھیپھڑے، جگر، دل، تلی، پتہ اور گردے وغیرہ (4)

سورج ور چاند، دل ور دماغ (5) ستارے، حواس، قوی مختلفہ، عقل، قوت متخیلہ،

حافظہ وغیرہ (6) سمندر، پیٹ (7) دریا ور نہریں، رگیں، شریانیں، وریدیں

وغیرہ (8) بدرو خزینے (9) جنگل، بال وغیرہ (10) میدان، ماتھا، پیٹھ

وغیرہ (11) ہوا، تنفس (12) صبح کی روشنی، خوشی و مسکراہٹ (13) رات کی

تاریکی، غم و ندوہ (14) بارش، رونا آنسو (15) موت، نیند، جہالت (16)

حیات، بیداری و علم (17) موسم بہار، بچپن (18) گرما، جوانی (19) خزاں و

سرما، بڑھاپا (20) رعد و برق، غصہ

نسان میں جملہ حیوانات نیز چرند ور نیز پرند سب جمع ہیں قول تعالی

وما من دابۃ فی الارض ولا طیر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم

(ترجمہ) ور نہیں ہے کوئی جانور زمین پر اور نہ پرندہ جو دو پروں سے اڑتا ہو مگر

تمہاری مانند صورتیں ہیں (1) شیر بہادری ہے (2) خرگوش، بزدلی (3) لومڑی،

مکر (4) بھیڑ، سادہ لوحی (5) ہرن تیز رفتاری (6) کچھوا سستی (7) ونٹ،

قناعت (8) چیتا، سرکشی (9) شتر مرغ، گمراہی (10) بلبل، گویا پن (11)

گدھا، بد خوئی (12) مرغی، نفع رسانی (13) چوہا، ضرر رسانی (14) گھوڑا،

وفا (15) سانپ، مردم آزاری (16) سور، بے غیرتی (17) کبوتر، ہوا (18) و خود فراموشی اسی طرح تمام جانور انسان میں موجود ہیں۔

نیک عمل اوصاف حمیدہ کی صورت میں انسان کے اندر تمام ملائکہ جمع ہیں اور بدعملیوں اور اخلاق ذمیمہ کے باعث انسان جملہ شیاطین کا مجموعہ ہے۔

غرض انسان تمام کائنات کا ایک مکمل ماڈل اور نمونہ اور عکس ہے۔ اگر اس کی باقاعدہ پرورش اور تربیت ہو جائے۔ اور کامل امام مبین بن جائے۔ تو ساری کائنات اور جو کچھ اس میں ہے۔ سب اس میں ہویدا ہو جاتے ہیں و کل شیءٍ احصیناہ فی امام مبین (ترجمہ) اور ہر چیز کو ہم نے ایک کامل انسان کے اندر جمع کر دیا ہے۔

زمین و آسمان و عرش و کرسی
ہمہ در تست تو از کے پرسی

بلکہ خالق کائنات کی زمین، آسمان، عرش و کرسی اور کل کائنات میں سما نہیں ہو سکتی۔ لیکن مومن کے دل میں سما جاتا ہے۔ ایک انسان مشکل سے اس بات کا یقین اور تصور کر سکتا ہے کہ انسان کے چھوٹے سے جسم میں اس قدر کائنات کیونکر سما سکتی ہے۔ لیکن جب ہم آم کی گٹھلی کو دیکھتے ہیں تو بڑی مشکل سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس چھوٹی سی گٹھلی میں سے اس قدر اونچا تناور درخت بمع بڑی بڑی ٹہنیوں، شاخوں، پھل اور پتوں وغیرہ کی پیداوار ہو سکے گا۔ سو انسان بغیر تربیت باطنی باطل ہیچ اور ناچیز ہے۔ اور تربیت باطنی اور روحانی پرورش سے بہت بڑی چیز بلکہ سب کچھ بن سکتا ہے۔ اس قیاس اور اندازے سے ہمارے سابق بیان کردہ لطائف یعنی لطیفہ نفس، قلب، روح و سر وغیرہ کے درمیان تمایز فرق اور تمیز بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ جب ایک پھل مثلاً آم کی گٹھلی زندہ اور سرسبز ہو جاتی ہے تو اس میں ایک شاندار درخت کے علاوہ ہزاروں اس جیسے پھل نکل آتے ہیں۔ اسی طرح انسان

کے ناسوتی پھل میں سے جب قلب کا ملکوتی شجر سرسبز ہو کر سر نکالتا ہے۔ تو اس میں سے ہزاروں معنوی انسان پھولوں کی صورت میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور اگر نفس کی ایک زبان سے پہلے ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کا نام اور کلام پڑھتا تھا۔ تو اب قلب کے ملکوتی جسم سے ستر ہزار زبانوں سے اللہ تعالیٰ کا نام لے گا۔ اور اس کا کلام پڑھ رہا ہو گا۔ اسی طرح لطیفہ روح اور لطیفہ سر وغیرہ کو قیاس کر لینا چاہیے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب انسان رات کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے سو جاتا ہے تو اللہ اس ذکر کے ذکر سے ایک پرندہ پیدا کرتا ہے جس کے ستر ہزار سر ہوتے ہیں۔ اور ہر سر میں ستر ہزار زبانیں ہوتی ہیں۔ اور وہ ان ساری زبانوں سے ذکر کرتا ہے۔ اور اس کا ثواب اس ذاکر کو ملتا ہے۔ سو اس حدیث میں اس قسم کے پرندے کا اشارہ لطائف قلب اور روح کے ملکوتی اور لاہوتی پرندوں کی طرف ہے۔ کہ جب کوئی سالک زندہ دل اور زندہ روح اللہ اللہ کرتے اور کلام پڑھتے سو جاتا ہے تو سوتے وقت اس کا زبانی ذکر لطیفہ قلب اور لطیفہ روح کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اور اس کا قلب اور روح ذاکر اللہ اس طرح گویا ہو جاتے ہیں۔ کہ اس ذکر کی باطنی صورت ایسے پرندے اور مرغ کی سی ہو جاتی ہے کہ جس کے ستر ہزار سر ہوتے ہیں۔ اور ہر سر میں ستر ہزار زبانیں ہوتی ہیں اور وہ باطنی مرغ بلبل ہزار داستان بن کر ستر ہزار زبانوں سے اللہ اللہ کرنے لگ جاتا ہے۔ اور اللہ کا کلام پڑھتا ہے۔ بلکہ عارف سالک جس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سلوک کے انتہائی مقام پر پہنچ جاتا ہے تو تمام کائنات و مافیہا اور جن، ملائکہ اور ارواح اس کے ذکر و دعوت میں اس کے ہمراہ شامل ہو جاتے ہیں۔ اور ان سب کا ثواب اس سالک کو ملتا ہے۔ جیسے کہ داؤد علیہ السلام کی بابت قرآن میں مذکور ہے کہ پہاڑ اور پرندے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور تسبیح میں شریک اور شامل ہو جاتے تھے۔ قولہ تعالیٰ

یجبال اوبی معه والطیر قوله تعالی و سخرنا مع داود الجبال

یسبحن والطیر

(ترجمہ) اور ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو حضرت داؤد علیہ السلام کے مسخر کیا ہوا تھا کہ وہ ان کے ساتھ ذکر اور تسبیح میں شریک اور شامل رہتے تھے۔ سو یہ شمولیت کوئی ڈھکوسلہ یا گپ نہیں ہے کہ جسے گونج وغیرہ سے تعبیر کیا جا سکے یا پرندوں اور پہاڑوں کی زبان حال سے حمد و تسبیح سمجھا جائے جیسا کہ بعض نفسانی ظاہر بین مفسروں نے اس کی تعبیر اور توجیہہ کی ہے۔ یہ گونج اور زبان حال سے حمد و تسبیح تو ہر انسان کے لئے عام ہے اس میں صرف داؤد علیہ السلام کی تخصیص اور امتیاز کی کیا ضرورت تھی۔ بلکہ عارف کامل کے ساتھ کائنات کی اشیاء کیا جاندار اور کیا بے جان سب کے ذکر میں شمولیت ایک ٹھوس حقیقت ہے۔ استعاروں اور اشاروں کا یہاں کوئی دخل نہیں ہے۔ غرض ہر عارف کامل انسان کا جس قدر ظرف وسیع ہوتا ہے اسی قدر اس کے ذکر میں حلاوت اور وسعت ہوتی ہے۔ اور اس کے ذکر میں اسی قدر زیادہ ذاکرین کی شمولیت ہوتی ہے۔ سو داؤد علیہ السلام کے وجود کے ظرف میں اس قدر وسعت تھی کہ ان میں ان کی حمد و تسبیح کے ہمراہ پہاڑ اور پرندے شریک ہو جاتے تھے۔ لیکن ان باطنی ذکر حمد و تسبیح اور تلاوت وغیرہ کی نوعیت اور کیفیت وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن پر یہ کیفیت وارد ہوتی ہے۔ کور چشم ظاہر بین لوگ اس حقیقت سے بالکل ہی بے خبر ہیں

ذوق این بادہ نیابی بخدا تا نہ چشی

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ سابق کے تمام پیغمبروں کو ان کی وسعت اور استعداد کے موافق دو قسم کی آیات اور معجزات عطا فرمائے تھے۔ ایک آیات آفاق، دوم آیات نفس قولہ تعالیٰ

سنریهم ایتنا فی الآفاق وفی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق

(ترجمہ) اور اسی طرح ہم دکھاتے ہیں لوگوں کو اپنی آیات اور نشانیاں آفاق اور

نفس میں تاکہ ظاہر ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا معاملہ حق ہے۔ آفاقی آیات ظاہری، مادی اور خارجی ہوا کرتی ہیں جسے انگریزی میں (Objective) کہتے ہیں۔ اور آیات انفس باطنی، ذہنی اور داخلی ہوتی ہیں۔ جن کو سب جیکٹو (Subjective) کہتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمام آیات اور معجزات آفاقی اور خارجی قسم کے تھے۔ اس لئے وہ آپؑ کے پیروؤں میں منتقل نہ ہو سکے۔ اور آپؑ کے انتقال فرمانے کے بعد آپ کی وفات کے ساتھ ختم ہو گئے۔ برخلاف اس کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات آیات انفس کی قسم کے تھے۔ اور وہ آپؑ کے بعد آپؑ کی امت کے خاص خاص حواریوں میں منتقل ہوتے رہے۔ چنانچہ آپؑ کے جانشین بھی آپؑ کی روحانی اور باطنی کرشمے دکھا کر دین عیسوی پھیلاتے رہے۔ اور مجنونوں، اندھے لنگڑوں، جذامیوں اور مادرزاد اندھوں کو ہاتھ سے چھو کر اچھا اور تندرست کر دیا کرتے تھے۔ لیکن جس وقت آپؑ کی امت میں ان آیات انفس اور روحانی کمالات کے سچے وارث اور جانشین باقی نہ رہے۔ تو باطنی استعداد اور روحانی قابلیت عیسائیوں میں مفقود ہو گئی۔ اور دین کا معاملہ ظاہری خشک کور باطن پادریوں کے ہاتھ میں آ گیا۔ تو انہوں نے لوگوں کو تثلیث اور کفارے کی طفل تسلیوں اور بھول بھلیوں کے فرضی سبز باغوں میں ڈال دیا۔ یہی حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد علمائے یہود کا تھا۔ کہ ان میں بھی جھوٹے مشائخ اور بے عمل علماء طرح طرح کے حیلے حوالوں سے لوگوں کو لوٹتے رہے۔

ہمارے پاس جملہ ظاہری و باطنی علوم و فنون اور تمام اولین و آخرین پیغمبروں کے صوری و معنوی کمالات و خوارق عادات و معجزات اور ہر دو آیات انفس و آفاق کا خزانہ اور معدن قرآن کریم میں موجود ہے۔ اور یہ نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کا قیامت تک ایک معجزہ جاریہ ہے۔ اور اس کے ظاہری و باطنی کمالات اور فیوضات و

برکات قیامت تک جاری رہیں گے۔ کیونکہ س میں سورج کی طرح اللہ تعالی کا ذ تی نور جلوہ گر ہے۔ جس کو کبھی زوال نہیں آ ے گا۔ ور س میں آفتاب کے سات رنگوں کے مطابق سات مختلف طائف یعنی طائف نفس، قلب، روح ور سر وغیرہ کی زندگی ور تابندگی کے لئے سات جلوں کا نور ودیعت کیا گیا ہے۔ کہ اس قسم کا شخص عام، خاص خاص ور خص وغیرہ پنی پنی حیثیت کے مطابق فیض حاصل کرتا ہے ور قیامت تک حاصل کرتا رہے گا۔ خلاف س کے دیگر پیغمبروں کے معجز ت ور آیات صفاتی نور کی حامل تھیں۔ ور وہ دور مدت زمان ور وسعت مکان کے ساتھ رفتہ رفتہ ختم ہو گئیں۔ ور ن کی کتابیں بھی ن کے جھوٹے، بے عمل، ریا کار جانشینوں کے دست برد ور لوٹ کھسوٹ سے بچ نہ سکیں۔ ور ن کی بے جا تحریف ور تصرف کا شکار ہو گئیں۔ دین ور مذہب کا صلی صورت مسخ ہو گئی۔ چنانچہ وہ دیات ور ن کی کتابیں قرآن کریم کے نزول کے ساتھ منسوخ ہو گئیں۔ حتی کہ وہ زبانیں بھی جن میں وہ کتابیں نازل ہوئی تھیں۔ صفحۂ ہستی سے محو ور مفقود ہو گئیں۔ آفتاب ذ ت کے طلوع سے نجوم صفات کا غائب ہونا لازمی ور ضروری تھا۔ جیسے کہ بوصیری شاعر فرماتے ہیں۔

الله اکبر ان دین محمد

وکتابه اقوی و اقوم قیلا

لا تذکرو اکتب السوالف عنده

طلع الصباح فاطفئو القندیلا

ترجمہ اللہ کبر! محمد مصطفی ﷺ کا دین ور آپ کی کتاب سب دیان ور کتابوں سے زیادہ غالب اور زبردست ذ تی نور کی حامل ہے۔ اس کی موجودگی میں دیگر دینوں ور مذہبوں ور ان کی کتابوں کا نام ہی نہ لو۔ کیونکہ قرآن ور سلام کے ذ تی نور کا آفتاب فق دنیا پر طلوع ہو گیا ہے۔ ب شمعیں بجھا دینی چاہئیں۔ ان کی

ضرورت باقی مطلق نہیں رہی۔

غرض محمد مصطفیٰ ﷺ کا قرآن، دین اور نبوت بذات خود آفتاب کی طرح ثابت و نمایاں و تاباں ہے اور کسی غیر کے نور اور دلیل کی محتاج نہیں ہے۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

بلکہ دین اسلام اور قرآن کریم کا آفتاب دیگر ادیان اور رسل کے چاند اور ستاروں کو بھی روشن اور ثابت کرنے والا ہے۔ چنانچہ پچھلے پیغمبروں کے دین، ان کی کتابیں، ان کے نام اور نشانیاں اور معجزات کسی طرح ثابت ہی نہیں ہو سکتے جب تک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے قرآن کو پہلے نہ مان لیا جائے۔ اس علم اور روشنی کے زمانے میں بھی پچھلے زمانے کے نبیوں کے دین، ان کی کتابیں اور معجزات تب ہی ثابت ہو سکتے ہیں کہ قرآن کریم ان کی شہادت دے۔ پس دنیا میں آج صحیح آسمانی کتاب قرآن اور سچا برحق دین اسلام ہے۔ جسے ہر منصف مزاج اور سلیم عقل انسان سمجھ سکتا ہے۔

قرآن اللہ تعالیٰ کی ایک نوری غیر مخلوق اور قدیم کلام ہے۔ جس طرح انسان کے اندر سات مختلف لطائف نفس، قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ بالقوی چھپے ہوئے موجود ہیں۔ اسی طرح قرآن کے بھی سات بطون ہیں۔ اور انسان کا ہر لطیفہ قرآن کے ہر بطن سے مراتب مستفید و حاصل کرتا ہے۔ اور اسلام، ایمان، ایقان، عرفان، قرب فنا بقا کے مدارج پر فائز ہوتا ہے۔ اور ناسوت، ملکوت، جبروت، لاہوت، ہاہوت اور ہاہویت کے مقامات تک پہنچتا ہے۔ اور اگلا اعلیٰ درجہ، مرتبہ اور مقام اپنے پچھلے ادنیٰ درجے اور مقام سے ثواب، برکت، فیض اور سعادت میں ستر ہزار گنا بڑھ کر ہے۔ اور یہ ستر ہزار کی تعداد محض مبالغہ، ڈھکوسلہ اور تخمینہ ہرگز نہیں ہے بلکہ صحیح اندازہ اور ٹھوس حقیقت ہے۔ اور قرآن کے پڑھنے کے مختلف جسم، الگ زبانیں اور علیحدہ طور طریقے ہیں۔ چنانچہ اگر قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام مانا جائے تو یہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ قرآن کا ایک پڑھنا وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بے کام بے زبان اپنی قدیم قدرت سے پڑھا ہے۔ اور وہ پڑھا جا رہا ہے اور ہمیشہ پڑھا جائے گا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فاذا قراناہ فاتبع قرانہ یعنی جب ہم سے

پڑھیں تو تو ہے نبی اس کی تہ میں قرآن پڑھ۔ دوسری صورت قرأت کی وہ ہے جو
جبرائیل علیہ السلام نے پڑھ کر حضرت محمد مصطفی ﷺ کے قلب و روح پر القا کر کے
نازل فرمایا ہے۔ قولہ تعالی

من كان عدوا لله وملئكته ورسله وجبريل وميكل فان الله عدو
للكفرين

تیسری صورت دعوت قرآن کی وہ ہے۔ جسے حضرت محمد مصطفی ﷺ نے سات
لطائف کے پاک جسموں سے اور سات قسم کی پاک زبانوں سے تلاوت فرمائی ہے۔
اور ہر زبان سے پڑھنے کا ثواب، برکات اور فیوضات الگ الگ ہیں۔ اور یہ
فیوضات اور برکات آپ کے بعد آپ کی امت میں بھی بطور وراثت اور نیابت
منتقل ہوتے چلے آئے ہیں قولہ تعالی

ولقد اتینک سبعا من المثانی والقرآن العظیم

تحقیق ہم نے دیں آپ کو سات دوہری سورتیں اور قرآن عظیم۔

سو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قرآن پڑھنے کی ایک تلاوت وہ تھی جو آپ ظاہری
زبان سے وقتاً فوقتاً تئیس سال کے عرصے میں حسب موقع و شان نزول صحابہ کرام کو
تھوڑا تھوڑا سناتے رہے ہیں۔ اور کتابی صورت میں لکھواتے رہے ہیں۔ دوسری
دعوت قرآن کی وہ صورت ہے جسے آپ زبان نفس سے پڑھتے رہے ہیں۔ اور اس
کے پڑھنے پر جنات آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں۔ اور وہ قرآن سن کر جنات
مسلمان ہوئے ہیں۔ اور آپ کے مطیع اور منقاد ہوئے ہیں۔ اور ایک خاص خاص
صورت دعوت قرآن کی وہ ہے کہ جو آپ نے زبان قلب و زبان روح سے پڑھی
ہے۔ اور جس کی دعوت پر ملائکہ اور روح کا نزول ہوتا رہا ہے۔ اور قرآنی دعوت کی
یہ صورت آپ پر ماہ رمضان میں لیلۃ القدر کی رات وارد ہوئی۔ اور قرآن کے
پڑھنے کی یہ شان اب بھی موجود ہے۔ لیکن دعوت قرآن کی یہ شان حضرت محمد

مصطفےٰ ﷺ کی ظاہری و طنی تام متابعت ور ٓپ کی محبت ور ٓپ کے ہمدم،
ہمقدم، ہم جسم، ہم جان وہم زبان ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ خان رمضان کے
ٓخری عشرے کی کسی معین ور مخصوص رت کے زمان ور مکان میں منحصر ور مقید نہیں
ہے کہ ہر خاص و عام ٓدمی س رت خان جاگنے یا زبانی ذکر کرنے سے پا
سکے۔ چنانچہ لیلۃ القدر کے س ممتاز ور مخصوص برکت ور سعادت کے حصول کے
لیے کئی سادہ لوح بیچارے ساری ساری رت جاگتے گذار دیتے ہیں۔ لیکن نہیں
س برکت ور سعادت کی یک تھوڑی سی جھلک بھی نظر نہیں ٓتی۔ ور ٓخر سی پر کتفا
کر بیٹھتے ہیں کہ چلو ٓخرت میں ہزار مہینوں کی عبادت سے بڑھ کر ثواب ملے گا۔
ب ہم س جگہ قرٓن کی اس خاص دعوت ور تلاوت ور لیلۃ القدر کی برکت کی صحیح
توجیہہ ور فلاسفی بیان کرتے ہیں جو ٓج تک یک راز سربستہ کی طرح مخفی چلی ٓئی
ہے۔ ور ہم سے پہلے کسی نے ٓج تک سے بیان نہیں کیا۔ دانا سلیم العقل ور حق
شناس س سے س رخوش وقت ور محظوظ ہوں گے ور س کی داد دیں گے۔ لیکن
حاسد، کور چشم، خشک مزاج شخاص پھر بھی ناک بھوں چڑھائیں گے۔ ور چون وچرا
کریں گے۔ جیسے کہ بڑی عجیب بات پر یہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ خواہ وہ عین حقیقت
ور کمال صحت پر مبنی ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت سرور کائنات ﷺ کے پاس جب غار حرا
کے ندر پہلی دفعہ جبرئیل علیہ سلام حاضر ہوئے۔ ور ٓپ کو کہا کہ قرا یعنی
پڑھ۔ تو ٓپ نے س کے جواب میں فرمایا ما انا بقاری میں تو پڑھا ہوا نہیں
ہوں میں کیا پڑھوں تو س کے بعد جبرئیل علیہ سلام نے ٓپ کو تین دفعہ سینے
سے لگایا۔ ٓپ فرماتے ہیں کہ ہر دفعہ جبرئیل کے دبانے سے مجھ پر س قدر سخت
ثقیل ور بھاری دباؤ محسوس ہوتا تھا کہ زمین ور ٓسمان مجھ پر تاریک ہو جاتے تھے۔
ٓخر جب تیسری دفعہ جبرئیل نے سینے سے لگاتے ور دباتے ہوئے کہا اقرا تو اس
وقت جبرئیل کی قرٓت کے ساتھ ساتھ میری زبان پر قرٓن کی سورۃ اقرا جاری

ہوئی یعنی اقراء باسم ربک الذی خلق پڑھ اے محمدؐ اپنے اس رب کے اسم کی
اس برکت سے جس نے مخلوق کو پیدا کیا منی اور منجمد خون سے یہ خاص وقت جبرائیل
امین کی تلقین اسم اللہ ذات کا تھا۔ کیوں کہ اسم اللہ ذات شجر قرآن کے بے مثل تخم
اور پھل کے ہے کہ جس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو سینے سے تین
دفعہ لگاتے ہوئے اسم اللہ ذات آپؐ کے سینے میں منتقل کر دیا اور وہ تخم قرآنی شجر بن
کر پھوٹنے لگا۔ تو آپ کی زبان پر قرآن جاری ہو گیا۔ لیکن قرآن کی عظمت اور
ثقالت سے آپ بے تاب ہو گئے۔ اور جس وقت آپؐ اپنے گھر تشریف لائے تو
حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ زملونی زملونی یعنی مجھ پر گودڑی ڈال دو۔ کیونکہ
ہمیشہ یہ قاعدہ ہے کہ جس وقت نور اور روشنی کی شدت سے انسان کی آنکھیں چندھیا
جاتی ہیں تو وہ اس شدت کو روکنے کے لئے کسی حجاب اور پردے کی آڑ لیتا ہے۔
چنانچہ آپؐ نے اسی طرح کیا۔ اور اسی گودڑی کے حجاب اور پردے کے سبب آپؐ
کو مزمل کے خطاب سے دوسری دفعہ مخاطب فرمایا

یایھا المزمل قم الیل الا قلیلا نصفه او انقص منه قلیلا او زد علیه
ورتل القرآن ترتیلا

یعنی نور قرآن کی شدت اور ثقالت کی گودڑی کے حجاب سے ڈھانپنے اور روکنے
والے رات کو تھوڑا سا چھوڑ کر تقریباً آدھی رات یا اس سے کم یا زیادہ جاگا کر۔ اور آج
کل قرآن پڑھا کر اور اسی سورت میں آگے آیا ہے کہ فاقرء وا ما تیسر من
القرآن یعنی تھوڑا سا قرآن جس کا پڑھنا تم پر آسان ہو پڑھا کرو۔ یہ تو قرآن کے
آسان اور تھوڑا پڑھنے کی تلقین ہے۔ جو انسان اس ناسوتی زبان سے ہر رات تہجد
میں حسب توفیق آدھی رات یا اس سے کم یا زیادہ جاگ کر پڑھتا ہے۔ یہ تو عام
راتوں کا ذکر ہے لیکن اللہ تعالے نے ایک خاص رات کا ذکر قرآن میں فرمایا ہے
جس کا نام لیلۃ القدر ہے کہ جس میں تمام قرآن یکدم نازل ہوا۔ اور وہ عام ناسوت

کی رات ہے کہ جس میں قلب اور روح کا ملکوتی اور روحانی منزل نفس اور جسم عنصری

کی گو دڑی اتار کر زبان قلب اور روح سے قرآن پڑھتا ہے۔ تو قرآن کا نور ملکوتی

اور روحانی شان سے جلوہ گر ہوتا ہے۔ اور وہ نور ملائکہ اور روح کی غذا بنتا ہے۔ اور

ملائکہ اور ارواح اس قرآنی نور سے پر اور مملو قلب پر اس طرح گرتی ہیں جس طرح

شہد کے چھتے پر شہد کی مکھیاں گرتی ہیں اور غذا حاصل کرتی ہیں۔ یہ وہ شان قرآن ہے

کہ جس کے بارے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے قرآن کے نزول

کی ایک شان یہ بھی ہے کہ اس کے نزول کے وقت مجھے ایسی آواز سنائی دیتی ہے جس

طرح کہ بے شمار شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی آواز ہوتی ہے۔ سو وہ نزول قرآن

کریم لیلۃ القدر کی رات کا ہے کہ جس کی دعوت اور قرأت پر ملائکہ اور روح نازل

اور حاضر ہوتی ہیں۔ اور اس ایک رات کا رتبہ اور درجہ دوسرے ہزار مہینہ سے بڑھ کر

ہے قولہ تعالیٰ۔

انا انزلنه فی لیلة القدر وما ادرک ما لیلة القدر لیلة القدر خیر

من الف شهر تنزل الملئكة والروح فيها باذن ربهم من كل امر

(ترجمہ) ہم نے تمام قرآن کو اپنے نبی کے دل پر لیلۃ القدر یعنی عزت والی رات

کے اندر نازل کیا۔ اور اے ظاہر بین کم فہم نفسانی آدمی! تو لیلۃ القدر کی قدر منزلت

اور عزت کیا جانے۔ لیلۃ القدر تو ہزار مہینوں سے ثواب اور درجے میں بڑھ کر ہے۔

کیونکہ اس قرأت اور دعوت قرآن کے وقت آسمان سے ملائکہ اور روح اللہ تعالیٰ

کے امر سے نازل ہوتی ہیں۔ سو قرآن کے عام طور پر ظاہر جسم اور ظاہر زبان سے

پڑھنے کا طور طریقہ وہ ہے جس کا ذکر سورہ مزمل میں آیا ہے۔ لیکن قرآن کریم کی

خاص قرأت اور شان نزول وہ ہے کہ جس کا ذکر سورۃ قدر میں آیا ہے کہ جب

عارف سالک نفس اور جسم عنصری کی گودڑی اتار کر زبان قلب اور روح سے قرآن

پڑھتا ہے۔ اور اس خاص قرأت قرآن کا ثواب اور درجہ عام قرأت قرآن سے ستر

ہز ر گن ہے۔ یعنی ول الذر ر ت م قرٔت میں آدھی ر ت کا پڑھن ہے۔ و ر خاص ر ت کا پڑھن ہز ر مہینے سے بڑھ ر ہے۔ تو ب ہم س خاص ر ت کی ع د ر تیں بنا کر دیکھتے ہیں۔ ہر مہینے کی تیس ر تیں ہوتی ہیں۔ و ر ہز ر مہینے کی ر تیں تیس ہز ر ر تیں بن گئیں و ر آدھی ر تیں س ٹھ ہز ر ہوئیں یعنی 1000x30x2 = 60000 لیکن ع د ر توں میں گا ہے نصف ر ت سے کچھ کم پڑھنے کا ذ ر بگی ہے۔ س تھ ہی خاص لیلۃ القدر ہز ر ماہ سے بڑھ کر ہے تو یہ تعد د س ٹھ ہز ر سے بڑھ کر ستر ہز ر ہو جاتی ہے۔ اور زب ن قلب سے پڑھنے کا درجہ ور ثو ب ع ظاہری نفس کی زب ن سے ستر ہز ر گن بن جاتا ہے۔ فہم من فہم

ربٰعی

کوثر چند ز بم ہیں تشنہ بی

خور دہ ز شم ہیں تیرہ شبی

ے دوست دب کہ در حریم دں ست

شاہنشہ نبیاء ، رسولؐ عربی

اللہ تعلی کے خاص چیدہ ور برگزیدہ صحب قدر وگ جو اللہ تعلی کے پک نم ور مقدس کلم ور عزیز وقت کی قدر جنتے ہیں۔ یسے خوش نصیب عرف خلیل کو اللہ تعلی رب جلیل خلوت کی یک خاص قدر کی رت مرحمت فرم دیتا ہے کہ جس میں نہیں اللہ تعلی کے رستے میں تمم جسمنی ور بدنی محنتوں ور ریضتوں کا پھل مل جتا ہے۔ چننچہ ن کا سینہ پنے نور سے کھول دیتا ہے۔ ور ن کا مجہدہ، مشہدہ سے ور ریضت رز سے بدل دیتا ہے یعنی ن کا دل پنے نور سے زندہ کر دیتا ہے۔ ور تن بدن ور نفس محنت مشقت کے بیگر سے چھوٹ جتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعلی پنے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمتے ہیں

الم نشرح لک صدرک ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظهرک ورفعنا لک ذکرک

(ترجمہ) ے میرے نبیؐ کیا نہیں کھول ہم نے آپ کا سینہ! ور ٹھ لیا ہے آپ سے ریضت ور مجہدے کا وہ بوجھ جو آپ کی پیٹھ ور کمر کو توڑتا تھ۔ ور آپ کا ذکر ور نم ہم نے بلند کر دیا ہے۔

فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب

پس جب آپ دنیوی ور ملکی دھندوں سے فرغ ہو جیا کریں تو آپ میری طرف متوجہ ہو جیا کریں۔ ور میرے مشہدے میں مشغول ور محو ہو جیا کریں۔ سو ہر عرف س لک کو ضرور پنی زندگی میں یک رحمت کی رت پیش آتی ہے کہ جس میں اللہ تعلی

ں کے پچھلے مجاہدوں ورریاضتوں کی قدر وعزت کرتا ہے۔ ورمحنت ورریاضت کے ندازے کے موفق سے پنے نور سے زندہ ورمنور کرکے سے پنے نعام ور کرام سے مالامال فرمادیتا ہے۔پس وہ خاص رت اس کی لیلۃ لقدر ہوتی ہے۔ ور ں کی پچھلی ریاضتوں کی مارتوں سے قدر ومنزلت میں ستر ہزار گنا بڑھ کر ہوتی ہے۔جیسے کہ کسی عارف کا قول ہے۔

ے شیخ چو جوئی شب قدر رتو بدنی
ہر شب شب قدر ست گر قدر بدنی

عام مردہ دل نفسانی آدمی جسے اللہ تعالے کے نام ورکلام ورعزیز وقت کی قدر و قیمت معلوم نہیں ہے یسی رات ہرگز نہیں پاسکتے۔ یسے بے قدر ورمفت خورے لوگ عموماً پنی کسی نفسانی وردنیوی حاجت کے لیے ماہ رمضان کی پچھلی دس راتوں کے ندر لیلۃ لقدر کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ ورساری رات آنکھیں پھاڑتے ور جمائیاں لیتے گذر دیتے ہیں۔لیکن نہیں نہ تو کچھ نظر آتا ہے ورنہ ن کی حاجت پوری ہوتی ہے۔

یہی حال سم عظم کا ہے۔کہ یہی سم اللہ سم ذات ور سم عظم ہے۔جب کہ وہ طاہر جسم ورپاک عظم زبان سے د ہو۔تو اس سے ہر حاجت پوری ہوتی ہے لیکن نفسانی مردہ دل آدمی جسے اللہ کے نام ورکلام کی عظمت قدرو منزلت معلوم نہیں ہے۔ ں کے لئے سم ذات ور سم عظم بےقدر ور بے سود ہے۔

سم اللہ بس گرں ست بے بہا
یں حقیقت ر بد ند مصطفےٰ

افسوس ہے۔ہم نے پنی پاک آسمانی کتاب قرآن کریم کی کوئی قدر نہیں کی۔ ور نہ اس کی چھپائی پر کوئی کنٹرول ور پابندی رکھی ہے۔غیر مذہب والے خصوصاً ہمارے دین کے دشمن قرآن کی چھپائی ورخرید وفروخت کے وقت جو بے

دبی چاہتیں اللہ کی س مقدس پک کتاب کی ہماری ٓنکھوں کے سامنے کر تے رہتے

ہیں۔لیکن ہم سے بز نہیں ماننے۔قرٓن کریم کے ورق چوراہوں، بازروں گلیوں

ورکوچوں کے ندر پنے پاؤں کے نیچے روندتے ورپامال ہوتے دیکھتے ہیں۔ ور

ٹٹیوں ورپاخانوں میں پڑے ہوئے پاتے ہیں۔لیکن ہمیں س بے دبی کے نسدد

کاخیال تک نہیں ٓتا۔ وریونہی ٓنکھیں پھیر کرگذر جاتے ہیں۔دنیا کے ہر کام، ہر

محکمے، ہرفن ور ہر شعبے کی حفاظت ورترقی کے لئے مختلف کمیٹیاں وریونینیں قائم

ہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ کی اس پاک مقدس کتاب کی حفاظت، شاعت ورحمایت کے

لئے ٓج تک کوئی باقاعدہ کمیٹی دیکھنے میں نہیں ٓئی کہ جواس کی عزت ورتوقیر کوجس

طرح کہ س کا حق ہے۔دشمنان دین کی بے دبیوں اوردست برد سے محفوظ رکھے

ور س کی چھپائی ورخرید وفروخت پر کنٹرول ورپابندی قائم رکھے۔ہم سے تو سکھ

لوگ ہزار درجے چھے ہیں۔جنہوں نے پنے گورونانک صاحب کی تصنیف گرو

گرنتھ کی س قدر بے حد عزت ورتوقیر قائم رکھی ہے۔جب وہ کبھی پنے گرنتھ

صاحب کوبڑی دھوم دھام سے کسی گلی کوچے میں سے ٹھائے ہوئے گذرتے ہیں تو

ساتھ ساتھ گھنٹے بجاتے جاتے ہیں۔پرشاد ورخیرات کرتے جاتے ہیں۔ ورعام

لوگوں، بے دبی کے ناپاک جانوروں ورنجس چیزوں کو راستے سے ہٹاتے ور

خوشبوئیں جلاتے جاتے ہیں۔ہم مسلمانوں کو ن گوروکے چیلوں کے سامنے شرم

کے مارے ڈوب کر مرجانا چاہئے۔لیکن س کے برخلاف ہم مسلمان ہیں کہ ہم نے

پنے ہاتھوں قرٓن کوذلیل وررسوا کرنے میں کوئی کسرنہیں ٹھا رکھی۔جیسے کہ اللہ

تعالیٰ خود پنے کلام میں ہمارے حق میں فرماچکے ہیں۔

کتب اللہ وراء ظھورھم کانھم لا یعلمون

یعنی ن لوگوں نے اللہ تعالےٰ کی کتاب کوپس پشت ڈال دیا ہے گویا کہ وہ سے

جانتے بھی نہیں۔قیامت کے روز اللہ تعالےٰ کے سامنے یہی قرٓن ہماری شکایت کر

کے بغیر دونوں عالم میں ہمیں ذلیل و رسوا رہے گا۔ جیسا کہ کسی نے فرمایا ہے۔

نظم

روز محشر از شما قرآن شکایت می کند
من چہ کردم با شما ایں شکل خوردہ کردہ اید
پیش ہر لا مذہبے بے اعتبارم کردہ اید
در میان کوچہ ہا گرد و غبارم کردہ اید
ہیچ کس با مصحف خود ایں اہانت می کند
روز محشر از شما قرآن شکایت می کند
ہیچ توراتے شدہ پیش یہود ایں شکل من
ہیچ انجیلے بخاک قدرہ غلط ایں شکل من
ہیچ ژندے گشتہ پامال مجوس ایں شکل من
ہیچ بندہ ایں چنیں تعلیم و فضاحت می کند
روز محشر از شما قرآن شکایت می کند
معجز ایں قرآن ہمی خدائے اکبر است
معجز ایں آیت روشن معجز پیغمبر است
ایں کلام اللہ امانت ز رسول اطہر است
ہیچ کافر با امانت ایں خیانت می کند
روز محشر ز شما قرآن شکایت می کند
من کلام روح بخش کبریائے بودہ ام
معجز پیغمبر الہام خدائے بودہ ام
من کجا بے قوم سرب گدائے بودہ ام
بہ کسے دکان ورق در در ساعت می کند
روز محشر ز شما قرآن شکایت می کند

مغرب کے اکثر علماء مستشرقین اور ان کے حق میں ہمارے مغرب زدہ علماء
مادیین قرآن پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن بے ربط کلام ہے۔ یعنی قرآن میں
مضامین ترتیب وار اور تفصیل وار نہیں ہے۔ ایک مضمون ابھی ختم نہیں ہوتا۔ کہ دوسرا
مضمون شروع ہو جاتا ہے۔ جس کا پچھلے مضمون سے کچھ ربط اور تعلق نہیں ہوتا۔ اسی
طرح پرانے زمانے کے منکرین قرآن کو اساطیر الاولین یعنی پچھلے لوگوں کے فرضی
قصے کہانیاں کہہ کر جھٹلاتے تھے نیز بعض یورپین علماء قرآن پر یہ اعتراض کرتے ہیں
کہ قرآن میں اکثر دور از عقل اور فوق الفطرت باتیں درج ہیں۔ جنہیں عقل باور
نہیں کر سکتی۔ اکثر عقل سے بعید خوارق عادات اور معجزات کا ذکر ہے جن کی کوئی
توجیہہ نہیں کی جا سکتی۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی غیر مخلوق کلام ہی کیا ہے۔ جسے ہر انسان
پہلی دفعہ سمجھ لے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ

ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر

یعنی ہم نے قرآن خوانی پڑھنے اور یاد کرنے کے لئے تو آسان کر دیا ہے۔ لیکن کیا
کوئی اس کے سمجھنے والا بھی ہے؟ غرض قرآن کریم کے جملہ معارف و اسرار تمام
دقائق و نکات کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا و لا یعلم تاویله الا الله یا
جسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بے واسطہ کسی کو بذریعہ علم لدنی القا کرے۔ مادی
اور زبانی علم والے اپنی عقل اور فہم کے مطابق سطحی طور پر قرآن کے ظاہری معانی
سے بہرہ حاصل کرتے ہیں۔ لیکن جس طرح قرآن کے ایک دوسرے سے بالا
سات مختلف بطون ہیں۔ اسی طرح ان کے ہر بطن کے الگ الگ معنی اور تفسیر
الگ تفسیر ہیں۔ غرض قرآن کریم کے خاص حقیقی معانی کو مادی عقل والے نہیں پہنچ
سکتے۔ اس واسطے ایسے لوگوں کو قرآن کے سمجھنے میں دشواریاں، شکوک اور شبہات پیدا
ہونے لازمی ہیں اور انہیں قرآن بے ربط، خشک، فرسودہ اور دور از عقل کلام معلوم
ہوتا ہے۔ چنانچہ مادی دماغ والا نفسانی آدمی قرآن کی تلاوت سے بہت جلدی اکتا

جاتا ہے۔ ور س کے سمجھنے میں ہر جگہ شکوک و شبہات کی ٹھوکریں کھاتا ہے۔ نفسانی کور چشم آدمی یا تو قرآن سے بیزار ور بے یقین ہو کر س کی تلاوت چھوڑ دیتا ہے یا سے پنے مادی دماغ سے تطبیق دینے کے سے اس کی دور از عقل، نارو ور کفر آمیز تاویلوں پر کتفا کرتا ہے۔ ہم س جگہ قرآن کریم کی چند آیتوں کی تفسیر ناظرین کی دلچسپی کے سے بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کرتے ہیں۔ جس سے بعض حقیقت شناس و لا لباب اصحاب کو قرآن کے فوق الفطرت، بہت بلند ور بالا تر زبان و طرز تحریر ور مخفی، پوشیدہ معنی معانی ور تفسیر التفاسیر کا کچھ شمہ بھر علم ہو جائے گا۔

یک دفعہ یک نامی گرامی ہفتہ وار رسالہ س فقیر کی نظر سے گذرا۔ جس کے یڈیٹر یک بڑے علامہ تھے۔ کسی بزرگ نے ن یڈیٹر صاحب کو لکھا تھا۔ کہ میں نے قرآن کے متعدد شکال جمع کئے ہیں۔ اور مختلف تفاسیر میں ن کے حل ور تاویلات تلاش کئے ہیں۔ ن میں کثر شکالات کے کسی قدر حل ور تاویلیں حاصل ہو گئی ہیں۔ لیکن یک شکال کے حل کے سے بے شمار تفاسیر چھان ماری ہیں۔ ور بہت علماء ور فضلاء سے بھی س کا حل دریافت کیا ہے۔ لیکن کہیں سے بھی تسلی ور تشفی نہیں ہوئی۔ ور وہ شکال بھی تک سی طرح لاینحل رہ گیا ہے۔ س نے خبار کے یڈیٹر صاحب کو لکھا تھا۔ کہ آپ مہربانی فرما کر پنے زور علم ور قوت علم سے س شکال پر روشنی ڈال کر س کو حل فرما دیں تو بڑی نوازش ہوگی۔ چنانچہ علامہ صاحب نے بھی س شکال کی تاویل میں یک طول طویل دور از مطلب تاویل ور مقالہ پنے س پرچہ میں سپرد قلم فرمایا۔ جس سے کوئی مطلب نہیں نکلتا تھا۔ کیونکہ وہ شکال ظاہری کتابی علم کے دائرے سے بالاتر تھا۔ جب س پرچے کے ندر وہ شکال اور حل س فقیر کی نظر سے گذرا۔ و قعی وہ شکال یک نہایت پیچیدہ ور دقیق معمہ معلوم ہوا۔ چونکہ س شکال سے قرآن کی صداقت ور یک پیغمبر کے علم پر حرف آتا تھا۔ اس و سطے اس شکال سے اس فقیر کو یک گونہ ذہنی ور دماغی کوفت ور تکلیف لاحق ہوئی۔

اور اس پر تقریباً آدھ گھنٹہ غور کرتا رہا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور غیبی تائید سے اس اشکال کا حل اس فقیر پر منکشف فرما دیا ہے۔ جسے آج شوق سے اس کتاب کے اندر درج کر رہا ہوں۔

وہ اشکال قرآن کریم میں اس مناظرے کے متعلق ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے درمیان واقع ہوا۔ جسے اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں

الم تر الی الذی حاج ابراھم فی ربه ان اتٰه الله الملک اذ قال ابرھم ربی الذی یحی و یمیت قال انا احی و امیت قال ابراھیم فان الله یاتی بالشمس من المشرق فات بها من المغرب فبھت الذی کفر والله لا یھدی القوم الظلمین

(ترجمہ) اے میرے نبی! آیا تو نے خیال نہیں کیا اس شخص (نمرود) کی طرف جس نے مناظرہ اور جھگڑا کیا۔ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کے رب کے متعلق جس پر ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو لوگوں کو پیدا کرتا اور مارتا ہے۔ نمرود نے کہا میں بھی لوگوں کو پیدا کرتا اور مارتا ہوں۔ اس پر ابراہیم علیہ السلام نے کہا میرا رب وہ ہے جو مشرق سے سورج نکالتا ہے۔ اگر تو رب ہے تو تو اسے مغرب سے نکال کر دکھا۔ اس پر وہ کافر حیرت زدہ اور لاجواب ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں فرماتا۔ یہ نمرود نامی بابل کا بڑا سرکش اور مغرور بادشاہ تھا۔ جس نے خدائی دعویٰ کر رکھا تھا۔ اور لوگوں کو اس عقیدے اور اپنی پرستش اور عبادت پر مجبور کرتا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام چونکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے اور لوگوں کو اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور توحید کی تلقین اور تعلیم فرماتے تھے۔ جب نمرود مردود کو آپ کی اس مخالفانہ دعوت کا پتہ لگا تو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حاضر ہونے کا فرمان جاری کیا۔ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے دربار میں حاضر ہوئے۔ تو نمرود اور آپ کے درمیان اس وقت یہ مکالمہ اور مناظرہ واقع ہوا۔

جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختصر الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ نمرود نے اپنی طاقت اور بادشاہی کے گھمنڈ میں خدائی کا دعویٰ کیا ہوا تھا۔ جیسا کہ فرعون کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قال انا ربکم الاعلیٰ یعنی فرعون نے لوگوں کو کہا کہ میں تمہارا بڑا خدا ہوں۔ چنانچہ آج بھی اس علم اور روشنی کے زمانے میں بھی بادشاہ پرستی کی رسم چلی آتی ہے۔ جیسا کہ جاپان کے لوگ آج تک اپنے بادشاہ کو اپنا معبود اور خدا تصور کرتے تھے۔ اور ہندو لوگ آج تک اجودھیا کے راجہ جسرتھ کے بیٹے مہاراجہ رام چندر جی کی پرستش کرتے ہیں۔ چہ جائے کہ پرانے جہالت اور تاریکی کے زمانے میں جب کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کا نام بھی کسی نے نہیں سنا تھا۔ بادشاہ پرستی کا عقیدہ لوگوں میں بہت راسخ تھا۔ اور بادشاہ کے دل میں بھی باوجود اپنی بشری کمزوریوں کے اپنی خدائی کا جنون اور مالیخولیا بسبب لوگوں کی بے جا خوشامد اور امثال تعظیم اور سجدہ سجود پوری طرح جاگزین رہتا تھا۔ اور یہ خیال کرتا تھا کہ میں سچ مچ لوگوں کا رب اور خالق و مالک ہوں۔ اور بعض بے وقوفوں کے سر پر یہ بھوت بہر بری طرح سوار ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ تھوڑی سی علمی لیاقت اور تحریری سلاست کے گھمنڈ پر پیغمبری اور نبوت کے دعوے کر بیٹھتے ہیں۔ چونکہ ہر انسان کے نفس میں خود پسندی کا مادہ فطرتاً کوٹ کوٹ کر بھرا گیا ہے۔ اور تھوڑے سے اقتدار اور اختیار پر فرعون کی طرح لوں انا ربکم الاعلیٰ بجانے لگ جاتا ہے۔ جیسے کہ مولانا روم صاحب فرماتے ہیں۔

نفس ما کمتر ز فرعون نیست

لیک اورا عون ما را عون نیست

میں نے خود ایک شخص کو دیکھا جو مطلق جاہل مرکب اور کور باطن تھا۔ وہ اپنے آپ کو امام مہدی اور غوث زمان بتلاتا تھا۔ کیونکہ چند بے وقوف اس کے اس دعوے کو مانتے تھے۔ اور اس کی حد سے زیادہ عزت و احترام کرتے تھے۔ میں نے اس سے

ایک دن پوچھا کہ خدا کے سامنے میں یہ تو بتا کہ آیا تو نے کبھی باطن میں یا ظاہر کوئی
جن، فرشتہ، روحانی یا کم از کم کبھی شیطان کو ساری عمر میں دیکھا ہے۔ چونکہ وہ اندھا
تھا۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ میں اپنے آپ سے مست اور بے خود ہوں۔ اس سے
اگرچہ مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔ لیکن میں سب کچھ ہوں اور مجھے عنقریب سب کچھ نظر آ
جائے گا۔ اس قسم کا جنون اور مالیخولیا انسان کا فطرتی مرض ہے اور وہ اندر سے
پھوٹ پڑتا ہے۔ اس سے باطنی طور پر بہت سے نئے اور انوکھے آدمی اس قسم کے بےہودہ
دعوے کر بیٹھتے ہیں۔ اور دنیا میں چونکہ بیوقوفوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ وہ ان جھوٹے
فرضی دعووں سے کچھ نہ کچھ بن بیٹھتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسی خودپسندی سے منع فرماتا ہے
قولہ تعالیٰ

فلا تزکوا انفسکم هو اعلم بمن اتقیٰ

(ترجمہ) اپنے آپ کو پاک ثابت کرنے کی کوشش نہ کرو۔ وہ متقی اور پرہیزگار کو
خوب جانتا ہے۔ غرض خودپسندی بڑا بھاری کفر ہے۔ نمرود نے بھی خدائی دعویٰ کیا
ہوا تھا۔ اسے سچ مچ یہ وہم ہو گیا تھا کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے میرے حکم اور ارادے
کے تحت ہو رہا ہے۔ گو میں اس سے بے خبر ہوں۔ چنانچہ نمرود نے اسی گھمنڈ اور غرور
کے نشے میں ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ میں تو اپنی تمام مخلوق کا مالک مربی اور خدا
ہوں اور تو میری خدائی کو کیوں نہیں مانتا۔ تو ذرا بتا تو سہی کہ میرے سوا تیرا رب کون
ہے۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میرا رب وہ ہے جو لوگوں کو پیدا
کرتا اور مارتا ہے۔ اس پر نمرود نے کہا کہ میں ہی تو مارتا اور جلاتا ہوں۔ اس پر تمام
اہل تفسیر نے یہ کمزور تاویل پیش کی ہے کہ نمرود نے اپنے لوگوں کو پیدا کرنے اور
مارنے کے ثبوت میں یہ حجت پیش کی کہ وہ ایک زندہ آدمی کو مار ڈالتا ہے۔ اور ایک
واجب القتل کو چھوڑ کر اسے زندہ ثابت کر دیتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کو
پیدا کرنے اور مارنے اور نمرود کے حیلہ قتل و احیاء میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور

پھر پیغمبر کا س کے ں جھوٹے جیسے و رنا قص حجت کو قا بل قبول سمجھ رخاموش ہونا ور

یک دوسری دلیل سورج کی ختیار رنا یک و لو العزم پیغمبر کی صریح شکست ور

کمزوری معلوم ہوتی ہے۔ کہ بر ہیم علیہ سلام نے اس کے پہلے بودے جو ب کو

قوی ور جو ب سمجھ کر رہ فر ر ختیار کیا۔ ور دوسری دلیل پیش کی کہ میر رب تو

مشرق سے سورج نکالتا ہے۔ اگر تو رب ہے تو سے مغرب سے نکال کر دکھا دے۔

س پر نمرود لا جو ب ور ہکا بکا ہو گیا۔ حالانکہ نمرود کے لا جو ب ور خاموش ہونے

کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ س کے جو ب میں نمرود کم ز کم آسانی سے یہ تو کہہ سکتا تھا کہ

سورج تو میرے حکم سے مشرق سے نکلتا رہتا ہے۔ سے بر ہیمؑ اگر تیر ب رب

سے مشرق سے نکالتا ہے تو سے کہہ دے کہ سے مغرب سے نکال کر دکھا دے۔

لیکن س نے یسا نہیں کہا۔ کیونکہ دراصل حضرت بر ہیم علیہ سلام اپنی اس پہلی

زندہ کرنے ور مارنے و لی دلیل پر ہی قائم رہے۔ لیکن یہاں جلانے ور مارنے کی

ظاہر سے باطن ور مجاز سے حقیقت کی زبان ور صطلاح سے مصلحتاً اللہ تعالیٰ نے

بیان فرمایا ہے۔ اور مارنے ور جلانے کا معاملہ چونکہ روح ور مر سے متعلق ہے۔

ور عالم سباب کے بجائے یہ معاملہ عالم قدرت کا ہے۔ س لیے سے باطنی رمز ور

روحانی رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ ب ہم س حقیقت سے پردہ ٹھاتے ہیں۔

نسان کے وجود میں لطیفہ روح کی غیبی صورت سورج ور آفتاب کی ہے کہ وہ جسم کو

زندہ و تابندہ یعنی گرم ور روشن کیے ہوئے ہے۔ موت کے وقت جب نسانی روح کا

آفتاب کتم موت و فنا کی تاریکی میں غروب ہو جاتا ہے۔ تو نسانی جسم ٹھنڈ ، تاریک

ور معطل ہو جاتا ہے۔ ور س پر یک گونہ موت ور فنا کی تاریک رات چھا جاتی

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موت کے وقت مرنے و لے کو عصر کا یہ آخری وقت معلوم ہوتا

ہے۔ جب کہ سورج عین غروب ہونے کو ہوتا ہے۔ جیسے کہ بن ماجہ کی یک حدیث

میں جابر بن عبد للہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب مرنے و لے

کا آخری وقت ہوتا ہے تو آفت ب اسے غروب ہوتا ہو نظر آتا ہے۔ اور وہ پنی
آنکھیں ملتا ہو کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو تا کہ میں عصر کی نماز د کروں۔ کیونکہ میری
عصر کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے۔ س قسم کی روایتیں ور بھی ہیں۔ ور سی دلیل سے
بعض مفسرین نے عصر کی نماز کو صلوٰۃ وسطیٰ کہا ہے ور ہم نے خود بھی بعض نمازی
وگوں کو نزع کے وقت یہ کہتے سنا ہے کہ پ نی ! ہ میری عصر کی نماز قضا ہوئی جاتی
ہے۔ ور حضرت رس لت م ب صلی للہ علیہ وسلم لڑ ئی کے موقع پر اصح ب کو عصر کے
وقت لڑنے میں زی دہ شدت ور جوش ختیار کرنے کی تاکید س و سطے فرم یا کرتے
تھے کہ عصر کا وقت موت کے س تھ بہت من سبت ور مش بہت رکھتا ہے۔ ور موت
جلدی اور آس نی سے وقوع ہوتی ہے۔

ب ہم پنے صلی مطلب کی طرف آتے ہیں۔ حضرت بر ہیم علیہ س م نے
نمرود سے کہا تھا کہ میر رب وہ ہے جو وگوں کو پید کرتا اور م رتا ہے۔ نمرود کے سر پر
چونکہ خد ئی غرور ور پند ر کا بھوت سو ر تھا۔ س نے کہا کہ میں وگوں کو جلاتا ور م رتا
ہوں۔ ور وگوں کے جینے ور مرنے میں میر ر دہ کارفرم ہے۔ س پر حضرت
بر ہیم نے س ب ت کو باطنی پیر ئے میں د فرم کر کہا کہ میر رب تو مشرق زل
سے روح کے آفت ب کو ہر ذی روح کے جسم میں طلوع کرتا ور مغرب فن میں غروب
فرم تا ہے۔ گر تو خد ہے ور روح کا آفت ب جسم کے ندر تیرے ر دے سے ہی
طلوع ور غروب ہوتا ہے تو تیری پی ری رعیت کے بے شم ر آدمی ور خصوص تیرے گھر
کے عزیز و ق رب کیوں ہر روز تیری خو ہش مرضی ور ر دے کے مخ لف دنی سے
گذرتے ہیں۔ ور ن کے جسموں میں روح کا آفت ب کیوں غروب کر ج تا ہے۔
ح لانکہ تجھے ن کی موت ہرگز گو ر نہیں۔ ور تو ن پر روتا دھوتا ہے۔ سو گر تو خد
ہے۔ ور وگوں کا مرن ور جین تیرے ختی ر میں ہے۔ یعنی آفت ب روح کا طلوع ور
غروب تیرے ہ تھ میں ہے۔ تو بھل یک عزیز ور خویش جو تیرے ر دے ور

خواہش کے بالکل برخلاف مر چکا ہے۔ یعنی اس کا آفتاب روح اس کے جسم میں غروب ہو چکا ہے۔ تو اس آفتاب کو ذرا واپس مغرب کی طرف سے نکال اور زندہ کر دے۔ لیکن تو یہ ہرگز نہیں کر سکتا۔ اور تو خود بھی اے بددماغ ایک دن موت کے گھاٹ اترنے والا ہے۔ اور تیرا آفتاب بھی غروب کر جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی و قیوم ہی کائنات وما فیہا اور اس آفتاب روح کا حقیقی اور اصلی مالک اور متصرف ہے۔ اور تو محض ایک ناچیز اور لاچار و بے اختیار بندہ ہے۔ اور تمام کام اللہ تعالےٰ کے ارادے سے ہوتے ہیں۔ اور وہی اصلی رب ہے۔ اور تو اے مردود محض اس کا ایک مجبور، معذور اور مقہور خدا کی ادنیٰ بندہ ہے۔ پس اس قوی حجت اور دلیل سے وہ کافر حیران، ششدر اور لاجواب ہو گیا۔ کیونکہ اسے اپنی ناتوانی اور مجبوری ثابت کر کے دکھا دی گئی۔ اور ہر شخص اپنی اس موت کی مقہوری، مجبوری سے ہی اللہ تعالیٰ کو مانتا اور جانتا ہے جیسا کہ کسی کا قول ہے۔

کر دیا موت نے لاچار وگرنہ انساں
ہے وہ ظالم کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

اور جب انسان دنیا میں اپنے ارادوں اور خواہشوں کو ٹوٹتا اور ناکام ہوتے دیکھتا ہے تو اس سے پتہ اور اندازہ لگاتا ہے کہ دنیا میں کسی اور زبردست ذات یعنی اللہ تعالےٰ کا ارادہ کارفرما ہے۔ اور یہی بات اللہ تعالیٰ کی ہستی کی زبردست دلیل ہے۔ جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے۔ عرفت ربی بفسخ العزائم یعنی میں نے رب کو اپنے ارادوں کے فسخ اور منسوخ ہونے سے پہچانا یہ ہے۔ کہ میرے ارادے ہمیشہ ٹوٹتے اور ناکام ہوتے ہیں۔ سو ناظرین کو اس تاویل اور تفسیر سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے مناظرے میں اسی پہلی دلیل ربی الذی یحیی ویمیت پر قائم رہے۔ صرف عبارت کے اندر اور باطنی رمز کو نہ سمجھنے سے اشکال پیدا ہو گیا۔ ورنہ قرآن کریم ہر قسم کے شبہات اور بے ربطی سے پاک اور مبرا

ہے۔قر ن ریم کے صلی حق ئق و دق ئق ور بطنی ب ریک معرف و سر ر کا سمجھن

ظ ہری کت بی ور کسبی علم کا کام نہیں ہے۔ ور نہ م دی جزئی عقل س کے رموز ور

ش رت کو پ سکتی ہے۔

افسوس ہے کہ ہمیں بعض قر نی حق ئق کے ثبوت کے ے یورپین مسمت،

نظریت ور تجرب ت کی طرف س ے مجبوراً رجوع رنا پڑتا ہے کہ ہم ر روشن

خی ل، تعلیم ی فتہ نوجو ن طبقہ یورپین مصنفین کے قول کو وحی سم نی سے زی دہ وقیع

ور وزنی خی ل رتے ہیں۔ چن نچہ ہم یہ ں یک چھوٹی قر نی سورت کے صلی معنی

ور حقیقی تفسیر کو سمجھ نے کے ے ج کل کے یورپین س ئیکومیٹری ہرین جدید

علم روح نیت کے چند و قع ت ور تجرب ت بطور مقدمہ پیش کرتے ہیں۔ جن سے

ہم ری تفسیر پر ک فی روشنی پڑتی ہے۔ سو و ضح ہو کہ ج کل کے ہر چولسٹس کے ہ ں

یک علم مروج ہے جسے س ئکو میٹری (Psychomatry) کہتے ہیں ور یورپ

میں بعض یسے میڈیم یعنی وسیط ہیں کہ جب ن پر کوئی روح مسلط ہو ج تی ہے۔ ور

ہم ری صطلاح میں جب نہیں کوئی جن چڑھ ج ت ہے۔ تو ن کے ندر س روح ی

جن کے زیر ثر یک قسم کی یسی روح نی ی ب طنی روشن ضمیری پید ہو ج تی ہے کہ جب

وہ س ح لت میں کسی چیز کو ہ تھ میں پکڑتے ہیں۔ تو س چیز کی گذشتہ تم م ت ریخ ی

س کے ندر کی ح لت پوشیدہ تم م بت دیتے ہیں۔ ح لانکہ وہ چیز کسی چمڑے ی

کپڑے کے تھیلے ی ک غذ کے غ فے میں بند ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن میڈیم یعنی ہر

چولسٹ س مل سے ہ تھ میں لیتے ہی س کے ندر کی ح لت ی جو و قع ت س چیز

سے و بستہ ہوتے ہیں گن گن کر بت دیتے ہیں۔ چن نچہ ح ل ہی میں پچھلے س ل لندن

کے بڑے گرج ویسٹ منسٹر بے (West Minister Abbey) سے یک

ت ریخی متبرک پتھر چوری ہو گی ۔ جسے لوگ بخت ک پتھر ور نیز حضرت یعقوب علیہ

سلام کا تکیہ گ ہ یعنی (Jacobs Pillow) کہتے چلے تے ہیں۔ ور کہتے ہیں

ک یعقوب علیہ س م س سے تکیہ گا ر بیٹھ رتے تھے ور س میں یہ برکت ہے

ک جو شخص س پر بیٹھتا ہے۔ سے حکومت و سلطنت ملتی ہے۔ یہ پتھر پہلے سکاٹ

لینڈ میں تھا۔ ور جب یڈ ورڈ ول نگریزوں کے بادشاہ نے سکاٹ لینڈ کو 1296ء

میں فتح کر کے پنی عملداری میں لیا۔ تو وہ یہ تاریخی متبرک پتھر بھی بطور مال غنیمت

پنے ساتھ لے آیا۔ ور لندن کے ویسٹ منسٹر بے میں رکھ دیا۔ رسم تاج پوشی کے

وقت نگلستان کا ہر نیا بادشاہ س متبرک پتھر پر کسی لگا کر بیٹھا کرتا ہے۔ ور تاج پوشی

کی رسم س متبرک پتھر سے دا کی جاتی ہے۔ تا کہ س پتھر کی برکت ور یمن سے س

کی بادشاہی ور سلطنت قائم رہے۔ ور س کا قبال ور بخت بلند ہو۔ حال ہی میں

سکاٹ لینڈ کے چند محبان وطن من چلوں کو خیال یا کہ اس متبرک پتھر کے کھو جانے

ور چلے جانے سے ہماری سلطنت ور حکومت چھن گئی ہے۔ ور ہمارا ملک فلاس ور

ناداری کا شکار ہو گیا ہے۔ کیوں نہ ہم پنا غصب شدہ ور چھینا ہوا متبرک بخت کا

پتھر جس سے ملک کا قبال اور بخت وابستہ ہے واپس لے آئیں۔ چنانچہ س کام

کے لئے قوم کے چند سورماؤں نے تیار کر کے سازش کی ور چوری کا پروگرام ور

منصوبہ تیار کیا۔ ور یک رات موقع پا کر لندن کے س نامی بڑے گرجے ویسٹ

منسٹر بے کا کواڑ توڑ ڈالا۔ ور س متبرک پتھر کو نکال کر لے گئے۔ س تاریخی متبرک

پتھر کے چوری ہو جانے سے نگریز قوم میں یک تہلکہ اور کہرام مچ گیا۔ ور س کی

تلاش ور تعاقب میں بڑی دوڑ دھوپ شروع کر دی گئی۔ پولیس ور سی آئی ڈی

والوں نے بڑا زور لگایا۔ ور نگریزی حکومت کی ساری مشینری حرکت میں آ گئی۔

لیکن س پتھر کا کوئی پتہ اور کھوج نہ لگا سکی۔ آخر مجبور ہو کر یک علم سائکومیٹری کے ماہر ڈچ

میڈیم کو باہر سے بلایا گیا۔ ور اس کی روحانی خدمات حاصل کی گئیں۔ تا کہ س پتھر

کی تلاش ور تحصیل میں حکومت کی مدد کرے۔ نیز جلدی کے سبب رات کی تاریکی

میں ان چوروں سے چند چیزیں رہ گئی تھیں جو بعد میں تفتیش کے وقت پولیس کو س

گرجے میں پڑی ہوئی ملیں۔ ان میں سے ایک لوہے کا ہتھوڑا تھا۔ جس سے گرجے کا کواڑ توڑا گیا تھا۔ دوم ایک شخص کے رسٹ واچ یعنی کلائی کی گھڑی کا چمڑی کیس تھا۔ سوم اس پتھر کا ایک ٹکڑا تھا۔ جو اسے نکالتے اور اٹھاتے وقت کسی جگہ سے ٹوٹ کر وہاں گر پڑا رہ گیا تھا۔ اب جس ماہر سائکومیٹری ڈچ میڈیم کو اس پتھر کی تلاش کے لئے بلایا گیا تھا۔ وہ کسی باہر کے علاقے کا اجنبی شخص تھا۔ جس نے پہلے کبھی شہر لندن نہیں دیکھا تھا۔ لیکن اس نے اپنے علم سائکومیٹری کے ذریعے ان تینوں چیزوں کو باری باری ہاتھ میں لے کر ان سے پتھر کے متعلق مفصلہ ذیل باتیں صحیح صحیح بتا دیں

(1) چور پانچ آدمی ہیں (2) وہ پتھر کو موٹر کار میں رکھ کر لے گئے ہیں (3) اس موٹر کا فلاں نمبر ہے (4) ابھی تک پتھر لندن کے شہر میں رکھا ہوا ہے (5) لوہے کا ہتھوڑا لندن کے فلاں بازار کے فلاں نمبر کی دکان سے خریدا گیا ہے (6) اور گھڑی بھی فلاں بازار کی فلاں دکان سے خریدی گئی ہے۔

چنانچہ جب بعد میں پولیس نے پتہ لگایا۔ تو واقعی ہتھوڑا اور گھڑی انہی دکانوں سے خریدی گئی تھیں۔ جن کا پتہ اس میڈیم نے دیا تھا۔ اور اس طرح علم سائکومیٹری کے ماہر میڈیم نے اس چوری شدہ متبرک پتھر کا پورا پورا پتہ بتا دیا۔ اس قسم کے واقعات آج کل یورپین سپر چولسٹس کے اندر بہت عام ہیں۔ اور ان کے روحانی علوم کے مختلف شعبے ہیں اور ہر شعبے کے الگ چرچز (Churches) یعنی گرجے ہیں۔ بعض روحانی طور پر امراض کا علاج کرتے ہیں۔ انہیں ہیلنگ چرچز (Healing Churches) کہتے ہیں۔ بعض روشن ضمیری کا عمل کرنے والے میڈیم ہیں۔ جنہیں کلیر وائنٹ میڈیم (Clair Voyant Medium) کہتے ہیں۔ غرض ہر شعبے کے الگ چرچز ہوتے ہیں۔ ہر چرچ میں اپنے اپنے فن کا ایک مکمل سٹاف ہوتا ہے۔ ایک پریذیڈنٹ، ایک سیکرٹری، ایک مینجر، ایک خزانچی اور ایک یا ایک سے زیادہ میڈیم یعنی وسیط یا روحانی عامل ہوتے

ہیں۔ ورجس شخص کو جس قسم کی حاجت ورضرورت احق ہوتی ہے سی قسم اور شعبے کے چرچ میں جاتا ہے۔ ور وہاں پنی سیٹ ورنشست بک رتا ہے۔ چنانچہ ہر حاجت مند ورضرورت مند کو س گرجے میں داخل ہونے کے ے کچھ فیس د رنی پڑتی ہے۔ ور ن میر چولسٹس نے س روحانی عمل کو یک بڑ ذریعہ معاش بنا رکھا ہے۔ ور بہت رقمیں جمع کر یتے ہیں۔ بعض بڑے بڑے با مال میڈیم کے گرجوں میں یک یک سال پہلے سیٹیں بک ہو جایا کرتی ہیں۔ ور ن نئے میدواروں کو ن میں نشست ورسیٹ حاصل کرنے کے ے سال چھ ماہ نتظار کرنا پڑتا ہے۔ غرض اس علم کا وہاں بڑ چرچا ہے۔ اور گھر گھر س علم کے حلقے قائم ہیں۔ ور یورپ میں یہ یک روحانی مذہب کی صورت میں بہت وسیع پیمانے پر مروج ہے۔ ور روڑوں آدمی س کے پیرو ہیں۔ ور بڑے بڑے سائنس دان، فلاسفر، عالم، فاضل، لارڈ حتیٰ کہ پارلیمنٹ کے ممبر ن کی سوسائٹیوں ورحلقوں کے ممبر ہیں۔ علم سائیکومیٹری کے چرچ یعنی روحانی گرجے میں یک بڑ ہال کمرہ ہوتا ہے۔ ور س میں یک بڑی گول میز رکھی ہوئی ہوتی ہے۔ جس کے حاشیے ورکناروں کے ساتھ ساتھ چھوٹے چھوٹے خانے ہوتے ہیں۔ جن پر پنے پنے نمبر لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ جن وگوں نے پنی پنی جن چیزوں کے متعلق کچھ حالات معلوم کرنے ہوتے ہیں۔ وہ پنی اس چیز کو چمڑے یا پڑے کے تھیلے یا کاغذ کے غلافے میں بند کر کے ور س پر پنا نمبر لگا کر س ہال کمرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ور پنی چیز س گول میز کے کسی خانے میں رکھ کر اس ہال کمرے کے ندر میز کے پاس کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں جب تمام وگ اپنی اپنی چیزیں میز کے خانوں میں رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ تو س کے بعد علم سائیکومیٹری کا ماہر میڈیم س ہال کمرے میں داخل ہوتا ہے۔ س پر کوئی روح مسلط ہوتی ہے۔ ور میز کے سامنے کرسی پر بیٹھ جاتا ہے۔ ور یک یک خانے سے باری باری یک چیز نکال کر ور سے ہاتھ میں لے کر حاضرین سے مخاطب ہوتا ہے۔

کہ س وقت میرے ہ تھ میں فل ں نمبر کے خ نے میں رکھی ہوئی چیز ہے۔ جس کا
نمبر فل ں ہے۔ س کے بعد س کا ح ل بت نا شروع کر دیت ہے۔ کہ س تھیلے کے ندر
فل ں چیز ہے۔ ور س کا لانے و لا فل ں شخص ہے۔ ور س کا م لک فل ں ہے۔ ور
یہ چیز فل ں وقت میں فل ں جگہ سے ملی ہے۔ غرض س چیز کی تم م پچھلی ت ریخ ور
گذشتہ ہسٹری ور جس قدر و قع ت س چیز سے و بستہ ور متعلق ہوتے ہیں وہ
سب یک یک کر کے بی ن کرت ج ت ہے۔ ور س کا لانے و لا ور م لک س کے ثب
ت ی نفی میں جو ب دیت ج ت ہے۔
چن نچہ ج ن ہنٹر ص حب نے پنی کت ب میں یک میڈیم مس یسٹل ر برٹس کے علم
س ئکو میٹری کے دو چشم دیدہ و قع ت کا یوں ذکر کی ہے۔ کہ س نے یک مجمع میں
میرے روبرو میز کے یک خ نے سے تھیلے میں بند یک پتھر ٹھ کر ور معمولی نظر سے
دیکھ کر کہ کہ یہ پتھر برٹش میوزیم سے لای گی ہے۔ غرض س پتھر کی تم م پچھلی ہسٹری
ور تو ریخ بی ن کر دی ور س پتھر کے لانے و لے نے سب ب توں کے ثب ت میں
جو ب دی ور س کی تصدیق کی۔
ج ن ہنٹر ص حب سی میڈیم کی نسبت یک دوسرے و قعے کا ذکر یوں کرت ہے۔
کہ س موقع پر جو کچھ میں نے دیکھا اس کے صحیح میں نے شورٹ ہینڈ ر ئٹنگ میں
نے پنے نوٹ بک میں لکھ لیے تھے۔ ور وہ و قعہ یوں ہے کہ س نے یک تھیلا
ٹھ کر کہ کہ میرے ہ تھ میں یک تھیلا ہے۔ جس کا نمبر 27 ہے ور یہ تھیلا یک
عورت کا ہے جسے دنی سے گذرے ہوئے تئیس برس ہو گئے ہیں۔ وہ سینے کے درد
سے فوت ہوئی تھی۔ یہ تھیلا یک بڑی مدت کے بعد ٹھ کر لای گی ہے۔ س کے ہمر ہ
چند خطوط ور یک بلیو ربن (Blue Ribbon) یعنی نیلے فیتے کا ٹکڑ بھی ہے۔ م لک
نے جو ب دی ب لکل ٹھیک ہے پھر میڈیم نے کہ کہ س تھیلے کے ندر کچھ سکے ہیں۔
مگر کوئی نوٹ نہیں ہے۔ سکے چ ندی ور ت نبے کے ہیں۔ جن کی قیمت تین شلنگ

ور ساڑھے ست پنس ہے۔ س میں تین پن ہیں جو بوں میں گائے جاتے ہیں۔نیز س کے ندر یک بس کا ٹکٹ بھی ہے (تھیں تھیں یک منٹ صبر رو) میں خیول رتی ہوں کہ وہ ٹریم کا ٹکٹ ہے۔ مالک نے جوب دیا۔ بالکل ٹھیک ہے۔ س ٹکٹ کا آخری عدد 81 ہے س ٹکٹ میں آٹھ فگرز (Figures) میں سے چھ ہندسے دو حروف میں ہیں یک بڑ ور یک چھوٹا حرف نمبر Tz معلوم ہوتے ہیں۔ جعدہ کہا کہ س میں یک بروچ (Broch) یعنی کلپ ہے۔ مالک نے کہا کہ مسز ربرٹس! آپ نے س تھیلے کے متعلق جو کچھ کہا وہ سب درست ہے سوئے یک بت کے کہ اس میں بروچ یعنی کلپ ہے مسز رابرٹس نے جوب دیا کہ یک منٹ صبر رو۔ مجھے پھر دیکھنے دو۔ ب کی بار س نے تھیلے کو پنے ہاتھے سے لگایا ور آنکھیں بند رلیں۔ جعدہ آنکھیں کھول ر مالک سے کہا کہ ممکن ہے آپ نے! تے وقت ن چیزوں کو چھی طرح نہ دیکھا ہو۔ س میں یک پتلا سا کلپ ضرور ہے۔ جو سنہری رنگ کا ہے۔ مگر سونا نہیں ہے۔ مالک نے جوب دیا کہ! نے سے تھوڑی دیر پہلے میں نے سب چیزوں کو چھی طرح دیکھا تھ۔ ور وہ چیزیں بر زبانی یاد ہیں۔ آپ کی باقی سب باتیں بالکل صحیح ہیں سوئے یک غلطی کے کہ س میں کوئی بروچ یعنی کلپ نہیں ہے۔ س پر س میڈیم مسز ربرٹس نے مالک سے کہا کہ گر تم برا نہ مانو تو چیرمین (Chairman) یعنی پریزیڈنٹ تھیلے کو کھول ر حاضرین کے سامنے خالی ردے۔ مالک نے کہا منظور ہے۔ بے شک جازت ہے۔ پریزیڈنٹ تھیلے کو کھول ر س کے ندر کی چیزیں حاضرین کو دکھا دے۔ چنانچہ صدر جلسہ نے تقریباً سی نوے حاضرین کے روبرو تھیلے کو کھول ر خالی کیا۔ ور حاضرین کو چیزوں کے نام سے ریوں مخاطب ہوئے۔ حاضرین س تھیلے میں یہ چیزیں نکلی ہیں۔ یک پنس، یک نصف پنس، یک 2 پنس کا سکہ، تین لگ لگ شلنگ، یک ٹریم کا ٹکٹ جس کا نمبر TZ285271 ہے ور تین بٹوں والے پن ہیں۔ ور بس س

کے ماسو ور کچھ نہیں ہے۔مسز ربرٹس نے کہا کہ مہربانی رکے سے دوبارہ دیکھو۔
ممکن ہے کہ اس تھیلے میں کوئی ندر کی طرف جیب ہو۔صدر جلسہ نے جب سے
ٹٹول ر دیکھا۔تو کہا کہ بے شک اس کے ندر کی طرف یک جیب ہے۔لیکن وہ
بالکل خالی ہے۔مسز ربرٹس نے کہا کہ مجھے پور یقین ہے کہ اس میں یک سنہری
بروچ یعنی کلپ ہے۔صدر جلسہ نے تھیلہ کو ٹا کر ور س کو خوب جھاڑ کر ور بلا رکہا
کہ مسز ربرٹس اس تھیلے میں ممکن ہے پہلے کبھی کوئی کلپ ہو۔مگر س میں س وقت
کوئی کلپ نہیں ہے۔اس پر مسز ربرٹس نے کہا کہ س میں کلپ ضرور ہے۔ور میں
دوسری کسی چیز کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گی۔جب تک اس تھیلے سے بروچ یعنی کلپ
نکلتا ہو نہ دیکھ لوں۔صدر جلسہ نے تھیلہ پھاڑ ڈالا ور ٹکڑے ٹکڑے رکے حاضرین
کو دکھاتا رہا۔آخر جب یک جگہ چمڑے ور پڑے کے درمیان کھولا۔تو س میں
سے یک پیتل کا باریک بروچ یعنی کلپ نکلا۔حاضرین جلسہ سے صدائے آفرین
بلند ہوئی۔سپرچولسٹس (Spirituolists) سے یکس رے (X-Ray) قسم
کی سائکومیٹری کہتے ہیں۔س قدر حیرت نگیز کارنامہ ہے۔کہ تھیلے میں غلطی سے یہ
پیتل کلپ سی دیا گیا تھا۔جس کا علم ور پتہ مالک کو بھی نہیں تھا۔لیکن میڈیم کی تیز نظری
سے نہ چوکا۔س قسم کے عجیب روحانی کرشمے یورپین سپرچولسٹس کے درمیان عام
ہیں۔ور صرف یک شہر لندن کے ندر ن روحانی معاملات کے سینکڑوں گرجے
موجود ہیں۔ور ہر گرجے میں ہفتے کے ندر دو دفعہ س قسم کے روحانی کرشمے
دکھائے جاتے ہیں۔

ب ذرا خود ر ناظرین سوچیں کہ ہمارے ملک کے ندر س قدر بے شمار مذہبی ور
روحانی پیشوؤں نے باطنی تعلیم و تلقین کی فرضی دکانیں کھول رکھی ہیں۔بعض نے
صرف ولایت پر ہی کتفا نہیں کیا بلکہ نبوت ور پیغمبری کے درجے کو بھی سیب قدم
پھلانگ گئے ہیں ن میں سے کسی نے بھی آج تک س قسم کا کوئی کمال دکھایا ہے؟

ہمارے ن جھوٹے فرضی ولیوں ورغوثوں کے پاس سوائے س کے کہ پدرم سلطان
بود یہ جھوٹے کشف ور کرامات کے قصوں، کہانیوں کے ور کچھ بھی نہیں ہے۔ ور
بناوٹی بناسپتی پیغمبری کی خود جھوٹی پیشنگوئیوں ور نکمے دعووں ور بے ہودہ تاویلوں سے
پنی دکان نبوت گرمائے بیٹھے ہیں۔ ممکن ہے بعض لوگ ن و قعات کو جھٹلانے کی
کوشش کریں۔ لیکن س قسم کے جھوٹ یشیاء ور مشرق میں بہت فروغ پاتے رہتے
ہیں۔ ور نہیں باور کرنے کے لیے ہزاروں بے وقوف تیار ہو جاتے ہیں۔ یورپ
کے روشن خیال ور سائنس پرورده لوگ س قسم کے جھوٹ کی دھجیاں ڑا دیتے ہیں۔
ساتھ ہی ن خشک مزاج کورچشم حاسد لوگوں کی سمجھ پر بھی افسوس ہے جو کہتے ہیں کہ
پیغمبروں کے پاس کوئی باطنی ورغیبی علم نہیں ہوتا۔ ور وہ دیوار کے پار کسی چیز کو نہیں
دیکھ سکتے۔ یہ ہماری کوئی مدد نہیں سنتے۔ حالانکہ آج نفسانی مادی علم سائنس والے
ہزاروں میل دور رہنے والے لوگوں کی فی البدیہہ باتیں کرتے ہیں۔ گر ہمارے
مذہبی پیشوا ور روحانی رہنماؤں سے آج کل کے نفسانی ور مادی علم سائنس والے
بھی سبقت لے گئے تو پھر ہمارے س مذہب ور روحانیت کی کیا حیثیت ورحقیقت
ہو سکتی ہے۔ پھر تو ہمارے دین کا خدا حافظ ہے۔

مذکورہ بالا یورپین میڈیم کے یہ چند روحانی کرشمے یہاں س لیے بیان نہیں کیے
گئے کہ ناظرین کو ن کے ن سفلی عمالات کا گرویدہ ورقائل بنایا جائے۔ حالانکہ س
قسم کے سفلی شعبدے ور جنونی کشف اہل اللہ فقراء کے نزدیک بچوں کے کھیل سمجھے
جاتے ہیں۔ ور نہیں سدی تصوف ور باطنی دنیا میں پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں
دی جاتی ور س قسم کی باتوں کو بہت ہیچ ور ناچیز سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ اس فقیر نے ن
وقعات کو یک قرآنی تفسیر کے لیے بطور پیش لفظ ورتمہید کے پیش کیا ہے تاکہ
ناظرین کو میری نوکھی تفسیر چھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ ہذا مذکورہ سائکومیٹری
کے وقعات سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ہم نسانوں کے عمال ورفعال

زمین ورزمین کی چیزوں میں س طرح دخل شامل و بستہ ورپیوستہ ہوتے ہیں۔
جیسے کہ یک فلم کی سٹوری کے حالات ور وقعات یک فلمی فیتے کے ندر مندرج ور
ریزرو (Reserve) ہوتے ہیں۔ جس وقت سے فلمی مشین کے چکر پر چلا کر فلمی
پردے پر معکوس ور منعکس کیا جاتا ہے تو س قصے کے تمام وقعات ورحالات ور
یکٹروں ور یکٹرسوں کے جملہ دکیے ہوئے کرد ر ور گفتار ہو بہو سی پردہ سکرین پر
دوبارہ ہوتے دکھائی دیتے ہیں ورمنظر عام پر آتے ہیں۔ غرض ہمارے تمام روز
مرہ کے عمل، فعل، کرد ر ورگفتار کے فلمی ریکارڈ اللہ تعالے کے مکان ورزمان
کے فیتوں پر منقش اورمرتسم ہوتے رہتے ہیں۔ وہ للہ تعالیٰ کے باطنی سٹور ہاؤس
میں محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ ورقیامت کے روز نہیں دوبارہ نمو ورجنم رکے سے
ہمارے جسموں کے پردہ ہائے سکرین پر جاری کر کے دکھایا جائے گا۔ جیسے کہ اللہ
تعالیٰ فرماتے ہیں

و نکتب ما قدمو و اثارهم وکل شئی احصـــه فی امام مـــ

(ترجمہ) ورہم لکھتے ہیں جو عمل لوگ پیش کرتے ہیں ورجو آثار ونقوش وہ
چھوڑ جاتے ہیں ور سی طرح ہر یک چیز ہمارے ہاں یک امام مبین میں محفوظ ورجمع
ہے۔ قولہ تعالے

وکل انسان الزمه طره فی عنقه ونخرج له یوم القیمة کتا بلقه
منشورا

(ترجمہ) ور سی طرح ہر نسان کے نیک ور بد عمل س کی پنی گردن میں
لٹکائے جاتے ہیں۔ ورقیامت کے روز نہیں پائے گا یک وضح مرقوم منشور۔ سی
کے مطابق یک حدیث ہے کہ جب نسان مرجاتا ہے ور سے قبر میں دفنا دیا جاتا
ہے۔ تو قبر میں س کے پاس یک رومان نامی فرشتہ آتا ہے۔ اور وہ فرشتہ سے قبر میں
بیدار کرتا ہے۔ ور س کے منہ کو دوات ور نگشت شہادت کو قلم ور کفن کو کاغذ بناتا

ہے۔ ور س کے مہد سے لے کر لحد تک کے تمام زندگی کے نیک و بد ور چھے برے
حالات کو لکھ کر ور سے شکل تعویذ بنا کر متوفی کے گلے میں لٹکا دیتا ہے۔ ور قیامت
کے روز سے بطور عمل نامہ پیش کیا جائے گا۔ قولہ تعالیٰ

الیوم نختم علی افواھھم وتکلمنا یدیھم وتشھد ارجلھم بما
کانو یکسبون

(ترجمہ) قیامت کے روز ہم لوگوں کے منہ پر مہر سکوت لگا دیں گے۔ تاکہ فضول
حجت بازی ور بے ہودہ جھگڑے ور جزع فزع نہ کرنے پائیں۔ ور ن کے پنے ہاتھ
پاؤں پنے کیے ہوئے فعل ور عمل کی گواہی دیں گے۔ یعنی نہیں دوبارہ دہرا
کر دکھائیں گے۔ جس طرح گر موفون باجے کے ریکارڈ چھپی گائی غزل س میں
گول گول لکیروں کی صورت میں منقش ور مندرج ہوتی ہے۔ ور جب سے دوبارہ
باجے پر چڑھایا جاتا ہے تو وہی غزل ور گانا دوبارہ سی طرح گایا جاتا ہے۔ سی طرح
ہمارے جملہ فعل ور عمل ور گفتار و کردار س زمین پر جس پر وہ وقوع ہوتے
ہیں۔ ور ہمارے جسم کو ہر س عضو پر جس سے وہ سرزد ہوتے ہیں۔ ور ہر ذی روح
چیز یا ذی روح جانور یا نسان پر جس سے س کا تعلق ہوتا ہے۔ ان سب پر وہ فعل پنا
عکس ور نقش چھوڑ جاتا ہے۔ جیسا کہ یک حدیث میں ہے کہ گر کوئی مرد یا عورت
آپس میں زنا کریں تو قیامت کے روز س کی صورت میں پیش ہوں گے کہ اس زانیہ
عورت کا فرج س زانی مرد کے ماتھے پر کندہ، منقش ور ہویدا ہوگا۔ ور مرد کا آلہ
تناسل س عورت کے ماتھے پر لٹک رہا ہوگا۔ بلکہ قیامت کے روز برے ر دے بد
خیالات ور نارو معتقدات کا بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں محاسبہ ہوگا۔

و ن تبدو ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ

یعنی جن ر دوں ور خیالات کو تم پنے فعل ور عمل کا جامہ دے کر ظاہر کرو
گے یا ن کو پردہ عمل تک نہ لا کر پنے سینوں کے ندر چھپا چھوڑو گے۔ ن سب کا اللہ

تعلی تم سے می سبہ کرے گا و حساب کتاب ے گا۔ تو سہ تعلی

افلا یعلم اذ بعثر ما فی القبور و حصل ما فی الصدور ن ربھم بھم یومئذ لخبیر

(ترجمہ) کیا نسان نہیں جانتا کہ قیامت کے روز س کا جسم جو قبر کے ندر دفن کیا گیا تھا۔ حساب کتاب کے لئے کھڑا کیا جائے گا۔ ور جو کچھ سینے کے ندر ہو گا وہ حاصل ور معلوم کیا جائے گا۔ غرض جس طرح علم سائکومیٹری کا ماہر میڈیم پنی مسلط روح کے زیر ثر جب کسی چیز کو ہاتھ میں لے لیتا ہے تو اس چیز کی روح کا ریکارڈ حرکت میں آ جاتا ہے ور اس کی پچھلی تاریخ دہرائی جانی شروع ہو جاتی ہے۔ ور ریکارڈ کی طرح س چیز کے پچھلے واقعات ور حالات اس میڈیم کی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں۔ سی طرح قیامت کے روز جب اللہ تعالی دنیا و مافیہا کو پنی قدرت کاملہ سے محاسبے ور سزا جزا کے لئے برانگیختہ فرمائے گا۔ تو س کی روح کا ریکارڈ اللہ تعالی کے دست قدرت پر بجنے لگ جائے گا۔ ور زمین پنے گذشتہ بھاری حادثات ور سنگین حالات خارج اور ظاہر کرے گی۔ اور نسانوں کے جسم فلم کے پردہ ہائے سیمیں بن کر پنے کردار ور گفتار کو ہر کر نمود ور ظاہر کریں گے۔ ور عمل کا ہر نیک و بد یٹم ور ذرہ س دن پید ور ہویدا ہو جائے گا۔ جیسے کہ اللہ تعالی کا رشاد ہے۔

اذا زلزلت الارض زلزالھا و اخرجت الارض اثقالھا و قال الانسان مالھا یومئذ تحدث اخبارھا بان ربک اوحی لھا یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالھم فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ

(ترجمہ) جب قیامت کے روز زمین اللہ تعالی کے ید قدرت کے مارے سے جنبش میں آئے گی ور زمین پنے گذشتہ بھارے ور سنگین حادثات ور واقعات خارج ور

ظاہر کردے گی۔ ور نسان کہے گا کہ زمین کو کیا ہو گیا ہے۔ چنانچہ س روز وہ ناطق ورگویا ہو کر پنے حالات ور واقعات بیان کرے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سے مر ور وحی کیا ہو ہوگا۔ س روز ہر نسان کو الگ الگ صدر ور درمیان میں کھڑا کیا جائے گا۔ ور تماش بین لوگ ن کے گرد گرد ہوں گے تا کہ اس کے تمام گذشتہ عمل یعنی جملہ زندگی کے کردار ور گفتار س کے پردہ سکرین پر دکھائے اور دہرائے جائیں۔ پس جس شخص نے یک ذرہ برابر نیکی کی ہوگی۔ وہ پھر نظر آجائے گی۔ ور گر ذرہ برابر برائی کی ہوگی۔ وہ بھی دیکھ دی جائے گی۔

غرض اللہ تعالیٰ کے پاس تمام لوگوں کے عمل ور فعل کے زندہ ٹھوس ریکارڈ چلتی ہوئی فلموں کی طرح موجود ہیں۔ چنانچہ قیامت کے روز اسے ہژدہ ہزار عالم کے درمیان کھڑا کیا جائے گا۔ ور اس کی تمام زندگی کے فلمی فیتے کو اللہ تعالیٰ پنی قدرت کی مشین پر س طرح لگائے گا ور چلائے گا کہ س کی تمام زندگی کے کردار ور گفتار س کے وجود کے پردے میں لوگوں کو دکھائی دیں گے۔ یعنی جو نیک ور بد ور چھوٹا بڑا فعل س نے زندگی میں کیا ہوگا یعنی س کی زندگی کا وہی مکان ور وہی وقت ہوگا۔ اور س کا وجود وہی کام س طرح دوبارہ کرتا ہو نظر آئے گا۔ مثلاً کسی شخص نے بیگانی عورت سے زنا کیا ہے تو س کا جسم سی وقت ور سی مکان میں سی طرح س عورت کے ساتھ زنا کا فعل کرتا نظر آئے گا۔ سو اے بندگان خدا! س بڑے دن کی فضیحت، ذلت، رسوائی ور شرمساری سے ڈرو کہ ہژدہ ہزار عالم تماشائی ہوگا۔ ور بدی رسوائی و شرمساری ور ہمیشہ کی ذلت و خواری اٹھانی پڑے گی۔ پنے عمل و فعل ور کردار و گفتار کو شریعت کے معیار کے مطابق سنوارنے کی کوشش کرو۔ ور پنے ظاہر و باطن کو تقویٰ کے لباس ور عمل صالحہ کے زیور سے آراستہ ور پیراستہ کرو۔ تا کہ قیامت کے روز ہمیشہ کی سرخروئی ور سرفرازی حاصل ہو۔

اے عزیزو! تم ہر روز لوگوں کے فرضی ور بناوٹی قصوں کی فلم دیکھنے جاتے ہو ور

پنے گاڑھے پسینے کی مائی ورعزیز عمر کا قیمتی وقت ضائع رتے ہو۔ ور س کے
عوض نکھوں کا زنا ورفحش خیالات ور برے ر دے مول یتے ہو۔ تمہیں یہ خیال
کبھی نہ یا ہوگا کہ یک دن تمہاری تمام عمر کی سٹوری کے جملہ کردار ور گفتار شڑدہ
ہزار عام کے سامنے تمہارے وجود کے پردے پر دکھائے جائیں گے۔ کیوں نہ عمر
عزیز کی ن قیمتی گھڑی کو کسی نیک عمل یا اللہ تعالیٰ کی عبادت ور طاعت میں صرف
یا جائے۔ تاکہ تمہارے کردار کے س عمدہ پارٹ کو قیامت کے روز جن و نس ور
فرشتے دیکھ کر عش عش رتے رہ جائیں ورتمہارے س نیک کردار پر تحسین و فرین
کے نعرے بلند ہوں ور اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے عوض وہ نعمتیں عطا رے جو نہ کبھی
نکھوں نے دیکھی ہیں نہ کانوں نے سنی ہیں۔ ور نہ کسی دل پر ن کا خطرہ ور خیال
گذرا ہے۔ ہم جب کبھی پنے گھر سے باہر نکلتے ہیں تو پنے چہرے، کپڑوں، بالوں
کو بار بار ئینے میں دیکھتے ہیں کہ دیکھیے ہمارے جسم کی زینت کپڑوں، خدوخال ور
حسن و جمال کی زیبائش میں کوئی کمی باقی نہ رہ گئی ہوتا کہ لوگوں کی نظروں میں سبکی ور
خفت نہ ہو۔ لیکن س روز کا کبھی خیال نہیں گذرتا جس کی نسبت اللہ تعالےٰ فرماتے
ہیں یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ یعنی بعض چہرے چودھویں کے چاند کی
طرح روشن ور تاباں ہوں گے ور بعض چہرے بالکل سیاہ، تاریک ور قبیح بعض کے
لیے وہ بڑی رسوائی اور خواری کا روز ہوگا۔ ور بعض کے لیے بڑی عزت ور سرفرازی
کا دن ہوگا۔ قرآن مجید کی یہ چھوٹی سورۃ زلزال جس کی میں نے مذکورہ بالا تفسیر پ
کے سامنے پیش کی ہے۔ کبھی پ کے سامنے س شکل میں نہیں ئی ہوگی۔ قرآن
کریم تمام س قسم کے نکتوں، دلچسپ حقائق ور دقیق وعمیق معارف ور اسرار سے
لبریز ور معمور ہے۔ لیکن ہمارے پاس ن پر غور ور خوض کرنے کے لیے فرصت
نہیں ہے ورنہ وہ صحیح فہم ور فراست ہے۔
س فقیر نے یورپ کے سپرچولسٹس کی بہت کتابیں دیکھی ہیں۔ ور ن کے مزیچر

کا بڑ وسیع مطالعہ محض س غرض سے کیا ہے تا کہ ن کے ذریعے پنے قرآنی حقائق ثابت کروں۔ کیوں کہ ہماری مذہبی باتوں ور روحانی روایتوں کو آج کل کے روشن خیال مغرب زدہ نوجوان یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کرتے ہیں کہ یہ تو پرانے فرسودہ ور دقیانوسی خیالات ہیں۔ ہمارے روشن دماغوں میں ن کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ لہذا ہمیں س لٹریچر کے مطالعہ سے ن کے یورپین پیشواؤں ور لیڈروں کے مغربی دماغوں کے مطابق ظہار خیال ور ن کی زبان ور صطلاح میں ن سے تخاطب ور کلام کرنے کے موقع حاصل ہو گئے ہیں۔

یورپ کے سپر چولسٹس میں ایک علم پورٹس مروج ہے۔ ور وہ یہ ہے کہ ن کے روحانی حلقوں کے سپرٹس (Spirits) یعنی روحیں باہر کی ٹھوس جسم چیزیں بند کمروں کے ندر لے آتی ہیں۔ ور بند مقفل کمروں سے ندر کی چیزیں باہر لے جاتی ہیں۔ س کی صورت یوں ہوتی ہے کہ سپر چولسٹس پنے کمرے کے ندر حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ور کمرے کو ندر سے قفل لگا دیتے ہیں۔ ن میں یک میڈیم یعنی وسیط ہوتا ہے۔ جس پر روح ور جن یا آسیب مسلط ہوتا ہے۔ تو س روح کو حاضر کرنے کے لیے عموماً گانا بجانا شروع کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ گانے سے وہ روح جلدی حاضر ہو کر س میڈیم پر مسلط ہو جاتی ہے۔ ور میڈیم بے خود ور بے ہوش ہو جاتا ہے۔ ور وہ روح س کی زبان پر بولنے لگ جاتی ہے۔ ور گاہے وہ روح س کے سر سے تر کر س کے جسم سے خارج ور لگ ہو کر س کمرے کے ندر نمودار ہو جاتی ہے ور میٹیریلائزڈ (Materia Lised) یعنی جسم ور متشکل ہو کر ٹھوس مادی صورت ختیار کر لیتی ہے ور ہل حلقہ سے باتیں کرتی ہے۔ ور ن کے ہر سوال کا جواب دیتی ہے۔ س وقت جب کبھی ہل مجلس س سے کسی چیز کی فرمائش کرتے ہیں کہ فلاں چیز ہمیں باہر سے لا دو۔ تو وہ روح ن کی فرمائش کے مطابق وہ چیز فوراً باہر سے ٹھا کر بند مقفل کمروں کے ندر لا دیتی ہے۔ سپر چولسٹس کی صطلاح میں

س علم کو پورٹس (Apports) کہتے ہیں۔ چنانچہ مختلف شیء مثلاً تازہ پھول، پھل، میز رسیں قیمتی پتھر، سبز پودے، پرندے، جانور حتیٰ کہ زندہ نسان تک بذریعہ پورٹس بند کمروں کے ندر لا دیے جاتے ہیں۔ ور سی طرح ندر کی چیزیں ٹھا کر باہر لے جائی جاتی ہیں۔ چنانچہ یہ علم ور عمل یورپ کے سپر چولسٹس میں بہت عام طور پر مروج ہے۔ ور س سے کوئی شخص نکار نہیں کر سکتا۔ س فلاسفی کے حل کے متعلق کہ یک بالکل ہر طرح سے بند مقفل کمرے کے ندر باہر کی ٹھوس چیز س طرح ندر آجاتی یا ندر سے باہر چلی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر چیز کے تین ڈائمنشن یعنی رخ ور پہلو ہوتے ہیں۔ یک مبائی، دوم چوڑائی ور سوم موٹائی سپر چولسٹس کہتے ہیں۔ یہ ہر ٹھوس چیز کا یک چوتھا ڈائمنشن یعنی رخ ور پہلو ہے۔ کہ یک ٹھوس چیز دوسری میں سے گذر جاتی ہے۔ جس کی حقیقت بھی آج تک معلوم نہیں ہو سکی۔

دوسرا نظریہ جو ن سپرٹس یعنی روح کا بتایا ہوا ہے جب کہ ن سے سوال کیا گیا کہ تم ن ٹھوس مادی چیزوں کو بند کمرے کی دیواروں ور کواڑوں میں سے کیونکر گذار کر لے آتے ہو۔ حالانکہ یہ سائنس کے صول کے بالکل مخالف ہے کہ یک مادی چیز بغیر وزن ور سوراخ کے دوسری مادی چیز میں سے گذر جائے۔ تو ن سپرٹس (Spirits) نے جواب دیا کہ ہم س چیز کو جسے یک کمرے کی ٹھوس دیوار میں سے گذارنا چاہتے ہیں۔ پنی قوت رادے یعنی ول پاور (Will Power) سے س چیز کو گیس، ہوا یا س سے زیادہ لطیف صورت میں لا کر کمرے کی دیواروں میں سے گذار دیتے ہیں۔ پھر سپر چولسٹس نے ن سے دریافت کیا۔ ہم نے مانا کہ تم پنی قوت رادی سے یک ٹھوس چیز کو ہوا ور گیس کی لطیف صورت میں تبدیل کر کے کمرے کے ندر لے آتے ہو۔ ور پھر سے دوبارہ منجمد ور ٹھوس بنا دیتے ہو۔ لیکن جب کبھی تم کسی ترکاری، پھول، پھل یا کسی زندہ چیز کو ندر لانے کے لیے گیس ور ہوا کی لطیف صورت میں لاتے ور پگھلاتے ہو گے۔ تو س طرح وہ چیز ضائع ہو ور

ہلاک ہو جاتی ہو گی۔تو س کے جو ب میں روح نے کہا کہ ہم س چیز کے لئے
دیو ر کی تنی جگہ کو جس میں سے وہ چیز گذ رنی مطوب ہوتی ہے لطیف بنا دیتے ہیں۔
ور وہ چیز گذ ر دیتے ہیں۔غرض ن ہر دو نظریوں میں سے جونسا بھی صحیح ہے۔یا س
کے علاوہ روح کے پاس کوئی ور حکمت ہو۔ یہ بات با لکل مسلم ور ٹھوس حقیقت
ہے کہ سپرٹس یعنی روح بند کمروں کے ندر باہر کی ٹھوس چیزیں ندر لے آتی ہے ور
ندر کی چیزیں باہر لے جاتی ہیں۔ ور س میں ذرہ بر بر جھوٹ ور مبالغہ نہیں ہے۔
ور سپر چولسٹس کے درمیان یہ عمل یک عام معمول ہے۔ور ہر روز ہز روح حلقوں
کے ندر یہ عمل جاری رہا!شہادتیں سینکڑوں لوگوں کے روبرو کیا جاتا ہے ور بڑے بڑے
فلاسفر، سائنس دان، ڈاکٹر ور نجینئر ان حلقوں میں موجود ہوتے ہیں۔ ور ہر قسم
کے فریب ور دھوکے سے بچنے کے لئے س کمرے میں سائنس کے قسم قسم کے
آلات ور وز ر لگے ہوئے ہوتے ہیں۔وہاں کے سائنس دان ور فلاسفروں نے
س عمل کے بیس تیس سال کے متواتر گہرے مطالعے ور بے شمار تجربوں ور
مشاہدوں کے بعد قبول ور ختیار کیا ہے۔ ب ہم علم پورٹس کے یک دو و قعات س
جگہ بیان کرتے ہیں جسے جان ہنٹر صاحب نے پنی کتاب کسپورنگ دی سائکک
ورلڈ (Psychic World) کے صفحہ 185 میں لکھا ہے۔ جو زندہ نسانوں کو
جو پورٹس بند کمروں کے ندر لانے ور باہر لے جانے کے و قعات ہیں۔چنانچہ
وہ لکھتے ہیں۔

کہ یہ 3 جون 1871ء کا و قعہ ہے۔ ور س و قعہ کی تصدیق کے لئے دس لیسے
معتبر عینی شاہدوں ور گواہوں کے دستخط موجود ہیں جن کی موجودگی میں ور ن کے
روبرو یہ و قعہ رونما ہو ہے۔ یہ حلقہ سر ولیم کروکس کے روبرو جو یک بڑے پایہ کی
چوٹی کے نامور سائنس دان ہوئے ہیں۔ ور ن کے بھائی ڈ کٹر جان کے گھر قائم
ہو تھا۔ ورڈ کٹر برہام ولیس نے دس حاضرین حلقہ کی شہادتیں لے کر س و قعہ کو

قلمبند کیا ہے۔ س حلقہ میں میڈیم مس فلورنس کک تھیں۔ ور ن پر جو روح مسلط
تھی س کا نام کیٹی کنگ (Kaity King) تھا۔ ڈ کٹر بر ہ م و ٹ لکھتے ہیں کہ نہ
کوئی درو زہ ور نہ کوئی کھڑکی کھلی تھی۔ ور کمرے میں ندھیر تھا۔ کیٹی کنگ کی روح
حاضر تھی۔ ور حاضرین حلقہ کی فرمائش پر مختلف شیاء بطور پورٹس لا رہی تھی۔ چنانچہ
حاضرین میں سے یک شخص نے کسی چیز کے لانے کی فرمائش کی۔ جس پر یک
دوسرے شخص نے بطور مذ ق ور خوش طبعی کہا کہ میری خو ہش ہے کہ آپ مسز
گوپی (Guppi) کو لے آویں۔ س پر یک تیسر شخص بولا۔ خد تمہار بھلا
کرے۔ س بات کی مید کیوں کر ہو سکتی ہے کہ کیٹی مس گوپی کو جو نہ ت کی بہت
بھاری میڈیم ہے ٹھا لا وے۔ اس پر کیٹی کنگ روح نے تین دفعہ کہا آئیدل (I
Will) یعنی میں ضرور لاؤں گی۔ پھر جان نے چلا کر کہا ٹھہر جاؤ۔ تم یہ نہیں کر سکو
گی۔ پھر حاضرین حلقہ میں سے کسی کی آو ز آئی۔ خد کی پناہ۔ کوئی چیز میرے سر پر آ
رہی ہے۔ تب تو یک دو چیخوں کے ساتھ میز پر کسی چیز کے دھڑ م سے گرنے کی
آو ز آئی۔ روشنی کی گئی۔ تو ہم تمام حاضرین یہ دیکھ کر دم بخود رہ گئے کہ مسز گوپی
ہمارے سامنے میز پر بیٹھی ہوئی موجود ہے۔ ور ہم سب حلقہ د راس کے ردگرد جمع
ہیں۔

مسز گوپی اس وقت عالم استغر ق ور بے ہوشی میں با لکل ساکن ور بے حس معلوم
ہوتی تھی۔ تمام ہل حلقہ پر خوف ور ہر س چھایا ہو تھا کہ خد نخو ستہ مسز گوپی کو گزند
ور نقصان نہ پہنچا ہو۔ س وقت س نے پنا یک ہاتھ آنکھوں پر رکھا ہو تھا۔ ور صبح
کا ڈھیلا گاؤن پہنے ہوئے تھی۔ ور بیڈ روم کے سیپروں کا یک جوڑ اس کے پاؤں
میں تھا۔ س کے دوسرے ہاتھ میں یک پن یعنی قلم تھا۔ جو س کے ہاتھ کے ساتھ
زنجیت پر پڑ ہو تھا۔ کیٹی کنگ کی روح کو سے پنے مکان سے ٹھا لانے میں
بمشکل تین منٹ کا وقفہ گذر ہو گا۔ س کے تھوڑی دیر بعد مسز گوپی ہوش میں آئی۔

ورہم نے حلقہ کی کارروئی بدستور جاری رکھی۔ ورس کارروئی میں مسز گوپی کے ورپڑے ٹیلی کنگ کے ذریعے بجو رپورٹس منگوئے گئے۔ حلقے کے خاتمہ پر حلقہ کے چار ممبر مسز گوپی کے ہمر ہ سے پہنچنے کے سے س کے گھر ہائی بری (High Burrey) جو وہں سے تین چار میل کے فصلے پر تھ بھیجے گئے۔ جہں جر نہیں مسز گوپی کی رفیق مس نے مینڈ (Nai Land) کی زبنی معلوم ہو کہ دونوں نگیٹھی کے پس بیٹھی حسب کر رہی تھیں کہ یک بخت وپر دیکھنے سے مس نے مینڈ کو معلوم ہو کہ مسز گوپی یک دم وپر چھت کی طرف ڑ کر غئب ہوگئی۔ ورچھت کے ستھ تھوڑ س دھوں ور غبر چھوڑ گئی ہے۔

سی قسم کا یک دوسر پچھلے سوں کا وقعہ مرکوس سنتورین سکاٹ (Marqus Sentooine Scott) نمی یک میڈیم کا ہے۔ جو 29 جولئی 1928ء کو مسلسمو کاسل (Melsmo Casile) میں وقع ہو۔ جسے پروفیسر بز نو (Bizzanu) نے یوں قلم بند کیا ہے۔

دورن حلقہ میں میں خود موجود تھ۔ کہ مسٹر سکاٹ میڈیم نے گھبرئی ہوئی آوز میں چل کر کہ۔ کہ س وقت میں پنے پؤں محسوس نہیں کر رہ۔ گر موفون بج جو س وقت بج رہ ہے۔ ٹھہر دیا گیا۔ س کے بعد یک موت کی سی خموشی حلقے پر یک لحظہ چھئی رہی۔ میڈیم کو نام سے پکر گیا۔ لیکن س نے کوئی جوب نہ دیا۔ بعدہ ندھیرے میں سے ٹٹول گیا۔ س کی جگہ خلی پئی گئی۔ ہم نے سرخ روشنی سے کمرے کو روشن کیا۔ درو زے سب سی طرح بدستور بند تھے۔ ور ن کی چبی ندر ہمارے پس تھی۔ لیکن میڈیم کمرے سے غئب تھ۔ س کاسل (Casile) کے تمم کمروں میں میڈیم کو تلاش کیا گیا۔ لیکن تلاش بے سود ثبت ہوئی۔ آخر تین گھنٹے کی سخت تلاش کے بعد میڈیم کو غلے کے یک کمرے کے ندر جو بہر سے مقفل تھ۔ خشک گھاس کے ڈھیر پر گہری نیند سویا ہو پیا گیا۔ مصنف کتاب سرجات بٹر لکھتے ہیں کہ

زندہ نسانی پورٹس کے پیچھے سی قسم کے وقعات کا ریکارڈ میری لبریری میں موجود ہے۔ جو حال ہی وقع ہوئے ہیں۔ اس قسم کا معاملہ ہمارے یک مخلص محمد صادق نامی شخص کے ساتھ وقع ہو ہے۔ جس کا مفصل ذکر ہم اس کتاب کے پچھلے صفحوں میں کر چکے ہیں۔

ب ناظرین ندازہ لگالیں کہ ایک معمولی روح جسے ہم پنی صطلاح میں یک جن یا آسیب کہہ سکتے ہیں۔ یک زندہ نسان کو دو تین منٹ کے ندر تین چار میل کے فاصلے پر یک مکان سے ٹھا کر دوسرے مقفل بند کمرے کے ندر ڈال سکتی ہے۔ تو کیا للہ تعالیٰ قادر وقوی ورحی وقیوم ورخالق کائنات کو یہ طاقت حاصل نہیں ہے کہ وہ خود پنی قدرت کاملہ سے یا پنے زبردست فرشتے کے ذریعے حضرت عیسیٰ علیہ سلام کو بند کمرے سے ٹھا کر آسمان پر لے گیا ہو۔ یا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو معراج کی رات بیت مقدس ور وہاں سے آسمان پر لے گیا ہو۔ کہاں ہیں وہ کور چشم مردہ دل نفسانی لوگ جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے جسمانی معراج پر چہ میگوئیاں کرتے ہیں۔ یا کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ سلام جسمانی طور پر آسمان پر نہیں گئے۔ گو مادی جزئی عقل س قسم کی خارق عادت معاملے کو باور کرنے سے ہچکچاتی ہے۔ کہ یک مادی بھاری ور وزنی ٹھوس چیز یا یک زندہ بھاری بھرکم نسان یک مکان سے بغیر ظاہری ور مادی سباب کے یک طرفۃ لعین میں ٹھا کر یک جگہ سے دوسری جگہ لے جا سکتا ہے۔ لیکن یورپ میں سپرٹس کے ذریعے بطور پورٹس کے یہ کام عام طور پر سینکڑوں لوگوں کے روبرو ثابت سائنس کے ہر قسم کے ٹسٹ ور آزمائش کے وجود دکھائے جاتے ہیں۔ اور یہ معاملات آج کل کے اہل یورپ کے روحانی حلقوں کے ندر س طرح عام طور پر دیکھے جاتے ہیں جس طرح ہم یہاں کی نئی یجادات کے بعید ز عقل کارنامے ور زندہ مادی کرامات آئے دن دیکھتے ہیں۔ جن کی بدولت نسان روئے زمین پر ہر طرف لوہے کے گھوڑے دوڑا رہے ہیں۔

پرندوں کی طرح ہوا میں اڑ رہے ہیں۔ بلکہ فرشتوں کی طرح چاند و مریخ تک پہنچنے
کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ دریاؤں اور سمندروں میں مچھلیوں کی طرح تیر رہے
ہیں۔ ہزاروں میل دور مغرب کی باتیں ایک آن میں مشرق کے اندر سنائی دیتی
ہیں۔ اور آئندہ اس سے زیادہ بعید از عقل کارناموں کی توقع کی جا سکتی ہے۔ پہلے
زمانے میں جب کہ روحانی سائنس اور باطنی علوم پورے عروج پر تھے۔ اور اللہ تعالیٰ
نے اپنے پیغمبروں اور اولیاؤں کو لوگوں کے رشد و ہدایت کے لیے یہ باطنی کمالات
اور روحانی کرامات عطا فرمائی تھیں۔ کہ وہ غیبی لطیف مخلوق جن، ملائکہ اور ارواح کے
ذریعے اس قدر حیرت انگیز بعید از عقل کام کرتے تھے۔ اگر سائنس دان انہیں دیکھ
لیں تو انگشت بدنداں رہ جائیں۔ چنانچہ آج کل کے اسپریچولسٹس کے نفسی ارواح
کے کارناموں نے یورپ کے بڑے بڑے سائنس دانوں اور فلاسفروں کو حیرت
میں ڈال رکھا ہے۔ چہ جائے کہ اہل سلف کے بڑے علوی روحانی کمالات کے
مقابلے میں ان کی کوئی وقعت نہیں ہو سکتی۔ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے معراج کی
رات آسمانوں اور عرش و کرسی وغیرہ علوی مقامات کی سیر کرنے اور حضرت عیسیٰ علیہ
السلام کے چوتھے آسمان پر چلے جانے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملکہ بلقیس
کے کئی سو من بھاری سونے کے تخت کو سینکڑوں میل سے ایک طرفۃ العین میں اٹھا کر
اپنے پاس حاضر کرنے کا معاملہ ایپورٹس کا زبردست کارنامہ نہیں ہے جس کے
معمولی نمونے یورپ کے اسپریچولسٹس بطور مشتے نمونہ از خروارے علی رؤس الاشہاد
دکھا رہے ہیں۔ اور ہمارے قرآنی حقائق پر مہر تصدیق ثبت کر رہے ہیں۔ لیکن
ہمارے اپنے عقل کے اندھے پھر بھی ہمارے اہل سلف پیغمبروں کے معجزات،
اولیاؤں کی کرامات اور قرآن کریم میں اس قسم کے بعید از عقل واقعات کو جھٹلاتے
ہیں یا انہیں توڑ مروڑ کر اپنی ناقص عقل کے ساتھ تطبیق دینے کے لیے نہایت ناروا
تاویلیں کرتے ہیں۔ حالانکہ آج کل یورپ میں ایک بھی ایسا شخص نہ ہوگا جو ان

حق حق پر یقین نہ رکھتا ہو۔ بلکہ باوجود اس کے کہ دنیا میں اب قسم کا ہر بعید از عقل معاملہ ٹھوس حقیقت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے اندر صریح الفاظ میں اس بات کو بار بار تاکید ارشاد فرماتے ہیں کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ قتل کیا تھا اور نہ سولی پر چڑھایا تھا بلکہ ہم نے جو ور پولس تھا گر ات پر چڑھا لیا تھا قول تعالیٰ

وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم

یعنی انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو نہ تو قتل کیا تھا اور نہ سولی دی تھی بلکہ انہیں شبہ میں ڈال دیا گیا تھا۔ پھر دوسری جگہ اس سے زیادہ پر زور الفاظ میں ارشاد ہے وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ یعنی انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف چڑھا لیا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ پچھلے زمانے میں ایسے جھوٹے بناوٹی پیغمبر ظاہر ہوں گے۔ جن کے پاس نہ تو کوئی اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی غیبی روحانی طاقت ہوگی اور نہ باطنی علم ہوگا۔ جن کی پیغمبری اور نبوت کی بنیاد محض زبان کی طراری، فرضی پیشین گوئیوں اور جھوٹی تاویلوں پر ہوگی۔ اور سائنس کے مادہ پرست زمانے میں ہر خلاف عقل باطنی اور روحانی معاملے کو سمجھنے والے اور باور کرنے والے بہت تھوڑے آدمی ہوں گے۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر بطور تاکید وما قتلوہ یقینا کے پر زور الفاظ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل ہونے اور سولی پر چڑھائے جانے کے واقعہ کا انکار فرما دیا ہے۔ جیسے کہ بعض نے یہاں تک مشہور کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے ہیں۔ اور کشمیر میں ان کی قبر موجود ہے۔ بے شک کشمیر میں ایک قادری بزرگ کی قبر ہے جس نے اپنی زندگی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مردے زندہ کئے تھے۔ اور لوگوں میں ان کا لقب عیسیٰ ثانی ہو گیا تھا۔ غرض جھوٹی تاویلیں بنانے والوں اور فرضی پیشین گوئیوں کو سچا ثابت کرنے والوں کو ایسے حیلے اور بہانے خدا دے۔ چنانچہ

انہوں نے اس بزرگ عیسیٰ ثانی کو حضرت عیسیٰ ابن مریم ثابت کر دیا۔ اور بہت سے بے وقوف اس بات کو باور کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ حالانکہ بیت المقدس سے کشمیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پہنچنے اور یہاں گمنامی میں فوت ہونے اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کا عیسیٰ ابن مریم کی بجائے عیسیٰ ثانی مشہور ہونے کی سب باتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمین سے آسمان پر چڑھائے جانے سے بھی زیادہ خلاف عقل ہیں۔ اور پرانی اور نئی تواریخوں میں کہیں بھی اس کا ذکر تک نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر چڑھائے جانے پر یہ کیا جاتا ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چڑھائے گئے ہیں۔ تو وہ وہاں کیا کھاتے پیتے اور دیگر کام کرتے ہیں۔ اس سوال کا جواب قرآن کریم نے ہی پہلے سے دے دیا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے روئے زمین پر بطور اپورٹس (Apports) اس قسم کے آسمانی دسترخوان میں آسمانی غذا اتاری گئی تھی۔ اور معترضین کو دکھا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ قادر قیوم کے ہاں ہر قسم کا انتظام موجود ہے کہ وہ اہل زمین کے لیے آسمانی غذا نازل فرماتا ہے۔ اور جس اہل زمین کو چاہے آسمان پر اٹھاتا اور اسے آسمانی غذا کھلاتا پلاتا ہے۔ اور جب تک چاہے اسے زندہ رکھتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اذ قال الحواريون يعيسى ابن مريم هل يستطيع ربك ان ينزل علينا مائدة من السماء

(ترجمہ) جب کہ حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کیا آپ کا رب یہ کرنے پر قادر ہے کہ وہ ہم پر آسمان سے کھانے کا دسترخوان نازل فرمائے۔ آپ نے فرمایا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ اور اگر تم ایمان دار ہو تو اللہ تعالیٰ یہ کر دکھا دے گا۔ حواریوں نے عرض کیا ہم چاہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی آسمانی غیبی غذا زمین پر کھا کر دیکھیں اور دل اطمینان حاصل کریں۔ اور یہ جان لیں کہ تو نے ہم سے جو وعدہ فرمایا ہے تو نے اسے سچ کر کے دکھا دیا ہے تاکہ ہم

تیرے س معجزے کے گو ہ بن ج ئیں۔ س وقت عیسی علیہ س م بن مریم نے دع

مانگی کہ ے اللہ! ہم پر آسم ن سے کھ نے ک دسترخو ن ن زل فرم ۔ت کہ یہ دن میری

مت کے س بقین ور متاخرین لوگوں کے لیے عید ور خوشی ک دن بن ج ئے۔ ور یہ

تیری قدرت ک بڑ ک رن مہ ور معجزہ ث بت ہو۔ ور ہمیں س قسم ک آسم نی غیبی رزق

عط فرم ۔ ور تو بہترین رزق پہنچ نے و لا ہے۔ سو اللہ تع لی کی قدرت ک یہ کرشمہ

قر آنی شہ دت میں ن منکرین ور معترضین کے لیے ک فی ور ش فی جو ب ہے جو

کہتے ہیں کہ عیسی علیہ س م گر آسم ن پر زندہ موجود ہیں تو وہ کی کھ تے پیتے ہیں۔

ور کس طرح زندہ ہیں۔ نیز یہ در ہے کہ حضرت عیسی علیہ س م کی سرشت، خلقت ور

پید ئش چونکہ ملکوتی متزج ور روح نی خت ط سے وقوع ہوئی تھی۔ ور ن کے جسم

عنصری میں روح نی عنصر ک غلبہ تھ ۔ س و سطے ن ک بطور پورٹس ع لم ب لا کی طرف

ٹھ ی ج ن بہت غلب ور آس ن تھ ۔ ہم رے آق ئے ن مد ر حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کو دو

دفعہ یک ب ر ع لم نفس ور دوسری ب ر ع لم آف ق میں معر ج ہو۔ ور قر آن کریم میں

ن ک ذکر دو ب ر یک سورۃ سریٰ میں ور دوم سورۃ و نجم میں آی ہے۔ ور ح دیث

معر ج میں مذکور ہے کہ معر ج سے پہلے آپ ک سینہ چ ک کی گی ۔ ور سے آب

حی ت لطف سے دھوی گی ۔ ور نور حضور ذ ت سے آپ کے تم م لط ئف کو زندہ ور

ت بندہ کر دی گی ۔ بعدہ آپ کے جسم اطہر کو کم ل لط فت عط کر کے بر ق کی ب طنی

بر ق ور رفرف کی روح نی ب ٹی ری کے ذریعے ع لم ب لا کی طرف چڑھ ی گی ۔

قر آن کریم میں یک معر ج ک ذکر سورہ بنی سر ئیل میں مجمل طور پر یوں آی ہے۔

سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد

الاقصی الذی برکنا حولہ لنریہ من ایتنا انہ ھو السمیع البصیر

(ترجمہ) پ ک ہے وہ ذ ت جو لے گئی ر ت کے وقت پنے بندے محمد ﷺ کو

مسجد حر م یعنی خ نہ کعبہ سے مسجد قصی یعنی بیت مقدس کی طرف جس کے ردگرد ہم

نے برکت ڈال رکھی ہے۔تا کہ سے پنی قدرت کی نشانیں دکھ ئیں۔ ور وہ د نا

ور بینا ہے۔قر ن مجید کے ندر دوسری دفعہ معر ج کا ذکر سورہ و نجم میں ذر تفصیلاً

یا ہے جس میں ذکر ہے کہ ولقد راہ نزلة اخری یعنی پ نے دیکھ س کو یعنی

اللہ تعالیٰ کو دوسری بار چنانچہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو دو بارہ یک بار عالم نفس ور

دوسری بار عالم فاق میں بڑے بھاری ور ہم معر ج ہوئے ور دو دفعہ پ کو اللہ

تعالیٰ کی ذ ت کا دید ر ہو ورنہ ویسے تو اللہ تعالیٰ بچپن سے لے کر چالیس سال کی عمر

تک پ کو نبوت کے مختلف علے مر تب ور ختم رسالت کے بے شمار فضل

مالات سے سرفر ز فرماتے رہے ہیں۔ ور کئی دفعہ پ کا سینہ اور صدر چاک کیا

گیا۔ ور سے ہر غیر حل وغش ور نا خست سے دھویا ور پاک و صاف کیا گیا۔ ور

سے نور حضور سے معمور کر کے لطیف ور منور بنایا گیا۔ ور پ کو نبوت کے ظہار

سے پہلے ختم رسالت ور وحی کے بار گر ں کے سے تیار کیا جاتا رہا۔ جیسا کہ پ

کے س و قعہ سے ظاہر ہے کہ جب پ د لی حلیمہؓ کے لڑکے کے ہمر ہ یک دفعہ

یک پہاڑی و دی میں بکریاں چر رہے تھے کہ پ کو چند مد نکہ نے پکڑ کر شق صدر

کے سے یک پہاڑی کی چوٹی پر ٹھا یا تھا۔ چنانچہ د لی حلیمہ کا لڑکا گھبر یا ہو پنی

ماں کے پاس جا دوڑ اور یہ ماجر سنایا کہ محمد ﷺ کو چند سفید پوش دمی ٹھا کر پہاڑی

چوٹی پر لے گئے۔ ور نہیں نے ٹا کر ن کا سینہ چاک کر دیا۔ جسے سن کر د لی حلیمہؓ وہاں

دوڑ کر گئی تو پ کو صحیح سلامت بکریاں چر تے پایا۔ ور جب پ سے س و قعہ کی

بابت پوچھا تو پ نے سب ماجر کہہ سنایا۔

غرض پ کو چالیس سال تک و لایت ور نبوت کے بتد ئی روحانی مر حل اور

باطنی مد رج سے گذرنا پڑ ۔ ور پ مال خاموشی صبر اور تحمل سے سے برد شت

کرتے رہے۔ افسوس ہے ن کور چشم زبانی خشک علماء کے عقل پر جو کہتے ہیں کہ

حضرت سرور کائنات ﷺ کو ظہار نبوت سے پہلے کسی قسم کی گاہی نہیں تھی۔ پ

ہماری طرح بے خبر آدی تھے۔ ور یک بخت آپ پر نبوت کا بوجھ ڈل دیا گیا۔ آپ محض ہم تک وحی پہنچانے کا ذریعہ و وسط ور ذریعہ بنے۔ ور معاذ اللہ ہم میں ور ن میں کوئی فرق نہیں ہے یا وہ ہم سے بڑے بھائی کے برابر ہیں۔

معر ج سے و پسی پر آپ سے صحابہؓ میں سے عوم ور خواص نے دریافت کیا کہ یا حضرت ﷺ کیا آپ اللہ تعالی کو دیکھ آئے ہیں۔ آپ نے عوام کو جو ب دیا لیس کمثلہ شئی یعنی عوام کے دریافت کا یہ مقصد تھا کہ آپ نے اللہ تعالی کو کس شکل و صورت میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا میں اللہ تعالی کی کوئی مثل نہیں ہے۔ ور وہ ہر قسم کی تشبیہ ور تمثیل سے پاک ہے۔ س سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ تعالی کی یہ شکل و صورت تھی۔ ور خواص سے خطاب فرمایا کہ معر ج کی رات میں اللہ تعالی نے نور حضور دید ر سے رنگ دیا گیا ہوں۔ ور س نور قدیم کا عکس پنے سینے کے آئینے میں پنے ساتھ لے آیا ہوں۔ اس سے آپ نے فرمایا

من رانی فقد رای الحق بخاری مسلم ، فان الشیطان لا یتمثل بی صورتی (بخاری مسلم)

یعنی جس شخص نے مجھے (باطن میں) دیکھا س نے گویا حق کو دیکھ لیا۔ شیطان میری مثل نہیں ہو سکتا۔ سو یہ فقر اور تصوف کا باطنی مسئلہ ہے کہ خو ب یا مر قبے میں کوئی سالک حضرت نبی علیہ الصلوۃ و سلام کو دیکھے۔ تو س نے برحق آپ کو دیکھا۔ شیطان آپ کی صورت پر متمثل نہیں ہو سکتا یک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ

ان الشیطان لا یتمثل بی ولا بالقران ولا بالکعبۃ

آں حضرت صلعم نے فرمایا کہ شیطان میری صورت قرآن ور کعبہ کی صورت پر متمثل نہیں ہو سکتا۔ یعنی خو ب مر قبے ور غیبت کی باطنی دنیا میں شیطان ان ہر سہ مظہر ہد یت ور نور حق کی صورت پر متمثل ہو کر کسی کو دھوکا نہیں دے سکتا کیونکہ ن

حضرت صلعم اور قرآن اور کعبہ کی حقیقت ایک ہے۔ اور یہ ہر سہ حقیقتیں شیطان کی ضد ہیں۔ اور ہر سہ مظہر ہدایت اور نور حق ہیں۔ اور شیطان مجسم مظہر ضلالت اور ظلمت باطل کا پیکر ہے۔ باطنی دنیا کی جس مجلس میں ان ہر سہ پاک مقدس حقائق کا ظہور ہو وہ مجلس اور واقعہ حق سمجھا جاتا ہے۔ اور شیطان کی باطل کارستانی کو اس میں دخل نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ شیطان باطن میں ان مقدس صورتوں پر متمثل ہو سکتا ہے۔ انہوں نے بڑی بھاری غلطی کی ہے۔ اگر یہ ہے تو تمام باطنی اور روحانی دنیا پر سے اعتبار اٹھ جاتا ہے۔ اور حق اور باطل کا کوئی معیار نہیں رہتا۔ اور حق اور باطل کے درمیان تمیز ہی نہیں رہ جاتی۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ ان ہر سہ مظاہر ہدایت میں ان کے مختلف اجزا ترکیبی اور صور معنوی بھی شامل ہیں۔ یعنی شیطان کو آں حضرت ﷺ کے کسی صورت ذاتی، صفاتی، اعمالی اور افعالی پر متمثل ہونے کی طاقت نہیں ہے۔ اور خانہ کعبہ کے ہمراہ روئے زمین کی تمام مساجد شامل ہیں۔ اور قرآن کی حقیقت میں اس کی تمام سورتیں، آیتیں اور اسماء وغیرہ داخل ہیں۔ یعنی اگر کوئی شخص باطن میں آں حضرت ﷺ کو کسی صورت پر دیکھے وہ باطنی معاملہ حقیقت پر مبنی ہوگا۔ اگر اس واقعہ کے اندر دیکھنے والا آپ کی پاک صورت میں کوئی نقص دیکھے تو دیکھنے والا سمجھے کہ یہ اس کا اپنا نقص اور عیب ہے جو اسے آئینہ محمدی صلعم میں نظر آ رہا ہے۔ اسے رفع کرنے کی کوشش کرے۔ اسی طرح اگر دیکھنے والا خواب یا مراقبے کے اندر خانہ کعبہ یا کسی پاک مسجد میں کوئی واقعہ دیکھے تو وہ معاملہ بھی برحق ہوگا۔ خواہ وہ دیکھے کہ اس پاک مسجد میں کتے وغیرہ گھس آئے ہیں۔ یا گندگی وغیرہ پڑی ہے تو سمجھے کہ اس کے دل کے صحن میں حب دنیا کے کتے داخل ہو رہے ہیں۔ اور دنیا کی گندگی پڑی ہوئی ہے۔ اسے پاک کرے۔ اسی طرح جس باطنی مجلس کے اندر قرآن یا اس کی کوئی سورت یا آیت یا اسم الٰہی خود دیکھنے والا یا کوئی اور شخص پڑھ رہا ہو تو سمجھے کہ یہ مجلس برحق ہے۔ اگر کسی باطنی مجلس میں یہ چیزیں ظاہر نہ ہوں تو اس کا کوئی

عتبار نہیں ہے۔

ید رہے کہ اللہ تعالی کا کلام یعنی قرآن مجید کی تلاوت ور اس کی دعوت روحانی لطیف مخلوق کے حاضر رنے اور ن سے ہر قسم کی مدد ورخدمت لینے کا سب سے بڑ بھاری ذریعہ ور بہترین وسیلہ ہے۔ قرآن کی دعوت جب کسی سالک سے جاری ور رو ں ہو جاتی ہے۔ تو وہ دنیا ور آخرت میں بے نیاز ور لامحتاج ہو جاتا ہے۔ اور قرآن کی برکت سے ہر مشکل مہم حل رلیتا ہے۔ جب اہل دعوت غصے، قہر، غضب ور جدل سے دعوت قرآن شروع کرتا ہے تو باطنی غیبی موکلات بھی اس کی دل کی صفت پر باطنی ہتھیاروں مثلاً تیر مان، نیزوں، تلواروں ور بندوقوں سے مسلح ہو ر ہل دعوت کے پاس حاضر ہوتے ہیں ور ہل دعوت کے دشمنوں پر پنے باطنی ہتھیاروں سے ٹوٹ پڑتے ہیں ور نہیں یک دم میں ہلاک ور برباد ردیتے ہیں۔ ور جب کبھی ہل دعوت محبت ور شفقت کے جذبے سے پڑھتا ہے تو عالم غیب سے روحانی موکلات طرح طرح کے تحفے تحائف ز قسم مال، نقد وجنس س کی ضرورت کے مطابق ٹھائے ہوئے حاضر ہوتے ہیں۔ ور ہل دعوت کے آگے پیش رتے ہیں۔ جو جد میں بذریعہ تسخیر قلوب لوگوں سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ جس قدر کام مشکل ہم ور دشوار ہوتا ہے۔ ہل دعوت کو سی قدر زبردست غیبی موکل حاضر رکے س سے س کام کے حل رنے میں مدد دی جاتی ہے۔ یہ بات ہم پیچھے بیان رآئے ہیں کہ جن، مد ملک ور ارواح غیبی موکلات ہیں۔ ور جن سے مد ملک کی روحانی طاقت بہت زیادہ ہو رتی ہے۔ ور مد ملک سے روح کی باطنی قوت بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ کیونکہ کامل روحانی جس وقت دعوت کے ذریعے حاضر ہوتا ہے۔ تو س کی تیغ میں اس کی زندگی کے مسخر موکلات ز قسم جن و مد ملک بھی ہمراہ خدمت کے لئے حاضر ہو جاتے ہیں۔ ور ہل دعوت کے کام میں مدد ور معاون ہوتے ہیں۔

جب فقیر کامل عمل دعوت کی نہائی منزل کو پہنچ جاتا ہے۔ ور علم دعوت میں یکتا ہو

گر زندہ دہ ہو جاتا ہے۔ ور دعوت کا نور س کے ندر متمکن ہو جاتا ہے۔ تو وہ خیال نیت ور ر دے سے کام کرتا ہے۔ س وقت دعوت پڑھنے کے لیے سے زبان ور ہونٹ ہلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اللہ تعالیٰ اس کے ندر س قسم کا کمال پیدا کر دیتا ہے کہ جب کبھی وہ کسی سخت کام یا مشکل مہم یا دشوار مر کے لئے پنی باطنی ہمت ور توجہ سے متوجہ ہوتا ہے۔ موکلات اس کی نیت ور شارے پر کام کرتے ہیں۔ س وسطے کامل فقیر کا مہر ور قہر اللہ تعالیٰ کے مہر ور قہر کا نمونہ ہوتا ہے۔ اس کے برگزیدہ شخاص اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے ہیں۔ ن کا دل اللہ تعالیٰ کی نظر گاہ ہوتا ہے۔ ور ر جس وقت وہ کسی کام کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف متوجہ اور ملتفت ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ن کے دلی ر دے پر ہی ن کی مر د پوری فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رسالت مآب صلعم کو فرمایا کہ

قد نری تقلب وجهک فی السماء فلنولینک قبلة ترضها

یعنی ہم نے آپ کو آسمان کی طرف منہ اٹھاتے دیکھا۔ پس ہم آپ کے لیے بیت الحرام قبلہ مقرر کر تے ہیں۔ جس کی آپ کو خواہش ہے۔ یہاں قبلے کے لئے کہیں سوال یا درخواست وغیرہ کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ صرف س خواہش ور ر دے کی تکمیل کے لیے آسمان کی طرف منہ پھیرنے ور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ور ملتفت ہونے کا ذکر ہے۔

ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں۔ کہ کسی بزرگ کی قبر پر دعوت قرآن پڑھنے میں قبر پرستی کا شائبہ ور شرک تک نہیں ہوتا۔ یہ تو محض عامل ور کامل لوگوں کا عمل دعوت قرآن کے ذریعے روحانی کسی مشکل مہم میں مدد دینے کا یک باطنی طریقہ ہے۔ س میں نہ تو بزرگ کی قبر کو سجدہ کرنے یا بوسہ دینے وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ور نہ س عمل دعوت القبور میں کوئی ناجائز غیر شرعی لفاظ ور کرنے پڑتے ہیں۔ ور نہ کوئی س قسم کی ناروا حرکت یا ناواجب فعل اہل دعوت سے صادر ہوتا ہے کہ جس پر از روئے شرع

شریف کوئی گرفت ہو یا حرف آئے۔ لیکن بعض کم ظرف خشک مزاج لوگ قبر کا نام سن کر آگ بگولا ہو جاتے ہیں اور بڑبڑاتے سمجھتے ہیں کہ دیکھو جی یہ تو محض قبر پرستی اور صریح شرک کی تعلیم ہے۔ بھلا اگر کسی بزرگ کے مزار کے پاس بیٹھ کر محض قرآن پڑھنا شرک ہے تو ان لوگوں کی اس بیہودہ توحید سے ہمارا یہ شرک لاکھوں درجہ بہتر ہے۔ شیطان نے بھی آدم علیہ السلام کے سجدے سے انکار کیا تھا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں تو لاکھوں برس سجدوں میں سر مارتا رہا تھا۔ اور توحید توحید اور لا اسجد لغیر اللہ کے دم مارتا رہا تھا۔ سو شیطان مال توحید سے شقی اور راندہ درگاہ رب العالمین ہو گیا۔

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

سو اس شیطانی توحید سے اللہ تعالیٰ ہر مومن کو امان دیوے۔ غرض اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں یعنی انبیاء اور اولیاء کی تعظیم و تکریم یا ان کی قبروں سے استمداد کے انکار میں بڑے نام شیطانی موحدین کا جذبہ حسد اور کبر کارفرما ہے۔ اور یہ نار حسد و کبر ان کے تمام خرمن عمل و طاعت کو ایک دم میں جلا کر راکھ کر دیتا ہے حدیث

فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب

یعنی حسد انسان کی نیکیوں کو اس طرح جلا دیتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ سو دعوت القبور ایک بھاری قرآنی عمل ہے۔ اور صرف زندہ دل عارف عامل کامل لوگ ہی کسی ولی کی قبر پر دعوت قرآن پڑھ کر روحانی کو حاضر کر سکتے ہیں۔ اور روحانی کی رفاقت اور استعانت سے اپنی مشکل مہم حل کر سکتے ہیں۔ عام نفسانی مردہ دل لوگ اگر تمام عمر قبر پر قرآن پڑھتے رہیں۔ نہ روحانی کو حاضر کر سکتے ہیں اور نہ اپنے کام میں ان سے مدد لے سکتے ہیں۔

ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ اہل یورپ اپنے روحانی حلقوں کے اندر گانے

بجانے کے ذریعے ایک میڈیم کی وساطت سے مختلف عُلوی روحوں کو حاضر کر سکتے
ہیں۔ اور ان سے مدد اور ہم کلام ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کا کامل عامل بندہ قرآن
پاک کے ذریعے روحانی کو حاضر نہیں کر سکتا؟ سو روحانی اپنی قبر کے اندر میں سانپ
اور اژدہا کی طرح اپنے باطنی برزخی خزانے پر کنڈلی مارے بیٹھا ہوتا ہے۔ اگر کوئی مردہ
دل نفسانی شخص روحانی کو بے وجہ چھیڑتا ہے یا اس کی باطنی دولت کو چھوتا ہے تو
روحانی اسے اس طرح باطنی ڈنگ لگاتا ہے کہ نفسانی فوراً بیمار ہو کر دیوانہ اور مجنون
ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ لیکن جس وقت اہل دعوت عامل کامل کسی روحانی کی قبر کے
اندر پر قلندر کی طرح قرآن کی بین بجانی شروع کرتا ہے۔ تو روحانی قرآنی بین کی
آواز سن کر اپنے اندر قبر سے باہر نکل آتا ہے۔ اس وقت آواز قرآن سے مست ہو کر
قلندر اہل دعوت کا مطیع اور منقاد ہو جاتا ہے۔ اور کامل اہل دعوت روحانی کو اپنی
گرفت میں پکڑ کر اس کے باطنی برزخی خزانے میں سے اپنی مراد کے موافق اپنا حصہ
لے لیتا ہے۔ سو کسی ولی اللہ کی قبر پر دعوت پڑھنا اور اپنی مشکل مہم حل کرنا خالہ جی کا
گھر نہیں ہے بلکہ بڑا مشکل اور جان جوکھوں کا کام ہے۔ اہل دعوت کا باطنی لطیفہ نور
قرآن کی ثقالت سے وزنی اور بھاری ہو کر بحر عالم غیب میں ڈوب جاتا ہے جیسا کہ
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انا سنلقی علیک قولا ثقیلا یعنی ہم تم پر قول ثقیل
اتارنے والے ہیں۔ اور عامل اہل دعوت کے صحرائے دل کے اندر سے لطیفہ قلب مچھلی
کی طرح نور آب حیات قرآن سے زندہ ہو کر بحر عالم غیب میں تیرنے اور چلنے لگ
جاتا ہے۔ اور عالم غیب اور عالم شہادت کے مجمع البحرین میں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ
خضر مثال روحانی سے جا کر ملاقی ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم پچھلے صفحوں میں بیان کر آئے
ہیں قوله تعالیٰ

اذ قال موسى لفتٰه لا ابرح حتى ابلغ مجمع البحرين او امضى
حقبا الخ فوجدا عبدا من عبادنا اتيناه رحمة من عندنا وعلمناه من لدنا

پس موسیٰ علیہ السلام نے پایا ہمارے خاص بندوں میں سے ایک باطنی روحانی بندے خضرؑ کو جسے ہم نے اپنی خاص رحمت سے بہرہ ور فرمایا تھا۔ اور اپنی طرف سے خاص باطنی علم عطا فرمایا تھا۔

باطن میں دعوت کے مختلف طور طریقے ہیں۔ بعض اہل دعوت کو اہل قبر سے خواب کے اندر اپنے کام کے سرانجام ہونے کی بشارت مل جاتی ہے۔ بعض کو مراقبے کے اندر بعض کو دل کے اندر غیب سے آگاہی آتی ہے۔ بعض کو الہام ہوتا ہے بعض کو صحیح وہم سے بعض کو مضغہ قلب لحم سے، بعض کو مطالعہ لوح محفوظ سے معلوم ہو جاتا ہے۔ بعض کو روح مقدسہ کے ذریعے بشارت ملتے ہیں بعض کی ظاہری اور باطنی آنکھ ایک ہو جاتی ہے۔ اور خواب و بیداری ایک ہو جاتی ہے۔ اور بینا باطنی غیبی معاملات اس طرح علی الاعلان اور عیاں طور پر دیکھتا ہے جس طرح انسان پردہ سینما پر فلم کا تماشہ دیکھتا ہے۔ اور اگر روحانی اہل قبر کامل ہے۔ اور اہل دعوت عامل دعوت میں عامل ہے۔ تو جس مشکل کام اور مہم کے لئے ہر دو متحد ہو جاتے ہیں تو وہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل اور قدرت سے ضرور سرانجام ہو جاتا ہے۔ اور وہ جلدی یا بدیر ضرور کسی طرح سرانجام اور ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اہل قبر روحانی کے بھی مختلف منازل اور مدارج ہوتے ہیں۔ بعض اہل قبر روحانی اہل جلال ہوتے ہیں۔ ایسے روحانی اہل قبر کے مزار پر اگر کسی دشمن کی زبوں حالی یا ہلاکت کے لئے دعوت پڑھی جائے۔ تو وہ ایسے کام میں بہت مستعدی ظاہر کرتے ہیں۔ بعض روحانی اہل قبور سخت بیماریوں اور لاعلاج امراض کی شفا اور تندرستی میں خوب مدد دیتے ہیں۔ بعض کی قبر پر دعوت پڑھنے سے رزق اور روزی میں خوب کشائش ہوتی ہے بعض روحانی کی قبر سے علم کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ اور ذہن و فہم میں خوب طاقت اور قوت پیدا ہو جاتی ہے اور حافظہ تیز ہو جاتا ہے۔ بعض اہل قبور سے انسان کا روزینہ مقرر ہو جاتا ہے۔ اور وہ معین روزینہ

بہ تانہ ضرور ملتا رہتا ہے۔ مذکورہ بالا فوائد آسانی سے جلدی اہل دعوت کو روحانی سے
حاصل ہوتے ہیں۔ اور اگر اہل دعوت بڑا صاحب حال ہے۔ اور اہل قبر بھی
زبردست روحانیت کا مالک ہے۔ تو ایسی حالت میں قبر پر دعوت پڑھنے سے فریقین
کو کمال لازوال فوائد حاصل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً بعض کامل عامل اثناء دعوت میں
روحانی کو اس طرح اپنے ساتھ باطنی رشتے سے منسلک کر لیتا ہے کہ وہ تمام عمر اہل
دعوت کی قید میں رہتا ہے۔ اور جہاں جس وقت چاہے اس سے کام اور خدمت لیتا
ہے۔ بعض روحانی سے اہل دعوت عہد و پیمان لے لیتا ہے۔ یعنی روحانی اس سے پکا
اور پختہ وعدہ لے لیتا ہے۔ کہ جس جگہ جس وقت اور جس کام کے لئے تم ہم کو طلب کرو
گے ہم خدمت کے لئے تیار اور مستعد رہیں گے۔ بعض روحانی کی قبر پر دعوت
پڑھنے سے اہل دعوت کی زبان نور کن سے مترشح ہو جاتی ہے۔ اور وہ صاحب لفظ ہو
جاتا ہے۔ اور اس کی زبان سیف الرحمٰن بن جاتی ہے۔ اور جس کام کے لئے منہ
کھولتا ہے۔ اور جس امر کے لئے زبان ہلاتا ہے کہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے امر سے
جلدی یا دیر سے ضرور ہو جاتا ہے۔ اور کبھی خطا نہیں کرتا۔ بعض اہل قبر پر دعوت
پڑھنے سے اہل دعوت کو لوح محفوظ کا مطالعہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اور ماضی، مستقبل
اور حال کے احوال پر آگاہی پاتا رہتا ہے۔ بعض اہل قبر پر دعوت پڑھنے سے باطنی
آنکھ کھل جاتی ہے۔ اور زمین کے نیچے پرانے دفینے نظر آ جاتے ہیں۔ اور جو زر
جواہر زمین کے اندر دبے پڑے ہیں اسے معلوم ہوتے ہیں۔ اور جس قدر چاہے
نکال کر خرچ کر سکتا ہے۔ اور اس عمل کے ذریعے دنیا سے مستغنی اور لا یحتاج رہتا
ہے۔ بعض اہل قبور پر دعوت پڑھنے سے اہل دعوت کو کیمیا اکسیر کا ہنر حاصل ہو جاتا
ہے۔ اور باطن میں موکلات اسے ہنر کیمیا سکھا دیتے ہیں۔ کہ کبھی اس کے خلاف
نہیں ہوتا۔ اور وہ تانبے سے سونا اور قلعی سے چاندی بنا لیتا ہے۔ اور لوگوں سے بے
نیاز اور لا یحتاج ہو جاتا ہے۔ افسوس ہے۔ بعض لوگ تمام عزیز عمر کیمیا کی طلب میں

صرف کر دیتے ہیں۔ وہ پارہ گندھک اور ہڑتال وغیرہ پھونکنے اور جلانے میں اپنی مالی خرچ کر دیتے ہیں لیکن انہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اور جھوٹے، مکاروں اور شعبدہ بازوں کے ہاتھوں دھوکے کھا کر کف افسوس ملتے رہتے ہیں۔ غرض یہ عمل بھی روحانیوں اور باطنی غیبی موکلات کے ذریعے حاصل ہو جاتا ہے۔ بعض اہل قبر پر دعوت پڑھنے سے موکلات سنگ پارس کی نسبت بشارت اور بشارت دیتے ہیں کہ یہ سنگ پارس پہاڑ کے اندر پڑا ہوا ہے اسے اٹھا لو اور جس قدر چاہو اس سے سونا بنا لو۔ بعض روحانی اہل قبور کی قبر پر دعوت پڑھنے سے اہل دعوت کو روحانیوں کی مجلس کھل جاتی ہے۔ اور اہل دعوت جہاں کہیں بیٹھے مراقبہ کرتا ہے۔ باطن میں اس کی سیر کر کے روحانیوں کی باطنی مجلسوں اور محفلوں میں شامل اور داخل ہوتا رہتا ہے۔ اور ان سے ملاقی اور ہم صحبت ہو کر ان سے فیض حاصل کرتا رہتا ہے۔ اور اس کے علاوہ اور بھی بہت بھاری باطنی نعمتیں اہل دعوت کو روحانیوں سے حاصل ہوتی رہتی ہیں۔ جن کا قیاس بھی انسان نہیں کر سکتا۔ اور جن کا یقین عوام تو کیا خواص بھی مشکل سے کر سکتے ہیں۔

ناظرین یقین جانیں کہ یہ مذکورہ بالا باتیں خالی گپیں اور ڈھکوسلے نہیں ہیں بلکہ ٹھوس حقیقتیں ہیں۔ لیکن یہ باطنی بھاری عظیم الشان نعمتیں جسے اللہ تعالیٰ چاہے عنایت فرماتا ہے

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

لیکن دعوت القبور کی کلید اور کنجی حاصل کرنا ایک مرحلہ ہے۔ جب تک کوئی شخص موت سے پہلے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے اور اس کی محبت میں فنا نہ کر ڈالے۔ اور اپنی ہستی کو تخم اور بیج کی طرح مٹی کے اندر نیست و نابود نہ کر دے زندہ پائندہ اور سرسبز ہرگز نہیں ہوتا۔ غرض علم تصور اسم اللہ ذات حضور اور عمل دعوت قبر نہایت مشکل اور دشوار کام ہے۔ بعض بے وقوف، احمق نادان کسی کتاب میں عمل

دعوت القبور پڑھ لیتے ہیں۔ اور اپنے خام خیال سے قبروں پر دعوت پڑھنے لگ جاتے ہیں اور روحانی اہل قبر سے رجعت کھا کر تمام عمر مرض اور رنج میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یا دیوانہ اور مجنون ہو کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ غرض نفسانی کو اس عمل میں اپنے خام خیال سے خود بخود ہرگز قدم نہیں اٹھانا چاہیے۔

کاربار نہ نیست بخاری

اب ہم ناظرین کے مزید اطمینان قلب اور ازدیاد یقین کی خاطر اس علم دعوت کے متعلق ایک دو مختصر سے اپنے واقعات اور عینی مشاہدے بلا کم و کاست بیان کئے دیتے ہیں۔ کیونکہ اس قسم کے واقعات پڑھنے سے دعوت کی اصلی حقیقت اور اس کی نوعیت اہل مطالعہ پر نہایت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ دعوت کیا چیز ہے اور کیونکر رواں ہوتی ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے جو ان واقعات کو جھوٹ اور نمائش خیال کریں گے یا یہ قیاس کریں گے کہ یہ فقیروں اور صوفیوں کے محض اپنے خیالات اور واہمات ہوتے ہیں۔ جو انہیں اپنے جوش طبیعت کے سبب متشکل ہو کر نظر آتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ محض اپنے فریب نظر اور قوت واہمہ کی کارستانیاں ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ عالم غیب دان کی نیت اور حقیقت حال سے اچھی طرح واقف اور آگاہ ہے۔ اور اسی کا علم ہمارے لئے کافی ہے۔ کفی علمه بحالی

ایک دفعہ یہ فقیر رات کو کسی ایک بزرگ کی قبر پر دعوت پڑھنے کی غرض سے گیا اور جب ظاہر سورۃ مزمل با ترتیب پڑھ کر روحانی کی طرف مراقب اور متوجہ ہوا تو میرے باطنی لطیفے نے باہر نکل کر درود، فاتحہ اور پھر درود شریف پڑھا۔ تو یہ فقیر فوراً بحر عالم غیب میں ڈوب گیا۔ اور مچھلی کی طرح روحانی کی برزخی منزل کی طرف سیدھا چلا گیا۔ جب اس منزل کے قریب گیا تو مجھے روحانی کے ذکر جہر نفی اثبات لا الـٰـه الا اللّـٰـه کی آواز سنائی دی۔ اور میں اس منزل کے اندر داخل ہوا۔ اس کی سفید گھنی ڈاڑھی، گول چہرہ سر مونڈھا ہوا تھا۔ میں نے جاتے ہی اس کے ساتھ مصافحہ کیا۔

ہ تھ مدنے کے بعد س نے مجھے کہ کہ وہ ٓ ندہ ہمیشہ ہر جگہ میری مد د کے سے
حاضر ہو رہے گا۔ چنانچہ اس روحانی کو بنیاد، رفیق ور مدد دی پیا۔

یک دفعہ یہ فقیر یک بزرگ کی قبر پر دعوت پڑھنے کی غرض سے رات کو گیا۔ جب
س فقیر نے دعوت کی نیت سے قبر کے ردگرد بہ تک پڑھی تو روحانی فوراً حاضر ہو گیا۔
ور س کی قبر شیر کی طرح مہیب ور خوفناک شکل ختیار ر گئی۔ ور س سے رعب ور
جلال ٹپکنے لگا۔ اس کے بعد میں نے قبر کے قریب کئی بار بہ ترتیب سورۃ مزمل پڑھی
ور وہاں سے ٹھ ر قبر کے قریب پنی خواب گاہ میں لیٹ گیا۔ ور روحانی کی طرف
پنی باطنی ہمت کے ساتھ متوجہ ہو ۔ ور معاً بجلی کی چمک کی طرح یک نور میری
ٓنکھوں میں چمکا۔ ور س نور نے مجھے پنی پیٹ میں لے لیا۔ ور میں اس روحانی
کے بڑے وسیع برزخی مقام میں دخل ہو گیا۔ ور گو میں بظاہر حافظ قرٓن نہیں ہوں۔
مگر میرے باطنی وجود نے قرٓن پڑھنا شروع ر دیا۔ ور تمام قرٓن بتدء بسم اللہ
سے لے ر نتہاء والناس تک ختم ر ڈلا۔ س کے بعد میری زبان پر سورۃ مزمل
جاری ہو گئی۔ ور میں س برزخی مکان کے ندر روحانی کے ہمرہ پرندے کی طرح
ڑتا ور چکر لگاتا رہا۔ س کے بعد روحانی نے میری دونوں بغلوں میں ہاتھ ڈل ر
مجھے بچے کی طرح وپر کو ٹھا ر عالم بالا میں ڑ دیا۔ ور مجھے یک یسے مکان میں جا
تارا جو اللہ تعالیٰ نے نوری نعماء سے جگمگ جگمگ ر رہا تھا۔ سی مکان کے ندر میں
نے پنے ٓپ کو بیدار ہوتے ور ٓنکھ کھولتے دیکھا۔ ور جب میں پنی خواب گاہ پر
بیدار ہو تو مجھے ظاہری ٓنکھوں سے بھی وہ مکان مع نوری نعماء عیانی طور پر نظر ٓنے
لگ گیا۔ س دعوت سے مجھے مال فائدہ حاصل ہو ۔ چنانچہ جب کبھی میں تین چار
دفعہ سورۃ مزمل پڑھ ر مراقبہ ر تا تو مجھے فوراً غیبت ور استغراق حاصل ہو جاتا۔ ور
باطن میں طیر سیر ر نے لگ جاتا۔ ور روئے زمین کے تمام روحانیوں سے بڑی
بڑی ن کے برزخی مقامات پر ملاقات رتا۔ ور ن سے فیوضات ور برکات

حاصل رتا۔ س فقیر نے بہت قبروں پر دعوتیں پڑھی ہیں۔ جن کی تفصیل بہت مبی
ہے۔ ور یہ چند و قعات بطور مشتے نمونہ زخروارے ہدیہ ناظرین کر دیے ہیں۔
شید دنیا میں کبھی کسی سعادت مند ور نیک بخت طالب کا ن و قعات کو پڑھنے کا
تفاق ہو۔ ور یہ تجربہ ن کے لیے طمینان قلب کا موجب ور نکھوں کی ٹھنڈک کا
باعث بنے۔ کیوں کہ دنیا میں طالب تشنہ مستی کے لیے یسی باتیں آب حیات کا کام
دیتی ہیں۔ ور کور چشم نا ہل لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک ور شبہات
پیدا ہوتے ہیں۔ کسی طرح ن باتوں پر یقین نہیں لاتے۔ بلکہ لٹا ور بگڑنے لگ
جاتے ہیں۔ ور یضل بہ کثیرا کے مصداق ہوتے ہیں۔

قبروں پر دعوت پڑھنے کے لیے سب سے زیادہ آسان اور موزوں دعوت سورۃ
مزمل کی ہے۔ لیکن جب تک س دعوت کی کلید ور کنجی کسی کامل عامل سے حاصل نہ
ہو۔ ور طالب زندہ دل نہ ہو جائے۔ یہ دعوت روان اور جاری نہیں ہوتی۔ ور بغیر
کلید ور ذن و جازت دعوت کا پڑھنا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ خواہ تمام عمر کلام پڑھتا
رہے۔ ور چلے وغیرہ کرتا رہے۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ فرماتے ہیں ہر
کہ می خواند مزمل در ہر دو جہان می شود کامل و مکمل یعنی جو شخص سورۃ مزمل با ترتیب
پڑھتا ہے وہ دونوں جہان میں کامل ور مکمل ہو جاتا ہے۔ س کے بعد بڑی بھاری
ور جامع دعوت سورۃ یسین کی ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ یسین قرآن مجید
کا دل ہے۔ سورۃ یسین کے تمام موکلات علوی ہیں لیکن سورۃ مزمل کے موکلات ہر
دو علوی ور سفلی ملے جلے ہیں۔ سورۃ یسین دعوت جمالی ہے۔ لیکن سورۃ مزمل کی
دعوت ہر دو جمالی ور جلالی صفت کی حامل ہے قرآن کا دل سورۃ یسین ہے ور
یسین کا دل مغز ور بزرگ آیت سلام قولا من رب رحیم ہے۔ س آیت کی
دعوت میں بہت عجیب وغریب رز ور سرار ہیں۔ افسوس ہے کہ بولہوس لوگ سے
پنے نفسانی غراض اور دنیوی مقاصد میں ستعمال کرتے ہیں۔ س و سطے نا اہلوں

ورنا ہوں کے سا منے ں قسم کے سربستہ قیمتی رزوں کا فشء منا سب نہیں ہے۔

ں کے بعد سورۃ ملک تبارک الدی ورسورۃ انا فتحا دعوت القبو ر کے سے

بہت موزوں ورمنا سب ہے سورہ انا فتحا کا ہر حرف ءلفظ ور آیت نورجلل سے

پر ورمملو ہے۔ ور مقہوری عد ء ور دشمنوں کے ستیصال کے سے نہیت تیر بہدف

ورکارگر مہلک حربہ ہے۔ گر کسی موقع پر مسمان ورَ فارو مشرکین کے درمیان ڑ ئی

ٹھن جے تو عمل کامل ہل دعوت کو چہیے کہ جنگل بیبن میں جہں پک ریت

ہو یا دریا کا کنرہ ہو۔ وہں دو رکعت نفل بہ نیت فتح سام وشکست َ فار پڑھے۔ ور

تین نام غمرو ورشد ءق روں یک کاغذ کے ٹکڑے پنے دونوں پاؤں کے نیچے رکھ َر

دو رکعت نفل پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۃ یسین ختم َرے۔ ور دوسری رکعت میں

سورۃ انا فتحا پڑھے۔ ور جس وقت دوگانہ ختم َرے تو سجدے میں جوے ور

پنے ہتھ کی ہتھیلیں آسمان کی طرف رکھے۔ ور سجدے کے ندر تین دفعہ یہ دع

پڑھے۔

الـلهـم انـصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا

منهـم واخـذل من خـذل دين مـحـمد صلى الله عليه وسلم ولا

تجعلنا منهم

بدھ، جمعرت ورجمعہ تین روز کم زکم یا یک ہفتہ متو تر یہ دعوت پڑھے۔ گر عمل

دعوت عمل ور کامل ہے تو َ فار و مشرکین کو جلدی ہزیمت ور شکست مل جے گی

ور سمانوں کو فتح ور غلبہ حصل ہوگا۔ گر سورۃ یسین ور انا فتحا یاد نہ ہو تو آیت

لـقـد جـاء كـم رسـول من انـفسكـم . الى ، عليه توكلت وهو رب

العرش العظیم

ن دو سورتوں کا نعم البدل ہو سکتا ہے لیکن تعد و زیدہ کرنی پڑتی ہے۔ اس سے

دوسرے عد ء کو بھی مقہور ور مغلوب کیا جا سکتا ہے۔ لیکن س کا طریقہ ور ترتیب

لگ ہے۔

اگر کوئی شخص سورہ یسین کو عمل میں لانا چاہے تو چاہیے کہ جنگل بیابان میں دریا کے کنارے جہاں پاک ریت ہو۔ انگلی کے ذریعے ریت پر حضرت محمد مصطفی ﷺ کی قبر کا نشان بنائے وہاں پر لکھے

قبر محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قبر کے اردگرد لکھے

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنو صلو علیہ وسلمو تسلیما

اور تین دفعہ آیت مذکور پڑھے۔ بعدہ قبر کے سرہانے قبلہ رخ کر کے دوگانہ نفل یوں ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورہ یسین چھ دفعہ اور دوسری رکعت میں سورہ یسین پانچ دفعہ پڑھے۔ بعدہ سورت ملک ختم کر کے اس کا ثواب حضرت محمد مصطفی ﷺ اور جملہ انبیاء مرسلین، صدیقین، شہداء اور صالحین اور بزرگان دین اولین و آخرین خصوصاً جملہ اصحاب کبار اور ائمہ مجتہدین اور جملہ مومنین اور مسلمین کی ارواح کو بخشے۔ یہ دعوت بھی زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ یا کم از کم بدھ جمعرات اور جمعہ کو تین روز متواتر پڑھے۔ اگر اہل دعوت صاحب استعداد اہل توفیق ہے۔ تو دوران دعوت میں حضرت محمد مصطفی ﷺ کی زیارت فیض بشارت سے خواب یا مراقبے کے ذریعہ علانیہ طور پر مشرف ہو جائے گا۔ اور آپ حضرت ﷺ اہل دعوت کو کلید دعوت عطا فرما دیں گے۔ اور اس سورہ شریفہ کے جملہ موکلات اہل دعوت کے تابع ہو جائیں گے۔ یہ دعوت مستجاب الدعوت کہلاتی ہے۔ ویسے قرآن مجید کی تمام سورتوں اور آیتوں میں دعوت کی تاثیر ہے۔ اور قرآن مجید کے نور پر ہر قسم کے علوی اور سفلی موکلات اس طرح گرتے ہیں جس طرح شہد کے چھتے پر شہد کی مکھیاں گرتی ہیں۔ دعوت پڑھتے وقت عامل کامل اہل دعوت کا دل بعینہٖ شہد کا چھتہ بن جاتا ہے۔ اور نور قرآن شہد کی طرح اس سے ٹپکتا رہتا ہے۔ اس کی ابتدائی علامت یہ ہے کہ قرآن پڑھتے

وقت اہل دعوت کی زبان اس طرح میٹھی ہو جاتی ہے کہ گویا کسی نے منہ میں شہد گھول دیا ہے۔ اور بھینی بھینی خوشبو آنے لگتی ہے اور دل میں رقت، لذت اور سرور پیدا ہوتا ہے۔ اور لگتا ہے جسم بھاری اور ثقیل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن بڑی سورتوں میں یہ چار سورتیں قرآن کے عظیم ذخیرہ میں شمار ہوتی ہیں اور ان کے پڑھنے سے بڑی زبردست دعوت جاری ہوتی ہے۔ اول سورۂ مزمل، دوم سورۂ یٰسین، سوم سورہ ملک اور چہارم سورہ انا فتحنا اور چھوٹی سورتوں میں (1) الحمد شریف یعنی سورۂ فاتحہ (2) آیت الکرسی (3) سورہ والضحیٰ (4) سورہ الم نشرح (5) سورۃ اخلاص (6) اول رکوع سورہ حدید

سبح للہ ما فی السموت والارض سے لے کر والی اللہ ترجع الامور تک آخری رکوع سورہ حشر یایھا الذین امنو اتقوا اللہ سے لے کر وھو العزیز الحکیم تک آخر رکوع سورہ بقرہ للہ ما فی السموت وما فی الارض سے لے کر فانصرنا علی القوم الکفرین تک

قرآن کے یہ چھوٹے ٹکڑے اور سورتیں دعوت پڑھنے کے لئے بہترین چیزیں ہیں۔ قرآنی آیتوں کے یہ چھوٹے اجزاء قرآن کی بڑی سورتوں بلکہ قرآن کا نعم البدل بن جاتے ہیں۔ جس طرح ایک پھل کے اندر تمام درخت مندرج اور شامل ہوتا ہے۔ اور ہر ڈال میں کوئی نہ کوئی پھل ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن کی ہر ڈال کے اندر تمام درخت شامل اور داخل ہے۔ غرض دعوت اور تلاوت قرآن کی یہ ایک نازک صفت ہے۔ کہ جو چیز تمام قرآن کی دعوت اور تلاوت سے حاصل ہوتی ہے وہ اس کے اجزاء اور ٹکڑے سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ آیا ہے

فاقرء وا ما تیسر من القران

یعنی پڑھو قرآن میں سے جو جس کا پڑھنا تمہارے لئے آسان ہو اور حدیث میں

آیا ہے کہ سورہ اخلاص یعنی قل شریف کا تین دفعہ پڑھنا ثواب اور برکت میں تمام قرآن کے برابر ہے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ تمام قرآن سورۃ فاتحہ یعنی الحمد شریف میں شامل اور مندرج ہے۔ اور سورہ فاتحہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں اور بسم اللہ الرحمن الرحیم اسم اللہ ذات میں بالقوہ اس طرح مندرج اور شامل ہے جس طرح پھل اور گٹھلی کے اندر درخت اور پودا ہوتا ہے۔

ہم عرفان کے پہلے حصے میں اس حقیقت کو پوری طرح بے نقاب کر چکے ہیں کہ اسم اللہ ذات کے اندر قرآن مجید کس طرح شامل اور داخل ہے۔ اور قرآن مجید کیونکر اسم اللہ ذات سے ظہور پذیر ہوا ہے۔ جب کہ پہلی بار جبرائیل امین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس غار حرا میں وحی قرآنی لائے اور آپ سے کہا کہ اقرا یعنی پڑھ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ ما انا بقاری یعنی میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ میں کیا پڑھوں۔ جبرائیل نے آپ کو تین بار سینے میں دبایا اور ہر بار کہتے رہے کہ اقرا یعنی پڑھ اور تیسری بار جب تخم اسم اللہ ذات آپ کے سینے میں منتقل کر کے فرمایا کہ اقرا تو آپ کی زبان حق ترجمان میں سے شجر قرآن کی پہلی شاخ سورہ اقرا کی صورت میں نمودار ہوئی۔ چنانچہ اس پہلی نازل شدہ سورت کا مضمون خود اس بات کا شاہد ہے

اقراء باسم ربک الذی خلق

یعنی اے محمد صلعم تو قرآن اپنے رب کے اسم کی برکت سے پڑھ جس نے مخلوق کو ایک لفظ کن سے پیدا فرمایا۔ سو وہ خالق تمام شجر قرآن کو اسی طرح اپنے اسم کی برکت سے آپ کے اندر ظاہر اور ہویدا فرمائے گا۔ اب بھی جس عارف کامل سالک کے اندر اسم اللہ ذات کا تخم اللہ تعالےٰ کے فضل سے قائم ہو جاتا ہے۔ اور فیض کے آب حیات سے سرسبز ہو جاتا ہے تو ایسے عارف کامل کی زبان پر قرآن جاری ہو جاتا ہے۔ سو جس طرح اللہ تعالیٰ کا امر کن تمام کائنات کی تخلیق کا باعث ہوا۔ اسی طرح

اسم اللہ ذات تمام قرآن کے اجر کا موجب بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسم اللہ
ذات اللہ تعالیٰ کے امر کن کا مترادف اور ہم بدل ہے جیسے کہ حضرت پیر محبوب
سبحانی قدس سرہ کا ارشاد گرامی ہے بسم اللہ من عارف باللہ لکن من اللہ
یعنی عارف باللہ کی بسم اللہ حق تعالیٰ کے کن کے برابر ہے یا دوسرے لفظوں میں جو
عارف باللہ کسی کام کے لیے اسم اللہ کہہ دیتا ہے وہ کام جلد یا بدیر ضرور ہو جاتا ہے۔
اور اسی طرح اسم اللہ ذات اسم اعظم کا کام دیتا ہے اور تمام کائنات اس اسم کی تسخیر
اور تصرف میں ہے قولہ تعالیٰ

وسخر لکم ما فی السموٰت وما فی الارض جمیعا منہ

(ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے سب کچھ جو زمین اور آسمانوں میں ہے مسخر
کر دیا ہے اپنے نام کی برکت سے

ہم نے عرفان کے پچھلے حصے میں اسم اللہ ذات کے ذاتی اسم ہونے کے ثبوت
میں بہت کچھ عقلی اور نقلی دلائل پیش کیے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ ذاتی اسم خاص
طور پر ہمارے آقائے نامدار خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کو عطا کیا گیا تھا۔
آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزمان تک تمام پیغمبروں کو آسمانی کتابوں اور
صحیفوں اور جملہ زبانوں اور زمانوں میں یہ اسم کسی نہ کسی صورت اور ہیئت میں اللہ
تعالیٰ کی مخلوق کے دلوں، دماغوں اور زبانوں پر مسلط اور جاری رہا ہے۔ جس کے
ذریعے لوگ اپنے خالق اور مالک کو یاد کرتے تھے۔ اور اپنے معبود حقیقی کی طرف
اشارہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آج بھی دنیا کی پرانی زبانوں اور ملکوں میں اسم کا کھوج
ملتا ہے۔ اور یہ اس اسم کی ابتدائی اساسی اور ذاتی اسم ہونے کی علامت ہے اس اسم
کا تلفظ بھی عجیب ہے۔ اگر اس اسم کے حروف ایک ایک کر کے علیحدہ کیے جائیں۔
تب بھی اس کی اسمیت اور ذاتیت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ چنانچہ اسم اللہ کا پہلا حرف
اگر علیحدہ کیا جائے تو للہ رہ جاتا ہے۔ اور یہ بھی اس کی ذات پر دلالت کرتا ہے قولہ

تعالی للہ ما فی السموت وما فی الارض ور گر دوسر حرف لام دور کریں تو

رہ جاتا ہے تو تعالی لہ ما فی السموت وما فی الارض ور گر دوسر ملام

دور کیا جائے تو ھو رہ جاتا ہے۔ ور وہ بھی ذ ت پر دلالت کرتا ہے۔ س سم میں صلی

حرف لام ہے۔ ور لف ور ہا محض بطور حرکت ور حرف علت لگائے گئے ہیں۔ سو

جس طرح پھل کے ندر درخت بالقوہ موجود ہوتا ہے س طرح اس سم کے صلی

حرف ل کو صورِ بسیط میں ل م یا ل م کر کے لکھیں تو جس طرح حرف و حد ل میں

تینوں حروف ل م مندرج ہیں سی طرح سم اللہ ذ ت کے ندر تما م قرآن مندرج

ور شامل ہے۔ چنانچہ سی رز کی طرف اللہ تعالی نے قرآن کے بتد ئی حروف

مقطعات میں شارہ فرما دیا ہے۔ الم ذلک الکتاب لا ریب فیہ یعنی جس

طرح حرف   ل م بالقوہ موجود ہیں۔ سی طرح تمام کتاب سم اللہ ذ ت میں

مندرج ور د خل و شامل ہے۔ نیز قرآن میں ور دوسری آسمانی کتابوں میں اللہ

تعالیٰ نے پنے آپ کو مذکر کے صیغے میں ظاہر فرمایا ہے۔ ور کائنات ور مخلوق کو

مونث کے صیغے میں د فرمایا ہے۔ ور جس طرح پید ئش میں آدم کو حو پر مقدم کیا

ہے۔ اور مرد کو عورت پر فوق، غالب ور فضل ٹھہر یا ہے۔ جیسا کہ آیا ہے۔

الرجال قوامون علی النساء

سی نے پنی ذ ت کو ہر جگہ مذکر کے صیغے میں د فرمایا ہے۔ تا کہ دہریوں کے

س خیال کا بطلان ظاہر ہو کہ مادہ پہلے موجود تھا۔ ور بعد ز ں س میں خود بخود رتقا نمو

ور تخلیق کی صفت پید ہوئی جس طرح بعض نادان دہری مزج لوگ کہہ دیتے ہیں

کہ نڈہ پہلے تھا یا مرغی۔ س سے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی مادے یعنی

(Matter) پر غالب، قاہر، قادر ور متصرف ہے۔ جب ہم پنی زبانوں میں لفظ

اللہ کا کھوج لگاتے ہیں تو س کو کسی نہ کسی صورت ور ہیئت میں تھوڑے بہت ختلاف

کے ساتھ موجود پاتے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں ہم پنی زبانوں کا نقشہ پیش کرتے ہیں

-

نمبر شمار	نام زبان	لفظ	معنی	نمبر شمار	نام زبان	لفظ	معنی
1	ماربین	ل	بلند	5	کاڈین	ہو	قدر
2	-	ہو	ونچا	6	عبر'' بابل	ل	قوی
3	بربر	ل	علی	7	سیرین	ھدا	مضبوط
4	کورین	ا	وپر	8	مدلی	ہو	زن

ذیل کی زبانوں میں لفظ اللہ کے اصلی حرف ل کو خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالے

کے ظہار میں ستعمال کیا گیا ہے۔

نقشہ

نمبر شمار	زبان	لفظ	معنی
1	سیرین Syrian	وح	اللہ
2	کاڈین Accadian	ہو	اللہ
3	فینشین Phoenician	وت	اللہ
4	عبرانی Hebrew	ل یوہ	اللہ
5	ہیشین Hiatian	ہو	اللہ

اللہ	جومالا	فنش Finnish	6

غرض اللہ تعالیٰ کا نام ور کلام مسلمانوں کا صلی قدیم ورثہ ور روحانی ہتھیار ہے ور س کی بدولت مذہب سلام دنیا میں قاہر، غالب ور زندہ و تابندہ رہا ہے۔

پہلے زمانے کے جانباز، پاکباز ور متقی فرزندان سلام کے پاس محض روحانی ہتھیار ور باطنی وزر ہی تو تھے۔ جن کی بدولت چند گنتی کے مسلمان تمام دنیا پر چھا گئے تھے۔ ن کے خلاق ور بلند کردار کو دیکھ کر لوگ ن کے سچے دین کو دل و جان سے قبول کرتے تھے۔ ور جو قومیں محض جہالت، تعصب ور حسد و عناد کی وجہ سے ن کی دعوت سلام سے برسر نکار ور پیکار ہوتے تھے۔ مسلمان نہیں پنے ظاہری ور باطنی ہتھیاروں سے کاٹ کر رکھ دیتے تھے۔ ور خلق خدا کو ن عدائے دین لٰہی کے ظلم و ستم، جاہلانہ رسم و رواج ور شرک اور کفر کے باطل بے ہودہ عقائد سے نجات دلا دیتے تھے۔ چونکہ ن مسلمانوں کا ہر فعل اور کلام للہ کے لیے تھا۔ ور س آیت کے سچے مصداق تھے

قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین

س لیے اللہ تعالیٰ ور اس کی ظاہری و باطنی تائید ن کے ہمراہ تھی۔ کوئی ور ملت خواہ وہ تعداد ور ظاہری ور مادی طاقت میں کتنی زبردست ور طاقتور ن کے مقابلے میں آتی۔ پاکباز و رجانباز مسلمانوں کے ہاتھوں نہیں شکست فاش ہوئی۔ مطابق من کان للہ کان اللہ لہ وہ للہ کے لیے تھے للہ ن کے لیے تھا۔ س قسم کے مٹھی بھر نسانوں کا مقابلہ تمام دنیا نہیں کر سکتی۔ کیونکہ یسے لوگوں سے لڑنا اللہ تعالیٰ سے لڑنا ہے۔ ور اللہ تعالیٰ قادر و قوی کے مقابلے میں عاجز مخلوق کی کیا طاقت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ن بے سر و سامان ور نادار گر یمان دار مسلمانوں نے پنے

شکستہ تیروں اور کند تلواروں سے قیصر و کسریٰ جیسے زبردست بادشاہوں کے تخت و تاج الٹ دیے۔ روئے زمین کی عظیم شان اور مضبوط حکومتوں کو بیخ و بن سے اکھیڑ ڈالا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ سچا ہے۔ کہ وہ مومنوں کو غالب اور حاکم رکھتا ہے۔ کبھی غیروں سے مغلوب اور محکوم نہیں کرتا جیسا کہ ارشاد باری ہے

ولا تھنو ولا تحزنو وانتم الاعلون ان کنتم مومنین

اے مومنو! تم ناامید نہ ہوؤ اور غم نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ تم اہل ایمان ہو اور اسی کے مطابق حدیث میں ہے کہ الاسلام یعلو ولا یعلی علیہ یعنی اسلام ہمیشہ غالب رہے گا اور کبھی مغلوب نہ ہوگا۔ ہم آج غیروں کے ہاتھوں اس لیے ذلیل اور محکوم ہیں کہ ہم میں نہ تو شعائر اسلام ہیں اور نہ نور ایمان، صرف نام کے مسلمان ہیں اور اخلاق و عادات میں کفار اور مشرکین سے بدتر ہیں۔ پھر ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکوہ اور شکایت کریں کہ اس نے کفار اور فساق کو ہم پر کیوں حاکم اور مسلط کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں مومن و متقی کا بڑا بھاری درجہ ہے۔ اور اس کی بارگاہ میں ایمان دار آدمی کی بڑی قدر اور عزت ہے۔

اسلام کے اہل سلف متقی مومنوں نے تمام دنیا کو زیر نگین کر دیا تھا۔ ہمارے اسلاف میں علماء، صالحین اور اولیاء کاملین کی پاک اور برگزیدہ ہستیاں تھیں۔ جن کی بدولت اسلام چاردانگ عالم میں حیرت انگیز سرعت کے ساتھ پھیل گیا تھا۔ اسلامی فتوحات کا یہ حیرت انگیز معجزہ ابھی تک دانایان فرنگ کے دماغ کو دنگ اور حیران کیے ہوئے ہے۔ اور یہ عقدہ قیامت تک ان کے دماغوں میں اسی طرح الجھا رہے گا۔ اور کبھی حل نہ ہوگا جب تک اسلام کی یہ روح اور ان جیسی روحانی اور باطنی طاقت کے مالک اولیاء کرام کی پاک ہستیاں اس قوم کی پشت پناہ رہیں۔ ان کے دم قدم سے مسلمان اپنی اصلی صفت الاسلام یعلو ولا یعلی علیہ کا مصداق بنا رہا۔ اور ہر میدان میں غالب، قاہر اور فاتح بنا رہا۔ ورنہ کہاں عرب کے صحرائی بادیہ نشین

ونٹوں ور بکریوں کے چرو ہے ورکہاں قیصر و کسری ور شام وروم ور مصر کے جاہ

حشمت ور دولت وثروت و ں زبردست حکومتیں مگر وہ کیا چیز تھی۔ جس نے ں

حبشی بادیہ نشین جاہل ور کھڑ قوم کو علم، ہنر، شرفت، تہذیب تمدن ور عقل وفراست

ور تمام ظاہری و باطنی وصاف حمید ور خلاق سعیدہ سے آرستہ وپیرستہ کر دیا تھا۔

ور تمام دنیا میں ملکی صفات سے ممتاز ور ملکی فتوحات سے سرفراز فرما دیا تھا۔ وہ محض

نور یمان ور جوہر سلام تھا۔ ور وہ ں سراج منیر یعنی آفتاب عالم تاب حضرت

رسالت مآب ﷺ کے پاک مقدس وجود کی نوری آفتابی کرنیں ور شعاعیں تھیں۔

جس نے آپ کے صحابہ کرام ؓ کے ظاہر وباطن، صورت وسیرت، خلق وخلق ور جسم و

جان کو نور سلام و یمان ور عرفان کو منور کر دیا تھا۔ ور وہ یا تو بمصداق الاعراب

اشد کفرا ونفاقا نکلے پتھروں کی طرح سنگ دل لوگ تھے۔ یا آپ کی صحبت

کیمیا ثر سے بقول اصحابی کالنجوم آسمان مال کے درخشندہ ستارے بن

گئے۔ مسلمان نور یمان کے ذریعے مقتضائے

اشداء علی الکفار رحماء بینھم

یک دوسرے سے متحد ومتفق، یک دل ویک جان، رفیق وشفیق ور یک دوسرے

پر رحیم ور مہربان بنے ہوئے تھے۔ ور یہی چیز ں مت آوارہ کا شیرازہ ور رشتہ تھا۔

جس نے تمام مت کے افراد کو تسبیح کے دانوں کی طرح مربوط ور منسلک کیا ہوا تھا۔

ور ارشاد مربانی کے مطابق کہ

واعتصموا بحبل الله جمیعا ولا تفرقوا

سب سلام ور یمان کی مضبوط رسی کو پکڑے ہوئے ور پس میں یک دوسرے

کے ساتھ جکڑے ہوئے تھے۔ سی خوت سلامی ور تحاد یمانی کے جذبے ور

سپرٹ کے تحت مسلمان یک دوسرے پر جان ومال قربان کرتے تھے۔ ور یہی چیز

ن کی تمام دنیوی مہمات ور ملکی فتوحات میں کامیابی ور کامرانی کا موجب ور

باعث بنی رہی ہے۔

اسلام میں ہمیشہ روحانی قوت اور باطنی طاقت نے مادی حکومتوں اور ظاہری سلطنتوں کی جستجو میں ید اللہ (قدرت کا ہاتھ) بن کر دین اور مذہب کی تبلیغ اور توسیع کا کام کیا ہے۔ جملہ انبیاء بنی اسرائیل مثلاً داؤد علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور دیگر تمام انبیاء خصوصاً ہمارے آقائے نامدار سرور انبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدینؓ کے تمام فاتحانہ کارناموں میں ہمیشہ روحانی طاقت اور آسمانی ہمت کارفرما رہی ہے۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت پر ہمیشہ ملائکہ یعنی آسمانی کمک فوج در فوج امداد کے لئے اترتی رہی ہے۔ اور اسی روحانی و باطنی امداد کی بدولت اسلامی فوجیں اور دیگر موحدین جیوش باوجود بے سروسامانی کے

كم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله

کے مطابق اپنے سے دس گنا دشمن پر فتح پاتے تھے۔ اس قسم کی لڑائیوں کی مثالیں قرآن کریم میں بہت مذکور ہیں کہ جن میں ملائکہ یعنی فرشتے مسلمانوں کی امداد کے لئے آسمان سے نازل ہوتے رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کے دوش بدوش کفار سے لڑتے رہے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا یہ ہمیشہ اصول اور قاعدہ چلا آیا ہے کہ وہ اپنے دنیوی کاروبار اور ملکی مہمات میں اپنے باطنی تصرف اور روحانی ہمت کو استعمال کرنے سے حتی الوسع احتراز اور اجتناب کرتے رہے ہیں۔ اور اکثر اوقات رضا بقضائے الٰہی کا شیوہ اور صبر و توکل کا طریقہ اختیار کر کے یہ کہتے ہیں کہ

وافوض امري الى الله ان الله بصير بالعباد

یعنی ہم اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے بندوں کے حالات کا خود نگہبان اور نگران ہے۔ مگر سخت مجبوری اور اضطرار کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے باطنی امداد، غیبی تائید اور آسمانی کمک کے طلب گار اور مستدعی ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ بھی دنیا کے اس دارالامتحان اور عالم اسباب میں ہمیشہ اسباب

کے پردے میں اپنے بندوں سے اپنی راہ میں جدوجہد اور سعی وکوشش کی خدمت لیتے رہے ہیں۔ اور اپنی قدرت کے ہاتھ کو اسباب کی آستین میں چھپا کر کام کرتے ہیں۔ اور گاہے گاہے شاذ و نادر سخت ضرورت کے وقت اپنے خاص برگزیدہ جانباز بندوں کی خاطر قدرت کے ہاتھ پر سے اسباب کی آستین اتار کر ننگے ہاتھوں اپنی قدرت کے معجزات اور کرامات ظاہر فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرشتے اکثر مسلمانوں کے دلوں کو لڑائی کے موقع پر تقویت اطمینان اور تسلی پہنچانے کی خاطر آسمان سے نازل ہوتے رہے ہیں۔ جس سے مسلمانوں کے دلوں میں ہمت، جوانمردی اور شوق شہادت کا جذبہ اور ان کے جسموں اور جانوں میں غیر معمولی طاقت اور قوت پیدا ہو جایا کرتی ہے۔ ورنہ ایک فرشتہ لاکھوں انسانوں کو ہلاک کرنے کے لئے کافی ہے۔ اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک حاکم یا سردار اپنے لڑکے کو اپنے نوکر کے بچے سے کشتی لڑنے اور مقابلہ کرنے کا امر کرتا ہے۔ اور سردار کا لڑکا اپنے باپ کے حکم کی فوری تعمیل کرکے محض اس کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرنے کی خاطر میدان میں کود پڑتا ہے۔ اور اپنے نوکر کے بچے سے کشتی اور مقابلے پر اترآتا ہے۔ اور اس کے ساتھ کشتی لڑنے لگ جاتا ہے۔ اب باپ اپنے بچے کے جذبہ اطاعت اور جوش فرمانبرداری کو پاس کھڑا ہو کر دیکھ رہا ہوتا ہے کہ کس طرح میرا بچہ اپنی ساری ہمت اور پوری طاقت میرے حکم کی تعمیل اور میری خوشنودی کے حصول میں صرف کر رہا ہے۔ اب اگر خدانخواستہ ایسے موقع پر سردار کا بچہ گرنے لگ جاتا ہے۔ تو باپ خفیہ طور پر اپنے ہاتھ کا سہارا دے کر اپنے بچے کو گرنے سے بچا لیتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ کی اپنے برگزیدہ اور فرمانبردار بندوں کے ساتھ آسمانی مدد اور تائید غیبی کی بھی یہی صورت رہی ہے۔ تاکہ دنیا کے دار الحکمت اور دار الامتحان میں اسباب کا پردہ بھی چاک نہ ہو۔ اور ساتھ ہی مسلمان اور موحدین اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد اور غزوات کی جزاء اور ثواب کے مستوجب اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی میں اپنی جات۔

مال قربان کرنے کے عوض جنت کے بدلے نعم و کرم کے مستحق ہو جائیں۔ قولہ تعالیٰ

اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملئکة مردفین وما جعله الله الا بشری ولتطمئن به قلوبکم وما النصر الا من عند الله ان الله عزیز حکیم

(ترجمہ) جب تم اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعا قبول فرمائی۔ اور ہم نے ایک ہزار فرشتوں کے نزول اور ظہور سے تمہاری مدد فرمائی اور یہ غیبی مدد کا معاملہ اس لئے کیا گیا۔ تاکہ تم کو ایک گونہ بشارت ہو اور تمہارے دلوں کو اطمینان اور تسلی حاصل ہو۔ ورنہ فتح اور نصرت تو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور وہ غلبے اور حکمت والا ہے۔ مذکورہ بالا آسمانی مدد محض مسلمانوں کے دلوں کو اطمینان اور تسلی دینے کے لئے اتاری گئی تھی۔ اس میں فرشتوں کو لڑنے کا حکم نہیں تھا۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے

اذ یوحی ربک الی الملئکة انی معکم فثبتوا الذین امنوا سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم کل بنان

(ترجمہ) اور جب اے نبی تیرے رب نے وحی کی فرشتوں کی کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ پس تم ثابت قدم رکھو میدان جنگ میں ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں۔ ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں خوف اور رعب ڈالنے والے ہیں۔ پس مارو ان کی گردنیں اور ان کو ہر پور اور بند بند میں کاٹو

یہاں قدرت کے ہاتھ پر سے اسباب کی بحثیں اتار کر مدد فرمائی گئی۔ چنانچہ اصحاب کرام فرماتے ہیں کہ ایسے مدد کے موقعوں پر ہم فرشتوں کو اجنبی لوگوں کی صورت میں اپنے دوش بدوش لڑتے دیکھا کرتے تھے۔ اور لگا ہے ہم کسی کافر کو مارنے کا ارادہ

کرتے تھے۔ تو اس کا سر خود بخود پیچھے کٹ کر جدا ہو جاتا تھا۔ چنانچہ اس قسم کے واقعات
حضرت سرور کائنات ﷺ کے غزوات میں عام ہوا کرتے تھے۔ اور بعض صاحب
بصیرت باطنی اصحاب بارہا فرشتوں کو ابلق گھوڑوں پر سوار آسمان سے اترتے اور ان
کے دوش بدوش کافروں سے لڑتے دیکھا کرتے تھے۔ اور بے شمار صحیح روایتوں میں
ان کی شہادتیں موجود ہیں۔ اور اس قسم کے واقعات سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے کہ
جب کبھی اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں یعنی انبیاء اور اولیاء نے مشکل مہمات اور
لڑائیوں کے موقعوں پر اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی غیبی
لطیف مخلوق یعنی ملائکہ اور روح کی رفاقت سے ان کی امداد فرمائی ہے۔ اس مدد
کے مختلف طور طریقے اور الگ الگ صورتیں ہوتی رہی ہیں۔ بعض دفعہ جب کبھی کچھ
لوگ پیغمبروں پر ایمان لا کر ان کے ہمراہ ہو جایا کرتے تھے اور کفار سے لڑتے تھے۔
تو اللہ تعالیٰ مومنوں کی مدد کے لیے آسمانوں سے فرشتے نازل فرماتے۔ جن کی مدد
سے تھوڑے مسلمان اپنے سے دس گنا کافروں پر غالب آ جاتے۔ جیسے کہ اوپر کی
آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے لیکن جب کبھی ساری قوم کی قوم بگڑ جاتی تھی اور انکار اور
پیکار پر اتر آتی تھی تو اس وقت اللہ تعالیٰ عالمگیر آفاقی حوادث سے انہیں ہلاک کر
دیتے تھے۔ جیسے کہ نوح علیہ السلام کی تمام قوم کو عالمگیر طوفان میں غرق کر دیا تھا۔
فرعون بے عون کو اپنے لشکر سمیت دریائے نیل کی لہروں میں بہا کر ہلاک کر ڈالا
تھا۔ لوط علیہ السلام کی قوم کے تین سو شہروں کو زلزلے اور بھونچال سے تہ و بالا کر دیا
تھا۔ عاد، ثمود اور صالحؑ کی قوموں کو اس قسم کی عالمگیر آفتوں سے فنا کر دیا تھا۔

اب بھی اللہ تعالیٰ کے غیبی سٹور اور آسمانی میگزین میں اس سے بدرجہا زبردست
قہرمانی طاقتیں موجود ہیں۔ جن کے سامنے ایٹم بموں اور ہائیڈروجن بموں کی کوئی
حقیقت نہیں ہو سکتی۔ لیکن اب نہ تو روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی ایسی برگزیدہ و محبوب
ہستیاں موجود ہیں۔ اور نہ اس قسم کے جانباز جاں نثار مومن نظر آتے ہیں۔ جن کی

خاطر اللہ تعالیٰ زمین پر سبب کا پردہ چاک کر کے اپنے دست قدرت کا مظاہرہ فرمانے کی ضرورت محسوس کرے۔ آج خود ہمارے خود غرض سیاسی اور ملکی لیڈروں یعنی نام نہاد ناخداؤں کے ہاتھوں اسلام کا بیڑہ غرق ہوتا نظر آ رہا ہے۔ آج دنیا انسان نما حیوانوں اور درندوں سے بھری پڑی ہے۔ کہیں کہیں خال خال کوئی اصلی حقیقی معنوں میں انسان نظر آتا ہے۔

یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں

ولقد ذرانا لجهنم كثيرا من الجن والانس لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اذان لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغفلون

(ترجمہ) ہم نے جن و انس میں سے اکثروں کو جہنم کے لیے تیار کیا ہے۔ ان کے دل ہیں جن سے وہ نہیں سوچتے ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ نہیں دیکھتے۔ ان کے کان ہیں جن سے وہ نہیں سنتے۔ وہ نرے حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر وہ لوگ اللہ سے غافل ہیں۔

آں حضرت ﷺ نے فرمایا ہے

سياتي زمان على امتي لا يبقى من الاسلام الا رسمه ولا يبقى من الايمان الا اسمه

یعنی میری امت پر ایسا زمانہ آئے گا کہ نہیں باقی رہے گا اسلام میں سے مگر رسم اور رواج اور نہیں باقی رہے گا ایمان سے مگر خالی نام۔ آج وہی زمانہ ہے کہ اسلامی ارکان جو رسم و رواج محض نمائش اور دکھاوے کے لیے ادا کیے جاتے ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی کا مطلق دخل نہیں ہوتا۔ اور صرف نام کے مومن دنیا میں موجود ہیں۔ نام سنو تو ابراہیم کہلاتے ہیں۔ لیکن نفاق اور رعونت میں نمرود سے بڑھ کر ہیں۔ نام موسیٰ ہے اور ظلم اور سرمایہ داری میں قارون اور فرعون

کے کان کترڈ ے ہیں۔نام کے غلام محمد ورغلام حمد ہیں۔لیکن کئی بوجہل وریزید گریبان میں ڈال رکھے ہیں۔غرض س قسم کے مسلمانوں کی اللہ تعالی کوکوئی ضرورت نہیں ہے۔کیا ہو کہ مسلمانوں کے گھر پید ہوئے ورمسلمان نام رکھ لیا۔ جب کہ عمل ور فعل میں کفار سے بھی بدتر ہیں۔اللہ تعالی ن مسلمانوں کوصحیح رستہ دکھائے۔ ور پنے نام ور کلام کی چاشنی چکھائے۔ورنہ حالت بہت خراب نظر آرہی ہے۔

پہلے زمانے کے مسلمان بادشاہوں کی ملکی فتوحات میں اس زمانے کے برگزیدہ ولیاءکرام کی باطنی ہمت ورروحانی توجہ کارفرما تھی۔جس کی بدولت وہ پنے سے تعد د ورطاقت میں بہت زیادہ ورزبردست قوموں پرفتح پالیتے تھے۔وہ مسلمان بادشاہ ولیاءکرام کو پنی صلی پشت پناہ وراللہ تعالی کی طرف سے روئے زمین کے حقیقی وارث ورحکمر ن ورمالک سمجھتے تھے۔جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں

ولقد كتبنا في الزبور من بعد الذكر ان الارض يرثها عبادي الصلحون في هذا لبلغا لقوم عبدين

(ترجمہ)ہم نے پنی کتاب زبور میں اللہ تعالی کے ذکر کی تعریف کے بعد یہ بات لکھ دی تھی کہ میری زمین کے صلی ورحقیقی وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔سومیرے س فرمان میں عبادت گذ رلوگوں کے لئے بڑی چھی بشارت ہے۔کہ جوشخص میری زمین کی اصلی ورحقیقی ورثت ورباطنی حکومت کا طالب گار ہو۔وہ س چیز کومیرے ذکر کی کثرت ورعبادت سے حاصل کرسکتا ہے۔لہذ پہلے زمانے کے مسلمان بادشاہ ولیاءکرام کوروئے زمین کے صلی وارث ورولی امر حاکم سمجھتے تھے۔ ور پنے آپ کوان کا ظل ورسایہ خیال کرتے تھے۔ ورپنی حکومت کاقیام ور ستحکام ن کی روحانی قوت ورباطنی تصرف کے طفیل جانتے تھے۔لہذ وہ دوربین،دانشمند وردیندار بادشاہ ولیاءکرام کی دل وجان سے زندگی میں وربعد

بزرگ پوری قدر و عزت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اکثر پچھلے مسلمان بادشاہ خصوصاً مغلیہ خاندان کے بڑے جلیل القدر بادشاہ یعنی جلال الدین اکبر، جہانگیر، شاہجہان اور اورنگ زیب وغیرہ اکثر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کو پیادہ چل کر جایا کرتے تھے۔ شاہجہان بادشاہ حضرت میاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ بگوش غلام تھے۔ اور اکثر پیادہ چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ آج کل کے بعض [illegible] زدہ اور دہریہ مزاج لوگ پرانے زمانے کے بادشاہوں کے اس قسم کے عقائد اور اعمال کو ان کی توہم پرستی اور سادہ پن پر محمول کرتے ہیں۔ کیونکہ مغربی تعلیم نے ہماری قوم کے دلوں اور دماغوں کو مادہ پرستی اور ملحدانہ خیالات سے ماؤف اور مسموم کر دیا ہے۔ جس سے اکثر لوگوں کے قلوب مذہبی طور سے مر چکے ہیں۔ اور ان کا مذہبی احساس بالکل مفقود ہو چکا ہے۔ اور بعض جو اس تعلیم کے اثر سے کسی طرح بچ گئے ہیں۔ اور اس تعلیم کی عام فضا میں وبائی اثر سے متعدی لاعلاج امراض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ جب اللہ والوں نے دیکھا کہ رعایا اور حاکم ہوس رانی اور جذبات نفسانی کا شکار ہو گئے ہیں۔ اور رعایا اور عوام کے قلوب مذہبی لحاظ سے بیمار ہو گئے ہیں۔ اور ان طبیب القلوب کو معلوم ہوا کہ ملکی حکومت و سلطنت ظاہری جاہ و حشمت اور نفسانی عیش و عشرت مسلمانوں کے دین و ایمان کو گھن کی طرح کھائے جا رہی ہے۔ تو انہوں نے مسلمانوں کی بہتری اسی میں جانی کہ یہ ظاہری دولت و ثروت اور ملکی جاہ و حشمت ان کے ہاتھوں سے چھین لی جائے۔ گھی اور گوشت اگرچہ بظاہر مرغوب اور عمدہ غذا ہے۔ لیکن دانا اور دور اندیش باپ اپنے بیمار بچے کے منہ سے نکال کر اسے کتوں کے آگے ڈالنا پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء

(ترجمہ) اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رزق فراخ کر دیوے تو البتہ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ سے باغی ہو جائیں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے اندازے پر مکتفی رزق فرماتے ہیں۔ جو ان کی بغاوت کا باعث نہ بن سکے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا۔

ربنا انک اتیت فرعون وملاہ زینۃ واموالا فی الحیوۃ الدنیا ربنا لیضلوا عن سبیلک ربنا اطمس علی اموالھم واشدد علی قلوبھم فلا یومنوا حتی یروا العذاب الالیم

(ترجمہ) کہ اے اللہ تو نے فرعون اور اس قوم کو دنیا کی آسائش و آرائش اور بکثرت مال و دولت عطا کی ہے۔ اور یہ باتیں تیرے راستے سے ان کی گمراہی کا سبب بنی ہوئی ہیں۔ اے اللہ ! ان کے مال و دولت کو مٹا دے اور ان کے دلوں کو سختی سے پکڑ لے۔ یہ لوگ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک یہ بھوک اور افلاس کا دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

ایک دفعہ صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اپنی عسرت اور تنگی کی شکایت کی۔ اور عرض کیا کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے رزق کی تنگی اٹھا لے اور ہمیں کشادہ اور وسیع روزی عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا کہ اے میرے اصحاب! میں تمہارے افلاس اور تنگی رزق سے اتنا خائف نہیں ہوں۔ جتنا تمہاری وسعت اور فراخی رزق سے ڈرتا ہوں۔ چنانچہ دنیا کی فراوانی اور ملکوں کی حکمرانی نے بعض اصحاب کو آپس کے خانگی جھگڑوں اور لڑائیوں میں اس طرح مبتلا کر دیا کہ یا تو افلاس و ناداری کے دنوں میں ان کے اندر

انما المومنون اخوۃ اور رحماء بینھم

کا نقشہ نظر آتا تھا۔ اور ایک دوسرے پر جان و مال قربان کرتے تھے یا خلافت اور حکومت کی خانگی لڑائی اور جھگڑوں نے انہیں ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنا دیا۔

غرض دنیوی کشائش ور دولت ور دنیوی حکومت و سلطنت کثر یمان کے لیے
سم قاتل کا حکم رکھتی ہیں۔ ہمیشہ یمان ور سلام فلاس ور ناداری کی فضا میں پھلتے
پھولتے رہے ہیں۔ ور پھر، شرک ور نفاق کے شجر ملعونہ کے پھلنے پھولنے کے لیے
کثرت دنیا کا ماحول بہت موفق ور ساز گار رہتا ہے۔ قبال مرحوم نے اس بارے
میں کیا چھا کہا ہے

ج کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آر تو غریب
زحمت روزہ جو کرتے ہیں گوار تو غریب
نام لیتا ہے گر کوئی ہمار تو غریب
پردہ رکھتا ہے گر کوئی تمہار تو غریب
مرء نشہ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملت بیضاء غرباء کے دم سے

غرض گلے بادشاہ خود دیندار ور متقی تھے۔ ن کے دور میں دین ور دینداروں
کی کافی قدر و منزلت تھی۔ ور وہ پنی دنیوی دولت کو کثر دین ور مذہب کی
خدمت میں صرف کرتے تھے۔ ہندی دینی پیشو ور روحانی رہنما یعنی ولیاء کرم ن کی
ملکی ور دنیوی مہمات میں ہر جگہ پنی باطنی ہمت سے ن کے معاون ور مددگار رہا
کرتے تھے وہ بادشاہ پنی رعیت کے سچے ہمدرد ور غمخوار رہتے تھے۔ ور رعیت بھی ن کی
دل و جان سے فرماں بردار تھی۔ ن بادشاہوں کی حکومت خالی جسموں پر نہیں تھی بلکہ
وہ رعیت کے قلوب پر بھی حکمران تھے۔ کیونکہ باطنی ولیاء مر وگ جن کا تصرف قلوب
ور روح پر رہتا ہے۔ باطنی طور پر ن کے ہم دم و ہم جسم تھے۔ ور ہر وقت ن کے
ہمرہ ور پشت پناہ تھے۔ گرچہ ن زمانے میں نہ تو آج کل کی طرح آمد و رفت کے
لیے کوئی موٹریں، ریلیں ور ہوائی جہاز تھے ور نہ پیغام رسانی کے ایسے تیز ذرائع
مثلاً ٹیلی فون، ٹیلی گراف، ریڈیو ور وائرلیس وغیرہ موجود تھے۔ ور بادشاہ ہزاروں

میل دور رہتا تھا۔ لیکن پھر بھی اس کی حکومت اور سلطنت کا باطنی اثر تمام ملک میں جاری اور ساری تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ بادشاہ ہر گھر میں موجود ہے۔ جب تک والی امر اہل اللہ اور باطنی متصرفین کا سایہ ان کے سر پر رہتا تھا۔ کسی کو ان کے حکم سے سرتابی اور بغاوت کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ کیوں کہ وہ حکومت اللہ والوں کے دم اور قدم سے دلوں پر قائم تھی۔ خلاف آج کل کی حکومتوں کے جن کی محض جسموں پر حکومت ہے۔ اور دل ان سے سخت متنفر اور بیزار رہتے ہیں۔ طرح طرح کے سیاسی مکر اور فریب استعمال کیے جاتے ہیں۔ ضروریات زندگی اور لوازمات حیات پر قبضہ اور کنٹرول جما رکھا ہے۔ گھر گھر خفیہ پولیس اور سی آئی ڈی والے تعینات کر دیے گئے ہیں۔ ہر شخص کی زبان اور قلم پر مہر لگا رکھی ہے۔ اور خلق خدا کو جکڑنے اور پھانسنے کے لیے نت نئے سیاسی داؤ پیچ اور تازہ ہتھکنڈے ایجاد کیے جاتے ہیں اس کے علاوہ ہر جگہ آنا فانا میں پہنچنے کے لیے ہوائی جہاز موجود ہیں۔ اور طرفۃ العین میں ہزاروں میل کی خبریں ہر وقت پہنچتی رہتی ہیں۔ اور نہتے بے سروسامان، مفلوک الحال، کمزور اور ناتواں رعایا کی سرکوبی اور ہلاکت کے لیے ہوائی جہاز، ٹینک اور ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم تیار رکھے ہیں لیکن پھر بھی ہر وقت بغاوت اور سرکشی کا خطرہ اور خدشہ لاحق ہے۔ بھلا ایسے ظلم و جبر اور اکراہ کی حکومتوں سے کیا حاصل اور ایسی عارضی حکومتیں کب تک قائم رہ سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نت نئے انقلابات رونما ہوتے ہیں۔ ہزاروں معصوم اور بے گناہ تختہ دار پر لٹکائے جاتے ہیں۔ یا گولیوں سے اڑائے جاتے ہیں۔ اور بے شمار غریبوں کو محض شک اور شبہ میں جلس دوام کی سزائیں دی جاتی ہیں۔ لیکن پھر بھی بغاوت اور فتنہ و فساد کا سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔

کہتے ہیں کہ عالمگیر اورنگ زیب بادشاہ کا ایک شہزادہ کسی بات پر اپنے والد سے ناراض اور منحرف ہو کر ایک راجہ کے پاس چلا گیا تھا۔ اور اس راجہ کے ہمراہ اپنے

و مد کے قتل و ہلاکت ور س کی سیری و معزوں کے منصوبے ور سازشیں رنے گا

ورنگ زیب کو جب س کا پتہ گا تو چند سپاہی ہمر ہ ے کر س طرف سیر و شکار کے

بہانے چل گیا۔ سپاہیوں کو جنگل میں چھوڑ کر خود یک نوکر کے ہمر ہ س رجہ کے د ر

الحکومت میں جا پہنچا۔ ور پنے گھوڑے کو باہر باندھ کر خود یک مسجد میں جا بیٹھا۔ ور

اپنے نوکر کے ہاتھ یک پرو نہ رجہ کے نام اس مضمون کا لکھا کہ میں آج تفاق

تیرے د ر الحکومت میں آ گیا ہوں۔ ور مجھے یک ضروری کام کے سے تجھ سے منا

ہے۔ فلاں مسجد میں تمہاری مد قات کا منتظر ہوں۔ غرض س پرو نے پر شاہی مہر ثبت

کر کے یک نوکر کے ہاتھ رجہ مذکور کے پاس بھیج دیتا۔ نوکر کو حسب دستور سی وقت

رجہ کے پاس حاضر کیا گیا۔ نوکر نے جاتے ہی بادشاہ کا خاص پرو نہ پیش کیا۔ مزید

زبانی گفتگو سے جب رجہ کو معلوم ہو کہ بادشاہ ورنگ زیب بہ نفس نفیس س کے د ر

الحکومت میں چانک آ گیا ہے تو س کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اور حیرت سے

ومبخود ہو گیا۔ سی وقت فوراً مع رکان سلطنت مسجد کی طرف پا پیادہ رو نہ ہو گیا۔

جب اس کی نظر بادشاہ کے چہرے پر پڑی تو خوف ور ہراس کی وجہ سے کانپنے لگا۔

مسجد میں دخل ہو کر بصد دب و احتر م بادشاہ کو کورنش بجا لایا۔ ور دست بستہ

بادشاہ کے سامنے بمع تمام ارکان سلطنت کھڑ ہو گیا ور حکم کا منتظر رہا۔ بادشاہ نے

سے پنے قریب بیٹھنے کا حکم دیا۔ س وقت گرمی کا موسم تھا۔ ور بادشاہ کو پسینہ آیا ہو

تھا۔ بادشاہ نے سے پنی قمیص کے بٹن کھولنے کے سے کہا۔ رجہ کے ہاتھ مارے

خوف کے کانپ رہے تھے۔ س نے ہر چند کوشش کی لیکن وہ گردن کے ساتھ و لے

پہلے بٹن کو نہ کھول سکا۔ بادشاہ نے سے پنا خنجر جو س وقت س کے پاس تھا رجہ کے

حو لے کر کے حکم دیا کہ س خنجر سے بٹن کاٹ ڈ و۔ ب چونکہ معاملہ پہلے سے بھی

زیادہ خطرناک ور نازک صورت ختیار کر گیا۔ کہ دھر تیز خنجر تھا۔ ور دھر بادشاہ کے

نازک گلو کے متصل و ا بٹن کاٹنے کا حکم تھا۔ رجہ کے چہرے پر مارے خوف کے

ہوئیں ڑنے لگیں۔ کئی دفعہ کوشش کی لیکن مارے خوف کے خنجر ہاتھ سے گر پڑتا۔

عجز عرض کی کہ جہاں پناہ! یہ غلام حضور کی اس خدمت سے قاصر ور معذور ہے۔

غرض بادشاہ نے وہ خنجر راجہ مذکور کے ہاتھ سے چھین کر پنے پاس رکھ لیا۔ ور س

سے یوں مخاطب ہو کہ ے نادن بنیے! ورنگ زیب س وقت کیا بے یارومددگار

ور بغیر فوج و سپاہ تیری مملکت میں بیٹھا ہے۔ ور س کا خنجر تیرے ہاتھ میں ور س کا

گلا تیری نگلیوں میں ہے۔ ور باوجود س کے حکم ور فرمائش کے ور پنی بار بار

کوشش کے تو س کی قمیص کے یک معمولی بٹن کاٹنے پر قادر نہیں ہو سکا۔ تو پھر س

طرح میرے لڑکے کے ہمراہ میرے قتل ور ہلاکت کے منصوبے باندھتا پھرتا ہے۔

ب تجھے معلوم ہو گیا ہوگا کہ ہمارے سر پر ظل لہی ہے۔ ور ہم س کے مر سے

حکومت کر رہے ہیں۔ جب تک وہ ظل ہمارے سر پر قائم ہے۔ کوئی شخص ہمارا یک

بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ س کے بعد آپ نے س راجہ کو معزول کر دیا۔ ور س کے

بعد س کے بیٹے کو جانشین کر دیا۔ غرض یہ حال تھا ن بادشاہوں کا جو صحیح معنوں میں

ظل لہی تھے۔ ور جن پر حقیقی و رث ارض و امر و یہ ر مسا یقین تھے۔ ور

جو ہر حال میں ظاہر باطن ن کے ہمراہ ور پشت پناہ تھے۔ افسوس ہے غیر ملکی

حکمرانوں نے ہماری درسی تواریخوں میں ہمارے عادل، منصف مزاج، دیندار ور

راسخ دین بادشاہوں کو نہایت غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔ ور نہیں حد درجہ کے

اپاہج، متعصب، ظالم ور عیاش ثابت کیا ہے۔ ور ن کی بجائے اپنے ملک کے نیم

وحشی، جاہل، ظالم ور جابر بادشاہوں ور پنے فوجی جرنیلوں کی تعریف ور توصیف کا

ہماری تاریخی کتابوں میں یسا نقارہ ور غلط پروپیگنڈے کا ڈھنڈورا پیٹا ہے کہ نہیں

ہمارے پیغمبروں سے بھی آگے بڑھا دیا ہے۔ چنانچہ ن دنوں یہ فقیر کالج میں پڑھتا

تھا تو ن دنوں یک کتاب لفریڈ دی گریٹ (Alfred the Great)

ہمارے نگریزی کورس میں شامل تھی۔ کتاب کے مصنف نے س میں جا بجا لفریڈ

دی گریٹ کے خلق، عدت ور طور کا ہمرے آقائے نامد ر حمد مجتبیٰ حضرت محمد
مصطفیٰ ﷺ کے خلق ور عدت سے مو زنہ ور مقبلہ کیا تھ۔ ور فریڈ کو ہمرے
مجموعہ خلق عظیم ور معدن اوصاف کریم ﷺ کی ذ ت و صفت سے بہتر ور برتر
ثابت کیا تھ۔ جو بہترین ز جملہ انبیء مرسلین ور محبوب رب لعلمین ہیں۔ ور جن
کی حمد و توصیف سے دن رت زمین و آسمن گونج رہے ہیں۔ س قسم کی بے ہودہ
کتاب کو ہمری نصاب تعلیم میں دخل کرنے سے سوئے س کے ور کیا غرض ہو سکتی
تھی کہ ہمرے صادق و مصدوق ور محبوب خلق و مخلوق پیغمبر کو ہمری نظروں میں
یک دنیٰ قسم کے ظلم حکمر ن کی صورت میں پیش کیا جائے۔ ور ہمرے سلامیہ
کالج کے مسلمن پروفیسر س قسم کی لغو کتاب پڑھنے ور ہم س کے پڑھنے ور یاد
کرنے پر مجبور تھے۔ یسے موقعہ پر ہم صرف یہی کچھ کہہ سکتے ہیں۔

چرغ مردہ کج شمع آفتاب کج
ببیں تفوت رہ ز کجست تا بکجا

سولہویں ور سترہویں صدی سے پہلے کے یورپین حکمر نوں ور بادشاہوں کے کیا
بلکہ ن کے پیشو ؤں ور روحانی رہنماؤں یعنی پوپ کے آتھموں کے زندگی کے
حالت کا گر جائزہ لیا جائے تو ن میں بربریت ور سفاکی کے وہ ہولناک نمونے ور
خاکے نظر آتے ہیں کہ جن کے سامنے چنگیز ور ہلاکو خاں کے خون ریز کارنامے ماند
ور گرد پڑ جاتے ہیں۔ مسلمن بادشاہوں میں محمود غزنوری ور عالمگیر ورنگ زیب
بڑے عادل نیک ور دین دار بادشاہ ہو گذرے ہیں۔ چنانچہ ن کی قبروں میں بھی
آج روحانی زندگی کے آثار ور نور نظر آتے ہیں۔ ور ن کی تربتوں کی عزت ور
توقیر بھی آج تک قائم ور برقرر ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ تو ریخ کے مدرن کو باطل
غلط رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ غرض سلام میں ہمیشہ روحانی قوت ور باطنی طاقت
نے مادی حکومتوں ور ظاہری سلطنتوں کی ہستیوں میں ید اللہ ور قدرتی ہاتھ بن کر

حیرت نگیز کشور کشا کا مے ہیں۔

سطن محمود غز نوی کے ہندوستان پر تم م حموں میں کامیابیوں ور حیرت نگیز فتوحات کا رناموں کا ر زمحض س زمانے کے پاکباز کامل فقرء ور روحانی طاقت کے حامل درویشوں کی باطنی توجہ ور روحانی ہمت میں مضمر تھا۔ جو کہ فولادی متحرک قلعوں کی طرح سلطان مذکور کے ہمراہ جو رباطنی ور روحانی پشت پناہ رہا کر تے تھے۔ ور ہر طرح کی مدد کیا کر تے تھے۔

حضرت ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا سلطان محمود کو مشکل مہمات ور ملکی فتوحات کے لیے پنا خرقہ مبارک تبرکا عطا کر کے روانہ کرنے کا قصہ مشہور ہے ور سلطان محمود کا پنی بے سرو سامان فوج کے ہمراہ تنے دشوار گذار پہاڑوں ور خشک ریگستانی علاقوں سے گذرنا ور تنا دور دراز سفر پیدل طے کر کے ہندوستان جیسے زرخیز، دولت مند، گنجان آباد ہنر مند ور مہذب ملک کے تمام راجوں مہاراجوں کے متفقہ ور متحدہ جنگی مرکزی تیرتھوں ور بڑے مشہور مندروں پر حملے کرنا ور ہزاروں راجوں مہاراجوں کے تیغ ہندی سے مسلح لشکر کا بزدلی ور چھوٹ سورماؤں ور تیز رفتار گھوڑوں، سانڈنیوں ور قوی ہیکل ہاتھیوں کے سواروں کو شکست فاش دینا ور یک یک سپاہی کا دو دو سو ہندو قیدیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح آگے لگا کر غزنی لے جانا روحانی طاقت کا معجزہ نہیں تھا تو ور کیا تھا؟ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ س زمانے کے ہندو لوگ بزدل ور ڈرپوک تھے۔ ور فنون حرب ور معاملات جنگ و جدل سے بے بہرہ تھے۔ لیکن یہ ن مورخین کا محض باطل خیال ہے۔ بھلا جس قوم کی عورتیں پنی عزت ور ننگ و ناموس کی خاطر تی ہوکر ور زندہ جل کر پنی جانوں پر کھیل سکتی ہوں۔ س قوم کے مردوں کو کسی طرح بھی بزدل ور ڈرپوک نہیں کہا جا سکتا ور س زمانے کے فنون حرب میں تلک بازی آج تک ہندوستان کی شہرہ آفاق مانی جاتی ہے۔ ور تیغ ہندی ضرب المثل ہے۔ سو بزدلی ور ڈرپوکی کی یہ بے ہودہ تو

جنہیں ن مورخوں نے روحانی حقیقت سے کورچشمی و را علمی کے سبب تر شی ہیں۔

کہتے ہیں کہ سومنت کی ڑ ئی میں جب سط ن کا شکر ڑتے ڑتے تھک گی ۔ بہ دروں کے دل ڈہل گئے۔تلو ریں کند ہوگئیں۔نیز ے ٹوٹ گئے۔ ور تیر ختم ہو گئے۔ظ ہری ط قتیں ور م دی س م نوں نے جو ب دے دی ۔ س وقت سط ن محمود نے ا چ ر ور مجبور ہوکر اس غیبی آ م نی مدد کے منگو نے ور دعوت دینے کا آخری حیلہ ور وسیلہ تلاش کی ۔جس کے بھروسے ور امید پر سط ن تنی دور دراز زبردست حکومتوں اور ملکوں پر حملہ آور ہوت تھ ۔ کہتے ہیں کہ ں وقت سط ن نے شکر سے علیحدہ ہو ر دو رکعت نم ز نفل اللہ تع لی کی ب رگ ہ میں د کیے۔ ور شیخ ص حب کا عط رد ہ خرقہ للہ تع لی کے حضور میں بطور وسیلہ پیش رکے د م نگی۔ شیخ ص حب کی ہمت ور توجہ نے جو ب طنی بجلی کی طرح ں خرقے کے س تھ و بستہ ور مربوط تھی۔ سط ن کی دع ئیں ج بت ور قبولیت کا مقن طیسی پ ور بھر دی۔پھر کی تھ یک طرفۃ عین میں ج بت ور منظوری دوڑتی ہوئی ستقبال کے ے آگے آئی۔ آ م نی مد د پہنچ گئی۔ ک ر ور مشرکین کے دوں سے جرأت ور ہمت یکدم خ رج ہوگئی۔ ور ن کے چھکے چھوٹ گئے۔ ور مسم نوں کے دوں ور ج نوں میں شج عت،مرد نگی ور شوق شہ دت کی لہر دوڑ گئی۔غرض یک ب طنی ج دو تھ جو یک دم طرفین کے ندر دوں ور د م غوں پر چل پڑ ۔جس نے ک ہ کو کوہ ور کوہ کو ک ہ ور ر ئی کو پہ ڑ ور پہ ڑ کو ر ئی کا رنگ دے دی ۔ ک ر کے قدم ھڑ گئے۔ ور شکر س م فتح مند ہوگی ۔سط ن محمود کے دوگ نہ نفل د رنے ور اللہ تع لی سے دع م نگنے کا قصہ مورخوں نے لکھ ہے۔لیکن چونکہ آج کل کے م دہ پرست مورخین آ م نی ب د ش ہی ور غیبی مد د کے منکر ہیں۔ ور صرف م دہ ی م دی حقیقت کو ج نتے ور م نتے ہیں۔اس و سطے انہوں نے اس قصے کو س رنگ میں بی ن کی ہے کہ دوگ نہ د رنے ور د م نگنے کے بعد سط ن محمود نے پنی فوج کے سرد روں کو جمع کی ور ن کے آگے یک پرجوش تقریر کی۔جس سے ن

ے دلوں پر یک غیر معمولی ثر ہو گیا۔ ور وہ جوش سے بھر گئے۔ ور یوں ہو گیا ور
یوں ہو گیا۔ جیسا کہ ہمیشہ ن مادہ پرستوں کا قاعدہ چلا آیا ہے۔ کہ س قسم کے ہر غیبی
غیر معمولی مدد کو ٹ پٹ کر پنے مادی شعور ور عقل کے موافق بنانے کے لیے
طرح طرح کے حیلے ور بہانے جوڑ لیتے ہیں۔ ور چند ن گھڑت باتیں تراش لیا
کرتے ہیں۔ سو یہ ن مادہ پرست مورخوں کا پنا ختر ع ور تر شا ہو مضمون ہے۔
ورنہ در صل سومنات کی حیرت نگیز فتح میں اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد ور آسمانی تائید کار
فرما تھی۔ قبال مرحوم نے یسے موقع پر کہا ہے۔

نہ گنج ہ دولت و نے شکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

کہتے ہیں کہ جب سلطان محمود سومنات کی مہم سے فتح یاب ور ظفر مند ہو کر بے شمار
زر و جواہر ور غلاموں کو لے کر غزنی پہنچا۔ تو شیخ ابو حسن خرقانی صاحب کی خدمت
میں حاضر ہو۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ ے محمود خرقہ ما را چہ کردی۔ یعنی میرے خرقہ
کو آپ نے کیا کیا؟ سلطان نے عرض کی کہ آں را بجناب حق تعالیٰ بفروختم و بعوض
آں فتح سومنات خریدم یعنی میں نے جناب کا خرقہ اللہ تعالیٰ کے ہاں فروخت کر ڈ لا
ہے۔ ور س کے بدلے میں سومنات کی فتح خرید لی ہے۔ شیخ صاحب نے متبسم ہو
کر فرمایا کہ محمود! خرقہ ما ر خیلے رز ں فروختی۔ یعنی ے محمود! تو نے ہمارے
خرقہ کو بہت رز ں ور سستی قیمت پر بیچ ڈ لا ہے۔ س مقام پر کسی نے فرمایا ہے

حمایت ر کہن دلق درویش
بہ ز سد سکندر در مدو جیش

حضرت بو حسن خرقانی صاحب بڑے جلیل القدر ور کامل ولی اللہ ہو گذرے
ہیں۔ آپ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے سو سال بعد ہوئے ہیں۔ اور
حضرت بایزید کی روحانیت سے آپ کو باطنی ور ویسی طور پر فیض حاصل ہو ہے

آپ خرقان سے پیدل چل کر ہر روز بایزید کے مزار پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور ان کی روحانیت سے باطنی فیض اور استفادہ حاصل کیا کرتے تھے۔ آپؒ ظاہری علم سے قطعاً عاری، محض امی اور بالکل ان پڑھ تھے۔ لیکن باطنی طور پر بواسطہ علم لدنی سے پورے طور پر بہرہ مند تھے۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ غائبانہ طور پر ایک ولی اللہ آپ کے سامنے نمودار ہوا۔ اور آپ کے سامنے فخر سے اپنا پاؤں زمین پر مار کر بولا۔ من بایزیدؒ وقتم و من جنیدؒ وقتم یعنی میں اپنے زمانے کا بایزیدؒ اور جنیدؒ ثانی ہوں۔ اس پر شیخ صاحب نے ٹھوکر اس کے جواب میں فرمایا کہ من خدائے وقتم و من رسول وقتم یعنی میں اپنے وقت کا خدا اور رسول ہوں۔ یعنی میں روئے زمین پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا نائب اور جانشین ہوں۔ سلطان محمود کا حضرت شیخ صاحب کے ساتھ پہلی ملاقات کا قصہ مختلف کتابوں میں یوں مذکور ہے کہ جس وقت حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی صاحب کے روحانی کمالات اور بے شمار کشف و کرامات کا شہرہ سلطان محمود غزنوی نے سنا تو سلطان کو ان کی ملاقات اور زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ اور کئی دفعہ آپ کو غزنی آنے کی دعوت دی۔ لیکن شیخ صاحب نے قبول نہ کیا۔ آخر سلطان محمود غزنی سے روانہ ہو کر خرقان پہنچے۔ اور شہر کے باہر شاہی خیمہ گاڑ دیا۔ اور ایک قاصد شیخ صاحب کی خدمت میں روانہ کر کے اس کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ بادشاہ وقت آپؒ کی زیارت کے لئے غزنی سے آپ کے وطن خرقان آیا ہے۔ آپ ذرا قدم رنجہ فرما کر بادشاہ کے خیمے تک اگر تشریف لے چلیں تو بڑی مہربانی ہوگی اور ساتھ ہی قاصد کو سمجھا دیا کہ اگر شیخ صاحب یہاں آنے سے معذوری ظاہر کریں تو انہیں یہ آیت سنا دو۔

اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم

یعنی اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی اور اولی الامر یعنی بادشاہ وقت کی جس وقت بادشاہ کا قاصد شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بادشاہ کا فرمان سنایا تو شیخ

صاحب نے بادشاہ کے پاس حاضر ہونے سے معذوری ظاہر کی تو اس پر قاصد نے
آیت مذکور پڑھ کر کہا کہ اس آیت کی رو سے آپ پر بادشاہ وقت کی اطاعت اور اس
کے حکم کی تعمیل فرض ہوتی ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ بادشاہ سے کہہ دو کہ میں تو ابھی
اطیعو اللہ کے فرمان سے سبکدوش اور عہدہ برآ نہیں ہو سکا ہوں۔ اسی میں مبتلا اور
گرفتار ہوں۔ اس کے بعد واطیعو الرسول کے بے شمار فرامین ابھی ادا کرنے باقی
ہیں۔ خدا جانے اولی الامر کی اطاعت کی باری کبھی زندگی میں پیش آئے گی بھی یا نہ
ابھی تو اطیعو اللہ سے مجھ کو فرصت نہیں ہے۔ جب قاصد سلطان کے پاس حضرت شیخ
کی طرف سے یہ مسکت اور معقول جواب لایا۔ تو سلطان نے کہا کہ اب شیخ صاحب
نے ہمیں لاجواب کر دیا ہے۔ اب ہمیں ان کی خدمت میں ضرور جانا چاہیے۔
چنانچہ سلطان نے شیخ کے باطنی کشف کے امتحان لینے اور آزمانے کے لئے یہ حیلہ
بنایا۔ کہ اپنے غلام ایاز کو شاہی لباس پہنا کر شاہی تاج اس کے سر پر رکھا اور خود ایاز کا
غلامانہ لباس پہن لیا۔ اور چند لونڈیوں کو مردوں کا لباس پہنا کر اپنے ہمراہ لے لیا۔
اور اس طرح اس الٹے روپ اور بھیس میں شیخ صاحب کی کٹیا کی طرف روانہ
ہوئے۔ چنانچہ جب یہ پرفریب قافلہ ایاز کی سرکردگی میں حضرت شیخ صاحب کی
خدمت میں حاضر ہوا۔ تو شیخ صاحب چونکہ واقف حال اور روشن ضمیر تھے۔ آپ نے
ایاز کے شاہانہ لباس کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔ بلکہ سلطان کی طرف جو اس وقت
ایک غلام اور سپاہی کے لباس میں پیچھے کھڑے جھانک رہے تھے مخاطب ہو کر فرمایا
کہ ان نامحرم عورتوں کو باہر نکال دو۔ چنانچہ انہیں فوراً باہر نکال دیا گیا۔ بعدہ شیخ
صاحب نے سلطان محمود سے کہا کہ بڑا دام فریب لائے ہو۔ اس پر سلطان محمود
نے عرض کی کہ آپ جیسے عنقا کے لئے ہمارا دام فریب ناکارہ اور ہیچ ثابت ہوا۔
سلطان نے اس وقت شیخ صاحب سے کچھ تبرک طلب کیا۔ شیخ صاحب نے جو
کی روٹی کا ایک روکھا سوکھا ٹکڑا پیش کیا۔ سلطان نے بڑے ادب و احترام سے وہ ٹکڑا

ے ر شرفیوں کی چند تھیلیاں بطور نذر نہ شیخؒ صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیں۔
ور شیخؒ صاحب کا تبرک منہ میں ڈ ل رکھنے لگا۔ تو قو د شہ کے نازک گلے میں
جو کا روکھا سوکھا ٹکڑ ٹک گیا ور د شہ کھانسنے لگا۔ جس پر شیخؒ صاحبؒ شرفیوں کی
طرف شارہ کرکے فرمانے لگے کہ اے محمود پیغمبروں کی نذ آپ کے گلے سے نیچے
نہیں ترتی۔ اور یہ ظلم وستم کا ندوختہ جو بے شمار مساکین کے خون سے آلودہ ہے ور
فرعون دہر کی میراث ہے۔ س فقیر کے گلے سے کیوں کر ترے گی۔ چنانچہ سلطان
کی بہت منت و ساجت ور بے شمار تکرار کے باوجود شیخؒ صاحبؒ نے ن کے لینے
سے نکار کیا۔ ور فرمایا کہ مجھے ن کی ضرورت نہیں ہے ور نہ میں ن کے لینے کا حق
دار ہوں۔ جن کا مال ہے وہی س کے صلی حق دار ہیں۔ اس پر سلطان شیخؒ صاحب کا
حد سے زیادہ گرویدہ ور معتقد ہو گیا۔ ور س کے بعد کئی دفعہ شیخؒ صاحبؒ کی خدمت
میں حاضر ہوتا رہا۔ ور دعا، ستمد د ور توجہ کا طالب رہا۔ چنانچہ ملکی مہمات کے لیے
شیخؒ صاحبؒ سے بطور تبرک آپ کا خرقہ مبارک ساتھ لے گیا۔ ور اللہ تعالیٰ نے
س کی برکت ور توسل سے سلطان کو فتح نصیب فرمائی۔

سلطان محمود کے ہندوستان پر تمام حملوں میں فتح مندی ور کامیابی کی بڑی وجہ اللہ
تعالیٰ کی برگزیدہ ہستیوں کی باطنی ہمت ور توجہ تھی۔ ور بعض ولیاء اللہ کو سلطان محمود
پنے لشکر کے ہمر ہ بطور روحانی پشت پناہ ہندوستان لے آئے تھے۔ ور نہیں یہاں
دعوت ور تبلیغ دین کی خاطر چھوڑ گئے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ علی ہجویری المعروف
حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ ن مردان خدا میں سے یک ہیں جن کو
سلطان محمود یا ن کے بیٹے پنے ہمراہ لائے تھے ور خلق خدا کی ہدایت کے لیے
نہیں یہاں لاہور میں چھوڑ گئے تھے۔

تاتاریوں کا قیامت آفریں فتنہ جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ جس نے تمام
روئے زمین میں ظلم وستم کی یک عالم گیر ور بے پناہ آگ لگا دی تھی۔ جو کئی سالوں

تک تمام دنیا کے شہروں ور آبادیوں کو خس وخ شک کی طرح جلتی رہی۔ جس نے
بڑی بڑی حکومتوں ور سلطنتوں کو ر کھ ور خ کستر بنا ر رکھ دیا تھ۔ ور یہ آگ کسی
ب دشاہ ور حکمر ن سے نہ بجھ سکی۔ آخر یہ وگ اللہ تعالیٰ کی دو برگزیدہ ہستیوں یعنی
حضرت بو یعقوب ور محمد خوجہ دربندی رحمۃ اللہ علیہما کے چند قدم آگ میں گذر نے
کے تصرف ور کرامت کے یک دنی کرشمے سے ہمیشہ کے لیے فرو ہوگئی۔ چنانچہ یہ
تو روز نہ لاکھوں بے گناہ مرد عورتیں ور معصوم بچے ور بوڑھے خاک وخون میں
تڑپتے تھے۔ یہ تمام روئے زمین کے ستم دیدہ ور جفارسیدہ مخلوق کو ن پاکباز ن ور
مقبول ن لٰہی کے دم ور قدم سے چین امن ور آرام نصیب ہو ور ہلاکو جیسے خونخو
سفاک یہ تو نسانی خون کا س قدر پیاسا

یہاں س و قعہ کی طرف اشارہ ہے کہ ہلاکو خان ور س کے تمام تاتاری سردار ور
فوج ور رعایا جنہوں نے ظلم وستم ور کشت وخون کا عظیم اشان طوفان مچا رکھا تھا
بالکل بے دین ور لامذہب تھے۔ جس وقت نہوں نے پنی حکومت قائم کی تو ن کا
رادہ ہو کہ وہ کوئی صحیح مذہب ختیار کریں۔ جس کی صداقت پہلے آزمالی جائے۔
اس زمانے میں چونکہ کوئی پیغمبر تو موجود نہیں تھا۔ جس کا معجزہ دیکھ کر اس کا دین قبول
کیا جاتا۔ آخر ولیاء اللہ ہی تھے جو کہ پیغمبروں کے نعم البدل، نائب ور جانشین
ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہلاکو خان نے اسلام میں اس زمانے کے دو ولیائے کرام، یک
حضرت ابو یعقوب ور دوم حضرت محمد خوجہ دربندی رحمۃ اللہ علیہما کی تعریف سنی،
چنانچہ س نے یہ فیصلہ کیا کہ گر مذہب اسلام کے یہ دو مقتدر فرزند س کے متحان
کی کسوٹی ور معیار پر پورے تر پڑیں تو وہ بمعہ تمام فوج ور رعایا مذہب اسلام ختیار کر
لیں گے۔ چنانچہ ن ہر دو فرزندان توحید کو ہلاکو خان نے پنے خیمہ گاہ میں حاضر
ہونے کی دعوت دی ور ن کی کرامت ور اسلام کی صداقت کے متحان کے لیے یہ

انتظام کیا کہ اس نے اپنے خیمے کے ارد گرد بڑی گہری اور چوڑی خندق کھدوا کر اس
میں بڑی بھاری آگ جلانے کا اہتمام کیا۔ اور ان کی تشریف آوری سے تھوڑی دیر
پہلے آگ کو اتنا بھڑکا دیا گیا کہ آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے جب وہ ہر
دو خاصان خدا آگ کے قریب آئے تو بے تامل بسم اللہ اور کلمہ شریف پڑھ کر اس
بھڑکتی ہوئی آگ میں کود پڑے۔ ہلاکو خان اپنے خیمہ سے یہ تماشہ دیکھ رہا تھا کہ ہر دو
خاصان بحر توحید آگ کے دریا اور شعلوں کی موجوں میں سے سمندری جانور کی
طرح صحیح سلامت بر آمد ہوئے۔ ہلاکو خان یہ ماجرا دیکھ کر محو حیرت ہو گیا۔ اور اپنے
خیمہ میں جا کر دوسرے امتحان کی تیاری اور انتظار میں اپنی مسند پر بیٹھ گیا۔ کہ اتنے
میں مصاحبوں نے ہر دو بزرگوں کو خیمہ کے اندر حاضر کیا۔ ہلاکو خان بڑی عزت اور
احترام سے پیش آیا۔ اور انہیں اپنی مسند کے قریب بٹھا کر انہیں دو شربت کے جام
جن میں ایک سخت زہر ہلاہل ملا دی گئی تھی کہ جس کا ایک قطرہ ہلاکت کا پیغام تھا یہ کہہ
کر پیش کئے گئے کہ آپ آگ میں سے گذر کر آئے ہیں آپ کو پیاس لگی ہوگی یہ
شربت نوش جان فرمائیں۔ چنانچہ ہر دو جانبازان راہ الٰہی نے بسم اللہ پڑھ کر ہر دو
پیالے پی لئے۔ ہلاکو خان نے جس وقت ان ہر دو محبوبان الٰہی کو ہر دو امتحانات میں
کامیاب پایا تو ان کے ہاتھ بمع جملہ امرا رعایا اور سپاہ اسلام لائے اور دین حق کو
قبول کیا۔

اگر سچ پوچھو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ غیب کے حقیقی کلید بردار یہی وہ لوگ ہیں۔
اور مفاتیح غیب یعنی ملکوں کے تصرف کی کنجیاں انہی کے ہاتھوں میں ہیں۔ اور اللہ
تعالیٰ کے روئے زمین پر اصلی حقیقی خلیفے، نائب، جانشین یہی رجال غیب ہیں۔
انہی کے دم اور قدم سے دنیا کا قیام ہے۔ اور انہیں کے ہاتھوں میں دنیا کی زمام
ہے۔ اور انہیں کی خاطر دنیا کی تمام کارگذاری اور انہیں کے طفیل یہ ساری رونق اور
کل کائنات کا انتظام ہے جس روز کائنات کے کالبد میں یہ روح و روان نہیں رہیں

گے تو دنی کا ڈھ نچہ بگڑ رنا کارہ ور ضائع ہو جے گا۔

غرض سـ م دنی میں پنی روحانی حاقت، پنی حقانیت ورفرزند ن سـ م کے بلند خدق کے طفیل دنی میں پھیل، پھ، ور پھو! ہے۔ جب سے سـ م کے یہ صلی جوہر ور روحانی حاقت مسمـ نوں کے ہ تھ سے جاتی رہی ہے۔ مسمـ نوں کے پ س نہ حکومت رہی ہے۔ ور نہ دوت ور حشمت رہی ہے ور نہ عزت۔

سـ م کی سطنت ور حکومت جہ ں ق ئم ہوئی ہوتی ہے۔ پہے روحانی ب دش ہ، ب طنی متصرفین ور و ل ا مر رج ل غیب پنے ب طنی تصرف کا جھنڈ س سرزمین میں ب طنی ہاتھوں سے گاڑ دیتے ہیں۔ ور پنے روحانی تصرف سے اس کو فتح ر یتے ہیں۔ س کے بعد ظ ہری سـ می ب دش ہوں کی م دی حاقتیں ور ظ ہری فوج کشی ں ملکوں کو فتح رنے میں کامی ب ہوتی ہیں۔ چنانچہ جناب حضرت پیر محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبد لق در جیلانی قدس سرہ العزیز نے پہے پہل جن ب سلط ن لہند حضرت خوجہ معین لدین چشتی رحمۃ اللہ عیہ کو ہندوستان کے تصرف ورو ایت کی کنجیں عطا فر کر حکم دی تھ۔ کہ جاؤ ور کشور ہندوستان کو پنے ب طنی تصرف میں ے آؤ ور س میں سـ م کا ب طنی جھنڈ گاڑ دو۔ س زمانے میں تم م ہندوستان کے ندر کفر شرک اور بت پرستی کا دور دورہ تھ۔ آپ نے تشریف فر ہندوستان کے وسط مقام جمیر میں پنے ب طنی تصرف کا جھنڈ پہے پہل نصب فرم دی۔ س کے بعد ظ ہری سـ می ب دش ہوں کی م دی حاقتیں ور ظ ہری سلطنتیں ہندوستان میں نمود ر ور کامگار ہوئیں۔ کیونکہ ب طنی روحانی وگ شی ء کی حقیقتوں یعنی روح ور مغزوں کو ب طنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ ور پنے ب طنی روحانی ہاتھوں سے پنے تصرف ور قبضے میں ر یتے ہیں۔ بعد ہ س کی م دی صورت ور ظ ہری ڈھ نچہ خود بخود دب جا ور طوع ً کرہاً مسخر اور مفتوح ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت برہیم و سحاق ور حضرت یعقوب علیہم سـ م کو ب طنی ہاتھوں ور آنکھوں و ا ی د فرم ی

ہے

واذکر عبدنا ابراھیم واسحق ویعقوب اولی الایدی والابصار

یعنی ید کرے نبیؐ ہمارے خاص بندوں بر ہیم، سحق ، ور یعقوب علیہم سلام کو جو کہ تھے ہاتھوں و لے ور ہنکھوں و لے۔ یہاں ہاتھوں ور ہنکھوں سے مر د روحانی ہاتھ ور باطنی ہنکھیں ہو سکتی ہیں۔ ورنہ ظاہری ہاتھ ور مادی ہنکھیں تو تمام لوگ رکھتے ہیں۔ خاص طور پر للہ تعالیٰ کا نہیں ہاتھوں ور ہنکھوں و لا فرمانے کا ور کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ سو یہ حقیقت ہم ہے کہ سلام دنیا میں پنی روحانیت سے پھیلا ہے۔ ور جو کور چشم لوگ سلام کی روحانیت کا نکار کرتے ہیں۔ ور سلامی فتوحات ور ملک گیری کو محض مسلمان حکمر نوں کی تیغ زنی ور مادی فوج کشی کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ وہ لوگ مخالفین دین متین ور منکرین سلام کے س بڑے عتر ض کی حمایت ور تائید میں پورے طور پر ن کے شریک ور ہم نو ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ سلام محض تلو ر کے زور سے دنیا میں پھیلا ہے۔ کیونکہ ن لوگوں کی نظر محض سباب ور مادے کی ستینوں کو دیکھتی ہے۔ قدرت کے غیبی ہاتھ سے غافل ور بے خبر ہیں۔ سو نسان بہت ضعیف البنیان ور ناتو ن ہے۔ لیکن گر سے اللہ تعالیٰ کے نام ور کلام کی روحانی طاقت مل جائے تو وہ طاقت ور قوت میں ملائکہ ور فرشتوں سے بھی سبقت لے جاتا ہے۔

نسان کو چاہیے کہ جس طرح ور جہاں تک بن پڑے پنی باطنی زندگی کی کوشش کرے۔ تا کہ اللہ تعالےٰ کے نام کے ذریعے س کے حی قیوم ذ ت کے ساتھ زندہ جاوید ہو رہے۔ رزق کا فکر ور س کا غم یک شیطانی وسوسہ ہے۔

الشیطن یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء

شیطان بے وجہ نسان کو فلاس سے ڈر تا ور سے بے حیائیوں میں گر تا ہے۔ حالانکہ رزق کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پہلے طے ہو چکا ہے۔ ہر شخص کو پنا مقدر ور

مقسوم رزق بہر حال پنے وقت پر پہنچتہ رہتا ہے۔اس کے ئے انسان کی تمام ہرج
کاریاں ور پریشانیاں خود ساختہ ہیں۔ ور ز وقت پیش و زمقدر بیش مے خو ہند و ل
معاملہ ہر کسی کے گلے کا ہار بنا ہوا ہے۔

رزق دو قسم کا ہے یک رزق مرزوق دوم رزق مملوک مرزوق رزق تو انسانی زندگی
کے ساتھ ازلی گردانا گیا ہے۔وہ کسی حال میں ہم کو نہیں چھوڑتا۔ہاں البتہ جو مملوک
رزق ہے۔جس کے پنی حرص کے سبب ہم لوگ قبل ز وقت چند روز کے مالک
بن جاتے ہیں ور اس کے قبل ز وقت کتساب سے آخرت کے حساب ور عذاب کا
بار پنے ذمے لے لیتے ہیں۔حالانکہ اس مال میں سے کچھ حصہ ن و رثوں کا ہوتا
ہے۔کچھ چوروں چکاروں کا کچھ ڈاکٹروں ور حکیموں کا ور کچھ وکیلوں ور کچھ
کچہری کے منشیوں وغیرہ کا حصہ ہوتا ہے۔جو پنے پنے وقت پر ن عارضی مالکوں
سے طوعاً و کرہاً چھین لیتے ہیں ور وہ حسرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے رہ
جاتے ہیں۔گر وہ حریص یہ پرایا مملوک مال جمع نہ کرتے تو مذکورہ بالا حقدار ور حصہ
دار سے خود مار حاصل کرتے۔قرآن کریم میں کثر جگہ س عقیدے کا ظہار کیا گیا
ہے۔ور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔لیکن پھر بھی بعض کور چشم بے دین ور
ضعیف لیقین لوگ ہمارے اس بیان کو بیکاری کی تلقین ور رہبانیت کی تعلیم پر محمول
کریں گے۔غرض نسان کی گمراہی، بے راہی، حرص و آز، ظلم و ستم ور سرمایہ داری کا
سب سے بھاری سرچشمہ ور بڑا باعث ور ذریعہ یہی یک شیطانی داؤ ور فریب ہے
کہ وہ سے بھوک ور فلاس سے بےوجہ ڈراتا ہے۔ور بے حیائیوں ور رسوائیوں
میں گرتا ہے۔ور روزی کا غم ور فکر وہ حد سے زیادہ محسوس کرتا ہے۔ور حرص و آز کی
وجہ سے وہ روزی کی طلب ور تلاش میں وہ اللہ تعالیٰ کو بھول دیتا ہے۔ور س کے دل
و دماغ پر یہ بھوت سی بری طرح سوار ہو جاتا ہے کہ وہ س جذبے کے تحت ہر قسم
کے روا ناروا، جائز و ناجائز فعل کر گزرتا ہے۔ور سی جوش ور جنون میں وہ

شریعت، رواج ورسوم کی تمام حدود وقیود توڑ کر نہیں پھلانگ جاتا ہے۔ حرص و آز کے اسی
سود اور جنون کے سبب بھائی بھائی سے، باپ بیٹے سے اور دوست دشمن ایک
دوسرے سے دست بگریباں ہیں۔ ملک ملک سے اور قوم قوم کے ساتھ برسرپیکار
ہے۔ تجارتی منڈیوں اور تیل کے چشموں کے لیے ہی خونریز عالمگیر لڑائیاں لڑی جا
رہی ہیں کہ ابھی ستانے اور دم لینے کے درمیانی وقفے کے چند سال میں ان پہلی
تباہیوں اور بربادیوں کی بھی تلافی نہیں ہونے پاتی کہ پھر جنگ اس سے زیادہ
خونریزیوں اور ہولناکیوں کے ساتھ شروع ہو جاتی ہے۔ غرض یہی حرص و آز کی
آگ ہے۔ جو انسانوں اور قوموں کے دلوں اور دماغوں میں لگی ہوئی ہے۔ اور
انہیں بے چین اور پریشان اور اللہ تعالیٰ سے روگرداں کئے ہوئے ہے۔ اب اسی
روزی اور رزق کے بارے میں ذرا اللہ تعالیٰ کے وعدے اور اس کے احکام پر غور
وفکر کریں تو ارشاد تعالیٰ

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن
یتوکل علی اللہ فھو حسبہ

(ترجمہ) اور جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے آمدنی کا ایسا
ذریعہ بنا دیتا ہے۔ اور اسے ایسے طریقے سے روزی پہنچاتا ہے کہ جس کا کسی کو وہم
وگمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو اللہ تعالیٰ پر تکیہ اور توکل کر لیتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس
کے لیے کافی اور کفیل ہو جاتا ہے۔ ارشاد تعالیٰ

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ما ارید منھم من رزق وما
ارید ان یطعمون ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین

(ترجمہ) کہ ہم نے نہیں پیدا کیے جن اور انس کو مگر اپنی عبادت کے لیے۔ ان کی
پیدائش سے میرا ارادہ یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ رزق حاصل کریں۔ یعنی حیوانوں کی
طرح کھائیں اور جئیں۔ اور یہ ارادہ ہے کہ وہ میرے بندوں کو روزی مہیا کریں۔

بلکہ اللہ تعالیٰ خود پنے بندوں کو روزی ور رزق پہنچانے و لا ہے۔ ور وہ زبردست طاقت و ل ہے۔ روزی کے معاملے میں وہ کسی معاون ور مددگار کا محتاج نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فرشتے رزق ور روزی پہنچانے پر مامور و متعین ہیں۔ ور وہ ہر شخص کو س کا مقدر پہنچاتے ہیں۔

بر   سر   ہر دانہ   بنوشتہ   عیاں

کیں   خورد   بن   فلاں   بن   فلاں

یعنی ہر دانے پر لکھا ہو ہوتا ہے کہ یہ فلاں کے بیٹے فلاں کا حصہ ہے۔ جس طرح یک شخص کی چٹھی ڈاک و لے دوسرے شخص کو نہیں دیتے۔ اس طرح یک آدمی کا مقدر دوسرے کو نہیں ملتا۔ ور نہ کوئی شخص دوسرے کی روزی کھا سکتا ہے۔ ہر شخص کو پنا مقسوم، مقدر، ور مرزوق مدتک متعلقین کے ذریعے پنے پنے وقت پر ملتا رہتا ہے۔ ہاں بعض وقت سے پہلے چند روز کے لئے کوئی شخص پنے حرص و آز سے دوسروں کے رزق ور مقدر کو پنے پاس جمع کرکے اس کا عارضی مالک ور محافظ بن جاتا ہے۔ لیکن جس وقت س رزق ور مقدر کے کھانے ور ستعمال کرنے کا وقت آجاتا ہے تو وہ رزق اس سے چھین لیا جاتا ہے۔ ور پنے صلی مالکوں کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ بعض سیاسی سرسام زدہ سودائی کہتے ہیں کہ نماز، روزہ، نفل نوافل، تلاوت، ذکر فکر اصل عبادت نہیں ہے۔ بلکہ یہ محض یک بے سود مشغلہ ور تضیع وقت ہے۔ ور یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

میں جس عبادت کی طرف شارہ میں اس عبادت سے مر د خدمت خلق یعنی لوگوں کی روزی ور معاش میں ان کی مدد کرنا ہے۔ سو اصل عبادت سیاسی علو ور قتدار حاصل کرنا ور حکومت وقت کا شریک کار ور حصہ دار بن کر عوام تاد رہ لوگوں کی زندگی کا معیار بلند کرنا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے س آیت کے پچھلے حصے میں س بات کی

نقل کر دی ہے کہ

ما أريد منهم من رزق وما أريد أن يطعمون إن الله هو الرزاق ذو القوة المتين

یعنی اس عبادت سے میری مراد حصولِ رزق ہرگز نہیں ہے۔ اور نہ یہ منشاء ہے کہ وہ میرے بندوں کو طعام اور رزق پہنچائیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں کا رزق مطلق اور کفیل ہے۔ اور وہ زبردست طاقت والا ہے۔ اور رزق کے معاملے میں کسی کی معاونت اور مدد کا محتاج نہیں ہے۔ لیکن یہ سیاسی سودائی ادھر حکومت وقت کے حصہ دار ہوتے ہیں اور ادھر اللہ تعالیٰ کے شریک کار اور اس سے بڑھ کر اس کی مخلوق کے مختار اور پروردگار بنتے ہیں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

فرزند بندہ ایست خدا را غمش مخور
تو کیستی کہ بہ ز خدا بندہ پروری؟

سو رزق کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ دراصل عبادت اور جن و انس کی پیدائش کی غرض و غایت اللہ تعالیٰ کے نام اور کلام اور ذکر فکر اور اس کے اسماء کے تصور اور دعوت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف ففروا الی اللہ اختیار کر کے اس کی طرف باطنی اور معنوی قدموں سے چلنا اور اس کی معرفت، قرب، وصال، فنا و بقا اور مشاہدہ و لقا حاصل کرنا اور اس کے نور سے اس کے ساتھ ہمیشہ زندہ جاوید ہونا ہے۔ افسوس ہے سیاسی اقتدار کے بھوکے مذہب کا لبادہ اور جبہ اوڑھ کر حکومت کی کرسیوں پر قبضہ جمانے کے لیے اس قسم کے حیلے اور بہانے تراشتے رہتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو مصلحین اور رہبر دین متین ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن جس وقت حکومت کا شیطانی نشہ ان کے دماغ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور جیفہ دولت دنیا کی دھونی ان کے مشام میں پہنچتی ہے تو وہ اپنے پیش روؤں سے زیادہ ظالم اور سفاک ثابت ہوتے ہیں۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

ہل کاروں بہ وقت معزوں
شب سباق و بہ بزید شوند

چوں نیا بید باز بہ سرکار
شر ذی بجوش و بزید شوند

کیونکہ شراب و دولت دنیا کا یہ مخصوص خاصہ ہے کہ جس کسی کے گلے سے نیچے اترتی ہے۔ اسی کو مست و مدہوش کر دیتی ہے

بادہ نوشیدن و ہشیار نشستن سہل است
گر بدولت برسی مست نگردی مردی

دولت کمانے، حکومت و اعلیٰ حاصل کرنے اور مال و زر جمع کرنے کو ہر جگہ قرآن میں اللہ تعالی نے کافروں، مشرکوں اور منافقوں کا شیوہ، پیشہ اور طریقہ بیان کیا ہے۔ قولہ تعالی

ولولا ان یکون الناس امة واحدة لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتهم سقفا من فضة ومعارج علیها یظهرون ولبیوتهم ابوابا وسررا علیها یتکئون وزخرفا وان کل ذلک لما متاع الحیوة الدنیا والاخرة عند ربک للمتقین

(ترجمہ) اگر اس بات کا خوف اور خدشہ نہ ہوتا کہ تمام لوگ ایک جماعت بن جائیں گے کفر کا ایک گروہ تو بہت ہم بنا دیتے دنیا میں کافروں کے لئے ایسے گھر جن کی چھتیں چاندی کی ہوتیں اور سیڑھیاں بھی۔ جن پر چڑھ کر وہ منظاہرہ اور ان کے گھروں کے دروازے اور ان کے آگے دھرے ہوئے تخت جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے سب جگمگاتے سونے چاندی کے بنا دیتے۔ لیکن یہ سب کچھ چند روزہ دنیا کی متاع فانی ہے۔ اور آخرت کی بڑی دولت متقی اور پرہیزگار لوگوں کے لئے ہے۔ سو اللہ تعالی نے متاع دنیا کی بےقدری کا اس آیت میں پورا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ فرماتے

ہیں کہ اگر اس بات کا خوف اور خدشہ نہ ہوتا۔ کہ لوگ کافروں کی دنیوی رونق،
ظاہری زیب و زینت اور مادی عیش وعشرت سے شیفتہ اور فریفتہ ہو کر ان کے گروہ
میں شامل اور داخل ہو جاتے۔ اور کفر کی گرم بازاری دیکھ کر دین الٰہی اور اللہ اور اللہ
والوں کا مذہب اور راستہ چھوڑ کر سب کفر اختیار کر لیتے۔ اگر یہ خطرہ لاحق نہ ہوتا تو
بہتر ہم دار آخرت کے ابدی حرمان کے عوض کافروں کو دنیا میں اتنی دولت دیتے کہ
ان کے مکان اور ان کے برتنے کے سامان سب سونے چاندی کے بنا دیتے۔ لیکن
پھر بھی اس فانی دنیا میں ان کے دار آخرت سے حرمان کی تلافی نہ ہو سکتی۔ کیونکہ دنیا
حادث اور فانی کی کل متاع دار آخرت کی ابدی اور جاودانی دولت کے ایک ادنیٰ
ذرے کے برابر نہیں ہو سکتی اور مقتضائے رحمتی وسعت کل شیء ہماری رحمت تمام
مخلوق کو پہنچی ہوئی ہے۔ سو ہر شخص کی سعادت و شقاوت اس کی اپنی استعداد و ظرف
اور حسن و قبح کی طلب و انتخاب پر ہے۔ سو اس آیت کے مفہوم سے معلوم ہوا کہ جس
قدر کوئی شخص مادہ پرستی اور کفر میں ترقی کرتا ہے۔ اسی قدر زیادہ اسے مادی دنیا کی
دولت دی جاتی ہے۔ اور جس قدر کوئی شخص اس مادی دنیا میں زیادہ خوش نصیب، با
مراد اور کامران ہے۔ اسی قدر زیادہ وہ دار آخرت میں بے نصیب، بد بخت اور اہل
حرمان ہے۔ تعجب اس بات کا ہے کہ آئی عقل والے دل کے اندھے جب کبھی کسی
ایسے حرمان نصیب قارون کو دیکھتے ہیں کہ اس کے گھر میں سونے چاندی کی میز
کرسیاں اور کھانے پینے کے طلائی برتن ہیں تو بجائے اس کے کہ اس کی اس دنیائے
دوں اور آخرت کی زبوں حالی سے پناہ مانگتے۔ الٹا یہ کہتے ہیں کہ اس شخص پر اللہ
تعالیٰ کا بڑا فضل اور کرم ہے اور ان کے اس خواب و خیال کا چند روزہ عارضی اور فانی دنیا
کی آسائش اور آرائش کو دیکھ کر قارون کی قوم کے نادانوں کی طرح دل تمنا اور آرزو
کرتے ہیں کہ

یلیت لنا مثل ما اوتی قارون انه لذو حظ عظیم

یعنی کاش کہ ہمیں قرون جیسی دوت حصل ہوتی۔وہ بڑ خوش قسمت آدی ہے۔
لیکن جب ن وگوں نے قرون کا نجام دیکھ کہ پنی دوت خزنوں سمیت زمین
کے ندر دھنس دی گئی ہے تو کہنے لگے کہ لولا ان من اللہ علینا لخسف بنا یعنی
یہ تو محض اللہ تعالیٰ کا حسان ہے کہ س نے ہمیں س دنیا کے دوں کی آزمائش ور
عنت سے بچا یا ہے۔ورنہ سی طرح زمین میں دھنس دیے جاتے۔غرض ہر دنیا دار
حریص کا نجام سی طرح ہوتا ہے۔کہ پنے حرص و آز ور ظلم وستم کا تمام ندوختہ ور
جمع کیے ہوئے دنیوی مال ودوت میں سے بس تھوڑا سا مقسوم مقدر ور مرزوق حصہ
ہزار غموں ور فکروں سے حاصل کرتا ہے۔اور باقی ہزروں ٹھوں ن نوں کے
ممولکہ رزق کا پیا بوجھ ور آخرت کا بدی عذب ورطول حساب کا بار گراں قرون
کی طرح سر پر ٹھائے ہوئے قبر کی زمین میں گاڑ دیا جاتا ہے۔ ور سی صورت میں
راہی ملک عدم ہوجاتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ گر اللہ تعالیٰ کے ہاں نعماء آخرت کے مقابلے میں
متاع دنیا کی قدر و قیمت مچھر کے یک پر کے برابر بھی ہوتی تو دنیا میں کسی کافر کو
ٹھنڈے پانی کا یک گھونٹ بھی نصیب نہ ہوتا۔یعنی متاع دنیائے فانی دوت
آخرت جاودانی کے مقابلے میں مچھر کے یک پر سے بھی زیادہ ہیچ ہے۔سو اس دنیا
ئے فانی ور دار آخرت جاودانی کے درمیان کوئی نسبت قائم نہیں ہوسکتی۔شاید ر دنیا
کو یک یونٹ یعنی یک کائی خیال کر لیا جائے ور دار آخرت کو تنا بڑا عدد فرض کر
لیں کہ یک عدد کے ساتھ تنی بے شمار صفریں یعنی نقطے لگادیں جتنے تمام کائنات کے
ذرے ہیں۔پھر بھی فانی دنیا ور بدی آخرت کی صحیح نسبت قائم نہ ہوسکے گی۔یا
دوسرے لفظوں میں یوں سمجھو۔کہ یک شخص تمام دنیا و مافیہا ہاتھ میں لے رکھا ہے۔
ور دوسری طرف سے یک شخص دار آخرت میں سے یک مچھر کا پر ٹھا لیا ہے۔ ور
یہ دو شخص ن دو چیزوں کا آپس میں موزنہ ور مقابلہ کریں۔تو بدی دار آخرت

ے مچھر کے پر کی قدر ور قیمت تم م دنی ے فنی کی دوت سے زیدہ ور بڑھ کر ہو
گی۔ کیونکہ متاع دنی حادث فنی ہے۔ ور متاع ِ ٓخرت بقی ور جودنی ہے۔
دنی ور ٓخرت کے درمین خو ب ور بید ری کی مثال بھی صحیح نہیں ہوسکتی۔ کیوں کہ
چھے ور خوشگو ر خو ب میں بھی کچھ لذت و روقعت ہوتی ہے۔ لیکن موت کے بعد
تم م دنیوی عیش وکامرنی یک خو ب سے بھی ہیچ معلوم ہوگی۔

لذت جہں چشیدہ بشی ہمہ عمر
بی رخود ٓر میدہ بشی ہمہ عمر
چوں ٓخر وقت زیں جہں بید رفت
خو بے بشد کہ دیدہ بشی ہمہ عمر

مثلاً گر کسی شخص کو یہ کہا جوے کہ یک روپیہ دے دو۔ رت کو ٓپ کو خو ب میں
بدشہ بنا دی جوے گا۔ تو وہ ہرگز یہ سود قبول نہیں کرے گا۔ لیکن ور دنی کے خو ب
میں گر کوئی شخص بدشہ بنا دی جتا ہے۔ تو موت کی بید ری سے س سے خد
بدشہی نہیں چھن جتی۔ بلکہ س کے فقد ن کی حسرت ور رمن کے سنپ س
کے سینے پر قیمت تک لوٹتے رہتے ہیں۔ ور ور ٓخرت میں سخت عذ ب ور طویل
حسب کا بدی وبل س کے گلے کا ہر ہوتا ہے۔ سو جب دوت دنی کی اللہ تعالی کے
ہں مچھر کے پر کے بر بر بھی قدر و قیمت نہیں ہے۔ ور دوت دنی اللہ تعالے کے
ہں یسی حقیر، مبغوض ور مقہور چیز ہے کہ وہ سے پنے دشمنوں، منکروں ور کافروں
کے حو لے کرنا پسند کرتا ہے۔ تو یسی حقیر ور ہیچ چیز کا حصول ور تحصیل کیوں کر
عبدت ہوسکتی ہے۔ لیکن دنی کے گوبر کے کیڑے پنی معشوقہ ور محبوبہ جیفہ دنی کی
گندگی پر مر مٹنے کو صل عبدت ور پنی زندگی کا حقیقی مقصد سمجھتے ہیں۔ ور اللہ تعالے
کے نام ور کلام کی مشک ور عنبر سے منہ موڑ کر س شغل کو بے فئدہ ور تضیع وقت
خیل کرتے ہیں۔ نسان حیون نہیں ہے کہ س کی زندگی کا مقصد سونا، کھانا، پینا ور

ئں کرتا ہو۔ نسان شرف المخلوقات ہے۔ جیسا کہ للہ تعالیٰ فرماتے ہیں ولقد کرمنا بنی ادم ہم نے بنی آدم کو عزت دی ہے۔ ونحن اقرب الیه من حبل الورید ہم نسان کے شہ رگ سے زیادہ نزدیک ہیں۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ہم نے نسان کو بہت خوب صورت بناوٹ میں پیدا کیا ہے۔ انی جاعل فی الارض خلیفة ہم نے سے زمین میں پنا خلیفہ ور نائب بنایا ہے۔

یایھا الانسان نک کادح لی ربک کدحا فملقیه

یعنی ے نسان تو پنے رب کی طرف چلنے ور کوشش کرنے ولا ور س سے ملنے ولا ہے۔

س کی زندگی کا مقصد بہت بلند، رفیع ور علی ہے۔ ور اللہ تعالیٰ کی طلب، تلاش، معرفت، قرب و وصال ور مشاہدے سے زیادہ ہم ور ضروری گر س قدر اور کوئی غرض، مقصد ور نصب العین نسان کے لئے نہیں ہو سکتا۔ ہماری حقیقی خوشی زندگی کا نصب العین س قدر ہم دلچسپ ور ضروری ہے۔ ور ہماری باطنی ور روحانی سفر کی منزل مقصود س قدر لازوال بدی نعیم خوشی سے معمور ور بھرپور ہے۔

ے مرد مومن جاگ ٹھ ور دیکھ تو کس عالی شان، بلند غرض ور مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ پنی حقیقت پہچان۔ دولت بدی ور نعمت سرمدی کا لازوال خزانہ تیرے سامنے ہے۔ اور تیرا حقیقی مالک ور خالق ور س کی رحمت تیری منتظر ہے۔

اتصبرون وکان ربک بصیرا

لیکن تو پنی نادانی ور کوتاہ بینی کے سبب بدی ور سرمدی دولت سے بے خبر ہے۔ ور چند روزہ دنیائے فانی کی گندگی میں پڑا سڑ رہا ہے۔ کیا تو حیوان ہے کہ محض کھانا، پینا ور سو جانا تو نے پنی زندگی کا شغل بنا رکھا ہے۔ فانی دنیا کی یہ عارضی نا پائیدار متاع کب تک تیرا ساتھ دے گی۔ آخر س سے یک نہ یک روز جدا ہونا پڑے گا۔ ور یہ تمام فانی لذتیں ور حسین خواب و خیال بن کر گذر جائیں گی۔ ور

بدی دوت سے غفلت ورحرمان کے سبب تو تہی دست ورمفلس کنگال بن کر در آخرت میں دخل ہوگا۔ ورکف افسوس ملتا رہے گا۔ ور کہے گا

محسرتی عی ما فرطت فی حب اللہ و ن کنت لمن السحرین

یعنی ہے افسوس میں نے اللہ تعالی کے پڑوس ورقرب میں رہتے ہوئے س کی طلب میں غفلت ورکوتاہی کی ور میں ن باتوں پر ٹھٹھ ور تمسخر کرتا رہا۔

یک دوت مند کروڑپتی کو ہزر ظلم وستم ور سہا سال کی سر دردیوں ور پریشانیوں سے پنی کمائی ہوئی ورجمع کی ہوئی دوت میں سے صرف روٹی ور کپڑ ہی تو نصیب ہوتا ہے۔ جو ہر شخص کو دنیا میں مل رہا ہے۔ لیکن دنیا کی س تنگ وتاریک چند روزہ پر خار د لمحن سے نکل کر جب آخرت کی بدی وسیع دنیا کی طرف رہی ہوتا ہے۔ تو پائی پائی کا حساب ور عذ ب سر پر ٹھائے نہایت ذت ور حسرت کی موت مرتا ہے۔ س وقت س کے مصائب ور آلام کا ندزہ لگانا نسانی عقل ور قیاس کے بہت دور ور بعید ہے۔

ے مرد خد ! کچھ ہوش اور عقل سے کام ے۔ دنیا کی س کمینہ بے کیف شکارگاہ میں سگان دنیا کے مقابلے میں تو کہاں تک دوڑتا رہے گا۔ ذر غور تو کر۔ یہ ن وڈ مریکی کی یک یکٹرس یعنی یک فاحشہ کمینی عورت یک ہفتے کی تین چار ہزر پونڈ تنخوہ پاتی ہے۔ یعنی ایک ہفتے میں تقریبا ستر اسی ہزر روپیہ کماتی ہے۔ ور یک دن میں دس ہزر روپیہ حاصل کرتی ہے۔ ے میرے کمزور ناتو ں، بے دست وپا بھائی! تو اس میدن میں کہاں تک دوڑے گا۔ ور تیرے سب بھائی بند ور دوست و آشنا سب مل کر پنی تمام قوت ور طاقت کے ساتھ دوڑتے رہیں۔ تو پھر بھی یک عصمت فروش فاحشہ عورت سے س میدن دنیا میں سبقت نہیں ے سکیں گے۔ ور تم س فاحشہ کی گرد رہ کو بھی نہیں پہنچ سکو گے۔ افسوس ور ہزر بار افسوس ہے تیری س ہمت بلند دوڑ دھوپ ور جاہلانہ جدوجہد پر کہ جس میں یک فاحشہ عورت کامیاب ور

کامگار رہو ور تو نامور ہو ور شرمسار رہو۔

گر تو عقل ور ہوش سے کام لے کر آج تو پنی زندگی کے اصل مقصد ور حقیقی غرض کو پہچان لے۔ ور پنے محبوب حقیقی ور مطلوب زلی کی طلب ور تلاش میں صدق دل سے نکل کھڑا ہو۔ ور طلب لہی کی مقدس وادی میں فقــر والی اللہ ختیار کر کے طالبان مولا کے ہمراہ دوڑ پڑے۔ تو فرشتے تیری اس نوکھی مقدس چال پر عش عش کریں گے۔ تیرے قدموں کے نیچے پنے پروں کو بچھائیں گے۔ ور تیرے سر پر اللہ تعالیٰ کے نور رحمت کے طاق بھر بھر کر تصدق ور نچھاور کریں گے۔ ور آسمانوں میں تیری تعریف ور توصیف کے گیت گائیں گے۔ ور تو س پہلے قدم میں تمام یکڑسول دنیاداروں بلکہ بادشاہوں کو پیچھے چھوڑ دے گا۔اور سب سے آگے نکل جائے گا۔ ور تو اللہ تعالیٰ سے قیامت کے روز یک حالت میں ملے گا۔ کہ وہ تجھ سے رضامند ور تو اس سے خوشنود ہوگا۔ ور وہ تجھے خطاب فرمائے گا۔

یاایها النفس المطمئنه ارجعی الی ربک راضیة مرضیه فادخلی فی عبدی وادخلی جنتی

س وقت دنیا بھی تیری لونڈی ور خادمہ بن کر تیرے قدموں پر آ گرے گی۔ ور تو س میں سے پنا زلی مقدر حصہ بصد عزت و حترام ور بڑ ر رحمت و آرام حاصل کرے گا۔

الله تعالی ارحم الراحمین، اکرام الاکرمین اور اقرب الاقربین، حی قیوم، سمیع و بصیر اور قریب و مجیب ہے

وہ جملہ مطلوبوں کا جامع ور فضل مطلوب ور تمام محبوبوں سے بہترین محبوب ور تمام خلائق کا مقصود مطلق ور معبود برحق تیرے بہت قریب موجود ہے۔ ور ہر وقت تیرا منتظر ہے۔ لیکن تو بچوں کی طرح دنیا کی ٹھیکریوں سے کھیل رہا ہے۔ شیطان نے دنیا کا کھلونا تیرے سامنے ڈال کر تجھے پنے حقیقی مالک اور خالق سے غافل کر دیا

ہے۔

انا الموجود فاطلبنی تجدنی

وان تطلب سوائی لم تجدنی

اذا للهمان نادنی كظیما

اقل لبیک فاطلبنی تجدنی

انا لعبد ارحم من ابیه

ومن ابویه فاطلبنی تجدنی

تجدنی فی سواد اللیل عبدی

یبا مسک فاطلبنی تجدنی

(ابن عباس)

(ترجمہ) اے بندے! میں موجود ہوں اگر تو مجھے تلاش اور طلب کرے گا تو ضرور مجھے پائے گا۔ اگر میری طلب کی آڑ اور بہانے میں کسی غیر ماسوی چیز کو طلب کرے گا تو مجھے ہرگز نہیں پائے گا جب کوئی فریادی بے کسی کی حالت میں مجھے پکارتا ہے تو میں اسے جواب میں آواز دیتا ہوں کہ اے میرے بندے! میں حاضر ہوں اگر تو مجھے تلاش کرے تو ضرور پائے گا میں اپنے بندے پر اس کے بھائیوں، بہنوں، ماں باپ اور سب خویشوں اور دوستوں سے زیادہ مشفق اور مہربان ہوں۔ اگر وہ میری جستجو کرے گا تو مجھے بھی حاصل کرے گا۔ اے میرے بندے جب تو اندھیری رات کی تاریکی اور تنہائی میں مجھے پانے اور دیکھنے کی خواہش کرے گا۔ تو تو مجھے اس وقت اپنے آپ سے زیادہ قریب تر پائے گا۔

ہمیشہ سے یہ قاعدہ چلا آیا ہے کہ جب کسی چھوٹے بچے کی ماں اپنے کام کے لیے گھر سے باہر چلی جاتی ہے۔ اور بچہ ماں کو یاد کر کے رونے لگتا ہے۔ تو گھر والے بچے کا دل بہلانے اور اسے چپ کرانے کے لیے اس کے ہاتھ میں کوئی کھلونا دے

دیتے ہیں۔ جس سے ناد ن بچہ خوش ور خ موش ہو جاتا ہے۔ ور پنی م ں کو بھول جاتا
ہے۔ لیکن جو بچہ بہت سیانا ور ہوشیر رہوتا ہے۔ وہ کھلونے وغیرہ سے خاموش نہیں
ہوتا بلہ کھلونے کو دور پھینک دیتا ہے۔ ور تنے تک روتا ور م ں کو ید رتا ہے کہ
جب تک وہ پنی م ں کو نہیں دیکھ لیتا ور س سے بغل گیر نہیں ہو جاتا۔ سی طرح
گریاں ور نالاں رہتا ہے۔

سی طرح ہم دنیا میں تمام نسان پنی زلی م ں، پنے صلی م لک حقیقی محبوب
سے بچھڑے ور جد ہوئے ہیں۔ ور ہر نسانی دل میں فطرتاً ور جبلتاً س کی تڑپ،
طلب ور منگ موجود ہے۔ لیکن آزم ئشاً ور متحاناً شیطان نے دنیا کے طرح طرح
کے کھلونے ہمارے سامنے ڈل دیے ہیں۔ ور بعض ذ ہین نے بچوں کے ہاتھ
میں کچھ زیادہ دلچسپ قسم کے کھلونے دے دیے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر ور جن کو ہاتھ
میں لے کر ہم خوش ور مطمئن ہو گئے ہیں۔ ور پنے خ لق م لک کو بھول بیٹھے ہیں۔
ور س سے ب لکل غ فل اور بے خبر ہو گئے ہیں۔

ہل یورپ م دی تحقیقات میں عمریں صرف کر رہے ہیں۔ ور ب لکل بے ف ئدہ
مہمات کے سر کرنے میں پنی عزیز جانوں پر کھیل جانے سے ذرا بھی دریغ نہیں
کرتے۔ یہ مشکل پسند لوگ س بات کی مطلق پرو ہ نہیں کرتے کہ ہم پنا روپیہ گر ں
مایہ وقت ور عزیز ہستی جس غرض ور مقصد کے حصول میں ضائع کر رہے ہیں۔ کیا
اس سے کوئی ٹھوس حقیقی ف ئدہ بھی ہے یا نہ۔ لیکن محض س لئے کہ یہ یک مشکل کام
ہے۔ ور آج تک یہ کام پہلے کسی نسان سے پور ور سر نجام نہیں ہو سکا۔ ور س
مشکل مہم ور دشو ر کام کے سر نجام کرنے میں ہمارا نام دنیا میں یاد رہے گا۔ محض س
نمود، نمائش اور شہرت کی خ طر یہ کوتاہ ندیش ور طفل مز ج لوگ یک رئیگاں شغل
ور بے سود خاک رانی میں پنی گر ں قدر عمریں ور عزیز جانیں ضائع ور تلف کر
رہے ہیں۔

پچھلے س وں کی بت ہے کہ یک یورپین عورت کے ہں بچہ پید ہونے و ا تھ

جس وقت سے دردزہ شروع ہو تو سے نے بچہ پید ہونے سے پہلے یک ہوئی

جہز میں سو رہونے کا ہتمم کرلیا۔ چنانچہ وہ بچہ زمین کی بجے ہوئی جہز کے

ندر ہو میں پید ہوگی۔ اس عورت کو یہ نوکھ خیل س نے سوجھ ور ہوئی جہز میں

ڑتے وقت بچہ پید کرنے کا یہ سر نگیز س شہرت کی بھوکی عورت نے س سے

بردشت نہیں تا کہ تاریخ میں س کا ڑکا وہ پہل بچہ شمار ہوگا۔ جو سب سے پہلے ہوئی

جہز میں پید ہو۔

مذکورہ با مہمت کے عا وہ یورپین محققین کی عمی تحقیقات کا گر جزہ یا جے تو

ن ن کو حیرت تی جاتی ہے۔ مدت سے یورپ کے ڈ کٹر، فلا سفر، ور سائنس دن دنیا

کی حقیر ترین چیزوں مثلاً کیڑوں مکوڑوں، چیونٹیوں، مکھیوں، مکڑیوں، چوہوں ور

چھچھوندروں وغیرہ کی عمی تحقیقت میں مصروف ہیں۔ ور بے شمار ہل علم پنی عزیز

عمریں ن نکمی حقیر چیزوں کے کھوج ور ریسرچ میں وقف کر چکے ہیں۔ چنانچہ منجملہ

ن کے یک نامی گرمی ڈ کٹر ور فلا سفر کے س قسم کے جنون ور سود کا یک وقعہ

سنیے ور سر دھنیے

تفصیل س وقعے کی یوں ہے کہ ڈ کٹر ہنٹر جو اس قسم کے حقیر جانوروں کی

تحقیقت کا بڑ ماہر فلا سفر ہو گذر ہے۔ ن کے یک شاگرد کو کسی عورت سے محبت

ور تعشق ہو گیا تھ۔ جس نے س سے منہ موڑ کر کسی ور سے شادی کر دی تھی۔ س پر وہ

شاگرد رشید پنے ستاد ڈ کٹر ہنٹر کو لکھتا ہے کہ میری یک محبوبہ تھی۔ جو میری زندگی کی

تمام رزوؤں ور میدوں کا مرکز تھی۔ س نے مجھ سے روگردنی کرکے یک

دوسرے شخص سے شادی کر لی ہے ور میری تمام مردوں کو خاک میں ملا دیا ہے۔

ب اس کے بغیر دنیا مجھے تنگ ور تاریک ہوگئی ہے۔ ور س کی جدئی میں پنی زندگی

سے بیزر ہو گیا ہوں۔ ور خودکشی کا تہیہ کیے بیٹھا ہوں۔ پ میرے رہبر ور ستاد

ہیں۔ کیا آپ جذبات کے ں بے پنہ طوفن میں میری کچھ مدد فرما سکتے ہیں۔ ور

مجھے کنارہ نجات تک پہنچا سکتے ہیں؟ ں کے جوب میں جلیل قدر ستاد ں شاگرد

کے سے جو کارگر علاج تجویز فرماتے ہیں۔ ور جو راہ نجات بتاتے ہیں وہ سننے کے

قابل ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب پنے شاگرد کو تحریر فرماتے ہیں کہ ے شاگرد

رشید! میں آپ کو اس مہیب ور مہلک مصیبت سے نجات کا صحیح راستہ بتاتا ہوں۔ ور

وہ یہ ہے کہ آپ آج سے جنگلی چوہوں یعنی ہیج ہاگز (Hedge Hogs) کی

تحقیقات شروع کردیں۔ اس میں ں قدر بے شمار دلچسپیاں ور بے ندازہ عجیب و

غریب نفسیاتی باریکیاں ہیں کہ آپ اس دلفریب ور دلکش علمی مشغلے میں پنی یک

محبوبہ لیڈی کی تمام دنیا و مافیہا کو بھول جائیں گے۔ سبحان اللہ! یورپین محققین ور

متجسسین کی مادی علمی تحقیقات کے سود ور جنون کی طرف ذرا غور فرمائیے کہ ں

طرح ے بڑے بھاری ڈاکٹر پنے شاگرد کو موت سے بچانے ور راہ نجات

دکھانے کے لیے جنگلی چوہے کی پیٹھ پر کانٹوں کے سبز باغ کی طرف راہنمائی کرتا

ہے۔ ب ذرا ہم پنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے طالب ور

ں راستے کے سالک ور عارف کے لیے باطنی ور روحانی دنیا کا ں قدر لامحدود

ور لازوال میدان پڑا ہوا ہے۔ ور اس میں ں قدر بے شمار عجیب و غریب نادیدہ و نا

شنیدہ معارف و اسرار کے خزانے مخفی پڑے ہیں۔ ور زندگی کے کتنے نوکھے،

باریک ور دقیق علمی حقائق ور موت کے بعد بدی زندگی کے نہایت ہم ور ضروری

معلومات کا بڑا بھاری ذخیرہ ناتلاش کردہ ور پوشیدہ پڑا ہوا ہے۔ اور عالم غیب کی

لطیف مخلوقات یعنی جنات، ملائکہ ور رواح سے ختلاط و ملاقات ور ن سے

حصول فیوضات ور برکات کے راستے کھلے ہیں۔ ور اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب و

وصال، مشاہدے ور فنا و بقا و رلقا کے مقامات موجود ہیں۔ لیکن ہم اس طرف سے

بالکل ندھے ور بہرے ہیں پس نسان کو چاہیے کہ محض دنیا کی خاک چھاننی میں عمر

عزیز ضائع نہ رے۔ بلکہ د رخرت کا بھی فکر رے۔ بے شک دنیا کے کام کاج
بھی رے لیکن دنیا کی طلب ور تلاش میں پنے مالک سے غافل نہ ہو جائے۔

ہمارے س پچھلے مضمون میں ہے کہ اللہ تعالیٰ رزق متعلق ہے۔ ور رزق روز
ول سے مقدر ہو چکا ہے۔ بعض مغرب زدہ تعلیم یافتہ وگ عتراض زیر پا ہوں گے۔
ور کہیں گے کہ یہ تو فقط رہبانیت کی تعلیم و تلقین ہے۔ ور س قسم کے مسائل ور عقائد
نے مسلمانوں کو بے کار ور سست بنا دیا ہے۔ ہماری غرض یہ نہیں ہے کہ وگ کام ور
کسب کرنا چھوڑ دیں۔ ور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر محض اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے نکمے ور
بے کار ہو کر بیٹھ جائیں۔ ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ وہ زروئے شرع شریف صلی
سلامی نظریہ ور عقیدہ ہے۔ ب ہم کسب معاش کے مسئلے ور روزی کی تلاش کے
معاملے کو یہاں ذرا وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ روزی ور کسب
معاش کا معاملہ بہت ہم ور ضروری ہے۔ کسب معاش ور روزی کے معاملے میں وہ
شتر بے مہار کی طرح بالکل بے راہ رو ور آزاد ہیں۔ نہیں حلال و حرام ور جائز و
ناجائز کی متعلق کوئی تمیز ہی نہیں ہے جہاں سے ور جس طرح سے پیسہ ہاتھ لگے۔
س کے حصول سے دریغ نہیں کرتے۔ ور ہر طرح کی مائی کو شیر مادر کی طرح حلال
سمجھتے ہیں۔ محض لوگوں میں بدنامی اور حکام وقت کے خوف ور دشمنوں کے طعن ور
تشنیع کے خوف سے بعض دفعہ یہ لوگ علانیہ طور پر ناجائز اور حرام مائی سے ہچکچاتے
ور کتراتے ہیں۔ یسے لوگوں کے نزدیک مال جمع کرنے، سرمایہ داری ور ذخیرہ
ندوزی کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ ن کے ہاں شرافت ور تہذیب کا معیار دنیوی
مال ور مادی دولت ہے۔ جس قدر کوئی شخص قارون کی طرح زیادہ سرمایہ دار ور دنیا
دار ہے۔ خواہ وہ خلاقی ور مذہبی لحاظ سے کتنا ہی بدکردار، ناکارہ ور حماقت شعار ہے۔
ن کے ہاں بڑا معزز، شریف، مہذب ور باوقار ہے۔ نہی کے حال کے مطابق کسی
نے کہا ہے

خواہ باش، خرس باش، یا سگ مردار باش
ہر چہ باشی باش لیکن اندکے زردار باش

ایسے لوگ اگر کسی نیک کام میں یا پبلک کے مفاد کی خاطر کبھی چند روپیہ خرچ بھی کرتے ہیں۔ تو ان میں ان کا ارادہ محض لوگوں میں شہرت اور عزت اور نام وری حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے کام ھباء منثورا اور گرد وغبار بن کر رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالے کے ہاں ایسی نیکیوں کی کوئی قدر اور منزلت نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کا ہر کام اور ہر عمل دنیا کی خاطر ہوتا ہے۔ یہ لوگ محض دنیا اور نفس کے بندے ہوتے ہیں۔ ان کی تمام سعی اور کوشش محض دنیا تک محدود ہوتی ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالی اور دار آخرت سے بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہوتے ہیں۔ حیوانوں کی طرح چند روز دنیا میں آئے اور کھا پی کر چلتے بنے۔ دنیا کی تمام اقتصادی بدحالی، معاشی تنگی اور دولت کی ساری غیر مساویانہ تقسیم کا واحد ذمہ دار یہی قارونی گروہ ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم عقل اور ہمت کے مالک ہیں۔ اور ہم جنگل کے شیر کی طرح ہیں۔ ہمارا حق ہے کہ ہم کمزوروں کو شکار کرکے اور چیر پھاڑ کر کھائیں اور غریب، مفلس اور نادار لوگ، بے وقوف، کم ہمت اور بزدل ہونے کے سبب اسی بات کے لائق اور سزاوار ہیں کہ ہم ان کو لوٹیں اور ان کا مال کھائیں پئیں اور عیش کریں۔ یہ لوگ محض انسان نما حیوان اور درندے ہیں۔ اور دوزخ کا ایندھن ہیں۔ ایسے لوگوں کے حق میں اللہ تعالے فرماتے ہیں

ویوم یعرض الذین کفروا علی النار اذھبتم طیبتکم فی حیاتکم الدنیا واستمتعتم بہا فالیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تستکبرون فی الارض بغیر الحق وبما کنتم تفسقون

(ترجمہ) اور قیامت کے روز کافروں کو دوزخ کے سامنے لاکر انہیں خطاب کیا جائے گا کہ تم نے دنیا کی زندگی میں خوب عیش اڑائے اور نفسانی فائدے

تھے۔ آج س کے بدے تم کو خور ور سو رنے و عذب دیا جائے گا۔ کیونکہ
تم نے ناحق ور ناجائز طریقے پر دنیا میں اپنے آپ کو بڑا آدمی بنا رکھا تھا۔ ور اس
دنیا کے ذریعے طرح طرح کے فسق و فجور ور گناہ کے کام کیا کرتے تھے۔

دوسری قسم کے وگ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالٰی ور آخرت پر تو یمان ہے لیکن
روزی ور کسب کے معاملے میں ن وگوں کا یمان کمزور ہوتا ہے ور وہ ضعیف
اعتقاد ہوتے ہیں۔ یسے وگوں کو ظاہری سباب کسب معاش ور ہاتھ پاؤں مار کر
روزی کمانے سے چارہ نہیں ہے۔ خالی توکل کرنا ور اسباب اور کسب معاش کو ترک
کرنا یسے وگوں کے لئے مضر بلکہ مہلک ہے۔ جیسے کہ چھوٹا بچہ پنی ماں کا ور اس
کے دودھ کا محتاج ہوتا ہے۔ ور گو خارج میں بیرونی دنیا کے ندر طرح طرح کی
غذائیں ور ن کے حصول کے بے شمار راستے موجود ہیں۔ پھر بھی جب تک وہ بچہ
ہے۔ سے ماں کی چھاتی سے چمٹنا ور اس سے غذا حاصل کرنا لازمی ور ضروری
ہے۔ اگر ایسا نہیں کرے گا۔ تو اس کی ہلاکت یقینی ہے۔ لہذا یسے مبتدی ضعیف
الیمان آدمی کے لئے مادی سباب مادی سے چمٹا رہنا ور اس سے پنی معاش ور
روزی حاصل کرنا لازمی ہے لیکن باوجود ہاتھ پاؤں چلا کر روزی کمانے کے نہیں
اس بات پر یمان ور یقین رکھنا چاہیے کہ اصل روزی اور رزق اللہ تعالٰی کے ہاتھ
میں ہے۔ ور اسی رزق ور معاش کے لئے ہماری ظاہری جدوجہد ور کوشش اس
رزق مطلق کے ید قدرت پر بطور آستین کے ہے۔ ور معاش ور روزی کے لئے
ہماری دوڑ دھوپ ور طلب و تلاش بھی اس کی طرف سے ہے۔ جیسے کہ حضرت
مخدوم جہانیاں جہاں گشت صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ چوں رزق مقدر ست
چرا گردیدن چیست یعنی جب رزق مقدر ہے تو پھر اس کے لئے پھرنے ور تلاش
کرنے کا کیا مطلب ہے۔ ور اس کے لئے پھرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے
اس کے جواب میں فرمایا کہ چوں رزق مے گرداند بس پرسیدن چیست یعنی جب

خود رزق نسان کو رزق کے لیے پھرے تو پھر پوچھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ یعنی جس طرح رزق مقدر ہے۔ س کے لیے پھرنا ور تلاش کرنا بھی رزق کی طرف سے مقدر ہوتا ہے۔ گر س کا سب ور روزی کمانے و لا س عتقاد ور یقین کے ساتھ روزی کمائے ور کسب کرے تو وہ مومن ور مسلمان ہے۔ ورنہ گر روزی محض پنے کسب ور کوشش سے جانے ور للہ تعالیٰ کو رزق مطلق نہ جانے تو وہ کافر ور بے دین ہے۔ یسے لوگوں کے حق میں مولانا روم صاحب فرماتے ہیں۔

گر توکل مے کنی در کار کن
کار کن پس تکیہ بر جبار کن
گفت پیغمبر بہ آواز بلند
بر توکل زانوئے شتر بہ بند

یسے لوگوں کو پنی کمائی ور مال میں سے عشر ور زکوۃ وغیرہ نکال کر یک سال کا ذخیرہ رکھنا جائز ہے۔ گر یک سال سے زیادہ کا ذخیرہ جمع رکھے تو حریص ور گنہگار ہوگا۔

تیسری قسم متقی ور پرہیزگار لوگوں کی ہے۔ روزی کے بارے میں ن لوگوں کا معاملہ بہت مشکل ور پیچیدہ ہوتا ہے۔ یہ لوگ ول تو خالص حلال کمائی کی تلاش کرتے ہیں۔ حالانکہ حلال کی کمائی آج کل بہت مشکل ور دشوار ہے۔ س سے حرام ور مشتبہ روزی میں ہاتھ ڈالنے سے متقی لوگ کثر کتراتے ور بچتے ہیں۔ ور خالص حلال کمائی کی تلاش میں رہتے ہیں۔ گر حسن تفاق سے نہیں کوئی حلال کی کمائی مل بھی جائے تو کثر س کے حصول میں مردہ دل نفسانی لوگوں، فاسق، فاجر، بے دینوں ور دنیادار متکبر، مغرور ور ظالموں سے واسطہ پڑتا ہے۔ ور س قسم کے مردہ دل نفسانی لوگوں کے ختلاط ور ظالم لوگوں کے میل جول ور دنیادار ور متکبر ور مغرور لوگوں کی بے جا خوشامد ور تعظیم و تکریم سے ن کا دینی معاملہ خراب

ورضائع ہوتا ہے جیس کہ آیا ہے۔

ولا ترکنو الی الدس ندمو فتمسکم النار

یعنی ظاموں کے نزدیک نہ جاؤ تمہیں بھی ن کے ظلم کی آگ لگ جائے گی ور ہر

بری صحبت کا ثر ہوت ہے ۔ ورحدیث میں آیا ہے

من تکرم عیا لعانہ فقد ذھا ثنا دیہ

یعنی جو شخص کسی غنی ور دنیو ر آدمی کی محض دنیا کی خاطر عزت اور تواضع کرتا ہے

اس کا دوتہائی دین س وقت چلا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض متقی ور پرہیز گار

وگوں کو بتد ء میں نماز تہجد کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔ ور نہیں تلاوت، ذکر فکر ور

اللہ اللہ کرنے میں بڑی لذت آتی ہے۔ ور ہر طرح سے اللہ تعالی کا ذوق وشوق

حاصل ہوتا ہے۔ لیکن بعض دفعہ یک دم بے وجہ ن کے دل کا باطنی معاملہ بگڑ جاتا

ہے۔ نہ وہ پہلا سا ذوق وشوق رہتا ہے۔ ور نہ عبادت ور ذکر فکر میں پہلی سی لذت

آتی ہے۔ س کی وجہ محض برے سیاہ دل ور ظالم وگوں کی نزدیکی ور ن کی صحبت کا

ثر ہوتا ہے۔ ہذا متقی ور پرہیز گار وگوں کے لیے رزق کا معاملہ پیچیدہ مشکل ور

دشوار ہوتا ہے۔ ور س معاملے میں بعض تو رجعت ور شکست کھا کر بازی ہار جاتے

ہیں۔ اور مبتدی عوام وگوں کے پیچھے گروہ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ور بعض جو

ثابت قدم ور مستقل مزاج ہوتے ہیں۔ ور پنے زہد وتقوی پر قائم رہتے ہیں۔ تو

اللہ تعالی کچھ آزمائش ور متحان کے بعد یسے وگوں پر حلال کی روزی کے آسمان

غیبی بے حرج راستے کھول دیتا ہے۔ ور یسی طرف سے روزی پہنچاتا ہے کہ کسی کو

وہم ور گمان بھی نہیں ہوتا۔ ور بعض دفعہ وگوں کے دوں میں ن کی نسبت حسن

عتقاد ور یقین محبت کا جذبہ پید کر دیتا ہے ور وہ دل وجان سے ن کی ہر طرح

سے خدمت کرتے ہیں۔ ور حکم بجا لاتے ہیں۔ ور اللہ تعالی نہیں کسی نہ کسی طرح

رزق کے جنجال سے فارغ البال کر دیتا ہے۔ ور پوری یکسوئی و یک جہتی ور

فرغت قلبی سے اللہ تعالی کے ذکر فکر ور س کے تصوف میں محو ور منہمک ہو جا تے

ہیں۔ ور دنیا ن کی لونڈی بن کر ن کی خدمت بجا لاتی ہے۔ ور ان کا دل س سے

خالی ور فارغ ہوتا ہے جیسے کہ مولانا روم صاحب فرماتے ہیں

ب در کشتی ہلاک کشتی ست

ب زیر کشتی ور پشتی ست

یعنی جس طرح پانی گر کشتی کے ندر داخل ہو جائے تو کشتی کی غرقابی ور ہلاکت کا

موجب بن جاتا ہے۔ ور گر پانی کشتی کے نیچے ہو۔ تو اس کی مددپشتی کا کام دے

کر سے وپر ٹھاتا ہے۔ سی طرح اس قسم کے متقی سالک کو دنیا نقصان نہیں

پہنچاتی۔ بلکہ اس کی خدمت کرتی ہے۔ اللہ تعالی کا یہ قول س قسم کے متقی لوگوں کے

حسب حال ہو جاتا ہے۔

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب

(ترجمہ) جو شخص اللہ تعالی کے لیے رزق کے معاملے میں تقوی ختیار کرتا ہے۔

تو اللہ تعالی س کی روزی کا کوئی غیبی رستہ ور ذریعہ بنا دیتا ہے۔ اور یسی طرف سے

سے رزق ور روزی پہنچاتا ہے کہ جس کا سے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ یہاں یہ

مقولہ بھی غلط ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ دست بکار و دل بیار یعنی

ہاتھ کام میں لگا ہو ور دل یار میں۔ پنجابی میں کہاوت ہے ہتھ کار ول تے دل یار ول

لیکن یہ مقولہ س جگہ غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ جس کام میں ہاتھ ڈالا جاتا ہے۔ س

میں دل بھی مشغول ہو جاتا ہے۔ ور جس وقت دل کے گھر میں دنیا کے خیال آتے

گھس جاتے ہیں۔ س وقت اللہ تعالی کے ذکر فکر ور خیال کا فرشتہ دل کے صحن میں

داخل نہیں ہوتا لہذا یہ مقولہ س طرح درست ہے کہ دست بے کار و دل بیار کہ ہاتھ

کام سے فارغ ہو تب دل للہ تعالی سے مشغول ہوتا ہے۔

چوتھا گروہ یسے برگزیدہ، مقدس، ممتاز، منتہی عارف لوگوں کا ہے جو دنیا میں خال

خل ہیں۔ ن کا حال توکل کا ہے ور روزی کے ے کسب ور طلب وتلاش سے یہ
لوگ بالاتر ہیں۔ ور یہ یت ن کے حسب حال ہے

ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ

یعنی جو اللہ تعالی پر تکیہ ور توکل کرتا ہے وہ س کے ہر کام کے ے کافی ور کفیل
ہو جاتا ہے یسے عارف کامل ، مالک الملکی فقیروں کا تمام جہان پر حق ہوتا ہے۔ ور
جہاں سے جو چیز بھی ن کی خدمت میں زمجبہ نا وجہ بطور تحفہ یا نذر نہ پیش کی جاتی
ہے۔ ن کے ے حلال ہوتا ہے۔ کیونکہ ن کی برکت سے سمان سے بارشیں برستی
ہیں۔ ور زمین پر بادیں ہوتی ہیں۔ ن کے وجود مسعود کے طفیل جہان والوں سے
ظاہری ور باطنی فتیں ، حادثے ور مصیبتیں ٹلتی ور رفع ہوتی ہیں۔ س ے ہر
دمی کی کمائی میں ن کا حق ور حصہ ہوتا ہے۔ جیسے کہ کسی سالک نے کہا ہے

ہر کہ قسمے بود خور ز جہاں
نچہ ولد مے خورد بروے حلال
مالک الملکی بود عارف فقیر
حق و برکل جہاں حاکم میر

ویسے بھی وہ کسی طرح سباب ور کسب کے محتاج نہیں ہوتے۔ کیونکہ ول تو وہ
اللہ تعالی کے صفت رزاقی کے فعل ور عمل کو باطنی نکھوں سے دیکھ لیتے ہیں کہ فرشتے
ور مدبر ہر شخص کو رزق پہنچانے پر متعین ہیں۔ ن کی نکھوں سے سباب ور
مادے کے پردے ٹھ دیے جاتے ہیں۔ ور وہ قدرت کے ہاتھ کو برہنہ اور علانیہ
طور پر دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالی کا دست قدرت رزق تقسیم کر رہا ہے۔ ور سباب کی
حیثیت محض ایک بہانہ اور عارضی چیز ہے۔ دوم وہ ہر چیز میں پنی خداداد باطنی طاقت
سے تصرف کرتے ہیں۔ گر مٹی کو ہاتھ لگاتے ہیں تو سے سونا بنا دیتے ہیں۔ گر کسی
خشک درخت سے میوہ طلب کرتے ہیں تو سی وقت ہرا بھرا ہو کر بے وقت ور بے

موسم پھل دے دیتا ہے۔غرض دنیا کی دولت اور اسباب ان کے سامنے لونڈی کی طرح ہاتھ باندھے کھڑی رہتی ہے۔ یہ لوگ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے محتاج نہیں رہتے۔ ایسے لوگوں کے حق میں مولانا روم صاحب فرماتے ہیں

ہاں توکل کن مجنباں پا و دست
رزق تو بر تو ز تو عاشق تر ست

جو لوگ اس طرح کے متوکل صاحب حال ہوتے ہیں۔ اس کے سینے باطنی دولتوں سے اور ان کے دل روحانی نعمتوں اور لذتوں سے مالا مال ہوتے ہیں۔ وہ دنیوی تنگی اور فقر و فاقہ میں لذت محسوس کرتے ہیں۔ اور فقر پر فخر کرتے ہیں۔ جیسے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا الفقر فخری ان مسکین کے یہ ابیات ان کے حال کا پتہ دیتے ہیں

ابیات

نان جوین و خرقۂ پشمین و آب شور

سی پارہ کلام و حدیث پیغمبری

ہم نسخہ دو چار ز علمی کہ نافع است

در دین نہ لغو بو علی و ژاژ عنصری

تاریک کلبہ کہ پے روشنی آن

بیہودہ منتے نہ برد شمع خاوری

با یک دو آشنا کہ نیرزد بہ نیم جو

در پیش چشم ہمت شان ملک سنجری

این آن سعادت است کہ حسرت برد بر آن

جویائے تخت قیصر و ملک سکندری

بعض لوگوں کے دلوں میں شیطان نے دین کی نسبت عجیب قسم کی بدگمانیاں اور شکوک پیدا کر دیے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اہل مغرب کو بے دینی، لامذہبیت، الحاد اور اللہ تعالیٰ کے عقیدے سے انحراف نے آسودہ حال اور مالا مال کر دیا ہے۔ اور اہل مشرق کو مذہب، دینداری اور خدا کے عقیدے اور خیال نے مفلس، محکوم اور کنگال بنا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ بے دینی، الحاد اور بد خلقی کسی شخص کو فرد واحد یا کسی قوم کو مجموعی طور پر آسودہ حال اور صاحب اقبال بنا سکتی ہے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ اس کی یاد، طاعت اور خوش خلقی کسی کو مفلس اور کنگال رکھ سکتی ہے۔ بلکہ دنیا اور آخرت کی آسودگی، آسائش ہمیشہ سے دینداری، نیک اطوار اور حسن اخلاق کے ساتھ مربوط اور وابستہ ہے۔ جس شخص یا جس قوم کو بھی دیکھو کہ اس نے دنیا میں ترقی کر کے اچھی پوزیشن حاصل کر لی ہے اور آسودہ حال اور مالا مال ہو گئی ہے۔ تو اس شخص یا اس قوم کے اندر ابتداء میں راست بازی، دیانت داری، رحم دلی، اتفاق،

حسن خلاق ور چھی عادت وصفت میں سے کوئی نہ کوئی ضرور پائی جاتی ہوگی۔
جس کی بدولت اگر انہیں بسبب کفر وشرک دولت آخرت نہ سہی تو دیا کی رحت،
آسائش، بخت ور قبال بطور نعم البدل حاصل ہوجاتے ہیں ور یہ چیز نہیں دنیا
میں مرفہ حال ور مال بنادیتی ہے۔ اور یہ تو ممکن ہی نہیں کہ بے دینی ور بد خلقی
کسی شخص یا کسی قوم کی آسودگی، آسائش ور بخت و قبال کا موجب ور باعث بن
جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وممن حلقنا امة يهدون بالحق وبه يعدلون والذين كذبو بايتنا
سنسدرجهم من حيث لا يعلمون و ملي لهم ان كيدى متين

(ترجمہ) ور ن لوگوں میں سے کہ پیدا کیا ہے ہم نے واسطے بہشت کے یک
گروہ ہے کہ راہ دکھاتا ہے خلق کو ساتھ حق کے ور عدل اور نصاف کرتے ہیں۔ ور
جنہوں نے باوجود عدل ور نصاف کے نشانیوں کو یعنی ہمارے پیغمبرؐ ن کی کتاب
ور دعوت حق کو جھٹلایا تو ہم دنیا میں نہیں س طرح درجے ور ترقی عطا کریں گے کہ
وہ سے سمجھ نہیں سکیں گے حالانکہ یہ دنیوی ترقی نہیں زیادہ غافل کرنے کے لئے
یک ڈھیل ور مہلت ہے۔ ور یہ بات ن کے ساتھ ہماری آزمائش کی یک
زبردست چال ہے۔ لہذا تم گر کسی شخص یا کسی قوم کو دیکھو کہ باوجود کفر ور شرک یا بے
دینی ور حاد دنیا میں آسودہ، خوش حال ور صاحب قبال ہے۔ تو س کا موجب ور
باعث یا تو س کی کوئی چھپی پوشیدہ خصلت ور عمدہ عادت ہوگی۔ یا س کے آباؤ جداد
کی دینداری ور اللہ تعالیٰ کے راستے میں سعی ور قربانی ہوگی۔ جس کا معاوضہ س
طرح سے دنیا میں مل رہا ہے کیونکہ وہ بیچارہ آخرت کا اہل ور حقدار نہیں ہے۔
س کا معاوضہ سے چند روزہ فانی دنیا میں مل رہا ہے۔ سو یہ بات بالکل محال اور نا
ممکن ہے کہ کوئی شخص یا قوم صدق دل سے اللہ تعالیٰ پر یمان رکھے ور عمل صالح
کرے ور دنیا و آخرت میں کسی کا محتاج، دست نگر ور محکوم ہو جائے۔ یہ بات اللہ

تعالیٰ کے شایانِ شان بھی نہیں کہ وہ اپنے خاص، مخلص اور فرماں بردار بندوں کو
کافروں، مشرکوں اور نافرمان ظالم اور بے دین لوگوں کا محتاج اور محکوم رکھے۔ بے
دینی و بد اخلاقی اور ظلم و ستم کا انجام اور نتیجہ ہمیشہ اور ہر جگہ برا رہتا ہے۔ اور یہ جو بعض
لوگ بعض دفعہ نیک، دین دار اور خوش اخلاق نظر آتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ان کی نیکی
اور خوش اخلاقی یا تو محض ری رواجی، نمائشی یا محض ریا اور دکھاوے کی صورت میں
ہوتی ہے۔ یا ان کی نیت میں فساد اور بگاڑ ہوتا ہے۔ اس واسطے ایسی نیکی اور خوش خلقی
سے کچھ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ انما الاعمال بالنیات
یعنی عمل کا حسن اور نتیجہ نیت پر موقوف ہے۔ اور دوسری حدیث میں آیا ہے۔

ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم ونیاتکم

یعنی اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے اور نہ تمہارے ظاہری عمل کو دیکھتا ہے
بلکہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔ اور اگر نیت خالص ہے کوئی بھی عمل کیا
جائے۔ اس پر اسی وقت فوری نتیجہ مترتب ہوتا ہے۔ سو عملوں میں سے ایک عمل کا
یہاں تھوڑا سا ذکر کیا جاتا ہے۔ جس سے اس کی کیفیت اور نیت کے سبب اس کے
حسن و نتیجہ پر روشنی پڑتی ہے۔ ان میں سے ایک نماز ہے جو روزانہ پانچ وقت ادا کی
جاتی ہے۔ جس کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ الصلوٰۃ معراج المومنین یعنی
نماز مومن کے لیے معراج کا درجہ رکھتی ہے۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ حی قیوم،
اور شہ رگ سے بندے کے نزدیک ہے۔ کوئی جامد پتھر کا بت نہیں ہے۔ بلکہ سمیع،
بصیر اور کلیم ہے کہ بندے سے پکارے اور جواب نہ دے۔ خدا کے ایسے خاص
بندے ہیں کہ جس وقت وہ نماز کے اندر سجدے میں اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں کہ
سبحان ربی الاعلیٰ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر دفعہ خطاب ہوتا ہے لبیک یا
عبدی یعنی اے میرے بندے میں حاضر ہوں۔ مانگ جو کچھ مانگتا ہے۔ اور دو

سجدوں کے درمیان قعدہ میں اللہ تعالی کا مقبول بندہ اللہ تعالی کے قرب میں داخل

ہوتا ہے۔ اور اس پر خاص تجلی ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں واسجد

واقترب یعنی سجدہ کرو اور میرے قریب ہو۔ یہ تو اللہ تعالی کے خاص چیدہ اور

برگزیدہ محبوب بندوں کی نماز کا معاملہ ہے۔ لیکن متوسط مومن متقی بھی اگر نماز کو

خلوص، نیک نیتی اور اچھی طرح سے ادا کرے تو اسے اللہ تعالی کی طرف سے نماز

کے اندر کچھ اشارتیں اور بشارتیں آتی ہیں۔ چنانچہ بعض کو نماز کے اندر لذت،

حلاوت اور فرحت محسوس ہوتی ہے۔ بعض کو رقت اور گریہ جاری ہو جاتا ہے۔ کسی کی

زبان اسی میٹھی ہو جاتی ہے کہ گویا کسی نے منہ میں شہد گھول دیا ہے۔ کسی کو نماز کے

وقت ایک خاص قسم کی راحت اور خوشبو آنے لگتی ہے۔ کسی کو رات کو نماز یا تہجد پڑھنے

کے بعد اچھے خواب نظر آتے ہیں۔ اور خواب میں نیک بشارتیں آتی ہیں۔ سب سے

کمتر تاثیر نمازی کی یہ ہے کہ نماز پڑھنے سے وجود سے یہ گونہ بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ جسم

ہلکا پھلکا اور دل بوجہ خوشی اور اطمینان حاصل کرتا ہے۔ اور اگر رات کو نماز رہ جائے

اور پڑھی نہ جائے۔ تو دل پریشان اور ملول رہتا ہے۔ نیند اچھی نہیں آتی اور ڈراؤنے

خواب آتے ہیں۔ اگر ان مذکورہ باتوں میں سے نمازی کو کچھ بھی محسوس اور معلوم نہ

ہو تو جانے کہ نماز صحیح اور درست ادا نہ ہوئی۔ اور درجہ قبولیت کو نہیں پہنچی۔ ورنہ کوئی

وجہ نہیں ہے کہ بندہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں پیش ہو اور سوال و التجا کرے۔ اور وہ حی و

قیوم اور قریب و مجیب جواب نہ دے۔ کیونکہ اللہ تعالی کے وعدے سچے ہیں جیسا

کہ ارشاد ہے فاذکرونی اذکرکم تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا تو تعالی

قال ربکم ادعونی استجب لکم

تم مجھ سے دعا مانگو اور مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا اور جواب دوں گا۔

پس نمازی کو چاہیے کہ نماز کو صحیح اور درست کر کے پڑھے۔ اور اپنی نیت کو خالص

کرے۔ اور نماز میں دل کو اللہ تعالی کی طرف لگائے۔ اور اس طرح حضور دل سے

نمز د کرے۔ کہ گویا اللہ تعالی کے روبرو حاضر ہے۔ ور سے دیکھ رہا ہے۔یا کم ز کم تنا خیال رکھے کہ نماز میں للہ تعالی کے دربار میں حاضر ہوں ور وہ عظیم شان سرکار مجھے دیکھ رہی ہے تو۔تعالی

قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خشعون

یعنی وہ مومن ضرور چھٹکارا پا گئے جن کے دل پر نماز کے ندر اللہ تعالی کا خوف ور س کی ہیبت چھا جاتی ہے۔نمازی صحت کی چار شرط ہیں۔ ول دل کا حضور دوم خد کے آگے عقل و شعور ہوم دل میں اللہ تعالی کی عظیم شان ذ ت کی عظمت ور ہیبت چہارم نماز کے رکان کی حسن دا ئیگی ور اس میں عاجزی ور فروتنی چنانچہ بغیر حضور نماز ادا ہی ور رد ہی ہے۔ ور بلا شعور عقل نماز دل کی سیاہی ہے۔بغیر خشوع نمازی کا دل خاطی یعنی گمراہ ہے۔اور بغیر خضوع و فروتنی نمازی جانی یعنی جفا کار ہے۔یعنی نماز ور پنے نفس پر ظلم کر رہا ہے۔حدیث میں آیا ہے

ان العبد اذا قام الی الصلوۃ رفع اللہ الحجاب بینہ وبینہ وواجھہ لوجھہ الکریم وقامت الملئکۃ من لدن منکبیہ الی السماء یصلون بصلوتہ ویومنون علی دعائہ وینثرون علیہ الانوار من عنان السماء الی مفرق راسہ

(ترجمہ) جب بندہ نماز میں اللہ تعالی کی بارگاہ میں کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالی اس بندے ور پنے درمیان حجاب ور پردے اٹھا دیتا ہے۔ ور پنی ذ ت مقدس سے اس بندے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ ور نمازی کے دونوں کندھوں سے لے کر آسمان تک مدئکہ ور فرشتوں کے پرے ور صفیں قائم ہو جاتی ہیں جو بطور عز زو تکریم س کے رکان نماز میں س کا تتبع ور موافقت کرتے ہیں۔ ور س کی دعا کے ساتھ آمین پکارتے ہیں۔ ور عنان آسمان سے س کے سر پر جو ہر نور رحمت کے طشت نثار ور نچھاور کرتے ہیں۔حضور دل سے نماز پڑھنے و ں کی یہی حالت

ہوتی ہے۔ یک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت جلال حدیقی جل جدہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ نماز کے لیے تکبیر تحریمہ کہتا ہے تو اللہ تعالی پنی بارگاہ قدس کے فرشتوں کو حکم فرماتا ہے کہ ے مدنکہ! یہ بندہ میری بارگاہ میں آیا ہے۔ ور پکھر ز و نیاز ور آرزو... تجے کے ظہار کا ر دہ رکھتا ہے سے مدنکہ ں بندے و میرے درمیان ذرا پردے ٹھا دو۔ فرشتے اللہ تعالے کے حکم کے بموجب پردے ور جب ٹھا دیتے ہیں۔ لیکن جس وقت بندہ نماز میں خطرات غیر ور خیالات دنیوی کی طرف ملتفت ور متوجہ ہوتا ہے۔ ور اللہ تعالے کے خیال ور تصول سے ں کا دل خالی ہوتا ہے تو بارگاہ لٰہی سے حکم ہوتا ہے کہ اے مدنکہ پردے واپس ڈال دو اس کا دل میری طرف پیٹھ کئے ہوئے دنیا کی طرف رخ کئے ہوئے ہے۔ یہ بندہ میری بارگاہ میں کوئی نماز پڑھنے ور دعا و تجا کرنے نہیں آیا ہے۔ بلکہ میرے ساتھ ٹھٹھا ور تمخول کرنے آیا ہے۔ ں وقت یک فرشتہ منادی کے طور پر پکارتا ہے کہ کاش یہ نماز میں غیر کی طرف توجہ ور لتفات کرنے والا بندہ اس بات کو جانتا کہ یہ کس مقدس عظیم شان سرکار کے حضور میں کھڑا ہے تو ں عالی شان شہنشاہ سے منہ موڑ کر دھر دھر کی حقیر ور ناچیز مخلوق کی طرف ہرگز ملتفت ور متوجہ نہ ہوتا۔

کتاب عوارف میں شیخ شہاب لدین سہروردی صاحب فرماتے ہیں کہ نمازی جب نماز میں کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ یعنی اللہ کبر کہتا ہے تو شیاطین جو ں کے ساتھ لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ تکبیر تحریمہ یعنی اللہ کبر کی آواز سن کر مارے خوف کے طراف عالم میں دھر دھر بھاگ جاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالے اس وقت بندے کے دل کی طرف تجلی فرماتا ہے۔ ور ں کے دل کی طرف نگاہ کرتا ہے۔ جب اس دل میں غیر پنی عظمت ور جلال کے کچھ نہیں پاتا۔ تو اللہ تعالی خطاب فرماتا ہے۔

یا عبدی صدقت الله اکبر کما قلت

یعنی ے بندے اتو اللہ کبر کہنے میں صادق ور سچا ہے۔ جس طرح تو نے زبان

سے دیا ہے۔ کیونکہ س وقت تیرے دل میں سو ے میری عظمت ور جلال کے
ور کچھ نہیں ہے۔ لیکن جب بندہ تکبیر تحریمہ کہتے وقت غیر اللہ ور ما سو اللہ کی طرف
متوجہ ور ملتفت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف سے اس بندے کی طرف
خطاب پر عتاب ہوتا ہے کہ پرے دور ہو۔ تو اللہ کبر کہنے میں سر سر جھوٹا ور منافق
ہے۔ س وقت شیاطین طرف سام سے و پس ہو کر س کے دل پر دوبارہ س
طرح حملہ ور ہجوم کر کے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ جس طرح مکھیاں گندگی پر گرتی ہیں۔ س
وقت شیاطین س کے دل کو نوچ نوچ رکھتے ہیں ور نیز قمہ بنا لیتے ہیں۔ سو نماز
کی د ئیگی کے مختلف مر تب ور درجے ہیں۔ ور نماز کی قبولیت، جابت ور منظوری
میں نیت، خلاص ور حضوری دل کو خاص دخل ہے۔ اور ہر عمل کا د رومد ر نسان کی
نیت پر ہے۔

ب یک نمازی کا ذکر ور حال سنیے۔ یک شخص نے بیان کیا کہ میں نے یک
خر سانی پٹھان کو باز رمیں دیکھا۔ جو کپڑ وغیرہ خرید نے یا تھا۔ میں نے دیکھا کہ
س کے بٹوے کے ندر ہزر وں روپے کے نوٹ ہیں۔ یہ لوگ عموماً مسجدوں میں
رت کو سویا کرتے ہیں۔ میں سائے کی طرح س کے پیچھے ہو لیا۔ رت کو وہ مسجد
میں داخل ہو۔ میں نے بھی س کے قریب نوٹوں کا بٹوہ اڑ نے کی خاطر ڈیرہ جما
لیا۔ وہ پٹھان سی پہلو پر جس کی طرف کی جیب میں بٹو تھا سو گیا۔ سی حالت میں
بٹوہ نکالنا ور اڑ نا بہت مشکل تھا۔ میں سمجھا کہ کب تک سی یک پہلو کے بل لیٹا
رہے گا۔ موسم سرما کی لمبی ر تیں تھیں۔ س مسجد میں چند ور مسافر بھی سوئے ہوئے
تھے۔ میں نے نیند کے حملے سے بچنے ور پنی نسبت لوگوں کے دلوں سے چوری
چکاری کا خیال دور کرنے کی خاطر س پٹھان کے پہلو میں نفل پڑھنا شروع کر
دیے۔ اور نماز کی رکعتوں پر رکعتیں پڑھنے لگ گیا۔ کہ جب رت کو کسی وقت وہ
پٹھان پہلو بدلے گا تو میں پنا کام شروع کر دوں گا۔ ور ہزر وں روپے کا بٹوہ اڑ

وں گا۔لیکن خد کی شت کہ تخت جت پڑھتے تم رت سی یک ہی پہلو پر بیٹھ رہ۔ ور میں نے بٹوے کی خ طر سینکڑوں رکعتیں پڑھ ڈ لیں لیکن بٹوہ ڈ ڈنے میں ن کام

رہ۔

ب یک ظ ہر بین شخص اس نمزی کو دیکھتا تو وہ دل میں خی ل کرتا کہ یہ تو بڑ زہد ع بد بلکہ پنے وقت ک ولیہ ہے۔جس نے س ری رت نفلوں میں گذ ردی ہے۔ لیکن خد کے نزدیک سی رکعتوں ور نمزوں کی کی قدر ہو گی جو محض بٹوے کی خ طر پڑھی گئی ہوں۔

غرض ہر عمل ک حسن وقبح ور ردو قبول عمل کرنے و لے کی دلی نیت پر موقوف ہے۔ یک دک ند رخو جے کی نسبت مشہور ہے کہ جب کبھی وہ کوئی گ ہک بھول ج ت تھ ۔ی کسی کے ذمے کوئی رقم ی د سے تر ج تی تھی تو سے ی د کرنے کے لیے دو رکعت نفل پڑھن شروع کرد یت تھ ۔چونکہ نمز میں شیط ن جو رہو س دنی کی بھولی ہوئی ب تیں ی دد دیت ہے۔ س لیے س خو جے کو وہ گ ہک ی وہ رقم فورً ی د آج تی تھی۔سو س قسم کی نمز ک بدلہ آخرت میں ٹ خد تع لیٰ ک قہر ور عذ ب ہوگ ۔سو ہر عمل ور عب دت ک روح و رو ن ور اس کی ج ن عمل کرنے و لے شخص کے دل کی نیت ور ر دہ ہو کرت ہے۔ ور سی سے عمل ور عب دت زندہ ور ت بندہ ہوت ہے۔ ور اللہ تع لیٰ کی ب رگ ہ میں درجہ قبولیت کو پہنچت ہے۔ گر کوئی عمل، ط عت ور عب دت محض للہ تع لےٰ کی خوشنودی ور رض مندی کے لیے د کی ج ئے۔تو س عمل سے دنیوی مر دیں ور آخرت کے درج ت بھی خود بخود دبج عمل کرنے و لے کو ح صل ہو ج تی ہیں۔لیکن دنیوی ر دے کی ت بع میں دین ح صل نہیں ہوت ۔

یک دفعہ ک ذکر ہے کہ یک شخص یک مسجد میں آ کر معتکف ہو گی ۔اس مسجد کی آمدنی ک فی تھی۔ ور چونکہ س مسجد ک س بق م م فوت ہو گی تھ ۔ ور وہ ع م ف ضل تو تھ ہی۔ س خی ل سے مسجد میں قی م پذیر ہو گی کہ ش ید سے م مت مل ج ئے۔ ور

مزید بر ں دن کو روزہ رکھت ۔ ور ر ت کو س ری ر ت نفل نو فل س نیت ور ر دے

سے پڑ ھت تھ ۔ت کہ س طرح وگوں ور خصوص مسجد کے متو ں ور مقتدیوں ک حسن

ظن ور خوش اعتق دی ح صل کر سکے۔ ور وہ وگ سے مسجد ک ام بن ئیں۔ اس

ح ت میں پور یک س ل گذر گی ۔لیکن کسی نے س کی طرف لتف ت نہ کی ۔ ور س

کی امت کی مر د پوری نہ ہوئی۔ آخر س نے یک دن پنے نفس سے مخ طب کی کہ

ے نفس تو نے پور یک س ل یک دنیوی غرض کے ے دن کو روزے رکھے ور بھوک

پی س رہ ۔ ور ر ت کو ن ئش نفلیں پڑ ھت رہ ۔ س ل کی نیند حر م کی۔ گر تو یہ ک م محض

اللہ کے ے کرت ۔تو آج کسی در جے کو پہنچ ج ت ۔حیف ہے تیری اس د نش پر ور

عنت ہے تیری س غلط روش پر پس سی خ ص جذ بے کے تحت س م ن ٹھ کر مسجد

سے نکلنے و ا تھ کہ مسجد ک متو ں سے مسجد کے درو زے پر مد۔ ور اس سے دری فت

کی کہ آپ کہ ں ج رہے ہیں۔ س نے کہ کہ پنے وطن ج نے ک ر دہ ہے۔ مسجد

کے متو ں نے سے کہ کہ بہتر ہے آپ کہیں نہ ج ئیں۔ مجھے بھی گھر بیٹھے خی ل

گذر ۔ کہ ہم رے مسجد ک پیش امام ڈیڑھ س ل سے فوت ہو چک ہے۔ آپ نیک آدمی

معلوم ہوتے ہیں۔ کیوں نہ آپ کو س مسجد ک پیش ام مقرر کر دی ج ئے۔ آپ کی

بڑی مہرب نی ہو گی گر آپ ہم ری مسجد کی امت قبول فرم ئیں۔ س پر وہ معتکف

آدمی چونک پڑ ۔ اور دل میں خی ل کی ۔ کہ مکمل یک س ل کے ری ک ر نہ زہد و عب دت

نے وہ ک م نہ کی جو یک محہ کے نیک فکر ور خ ص ر دے نے کر دکھ ی ۔ ب میں اللہ

تع لیٰ سے عہد کرت ہوں کہ آئندہ تم م عمر جو نیک عمل ور عب دت کروں گ ۔ س میں کسی

دنیوی ور نفس نی ر دے کو دخل نہ دوں گ ۔ ور آئندہ ہر فعل ور ہر ک م میں اللہ تع لیٰ

کی رض مندی ور خوشنودی کے ے کروں گ ۔ چن نچہ س کے بعد وہ شخص خ ص ت

خد ور مقربین مو ا میں سے ہو گی ۔ سو ہر ک م میں نیک نیت ور پ ک ر دہ ک می بی

کی کنجی ہے۔ بلکہ یک حدیث میں آی ہے نیت المومن خیر من عملہ یعنی

مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ یعنی جب انسان کسی نیک کام کا ارادہ کرتا ہے تو جب تک وہ عمل نہیں کر چکتا۔ اسے اپنی نیت اور ارادے کا ثواب ملتا ہے۔ اور جب عمل ادا کر دیتا ہے۔ تو دل کا نیک ارادہ اور پاک خیال ختم ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص حج ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو ہر وقت اس کا دل خانہ کعبہ کے طواف اور روضہ اقدس کی زیارت کے تصور اور خیال میں محو اور مصروف رہتا ہے۔ اور اسے دم دم میں اس پاک خیال اور نیک تصور کا اجر ملتا ہے۔ لیکن اگر وہ حج کو چلا جائے تو اس کا وہ نیک خیال ختم ہو جاتا ہے۔ بلکہ الٹا خانہ کعبہ میں بیٹھ کر اپنے گھر اور وطن کے خیالات میں محو اور مصروف ہو جاتا ہے جیسے کسی نے کہا ہے۔

در کعبہ اگر دل سوئے غیر است ترا
ہم کعبہ کنشت و قبلہ دیر است ترا
گر دل بخدا و دخل بتکدہ
خوش باش کہ عاقبت بخیر است ترا

اب ذرا دوسرے بڑے عمل حج کا ذکر سنیے۔ بہت لوگ اس امید پر حرام کماتے اور طرح طرح کے گناہ کرتے ہیں کہ آخر عمر میں حج ادا کر لیں گے۔ اور اللہ تعالےٰ سے تمام گناہ بخشوا لیں گے۔ ان لوگوں نے اللہ تعالےٰ کی پاک مقدس، عادل اور سچی بارگاہ کو بھی ایک راشی اور ظالم حاکم کی عدالت اور کچہری سمجھ رکھا ہے۔ جہاں رشوت سے سب کام نکل آتے ہیں۔ چنانچہ زمانے کے بڑے بڑے ظالموں اور سرمایہ داروں کو دیکھا جاتا ہے کہ جن کی تمام عمر رشوت خوری، زنا، لہو و لعب، لوٹ کھسوٹ، ظلم و ستم اور ہر طرح کے فسق و فجور میں گذر جاتی ہے۔ اور غریبوں اور مسکینوں کا خون چوس چوس کر لاکھوں روپیہ جمع کر لیتے ہیں۔ پھر آخر میں پچھلے گناہ بخشوانے کی خاطر اور لوگوں میں حاجی صاحب کہلوا کر عزت اور اعتبار پیدا کرنے کے لئے پھولوں کے ہار گلے میں ڈالے ہوئے بڑی دھوم دھام سے ہوائی جہاز پر

چڑھ کر چند روز کے لئے حج کرنے چلے جاتے ہیں۔ اور دل میں اترتے ہیں کہ بس تمام عمر کے گناہ بخشوا آئے ہیں اور بڑا عمل کما لائے ہیں۔ لیکن اس قسم کے حج کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ گودڑی کی طرح ان کے منہ پر مارے گا۔ اور ان پر بجائے ثواب کے اللہ تعالیٰ کا قہر اور عذاب نازل ہوگا۔ آخرت کے سچے بازار میں اس قسم کے کھوٹے دموں سے کوئی مال اور متاع تو حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ الٹا عذاب اور وبال مول لیا جاتا ہے۔ اس صرافِ حقیقی کی بارگاہ میں محض خالص پاک مغزی عمل کام آتا ہے۔ قولہ تعالیٰ

قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا الذين ضل سعيهم في الحيوة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا اولئك الذين كفروا بايت ربهم ولقائه فحبطت اعمالهم فلا نقيم لهم يوم القيمة وزنا ذلك جزاؤهم جهنم بما كفروا واتخذوا ايتي ورسلي هزوا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ہمارے نبیؐ کیا ہم ایسے لوگوں کا حال آپ کو بتائیں جو عمل کرنے کے باوجود بہت گھاٹے اور خسارے میں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دارِ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہونے اور اپنے اعمال کے حساب کتاب اور سزا و جزا کے منکر رہے۔ پس ان کے سب عمل ضائع اور برباد ہو گئے۔ اور قیامت کے روز ان کے عمل کے وزن کرنے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔ بلکہ سیدھے جہنم کی طرف دھکیل دیئے جائیں گے کیونکہ دراصل وہ ہمارے منکر رہے۔ اور ہمارے احکام اور پیغمبروں کا مذاق اڑاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ صرافِ حقیقی کی سچی بارگاہ میں کھوٹے اور جھوٹے عمل پیش کرنا اور ان کے عوض نعمت و کرم کی امید رکھنا واقعی اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ ٹھٹھا اور مخول کرنا ہے کسی شاعر نے اس بارے میں کیا اچھا کہا ہے۔

بہ زمیں چو سجدہ کردم ز زمیں ندا برآمد

که گر خراب گردی تو مسجدی بیابی

بحریم کعبه رفتم ز درون ندا برآمد

تو برون چه کار کردی که درون خانه آیی

حج بیت اللہ بڑا بھاری عمل ہے۔ اگر جملہ شرائط و آداب سے ادا کیا جائے۔ حلال کی کمائی اس راستے میں خرچ کی جائے۔ نیت اور ارادہ خالص لوجہ اللہ ہو۔ اور اس سے اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرض کی ادائیگی اور اس کی رضامندی اور خوشنودی اور شعائر اللہ کی تعظیم مقصود ہو۔ اس طرح اگر حج ادا کیا جائے۔ تو وہ حقوق اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی میں جو کوتاہیاں اس سے واقع ہوئی ہوں وہ معاف ہو جاتی ہیں۔ مثلاً فریضہ نماز اور ماہ رمضان کے روزے وغیرہ قضا اور فوت ہو گئے ہوں۔ تو ان کی تلافی اور معافی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بیت اللہ کی ایک نماز لاکھ نماز کے برابر اور وہاں کا ایک روزہ لاکھ روزوں کے برابر درجہ رکھتا ہے۔ لیکن حقوق العباد کسی بھی صورت میں حج ادا کرنے سے معاف نہیں ہوتے۔ چاہے تمام عمر ہر سال حج ادا کرتا رہے۔ چنانچہ اگر کسی کے مال میں سے ایک پیسہ یا ایک حبہ ناجائز طریقے سے لیا ہے یا کسی مسلمان کو بے وجہ آزار دیا دکھ پہنچایا ہے۔ یا کسی طرح اس کی بے عزتی اور بے حرمتی کی ہے یہ چیزیں ہرگز معاف نہیں ہوتیں۔ جب تک حق دار کو اس کا مال اور حق واپس نہ کر دیا جائے۔ یا اس سے بخشوا نہ لیا جائے چاہے تمام عمر حج ادا کرتا رہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کو جب کسی صحابی کی نماز جنازہ پڑھانے کا اتفاق ہوتا۔ تو جنازہ پڑھنے سے قبل حضورؐ دریافت فرماتے کہ اس شخص پر کسی کا قرض تو نہیں ہے۔ تو جب تک اس متوفی کے قرض کی ادائیگی نہ ہو جاتی تب تک آپؐ اس کا جنازہ نہ پڑھتے یہاں سے قیاس کر لیا جائے کہ حقوق العباد کی کس قدر بھاری اہمیت ہے۔ دنیا میں بہت لوگ اکثر رواجی طور پر حج ادا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب حج سے واپس آتے ہیں تو ان کے اخلاق اور عادات بد سے بدتر ہو جاتے ہیں۔ اور دنیا

جبی ورحرص کی ٓگ ن کے دوں میں بہت سختی سے بھڑک ٹھتی ہے۔ س سے معوم ہوتا ہے کہ ن وگوں کے حج محض ریکری ہوتے ہیں جو درجہ قبویت کو نہیں پہنچتے۔ نمائشی حجوں پر ہزروں روپیہ خرچ کر دیتے ہیں۔ لیکن ن کے پڑوس میں یک مسمان بھوکا مر رہا ہوتا ہے۔ سے حسبۃ للہ یک قمہ یا یک پائی دینے کی ہمت نہیں پڑتی۔ ب ہم یہاں دنیا میں یک مقبول ترین حج کا و قعہ بیان کر کے س موضوع کو ختم کرتے ہیں۔

کتاب تذکرہ ولیاء میں عبداللہ بن مبارکؒ کا ذکر ٓیا ہے کہ وہ یک دفعہ حج کرنے گئے تھے۔ جب حج ہو چکا ور ٓخری رت ہوئی تو س بزرگ نے و قعہ میں دیکھ کہ ٓسمان سے دو فرشتے نازل ہو کر خانہ کعبہ کی چھت پر ٓبیٹھے ہیں۔ یک فرشتے نے دوسرے فرشتے سے پوچھ کہ س دفعہ کتنے ٓدمی حج کرنے ٓئے ہیں۔ پہلے فرشتے نے جو س کام پر مامور تھا ور حاجیوں کے حج کے ثوب کی پڑتال کرنے پر متعین تھا جوب دیا کہ س دفعہ تے لکھ تے ہزر تے سو ٓدمی حج کرنے ٓئے ہیں۔ پہلے فرشتے نے دوبارہ سول کیا کہ س دفعہ کون شخص حج کرنے میں وّل نمبر پر ٓیا ہے۔ ور سب سے زیادہ حج کا ثوب ملا ہے۔ دوسرے متعین ور متعق فرشتے نے جوب دیا کہ س دفعہ شہر دمشق کے علی نامی شخص جس کے و لد کا نام موفق ہے ور دمشق کے فلاں محلے کا رہنے ولا ہے۔ س دفعہ س شخص کا حج س قدر مقبول ور منظور ہو ہے کہ گر س کے حج کا ثوب ن ٓئے ہوئے تمام حاجیوں پر تقسیم کیا جائے تو یہ تمام حاجی بخشے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ فرشتوں کا یہ مکالمہ سن کر وہ بزرگ خوب سے بیدار ہو گئے ور س نے پنے دل میں تہیہ کر لیا کہ یسے برگزیدہ بزرگ کی زیارت کرنی چاہیے۔ ور س کے حج کی کیفیت معوم کرنی چاہیے جس کا حج س قدر مقبول ور منظور ہو ہے۔ غرض وہ بزرگ حج سے سیدھے دمشق روانہ ہو۔ ور دمشق میں جا کر خوب و لے پتے پر س بزرگ علی نامی سے جا ملے۔ ور س سے س کے حج د

رنے کی کیفیت دریفت کی۔ لیکن جس وقت س پک بز مرد خد علی نے س
بزرگ کو جوب دیا کہ میں تو س دفعہ حج رنے نہیں گیا تو اس بزرگ کو نتہائی حیرت
ہوئی ور وہ ہکا بکا رہ گیا۔ پھر س نے خیال کیا کہ میرے خوب کا وقعہ کسی طرح
جھوٹ نہیں ہو سکت۔ ممکن یہ شخص کسر نفسی رکے پنا حال چھپنے کی کوشش رتا
ہو۔ سو س بزرگ نے سے پنے خوب کا وقعہ سنا کر کہا کہ میرے خوب کا وقعہ کبھی
جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ س پر وہ علی بن موفق بزرگ چونک ٹھا۔ ور اس نے پنے
حج کا قصہ یوں بیان کیا کہ میں نے س دفعہ حج پر جنے کا رادہ رکیا تھا۔ ور تین
ہزر درہم بطور زد رہ اور سفر خرچ جوڑ رکھے تھے۔ حج پر روانہ ہونے سے چند روز
پہلے میری بیوی کسی کام کے لیے رات کو ہمارے ہمسائے کی گھر کی دیوار کے پاس جا
کھڑی ہوئی تو سے س ہمسائے کے گھر سے گوشت پکنے کی بو آئی۔ چونکہ میری بیوی
کو حمل تھا۔ لہذ گوشت کی شتہا سے بے چین ہوگئی ور وضع حمل کا خطرہ پیدا ہوگیا۔
بیوی نے مجھے آ کر کہا کہ ہمسائے کے گھر سے کچھ گوشت منگو دو ورنہ سقط حمل کا
خطرہ ہے۔ ور میں پنے ہمسائے کے دروزے پر گیا ور سے بد رنگ مدعا ظاہر
کیا۔ ہمسایہ بیچارہ میری بات سن کر کچھ پریشان سا ہوگیا۔ پہلے تو وہ ٹالنے لگا۔ لیکن
س نے میری مجبوری ور معذوری کا حال سنا تو یوں گویا ہوا کہ جناب وقعی ہمارے
گھر گوشت پک رہا ہے۔ لیکن وہ آپ لوگوں کے کھانے کا نہیں۔ کیونکہ آج تین
روز سے میں ور میرے گھر والے فاقے سے ہیں۔ آج چونکہ ہماری آخری اضطرار
کی حالت تھی۔ شہر سے باہر میں یک مردہ مرغی ٹھا لایا۔ ور ب رات کے
ندھیرے میں سے کھانے کے لیے بھون رہے ہیں۔ ہم چونکہ تین روز سے فاقے
سے ہیں۔ س لیے یہ چیز ہمارے لیے حلال ہے۔ لیکن آپ کے لیے حلال نہیں ہو
سکتی۔ میں یہ سن کر دم بخود رہ گیا۔ ور وپس آ کر پنی بیوی کو سارا ماجرا سنایا۔ جس
کے سنتے ہی س کا درد رفع ہوگیا۔ میں نے پنی بیوی سے مشورہ کیا کہ س قدر فسوس

کی بت ہے کہ ہمار یک مسمن ہمسیہ اس قدر مفلسی و رتنگی کے دن گذ رر ہ ہے۔ ور ہم س کے حل سے غفل ہیں اور س کی کچھ مدد نہیں کی۔ ب میری صلح یہ ہے کہ تین ہز ر درہم جو حج کی نیت سے جمع کر رکھے ہیں۔ نہیں پنے مسکین مسمن ہمسا ئے کی مد د میں خرچ کرتے ہیں۔ پھر آ ندہ دیکھ جوے گ۔ گر قسمت میں حج ہے تو اس کا نتظم اللہ تعالی فرمدے گا۔ فی حل تو س مسمن مسکین کی دلجوئی ور مد د حج سے زیدہ ضروری ہے۔ چنانچہ میری بیوی بھی س بت پر رضا مند ہو گئی۔ ور میں وہ تین ہز ر درہم ٹھ کر پنے ہمسا ئے کے پس لے گیا ور س کے حو لے کر دیے کہ نہیں پنی ضروریت میں خرچ کریں۔ ش ید للہ تعالی صر ف حقیقی کو میرا یہ حقیر عمل پسند آ گیا ہے۔ ور سے قبولیت اور منظوری کا شرف بخش دیا ہے۔ ور آپ کے ذریعے مجھے پنے پوشیدہ نعام و کرم کی نوید ور بشارت سے سرفر ز فرمادیا ہے۔ چنانچہ میرے س بیان سے س بزرگ حاجی کی تسلی ہوگئی۔ ور س حکم حاکمین ور رحم رحمین ذ ت مقدس کے نوکھے کاموں سے ہم ہر دو حیر ن ور انگشت بدند ں رہ گئے۔

نسان کو چاہیے کہ عمل صالح ختیار کرے۔ ور عمل میں خلاص ور نیت محض وجہ اللہ رکھے۔ ور اللہ تعالی کی عبادت میں کسی دنیوی غرض، عز و جاہ ور شہرت وغیرہ ور شامل نہ کرے۔ بلکہ محض اللہ تعالی کی رضامندی ور س کا قرب، پنی غرض و غایت رکھے۔ جیسے کہ اللہ تعالی کا رشاد ہے۔

فمن كان يرجو لقاء ربه فليعمل عملا صالحا ولا يشرك بعبادة ربه احدا

پس جس شخص کو پنے رب کے دید ر کی مید ہو وہ نیک عمل ختیار کرے۔ ور پنے رب کی عبادت میں کسی غیر مقصد کو شریک نہ کرے۔

کہتے ہیں کہ یک دفعہ ثنائے جہاد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کی یک کافر سے

ڑ ئی ٹھن گئی۔ چنانچہ ڑتے ڑتے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے س کافر کو زمین پر گر دیا۔ اور س کے سینے پر چڑھ بیٹھے۔ ور سے قتل کرنے کے ے خنجر نکالا۔ جب کافر نے حضرت علیؓ کو خنجر نکالتے دیکھ یا۔ ور دل میں سوچا کہ اب خاتمہ ہو رہا ہے۔ تو پنے دل کی بھڑ س نکالنے کے ے س سے ور تو کچھ نہ ہو سکا۔ س نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منہ پر تھوک دیا جس سے حضرت علیؓ کو طیش آ گیا۔ ور آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ آپ فوراً س کافر کے سینے سے تر کر لگ ہو گئے۔ ور کافر پنی تھوک کی س خلاف توقع ثر سے حیر ن ہو کر کھڑ ہو گیا۔ لیکن حضرت علیؓ س نفسانی غصے سے صلی حالت پر آئے تو اس کافر کو دوبارہ جب پکڑنے لگے۔ تو کافر نے پوچھ کہ یہ کیا حرکت ہوئی کہ یک تھوک سے ڈر کر مجھے چھوڑ دیا۔ ور ب دوبارہ پکڑنے لگے ہو۔ س پر حضرت علیؓ نے جو ب دیا کہ ہم مسلمان محض اللہ ور س کے دین کی خاطر تم وگوں سے جنگ ور جہاد کرتے ہیں۔ ور سی خالص غصے ور جذبے کے تحت میں تم سے ڑ رہا تھا۔ اور تمہیں گر ا کر قتل کرنے گا تھا۔ لیکن جس وقت تو نے میرے منہ پر تھوکا۔ تو مجھے پنی عزت ور نفس کی خاطر غصہ آ گیا۔ ور یہ نفسانی غصہ س ربانی غصے میں شریک ہو گیا۔ ور میرے عمل جہاد میں وہ سابق خلاص ور صلیت نہ رہی س ے تمہیں چھوڑ دیا۔ ب جب کہ میر نفسانی غصہ فرو ہو کر ز ائل ہو گیا۔ ور ز سر نو جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ عود کر آیا۔ ہذ تجھے دوبارہ پکڑ یا۔ س پر وہ کافر حیرت سے دم بخود رہ گیا۔ ور کہا کہ ے بندہ خد گر تم رہ خد میں س طرح کے خالص مخلص ور صادق ہو تو تمہار دین سچا ہے۔ مجھے پنا دین پیش کرو۔ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ چنانچہ وہ کافر مسلمان ہو گیا۔ یہ سابق مسلمانوں کے خالص، مخلص، بے ریا ور بے غرض عمل صالح کی ایک مثال ہے۔

غرض نسان کو ظاہری و باطنی، مادی و روحانی ور دینی و دنیوی جو بھی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ س کا صل باعث ور حقیقی موجب اللہ تعالیٰ کی عبادت، طاعت، نیک

خلاق ور س کے پاک نام ور مقدس کلام کی برکات و فیوضات ہوتی ہیں۔ ور س کے بغیر ور کوئی چیز باعث خیر نہیں اللہ تعالے کے مقدس نام ور پاک کلام میں بڑے بھاری برکات ور عجیب تاثیرات ودیعت کر دی گئی ہیں۔ بشرطیکہ یہ کلمات طیبات پاک، لطیف جسم وجان ور باطنی لطیف زبان سے دا کیے جائیں۔ چنانچہ ظاہری عنصری زبان سے دا کرنے میں ظاہری بدن کے لیے ور باطنی قلبی زبان سے دا کرنے سے باطنی لطیف جسم یعنی نفس، قلب، روح، سر وغیرہ کے لیے باعث شفا ور رحمت ہیں جیسا کہ رشاد ربانی ہے۔ قولہ تعالیٰ

وننزل من القرآن ما هو شفاء و رحمة للمومنين

(ترجمہ) ہم قرآن میں جو آیتیں نازل کرتے ہیں۔ وہ مومنوں کے لیے ظاہری ور باطنی شفاء ور رحمت کا باعث ہوتی ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ کا تمام قرآن بمعہ جملہ مختلف سماء و آیات یک بڑا بھاری شفاخانہ ہے۔ جس میں طرح طرح کی ظاہری اور باطنی مراض کے لیے تیر بہدف ور کارگر دوائیں موجود ہیں۔ بشرطیکہ وہ پاک زبان ور طاہر جسم سے س طرح دا ہوں کہ ن میں وہ حقیقی ور صلی نور یعنی وہ زلی ور فطری امر جو س کا مبداء فیض ہے جلوہ گر ہو۔ سو دنیا کی تمام جمادی، نباتی، معدنی ور حیوانی دوائیوں میں اصل شفاء ور زالہ مرض کا موجب س کا لطیف بخار، جوہر ور روح ہوتا ہے۔ جو س میں قدرت نے روز زل سے ودیعت کر رکھی ہے۔ ور وہ س سم ور تسبیح کا نور ہوتا ہے جو روز ول ور یوم زل سے س چیز کا ظاہری ور باطنی ورد ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

يسبح لله ما في السموت وما في الارض الملك القدوس العزيز الحكيم

یعنی جو کچھ زمین ور آسمانوں کے ندر ہے سب اللہ تعالیٰ کی حمد ور تسبیح پڑھتے ہیں۔ ور دوسری جگہ یا ہے

وان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبحھم

ورکوئی یسی چیز دنیا میں نہیں ہے جو س کی تسبیح نہ پڑھتی ہو۔لیکن تم س کی تسبیح کو معلوم ورمحسوس نہیں کرتے۔غرض ہر دو لی میں گرمی وسردی ورطوبت وخشکی ور جملہ مفید ترقیاتی تاثیرات کا باعث ورموجب وہ کلمات طیبات ور سماء لہی ہوتے ہیں جو ن شیء کا باطنی ورد سم وردہوتا ہے۔ وروہ اس دو لی کی جان ورروح رون ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب مرو رزمانہ سے یعنی کچھ عرصہ پڑے رہنے سے اس کا لطیف بخارور جوہر وکس ئڈ ہوکر ڑجاتا ہے س کے بعد اس دو لی کے ستعمال سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔غرض یہی کلمات طیبات ور سماء لہی جن کا نوردو ؤں کی روح رو ں ور باعث شفاء مراض جسم وجاں ہے۔ گر پاک زبان سے بدء رست وربدو سطہ طور پر پڑھی جائیں۔تو وہ ن دو ؤں کی روح کی صورت ختیار کرکے باعث شفاء امراض ہوجاتے ہیں۔

علاج ہومیوپیتھی کے موجد جرمنی کے مایہ ناز ڈاکٹر سموئیل ہنیمن پنے علاج کے صول میں لکھتے ہیں کہ مرض شروع میں س طرح پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے تمام جسم یا اس کے کسی عضو کی روحانی قوت کسی بیرونی زہریلی برقی قوت سے جو ہمارے چاروں طرف موجود ہے۔ ماؤف ہوجاتی ہے۔ وررفتہ رفتہ یہ ثر ہمارے جسم کثیف میں بھی کسی خاص تبدیلی کی صورت میں ظاہر ہونے لگتا ہے۔ ورہمارا جسم س سے متاثر ہوکر بیمار ہوجاتا ہے۔سو ہر مرض کا آغاز روحانی ہوتا ہے وردو لی کا روحانی ثر سے زائل بھی کرسکتا ہے۔ س سے وہ خاص مفید دو یہ کو کثیف سے لطیف تر بنا بنا کر ورہومیوپیتھی کے بنیادی صول کے مطابق چھانٹ چھانٹ کر دینے سے مرض کا زالہ کرتے ہیں۔چنانچہ دو کی بہت تھوڑی ورلطیف تر مقدار دی جاتی ہے۔اور سیال دو کو الکحل میں مدغم کر ہونے ورخشک دو کو بار بار کھرل کرنے سے لطیف تر بنا بنا کر اس کی روحانی لطیف طاقت کو بڑھا دیا جاتا ہے۔ س طرح س کا لطیف جوہر

موجب شفاء امراض بن جاتا ہے۔

مغربی طب اور ڈاکٹری کو بھی علم سائنس کی موشگافیوں اور دقیق آرائیوں پر بہت ناز ہے کہ سائنس اور کیمسٹری کے ذریعے طب اور ڈاکٹری کو بڑا فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ اور طرح طرح کے لمبے چوڑے دعوے پیش کیے جاتے ہیں کہ سائنس اور ڈاکٹری ایک دن دنیا سے تمام امراض کا قلع قمع کر دے گی اور مغرب کے بہت ڈاکٹر دن رات طول حیات اور بقائے شباب کے مسئلے پر سر کھپا رہے ہیں۔ اور غدود کی تبدیلی اور ہارمون (Hormone) کے اجزاء سے دوام حیات کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ اور مادے کے بحر ظلمات میں آب حیات کی تلاش اور جستجو میں اندھوں کی طرح بے فائدہ ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ غدود کی تبدیلی سے ہم انسان کو کبھی مرنے نہیں دیں گے۔ اور اسے خضر کی طرح دائمی زندگی عطا کریں گے۔ لیکن ان کا یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔ ابھی تک تو ان بیچاروں نے کئی مہلک امراض مثلاً طاعون، ہیضہ، دق، سل، استسقاء، جذام، سرطان، دمہ اور ذیابیطس کے لیے بھی کوئی کارگر اور تیر بہدف دوا یا علاج پیش نہیں کیا۔ جب ہم یورپین بادشاہوں کو پچاس ساٹھ برس کی چھوٹی عمر میں دنیا کے تمام بڑے بڑے نامور ڈاکٹروں کے علاج معالجے اور سعی و کوشش کے باوجود معمولی امراض سے چند دنوں میں راہی ملک عدم ہوتے دیکھتے ہیں تو اس مادی دور جدید کی تمام باطل آرائی اور ہرزہ سرائی کا پول کھل جاتا ہے۔ حالانکہ بادشاہوں کی صحت اور بقاء زیست کی نگرانی کے لیے ماں کے پیٹ سے لے کر بڑھاپے تک ہر وقت اور ہر آن بڑے بڑے ماہر ڈاکٹر تعینات رہتے ہیں۔ اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی جاتی۔ لیکن پھر بھی ڈاکٹروں کی آنکھوں کے سامنے چند دنوں کے اندر معمولی امراض سے مر جاتے ہیں۔ اور دنیا کے تمام بڑے بڑے ڈاکٹر اور معالج بے بسی کی حالت میں دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ اور وہ نہایت بے بسی کی حالت میں گذر جاتے ہیں۔ اللہ تعالی

کے قوی، قاہر قدرتی ہاتھ کو جو کام کرنا منظور ہوتا ہے مادے کی ضعیف ہستیاں اسے روک نہیں سکتیں۔ روح کا لطیف پرندہ قفس عنصری سے پرواز کر کے فضائے آسمانی میں پرواز کر رہا ہوتا ہے۔ اور بیچارے ڈاکٹر اور حکیم اس کے سائے کو زمین پر پکڑنے کی بے سود کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔

اس کے خلاف روحانی طب کے ماہرین یعنی انبیاء اور اولیاء نے اپنے زمانے میں روحانی حکمت اور باطنی طب کے وہ محیر العقول کارنامے اور حیرت انگیز کرشمے دکھائے ہیں کہ اگر ڈاکٹر اور اہل سائنس انہیں دیکھ پائیں تو انگشت بدندان رہ جائیں چنانچہ روحانی حکمت کے ذریعے پیغمبروں نے مردے جلائے۔ کوڑھی، جذامی، اندھوں، اپاہجوں، بہروں، لنگڑوں اور مجنونوں کو ہاتھ لگانے سے ایک دم میں اچھا اور تندرست کیا۔ تخلیق حیات کے نہایت پیچیدہ اور دقیق مسئلے کے حل میں دانایان فرنگ کی عقلیں دنگ ہیں۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مٹی اور کیچڑ کے پرندے اپنے روحانی دم سے فضا میں اڑا کر آج سے دو ہزار سال پہلے تخلیق حیات کا حل پیش کر دیا تھا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تمام جن اور انس جمع ہو جائیں۔ اور میری سب سے ناچیز اور حقیر مخلوق مکھی کی مثل چیز بنانے کی کوشش کریں تو وہ ہرگز ایک مکھی نہیں بنا سکیں گے۔ اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز اڑا لے جائے تو تمام جن و انس اس سے وہ چیز واپس نہیں لے سکیں گے۔ طالب اور مطلوب ہر دو میری قدرت کے سامنے عاجز و ناتواں ہیں۔ افسوس! کہ نادان انسان نے اللہ تعالیٰ کی قدر جیسے کہ چاہئے تھی، نہیں جانی۔ اور اپنی تھوڑی سی مادی عقل اور حکمت پر اس قدر فریفتہ اور نازاں ہے کہ اپنے خالق اور مالک کو بھول بیٹھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا صحیح پتہ اور نشان کچھ اللہ والوں سے ہی ملتا ہے۔ اور ان خاصان خدا ہی کو کچھ اس پاک مقدس ذات کی شان اور قدر معلوم ہو سکتی ہے۔ اقبال مرحوم نے کیا اچھا کہا ہے۔

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی

الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی

نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو

یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمنِ دل کو

کہ خورشیدِ قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں

آج کل کا مغرب زدہ کلامِ الٰہی کی شفائی تاثیر کا قائل نہیں ورنہ یہ وہ بزرگوں کے دم اور تعویذ کی معجزاتی افادیت کو تسلیم کرتا ہے۔ یہ لوگ دوائی علاج اور ڈاکٹروں کی فیسوں پر ہزاروں روپیہ خرچ کر دیتے ہیں۔ لیکن روحانیوں کی دعا اور دم پر ایک پائی خرچ کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ بعض نادان دم، تعویذ اور کلامِ الٰہی کی شفائی افادیت کو نفسیاتی اثرات سے تعبیر کر کے اپنی کور باطنی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

میں نے ایک زمیندار کا ذکر سنا کہ ان کے ایک تازی کتے کی انگلی کی موہ خرگوش کے پیچھے دوڑنے سے نکل گئی۔ یہاں کے ایک سلوتری کے ذریعے علاج کرایا گیا۔ لیکن کارگر ثابت نہ ہوا۔ آخر کتے کو ہوائی جہاز کے ذریعے علاج کے لئے ولایت بھیج دیا گیا۔ چنانچہ دو ہزار روپیہ آنے جانے کا خرچ آیا اور پانچ ہزار روپیہ وہاں کے ڈاکٹر کی فیس ادا کی گئی۔ تب جا کر ملک صاحب کے کتے کی انگلی درست ہوئی۔

اگر کوئی خدا کا بندہ ان کو اللہ تعالیٰ کے کلام، دعا یا خیرات صدقات وغیرہ کی طرف دلالت کرتا تو جھٹ بڑبڑ سمجھتے کہ یہ تو نرا شرک اور توہم ہے۔ ان دل کے اندھوں کو پتہ نہیں کہ جب ظاہری دوائیوں سے متمتع اور فائدہ اٹھانا جائز ہے تو باطنی روحانی دوائیوں اور علاج سے فائدہ اٹھانا تو بدرجہ بہتر اور مناسب ہے۔ لیکن جن لوگوں کی مالی حرص اور تنعم کی ہو۔ وہاں کیوں نہ کتے کی ایک انگلی کے علاج پر سات ہزار

روپیہ خرچ کریں۔ خدا جانے اپنی جان کے علاج پر کس قدر روپیہ ضائع کرتے ہوں گے۔ لیکن اللہ کی راہ میں ایک پائی تک خرچ کرنا گوارا نہیں کر سکتے۔

تو نگراں صدقے ز حسب نہ دہند
جز حاجت تب ناں بہ فقیراں نہ دہند
ایں طائفہ و مختشی ہچوں تنور
تا گرم نہ گردد بہ کس ناں نہ دہند

دنیا کے تمام علوم آفاق و انفس میں سے مذہب بہت بڑا راز ہے۔ اور مذہب کے تمام معارف اور اسرار ایک موت کے سربستہ راز میں مخفی اور پنہاں ہیں۔ جس نے موت کے سر عظیم کو کھول لیا۔ اس نے گویا مذہب اور روحانیت کے تمام حقائق کو پا لیا۔

موت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک موت ظاہری و جسمانی، دوم موت باطنی اور روحانی جسے سرخ موت بھی کہتے ہیں۔ جب عارف سالک نور اسم اللہ ذات کے ذریعے اسی زندگی ہی میں نفس کے حیوانی اور شیطانی اخلاق ذمیمہ سے باہر آ کر ملکوتی صفات حمیدہ سے متصف ہو جاتا ہے۔ تو اس کا جسم قلب مرغ لاہوتی کی طرح نفس کے بیضہ ناسوتی کو توڑ کر صحیح سلامت طفل معنوی کی طرح باہر آ جاتا ہے تو گویا بمقتضائے موتو اقبال ان تموتو موت سے پہلے معنوی طور پر مر جاتا ہے۔ یہی موت مطلق مراد اور کامل حیات ہے۔ یہ عارف کامل زندہ دل آدمی جان کندن، مقام برزخ، قبر، حشر نشر، پلصراط اور دخول جنت کے تمام برزخی اور اخروی حالات اور مقامات کو زندگی میں طے کر لیتا ہے۔ یہ عارف کامل اس روحانی جسم کے ذریعے روحانی اہل القبور اور جن ملائکہ تمام غیبی لطیف مخلوق سے ہم سخن اور ہم کلام ہو سکتا ہے۔ اور جب چاہے باطن میں روحانیوں سے ملاقات کر کے ان سے حاصل کر سکتا ہے۔ اور چونکہ عارف کامل موت کے درمیانی برزخی پل کو زندگی میں عبور

ئے ہوئے ہوتا ہے۔ لہذا یہ عارف کامل موت کے بعد بھی اس مادی دنیا میں آ کر زندہ لوگوں سے جب چاہے ملاقات کر سکتا ہے۔ اور فیض و برکت پہنچا سکتا ہے۔ غرض عارف کامل ظاہری موت سے نجات پا کر اللہ تعالیٰ کے نور سے ابد آباد تک زندہ جاوید ہو کر رہتا ہے۔

ہم پچھلے صفحوں میں قرآنی سورتوں کے ساتھ دعوت پڑھنے کے کچھ طور طریقے بیان کر آئے ہیں۔ اب یہاں کچھ تصورات اور علم دعوت کے مزید طریقے بیان کرتے ہیں۔ چونکہ نفسانی صاحب غرض لوگ ان دعوتوں کو اپنی نفسانی اور دنیوی اغراض و مقاصد میں استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے ان باطنی کارگزار ہستیوں پر باطنی افسروں کا کنٹرول رہتا ہے۔ جب تک ان باطنی افسروں سے کسی کے لئے کلام کے عمل کے بارے میں پرمٹ اور لائسنس جاری نہ ہو جائے اس کلام کا عمل جاری اور رواں نہیں ہوتا۔ اس طرح نا اہل نفسانی لوگوں سے یہ ہستیاں محفوظ رکھی جاتی ہیں۔ تمام دعوتوں اور عملوں کی کلید اور کنجی تصور اسم اللہ ذات اور تصور اسم محمدؐ سرور کائنات ﷺ ہے۔ جب تک کسی طالب کا وجود اسم اللہ ذات اور اسم محمدؐ سرور کائنات صلعم میں طے نہ ہو جائے۔ اور اسمین کے نور سے طالب کا دل زندہ نہ ہو جائے۔ طالب سے کوئی عمل اور دعوت جاری نہیں ہوتی۔ پس طالب کو چاہیئے کہ ابتدائی خام ناتمام حالت میں دعوت پڑھنے کی جرأت نہ کرے۔ جب تک وجود کو پہلے تصورات کے ذریعے پختہ زندہ اور تابندہ نہ کرے۔ پس طالب کے وجود میں سات باطنی لطائف ہیں۔ اور ان کے زندہ اور تابندہ بیدار کرنے کے لئے یہ سات اسمائے عظام کلیدات اور کنجیوں کے ہیں۔ اسماء یہ ہیں

الله ، لله ، له ، هو ، محمد ، فقر

اور ان چھ اسماء کے حروف اٹھارہ ہیں۔ اور اٹھارہ ہزار مخلوقات ان اٹھارہ حروف کی قید و تسخیر اور تصرف میں ہے۔ تمام اسماء کی تاثیر کلمہ طیب کے پڑھنے سے ہے۔

لا اله الا الله محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم

اسی کے مطابق حضرت سلطان العارفین کا پنجابی بیت ہے

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ہو

نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگے ہر جائی ہو

اندر بوٹی مشک مچایا جاں پھلاں تے آئی ہو

مرشد کامل باہو دم جیوے باہو جیں ایہہ بوٹی لائی ہو

اور مرشد کامل بمنزلہ مالی اور باغبان کے ہے۔ اور آخرت میں جب سالک عارف مقام منتہی کو پہنچ جاتا ہے تو کلمہ طیب بھی نوری حروف سے اس کے اندر مرقوم اور منقش ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ساتوں لطائف ان ساتوں کلمات کے نور سے جگمگا اٹھتے ہیں۔ ان کلمات کا نقش مرقوم وجود یہ ہے۔

الله   لله   له

هو   محمد صلى الله عليه وسلم   فقر

لا اله الا الله محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم

پس طالب کو چاہیے کہ پہلے ان چھ اسماء کا تصور کرے یعنی فکر اور خیال کی انگلی سے ان اسماء کو باری باری سے مرشد کی ہدایت اور تلقین کے مطابق اپنے اندر تحریر کرے۔ اور ساتھ ساتھ دل سے کلمہ طیب پڑھتا رہے۔ کلمہ طیب پڑھنے کے بھی طالب کی استعداد کے مطابق مختلف طریقے ہیں۔ اور مذکورہ بالا اسماء میں سے بعض اسماء بعض طالبوں کے مزاج اور استعداد کے موافق ہوتے ہیں۔ اور طالب کے جسم میں بھی بعض خاص مقامات ہیں۔ جہاں ان کا تصور آسان اور سہل ہوتا ہے۔ سو ان اسماء کا انتخاب مرشد ہی کا کام ہے یا طالب صادق اپنی فراست اور بار بار مشق کے تجربے سے تصور کا کوئی آسان طریقہ اپنے لیے نکال لیتا ہے۔ ایسے کامل طالب کے معاملے میں مرشد کو بہت تردد نہیں کرنا۔ سو تصور کے لیے طالب ان چھ اسماء کو

ختیار کرے۔

اللہ، للہ، لہ، ھو ، محمد، فقر

یعنی اپنے خیال میں شہادت کی انگلی کو قلم بنائے۔ ور سما مذکورہ بالا میں کسی اسم کو
اپنے اندر مرقوم ور تحریر کرے۔ ور ساتھ ہی دل سے کلمہ طیب پڑھتا جائے۔ ور گر
ساتھ ہی ذکر کلمہ طیب میں پاس انفاس کا طریقہ اختیار کرے تو ور بہتر ہے یعنی
جب سانس اندر لے جائے تو لا الہ الا اللہ کہے ور جب سانس باہر نکالے تو
محمد رسول اللہ کہے۔ ابتدا میں صرف نفی اثبات پر اکتفا کرے یعنی جب
سانس اندر لے جائے تو لا الہ کہے ور جب سانس باہر نکالے تو الا اللہ کہے۔ اس
میں پہلے کی نسبت آسانی ہوتی ہے ور اگر اس سے ذکر میں ور زیادہ آسانی چاہیے تو
سانس اندر لے جانے کے وقت صرف اللہ کہے ور سانس باہر نکالتے وقت ھو کہے
ور اللہ ھو کے ذکر سے پاس انفاس کرے۔ اس طرح کا پاس انفاس بہت آسان
رہتا ہے۔ سو اس طرح کے مشق تصور ور ذکر پاس انفاس سے جس وقت طالب کا
باطن زندہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد طالب دعوت پڑھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ ور
دعوت کا عمل اس سے جاری ور رواں ہو جاتا ہے ور بعض دفعہ تصور کرتے وقت حبس
دم بھی بہت مفید پڑتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ طالب آلتی پالتی مار کر مربع ہو کر
قبلہ رخ بیٹھے۔ جب کہ معدہ طعام سے ور دل غیر ماسوی خیالات ور تفکرات سے
خالی ہو۔ ور اسم اللہ ذات ور اسم حضرت سرور کائنات صلعم کا تصور ور مشق کرے۔
ور سانس اور دم کو بند کرے۔ ور ایک دم میں جتنی دفعہ اسم پر تفکر کی انگلی پھر جائے۔
اتنی دفعہ کلمہ طیب یا کلمہ اللہ ھو دل سے ذکر کرے۔ اثناء ذکر میں نہ زبان ور ہونٹوں کو
حرکت دے ور نہ سانس نکالے ور ہر بار وہ انگلیوں سے مشق ور تصور ور ذکر کی
تعداد شمار کر کے اسے بڑھاتا جائے اس سے طالب بہت جلدی کامیاب ہو جاتا
ہے۔ ور یہ ذکر ور تصور کا بہترین طریقہ ہے۔ اس کے بعد اسما صفات یعنی نور وغیرہ

نام بری تعلی کے تصورت ورد عوت کی نوبت تی ہے۔ ور للہ تعلے کے ننانوے نامصفت سالک سے جاری اور روشن ہوتے ہیں۔ جس وقت سالک کا وجود سم للہ ذت میں طے ہو جاتا ہے۔ چونکہ تمام ناصفت سم اللہ ذت کی شاخیں ور اسی ذتی سم کا عکس ہیں۔ ہذ طالب کا وجود ہر اسم صفتی میں باری باری طے ہو جاتا ہے۔ ور ہر اسم کے نورے سے زندہ ور سیرب ہوتا ہے۔ اور ہر سم کا نور اس کے باطنی طفل معنوی کی غذ بن جاتا ہے۔ اور سالک کے ندر تمام اسماء صفت نوری حروف سے مرقوم ہو جاتے ہیں۔ ور وہ تمام ناصفت کا عامل بن جاتا ہے۔ ور ہر سم کا عمل سالک سے جاری ور روشن ہو جاتا ہے۔ کہنے کو تو یہ بات آسان معلوم ہوتی ہے۔ لیکن عملاً یہ کام بہت مشکل اور دشوار بلکہ محال ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے کے ہر سم کے عمل کے تحت یک لازول باطنی ولایت موجود ہے۔ ور س ولایت میں بے شمار موکلات متعین ہیں جو س سم کے خادم ہیں۔ ور وہ سب اس عامل کی خدمت پر مامور ہو جاتے ہیں ور س کا حکم بجا لاتے ہیں۔ ن ناء کو گر زبانی طور پر پڑھا جائے یعنی ن کی دعوت دی جائے تو دعوت شروع کرنے سے پہلے هو الله الدی لا اله الا هو ضرور یک دفعہ پڑھا جائے

يا الله يا رحمن، يا رحيم، يا ملك، يا قدوس الخ

ور گر ن ناء کا تصور کیا جائے تو پھر حرف ندا یا لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ذیل میں ہم ن اسماء الحسنی کا نقشہ دیتے ہیں۔ ور ن میں سے بعض خاص خاص ناء کی مختصر خاصیت ور ن کے پڑھنے کا طریقہ بیان کرتے ہیں۔

هو الله الدی لا اله الا هو

الله	رحمن	رحيم	ملك	قدوس	سلام	مومن
مهيمن	عزيز	جبار	متكبر	خالق	باری	مصور
غفار	قهار	وهاب	رزاق	فتاح	عليم	قابض

باسط	حافض	رافع	معز	مذل	سمیع	بصیر
حکم	عدل	لطیف	خبیر	حلیم	عظیم	شکور
علی	کبیر	حافظ	مقیت	حسیب	جلیل	کریم
رقیب	مجیب	واسع	حکیم	ودود	مجید	باعث
شہید	حق	وکیل	قوی	متین	ولی	حمید
محصی	مبدی	معید	محیی	ممیت	حی	قیوم
واجد	احد	صمد	واحد	جواد	قادر	مقتدر
مقدم	موخر	اول	اخر	ظاہر	باطن	والی
متعالی	تواب	منتقم	عفو	روف	ملک الملک	ذوالجلا والاکر
مقسط	جامع	غنی	مغنی	مانع	ضار	نافع
نور	ہادی	باقی	وارث	رشید	صبور	صادق الوعد

بعض عامل پڑھتے وقت ہر اسم پر ال تعریف نہ پڑھ دیتے ہیں۔ جیسے کہ سورہ حشر کے آخری رکوع میں قرآن کے اندر اللہ تعالی نے اسماء الحسنٰی کو بیان فرمایا ہے

قولہ تعالی

هو الله الذی لا اله الا هو عالم الغیب والشهادة هو الرحمن الرحیم هو الله الذی لا اله الا هو الملک القدوس السلام المومن المهیمن العزیز الجبار المتکبر

یعنی ہر اسم پر ال پڑھ کر سب کو اس طرح پڑھتے ہیں

الله الرحمن الرحیم الملک القدوس السلام الخ

ن ماء کے پڑھنے کا یک اور طریقہ یہ ہے کہ ہر سم صفت کے ساتھ بطور مددی سم ذت مدد کر پڑھتے ہیں۔ س سے سم صفت کو سم ذت کی مدد ملتی ہے۔ وراس کا عمل جلدی جاری ہو جاتا ہے مثلاً

یا اللہ یا رحمن، یا اللہ یا رحیم یا الل یا ملک معنی ھذا القیاس قولہ تعالی قل ادعو اللہ او دعو الرحمن ایاما تدعو فلہ الاسماء الحسنی

ن ماء صفت کے پڑھنے کے مختلف طور طریقے ہیں۔ اور ہر سم کی لگ خصیت ہے۔ ور ن کے پڑھنے کے لگ عدد ہیں۔ ن میں بعض ماء جلالی ہیں۔ یسے ماء عدوت ور مقہوری و ہلاکت عداء کے ے بہت موثر ہیں۔ ور بعض ماء جمالی ہیں۔ جو لفت ور محبت اور تسخیر کے کام میں بہت کارگر ثابت ہوتے ہیں۔ بعض ماء مالی ہیں۔ ن سے دوسرے متفرق کام نکلتے ہیں۔ جن کی تفصیل بہت لمبی ہے۔ بعض وگ اس قسم کے قیمتی اسرار کے ظہار میں بخل سے کام لیتے ہیں۔ وقعی نا ہل ور نالقوں کے ہاتھ میں تلوار دینا یا نہیں خزنہ سونپنا خطرناک کام ہے۔ لیکن ہم نے یہاں جو کچھ بیان کیا ہے وہ دنیا میں نہایت قیمتی معلومات ور بیش بہا ہمیت میں ہر سم کے لگ لگ حروفی ور عددی نقوش ہوتے ہیں۔ گر وہ علم جفر کے قانون ور قاعدے کے موفق لکھے جائیں تو ن میں عجیب وغریب تاثیرت پائی جاتی ہیں ور ن سے مشکلات میں بڑی مدد ملتی ہے۔

اللہ تعالی کے ماء کے مزج جس طرح مختلف ہیں۔ سی طرح پڑھنے والوں کے مزج بھی لگ ہیں۔ سو گر کسی شخص کو مزج کے موفق ماء مل جائیں۔ ور ن ماء کا عمل اس سے جاری ہو جائے تو گویا س شخص کو سعادت درین ور کلید گنج کونین حاصل ہو گئی ہے۔ کسی شخص نے بایزید بسطامی سے سول کیا کہ مہربانی کر کے مجھے اللہ تعالی کا اسم عظم یعنی بڑا سم بتا دو۔ آپ نے فرمایا کہ تم مجھے اللہ تعالی کا کوئی سم

صغر یعنی چھوٹا سم بتا دو تو میں تمہیں سم عظم بتا دوں گا۔ غرض اللہ تعالیٰ کے تمام سماء بڑی شان والے ور اعظم ہیں۔ بشرطیکہ پڑھنے و لے کا وجود اور س کی زبان پاک ور عظم ہو تب س سم کا عمل جاری ہوتا ہے۔

ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ تمام قرآن کریم یک شجر طیبہ کی طرح ہے۔ ور س میں مختلف سورتیں ور آیتیں شاخوں اور ڈہنیوں کی طرح ہیں۔ ور ان میں سماء الحسنیٰ پھلوں کی طرح ہیں۔ ور س تمام شاخ ور ٹہنی کی قدر و قیمت س پھل کی وجہ سے ہوتی ہے جو س میں لگا ہوا ہوتا ہے۔ ور جو کچھ اس تمام درخت سے حاصل ہوتا ہے س یک پھل ور شاخ سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ صحیح حادیث سے ثابت ہے کہ تمام قرآن سورۃ فاتحہ یعنی الحمد شریف میں مندرج ہے ور الحمد شریف بسم اللہ الرحیم الرحیم میں ور بسم اللہ سم اللہ میں مندرج و شامل ہے۔ ور نیز سورۃ فاتحہ اور آیت لکرسی کی فضیلت سے حادیث کی کتابیں معمور ہیں۔

منجملہ ن کے یک یہ حدیث ہے کہ ملائکہ ور فرشتے جہاں کہیں آیت لکرسی لکھی ہوئی دیکھتے ہیں تو دب ور تعظیم کی وجہ سے س جگہ ہاتھ باندھ کر صف در صف کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سو دین کے دانشمندوں ور داناؤں نے ان حادیث سے یہ راز منکشف کیا ہے کہ الحمد شریف اور بسم اللہ شریف کو شرافت اور کرامت ان تین سمائے عظام اللہ رحمن ور رحیم سے ہے۔ ور آیت لکرسی کو فضیلت ن دو سماء یعنی حی ور قیوم سے ہے۔ سو گر ن سماء خمسہ کو یکجا کر کے ورد کیا جائے تو تمام قرآن کے فضائل ور تمام سماء الحسنیٰ کی برکات و رفیوضات س سے حاصل ہو جاتی ہیں سو وہ سماء خمسہ یہ ہیں

یا اللہ، یا رحمن، یا رحیم، یا حی، یا قیوم

ن سماء کے پڑھنے میں عجیب و غریب برکات دیکھنے میں آئی ہیں۔ گر طالب

صدق دل اور ادب و احترام سے اس اسم اعظم کو پڑھے گا۔ تو یہ ورد اسے دنیا و
آخرت میں بے نیاز اور لامحتاج بنا دے گا۔ اس کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے
روزانہ عشاء کی نماز کے بعد پانچ سو دفعہ پڑھے اور پچھلے اسم یا حی میں یا کی تشدید کی
دل میں حبس دم کے ساتھ ضرب لگائے اور اسم یا قیوم کو دماغ کے گنبد میں پوری گونج
کے ساتھ ادا کرے اس طرح کرنے سے ابتداء ہی میں ذاکر کے دل اور دماغ میں
عجیب سرور اور لذت پیدا ہوتی ہے۔ اور رقت جاری ہوتی ہے۔ اس ورد کو پڑھنے
سے ابتداء میں موکلات خواب کے اندر ذاکر کو اس کے کاروبار کے متعلق طرح طرح
کی بشارتیں دیتے ہیں۔ بعد ازاں خواب و نیم بیداری میں اور آخر میں عالم
بیداری کی حالت میں صاحب ورد کو مستقبل کے حالات سے کئی طریقوں میں
آگاہی بخشتے ہیں۔ اور اس کے ہر کام میں مدد اور معاونت کرتے ہیں۔ گاہے کسی
کام کی کامیابی کا نقش پیش کرتے ہیں۔ کبھی آواز اور الہام کے ذریعے اطلاع دیتے
ہیں۔ اور کسی وقت دل میں صحیح وہم اور خیال کے ذریعے اطمینان اور تسلی بخشتے ہیں۔
غرض اس ورد پر مواظبت کرنے والا دین اور دنیا میں کامیاب رہتا ہے۔ اور اس کی
تمام حاجتیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پوری ہوتی رہتی ہیں۔

بعض بزرگان دین نے اسم یا حی یا قیوم کو اسم اعظم بتایا ہے اور خود اسے روزانہ
ورد کرنے سے دارین میں کامیاب و کامران ہو گئے ہیں۔ اسی طرح اسم یا وہاب
میں عجیب تاثیرات و برکات دیکھی گئی ہیں۔ اس اسم کا ورد کرنے والا بخت و تخت
سلیمانی میں حصہ دار ہوتا ہے۔ اس کی دعوت حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ
مخصوص ہے۔ جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا مانگی

رب اغفرلی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی انک انت
الوھاب

مذکورہ بالا ہر دو اسم سعادت دارین کے لئے نہایت موثر اور کارگر ہیں۔ ان کے

پڑھنے کی تعداد ایک ہزار ہے۔ اور عشاء کی نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ مذکورہ بالا اسماء کی نسبت حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز اپنے ایک قصیدے کے اندر ارشاد فرماتے ہیں

الطالب ان تكون كثير مال

ويسمع منك دم في كل قال

ومن كل السماء ترى وراء

تسربه ومن كل الرجال

ويأتيك المعنى وترى سعيدا

مهابا مكرما من كل وال

وتكفى كل حادثة وضرا

وتبقى امنا في كل حال

فقل يا حي يا قيوم الفا

مكملة على عدد الليال

بليل او نهار قال فيها

ذكرته يرخص كل غال

وفي ذكرك يا وهاب سر

يبيك ما تريد من السئوال

وتكثر عند كل الناس طرا

وتقبض باليمين وبالشمال

فلازم ما ذكرته ولا تدعه

تفضل تبلغ الرتب العوال

ان ابیات کا مختصر ترجمہ یہ ہے کہ اگر تو چاہتا ہے کہ تو بڑا مالدار بن جائے۔ اور تمام

وگ مرد و زن ور چھوٹے بڑے تیری عزت ور تعظیم ریں۔ ور تجھ سے پیار ور محبت ریں۔ ور تو زمانے کے ہر بڑے حادثے ور فتوں سے محفوظ ور مامون رہے۔ تو تو پیارو ماعیدی یا قیوم ہر روز ہزار دفعہ وردِ کیا کر۔ ور گر سی طرح تو سم یا وھاب کا ورد رے گا۔ تو تو س سم کی برکت سے وگوں میں بڑ معظم ور مکرم بن جاوے گا۔ ور تمام وگ تیری خدمت پر مامور ہو جائیں گے۔ ور تو ن سے دعائیں پائیں ہر قسم کے نذرانے اور تحفے تحائف وصول رے گا۔ ور ا محتاج ہو جائے گا۔

سم بدوح کا ذکر کثر کتابوں میں آیا ہے ور حضرت سلطان عارفین نے بھی پنی کتابوں میں جا بجا اس سم کا ذکر کیا ہے۔ س سم کی تاثیر بھی عجب دیکھی گئی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ علم جفر و وں کا خترع کی سم ہے۔ یہ سم عدد زوج در زوج یعنی جوڑے در ہے۔ ور س کے حروف کے عدد ب دوح کل بیس عدد ہوتے ہیں ور س سم ودود کے حروف کی تعداد بھی بیس ہے۔ ور یہ سم محبت ور تسخیر کے وسطے بہت موثر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ سم توریت کا سم عظم ہے۔ ور موسیٰ علیہ سلام کے زمانے میں سامری کے فتنے کے بعد جو بھگوڑے مصر سے بھاگ ر ہندوستان آ گئے تھے۔ نہوں نے یہاں گوسالہ پرستی کو روج دیا تھا۔ اور یہ سم بھی اس زمانے کے عامل پنے ہمراہ مصر سے ہندوستان ے آئے تھے۔ ور بدھ مذہب کے بانی مہاتما سار کی منی گوتم بدھ نے س سم بدوح کے عمل کا طریقہ س زمانے کے سی عامل سے سیکھ لیا تھا۔ ور سم سم کی دعوت کو جنگل میں پایہ تکمیل تک پہنچایا تھا۔ جس سے ن پر اس اسم کا نور متجلی ہو گیا تھا۔ ور سم سم کے نور سے ن کا وجود متور ہو گیا تھا۔ س سے ن نے سی نام کے مطابق پنا نام بدھ رکھ لیا تھا۔ ور ن کے ذریعے بہت خوارق ن سے ظاہر ہوئے۔ ور ن کا طریقہ دین و مذہب س زمانے میں خوب پھلا پھولا۔ ور چین، جاپان، برما، سنکا، تبت ور جنوبی ہندوستان میں س دین کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔

س کے پڑھنے کے بے شمار طریقے ہیں ور س کے روز نہ پڑھنے کی دو ہزار چار سو ڈسٹھ ہے۔ س کے مثلث نقش بست در بست کو سب کے شائقین کیمیا کی طرح تلاش کرتے رہتے ہیں۔ ہم نے پنی کتاب حق نما ء ردو میں س سم کا کچھ ذکر کردیا ہے۔ ور س کے چند مثمث بست در بست نقوش بھی درج کر دیئے ہیں۔ جب کسی عامل سے سم بدوح کا عمل جاری ہو جائے تو س سے عجیب وغریب کرامات ور خوارق جاری ہو جاتے ہیں۔ ور وہ تمام جہان کو گرویدہ بنا لیتا ہے۔ لیکن جائے کہ گنج ست تنیج در ست س کا عمل جان جوکھوں کا کام ہے۔ پنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر کوئی جانباز صاحب س عمل میں کامیاب ہوتا ہے۔

نیز ظاہری ور باطنی غنا ور کشائش رزق کے واسطے سم یا غنی یا مغنی بھی بہت موثر ور کارگر دیکھا گیا ہے۔ سے بھی ہزار دفعہ پڑھا جاتا ہے۔ س کے پڑھنے سے نسان جلدی مستغنی ور لا یحتاج ہو جاتا ہے۔ عمل تسخیر کے لئے سم یا سطیع بھی کیمیا کسیر کا حکم رکھتا ہے۔

قرآنی سورتوں کے عمل کے بارے میں ہم پچھلے صفحوں کے ندر بہت کچھ لکھ آئے ہیں۔ یہاں بھی کچھ درج کئے دیتے ہیں۔ لیکن سوائے کسی عامل کامل کی جازت ور نگرانی کے بغیر کوئی عمل جاری نہیں ہوتا۔ بلکہ لٹا پڑھنے والا رنج ور رجعت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ ستغنا ور کشائش رزق کے معاملے میں سورہ لایلف قریش کا روز نہ یک سو دفعہ پڑھنا بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔ سورہ مزمل کی سب سے آسان زکوۃ یہ ہے کہ عروج ماہ میں خمیس کی رات یا دن کو مکمل خلوت کے ندر جلالی ور جمالی پرہیز کے ساتھ دو سو دفعہ روز نہ پڑھنا شروع کرے۔ ور ہر روز پڑھنے سے پہلے غسل کرے۔ پاک لباس پہنے ور خوشبو لگائے۔ ور پانچ روز خلوت کے ندر یک ہزار کی تعداد پوری کرے اور ہر بار سورہ مزمل شروع کرتے وقت س سے پہلے اللہ لا لہ لا ھو پڑھے تاکہ رجعت سے محفوظ رہے۔ س زکوۃ کے بعد کم ز کم گیارہ دفعہ

متوسط کیس دفعہ زیدہ سے زیدہ تیس دفعہ روز نہ ورد رکھے۔ ور گر تہجد کے
وقت پڑھے تو سونا ہے۔ طلوع آفتب سے پہلے چاندی ہے۔ اور بعد طلوع آفتب
تانبے کی قیمت رکھتا ہے۔ بعض وگ تہجد کی ہر رکعت میں سورہ مزمل یک بر پڑھتے
ہیں۔ س سے بھی بہت فئدہ ہوتا ہے۔ بعض باہمت جو نمرد ور جفاکش حاب
یسے بھی دیکھے گئے ہیں۔ جو تہجد کی گیرہ رکعتوں کے ندر ہر رکعت میں سورہ یسین
یک بر ور آخری بارھویں رکعت میں سورہ مزمل یک بر پڑھ ر بعدہ بیٹھ کر تیس
دفعہ سورہ مزمل پڑھتے ہیں۔

تہجد پڑھنے کا سب سے آسان، سہل لیکن بہت مفید طریقہ یہ ہے کہ ہر رکعت میں
لحمد شریف کے بعد آیت الکرسی یک دفعہ ور قل شریف یعنی سورہ خلاص تین بر
پڑھے۔

گر کوئی شخص قرآن کا حافظ ہے۔ اور سے کوئی بڑی بھاری مہم پیش آگئی ہے کہ وہ
س طرح حل نہیں ہوتی تو چاہیے کہ بدھ، جمعرت ور جمعہ کی رات عروج ماہ میں
ہر رات نفلوں کے ندر تمام قرآن ختم رے۔ س کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے غسل
رے ور دو رکعت نفل پڑھے ہر دوگانے میں یک پرہ قرآن پڑھے۔ یعنی ہر
رکعت میں آدھا پرہ قرآن پڑھے۔ جب بیس رکعتیں ور دس پرے ختم رڈلے۔
تو پھر دوبارہ غسل رے ور سی طرح بیس رکعتوں میں دس پرے پڑھے۔ بعدہ
تیسر غسل رکے باقی دس پرے پڑھ کر تمام قرآن ختم رڈلے۔ سی طرح تین ر
تیں متواتر یہ عمل رے۔ س کی مشکل حل ہو جائے گی۔ لیکن ناجائز غیر شرعی فعل
کے لیے یہ عمل ہرگز نہ رے۔

سورۃ مزمل کا یک نادر عمل ور دعوت عظم ہے جس شخص سے کسی طرح دعوت
جاری ور روں نہ ہو تو سے چاہیے کہ آدھی رات کو جنگل میں جائے ور طہارت و
غسل رے ور دس بر درود شریف پڑھے۔ بعدہ یک پاؤں پر کھڑے ہو ر

کہ تین دفعہ سورہ مزمل شریف پڑھے اور سو دفعہ یا اللہ کہے اور سو دفعہ استغفر اللہ کہے۔ اور سو دفعہ یا محمد فریاد رس کہے۔ یہ عمل سات رات متواتر کرے۔ انشاء اللہ اس کی ہر مشکل آسان ہوگی اور اس کا دل زندہ ہو جائے گا اور اس کی دعوت کا عمل جاری اور رواں ہو جائے گا۔ ایک پاؤں پر کھڑے ہونے کی ترکیب یہ ہے کہ جنگل میں کسی درخت کی شاخ سے رسی باندھے اور اسے پکڑ کر ایک ٹانگ پر کھڑا ہو جائے۔ یا اگر کوئی مکان ہو تو اس کی دیوار میں کیل گاڑ کر اس سے ڈوری لٹکا کر اسے ایک ہاتھ سے پکڑے اور ایک ٹانگ پر کھڑا ہو جائے۔ اور اگر کچھ بھی پاس نہ ہو تو ایک نیزہ ہمراہ لے جا کر اسے زمین میں گاڑ دے اور اس کے سہارے ایک ٹانگ پر کھڑا ہو جائے۔ بعض لوگ ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں رکھ کر یہ عمل کرتے ہیں۔ ایک پاؤں پر کھڑا ہو کر قرآن پڑھنے میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے ساتھ متمثل اور یکتا ہونے میں تائید اور مدد ملتی ہے۔ اگرچہ حضرت سرور کائنات صلعم یا صحابہ کبار سے اس قسم کے عمل کا ثبوت نہیں ملتا۔ اور اسے بدعت حسنہ کا درجہ دے سکتے ہیں لیکن پچھلے بزرگان دین سے یہ عمل ثابت ہوتا ہے چنانچہ حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ میں اپنے حجرے کا کنڈا رات کو پکڑ لیتا تھا۔ اور ایک ٹانگ سے کھڑے ہو کر ایک رات میں تمام قرآن شریف ختم کر لیتا تھا۔ یہ عمل متواتر بارہ سال تک کرتا رہا ہوں اور حضرت امام اعظم صاحب کی نسبت مشہور ہے کہ آپ نے بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر دو رکعت نفل یوں ادا کئے کہ پہلی رکعت میں بائیں ٹانگ پر دائیں ٹانگ رکھ کر آدھا قرآن ختم کر ڈالا۔ اور دوسری میں دائیں ٹانگ پر بائیں ٹانگ رکھ کر آدھا قرآن ختم کر ڈالا۔ اور سجدے میں روتے ہوئے عرض کیا کہ۔

یا رب ما عبدناک حق عبادتک

یہ عمل اور اس قسم کے دوسرے کٹھن عمل پچھلے اولیاء کرام سے ثابت ہیں اور اللہ

تعالیٰ کے راستے میں مجاہدے، ریاضت و سعی کی کوئی حد نہیں۔

اسماء الٰہی میں اسم یا سطیع کو تسخیر قلوب کے لئے شغل کثیر شمار کیا جاتا ہے۔ بعض لوگ اس اسم کے ہمراہ کچھ مدد بھی پڑھتے ہیں جس سے عمل تسخیر میں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ پچھلے عاملوں نے بعض اسماء اور کلاموں کے ہمراہ موکلات کے نام لکھے ہیں۔ جن کے مدد سے کلام کامیاب ہوتا ہے۔ اور موکلات بعض قوی اور بعض اعلیٰ اور بعض علم جفر والوں کے اختراعی ہوتے ہیں۔ اور اکثر پرانی عبرانی سریانی زبانوں میں وضع کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی صحت کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ ایسے موکلات کے مدد سے کلام کا اثر بھی کم ہو جاتا ہے لہٰذا موکلات کے بغیر کلام کا پڑھنا بہتر ہے۔ بعض جنتر منتر اس قسم کے ہوتے ہیں کہ وہ اسماء الٰہی یا بسم اللہ شریف یا سورۃ فاتحہ یا کسی کلام طیبہ کو الٹا کیا ہوا ہوتا ہے۔ ایسے کلاموں کے پڑھنے سے گو فوری فائدہ مترتب ہوتا ہے۔ اور جن شیاطین اور سفلی ارواح کی حاضرات ہوتی ہے۔ مگر ان کا پڑھنے والا ایمان سے خالی ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیا ہے

من قرء القران معکوسا وقع فی النار معکوسا

یعنی جس نے قرآن کو الٹا پڑھا وہ دوزخ کی آگ میں سر کے بل گرا۔ اسی قسم کا ایک کلام تبت کے جوگیوں اور لاماؤں میں بہت مشہور اور مروج ہے اور وہاں کا ہر سفلی عامل اس کی دعوت ضرور دیتا ہے۔ میں نے جب اس کا تجزیہ کر کے دیکھا تو وہ محمد بن آمنہ کی معکوس و الٹی صورت ثابت ہوئی ایسے الٹے کلاموں سے احتراز کرنا چاہیئے۔

عربی میں حضرت رسول مقبول ﷺ کا بارگاہ الٰہ میں منظور و مقبول شدہ مجرب اور پیٹنٹ دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ جسے دعائے سیفی اور حرز یمانی یا حرز صحابہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے پڑھنے میں بھی عجیب تاثیرات اور انوکھے برکات دیکھے گئے ہیں۔ حضرت سلطان العارفین اس دعا کے حق میں فرماتے ہیں ہر گز نباشد عامل سیف نہ

گروہ تا ند عامل دعا سیفی نزد قبر ولیاء اللہ نخو ند یعنی جب تک کوئی عامل دعائے سیفی

کسی ولی کی قبر کے پاس نہ پڑھے۔ س کی زبوت ہرگیز سیف رحمن یعنی اللہ کی

تلو ر نہیں بنتی۔ حضرت محبوب سبحانی جناب پیر دستگیر حضرت شیخ عبد لقادر جیلانی

قدس سرہ العزیز نے س دعا کو بہت پڑھا ہے۔ ور نہی سے اس کا عمل قادری

خاندان میں چلا آتا ہے۔ یہ دعا سیفی ہم نے پنی کتاب مخزن لاسرار میں درج کی

ہے۔

ہم نے حال ہی میں یک کتاب بنام مخزن الاسرار و سلطان الاذکار لکھ کر شائع کی

ہے۔ س میں چند نہایت چیدہ ور مجرب ور د درج کئے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ ور اس

کے رسول تک بہترین وسائل ہیں۔ ن کے پڑھنے سے طالب جلدی عارف زندہ

دل ور اللہ تعالیٰ ور اس کے رسول کا مقرب، منظور نظر ور اس سے واصل ہو جاتا

ہے۔ س میں یک فارسی کا رسالہ روحی ہے جو ہمارے روحانی مربی حضرت سلطان

عارفین حضرت سلطان باہو قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان حق ترجمان پر محبوبیت

کے نتہائی مقام ناز میں جاری ہوا ہے جس میں س رسالے کے پڑھنے والے کے

سے بہت محکم مواعید ور پختہ مواثیق فرمائے ہیں۔ چنانچہ ن جملہ ن مواعید کے

یک یہ ہے کہ لحق گروہی واصل کہ ز رجعت مقام روحانی ویا مقام قدس شہود ز درجہ

خود فتادہ باشد گر توسل باین کتاب مطالب جوید آں مرشدیست کامل، گر و

توسل نہ گرفت ور قسم و گرما ور نزد سالہ نیم ماہ رقسم و گرطالب سالک معتصم و

متمسک شود مجرد خوند عارف زندہ دل و روشن ضمیر سازم (ترجمہ) خدا کی قسم گر

کوئی واصل ولی جو مقام روحانی یا مقام قدس شہود سے رجعت کھا کر گر گیا ہو۔ گر وہ

اس کتاب مستطاب کو پنا وسیلہ بنائے تو س کے لئے یہ کتاب مرشد کامل ثابت ہو

گی۔ ور گر وہ توسل نہ پکڑے تو سے قسم گر ہم سے پنے مقام پر نہ پہنچا ئیں تو

ہمیں قسم ہے۔ ور گر سالک طالب باطنی کا طالب س رسالے کے پڑھنے پر ہمیشہ قائم

رہے گا۔ تو س کے محض پڑھنے سے نشاءاللہ زندہ دل ور روشن ضمیر ہو جائے گا۔ یہ تین چار ورق کا چھوٹا سا رسالہ ہے۔ یہ رسالہ طالب مولیٰ کے لیے یک بہترین اور آسان ترین وسیلہ ہے۔

دوم اس میں صلوٰۃ الکبریٰ یک فضل ور علیٰ ترین درود شریف کا بہت چیدہ ور عمدہ مجموعہ ہے جسے حضرت محبوب سبحانی حضرت سید محی لدین عبد لقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز نے مرتب فرمایا ہے۔ جو حضرت رسول کریم ﷺ کی ذات و صفات کے ساتھ واصل ہونے ور آپؐ کے حضور میں دخل ہونے کے لیے یک نہایت سہل ور آسان ترین وسیلہ ہے۔ یہ درود گنج سعادت دارین کی یک نہایت کارگر کلید ور کامیاب کنجی ہے۔

سوم کتاب مذکورہ میں حضرت پیر محبوب سبحانی قدس اللہ سرہ العزیز کے صحیح ور درست قصیدہ غوثیہ ور قصیدہ بز سہب کو شامل کیا گیا ہے۔ ور کتاب مذکور مخزن الاسرار و سلطان الاذکار ور دیں ن قصائد کا مکمل حل، ن کا ترجمہ و شرح دی گئی ہے۔ ور ن کے پڑھنے کا طریقہ بھی دیا گیا ہے۔ جو طالب مرید قادری کے لیے یک غیر مترقبہ نعمت ہے۔ ور ساتھ ہی سلوک باطنی کے بے شمار نکتے چھوٹے معارف و اسرار ور کامل مکمل بزرگان دین کے حالات درج کیے ہیں۔ جس کا مطالعہ طالب تشنہ کے لیے آب حیات کا حکم رکھتا ہے۔

ب ہم خیر میں دعوت القبور کا طریقہ بیان کرتے ہیں۔ س کا طریقہ یہ ہے کہ رات کو کسی بزرگ، ولی کامل یا شہید یا غوث وقطب کی قبر پر جاوے۔ ور روحانی ہل قبر پر مسنون طریقے سے سلام کہے۔ س کے بعد ہل قبر کے حق میں فاتحہ درود پڑھے۔ س کی ترتیب یہ ہے کہ ول درود شریف پھر فاتحہ یعنی الحمد شریف ور پھر درود شریف یک یک بار پڑھے۔ س کے بعد خلاص یعنی قل شریف تین بار پڑھ کر س کا ثواب روحانی کو بخشے س کے بعد قبر کے ردگرد ذان یعنی بانگ پڑھے۔ جس

طرح نماز کی بانگ پڑھی جاتی ہے۔ اور قبر کے سرہانے قبلہ کی طرف پھرتا ہوا بانگ پڑھے اور پھر سرہانے آکر بانگ ختم کرے بعدہ روحانی کو مخاطب کرکے کہے

یا عبد اللہ قم باذن اللہ امددنی فی سبیل اللہ

روحانی فوراً حاضر ہوئے اس کے حاضر ہونے کی علامت یہ ہے کہ قبر میں جنبش پیدا ہوگی اور وہ ہلتی ہوئی معلوم ہوگی اور اس سے رعب و جلال ٹپکے گا۔ اور اس کے دیکھنے سے دہشت آنے لگے گی۔ بعدہ اہل دعوت کو چاہیے کہ قبر کے پاس بیٹھ کر دعوت قرآن شروع کرے۔ اور جو کچھ قرآن میں سے یاد ہو پڑھے۔ قبر پر پڑھنے کے لئے سب سے بہتر دعوت سورہ مزمل، سورہ یسین سورہ ملک اور سورہ انا فتحنا کی ہے۔ سب سے موزوں تر سورہ مزمل کی دعوت ہے۔ چنانچہ قبر کے قریب بیٹھ کر سورہ مزمل شریف گیارہ دفعہ پڑھے۔ اور جس وقت روحانی کے متوجہ اور حاضر ہونے کی علامات اور آثار ظاہر ہوں تو اہل دعوت کو چاہیے کہ مراقبہ کرکے روحانی کی طرف متوجہ ہو۔ یا وہاں قریب ہی لیٹ جائے۔ روحانی فوراً حاضر ہو کر اسے مشکل کام کے حل ہونے کی بشارت اور اشارت فرمائے گا۔ روحانی کے حاضر ہونے کی علامات اور آثار یہ ہیں۔ کہ یا تو پڑھنے والے کے دل میں رقت پیدا ہو جائے گی اور بے اختیار گریہ جاری ہو جائے گی۔ یا دائیں اور بائیں کان سے تن تن کی آواز آئے گی۔ یا آنکھوں میں اہل دعوت کو نور کی چمک دے گی۔ یا روحانی اپنی خوشبو بخشے گا۔ یا الہام اور آواز دے گا یا دلیل، خیال اور وہم صریح سے دل کو آگاہی دے گا۔ یا اہل دعوت کو اپنا وجود بڑا بھاری اور وسیع اور وزنی معلوم ہوگا۔ ان علامات مذکورہ میں سے جو بھی علامت ظاہر ہو تو جانے کہ روحانی حاضر ہو گیا ہے اس وقت روحانی سے ملنے اور ملاقی ہونے کے لئے مراقبہ کرے یا وہاں قبر کے پاس لیٹ جائے۔ اگر ایک طرف دعوت قرآن پڑھنے سے روحانی حاضر نہ ہو تو دوسری طرف قبر کے پاس بیٹھ کر سورہ مزمل گیارہ بار پڑھے۔ اگر پھر بھی حاضر نہ ہو تو قبر کی تیسری طرف سورہ مزمل

پڑھے اور آخر بار قبر کے پاؤں کی طرف گیارہ دفعہ سورہ مزمل پڑھے۔ پاؤں کی طرف دعوت پڑھنے سے روحانی تنگ ہوتا ہے۔ اگر اہل دعوت حامل کامل ہے۔ اور اسے کوئی اپنی یا اپنے خویش و اقارب کی بڑی سخت مشکل آن پڑی ہے تو ایسے وقت اہل دعوت قبر پر چڑھ کر دعوت پڑھے۔ اس وقت روحانی ایسی برق براق سے تیز بزم نبویؐ میں حاضر کردے گا۔ اور وہاں سے اس کی مشکل مہم اللہ تعالیٰ کے امر سے حل کرادے گا لیکن قبر پر چڑھ کر دعوت پڑھنا سخت خطرناک اور جان جوکھوں کا کام ہے۔ اگر ایک طرف آگ کی بھڑکتی ہوئی بھٹی ہے اور دوسری طرف قبر ہے تو بہتر ہے کہ آگ میں کود پڑے۔ لیکن قبر پر قدم نہ رکھے۔ کیوں کہ آگ کا جلا ہوا ممکن ہے کہ اچھا ہو جائے لیکن قبر کا جلا ہوا کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ اس کا آزار لازوال ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص کو دنیا میں مرشد کامل نہ ملے تو کسی عارف کامل کی قبر اور روحانیت سے تعلق پیدا کرے اس کی قبر کے پاس بار بار قرآن پڑھنے سے روحانی کے ساتھ باطنی رشتہ اور رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔ اور طالب سالک عارف زندہ دل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں۔

ہر کہ مرشد را نیابد در جہاں
از قبر عارف شود صاحب عیاں

روحانی اہل قبر دو طرح پر اہل دعوت کی مدد کرتا ہے۔ اول اپنے برزخی مقام سے باہر آ کر اہل دعوت سے ملاقی ہوتا ہے اور اسے اپنے کام میں کامیابی کی بشارت پہنچاتا ہے دوم روحانی اہل دعوت سے اتحاد پیدا کر کے اسے باطن میں اپنے برزخی مقام میں پہنچا دیتا ہے اور اسے اس کا کام حل ہوتا ہوا دکھا دیتا ہے۔ گاہے اہل دعوت کا کام روحانی حل کر دیتا ہے لیکن اہل دعوت کو معلوم نہیں ہوتا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کارفرما ہوتی ہے۔ اور عالم امر میں ایک ادنیٰ روحانی کو بڑی روحانی طاقت اور باطنی قوت حاصل ہوتی ہے

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

یا رب تو کریم و رسولؐ تو کریم

صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

منقبت

حضرت قبلہ فقیر نور محمد صاحب سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ

جو نام ہے عزت کے قابل وہ نام ہے نور محمد کا

جو کام ہے پسند ہے مولا کو وہ کام ہے نور محمد کا

جس نے بھی لگایا ہونٹوں سے سرمست عشق رسول ہوا

کیا بادہ ہے نور محمد کا، کیا جام ہے نور محمد کا

جن کو بھی عقیدت ہے، ان سے اللہ کی قسم ان لوگوں پہ

انعام ہے نور محمد کا، اکرام ہے نور محمد کا

اللہ کا ہاتھ کہیں جس کو وہ دست مبارک ہے ان کا

جو عرش بریں پہ پہنچا ہے وہ گام ہے نور محمد کا

دنیا میں بھی خوشحال تھے وہ عقبیٰ میں بھی خوشحال ہیں وہ

کتنا اچھا، کتنا اعلیٰ انجام ہے نور محمد کا

جو کچھ بھی لکھا جو کچھ بھی کہا احکام حق کے مطابق تھا

ہر حرف ہر ایک نقطہ کامل الہام ہے نور محمد کا

صاحبزادہ فقیر عبدالحمید سروری قادری کلاچی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

ابیات مصنف

مکن اے یار عیب پروازم

بچہ پاک باز شہبازم

مے بود ولد خاص سرائی

بوئے باہوؒ شنوز آوازم

بے سرم سر ہو ہے جوگم

در پے در یار سر بازم

سر ہو یا قسم من از باہوؒ

نیست جز یار محرم رازم

سر ہوؒ بہ سرم سوار شدہ

اسپ تازی مثال می تازم

شہسوار است بہ سرم باہوؒ

زیر آں شہر یار می تازم

گشت نور محمدؐ انجامم

بود نور محمدؐ آغازم

---------- اختتام --- تمام شد ----------